خوش باش دمے کہ زندگانی این است

خوشحال کسانیکہ بہر حال خوش اند

اگست ۱۹۴۰ء

فلسفۂ مسرت
لاہور

اردو میں اپنی قسم کا واحد اور مقبول ترین کثیر الاشاعت ماہوار رسالہ

ان زندہ دل انسانوں کیلئے جنہوں نے زندگی کا منتہائے مقصود تلاش کیا ہے
ہمیشہ خوش رہنے اور دوسروں کو خوش کرنے میں جو خدا کی حقیر ترین مخلوق کو بھی محبت
کی نظر سے دیکھتے ہیں جو اپنے قول یا فعل سے کسی کی دل آزاری نہیں کرتے
جن کا مذہب ہے خدا کے ہر ایک بندے سے بلا امتیاز رنگ و قومیت محبت کرنا

ایڈیٹر ڈاکٹر پرتھی سنگھ

فہرست مضامین ماہ اگست ۱۹۴۲ء

نگاہِ اولین

مرد نمبر کا اعلان گذشتہ مہینہ ہو چکا ہے۔ انعامات کی رقوم اور تاریخ اجرا کا تعین اب کیا جا رہا ہے۔ اکتوبر سنہ ۱۹۴۹ء کا پرچہ مرد نمبر ہوگا پہلا انعام پندرہ روپیہ بہترین افسانہ کے لئے دوسرا انعام پندرہ روپے مرد سے متعلق بہترین نظم لکھنے کے لئے تیسرا انعام دس روپیہ ایک بے بدل مزاحیہ افسانہ کے لئے چوتھا انعام دس روپیہ کیا مرد سچ مچ ظالم ہے اور عورت مظلوم ؟ اس موضوع پر بہترین مقالہ لکھنے والی خاتون کو دیا جائے گا۔ علاوہ ازیں پانچ چھوٹے چھوٹے متفرق انعامات اور بھی ہوں گے۔

مرد نمبر میں کیا کچھ ہوگا ؟ اس کی مکمل فہرست تیار نہیں ہو سکی۔ البتہ ایک جھلک ایک ہلکا سا تبسم مرد نمبر کا ہم آپ کو دکھلائے دیتے ہیں مرد نمبر کا بیشتر حصہ عورتیں لکھیں گی۔ مرد سے متعلق جو کچھ انہیں معلوم ہے۔ سب بے کم و کاست آئیں مرد ہوں، کتنا دل خوش کن اور روح افزا خیال ہے۔ پر کیا عورت بھی مرد کو ایسا ہی سمجھتی ہے ؟ وہ جو انسانیت کے ترازو میں مرد کو تول کر پرکھ لینے کی قدرت رکھتی ہے اس کا کیا خیال ہے ؟ وہ مرد کو کیا سمجھتی ہے ؟ اگر مرد دنیا میں نہ ہوتا تو کیا ہوتا ؟ جابر، ظالم اور بے وفا مردوں کو رام کرنے کے طریقے۔ مرد کی نفرت کا عکس لطیف مرد کے دل کی تصویر ایک خاتون مصورہ کے قلم سے۔ مرد یہ کیوں چاہتا ہے کہ عورت ہمیشہ اس کی غلام بنی رہے' دل پھینک ہرجائی اور راستہ چھوڑ بے راستہ جانے والے مردوں کو کس طرح راہ راست پر لایا جا سکتا ہے ؟ کیا یہ سچ ہے کہ عورت بشرطیکہ اپنی طاقت سے باخبر ہو سب کچھ کر سکتی ہے، اگر عورت کو اپنے امکانات کا علم ہو جائے تو پھر گھر کی دنیا پر مرد نہیں عورت حکمراں رہے گی مگر کس طرح ؟ یہ اور اسی قسم کی سینکڑوں مفید مطلب باتیں مرد نمبر میں شائع ہوں گی،

مرد نمبر کے سنسنی خیز، عبرت انگیز اور کبھی نہ بھولنے والے افسانے آپ کو مدت العمر تک یاد رہیں گے۔

مرد نمبر کی تصاویر حسین و جمیل جاذب نظر دلکش اور نرالی قسم کی ہوں گی، جن میں ہر ملک ہر قوم اور ہر قماش کے مردوں اور عورتوں کی زندگی کو دکھایا گیا ہے۔

اگست نمبر کے مضامین پر ایک اچٹتی ہوئی نظر

میری بھول' شاہزادہ آیاز صاحب کا لکھا ہوا افسانہ ہے۔ کتنا دلکش سبق آموز اور معنی خیز ؟ ہماری ایک فرا سی بھول یا غلطی کا ایسا بھیانک افسوسناک اور تباہ کن انجام ہو سکتا ہے ؟ اگر دنیا والوں کو اس کا احساس ہو جائے تو اس میں شک نہیں کہ کئی بیش قیمت زندگیاں قبل از وقت تباہ و برباد ہونے سے بچ جائیں گی۔ "اپنے آپ کو پہچانو" اس قابل ہے کہ اس کا بار بار مطالعہ کیا جائے۔

عورت انسانیت کی ماں ہے' کے آئینہ سے آپ کو عورت کا اصلی روپ دکھائی دے جائیگا "ستم ظریف" مرد اتنا بے رحم، اتنا سنگدل اور شقی القلب ہو سکتا ہے۔ آپ کو کبھی بھول کر بھی خیال نہ آیا ہوگا۔ مگر اب دیکھئے۔ شانتا نے خودکشی کیوں کی ؟ افسانہ کیا ہے تہذیب جدید کے پجاریوں کا کچا چٹھا ہے۔ سماج کی سیاہ کاریوں اور بیہودگیوں کی ایک بالکل سچی تصویر۔ شانتا کی طرح آئے دن نہ جانے کتنی معصوم اور کنواری لڑکیاں سماج کے ہولناک دیوتا کی بھینٹ چڑھ کر لقمۂ اجل بنتی جا رہی ہیں۔ مگر ہم ہیں کہ سب کچھ دیکھ کر بھی نہیں دیکھا کا بہانہ کئے جاتے ہیں۔ سب کچھ جان کر بھی انجان بن رہے ہیں۔ شاباش! آفریں ہے تم پر نئی تہذیب کے پجاریو۔ حضرت اکبر الہ آبادی نے شاید اسی لئے کہا تھا ؎

کل چند بے حجاب نظر آئیں عورتیں ——— یہ دیکھ کر میں غیرتِ قومی میں گڑ گیا
پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ کدھر گیا ؟ ——— کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

نوٹ۔ بوجوہات چند در چند ہمارا مستقبل عام سیریل ناول " ... " ماہ رواں کے پرچہ میں شائع نہیں ہو سکا انشاء اللہ ماہ ستمبر میں بکسر ہدیہ کر دیا جائے گا ناظرین کرام مطمئن رہیں۔ منیجر

مدیر ——— ایڈیٹر

(مست قلندر کے سلسلہ میں) ایک لمحہ فکریہ

کیا آپ نے کبھی اس بات پر غور کیا ہے کہ

(۱) مست قلندر ہر ماہ بڑے سائز کے تقریباً یکصد صفحات پر شائع ہوتا ہے (۲) اس میں آپ کے مطلب کے اتنے بیش قیمت مضامین اتنے رنگین افسانے اور اتنے قیمتی مقالے شائع ہوتے ہیں کہ مختلف مقالات کے دس پرچے بھی اتنا مواد شائع نہیں کر سکتے (۳) جن ماہناموں کا سالانہ چندہ پانچ پانچ چھ چھ روپیہ ہے مست قلندر ان سے کہیں زیادہ (مواد) اپنے ناظرین کو ہر ماہ دیتا ہے۔ اور اس خوبی کے باوجود اس کا سالانہ چندہ صرف تین روپیہ ہے۔ مزید لطف یہ کہ سالنامہ اور چند خاص نمبروں کی قیمت بھی اسی چندہ میں شامل ہے۔ (۴) اتنا سستا اتنا کارآمد اور اتنا مفید خلائق ماہنامہ چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی آپ اور کہیں حاصل نہیں کر سکتے (۵) مست قلندر کے لکھنے والے وہ جادو نگار سحر طراز لوگ ہیں جن کی آتشیں تحریریں شائقین کے دلوں میں ہلچل ڈال دیتی ہیں۔ ان کے ٹھہرے ہوئے جذبات کے سمندر میں ایک دم تلاطم پیدا کر دیتی ہیں ——— آگ لگا دیتی ہیں۔

جب یہ بات ہے تو

کیا آپکا فرض نہیں ہے کہ مست قلندر کی نہ صرف خود سرپرستی جاری رکھیں بلکہ اپنے دوستوں عزیزوں حلقہ احباب میں اس کی توسیع اشاعت کے لئے سر توڑ کوشش کرتے رہیں۔

اشرفیوں سے بھرا ہوا برتن

اگر کہیں پڑا ہوا آپ کو مل جائے تو ویسی خوشی حاصل نہ ہوگی جیسی کہ ایڈیٹر مست قلندر کی جدید تصنیف "مہذب دنیا سے دور" لے کر۔ یہ نادر روزگار کتاب جو کہ مست قلندر کی دنیا میں تہلکہ پیدا کر دے گی ایڈیٹر صاحب رسالہ مذکور آج کل وادی کلو میں دریائے بیاس کے کنارے بیٹھکر بسرعت تمام لکھ رہے ہیں۔ اس میں آپکی سیر و سیاحت کے نہایت ہی دلچسپ اور عجیب و غریب حالات ہونگے پیروں فقیروں کے عطیہ۔ جادو ٹونے اور سنیاسیوں اور کیمیا گروں کے تربہدف ٹوٹکے ہونگے۔ وغیرہ وغیرہ

آپ اس نادر ترین تحفہ کو مفت حاصل کر سکتے ہیں

اگر آپ مست قلندر کے مستقل خریدار ہیں تو پندرہ اگست ۱۹۴۰ء سے پہلے پہلے ایک نیا خریدار پیدا کر کے اس کا سالانہ چندہ ...

اُردو کا ارزاں ترین دلچسپ ترین باتصویر رسالہ

ماہنامہ حسن پرست لاہور (باتصویر)

کیا ہو رہے ہیں دل پہ اثر کچھ نہ پوچھئے ٭ کس پہ پڑی ہے میری نظر کچھ نہ پوچھئے

اُردو میں اپنی قسم کا پہلا آرگن جس میں حسینانِ جہاں کی سچی آپ بیتیاں گنہگارانِ محبت کے اقرار نامے اور مجرمانِ حسن کی سرگذشتیں بلا کم و کاست راست راست شائع ہو رہی ہیں۔ ماہ اگست ۱۹۴۰ء کے پرچے میں ایک درجن سے زائد رنگین اور مکمل افسانے نیز شعرائے قدیم و جدید کے کلام کے اچھوتے نمونے ملاحظہ فرمائیے (۱) لکھتا ہوں (۲) ہم کیا تھے اور کیا ہو گئے (کارٹون) (۳) قدرت کا فیصلہ (۴) حسن کی عالمگیری (۵) دلچسپ فریب (۶) دورِ جدید کی شاعری (۷) شعلے (۸) نجات (۹) شریر حسینہ (۱۰) کوڑھی بھکارن (۱۱) پُراسرار عورت (۱۲) ؟ (۱۳) آخری گانا (۱۴) لالہ رُخ (۱۵) غریب کی ہولی (۱۶) پریم کا سپنا (۱۷) ایثار (۱۸) میرے پسندیدہ اشعار (۱۹) تالاب کے کنارے۔ قیمت فی پرچہ ۳ سالانہ چندہ ۲ روپے

آپ صرف ایک روپیہ میں سال بھر تک "حسن پرست" پڑھ سکتے ہیں

"مست قلندر" کے ہر ایک پڑھنے والے کو ناول "میری ہوشربا داستانِ زندگی" (جس کا اشتہار صفحہ ۴۸ پر درج ہے) کی خریداری پر "حسن پرست" سال بھر تک نصف قیمت پر مل سکتا ہے۔ آج ہی اپنی پہلی فرصت میں دو روپے منی آرڈر سے بھجوا دیجئے اور مذکورہ بالا ناول حاصل کرنے کے علاوہ اُردو کے اس نادر روزگار رسالہ کے مطالعہ کا سال بھر تک لطف اُٹھائیے۔ چونکہ یہ رعایت صرف پہلے پانصد خریداروں کے لئے ہے۔ اس لئے جلدی کیجئے ملنے کا پتہ

مینیجر رسالہ حسن پرست پوسٹ بکس ۱۳۲ لاہور

ڈاک کے ڈاکو

مست قلندر ہر ماہ کی یکم تاریخ کو چھپ کر تیار ہو جاتا ہے۔ اگر ۵ تاریخ تک آپ کے پاس نہیں پہنچا تو اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ ڈاک کے ڈاکوؤں کی نذر ہو گیا ہے پرچہ نہ ملنے کی شکایت فوراً پوسٹ ماسٹر جنرل لاہور کے پاس بھجوا دیجئے۔ اور براہ راست دفتر کو بھی لکھئے۔ دوسری مرتبہ پرچہ آپ کو پھر سے روانہ کر دیا جائیگا۔ مینیجر مست قلندر لاہور

مست قلندر

جلد ۲۳ نمبر ۵ — اگست ۱۹۴۶ء

زندگی کے رنگین لمحوں کی یاد

ابھی تک یاد ہیں وہ شامِ ورلی کے حسیں منظر،
بہار و کیف میں ڈوبے ہوئے وہ دلنشیں منظر،

ہر اک وادی پہ ہوتا تھا گماں فردوس زاروں کا
کہ اِک طوفانِ رنگ و بو تھا یا جھرمٹ بہاروں کا

جوانی پر بہاریں تھیں بہاروں پر جوانی تھی
نشاط و رقص میں یا کوئی حورِ آسمانی تھی!

صبا کی شوخیوں سے مست کلیاں مسکراتی تھیں
ہر اِک نوخیز غنچے کو اُمنگیں گدگداتی تھیں

بجاتی آ رہی تھی ارغنوں چشموں کی شہنائی
لہک سبزہ میں، غنچوں میں چٹک کلیوں میں رعنائی

شفق کا عکس یوں حل ہو گیا تھا صاف پانی میں
کہ ڈل جاتا ہے سونا جس طرح سیال چاندی میں

فضاؤں کے حسیں پیکر میں تھے ملبوس رعنائی
ردائے سبز بھی اوڑھے ہوئے فطرت کی زیبائی

ہوائیں چل رہی تھیں ڈوب کر تسنیم و کوثر میں
بسی تھیں عطر کی لپٹیں نسیمِ روح پرور میں

فضا کے دوش پہ آباد تھے رنگیں میخانے
صبا کے ہاتھ میں تھے کیف سے لبریز پیمانے

تھا ہلکا ہلکا موسیقی کا عالم آبشاروں میں
ترانے تیرتے پھرتے تھے بجوئے جوئباروں میں

نظر آتا تھا ہر اِک سمت اِک طوفانِ شادابی
ہوائے سرد سے بھی تپتے ذروں میں خنک تابی

نگاہوں میں یہ وادی تھی۔ مقدس خواب کا عالم
شبابِ حور کا نقشہ، شبِ مہتاب کا عالم

فضا رنگین تھی رنگینیاں گلپوشِ نکہت تھیں
مقدس جنتیں نظروں کی شادابِ ملاحت تھیں

ہواؤں کا ہر اِک جھونکا شمیمِ روح پرور تھا
دماغ و دل مہکتے تھے مشامِ جاں معطر تھا

نگاہوں میں تھی اِک تصویر جنت کی جوانی کی
ملی تھیں زیست کو تعبیریں خوابِ زندگانی کی

مری آغوش جلوہ گاہ تھی حسن و جوانی کی
مرے پہلو میں رقصاں تھیں بہاریں شادمانی کی

مری نوخیز اُمیدوں کے غنچے مسکراتے تھے
تمناؤں کی کلیوں کے گلستاں مسکراتے تھے

کوئی اس شان سے آیا تھا آغوشِ تمنا میں
نگاہوں میں حیا، لب پر تبسم، کانپتی باہیں،

نظر کی جنبشوں میں وہ تمنائے ہم آغوشی
وہ مستی مجسم، وہ مکمل خود فراموشی

محبت کے گلے میں حسن کے وہ ساعدِ لرزاں
نظر دزدیدہ دزدیدہ سی رخ پر عصمتیں رخشاں

وہ فرقت کے گلے شکوے وہ آلامِ محبت کے
وہ ذکرِ دردِ ہجراں تذکرے دورِ مصیبت کے

وہ پھر رو رو کے تجدیدِ قسم پیمانِ الفت پر
وہ عہدِ تازہ ہنس کر وعدۂ رسمِ محبت پر

زمانے کا نہ خطرہ اور نہ دل میں خوفِ رسوائی
کنارِ شوق میں خوش تھی کوئی "جانِ دلآرائی"

تصدق ہو رہے تھے ماہ و انجم اُس کے جلووں پر
جمالِ عارضِ رنگیں پہ تھے صدقے حسیں منظر،

ابھی تک شام ورلی کے وہ منظر یاد آتے ہیں
مگر وہ لمحے یاد آ کر خون کے آنسو رلاتے ہیں

ابھی ہیں یاد جن سے زندگی تھی زندگی اپنی،
نظر کے پردۂ خاموش پر وہ نقش ہیں اب بھی

(بمبئی) — از [illegible]

ستم ظریف

جراح حسن کی ...

... المناک افسانہ

آج میں اپنے فنی تجربات کا وہ واقعہ بیان کر رہا ہوں جو میری زندگی کے سب سے زیادہ لرزہ خیز اور الم ناک افسانے کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس واقعہ کے بعد کئی ماہ تک میری مستقل یہ کیفیت رہی کہ میں سارے سارے دن اسی کے پریشان کن تصورات میں ڈوبا رہتا اور راتوں کو اسی کے دہشتناک خواب کی اذیت سے جاگ جاگ پڑتا تھا۔ آج بھی جب میں اپنے ماضی کے اس خوفناک نقش پر نظر ڈالتا ہوں تو دہشت اور رنج اس کی زبردست کپکپی میرے تمام جسم پر طاری ہو جاتی ہے۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ میرا کاروبار بے حد ترقی پر تھا۔ "جراح حسن" کی حیثیت سے میرا مطب اور پریکٹس کی وسعت کے ساتھ ساتھ میرے سرمایہ میں روز افزوں اضافہ ہو رہا تھا اور میری شہرت دہلی کے حدود سے نکل کر دیگر صوبوں اور ہمسایہ ممالک تک پہنچنے لگی تھی۔ میرے دار المشورہ کے چاروں طرف ہر وقت لوگوں کا زبردست ہجوم میرا منتظر نظر آتا تھا ان لوگوں میں تقریباً ہر نوعیت کے افراد شامل تھے متوسط سن رسیدہ عورتیں جو نوجوان بن جانا چاہتی تھیں ——— نوجوان لڑکیاں جو اور زیادہ جوان یا حسین بننے کی متمنی تھیں ——— اور کچھ مرد بھی جو کہ اپنے خط و خال میں کچھ اصلاح چاہتے تھے یا اپنی کسی بدنمائی و عیب سے نجات پانے کے مشتاق تھے۔ ——— غرضیکہ "جراح حسن" کی حیثیت سے میری کامیابی میں کوئی شک و شبہ باقی نہ تھا۔

ہاں پھر بھی مجھے ابھی تک اور زیادہ "مریض" حاصل کرنے کی زبردست آرزو تھی۔ میں اپنے فنی کمال اور کسب دولت کے واسطے اور زیادہ کثیر مواقع چاہتا تھا۔

ایک رات جبکہ وقت کافی گزر چکا تھا میں ٹہلتا ہوا "آدم خور کلب" پہنچا مجھے معلوم نہیں کہ اس کلب کا یہ نام کیوں رکھا گیا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ انسانی جرائم اور بدکاریوں میں "آدم خوری" ہی تنہا ایک ایسی چیز تھی جسکے آثار و شواہد مجھے اس مقام پر نظر نہ آتے تھے۔

درحقیقت یہ جگہ لندن کے "نائٹ کلب" کی طرح "نشاط شبانہ" کا مرکز تھی۔ فرق شاید صرف اتنا تھا کہ بیشتر کلبوں کے مقابلہ میں اس کلب کی رنگینیت ذرا زیادہ بین الاقوامی قسم کی تھی اور اس کے اراکین قدرے زیادہ آزاد منش یا توہم پرست تھے۔ میں اس جگہ اور اس قسم کے دیگر مقامات پر قدرے پابندی کے ساتھ جاتا تھا کیونکہ میں تجربہ کر چکا تھا کہ ان مقامات سے مجھے مریضوں کی کثیر تعداد دستیاب ہوتی ہے اور اس نوعیت کی سوسائٹی میں ربط و ضبط قائم رکھنا میرے پیشے کے لئے منفعت بخش ہے۔

مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ فرض کیا کوئی دولتمند نواب اس کلب میں بغرض تفریح آتا ہے۔ اس کے ساتھ اس کی حسین و جمیل محبوبہ بھی ہے جس سے عام زندگی میں کسی کا متعارف ہونا اس لئے دشوار ہے کہ وہ نواب مذکور کے عشرت خانوں کی زینت رہتی ہے۔ اب میرا کام یہ ہے کہ اُن سے بذات خود شناسائی حاصل کروں یا ایسا انتظام کروں کہ کلب کا ملازم یا کوئی اور افسر یا ممبر میری طرف ان کی توجہ منعطف کرائے اور اشارہ کر کے بتلائے کہ ——— یہی وہ مشہور جراح حسن ہے بیگم صاحبہ! ——— لوگ کہتے ہیں کہ یہ شخص اپنے فن میں معجزات دکھا سکتا ہے یعنی یہ چاہے تو ایک انتہائی بدصورت عورت کو اپنے نشتر کی چند حرکتوں کے ذریعہ حسن و جمال کی ملکہ بنا دے"!!

اس کے بعد بہت جلد وہ دن آتا ہے جبکہ نواب کی یہ خوبصورت گڑیا محسوس کرتی ہے کہ اس کا دولتمند عاشق اب اس سے کھیلتے کھیلتے آسودہ ہو چلا ہے۔ سب سے پہلے وہ آئینے میں اپنی صورت کا معائنہ کرنا شروع کرتی ہے ——— پیہم ——— مسلسل ——— دن رات ——— اور پھر پچاس فیصدی یہ ہوتا ہے کہ وہ افتاں و خیزاں میرے پاس آتی ہے۔ میں اس کی ابروؤں میں کچھ ترمیم کرتا ہوں ——— اسکی صف مژگاں میں قدرے اضافہ کرتا ہوں اور ضرورت ہوئی تو اس کے دہن و بینی کی ساخت میں کچھ تبدیلی کر دیتا ہوں ——— اور ایک ...

مستقل فیس وصول کرلیتا ہوں!! ————

اگر میرے اس عمل سے خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہوا اور طرفین کے معاملات عشق ایک جدید زندگی کے ساتھ بیدار ہوکر ہیجان میں آ گئے تو یقیناً یہ چیز میرے واسطے دنیا میں سب سے زیادہ بہتر اشتہار ثابت ہوتی ہے۔

اُس رات جس کا میں تذکرہ کررہا ہوں میری ملاقات کماری سے ہوئی۔ کماری میرے زبردست دوستوں میں ہے۔ وہ ایک مختصر حیات کی دلکش لڑکی ہے اور اُس کے جسم کی رعنائیوں نے بہت سے تنومند عاشق مزاج انسانوں کو تباہ و برباد کیا ہے۔ اُس کے چہرے کا رنگ کافی سیاہ ہے۔ اُس کی جلد نرم مخملیں ہے۔ اُس کے اعضا نازک و مختصر ہیں اور اُس کا خوبصورت بیضاوی چہرہ کافی جاذبیت کا مالک ہے۔ میرا ہمیشہ سے یہ قیاس رہا ہے کہ وہ نصف جاپانی ہے۔

اس موقع پر کماری بالکل جدید قسم کی اور انتہائی جاذب نظر فراک پہنے ہوئے تھی جو کہ درحقیقت ایک خوشنما کپڑے کے تین ٹکڑوں کا مجموعہ تھی اور یہ ٹکڑے ایک دوسرے سے وابستہ کئے بغیر ہی چھوڑ دیئے گئے تھے!! اُس کا سایہ حیرتناک حد تک بڑھا ہوا تھا اور اس قدر مہین و شفاف گلکار کپڑے کا بنا ہوا تھا کہ اگر نظر ذرا جرأت سے کام لے تو کپڑے کی متعدد تہوں کے درمیان کماری کی متناسب اور خوبصورت ٹانگوں کی ایک دھندلی مگر سحر انگیز جھلک دیکھ لینا دشوار نہ تھا۔ اُس کا لباس اُس کے حسین و جمیل جسم کو متعدد مقامات پر نیم عریاں چھوڑتا ہوا اُس کے متناسب شانوں سے کچھ نیچے پہونچکر ختم ہو گیا تھا۔ اُس کے سیاہ بالوں میں ہیرے جگمگ جگمگ کررہے تھے اور اُس کے نازک جوتوں پر زریں ستارے درخشاں تھے۔ ————

معلوم ہوتا تھا کہ آج کماری میرے ضبط و صبر کا پورا پورا امتحان لینے آئی تھی۔ ہم کچھ دیر تک مفرحات کھاتے پیتے رہے اور اس کے بعد ہم دونوں نے ایک ساتھ رقص کیا۔ اُس کا نرم و نازک جسم مجھ سے متصل تھا جس کا مستقل لمس مجھے لرزہ براندام کئے ہوئے تھا۔

بایں ہمہ میں اپنی دوست کماری کی شخصیت سے اچھی طرح واقف تھا اور سوچ رہا تھا کہ وہ ضرور کسی خصوصی مقصد کے ماتحت اس طرح سراپا قیامت بن کر آئی ہے —— اور درحقیقت میرا یہ خیال غلط نہ تھا!! ————

کچھ دیر بعد ہی کلب میں ایک اجنبی داخل ہوا —— کم از کم میرے لئے تو وہ ایک اجنبی ہی تھا۔ یہ شخص ایک دراز قامت اور متناسب جسم کا انسان تھا اور اُس کی جلد بہت زیادہ سیاہی مائل تھی۔ اُس کے رخساروں کی ہڈیاں اونچی تھیں اور اُس کی ناک بلند کی طرح خمیدہ تھی۔ اُس کا دہانہ اسقدر چوڑا اور تنگ تھا کہ اُس میں ہونٹوں کا وجود ہی نظر نہ آتا تھا۔ اُس کا سر اتنا ہی لمبا اور پتلا تھا جتنا کہ اس کا جسم اور اُس کے دُبلے سُتواں ہاتھوں میں حیرتناک حد تک لمبی انگلیاں تھیں مجموعی طور پر وہ تقریباً ایک بدنفس اور نفرت انگیز قسم کا انسان نظر آتا تھا اور جب کماری نے اس سے میرا تعارف کرایا تو مجھے ذرا بھی مسرت محسوس نہ ہوئی۔ ————

ہم تینوں ایک میز کے پاس بیٹھ گئے اور میں نے شراب طلب کی۔

"ڈاکٹر صاحب" اجنبی نے یکایک مجھے مخاطب کیا اور اُسکی آواز اسقدر کرخت محسوس ہوئی کہ میں بے اختیار چونک پڑا "مجھے یہ اعتراف ہے کہ میں آج رات صرف آپ سے ملنے کے لئے یہاں آیا ہوں۔ اور میری یہ آمد ہماری موجودہ دوست مس کماری کے اشارہ پر عمل میں آئی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میری شریکِ حیات جو کہ ایک انتہائی حسین عورت ہے آپکے زیر علاج دیدی جائے اور آپ اسکا آپریشن کریں"

یہ الفاظ ادا کرتے ہوئے وہ مُسکرا دیا اور مجھے محسوس ہوا جیسے ہڈیوں کا ایک مُردہ ڈھانچہ ہنسنے کی کوشش کررہا ہے۔ میں اس شخص کے لئے اپنے دل میں کوئی پسندیدگی محسوس نہ کرسکا اور اس لئے میں نے اس کی تجویز کو قبول کرنے سے انکار کردیا۔ لیکن اس نے میرے اعراض کو نظر انداز کردیا اور بولا —— "ڈاکٹر صاحب ذرا سکون سے غور فرمائیے۔ آپ آخر کیوں انکار کرتے ہیں؟" ————

"صرف اس لئے کہ میں یہاں بہت زیادہ مصروف ہوں اور میرے پاس اسقدر وقت نہیں" میں نے کہا ————

"کیا واقعی؟" وہ بولا "مگر اس معاملے میں دو ماہ صرف ہونگے آپ یہاں دو ماہ میں کس قدر آمدنی کی اُمید رکھتے ہیں؟" ————

"معلوم نہیں آپ کو اس چیز سے کیا تعلق ہوسکتا ہے" میں نے جواب دیا۔ "لیکن آپ جاننا چاہتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ تقریباً دو ہزار روپیہ"

"بہت خوب" وہ بولا "میں آپ کو چار ہزار روپیہ دوں گا۔ معاملہ چکانے کے لئے ایک ہزار پیشگی حاضر ہے" ————

یہ کہتے ہوئے اُس نے چرمی جلد کی ایک چک بُک نکالی۔ میں نے کچھ دیر تک عذر و معذرت کی لیکن مجھے اعتراف ہے کہ دولت کی اُمید نے مجھے ترغیب دلائی اور آخرکار میں اس بات پر راضی ہو گیا کہ اُن مریضوں سے مہلت پانے کے بعد جو پیشتر سے میرے زیر علاج ہیں کیں

اُس کے ساتھ چلوں گا۔ ———

یقیناً اس میں کوئی شبہ نہیں۔ ۔ ۔ میں واقعی حرص و آز سے مغلوب ہو گیا اور افسوس میں نے اس بدمعاش کے سیم و زر کی سحر انگیز کشش کے آگے سر تسلیم خم کر دیا جس کا مجھے آج تک قلق ہے۔ وہ جنوبی ہندوستان کے ایک غیر معروف علاقہ کا امیر و کبیر باشندہ تھا اور دکن کی قدیم اقوام کی نسلوں سے متعلق معلوم ہوتا تھا۔ اُس نے اپنا نام نواب فرزان ظاہر کیا تھا۔ ———

میں نے کہا ہے کہ میں نے دولت کے لالچ میں نواب کی اس تجویز کو قبول کیا تھا مگر درحقیقت میری اس آمادگی کی ذمہ دار صرف حرص ہی نہیں بلکہ نواب کی ایک پوشیدہ لیکن زبردست دھمکی بھی تھی جس کا اظہار اس نے دوسرے دن ملاقات کے دوران میں کیا۔

میں دوسرے روز دہلی میں نواب کے مکان پر پہنچا جو اُس نے صرف قیام دہلی کے لئے خرید کر مکمل طور پر آراستہ کرایا تھا۔ ملاقات کے کمرے کی زیبائش میں اگرچہ دوسرے لوگوں کے مذاق و انتخاب کا حصہ تھا لیکن کمرے کی تصویریں اور دیگر نفیس نقوش خود نواب ہی کی فرمائش و پسندیدگی کا نتیجہ تھے۔ لیکن یہ تصاویر کچھ ایسی حیرت انگیز نوعیت کی تھیں کہ خود میں بھی سرجن اور جراح کا سخت دل رکھنے کے باوجود ایک بار کپکپائے بغیر نہ رہ سکا۔ ———

یہ تصویریں سب کی سب ایک ہی سلسلہ کی تھیں اور اُن میں سے چند تصاویر یقیناً انتہائی گراں بہا چیزیں تھیں مگر یہ سب تصویریں صرف ایک ہی موضوع سے متعلق تھیں اور وہ موضوع تھا ——— عورت معتوب و مصیبت کے شکنجے میں" ———

مثلاً اس کے کمرے میں ایک تصویر "اینڈرومیڈا" کی تھی جو ایک درخت سے بندھی ہوئی آدم خور اژدہے کا انتظار کر رہی تھی۔ ایک اور تصویر مشہور و معروف ملکہ میری کوئن آف اسکاٹس" کی تھی جس میں اُسے موت کے تختہ پر دو زانو دکھایا گیا تھا اس حالت میں کہ اُس کے ہاتھ اُس کے پیچھے کمر پر جکڑے ہوئے تھے اور اُس کی خوبصورت گردن جلاد کے تبر کے واسطے برہنہ کر دی گئی تھی۔ کمرے میں یہ دو تصویریں سب سے زیادہ معمولی و معصوم قسم کی تھیں !! ———

ان دو تصویروں کے علاوہ باقی تصاویر دنیا کے مختلف زمانوں میں عورت کی عقوبت، شقاوت اور پامالی و تباہی سے متعلق تھیں۔ ان میں دور وحشت کی غلام عورتوں کی تصویریں تھیں جن کو بے وفائی اور عصمت فروشی کی سزا میں دہشت ناک اذیتوں میں گرفتار دکھایا گیا تھا۔ کچھ نقوش میں جادوگرنیوں کو مبتلائے پاداش اور پھانسی کے تختے پر جان دیتے یا آگ میں جلتے دکھایا گیا تھا۔ چند ایسی عورتوں کی تصویریں تھیں جن کو پاداش و سزا کے لئے خاردار لگام پہنا دی گئی تھی۔ چند ایسی تھیں جو پوری بیدردی کے ساتھ شکنجوں میں کسی جا رہی تھیں اور کچھ کو گاڑیوں میں جانوروں کی طرح جوت کر کوڑوں کی مار دی جا رہی تھی۔ ———

علاوہ ازیں یورپ کی قدیم مذہبی عدالتوں کی مجرم عورتوں کے متعلق پورا ایک سلسلہ موجود تھا جن میں انہیں قسم قسم کی سنگدلانہ اذیت میں مبتلا دکھایا گیا تھا۔ کہیں انہیں گاڑی کے پہیوں میں کچلا جا رہا تھا اور کہیں انہیں بالکل برہنہ کر کے اُن کے گوشت کو آگ میں سرخ کئے ہوئے لوہے سے نوچا جا رہا تھا۔ وغیرہ وغیرہ !!

نواب فرزان نے مجھے ان تصاویر کی طرف دیکھتے ہوئے دیکھا اور مسکرا دیا۔ میرا خیال ہے کہ میں نے آج تک کسی انسانی چہرے پر اس تبسم سے زیادہ وحشت ناک اظہار انبساط نہیں دیکھا اور اُس کی آواز جو اگرچہ بعض اوقات نرم و سبک ہو جاتی تھی درحقیقت اپنے اندر ایک عجیب اور تقریباً ہولناک خطرے کی دھمکی رکھتی تھی۔ ———

"میں دیکھتا ہوں کہ آپ میری ان تصویروں کو پسند فرما رہے ہیں !"

وہ بولا "بڑی دلچسپ ہیں یہ تصویریں ! ——— کیوں آپ کا کیا خیال ہے؟"

"اس قسم کے معاملات میں جو لوگ دلچسپی لیتے ہیں اُن کے واسطے یہ تصویریں یقیناً دلچسپ ہیں" میں نے جواب دیا "ذاتی طور پر میں ان میں دلچسپی محسوس نہیں کر سکتا۔ میرا کام تکلیف کو کم کرنا ہے ——— تکلیف پہنچانا نہیں !" ———

"بالکل صحیح ہے" اُس نے کہا "لیکن آپ اپنے پیشے کے دوران میں مریضوں کو تکلیفیں تو پہنچاتے ہیں ——— مجبوراً ——— بہت کچھ تکلیف ! ——— کیوں کیا میرا خیال غلط ہے ؟ ——— اور ہاں آپ نے میری تصویروں کے اس شوق سے میرے متعلق کیا خیال قائم فرمایا؟"

یہ کہتے ہوئے وہ اپنی مکروہ تصویروں کی طرف اشارہ کر کے پھر ایک بار اُسی دہشتناک طریقہ پر مسکرا دیا ———

"ان تصویروں کو دیکھ کر مجھے یہ رائے قائم کرنا چاہیئے کہ آپ عورتوں سے بہت زیادہ لگاؤ نہیں رکھتے" میں نے قدرے احمقانہ طور پر جواب دیا۔

"اہاہا !" وہ پھر خوفناک تبسم کے ساتھ بولا "بس یہی خیال آپ کا غلط ہے ! میں تو سب عورتوں سے محبت کرتا ہوں" ———

اُس نے یہ الفاظ جس عجیب طرز میں ادا کئے میں اُس کے بیان کرنے کی اُمید بھی نہیں کر سکتا۔ مجھے احساس ہے کہ اُس کے اِن لہجے نے مجھے خوف و دہشت سے معمور کر دیا۔ ـــــــــ

کچھ دیر بعد ہم موجودہ معاملہ کی بابت گفتگو کرنے لگے اور میں نے جرأت سے کام لے کر ایک انتہائی خلاف تہذیب سوال کیا۔

"نواب صاحب ؟ آپ نے فرمایا تھا کہ آپ کی بیگم ایک انتہائی خوبصورت عورت ہیں۔ اگر یہ واقعہ ہے تو پھر میرا ناکارہ کمال اُن کے واسطے اور کیا کر سکتا ہے ؟" ـــــــــ

"میرے دوست ! یہ بات تمہیں وقت پر معلوم ہو جائے گی۔ علاوہ ازیں غالباً مجھے یہ یاد دلانے کی ضرورت نہیں کہ یہ پہلا موقع نہیں جبکہ تم اپنا کمال و ہنر ایک حقیقی خوبصورت عورت پر استعمال کرو گے۔ اس سے پہلے ایک ایرانی سردار کی بیوی ...... اُسکا نام میں آپکے کان میں بتا سکتا ہوں"

اور یہ کہتے ہوئے اُس نے واقعی اُس کا نام میرے کان میں چپکے سے بتا دیا !! ـــــــــ

اُس کی اس حرکت سے میں متحیر اور قدرے بدحواس ہو گیا۔ اُسے یہ سب کچھ کیسے معلوم ہو گیا یہ مجھے معلوم نہیں۔ مجھے احساس تھا کہ اس قسم کے انسان کے قبضے میں یہ معلومات میرے لئے خطرناک تھیں۔ وہ گویا مجھے دھمکی دے رہا تھا کہ وہ اپنی معلومات کو دنیا میں طشت از بام کر کے میرے پیشے کے لئے ابدی تباہی کا باعث ہو گا۔ یہی وہ دھمکی تھی جس نے دولت کی آرزو کے ساتھ ملکر مجھے مجبور کر دیا کہ میں نواب مذکور کی اہلیہ کا آپریشن کرنے کے لئے آخری طور پر آمادگی کا اظہار کر دوں

میں خود ہی تنہا جنوبی ہندوستان کے اُس غیر معروف علاقہ کی طرف چلا گیا۔ وہ مجھ سے پہلے روانہ ہو گیا تھا اور مجھے مدراس پر ملا۔ وہاں سے ہم ایک ساحلی کشتی کے ذریعہ اور پھر گھوڑوں پر سوار ہو کر ایک مختصر سے علاقہ میں پہونچے اور اسی جگہ سب سے پہلے میری ملاقات اُسکی بیگم سے ہوئی جیسا کہ نواب نے بتلایا تھا اُس کی بیوی واقعی ایک حسین و دلکش عورت تھی۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ قابل پرستش بھی ـــــ جب طعام پر میری اُس سے اولین ملاقات ہوئی تو اُس وقت وہ ایک مقامی طرز کی خوبصورت پوشاک پہنے ہوئے تھی اور اُسکے سیاہ حسین بال ایک دلربا انداز میں سر کی پشت پر پھولوں کی آغوش میں گندھے ہوئے تھے۔

اُس رات دستر خوان پر ہم پانچ آدمی موجود تھے ـــ میں، میرا میزبان، اُس کی بیگم، ایک مقامی ڈاکٹر (جو جشیوں جیسا چہرہ اور حیرت ناک آنکھیں رکھتا تھا) ایک خوبصورت نوجوان فوجی کپتان اور میں خود۔

زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ میں نے اس خاتون اور نوجوان کپتان کے درمیان دو ایک بار نگاہوں کا تبادلہ ہوتے محسوس کیا اور میں نے فوراً ہی یہ نتیجہ اخذ کر لیا کہ یہ حسین و دلکش عورت پورے طور پر اپنے شوہر کی وفادار نہیں۔ مگر نہ جانے کیوں اس چیز کو میں نے اس عورت کا کوئی جرم و گناہ نہیں سمجھا !! ـــــــــ

مجھے کسی صورت بھی فرزان پر اعتماد نہ تھا اور چونکہ اُس کی بیگم کے حسن و جمال کو دوبالا کرنے کا کوئی طریقہ مجھے نظر نہ آتا تھا اس لئے میں نے نواب پر ایک بار پھر اس حقیقت کا اظہار کر دیا اور کہہ دیا کہ اس سے پیشتر کہ میں بیگم پر افزائش جمال کا آپریشن کروں یہ ضروری ہے کہ مجھے اس کام کے لئے خود بیگم کی رضامندی حاصل ہو جائے مگر یہ رضامندی صرف زبانی ہی نہیں بلکہ تحریری بھی ہونا لازمی ہے۔ ـــــــــ

"بہت بہتر جناب، نواب فرزان نے اُسی ہولناک تبسم کے ساتھ راضی ہوتے ہوئے کہا" آپ براہ کرم تحریری رضامندی کے لئے حسب منشاء ایک مسودہ تیار کر لیجئے۔ آپ کو میری بیگم کی زبانی و تحریری رضامندی کل حاصل ہو جائے گی۔ اور ہاں کل صبح ایک نرس بھی آ جائیگی۔ میرا خیال ہے کہ آپریشن نصف شب کے وقت کیا جائے تو اچھا ہے"

اُس کا یہ خیال عجیب و مضحکہ خیز معلوم ہوتا تھا لیکن میرے لئے سوائے راضی ہونے کے اور کوئی صورت کار نہ تھی۔ ـــــــــ

اس رات بیگم نے میرے اعزاز میں عام ہندوستانی لباس زیب جسم کیا۔ قرمزی رنگ کی جاذب نظر ساری پر اُس کے کالے کالے بالوں میں سُرخ گلاب نگاہوں میں اُترا جا رہا تھا۔ آج وہ حسین ترین مخلوق نظر آتی تھی۔ ـــــــــ

میں نے نظر بچا کر دیکھا کہ نوجوان کپتان بیگم پر کچھ ایسی بیتاب نظریں جمائے ہوئے تھا گویا اُسے قدرت ہو تو اس حسینہ کو اسی وقت اور اسی جگہ اپنے بازوؤں میں جکڑ لے اور اُس کے آتشیں لبوں کو ایک پُرجوش پیار میں محو کر دے۔ میں نے یہ بھی دیکھ لیا کہ نواب اس نوجوان کے جذبات محبت سے واقف معلوم ہوتا تھا کیونکہ اُس نے ایک بار نوجوان کی طرف پوشیدہ طور پر دیکھا اور مسکرا دیا۔ اس کی اس مسکراہٹ نے مجھے پھر لرزا دیا اور مجھے خواہش ہوئی کہ کاش میں اس معاملے میں یوں ملفوف نہ ہوتا۔

اگلے روز صبح کے وقت نوجوان کپتان ہم لوگوں سے رخصت ہو گیا۔ اس موقع پر مجھے یہ دیکھکر سخت حیرت ہوئی کہ فرزان اس نوجوان سے تقریباً گڑگڑا کر یہ درخواست کر رہا تھا کہ وہ ایک ماہ بعد ضرور ضرور واپس آئے کیونکہ یہ اس کی بیگم کی انتہائی پُرشوق تمنا ہے۔ مجھے معا

یہ خیال تھا کہ یقیناً ابھی تک اس آپریشن سے نہ تو بیگم واقف ہے اور نہ یہ کہ اس کا عاشق رضا ہے۔ گو کہ گزشتہ تجربات کی روشنی میں نوجوان کپتان کو بیگم کا عاشق کہنا نامناسب نہیں)۔

اس روز صبح کے وقت مجھ سے بیگم کی ملاقات نہ ہوئی۔ وہ دستر خوان پر بھی نہیں آ سکی۔ طعام کے بعد میرا میزبان اور وہ جنسی ڈاکٹر مجھ دیکھنے کے لئے مجھے تنہا چھوڑ کر چلے گئے۔ چند لمحات بعد ہی فرزان میرے پاس آیا اور مجھ سے بیگم کی ملاقات کے لئے چلنے کو کہا۔

وہ اپنی خوبصورت اور معطر خلوت گاہ میں ہمارا انتظار کر رہی تھی اور ایک حیرت انگیز حد تک حسین لباس پہنے ہوئے تھی جو جسم سے چسپاں ہونے کی وجہ سے اُس کی پوشیدہ رعنائیوں کی غمازی کر رہا تھا۔ وہ بالکل ایسا حسین مجسمہ نظر آتی تھی جسے دیکھ کر یہ حیرت ہو کہ یہ حرکت کیوں نہیں کرتا۔ جب میں نے اُس سے آپریشن کی بابت پوچھا تو وہ ایک تعجب خیز غیر جذباتی آواز میں بولی ———

میری یہ خواہش ہے کہ جو کچھ میرا شوہر چاہتا ہے آپ پوری تفصیل کے ساتھ وہ کام سر انجام دیں' ———

میں نے سرِ تسلیم خم کیا اور اُسے اپنا بنایا ہوا مسودہ حوالہ کیا۔ اُس نے کاغذ پر ایک نظر ڈالی اور اُس پر اپنے دستخط کر دیئے۔ اس طرح مجھے اطمینان ہو گیا کہ اب خواہ کچھ بھی ہو اس کا الزام مجھ پر نہ آ سکے گا۔

لیکن آئندہ کیا کچھ واقعہ ہونے والا تھا اور میں خود کو کتنا زبردست مجرم محسوس کرنے پر مجبور ہونے والا تھا ان باتوں کا مجھے ذرا سا بھی علم نہ تھا۔ اگر کسی طرح مجھے یہ علم ہو جاتا تو میں اس دہشت گاہ سے فوراً فرار ہو جاتا خواہ مجھے راہِ فرار حاصل کرنے کے واسطے جنگ ہی کیوں نہ کرنی پڑتی ———

بیگم سے ملاقات کے بعد میں اپنے کمرے میں واپس آ گیا۔ بیگم کا تحریری دستخطی بیان میرے پاس موجود تھا کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں وہ خود اُسی کی خواہش کے ماتحت اور اُسی کی نیز اُس کے شوہر کی اجازت و ذمہ داری پر کر رہا ہوں۔ اس طرح اگر کوئی غلط اور معضرات سرزد ہو جائے تو اس کا الزام مجھ پر نہ تھا۔ ان خیالات سے مطمئن ہو کر میں اپنے آلات تیار کرنے لگا اور نصف شب کا انتظار کرنے لگا جبکہ آپریشن ہونا تجویز ہوا تھا۔

میں نے اپنے تمام آلات کا جائزہ لیا اور ہر چیز کو قاعدے سے ٹھیک کیا۔ اب چونکہ کچھ کام باقی نہ تھا اس لئے میں بیٹھ کر غور و فکر کرنے لگا۔

میں بے تکلف یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ اس معاملے نے مجھے حیرت و تعجب میں ڈال رکھا تھا۔ ظاہر تو یہ ایک بالکل سیدھا سادہ معاملہ تھا۔ یہ بالکل واضح تھا کہ آپریشن اس عورت کی مرضی سے ہو رہا تھا۔ میری فیس کا روپیہ قطعی طور پر محفوظ تھا۔ معاملہ کا ہر پہلو مکمل طور پر معمولی تھا ——— مگر ——— ! ———

پھر آخر وہ کیا شے تھی جس سے اجنبیت کا احساس ہوتا تھا؟

میں بیان نہیں کر سکتا تھا کہ وہ کیا چیز تھی لیکن ہاں اتنا ضرور کہوں گا کہ مجھے ساری فضا پر بدکاری اور جرم و گناہ کی سیاہی طاری محسوس ہوتی تھی۔ روح کو ایک مہیب خطرے کا احساس ہوتا تھا اور یہ چیز مجھے پریشان کئے ہوئے تھی ———

میں نے بیگم کے متعلق غور و فکر شروع کیا۔ وہ ایک ایسی حیرتناک حد تک مکمل اور حسین و جمیل عورت تھی کہ میری نظروں نے ایسا حسن آج تک نہ دیکھا تھا۔ تو پھر خدا جانے کیوں وہ اپنے خط و خال میں ترمیم کرانا چاہتی تھی۔

میں اپنے اس دعوے پر اپنی زندگی کی شرط لگا سکتا ہوں کہ اُس نے کسی قسم کا بھی کوئی جرم و گناہ نہیں کیا تھا اور وہ کسی شے یا انسان سے بھی خائف نظر نہ آتی تھی۔ میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ ایک خیال یکایک میرے ذہن میں آیا۔ مجھے اس کی وہ دو ایک نظریں یاد آئیں جو اُس نے اپنے شوہر پر اُس وقت صرف کی تھیں جبکہ وہ اس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔ یقیناً اس کی وہ نظریں خوف و دہشت کی نظریں نہ تھیں بلکہ اُن سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے شوہر کے دل کو ٹٹول کر یہ اندازہ لگانا چاہتی ہے کہ وہ کہاں تک اس امر کو جانتا ہے جو وہ اُسے بتانے سے ڈرتی ہے ———

اگر میرا یہ خیال صحیح ہے تو پھر وہ امر کون سا تھا؟ اس سوال کا جواب بجلی کی طرح میرے ذہن پر کوند گیا ——— یقیناً وہ شے خوبصورت نوجوان کپتان کارلی کی ذات تھی! اس جواب کے ساتھ ہی میری نظر کے سامنے سے کچھ اور دُور تک واقعات کی تاریکی صاف ہو گئی۔ وہ اس کپتان سے محبت کرتی تھی اور کپتان اس کا پرستار تھا۔ وہ ڈرتی تھی کہ اُس کے شوہر کو اس محبت کا علم نہ ہو جائے۔ ———

مگر کیا نواب فرزان اس محبت سے واقف ہو چکا تھا؟ ——— اس سوال کے ساتھ ہی ایک کپکپا دینے والا احساس برقی سرعت سے مجھ پر مستول ہو گیا۔ مجھے فرزان سے متعلق دو ایک باتیں یاد آگئیں جو میرے مشاہدہ میں تھیں۔ ان باتوں میں خصوصی چیز تصویروں کے متعلق نواب کا حیرت انگیز مذاق تھا اور دوسری چیز اُس کے چہرے کا وہ رنگ تھا جو ان تصاویر کی بابت گفتگو کرتے ہوئے اس پر طاری ہو جاتا تھا۔ کیا یہ ممکن تھا کہ .... ؟ مگر اُس کی بیگم تو ...

پہ خود اپنی مرضی و خوشی سے تیار ہوئی تھی۔ میرا ذہن اس ملاقات کی طرف منتقل ہوا جو میرے اور بیگم فرزان کے درمیان ابھی ابھی ہو چکی تھی اور مجھے محسوس ہوا کہ اُس موقع پر بیگم کا برتاؤ اُس کے فطری و معمولی طرز سے کچھ جُداگانہ تھا۔ اس ملاقات میں وہ معمول سے زیادہ بیگانہ وش اور غیر جذباتی نظر آتی تھی ——— بالکل ایک مشین کی طرح جیسے اور ایک مسحور ہرنی کی طرح کھوئی کھوئی ——— یکایک مجھے اس حبشی ڈاکٹر اور اس کی حیرت انگیز آنکھوں کا خیال آیا ——— اُف! ——— کیا وہ ہپناٹزم کا ماہر تھا؟ ———

میرے شکوک یکایک طور پر پُوری طرح بیدار ہو گئے حالانکہ مجھے جس بات کا شبہ تھا وہ مجھے معلوم بھی نہ تھی۔ البتہ مجھے یہ عزم کرنا پڑا کہ میں اس معاملے میں ہاتھ نہ ڈالوں گا خواہ روپیہ ملے یا نہ ملے۔ میں اسی وقت اس کام سے دست کش ہو جاؤں گا۔ ———

میں نے جیب سے اپنا ریوالور نکال کر اُس پر ایک نظر ڈالی اور اس کے بعد ایک آہنی ارادے کے ساتھ آگے بڑھا اور دروازہ کھول دیا مگر میری حیرت کی کوئی حد نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ دروازے کے باہر نواب کا ایک مہیب ملازم اپنے پہلو میں ایک ریوالور لٹکائے اور کمر میں ایک لمبا خنجر باندھے کھڑا ہے۔ ابھی میں نے دروازہ کھولا ہی تھا کہ میرے کانوں میں ایک عورت کی چیخ کی آواز آئی۔ یہ آواز بیگم کی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی ——— "نہیں نہیں ——— ارے خدارا ——— رحم ———" آواز یکایک اس طرح بند ہو گئی جیسے اس کا گلا دبا دیا گیا ہو لیکن ان چند الفاظ سے ہی ظاہر تھا کہ وہ شدید ترین مصیبت میں دیوانوں کی طرح چیخ رہی تھی۔ ———

میں نے دروازے سے باہر نکلنے کے واسطے قدم بڑھایا لیکن ملازم نے میرا راستہ روک لیا۔ ———

"میں درخواست کرتا ہوں کہ آپ کچھ دیر کے واسطے اپنے کمرے سے کہیں نہ جائیں" اس نے شریفانہ طور پر مگر ایک ایسی آواز میں کہا جس میں دھمکی پوشیدہ تھی۔ ———

"بکواس مت کرو!" میں نے تیزی سے جواب دیا "میں نواب صاحب سے ملنا چاہتا ہوں" ———

"میں نواب صاحب سے اطلاع کر دوں گا لیکن اس وقت تو وہ مصروف ہیں" وہ بولا۔ ———

"تو میں خود اُن کے پاس چلا جاؤں گا" میں نے کہا۔

"[illegible] حضور کا ایسا نہیں ہو سکتا۔ براہِ کرم اپنے کمرے میں

واپس چلے جائیے" اس نے جواب دیا۔ ———

میں نے نظر اٹھائی تو دیکھا کہ میرے سامنے اُس کے ریوالور کی نال اُٹھی ہوئی ہے۔ اس صورت میں اور کوئی چارہ کار نہ پاکر میں نے اُس کے حکم کی تعمیل کی۔ میں اندر آ گیا تو اس نے باہر سے میرے کمرے کا دروازہ بند کر دیا۔ میں کمرے کے اندر ایک زبردست جوش اور دیوانگی کے عالم میں تقریباً دو گھنٹے تک بیٹھا رہا۔ میرے اس جوش میں ایک شدید خوف کا بھی حصہ شامل تھا ——— واقعات کا یہ گورکھ دھندا میری سمجھ میں نہ آتا تھا۔ صرف ایک بات ایسی تھی جس کا مجھے پورا پورا یقین تھا اور وہ بات یہ تھی کہ اس وقت کسی شیطانی فعل کا ارتکاب کیا جا رہا تھا! ———

دو گھنٹے ختم ہونے پر میرے کمرے کا دروازہ کھولا گیا اور پہرہ دار نے مجھ سے کہا:۔ ———

"براہِ کرم ذرا باہر تشریف لے آئیے"

وہ مجھے ایک ایسے بڑے کمرے میں پہنچا گیا جو میں نے پہلے نہ دیکھا تھا۔ یہ دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی کہ اس کمرے کو آپریشن ہال کے طریقہ پر پوری طرح آراستہ کر دیا گیا تھا۔ وسط میں آپریشن کے لئے ایک جدید طرز کی صاف میز تھی۔ مزید روشنی کا انتظام تھا اور باقی تمام لوازمات موجود تھے۔ ایک لمحے کے بعد ہی نواب فرزان ایک اندرونی دروازہ سے داخل ہوا اور بولا:۔ ———

"ڈاکٹر صاحب! میں نے اس کمرے کو آپ کے لئے اچھی طرح آراستہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ فرمائیے کیا یہ انتظام قابلِ اطمینان ہے؟"

"آپریشن کے کمرے کی حیثیت سے سب چیزیں درست ہیں" میں نے کہا "لیکن میرے اور آپ کے معاملے میں صرف یہی ایک چیز ایسی ہے جس سے میں مطمئن ہوں۔ نواب صاحب! میں آپ کو یہ حقیقت بتلانے پر مجبور ہوں کہ خود کو مسلح ملازمین کی زیرِ حراست دیدینے اور قیدیوں کا سا سلوک برداشت کرنے پر مجھے شدید اعتراض ہے۔ ——— اور اس لئے میں اس معاملے سے دست کش ہوتا ہوں!"

"ڈاکٹر صاحب! آپ ہرگز ایسا نہ کہئے" اس نے جواب دیا ——— "کیا یقین کریں گے اگر میں آپ کو بتلاؤں کہ یہ معاملہ بالکل ناگزیر ہے؟ یہ آپریشن تو ہو کر ہی رہے گا!! ——— اگر ایسا نہ ہوا تو آج صبح ہونے سے پیشتر ہی میری بیوی ایک مُردہ عورت ہو گی!! اگر آپ میری بیوی کی بابت اس بات کو باور نہیں کرتے اور کسی ڈاکٹر کی تصدیق کی ضرورت ہے تو ڈاکٹر [illegible] آپ [illegible] کر دینگے"

یہ کہتے ہوئے اُس نے ایک اندرونی دروازہ کھولا اور اُس حبشی ڈاکٹر کو بلا لیا۔ اُس نے حقیقتاً فرزان کے بیان کی تصدیق کی مگر مجھے یہ بتانے سے احتراز کیا کہ بیگم فرزان کی موت کا خدشہ کیوں ہے اور وہ کیوں آپریشن نہ ہونے کی صورت میں صبح سے پیشتر مر جائے گی یہ دونوں آدمی اپنے ان الفاظ میں کافی راست گو محسوس ہوتے تھے مگر ان الفاظ کے پیچھے کوئی شے ایسی پوشیدہ تھی جسے میں نہ پا سکتا تھا

آخر اُن کی گفتگو نے مجھے پھر اپنے کام پر آمادہ کر لیا۔ فرزان کا نرم خوشامدانہ سلوک اور حبشی ڈاکٹر رابنز کی مجبور کر دینے والی آنکھیں —— ان دونوں چیزوں نے مجھے پھر راضی کر لیا ——

میں اپنے آلات کو تو جسے باہر رکھنے لگا اور اپنا لبادہ اور نقاب پہننا شروع کیا۔ میں اس کام میں مشغول تھا کہ دروازے پر آہستہ سے دستک ہوئی اور ایک ملازمہ اندر داخل ہوئی۔ اس کا نام شاہین تھا اور وہ ایک نازک جسم اور خوبصورت مخلوق تھی۔ میں نے اُسے مکان میں پہلے کئی بار دیکھا تھا اس وقت وہ اپنے باریک اور شفاف لباس میں جو بہت سی رنگین و شبنمی تاروں کے ساتھ مزین تھا بالکل ایک خوبصورت تتلی معلوم ہوتی تھی۔ اس نے پہلے اپنے آقا کی طرف دیکھ کر جیسا چاہا اور اندرونی دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا

"اندر اُس کمرے میں جاؤ شاہین —— تم نے بہت دیر کی —— جلدی کرو!" ——

میں نے دیکھا کہ اپنے آقا سے نظریں دوچار کرتے ہی لڑکی کانپ گئی اور اس کی آنکھوں میں خوف و دہشت کا رنگ طاری ہو گیا مگر پھر دوسرے ہی لمحے میں وہ سنبھلی اور نہ میرے دستان میں چمکنے والی شعاع آفتاب کی طرح وہ یکایک اندرونی کمرے میں چلی گئی۔ حبشی ڈاکٹر اس کے پیچھے پیچھے چلا گیا۔ ——

معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر رابنز نے اس دوسرے کمرے میں بیگم فرزان کو بیہوشی کی دوا استعمال کرائی کیونکہ کچھ دیر بعد ہی وہ اور فرزان معمول (بیگم) کو لئے ہوئے اندر آئے اور اُسے میز پر لٹا دیا۔ اس کا بے حس و حرکت جسم سفید ریشم کی ایک ہلکی چادر سے ڈھکا ہوا تھا مگر اس کے باوجود اس کے جسم کے خوبصورت خطوط صاف نظر آ رہے تھے۔ اس کا چہرہ ایک بے عیب مرمریں مجسمہ کی طرح تھا۔ میں اس کے قریب پہنچا اور چادر کو خفیف طور پر اٹھایا ہی تھا کہ فوراً فرزان بول اٹھا۔

"آپ کا کام تو صرف اس کے چہرے سے ہے ڈاکٹر صاحب!"

مگر ان الفاظ سے پیشتر ہی میں ایک بات دیکھ چکا تھا —— اس بدقسمت عورت کی متناسب کلائیاں اس کے پہلو کے ساتھ ایک مضبوط فیتے سے جکڑی ہوئی تھیں جو پوری بے رحمی کے ساتھ اُس کے گوشت کو کاٹے ڈالتا تھا۔ میں نے نواب کی طرف رُخ بدلتے ہوئے کہا:۔

"میں آخری بار کہہ دینا چاہتا ہوں کہ میں اس معاملہ کو پسند نہیں کرتا۔ میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کروں گا" ——

میرے ہاتھ میرے لبادے کے فیتوں پر تھے۔ مجھے یکایک یہ خیال آیا کہ اس لبادے کو پہننے کی حالت میں میں اپنا ریوالور اپنے لباس کی عقبی جیب سے حاصل نہیں کر سکتا۔ یقیناً یہ فروگذاشت میرے لئے بڑی تباہ کن تھی —— —— ——

فرزان نے اچانک تالی بجائی۔ فوراً ہی دروازہ کھلا اور اُس کے دو ملازم ہاتھوں میں ایک ایک ریوالور لئے ہوئے داخل ہوئے۔ غالباً حسب ہدایت ان میں سے ایک نے میری طرف اور دوسرے نے میز پر پڑے ہوئے بے حس و حرکت جسم کی طرف اپنے ریوالور کی نال سیدھی کی۔

"ڈاکٹر! اب انکار کا وقت گذر چکا" فرزان نے دھیمے کرخت لہجے میں کہا "تمہیں اپنا کام کرنا پڑے گا ورنہ ان میں سے ایک ریوالور پہلے تمہارے مریض کو ہلاک کر دے گا اور اس کے بعد یہ دوسرا ریوالور تمہیں ختم کر ڈالے گا۔ تمہیں میری اور ڈاکٹر رابنز کے زیر ہدایت آپریشن کرنا پڑے گا اور سمجھ لیجئے کہ کوئی غلطی نہ ہونے پائے —— سمجھے آپ؟" ——

اس وقت میں سمجھا کہ میں جال میں پھنس چکا تھا اور بے بس تھا۔

"بہت بہتر" میں نے کہا "لیکن آپ کو بعد میں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا"

اس وقت میں اپنی زندگی کی ہیبت ناک ترین کیفیت میں تھا۔ میں بے کسی کے عالم میں آپریشن کی میز کے نزدیک کھڑا تھا جس پر بیگم فرزان کا بے حس و حرکت جسم پڑا ہوا تھا —— صرف بیہوش ہی نہیں بلکہ دست و پا بستہ بھی!

میری جیب میں ایک ریوالور موجود تھا اور میں اس حالت میں بھی جنگ و جدل کے لئے تیار تھا مگر مجبوری یہی تھی کہ میں اپنا نقاب اور لبادہ پہن چکا تھا اور اپنی جیب سے ریوالور نہ نکال سکتا تھا۔

میں نے اس حالت میں صاف صاف طور پر یہ سمجھ لیا کہ میرے لئے صرف دو راستے کھلے ہوئے ہیں یعنی یا تو احکام کی تعمیل کروں ورنہ اپنی زندگی سے ہاتھ دھو لوں۔ اگر میں بہادر ہوتا تو یقیناً دوسرا راستہ اختیار کرتا لیکن حقیقت یہ ہے کہ نہ میں اس وقت بہادر تھا اور نہ اب ہوں اور اُس زمانے میں تو مجھے اپنی زندگی بہت عزیز تھی

واسطے سوائے آپریشن کرنے کے اور کوئی چارہ کار نہ تھا میرا دماغ نہایت تیزی اور وضاحت سے کام کر رہا تھا۔ مجھے اب پہلی بار یہ احساس ہوتا ہے کہ جب بیگم فرزان نے اس بیرحمانہ آپریشن کے لئے اپنی رضامندی کا اظہار کیا اُس وقت وہ اپنے ہوش میں نہ تھی بلکہ اس حبشی ڈاکٹر کے عمل ہپناٹزم سے مسحور تھی اور یقیناً یہی حالت اُس کی اس وقت بھی تھی جبکہ اُسے بیہوش کیا گیا ــــــ

اگر واقعی ایسا تھا تو وہ کوئی بھی پس و پیش یا مخالفت نہ کر سکتی تھی۔ پھر اُسے اس طرح کیوں باندھ گیا تھا؟ ـــــــــ

میں نے حیران ہو کر فرزان پر ایک پوشیدہ نظر ڈالی۔ اس کے شیطانی چہرے اور تقریباً بغیر ہونٹوں کے منہ پر مہیب تبسم دیکھ کر مجھے یکایک ایک دہشتناک خیال آیا۔ غالباً اس نے یہ تدبیر سوچ لی تھی کہ آپریشن ختم ہونے سے پیشتر ہی میری معمول کو ہوش آ جائے۔ میں معمول کے اوپر جھکا اُس کی حالت کا معائنہ کیا اور ایک ساعت میں سمجھ گیا کہ میرا شک بالکل صحیح تھا ــــ اُسے بہت ہلکے طور پر بیہوش کیا گیا تھا۔

میں اپنے آلات کی طرف گھوما اور ایک لمبا چاقو اُٹھا لیا۔

اس کے بعد پوری تیزی سے میں نے اُس چادر کو اُٹھایا جو جسم و حرکت جسم کو ڈھانپے ہوئے تھی اور اسی لمحے میں بجلی کی طرح چمک کر میرے ہاتھ کا چاقو ٹھیک معمول کے ہلکے ہلکے دھڑکتے ہوئے دل پر آ کر رُک گیا۔ اپنا رُخ بدلے بغیر میں نے ایک کرخت آواز میں کہا:۔

"تم نے مجھے اپنے فریب میں پھانس لیا ہے فرزان لیکن میں سب کام تمہارے حسب منشا نہ ہونے دوں گا۔ تمہیں اس بدنصیب عورت کو اور زیادہ بیہوشی کی دوا دینا ہوگی اور فوراً ـــ بغیر پس و پیش ـــ اگر ایسا نہ ہوگا تو میں یہ چاقو اس کے دل میں اُتار دوں گا اور ہلاک کر ڈالوں گا۔ غالباً یہ بات تو تم بھی برداشت نہ کر سکو گے۔ علاوہ ازیں سن لو کہ مجھ پر گولی چلانے سے کچھ کام نہ چلے گا۔ میرا چاقو تمہاری گولیوں سے پہلے اپنا کام کر لے گا" ـــــــــ

فرزان نے بہت روانی کے ساتھ اپنی دیسی زبان میں مجھے غالباً گالیاں سنائیں مگر وہ سمجھ گیا کہ کم از کم اس موقع پر اُسے میرا کہنا کرنا پڑے گا ایک لمحہ کے بعد اُس نے رابنز کو ہدایات کیں اور بیہوشی کی دوا کی اور زیادہ مقدار دی گئی۔ اس کے بعد فرزان نے مجھ پر چیں بہ جبیں ہوتے ہوئے کہا ڈاکٹر صاحب تم اپنا کام شروع کر دو اور براہ کرم اس معاملے کو زیادہ اہمیت نہ دو۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ یہ سب کچھ تو میرا ایک مذاق تھا" ـــــــــ

"بیشک" میں نے کہا "تم ایک سنگدل ستم ظریف ہو" ـــــــ

میرے یہ الفاظ بعد ہٗ حرف بحرف صحیح ثابت ہوئے۔ ـــــ

میں آپریشن کی تفصیلات بتا کر اس افسانے کے قارئین کو خوف زدہ کرنا نہیں چاہتا۔ بس اتنا سمجھ لیجئے کہ جو کچھ ہدایات یہ دونوں شیطان مجھے دیتے رہے میں مجبوراً ان کی تعمیل کرتا گیا۔ اور یقیناً انہوں نے مجھ سے وہ کچھ کرایا کہ اس کی تکمیل میں تقریباً دیوانہ ہو گیا۔ اپنی طرف ریوالور کی نال اُٹھی ہوئی دیکھ کر میں سوائے اس کے اور کر بھی کیا سکتا تھا۔ ـــــ

آپریشن کے وقت شاہین بھی نرس کی خدمات انجام دینے کے لئے اندر آ گئی تھی۔ وہ اس نظارہ کو دیکھ کر دو مرتبہ بیہوش ہوئی اور میں نے اندازہ لگا لیا کہ وہ بیگم کی رازداں تھی اور بیگم اور کپتان کارلی کے درمیان تعلقات استوار کرنے والی ایک درمیانی کڑی بھی تھی۔ اسی لئے غالباً اُسے یہ سزا دی جا رہی تھی کہ وہ بیگم کے اس اذیت انگیز آپریشن کے نظارہ کے لئے موجود رہے اور نرس کا کام کرے ـــــــــ

واقعی فرزان ایک مکمل ستم ظریف تھا۔ ـــــــــ

جب آخر یہ لرزہ خیز آپریشن ختم ہو گیا تو معمول کو اُٹھا کر اس کی مسہری تک لیجایا گیا اور اُسے خود اسی کے کمرے میں جو مشرقی عشرت و زینت کا اعلیٰ نمونہ تھا ریشمیں چادروں اور تکیوں پر لٹا دیا گیا۔ یہ ہو چکا تو میں آپریشن کے کمرے میں واپس آ گیا۔ ـــــــــ

مجھے ضعف و نقاہت محسوس ہو رہی تھی لیکن جب میں فرزان کے ریوالور کی زد میں اسی طرح کھڑے ہو کر اپنا لبادہ احتیاط کے ساتھ اُتارا تو میں نے عزم کر لیا کہ آزادی کے واسطے ضرور ایک بار جد و جہد کروں گا کیونکہ یہ بات ناممکن تھی کہ فریب کار فرزان مجھے ان سب معاملات سے واقف ہو جانے کے بعد باہر دنیا میں جانے کی اجازت دیدے گا۔ فرزان اتنا بیوقوف نہ تھا کہ جو کچھ میں نے دیکھا اور معلوم کیا ہے اُسے دوسروں تک پہنچانے کا کوئی موقع مجھے دیدے۔

اس لئے جب میں نقاب و لبادہ سے آزاد ہو چکا تو میں نے برقی سرعت سے اپنا ریوالور نکال لیا لیکن اس کے ساتھ ہی میں فوراً گھٹنوں کے بل زمین پر جھک گیا۔ پہلی دو گولیوں نے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ میں نے ریوالور چلایا اور فوراً اُن میں سے ایک مسلح آدمی کے منہ سے چیخ نکلی اور وہ گر پڑا۔ اس کے فوراً بعد ہی دوسرے شخص نے پھر فائر کیا۔ اس کی گولی میرے سر کو پہلو کی طرف سے رگڑتی ہوئی گذر گئی اور میں بیہوش ہو گیا۔

جب مجھے ہوش آیا تو میں ایک قیدی تھا اور اس المناک ڈرامے کے آخری ہیبتناک منظر تک میں اسی طرح ایک قیدی رہا۔ میں

اچھا سلوک کیا جاتا تھا۔ مجھے روزانہ دو گھنٹے تک مسلح محافظین کی معیت میں ایک محصور باغ میں چہل قدمی کی اجازت تھی اور ہر روز مجھے بیگم بدنصیب مریضہ کو دیکھنا اور ہدایات کرنا پڑتی تھیں۔ اُس سے کہہ دیا گیا تھا کہ اُس کے حسن و جمال کو خطرناک مرض سے بچانے کی غرض سے یہ آپریشن کیا گیا ہے اور مجھے یہی مناسب معلوم ہوا کہ اس نازپرور و مصیبت زدہ عورت کو اسی طرح فریب میں مبتلا رہنے دیا جائے۔ اُس کے کمرے سے تمام آئینے نکال دیئے گئے تھے اور خدا کا شکر ہے کہ اُسے اپنی صورت دیکھنے کا کوئی ذریعہ یا موقع میسر نہ تھا!! ـــــــــــــ

آخرکار وہ بالکل اچھی ہو گئی۔ تمام زخم مندمل ہو گئے۔ ــــــ

اسی اثناء میں ایک روز فرزان میرے کمرے یا قید خانے میں آیا اور اپنے لمبے پتلے ہاتھ ملتے ہوئے بولا :- ـــــــــــ

"ڈاکٹر آج شام کو تم میرے اس بھولے سے مذاق کا انتہائی عروج منظر دیکھ گے یا مختصر یوں سمجھو کہ اپنے کمال و ہنر کے معجز نما اثرات کا مشاہدہ کرو گے۔ اور اگر اس کے بعد تم نے بیہوشی کی دوا پینے کو انکار کیا تو تمہیں کسی صورت ساحل تک پہونچا کر ایک کشتی میں مدراس کی سمت روانہ کر دیا جائے گا۔ ـــــــــــ

تم میرے سامنے سے فوراً چلے جاؤ" میں نے برہمی سے کہا "اگر تم اسی طرح یہاں کھڑے رہے تو میں ایک ساعت میں تمہارا گلا دبا کر موت کے گھاٹ اُتار دوں گا خواہ اس کے بدلے مجھے اپنی زندگی بھی کیوں نہ ضائع کرنا پڑے!" ـــــــــــ

اسی شام کو ڈراما کا آخری باب کھیلا گیا۔ ـــــــــ

مقررہ وقت پر مجھے وسیع و عریض ڈرائنگ روم میں لے جایا گیا میں نے دیکھا کہ وہاں ایک دیوار کے نزدیک میری طرف پشت کئے ہوئے بیگم کھڑی تھی۔ آج اُس کا لباس خصوصی طور پر جاذب نظر اور روماں پرور تھا۔ پوشاک کا تقریباً ہر حصہ نیم شفاف ہونے کی وجہ سے بیگم کے اعضاء کی دلربائی و رعنائی اور اُس کے سیڈول پیکر کے ہر خط کو نمایاں کر رہا تھا۔ لیکن آہ ـــ میں جانتا تھا کہ اُس کا چہرہ اب کیا کیفیت اختیار کر چکا ہے اور اس لئے میں سرجن کا سا مضبوط دل رکھنے کے باوجود اس کی طرف دیکھ کر کانپ گیا۔

فرزان اور رابنسن بھی وہاں موجود تھے اور اُس کے دونوں طرف کھڑے ہوئے تھے۔ یکایک کپتان کارلی اندر داخل ہوا۔ وہ پریشان معلوم ہوتا تھا مگر میں نے دیکھا کہ جب اُس نے اپنی حسین محبوبہ کی طرف نظر اُٹھائی تو اس کا چہرہ مسرت سے چمک اُٹھا۔ اس نے کئی ہفتے کے بعد آج اُسے دیکھا تھا۔ ـــــــــــ

"جناب کپتان صاحب" فرزان نے اُسے ایک خشک مگر پُرسکون آواز میں مخاطب کرتے ہوئے کہا "مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ میری بیوی سے محبت کرتے ہیں اور وہ آپ کی شیفتگی میں مبتلا ہے۔ اس صورت میں آپ دونوں کے درمیان حائل ہونا مجھے پسند نہیں۔ چونکہ وہ مجھے اب نہیں چاہتی اس لئے مجھے بھی اب اس کی ضرورت نہیں۔ میں اُسے آپ کے حوالہ کرتا ہوں۔ بیگم! اپنے عاشق کی طرف رُخ بدلو اور اس کی نگاہوں کو اس لاثانی حسن و جمال سے سرشار ہونے کا موقع دو جو اُس کی محبت نے جیتا ہے!!" ـــــــــــ

اُس نے رخ بدلا اور کارلی کی طرف ایک بار تیزی سے بڑھی مگر دوسری طرف کارلی ایک چیخ کے ساتھ پیچھے ہٹ گیا اور بیگم رُک کر کھڑی ہو گئی۔ کارلی نے دیکھا کہ اس حسین عورت کا وہ چہرہ جو کبھی گلاب و نسترن کی آمیزش معلوم ہوتا تھا آج ایک انتہائی ڈراؤنی اور مکروہ صورت میں تبدیل ہو گیا تھا جس نے بہت غور کے بعد انسانی شکل سمجھا جا سکتا تھا۔ اوپر کا ہونٹ درمیان سے دو حصوں میں منقسم کر کے ایک بھیانک خرگوش کے ہونٹ کی صورت میں تبدیل کر دیا گیا تھا ـــ نیچے کا ہونٹ بالکل سرے ہی سے غائب ہو چکا تھا۔ ہونٹوں کے اس بگاڑ سے جو دانت سامنے نظر آنے لگے تھے اُن میں سے زیادہ تر منہ سے نکال دیئے گئے تھے اور اس طرح چند ہیبت ناک خلا نمایاں ہو گئے تھے۔ خوبصورت ستواں ناک کاٹ دی گئی تھی اور اب ایک تھوتھڑی کے علاوہ اس کی کوئی صورت نہ تھی۔ آنکھیں ایک گوشے کی طرف لٹکے ہوئے پپوٹوں کے نیچے چھپا کر چھوٹی بنا دی گئی تھیں تاکہ اُن سے شیطانی مکاری و فریب کا اظہار ہو۔

میں نے سُنا فرزان ہنس رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔

"بیگم صاحبہ معلوم ہوتا ہے کپتان صاحب نے تمہیں پسند نہیں فرمایا!"

یہ کہتے ہوئے اس نے ایک ڈوری کو کھینچا۔ اس کے کھینچتے ہی بیگم کے سامنے والے آویزاں پردے گر پڑے اور ان کے پیچھے سے ایک بڑا آئینہ نمایاں ہوا جس میں اس بدنصیب عورت کی صورت کا عکس نظر آ رہا تھا۔ اُس نے آئینہ پر ایک نظر ڈالی اور ایک بھیانک چیخ کے ساتھ بیہوش ہو گئی۔

میں نے کارلی کی طرف نظر اُٹھائی اور دیکھا کہ وہ جذبات سے دیوانہ ہو رہا تھا۔ اُس کی آنکھیں انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں اور اُس کے ہونٹوں پر جھاگ جمع ہو رہا تھا۔ دوسرے ہی لمحے میں اُس کا ریوالور باہر آ چکا تھا اور اس کی گولی بیہوش عورت کے سر کے ٹکڑے کر چکی تھی!!

فرزان نے دوبارہ قہقہہ لگایا ـــ مگر یہ اُس کا آخری قہقہہ تھا

پریم نگر کے رہنے والے پریمیوں کے محبت کے خطوط

سینتیسواں خط (۳۷)

تمہیں چمن کی گھٹائیں سلام کہتی ہیں،

مکتوبِ جمیل کا نامحدود شکریہ! تمہارے بھیجے ہوئے پھول میں نے کئی بار چوم کر جیب میں رکھ لئے۔ ان پھولوں سے بوئے وفا آتی ہے، یہی سبب تو ہے کہ مُرجھانے کے بعد بھی یہ شگفتہ ہیں، شاید اسی لئے:-

وہ توڑتے ہیں تو کلیاں شگفتہ ہوتی ہیں

خدا کرے تم اسی طرح ہنسی خوشی، مجھے ہمیشہ پھول بھیجتی رہو، ہماری مسرتوں کے پھول سدا شگفتہ رہیں، اور میں تصور میں اس مصرعہ کا لطف لیتا رہوں:-

وہ آئے پھول برساتے مری پھولوں کی محفل میں

تمہاری وزنی دلیلوں کے سامنے، میرے تفکر نے سپر ڈال دی، تم کو تو بیرسٹر ہونا چاہیئے تھا! بہت ہی نکتہ رس طبیعت پائی ہے تم نے! اپنی شکست کا مجھے اعتراف ہے، اور سچے دل سے عرض کرتا ہوں کہ "تم جیتیں اور میں ہارا" (تمہاری مسکراہٹ کو سلام اس لئے کہ میرے اس جملہ پر تم مسکرائے بغیر نہیں رہ سکتیں) تمہارا خط پڑھنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ محبت کے عنوان بدلتے رہتے ہیں، مگر حقیقت نہیں بدلتی۔ محبت قیس و فرہاد کی پابند نہیں، اس کی دُنیا سرفروشوں اور جانبازوں سے کبھی خالی نہیں رہتی۔

میری طبیعت ان دنوں بے کیف ہے، کسی کام کو جی نہیں لگتا، ایسا محسوس ہوتا ہے:-

گویا مرے نصیب میں راحت نہیں رہی

دُنیا کی مسرتیں آخر مجھ سے کیوں دامن کشاں ہیں؟ دل آپ ہی آپ کیوں گھبراتا ہے؟

ماتم نے مجھے مطلب کیا احساسِ مسرت سے
آئے کو مرے لب پر سو بار ہنسی آئی

صرف تمہارا تصور سہارا دے رہا ہے، ورنہ زندگی بے لطف معلوم ہوتی ہے۔ دنیا کے افکار خدا کی پناہ ——!

ہم کہاں کے دانا تھے کس ہنر میں یکتا تھے
بے سبب ہوا غالبؔ دشمن آسماں اپنا

اچھا پھر ملیں گے، خدا تمہارا نگہبان ——!

اڑتیسواں خط (۳۸)

زندگی! ——————

کرم نامہ وصول ہوا۔ میرے بھیجے ہوئے پھول اور شگفتہ —! یہ آپ کا حسین نظر اور حسین خیال ہے! ورنہ میں تو زندگی کی اس منزل سے گذر رہی ہوں کہ پھولوں کو اگر چھولوں، تو وہ کانٹے بن جائیں۔ آپ کو میرے بھیجے ہوئے پھولوں میں بوئے وفا آتی ہے —! اپنی تقدیر پہ جس قدر ناز کروں کم ہے۔ تم میری وفا کی قدر کرتے ہو، اس سے زیادہ مجھے اور کیا چاہیئے! تمہارے سر کی قسم، تمہارے اس جملہ کو پڑھ کر میں مغرور ہوتی جا رہی ہوں۔ اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کوئی برقی قوت مجھے آسمان کی طرف اُڑائے لئے جا رہی ہے —: تم نے میرے بھیجے ہوئے پھولوں کو کئی بار چوما، پھول کتنے خوش نصیب ہیں!

خدا کا شکر ہے کہ تم اس بات کے قائل ہو گئے کہ محبت کی دُنیا سرفروشوں اور جانبازوں سے کبھی خالی نہیں رہتی۔ لیکن یہ تم نے کیا لکھ دیا "تم جیتیں اور میں ہارا" مردوں کے منہ سے شکست کا اعتراف بھلا معلوم نہیں ہوتا۔ اور پھر تم تو زندگی کے کسی محاذ پر شکست کھا ہی نہیں سکتے، فتح و کامرانی تو تمہارے قدم چومتی ہے اور کامیابیاں اور سربلندیاں تو تمہاری راہ میں آنکھیں بچھاتی ہیں ——————!

تمہاری پریشانیوں کا حال سُن کر روح لرز گئی، تم اور پریشان! دُنیا کتنی ناقدر شناس ہے، اگر میرا بس چلے تو ایسی خود غرض دُنیا کو آگ لگا دوں، تباہ کر دوں، ہلاکت کے اس گڑھے میں پھینک دوں جہاں سے کبھی چھٹکارا نہ پا سکے ——————!

[illegible] ایک بہت [illegible] دُنیا اہلِ کمال کو
[illegible] مردہ پرست دُنیا کے ہاتھوں چڑھاؤ
[illegible] تھا۔

[illegible] است رسمِ سرائے فریب
کہ بر فراز دِگرے بر نشیب

حافظ شیرازی نے اہلِ کمال کی پامالی کا اس طرح مرثیہ پڑھا۔

اسپِ تازی شدہ مجروح بہ زیرِ پالاں
طوقِ زرّیں ہمہ در گردنِ خر، می بینم

دُنیا نے ہمیشہ گدھوں کی گردنوں میں سنہری طوق پہنائے اور احمقوں کو نوازا ہے، اہلِ دانش اور اربابِ کمال کو ہمیشہ خونِ جگر پینا پڑا ہے کمال سے اس دُنیا کو سدا کا بیر ہے، یہ دُنیا اربابِ کمال اور اہلِ ہُنر کو کچلتی اور پامال کرتی ہے۔ کمال کی ناقدری کوئی اس چودھویں صدی عیسوی کے لئے ہی مخصوص نہیں ہے، ہر زمانہ اور ہر دَور میں اہلِ کمال نے دُنیا کی سرد مہری کا ٹھکرا دیا ہے۔ سرمایہ داری اور ملوکیت خاص طور پر کمال کی دشمن ہے۔ کیونکہ وہ بیدار رُوح اور روشن دماغ سے خوف کھاتی اور لرزتی ہے۔ احمقوں اور جاہلوں کی دُنیا، سرمایہ داری اور شہنشاہی کی چراگاہ ہے۔ سقراط کو روشن خیالی ہی کی پاداش میں زہر کا پیالہ پینا پڑا، اور گلیلیو کا دلِ بیدار ہی اُس کی موت کا سبب بنا۔ کمال و آگہی کی تاریخ کا ہر ورق انسانی خون سے رنگین ہے۔

دُور کیوں جائیے ہندوستان کے سب سے زیادہ مقبول اور ہر دلعزیز شاعر غالب ہی کو لیجئے "کون غالب؟" اُردو ادب میں بالکل جدید مکتبۂ خیال کا بانی، غزل کا امام، تخیل کا بادشاہ، جس نے اُردو شاعری کو دُنیا کی ترقی یافتہ زبانوں کی شاعری کے دوش بدوش لیجا کر کھڑا کر دیا۔ جس کے گرانقدر احسانات سے اُردو شاعری کبھی عہدہ برا نہیں ہو سکتی، وہی غالب جس کے نام کا آج شعر و ادب کی دُنیا کلمہ پڑھ رہی ہے۔ پاؤ بھر گوشت اور ایک پیالہ شراب کے لئے ترستا تھا۔ جسے راحت و آرام کی ایک ساعت بھی میسر نہیں آئی، جس نے اپنے دل کے خون سے یہ شعر لکھا۔ ——

ہوچکیں غالب بلائیں سب تمام
ایک مرگِ ناگہانی اور ہے

میری رُوح کانپ اٹھتی ہے، جب غالب کا یہ شعر پڑھتی ہوں۔

ہفت آسیا بگردش و ما درمیانِ او
غالب دِگر مپرس کہ بر ما چہ می رود

غالب کے زمانہ میں بیسیوں راجے، مہاراجے، نواب اور رئیس موجود تھے، لاکھوں روپیہ کی شرابیں پی جاتی تھیں، حُسن اور جوانی کی بہاریں لوٹنے کے لئے خزانوں کی تجوریاں ہر وقت کھلی رہتی تھیں، لیکن غالب کے لئے سب کے خزانوں اور توشہ خانوں پر اوس پڑ گئی، اُس وقت جبکہ اہلِ دولت خس خانوں میں بیٹھکر برفاب پیتے تھے، بیچارہ غالب تنگ و تاریک مکان میں، آگ برسانے والی ہواؤں کے محاذ میں لیٹا ہوا، ایڑیاں رگڑ رہا تھا۔

آج دُنیا غالب کے نام کی کتنی شیدائی ہے! مشکل ہی سے کسی لکھے پڑھے کا گھر غالب کے دیوان سے خالی ہوگا۔ اس کے خطوط کو لوگ صحیفۂ ادب سمجھ کر آنکھوں سے چومتے ہیں، اُس کے دیوان کی قیمت سو روپیہ تک مقرر کی گئی ہے یہ دُنیا مردہ پرست واقع ہوئی ہے! زندگی میں کمال کی قدر نہیں کی جاتی، مرنے کے بعد دُنیا کو ہوش آتا ہے، اور زندگی میں جس کو بے دردی سے ٹھکرایا تھا مرنے کے بعد اُس کی قبر پر پھولوں کے ہار چڑھائے جاتے ہیں، اُس کی برسیاں منائی جاتی ہیں۔

جب دُنیا کی یہ سرشت اور یہ دستور ہے، تو آپ بھی صبر کیجئے، اور پریشان نہ ہوجیئے! آپ اس خود غرض دُنیا سے کوئی توقع ہی نہ رکھیئے، مردانہ وار دُنیا کے شدائد کا مقابلہ کیجئے، میں آپ کو نصیحت نہیں کر رہی ہوں، مشورہ دے رہی ہوں، اپنے محسوسات کی تصویر کھینچ رہی ہوں۔

خط ضرورت سے زیادہ طویل ہوگیا، آپ سے معافی چاہتی ہوئی رخصت ہوتی ہوں ——! فقط

بقیہ ستم ظریفیت صفحہ ۱۴ سے آگے اُسکے چھپے ہوئے ملازمین کے پستولوں سے یکایک گولیاں چلیں اور کارٹی لڑکھڑا گیا لیکن گرا نہیں۔ وہ بجلی کی طرح بدمعاش فرزان پر جھپٹا اور اپنا ریوالور ٹھیک اُس کی ناک کے نیچے رکھ کر گولی چلا دی جس نے فرزان کے نصف چہرے کو بالکل غائب کر دیا۔ اس کے بعد کارٹی نے ایک قہقہہ لگایا —— اور مُردہ ہو کر گر پڑا۔ رہا میری بابت تو میں بڑی مسرت کے ساتھ یہ بتاتا ہوں کہ اس ہنگامہ کے دوران میں میں نے مُردہ کپتان کا ریوالور اُٹھا لیا اور ایک ہی گولی سے حبشی ڈاکٹر دابیر کے مغز کو پارہ پارہ کر دیا۔ پولیس نے مجھے ایک ہفتے تک حراست رکھ کر بعد [illegible] چھوڑ دیا گیا اور میں اس واقعہ کے ایسے دہشت ناک اثرات لئے ہوئے واپس آ گیا کہ آجتک اُن کا وجود میری روح میں کپکپی پیدا کر دیتا ہے [illegible]

میری بھول

ایک فلم ایکٹریس کی آپ بیتی

ادیب الملک جناب شاہزادہ ایاز صاحب

یہ ایک ایسا عنوان ہے جسے کتابِ انسانی کا مرکزی باب کہنا چاہیئے۔ اس بابِ حیات سے دُنیا کا کوئی فرد بھی انکار نہیں کر سکتا۔ میں آج اس عنوان کے ماتحت ایک بیسوا کی لغزش آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ یہ ایک ناقابلِ فراموش حقیقت ہوگی۔ غور کیجئے کہ لغزش کسی نوعیت کی ہو اُس پر انسان کو ضرور افسوس ہوتا ہے۔ خواہ اُس کے نتائج انتہائی خوشگوار ہوں یا اُس کے بالکل متضاد۔ مفاد کے منافی ہوں یا زندگی کو بامِ ارتقا پر پہنچا دیں لیکن وہ ایک ایسا تلخ ذائقہ زبان پر اور ایسی اُجڑی سی تصویر آنکھوں کے سامنے چھوڑ جاتی ہے کہ مجبوراً آہوں کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہوتا۔

مَیں نے ایک ایکٹرس کی سرگزشت اُسکی زبانی سُنی، اس افسانے کو اُس پیش کردہ داستانِ غم سے کوئی تعلق نہیں لیکن اُس کے یہ الفاظ "میری بھول" اس افسانے کا موجب ہیں ——

یہ الفاظ سُنتے ہی میرے دل و دماغ پر چھا گئے اور میں نے اسکی تکمیل کے لئے دماغ سوزی شروع کر دی اور آج اُس افسانے کو اسی کے نام معنون کرتا ہوں ——

—— اس افسانے کے تمام نام اور مقام فرضی ہیں: ——

میں لکھنؤ کی رہنے والی ہوں۔ میرا نام زمردی بیگم ہے۔ چوک میں ہمارا عالیشان مکان تھا جسے نواب بہادر نصیب آباد نے خاص اہتمام سے بنوایا تھا ان کا میری امّی سے تعلق تھا۔ میں بھی دیکھا کرتی تھی کہ وہ روزانہ ہمارے یہاں آتے تھے۔ میری امّی اُن کی نکاحی بیوی تو نہ تھیں لیکن پھر بھی میں اُن کی لڑکی تھی اور وہ مجھے ہمیشہ بیٹی کہا کرتے تھے۔ وقت گزرتا گیا —— میں جوان ہوتی گئی —— نواب صاحب کا انتقال ہو گیا۔ میری امّی مغموم رہنے لگیں۔ امّی کے پاس کافی دولت تھی مگر لالچ اور ہوس کی ماری امّی نے مجھے پیشہ کیلئے مجبور کر دیا ——

ایک شب مَیں کوٹھے پر بناؤ سنگھار کر کے بیٹھی تھی تاکہ کسی گاہک کو دعوتِ معصیت دوں اور اُسے اپنے جالِ حُسن میں پھنسا کر لے آؤں کہ امّی نے مجھے آواز دی "زمردی یہاں آؤ —— جلدی آؤ" ایک صاحب آئے ہیں۔ میں آداب بجالائی۔ شکل و صورت سے وہ نہایت حسین تھے اور پوشش سے بہت بڑے رئیس معلوم ہوتے تھے۔ میں اُن کے نزدیک بیٹھ گئی۔ انہوں نے میرا نام پوچھا۔ میں نے اپنی امّی کے سکھلائے ہوئے تمام تر ناز و انداز سے جواب دیا "زمردی" وہ مُسکرائے۔ ان کی مُسکراہٹ میں کس قدر رنگینیاں تھیں میں نہیں کہہ سکتی۔ مجھے ایک لطیف سی خلش محسوس ہوئی لیکن فوراً مجھ سے ان کے ایک مصاحب نے گانے کی فرمائش کی۔ اُستاد جی نے ساز درست کئے۔ میری امّی چلی گئیں اور میں نے گانا شروع کیا۔ شاید اس طرح اور اتنی محویت سے میں نے سال بھر میں ایک روز بھی نہ گایا تھا۔ وہ بھی محو سُن رہے تھے۔ مصاحبین کے بار بار حضور سرکار کہنے پر مجھے یقین ہو گیا کہ یہ کوئی نواب ہیں۔ گانا ختم ہو گیا۔ کافی انعام و اکرام دینے کے بعد وہ اُٹھ کر چلے گئے۔ اُن کے بعد میں کچھ اُن کے متعلق سوچنے لگی کہ امّی آ گئیں اور مجھ سے مخاطب ہوئیں۔

"زمردی یہ بہت بڑے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ جبھی تو اتنا روپیہ تمہارے حُسن و جمال کی بھینٹ چڑھا کر گئے ہیں۔ پوری طرح اپنے انداز سے قابو کر لینا۔ ایسی سونے کی چڑیا روز ہاتھ نہیں آیا کرتی ——"

لیکن امّی پُرانی پاپن تھیں۔ تاڑ گئیں کہ میں کچھ کھوئی سی ہوں وہ بولیں ——

"بیٹی تم رنڈی کی لڑکی ہو۔ مانا تمہارے والد نواب تھے لیکن ہمارے یہاں باپ کا رشتہ کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ ماں کو دیکھا جاتا ہے وہ کتنی بڑی حیثیت کی ہے۔ اسکے تعلقات کتنے بڑے لوگوں سے رہے ہیں۔ جتنی عورت میں خوبیاں ہونگی اُن کے مطابق اسکی لڑکی کو بھی بڑا سمجھا جائے گا ایسے مالدار اور حسین آدمی تو ہمارے کوٹھے پر روز آئیں گے۔ یہ بھی ایک قسم کی دُکانداری ہے۔ دُکاندار کو

پھر چیز کو خدا کے سے حاصل ہوں گی جیب میں رقم ہو پاس کار ہو حسن سے چند مسرور لمحات خرید کئے جاتے اور بس ——

میں اس لیکچر سے عاجز آ گئی اور جھروکے میں جا کر بیٹھ گئی تھوڑی دیر میں ایک صاحب گزرے معمولی لباس لیکن پہلے صاحب سے بہت زیادہ خوبصورت ۔ وہ بھی اوپر آئے لیکن بالکل تنہا۔ میں نے رسمی آداب عرض کیا۔ وہ بیٹھے —— نہ انہوں نے گانے کی فرمائش کی اور نہ میں نے انہیں کچھ کہا۔ میں بدستور اپنی جگہ بیٹھی رہی اور وہ اپنی جگہ۔ میں خاموش اُن کی معصومیت کو دیکھ رہی تھی کہ یہ شخص عجیب شے کا تماشا بین ہے کہ نہ گفتگو کرتا ہے نہ بار بار میری جانب دیکھتا ہے۔ آخر میں نے پوچھا آپ کیا چاہتے ہیں"

وہ بے خودی میں چونک کر بولے —" نہیں کچھ نہیں" —— میں نے پھر پوچھا ——" گانا سنئے گا" —— وہ خاموش رہے۔ میں انکی اس گم شدگی سے بہت متاثر ہوئی۔ اُن کے بالکل نزدیک آ گئی۔ بیٹھی، میں نے کہا۔

"آپ اسقدر افسردہ کیوں ہیں؟ —— ہمارے یہاں تو خوش مزاج لوگ آتے ہیں بلکہ افسردہ لوگ بھی آ کر خوش ہو جاتے ہیں"

وہ:—— "جی ہاں"

میں:- "لیکن آپ پر تو مُردنی چھائی ہوئی ہے۔ آپکا دوست کوئی نہیں۔ آپ تنہا کیوں ہیں؟"

وہ: "نہیں —— میرا دوست کوئی نہیں ——"

وہ گھبرائے ہوئے بولے اور جیب میں ہاتھ ڈال کر سو کا ایک نوٹ میز پر رکھ کر چل دیئے —— میں دیکھتی رہ گئی۔ وہ نوٹ تو چھوڑ گئے اور مجھے لے گئے —— ان کے جانے کے بعد میری امّی پھر آئیں لیکن جب وہ دیکھ کر حیران ہو گئیں کہ میں بجائے متحیر بیٹھی ہوئی تھی۔ تمہیں پھر کیا ہوا۔ ایسا کرو گی تو یہ دھندا ہو چکا۔ تمہیں کہاں تک سمجھاؤں کہ تم بیسوا کی لڑکی ہو۔ بیسوا کو ان جذبات سے قطعاً ناآشنا ہونا چاہیئے: تمہارے سینے میں ایک پتھر کا دل ہو یا ایک برف کا منجمد تودا —— تمہارے احساسات بالکل سرد ہونے چاہئیں —— تم جانتی ہو کہ یہاں بعض لوگ تفریح کی غرض سے آتے ہیں بعض اپنا غم غلط کرنے کے لئے اگر تم کسی کے ہاتھ میں تفریح کا کھلونا بن کر رہ جاؤ تو بھی خطرناک اور غم غلط کرنے کا مجرب نسخہ تو بھی ہمارے کاروبار کے سرد پڑ جانے کا احتمال ہے تمہیں دل اتنا پتھر کر لینا چاہیئے کہ لوگ تمہارے قدموں پہ گریں اور تم ٹھکرا دو۔ بیسوا کا کلیجہ فولاد کا ہونا چاہیئے —— سمجھی —— نادان لڑکی ——

میں۔ وہ لیکن امّی اگر یہ پیشہ انسانیت سے اسقدر گرا ہوا ہے تو میں اس سے دور بھاگنا چاہتی ہوں۔ یہ سب کچھ مجھ سے ممکن نہیں ——"

امّی تو مجھے بکتی جھکتی کہہ کر چلی گئیں۔ میں اپنے بستر پر لیٹ کر اس مغموم و افسردہ کی زندگی پر غور کرنے لگی۔ شاید میرے متاثر ہونے کی وجہ یہ تھی کہ میری رگ و پے میں ایک شریف کا خون تھا ورنہ میں بھی اپنی امّی کی طرح ایک پتھر دل ہوتی۔ خون چوسنے والی ڈائن —— میں نے تمام شب کرب و اضطراب میں گزاری۔ صبح ہوئی —— ہمارے یہاں دن کی کوئی اہمیت نہیں۔ ہماری زندگی کے تمام رومان تمام رنگینیاں شام سے شروع ہوتی ہیں۔ گویا ہماری زندگی شام زندگی ہے جس پر کبھی صبح حیات نے روشنی نہیں کی ——

پھر شام آئی ایک دو صاحب اور آئے۔ ایسے سینکڑوں آتے ہیں۔ وقت گزرتا گیا۔ وہ رئیس زادے روزانہ آتے اور انعامات کی بارش کر کے چلے جاتے۔ آہستہ آہستہ وہ اپنے عشق کا افسانہ کہنے لگے یعنی وہی فرسودہ کہانی جو اکثر مرد کسی عورت کو آغوش فریب میں لیکر راتوں کو سنایا کرتے ہیں۔ میں امّی کے ہاتھ میں کٹھ پتلی تھی۔ تمام غمزے اور ادائیں ختم کر دیں۔ لیکن ہفتہ میں ایک مرتبہ وہ معصوم انسان بھی ضرور آتا اور بغیر کچھ کہے نصف گھنٹہ بیٹھ کر بدستور سو روپیہ کا نوٹ چھوڑ کر چلا جاتا ——

میری زندگی میں بھی وہ ملاقاتیں اہم ہیں —— وقت گزرتا گیا نواب صاحب بھی آتے رہے اور وہ بھی۔ میری توجہ اس افسردہ و گمشدہ انسان کی جانب تھی اور نواب صاحب کی توجہ کا مرکز میں تھی۔ آخرش وہ دن بھی آیا کہ مجھے نواب صاحب نے امّی کے ایما سے حکم دیدیا کہ کل سے تمہیں ماہانہ دو ہزار روپیہ جیب خرچ اور دیگر اخراجات خورد و نوش دیئے جائیں گے۔ میں آداب بجا لائی وہ چلے گئے۔ میری امّی بہت خوش تھیں گویا انہیں دولت کونین مل گئی مگر مجھے یہ غم کہ نواب صاحب کی ملازمت میں اس مغموم ہستی کا آنا جانا بند ہو جائے گا جو اپنا غم غلط کرنے کے لئے نہ جانے کہاں سے آتا ہے۔ جس کی مالی حالت کیسی ہے اور وہ کیونکر اس وضع کو کامل چھ ماہ سے قائم رکھے ہوئے ہے۔ وہ کس قدر دُکھی ہے آج اس کی آخری ملاقات کا دن تھا۔ لیکن میں نے دل میں عہد کر لیا کہ اس سیم و زر کے دیوتا نے مجھے تو خرید لیا ہے لیکن میرا دل کسی قیمت پر بھی اُسے قبول نہیں کر سکتا۔ اس سرمایہ دار نے مجھے آج تک جو کچھ دیا اس کے عوض میری عصمت۔ میری زندگی اور اس کی تمام رعنائی خرید چکا ہے۔ میری معصومیت اس کی تمام تر دولت

سے زیادہ قیمتی تھی اس لئے وہ اس کے دام وصول کر چکا ہے لیکن اس آفسردہ
و مغموم انسان نے اپنی خاموش معصومیت اور روپیہ کے بدلے کچھ بھی
بھی طلب نہیں کی جو ایک لمحے کے لئے مسرت کی بارش کر سکے۔
آج میں نے عہد کر لیا کہ اُس سے وہ سب کچھ کہہ دوں گی جو مجھے نہ کہنا
چاہیئے۔ آخر وہ کمبخت شام بھی آئی جسے میں اپنی زندگی کا ماحصل کہوں
تو بیجا نہیں۔ میں نے آج دریچہ میں بیٹھنے کے لئے سنگھار کی تکمیل کر دی۔
وہ آئے اور اُسی طرح اپنے انداز خاموشی کو لئے ہوئے صوفہ پر بیٹھ گئے۔
میں نے دریچہ کی کھڑکی کو بند کر دیا۔ امی شومیٔ قسمت کہ اپنے ایک
پرانے آشنا کے ساتھ سیر کو جا چکی تھیں۔ گویا آج میدان خالی تھا۔
میں اُن کے پاس صوفہ پر آ کر بیٹھ گئی اور میں نے کہا۔
میں:۔ آپ مجھ سے اسقدر کیوں گھبراتے ہیں۔ میں عورت ہوں
ڈاین نہیں۔ مجھے آپ سے کچھ پوچھنا ہے"
وہ:۔ مجھ سے آپ کیا چاہتی ہیں
میں:۔ آپ کا نام
وہ:۔ یہ سب کچھ مت پوچھو۔ تمہیں نام سے کیا غرض۔ میرے قریب
ہونے کی کوشش مت کرو۔ مجھے اپنے اصول کے ماتحت آنے دو۔
میرے سکون کی یہ چند گھڑیاں سوال و جواب سے پامال نہ کرو۔
میں۔ نہیں میں آپکے اس غم میں شریک ہونا چاہتی ہوں جس کی گہرائیوں
میں آپ کھوئے ہوئے ہیں۔
ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ میں حیران تھی کہ آخر شش کونسی
کشمکش انہیں اسقدر ستا رہی ہے میں نے انہیں پھر کہا۔
میں۔ آپ مجھ سے کہہ دیجئے۔ دیکھئے میں آپکے پاؤں پڑتی ہوں۔ میں
اپنی زندگی تک آپ کو خوش کرنے کے لئے قربان کر سکتی ہوں،
وہ۔ تم میری الجھنوں میں شرکت کی سعی مت کرو۔ تمہاری زندگی جس
مقصد کے لئے ہے اسے وہیں تک محدود رہنے دو۔
میں۔ میں بیسوا ضرور ہوں لیکن سینے میں حساس دل رکھتی ہوں۔ ہر
بیسوا پتھر دل نہیں ہوتی۔ اگر میری زندگی آپکے کام آسکے تو اسے
آپ کے قدموں پر نچھاور کرنے کے لئے تیار ہوں۔
وہ۔ اچھا تو سنو۔ میں ایک انسان ہوں جس کا کوئی نہیں۔ ماں۔
باپ۔ بھائی۔ بہن۔ دوست۔ بیوی وغیرہ کوئی بھی نہیں۔ ہاں شاید
میں نے اپنی زندگی کو اسقدر تنہا دیکھ کر کالج میں ایک ہم جماعت لڑکی
سے راہ و رسم بڑھالی۔ ہماری ملاقاتیں بڑھتی گئیں۔ محبت بتدریج
ترقی کرتی گئی۔ جس نے وہ تمام عہد و پیمان کئے جو ایک عورت کسی مرد

سے انتہائی محبت پر کرتی ہے۔ یہ رسم و راہ سات سال رہی۔ میں نے
بی اے۔ کر لیا اور اس لڑکی نے بھی۔ میں بھی ولایت گیا اور وہ
بھی ہندوستان واپسی پر میرے ایک دوست نے بھی اس سے
راہ و رسم بڑھانا شروع کی اور وہ تمام تر التفات۔ وہ تمام تر محبت
جو میرے لئے مخصوص تھی اب میرے دوست کے لئے وقف ہو گئی۔
آہستہ آہستہ انکی شرمہری نے ترقی کی اور ایک دن آیا کہ وہ دونوں
سوسائٹی کے حسین جال میں جکڑے گئے۔ میں ایک معمولی انجنیئر اور
وہ ریاست شیر آباد کے دیوان کا لڑکا۔ اس لڑکی نے میری عزت
پر اس کی امارت کو ترجیح دی اور سالہا سال کے تعلقات پر پانی
پھیر دیا۔ اس غم سے مجھ پر جو گذری وہ بتا نہیں سکتا۔ اب ایک
انجنیئرنگ کالج میں ملازم ہوں۔ وہاں سے جو کچھ ملتا ہے اُس سے
گذر اوقات کرتا ہوں اور جو پس انداز کر سکتا ہوں وہ تمہاری نذر
—— یہ زندگی میں نے صرف اپنے آپ کو فریب دینے کیلئے اختیار
کی ہے تاکہ یہاں کے صرف کردہ لمحات میرے دل و دماغ پر چھائے
رہیں۔ میں کسی حد تک اپنے ارادوں میں کامیاب ہوں۔
وہ خاموش ہو گئے —— میں بیحد متاثر ہوئی اور کہا ——
میں۔ اگر آپ کی تنہائی میری خدمت سے بدل سکتی ہے تو میں تیار ہوں۔
وہ۔ لیکن تم اس قدر رحمدل کیوں ہو رہی ہو۔
میں۔ مجھ سے یہ دیکھا نہیں جاتا کہ آپ ——
وہ۔ لیکن تمہیں نہ مجھ سے اُنس ہے نہ محبت۔ نہ کوئی زیادہ عرصہ
کی جان پہچان —— آخر اس کا مطلب؟
میں۔ آپ کی خاموشی نے میری زندگی میں انقلاب پیدا کر دیا ہے۔
مجھے آپ سے اُنس ہے۔ محبت ہے۔ میرے تعلقات ان خاموش
ملاقاتوں میں بہت گہرے ہو چکے ہیں۔
وہ۔ میں تمہیں یا اپنے آپ کو فریب دینا نہیں چاہتا۔ تمہاری
دلجوئی کا شکریہ۔
میں۔ میں دلجوئی نہیں کر رہی۔ بلکہ میں اس تنہائی کو بدلنا چاہتی ہوں
زخموں کا اندمال نمک پاشی سے نہیں کرنا چاہتی بلکہ مرہم تسکین سے۔
وہ۔ میں نہیں سمجھا ——
میں۔ آپ مجھے اپنے پاس رکھ لیجئے۔ میں اس پیشہ سے نفرت کرتی ہوں۔
میری امی نے مجبوراً مجھے یہاں بٹھایا۔ ایک نواب صاحب کی طوائف
بنا دیا۔ کل سے آپ کا آنا جانا بند ہو جائے گا جسے میں کسی قیمت پر
نہیں دینا چاہتی۔

وہ خاموش رہے ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے وہ اُٹھے اور چلے گئے میں بغیر سوچے سمجھے ان کے پیچھے چلی وہ اپنے مکان کے اندر گئے اور میں بھی۔ اس کے بعد ——

ہم دونوں بمبئی آ گئے اور انہوں نے یہاں معمولی سی ملازمت کر لی جس سے ہمارا گزارا بہت مشکل سے ہو رہا تھا۔ میں نے انہیں مشورہ دیا کہ میں سینما میں ملازمت کر لوں۔ انہوں نے مجھے ہر چند روکا لیکن مجھے خیال تھا کہ ہماری آمدنی دو سو روپیہ ماہوار سے بڑھ جائے اور سکون کی زندگی بسر کریں۔ وہ سمجھ گئے کہ میں اس غربت سے نالاں ہوں۔ ان کو میری محبت اور قربانی کا احساس تھا وہ خاموش رہے۔ میں نے سینما میں نوکری کر لی۔ شکل و صورت اچھی تھی۔ گاتی بہت عمدہ تھی۔ ہیروئن کا کام ملا۔ ہر طرف سے مجھے بلاوے آ رہے تھے۔ اب میرے مکان پر ہمیشہ ڈائرکٹر اور مالکان کمپنی کا اجتماع رہتا۔ وہ اس سے گھبرائے۔ فلمی زندگی سے سب آشنا ہیں —— ان تمام لوازمات کو انہوں نے بُرا سمجھا۔ اور پہلے سے بھی زیادہ مغموم رہنے لگے۔ میں سمجھ سکی۔ وہ اپنی آمدنی تمام مجھے دیدیتے اور میری آمدنی کی ایک کوڑی بھی خرچ نہ کرتے تھے مگر یہ سب کچھ وہ اس خوبی سے کر رہے تھے کہ جس کا احساس مجھے اس وقت ہوا جبکہ ان کی زندگی ختم ہو چکی تھی۔ وہ میرے لئے کیا چھوڑ گئے —— ایک خون سے لکھا ہوا نامۂ محبت ——

"میں جا رہا ہوں —— اپنے دل میں حسرتوں کی دُنیا لئے —— میں نے کہا تھا کہ تم اس ویرانے کو آباد کرنے کی کوشش مت کرو تم نے ضد کی۔ اس آتش رسیدہ صحرا میں بہار آنے کا کوئی امکان نہ تھا۔ تم نے کوشش کی اس کا سپاس گزار ہوں جس سکون کے لئے تم نے اتنی قربانی کی۔ اسے چھین کیسے لیا —— نہیں کہہ سکتا تمہیں میں اپنی پہلی ناکامی کا راز بتا چکا تھا وہی ابتدا یہاں بھی ہوئی۔ تم نے غربت پر امارت کو ترجیح دی۔ —— اس غم اور مستقبل کے خوفناک انجام نے مجھے ختم کر دیا۔ اب مجھے بھول جانا تاکہ تمہاری زندگی خراب نہ ہو" —— خدا حافظ تمہارا ——

آہ اس کے بعد میری دُنیا تاریک ہو گئی۔ میں نے جس چیز کو سب کچھ چھوڑ کر حاصل کیا تھا وہ صرف میرے لالچ نے اور اس بچپن کی عادت نے چھین لیا۔ اگر مجھے ان کے ساتھ رہنا تھا تو پھر اس جدید بیسوائی روپ میں آنے کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن ہر چیز اپنے اصل کی جانب جاتی ہے۔ میں نے اپنی زندگی میں بیسوا ہونے کی حیثیت سے پہلی بھول یہ کی کہ کوٹھے سے شریف کے گھر آئی اور اس سے محبت کرنے لگی اور دوسری بھول یہ تھی کہ شریف کے گھر میں رہ کر پھر ماڈرن بیسوائی پیشہ اختیار کیا۔ حقیقت ہے کہ اس کسمپرسی کو بدلنے اور آرام دہ زندگی پیدا کرنے کے لئے میرے دل کو ان پاپی خیالات نے گھیرا ——

آہ! ہاتھوں سے گھروندا بنایا تھا —— پاؤں سے بگاڑ دیا ——

کاش! ایسا نہ کرتی —— میری بھول —— (رقاص)

گانے والی سے

از جناب عابد انصاری ناگوری

(۱) فضا کو جگمگائے جا
سرود بیخودی چھائے جا
ہاں! اے مغنیہ حسین
تو ساز کو بجائے جا
تو زندگی لُٹائے جا۔ بجائے جا سُنائے جا
تجھے بہار کی قسم!۔ بہار کو ہنسائے جا
"مجھے شباب و شعر کی کہانیاں سُنائے جا"

(۲) یہ کیف زا جوانیاں
بہار کی نشانیاں
لبوں سے گل فشانیاں
سُنائے جا کہانیاں
تو سرخوشی لُٹائے جا۔ بجائے جا سُنائے جا
تجھے شباب کی قسم!۔ شباب کو جگائے جا
"مجھے شباب و شعر کی کہانیاں سُنائے جا"

(۳) یہ دل کشی یہ تازگی
ترے حسین شباب کی
روان و روح زندگی
کرونگا تیری بندگی
تو دل کشی لُٹائے جا۔ بجائے جا سُنائے جا
تجھے رُباب کی قسم۔ رُباب سے لبھائے جا
"مجھے شباب و شعر کی کہانیاں سُنائے جا"

اپنے آپ کو پہچانو

ایک موتیوں اور جواہرات سے زیادہ قیمتی مقالہ

از قلم گیانی ایم اے

ہے تماشہ گاہ عالم آپ تو × کس تماشہ کی تجھے ہے آرزو

دُنیا کے جتنے آدمی بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ صحیح خیال کو زبردست تعمیری قوت حاصل ہے۔ وہ اس بات کے قائل ہو چکے ہیں کہ انسان جس وقت جس حالت میں چاہے اپنے آپ کو بدل سکتا ہے۔ اپنے اندر اصلاحات پیدا کر سکتا ہے۔ اپنی تخلیق جدید کی قوت رکھتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ وہ اپنے مقدر کا خود مالک ہے۔ فی الحقیقت ایسے تمام لوگوں کا یہ پختہ اعتقاد ہے کہ حدود اختیارات انسانی کے اندر آدمی جو چاہے کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ اس میں صحیح طور پر خیال کرنے کی قوت موجود ہو۔ چنانچہ جب وہ اس بات کی خو ڈال لیتا ہے کہ جو نتیجہ اس کو حاصل کرنا منظور ہے اس کے مطابق صحیح خیالات کو دل میں جگہ دے۔ تو پھر اس کے لئے اپنی خواہش کے مطابق نتیجہ حاصل کرنا ذرا بھی مشکل نہیں رہتا۔

امر واقعہ یہ ہے کہ آدمی وہی بنتا ہے جو اس کے خیالات اس کو بناتے ہیں۔ اور جو کچھ وہ اپنی زندگی میں کرتا ہے وہ محض اس کے خیالات کا نتیجہ ہوتا ہے۔ مشکل صرف یہ ہے کہ درجہ اوسط کا انسان صحیح طریقہ پر سوچنے کی عادت نہیں رکھتا۔ اس کے خیالات گوناگوں اور متفرق ہوتے ہیں۔ اسکی زندگی بھی گوناگوں اور متفرق حالات میں بسر ہوتی ہے۔ پس وہ بالکل نہیں جانتا کہ اپنی روزمرہ زندگی میں وہ جس راہ پر چل رہا ہے اس میں نیکی موجود ہے یا بدی۔ ہر چند یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ انسان جو کچھ اپنے رستہ میں پڑا ہوا پاتا ہے وہ اس کے اپنے خیالات کا نتیجہ ہوتا ہے لیکن چونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے مختلف قسم کے خیالات کیا نتائج پیدا کرتے ہیں اس لئے وہ اس بات کو نہ جانتے ہوئے کہ کیا کر رہا ہے بے خبری کی حالت میں اپنے لئے نیکی اور بدی کے اثرات پیدا کرتا چلا جاتا ہے لیکن جب وہ اس بات کو جاننے کے قابل ہو جاتا ہے کہ اس کی ہر ایک ذہنی حالت کیا نتیجہ پیدا کرے گی نیز اس قابل ہوتا ہے کہ ہر قسم کے حالات میں اپنے منشا کے مطابق صحیح خیالات کو ذہن میں پیدا کر لے۔ تو پھر کوئی کام اس کے لئے مشکل نہیں رہتا وہ اپنی مرضی کے مطابق اپنی تقدیر مستقبل۔ گردو نواح کے حالات اور طبعی اور ذہنی فضا بنا کر حسب مرضی نتائج اور کامیابیوں کو بڑی آسانی کے ساتھ حاصل کر سکتا ہے۔

یہ ایک تسلیم شدہ امر ہے کہ جب ہم اسباب کے سمجھنے کی قابلیت رکھتے ہوں نیز ان اسباب پر قابو پا سکیں تو ہمارے لئے ہر قسم کا نتیجہ جس کی ہمیں آرزو ہو پیدا کر لینا ذرا بھی مشکل نہیں رہتا۔ سوچنے کے طریق کو سمجھنے اور اس پر قابو پا لینے کی صلاحیت جب ہمارے اندر پیدا ہو جاتی ہے۔ تو ہمیں زندگی کے ہر ایک شعبہ پر اختیار کامل حاصل ہو جاتا ہے خیال کا ہر ایک عمل من اور بدن کے اندر اپنے نتائج پیدا کرتا ہے اور بالواسطہ اس کا اثر من اور بدن کے سارے افعال اور کوششوں پر پڑتا ہے یہی وجہ ہے کہ غلط طریقہ پر خیال کرنے سے ہر قسم کے مضر حالات جن کی ہمیں بعید ترین خواہش بھی نہیں ہوتی پیدا کر لئے جاتے ہیں۔ حالانکہ اگر ہم صحیح اور خوشگوار طریقہ پر سوچنے کی اہمیت کو سمجھتے اور اس پر عمل کرتے تو ہر قسم کی مفید حالت کو پیدا کر لینا ہمارے لئے ذرا بھی مشکل بات نہ ہوتا۔ محض خیال کے اثر سے آدمی بیمار ہو جاتا ہے اور مفلسی اس کو گھیر لیتی ہے یہ سب مضر قسم کے خیالات ہیں۔ لیکن ان کے برعکس اگر اس کے اندر صحیح طور پر خیالات قائم کرنے کی طاقت موجود ہے اور وہ ایسا کرتا ہے تو اس کا نتیجہ لازمی طور پر صحت طاقت اور اقبال مندی کی صورت میں نمودار ہوتا ہے محض غلط خیالات کے ذریعہ سے آدمی اپنے لئے لامحدود مصیبتیں اور تکلیفیں پیدا کرتا ہے حالانکہ اگر وہ اپنے خیالات کو صحیح رستہ پر لاتا اور انہیں درست نظام کا پابند بنا سکتا تو اس کے لئے اپنی مرضی کے مطابق سالہا سال پہلے سے اپنے مستقبل کو خوشگوار بنانا اور اپنے ارادہ کے مطابق ڈھالنا ذرا بھی دشوار نہ ہوتا۔

چونکہ آدمی کے مثبت اور منفی افعال من کی مختلف حالتوں کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ اس لئے جب اسکے اندر خیالات کو صحیح رستہ پر لانے کی قدرت پیدا ہو جاتی ہے تو وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ بادی النظر میں یہ ایک بہت بڑا دعویٰ نظر آتا ہے اور کئی لوگ اسے سُنکر متعجب ہوں گے لیکن جتنا زیادہ ہم اس حقیقت کو سمجھنے کے قابل ہوتے جائیں گے کہ ہمارے ذہنی خیالات کا طبعی اور انفرادی افعال سے کتنا گہرا تعلق

[illegible] یہ ہمارے لئے [illegible] کا سہل ہو جائے گا [illegible] بالکل صحیح ہے اور اس میں شک کرنے کی سرمو گنجائش نہیں۔

آپ قوانین قدرت کا مشاہدہ کر کے دیکھیں۔ فوراً معلوم ہو گا کہ [illegible] ان قوانین میں سے بعض کے عمل سے پیدا ہوتے ہیں [illegible] بھی ہیں جو ان قوانین کے غلط عمل کا نتیجہ سمجھے جا سکتے ہیں۔ ہمارے لئے یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ایک قانون قدرت پر غلط عمل کرنے سے ہم زندگی کے نشیب ترین مقامات تک پہنچ جاتے ہیں۔ اسی طرح اگر ہم کسی قانون کو صحیح طور پر سمجھ کر اس پر عمل کرنے لگیں تو ہمارے لئے نہایت اونچی بلندیوں تک پہنچ جانا ذرا بھی مشکل نہیں رہتا۔

لیکن قانون قدرت کے استعمال کے دوران میں ہمیں اس بات کا ہر وقت اختیار حاصل رہتا ہے کہ اپنے ارادہ کو جب چاہیں بدل دیں۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہم کسی موقع پر یہ دیکھیں کہ ہم ایک خاص طریقہ پر عمل کرنے سے گہرائی میں اترتے جا رہے ہیں۔ تو ہمارے لئے اپنی رفتار کو روک کر دوسری سمت میں قدم پھیر لینا ذرا بھی مشکل نہیں ہوتا۔ گو اسکے ساتھ ہی یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اگر ہم اسی ڈھلوان نشیبی رستہ پر اترتے چلے جائیں تو پھر ضرور کار صلاحیت کی گہرائی میں پہنچ جاتے ہیں۔ یہی قول اس صورت میں صادق آتا ہے جب ہم ترقی کر رہے ہوتے ہیں۔ عین ممکن ہے کہ ہم اصل حقیقت سے غافل ہو جائیں اور ہمارے قدم ترقی کی طرف اٹھنے کی بجائے ہمیں تنزل کی سمت میں لے جانے لگیں۔ لیکن اس سے اس حقیقت نفس الامری میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا کہ اگر ہم صحیح طریقہ پر عمل جاری رکھتے اور غلط راہ پر قدم نہ اٹھنے دیتے۔ تو ہم زیادہ ترقی کی جانب اپنی رفتار جاری رکھ سکتے تھے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ خیال پر حکومت کرنے والے قوانین اتنے ہی عظیم الشان ہیں جتنے دوسرے مشہور و معروف قوانین قدرت اور وہ ان قوانین قدرت کے مطابق آدمی کی ونادوارنہ خدمت گزاری کے لئے آمادہ رہتے ہیں بشرطیکہ وہ ان کے نیک مقصد کو سمجھے اور ان پر صحیح طور سے عمل کرنے کی طاقت رکھتا ہو۔

جب ہم صحیح اصولوں کے مطابق اس نتیجہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے جسے ہم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ سوچنے کے قابل بن جاتے ہیں تو ذہن کی تمام طاقتیں اس نتیجہ کو پیدا کرنے کی طرف مبذول ہو جاتی ہیں۔

یاد رکھو سائنٹیفک طریقہ پر سوچنا اس عمل کا نام ہے جس میں ہمارے خیالات کسی مقصد خاص سے وابستہ ہوں۔ بغیر کسی مقصد کو پیش نظر رکھے لاحاصل اور فضول باتوں کو سوچنا ہر حال میں قابل اعتراض ہے اس لئے کہ اس قسم کے سوچنے کا عمل فی نفسہٖ غلط ہے اور غلط اس لئے ہے کہ ایسے ہی ایک لاحاصل عمل کا نتیجہ تباہی بربادی اور ترقی میں رکاوٹ کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے وہ تمام خیالات جو کسی وقت ہمارے ذہن میں پیدا ہوں لیکن جن کا کسی خاص مقصد سے تعلق نہ ہو۔ غلط خیالات سمجھے جا سکتے ہیں جو سوچنے والے کے سود و بہبود پر نہایت مضر اثر پیدا کرتے ہیں۔ لیکن اس مقام پر ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ غلط خیال صرف ایسے خیال کا نام نہیں جن کے مقاصد ادنیٰ و ذلیل ہوں۔ بلکہ وہ ایسا خیال ہوتا ہے جو کسی بھی خاص مقصد سے تعلق نہیں رکھتا۔ صحیح خیال لازمی طور پر ہمیشہ کسی خاص مقصد سے وابستہ ہوتا ہے اور اس کی منزل مقصود ہمیشہ بلند و ارفع ہوتی ہے۔ فی الحقیقت اس خیال کو صحیح خیال سمجھا جا سکتا ہے جس کا کوئی خاص مقصد ہو اور وہ مقصد بھی تعمیری ہو۔ اس قسم کی تعمیر ہمیشہ بہتری کے لئے ہونی لازمی ہے۔ اس طرح غلط خیال ہر حال میں ہماری قوتوں کو پریشان کرتا تباہی پھیلاتا اور نمو کے عمل کو روکتا ہے۔ یہ وہ حقیقی اختلاف ہے جو غلط اور صحیح خیال میں پایا جاتا ہے یہی بات کئی اور چیزوں پر بھی صادق آتی ہے۔ فی الحقیقت ہر ایسی چیز جو ہماری زندگی میں نمو کو روکتی ہو غلط سمجھی چاہیئے۔ اور جو نمو کی معاون و مددگار ہو وہ صحیح ہے۔ اگر کسی موقع پر ہمیں اس بات کا شبہ پیدا ہو جائے کہ کوئی خاص چیز غلط ہے یا صحیح؟ تو ہم اس کی حقیقت اس اصول پر عمل کر کے فوراً معلوم کر سکتے ہیں یعنی اگر وہ چیز نمو اور بالیدگی کی مددگار ہے تو صحیح ہے اور اگر وہ ان باتوں میں رکاوٹ پیدا کرتی ہے تو غلط ہے۔ آگے چل کر ہم دیکھیں گے کہ اخلاق کے تمام صحیح نظام اس خیال کے حامی اور موید ہیں۔

مدعائے ہستی یہ ہے کہ عمل ارتقا مسلسل جاری رہے۔ چنانچہ زندگی کے سارے قانون اور ضابطے اس ایک مقصد کو پیش نظر رکھ کر بنائے گئے ہیں کہ تمام چیزوں میں ہر زمانہ کے اندر ترقی کا عمل جاری رہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ترقی کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرنا قوانین ہستی کی خلاف ورزی کرنا ہے۔ اسی طرح اسکے برعکس ترقی میں مدد دینا ان قوانین زندگی کو صحیح مصرف میں لانے کے مترادف ہے۔ جن اوقات میں ہم قواعد ہستی کے مطابق چلتے ہیں تو ہمارا قدم آگے کی طرف اٹھتا ہے لیکن جونہی ہم ان کے برعکس عمل کرنا شروع کر دیتے ہیں تو ہماری رفتار ترقی نہ صرف رک جاتی ہے۔ بلکہ ہمارے قدم پیچھے کی طرف ہٹنے شروع ہو جاتے ہیں۔ فقط

کیا افزائش جمال کیلئے ناچنا ضروری ہے؟

از محترمہ شریمتی وجے لکشمی صاحبہ

اور نہ صرف نکھارے حسن و شباب بلکہ درازیٔ عمر کیلئے ہر پڑھی لکھی عورت کا فن رقص میں مشاق حاصل کرنا لازمی ہے

ناچنا ایک معیوب عمل سمجھا جاتا ہے خصوصاً موجودہ ہندوستان میں اس لئے اگر ہم یہ کہیں کہ رقص ایک قسم کی ورزش ہے اور وہ دیگر ورزشوں سے کم مفید نہیں بلکہ اپنے اندر غیر معمولی فوائد رکھتی ہے۔ تو یقیناً بہت سے آدمی حیرت سے چونک پڑیں گے۔ ناچنے کا رواج نہایت قدیم زمانے میں بھی ہندوستان میں رائج تھا اور آج تو تمام مہذب دنیا کے لوگ رقص سے محبت رکھتے ہیں۔

ناچ کو سنسکرت میں نرت ودیا کہتے ہیں اور یہ نہ صرف نہایت قدیم علم اور فن ہے بلکہ ورزش کے مختلف طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے، رقص کی کئی قسمیں ہیں۔

ورزش عام طور پر اس واسطے کی جاتی ہے، کہ بدن سخت، مضبوط اور قوی ہو اور اس میں موزونیت اور دلکشی پیدا ہو پس رقص بھی عورتوں سے مخصوص ایک خاص قسم کی ورزش ہے جو بلا شک و شبہ نہ صرف صحت افزا بلکہ حسن افزا بھی ہے، چنانچہ عورتوں کے جسم کو سڈول، موزوں حسین بنا دینا اس کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔

چنانچہ ہم نے پہلے لکھا ہے کہ بعض ہندوستانی ناچنے کو معیوب سمجھتے ہیں، رقص کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں کیونکہ وہم ہو گیا ہے کہ ناچنا تو ادنےٰ درجے کی ذلیل عورتوں اور طوائفوں کا کام ہے اور بس لیکن یہ ایک خوفناک غلط فہمی ہے، بات یہ ہے کہ ایسے وہمی آدمی ناچ کی حقیقت سے ناآشنا ہیں اور اسکے متعلق معلومات بالکل نہیں رکھتے، اسی واسطے وہ رقص کی مخالفت کرتے ہیں، مگر وہ بیچارے معذور ہیں، یہ سچ ہے کہ آجکل ناچ کا تعلق (ہندوستان میں) طوائفوں یا ادنےٰ درجے کی عورتوں اور مردوں کے ساتھ ہے؛ اور یہ سب جانتے ہیں کہ بازاری عورتوں کا چال چلن اچھا نہیں ہوتا، پس ان کی بدنامی نے گویا رقص کو بھی بدنام کر دیا ہے۔ لہٰذا اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں۔

سب لوگ دیکھتے ہیں کہ طوائفیں عموماً صاف ستھرا، زرق برق اور قیمتی لباس زیب تن کرتی ہیں، پس جب بڑی بوڑھی پرانے خیال کی عورتیں (بلکہ بعض مرد) بعض جوان عورتوں کو شاندار لباس [illegible] تو [illegible] چنانچہ وہ بے سوچے سمجھے کہنے لگتی ہیں کہ دیکھو رنڈی بنی پھرتی ہے، ایسے مردوں کے نزدیک شاید اچھا لباس پہننا گویا جرم اور گناہ ہے، مگر یہ ایک غلط اور فضول خیال ہے۔

اسی طرح آرائش و آسائش کی دیگر چیزیں بھی ہیں جن کو بازاری عورتیں استعمال کرتی ہیں اور اگر گرہستی عورتیں انہیں استعمال کریں تو بعض وہمی آدمی اس پر بھی لے دے کرتے ہیں جو سراسر نادانی ہے۔

ایک بے تعصب دانا آدمی سوال کر سکتا ہے کہ آخر ان کپڑوں اور چیزوں کے استعمال میں کیا قباحت ہے اور یہ امر جرم و گناہ کیوں ہے، اور یہ حقیقت ہے کہ اس سوال کا معقول جواب کوئی نہیں دے سکتا۔

تاہم ایسے اعتراضوں کی وجہ ہے، امر واقعہ یہ ہے کہ پہلے شریف اور گھر گرہستی عورتیں بالکل سادگی سے رہا سہا کرتی تھیں۔ ان کا لباس کھدر کا یا کسی اور موٹے جھوٹے اور معمولی کپڑے کا ہوا کرتا تھا وہ آرائش و زیبائش کی طرف سے بھی بے پرواہ پائی جاتی تھیں۔

مگر عین اسی زمانے میں طوائفیں اور بازاری عورتیں خوب بنی ٹھنی رہتی اور زرق برق لباس پہنتی تھیں، پس بعض ناواقفوں نے غلط طور پر رائے قائم کر لی کہ وہ لباس، زیور اور آرائش ان کے واسطے ہے اور یہ باتیں شریف اور گرہست عورتوں کے واسطے قابل اعتراض ہیں مگر یہ خیال اور وہم کس قدر غلط ہے، عجیب تماشے کی بات کہ گناہگار طوائفوں کے لباس اور ان کے استعمال کی چیزوں کو بھی مجرم سمجھ لیا گیا بلکہ ایسا ہی خیال رقص کے متعلق قائم کر لیا گیا ہے، چونکہ بازاری عورتوں کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، اور زیادہ تر ناچتی وہی ہیں، لہٰذا ناچ کو بھی جرم اور گناہ قرار دیدیا گیا۔ ہمارے ملک میں ناچ کا رواج عام نہیں ہے۔

بہر حال یہ عام خیال اور وہم و تعصب پر مبنی ہیں، چنانچہ جیسے کپڑوں اور چیزوں کو عیب لگانا خلاف انصاف ہے، اسی طرح ناچ کو برا کہنا یا سمجھنا گویا حماقت ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ رقص کا درجہ نہایت بلند ہے، اور رقاص و رقاصہ دنیا میں ہمیشہ نہایت قدر و منزلت کی نظر سے دیکھے جاتے رہے ہیں اور آج بھی سمجھے جاتے ہیں، اور یہ امر واقعہ ہے کہ آجکل اس فن کے جاننے

عورتوں کی قدر و منزلت تعلیم یافتہ سوسائٹی میں روز افزوں ترقی کر رہی ہے پس رقص کے مخالف اور معترض کو انھیں کھول کر واقعات پر نظر ڈالنی چاہیئے کہ آیا ناچ، تھیٹر اور سینما میں ہر دلعزیز نہیں، اور اس کی پبلک مریدیاں روز افزوں ترقی نہیں کر رہی۔

اس سے بھی زیادہ اہم واقعہ یہ ہے کہ آجکل لڑکیوں اور عورتوں کے مدرسوں میں ناچ کی تعلیم دی جاتی ہے اور نوشت و خواند اور ورزش کے ساتھ ان کو رقص بھی لازمی طور پر سکھایا جاتا ہے۔

یورپ کے ترقی یافتہ ملکوں میں معزز گھروں اور اعلیٰ خاندانوں کے اندر رقص کا رواج بڑھ رہا ہے۔ وہاں کوئی قوم اس سے خالی نہیں، انگریزی قوم کے ناچ اور بال سے کون ناواقف ہے، ہر طرح کے انگریز مرد اور عورتیں رقص سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ ہندوستان کے پہاڑی علاقوں میں ناچنے کا رواج عام ہے، مرد عورت سبھی ناچتے ہیں۔ کلو اور کانگڑے کے مرد بھی اس سے دلچسپی رکھتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ سرد ملکوں کے واسطے ایسی ورزش لازمی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ ناچنا کوئی خراب فعل نہیں ہے بلکہ ایک فن اور وصف ہے، جسکا زندگی اور زندہ دلی سے گہرا تعلق ہے رقص ورزش بھی ہے اور مفید تفریح بھی۔

رقص کی ماہیت

رقص کیا ہے، آؤ اسکی ماہیت اور حقیقت پر غور کریں، کون نہیں جانتا کہ حسن، نزاکت، شیرینی اور کشش عورتوں کے اوصاف ہیں اور ایسے ضروری کہ عورت ان کے بغیر گویا عورت ہی نہیں اور عورت کو یہ اوصاف قدرت ہی عطا کرتی ہے، پیدا کرنیوالا خدا ہے، ان خوبیوں کا مخزن ہے اور بخشندہ، عورت کا خطاب جنس لطیف بے جا نہیں ہے جنس لطیف کے بالمقابل جنس کرخت (مرد) ہے جس کے اوصاف گویا سختی، مضبوطی، سنگدلی اور مہیبت ناکی ہیں، پس عورت کی نزاکت اور حسن گویا دنیا کا توازن قائم رکھے ہوئے ہے، لہٰذا اسکا وجود اہم اور ضروری ہے۔

حیات نسوانی کے ساتھ رقص کا عمیق تعلق ہے، رقص عورتوں کے اوصاف کی حفاظت کرتا، بلکہ ان کو ترقی دیتا اور ان کی توسیع کرتا ہے اور کچھ شک نہیں کہ رقص درجہ حیات نسواں بلند کرتا ہے۔

مرد گویا مجسمہ دانش ہے، اور علم و تہذیب تو اسے اور بھی چار چاند لگا دیتے ہیں، یعنی علم تعلیم اور تہذیب اوصاف مردانہ کی توسیع کر دیتی ہے اس کے بالمقابل عورت کے واسطے جو چیز ہے اسکا نام ہے رقص چنانچہ رقص کا حیات نسواں سے گہرا تعلق ہے، کیونکہ رقص اوصاف نسواں کی جلا کرتا ہے، وہ بے مبالغہ نزاکت و حسن کا خالق اور پروردگار ہے

رقص کے مخالفین بھی ان مسائل پر ذرا عمیق نظر ڈالیں۔

فوائد رقص

رقص کے فوائد سے کوئی نادان ہی انکار کر سکتا ہے، بیشمار خوبیوں کا مخزن ہے، رقص بے شبہ ایک قسم کی ورزش ہے، جیسا کہ ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں، اور یہ سب جانتے ہیں کہ کسرت آدمی کا بدن قوی اور مضبوط کرتی اور اسے استحکام بخشتی ہے، چنانچہ ورزش جسم کے رگ پٹھے فولادی بنا دیتی ہے، امراض کو بھگا دیتی ہے اور اعلیٰ صحت ہمیں عطا کرتی ہے بھوک خوب لگاتی ہے، ہم کافی خوراک کھا سکتے ہیں تو جسم میں خون زیادہ مقدار میں بنتا ہے اور ہم اس وجہ سے قوی مضبوط اور فربہ ہو جاتے ہیں اور بیماری ہمارے پاس پھٹکنے نہیں پاتی۔

تقریباً اسی قدر فائدے عورتوں کو رقص پہنچاتا ہے، مگر ورزش سے کچھ مختلف یعنی جن کی عورتوں کو ضرورت ہے، ورزش جسم میں سختی پیدا کرتی ہے۔ مگر ناچنا، نزاکت، لوچ، نرمی پیدا کرنے کے علاوہ جسم کو سڈول اور موزوں بنانے میں مددمعاون ہوتا ہے، رقص عورتوں کے جسم کو ایسا لچکدار بنا دیتا ہے کہ ہر عضو اور ہر حصے کا مڑنا اور جھکنا ممکن ہو جاتا ہے، جسم کی موزونیت بھی رقص کا ایک فائدہ ہے، چنانچہ بدن کے جس حصے کو موٹا ہونا چاہیئے وہ فربہ ہو جاتا ہے، مگر جسے پتلا ہونا چاہیئے وہ پتلا اور نازک ہو جاتا ہے۔

رقص بیماریوں کو بھگاتا، جسم مضبوط و نازک بناتا اور عورت کی زندگی کو زیادہ حسین اور زیادہ پرکشش بنا دیتا ہے، رقص میں اور بھی بہت سے فوائد ہیں، مگر ان کی تفصیل اس مضمون کو لمبا کر دے گی۔ لہٰذا اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اخبارات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں امریکہ، روس، فرانس اور انگلستان وغیرہ کی تعلیم یافتہ اور مہذب عورتوں میں شوق رقص غیر معمولی ترقی کر رہا ہے جسکا خاص سبب ہے، بات یہ ہے کہ ان ملکوں کی عورتیں حسن کی بڑی دلدادہ ہیں، وہ اپنی جسمانی آرائش و زیبائش میں ہمہ تن محو و مصروف رہتی ہیں، گویا وہ سب کچھ نظر انداز کر کے جسمانی آرائش و زیبائش کیواسطے دیوانی بن چکی ہیں، چنانچہ وہ حصول مقصد کے واسطے ہزار جتن اور تدبیریں کر رہی ہیں، جن میں ایک تدبیر یہ ورزش یعنی ناچ ہے۔

افزائش حسن کے ساتھ ساتھ ان کا ذوق آرائش بھی روز افزوں بڑھ رہا ہے اور وہ حسن افزائی کی گویا عاشق بن چکی ہیں۔

مندرجہ بالا واقعات اور حقائق پر غور کرنے کے بعد ہر شخص اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ رقص کا تعلق خصوصاً نسوانی حسن کے ساتھ [illegible]

تاجدارانِ یورپ کے اسیرِ محبت

شہنشاہ نپولین ثالث کی پُراسرار معشوقہ

از منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری

(خاص محبت نمبر کیلئے)

نپولین اعظم یا نپولین بوناپارٹ کے بعد جسے نپولین اول بھی کہتے ہیں اس نام کا صرف ایک شخص نپولین ثالث فرانس کے تخت پر بیٹھا ہے۔ لیکن اس معمے کو سمجھنے کیلئے۔ کہ نپولین اول کے بعد نپولین ثانی کیوں نہ بیٹھا اور نپولین ثالث کون تھا۔ تاریخ کے بعض اوراق پارینہ کی تشریح ضروری معلوم ہوتی ہے۔

جب نپولین اعظم سنیٹ ہلینا میں ایک سخت تکلیف دہ زمانہ کے بعد جاں بحق تسلیم ہوا۔ تو فرانس کا تخت و تاج ایک شخص لوئیس ہشت دہم[۱۸] کے ہاتھ آچکا تھا جو لوئیس شانزدہم[۱۷] کا بھائی تھا جن لوگوں نے انقلاب فرانس کے حالات پڑھے ہیں انکو یاد ہوگا۔ کہ عوام الناس نے جو اس زمانہ میں برسر حکومت تھے شاہ لوئیس شانزدہم[۱۶] اور اس کی حسین ملکہ میری انٹائنٹ کا گلوٹین کے ذریعہ سے سر قلم کردیا تھا۔ اسی پر کفایت نہ کرکے خلقت نے جس کے دل میں خاندان شاہی کیخلاف سخت غصہ تھا۔ اس غصہ کی بھڑاس نکالنے کے لئے اس کے بیٹے کمسن لوئیس کو ایک موچی کے سپرد کردیا۔ کہ وہی اس کی پرورش کرے تاکہ بادشاہت کے خیالات بالکل ہی اس لڑکے کے دماغ سے نکل جائیں۔ اس بدنصیب نوجوان پر کیا بیتی اس کا حال اسی سلسلہ میں پھر کسی موقعہ پر بیان کیا جائیگا۔ سردست امر قابل ذکر طلب یہ تھا۔ کہ نپولین اعظم کے بعد جو آدمی تخت فرانس پر بیٹھا وہ مقتول لوئیس شانزدہم کا بھائی لوئیس ہشت دہم تھا۔ گویا مقتول بادشاہ کو سولہواں نمبر حاصل تھا۔ اسکے لڑکے کو جو بالکل تخت پر نہ بیٹھا سترہواں سمجھا گیا۔ اب جو لوئیس تخت پر بیٹھا۔ اس نے اپنے آپ کو اسی لائن میں اٹھارہواں قرار دیا۔ جب اس کا انتقال ہوا تو اس کا بھائی چارلس دہم تخت پر بیٹھا جو چھ سال کی حکومت کے بعد ۱۸۳۰ء میں مرگیا۔ اس کا ایک لڑکا اس کی زندگی میں ہی قتل کیا جاچکا تھا دوسرے کے حقوق نظر انداز کرکے فرانس کی پبلک نے ایک اور ہی شخص کو جو لوئیس سولہواں کا دور کا رشتہ دار تھا بادشاہ بنایا۔ اس کا نام لوئیس فلپ تھا۔ اس نے اٹھارہ سال یعنی ۱۸۴۸ء تک حکومت کی۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فرانس میں کچھ لوگ نپولین بوناپارٹ کے حامی اس سلسلہ بادشاہت کے خلاف تھے۔ یہ لوگ چاہتے تھے۔ کہ نپولین کے وارثوں میں ہی کوئی شخص تخت نشین فرانس ہو۔

نپولین اول کے حالات زندگی بجائے خود ایک افسانہ کی حیثیت رکھتے ہیں جب اس نے فرانس کے تخت پر بیٹھ کر حکومت کی باگ ہاتھ میں لی تو اس کی شادی جوزیفائن نام کی ایک بیوہ عورت سے ہو چکی تھی۔ اس عورت کو نپولین سے اور نپولین کو اس سے وہ گہری محبت تھی جس کا حال فقط افسانوں میں پڑھا جاتا ہے۔ لیکن نپولین کی زندگی میں ایک زمانہ ایسا آیا جب خلقت کے اصرار پر اُسے جوزیفائن کو طلاق دیکر آسٹریا کی شہزادی میری لوئی سے شادی کرنا پڑی۔ کیونکہ پبلک اس بات پر زور دیتی تھی۔ کہ نپولین کے بعد اس کا بیٹا تخت نشین ہو۔ نپولین کی کوئی اولاد جوزیفائن کے بطن سے نہ ہوئی تھی۔ لیکن اس دوسری شادی سے ایک لڑکا پیدا ہوا تھا جس کا نام باپ کے نام پر نپولین رکھا گیا۔ اور گو اس لڑکے کو پیدائش کیوقت ہی شاہ روما کا خطاب حاصل تھا تاہم واقعہ یہ ہے کہ اس بدنصیب کی عمر زیادہ تر ننھیال میں بسر ہوئی وہ ایک دن کیلئے بھی فرانس کے تخت پر نہ بیٹھ سکا۔ اور باپ کے چند سال بعد ۱۸۳۲ء میں اس نے آسٹریا میں ہی انتقال کیا لیکن تاریخ کی ضروریات پورا کرنے کیلئے اس کا نام نپولین ثانی سمجھا گیا

نپولین اعظم کے دوسری شادی کرنے سے پیشتر جوزیفائن کی ایک بیٹی اس کے پہلے شوہر جوئیل بوہرنائے سے تھی جس کا نام ہورٹنز تھا جب نپولین کو عالمگیر عروج حاصل ہوا۔ اور اس نے مختلف ممالک یورپ فتح کرکرکے اپنے بھائیوں اور بہنوں میں تقسیم کرنا شروع کئے تو اس نے ہورٹنز کی شادی اپنے بھائی لوئیس شاہ ہالینڈ کے ساتھ کردی اس سے دو لڑکے پیدا ہوئے ایک کا نام نپولین لوئیس اور دوسرے کا نام لوئیس نپولین رکھا گیا۔ ناموں کی یہ الجھن شاید محققات تاریخ کیلئے شاید سخت پیچیدہ ثابت ہوتی لیکن نپولین لوئیس ۱۸۳۱ء میں جوانی ہی میں مرگیا دوسرا بھائی لوئیس نپولین آخرکار نپولین ثالث کے نام سے تخت نشین فرانس ہوا۔ اس کی زندگی کئی طرح کے انقلابات میں سے گذری۔ ایک زمانہ میں وہ

بھیج کر قلعہ میں قید کیا اور وہاں سے بھیس بدل کر بھاگ نکلا اور عرصہ تک انگلستان میں پناہ گزین رہا۔ پھر جب فرانس میں جمہوریت قائم ہوئی تو وہ بڑی محنت سرگرمی اور ہر دلعزیزی سے اس جمہوریت کا صدر بنا لیکن ہوتے ہوتے اس نے شہنشاہیت کا درجہ حاصل کر لیا اور پھر وہ ایسا عروج پایا۔ جیسا ایک زمانہ میں اس کے پیشرو نپولین اول نے حاصل کیا تھا۔ واقعات جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ اسی زمانہ سے تعلق رکھتے ہیں جب نپولین ثالث شہرت کے نصف النہار پر پہنچا ہوا تھا۔

یہ وہ زمانہ تھا نپولین اور اس کی حسین ملکہ یوجین یورپ کے آسمان پر دو تاروں کی مانند چمک رہے تھے۔ شروع میں جب وہ فرانس کے تخت پر متمکن ہوا۔ تو کچھ لوگوں کا جو اہل فرانس کے مزاج کے تلون سے واقف تھے اور جنہیں معلوم تھا۔ کہ گذشتہ ایک سو سال تک عرصہ میں ملک کے انتظام حکومت میں کئی نشیب و فراز واقع ہوئے ہیں۔ خیال تھا کہ وہ زیادہ سے زیادہ ایک یا دو سال حکومت کریگا لیکن واقعات نے کچھ ایسا پلٹا کھایا۔ اور نپولین ثالث نے ایسے زمانہ کی تاریخ یورپ میں کچھ ایسے فاتحانہ انداز سے حصہ لینا شروع کیا۔ کہ اس کا نام جلدی ہی ٹھیک اسی طرح چار دانگ عالم میں مشہور ہو گیا جس طرح اس سے پہلے نپولین اعظم کا تھا۔ بعد ازاں جب اس نے روس کے خلاف مہم اختیار کرکے کریمیا میں فتوحات حاصل کیں اور ملکہ وکٹوریہ معہ اپنے گرامی قدر شوہر کے شہنشاہ نپولین ثالث کے دربار میں گئیں نیز خود نپولین اپنی ملکہ کو ساتھ لیکر بطور مہمان ان کے قصر ونڈسر میں پہنچا۔ تو دنیا اس کے تدبر، حکمت عملی اور دوراندیشی کا لوہا ماننے لگی اور جب اس کے بعد روس کے ساتھ صلح نامہ پر دستخط ہو چکے۔ تو ایسا معلوم ہونے لگا۔ کہ ایک عرصہ دراز کے طوفانی تلاطم کے بعد سرزمین فرانس پھر اسی عیش و آرام کو حاصل کرنے لگی ہے جو اس کے رہنے والوں کے مزاج اور مصروفیتوں کے عین حسب حال ہے۔

لیکن گو معاملات کی ظاہری سطح دلفریب اور چمکیلی تھی تاہم اس سطح کے نیچے بعض ایسی باتیں عمل میں آ رہی تھیں جنکی وجہ سے شہنشاہ کے قلب میں ہر وقت اضطراب و پریشانی قائم رہتی تھی اس نے حقیقت کو کبھی فراموش نہ کیا تھا۔ کہ ظاہری ہر دلعزیزی اور شان و شوکت کے باوجود ایک والئے حکومت کی حیثیت میں میری پوزیشن غیر محفوظ ہے۔ فرانس کے باشندے اب بھی کچھ کم متلون مزاج نہ تھے اور اس زمانے کا پروشیا (جس کی بنا پر موجودہ جرمنی حکومت قائم ہوا) ہر وقت اس تاڑ میں لگا ہے۔ کہ موقعہ پاتے ہی فرانس کو نیچا دکھائے۔

اس زمانہ میں شہنشاہ اور ملکہ کے تعلقات باہمی گو دیکھنے والوں کی نظروں میں نہایت قریبی اور مخلصانہ تھے۔ تاہم امر واقعہ یہ تھا کہ نہ بادشاہ کو ملکہ سے محبت تھی اور نہ ملکہ کو اپنے شوہر کی چاہ۔ ملکہ اپنے وقت کا بیشتر حصہ اپنے بیٹے کی تربیت پر صرف کرتی تھی جس کا نام باپ کے نام پر نپولین ہی تھا اور جو انجام کار سرزمین افریقہ کے ملک زولولینڈ میں مارا گیا۔ ادھر ملکہ کی تو یہ مصروفیت تھی دوسری جانب شہنشاہ اپنے تفکرات دل کو مٹانے کیلئے اور خیالات کو اور اور باتوں کی طرف لگانے کیلئے عشق و محبت کے بحر بے پایاں میں غواصی کی مشق کر رہا تھا کم از کم ایک عورت ایسی تھی جو بادشاہ کے دل میں ملکہ کی جگہ پر قابض تھی وہ کون تھی کن حالات میں شہنشاہ سے اسکے تعلقات قائم ہوئے اور وہ کہاں رہتی تھی؟ اس کا حال اوروں کو تو کیا خود ملکہ یوجین کو معلوم نہ تھا۔

اپنی چٹھیوں میں ملکہ نے بعض مقامات پر تحریر کیا ہے کہ جنگ روس کے خاتمہ کے تین سال بعد شہنشاہ کے مزاج میں ایک نئی تبدیلی پیدا ہونے لگی ہے۔ اس کا عام دستور ہو گیا۔ کہ ایک عام شہری کا بھیس بدل کر محل شاہی سے اکیلا رخصت ہو جاتا۔ ملکہ بہت پوچھتی مگر وہ بالکل نہ بتاتا تھا۔ کہ اسے کس جگہ جانا ہے۔ البتہ یوجین کا بیان ہے کہ اس طرح کے موقعوں پر جب وہ رات کو واپس آتا۔ تو معمول سے زیادہ شگفتہ و مسرور دکھائی دیتا تھا۔ ملکہ سے اس کے تعلقات اس زمانہ میں بھی نہایت خوشگوار رہتے لیکن ان کی بات چیت میں عشق و محبت کا ذکر کسی حال میں بھی نہیں آتا تھا۔

بادشاہوں کے دربار میں ممالک غیر کے جو سفیر متعین ہوتے ہیں وہ خاص طور پر ایسے دوراندیش اور عقلمند آدمی چنے جاتے ہیں جو اس طرح کی باتیں معلوم کر سکیں جنہیں کوئی دوسرا نہ جان سکے شہنشاہ نپولین ثالث کے دربار میں جو برطانوی سفیر متعین تھا وہ ایک غیر معمولی ہوشیار اور بیدار مغز آدمی تھا اس زمانے میں حکومت برطانیہ نے اس کو ہدایت کی ہوئی تھی۔ کہ وہ در پردہ اس معاملہ کی ٹوہ لے۔ کہ نپولین ثالث پرشیا اور آسٹریا کے ساتھ کسی طرح کا دوستانہ معاہدہ کرنا تو نہیں چاہتا۔ اس شخص نے حقیقت حال معلوم کرنے کی غرض سے کئی خفیہ ایجنٹ بادشاہ کی نقل و حرکت کی نگرانی کے لئے متعین کر دیئے جن کا کام [illegible] کہ بادشاہ کا ہر کام [illegible]

معلوم ہوتا ہے۔ اس سفیر کو مشہور جرمن مدبر پرنس بسمارک کا یہ قول یاد تھا۔ کہ کسی بادشاہ کی زندگی کے واقعات خاص کی اصلی کلید اسکی داشتہ کے پاس پائی جاتی ہے ؟"

رفتہ رفتہ ان خفیہ ایجنٹوں نے ایک بالکل ہی نئی بات دریافت کی جس کا بظاہر اس تفتیش سے کوئی علاقہ نہ تھا۔ جو ان کے ذمہ ڈالی گئی تھی اس کے باوجود سفیر متعینہ پیرس نے ان تمام دریافتوں کو جو اس ذریعہ سے حاصل ہوئی تھیں ایک لمبی مراسلت کی صورت میں لارڈ پامرسٹن کے نام بھیجا۔ جو اس زمانہ میں برطانیہ کے وزیر اعظم تھے اس رپورٹ کو دیکھنے سے کچھ حال اس مرد پر اسرار کا جانا جا سکتا ہے جس کی شخصیت کو سمجھنے میں یورپ کے نہایت تیز بین آدمی بھی اپنے ذہن رسا سے کام لینے کی کوشش کے باوجود قاصر رہے تھے۔

رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ شہنشاہ کی عادت ہو گئی تھی رات کا کھانا سات بجے ملکہ کے ساتھ ملکر کھاتا۔ اور اس کے بعد نو بجے کے عمل پر یہ کہہ کر رخصت ہو جاتا۔ کہ مجھکو وزارت میں کچھ کام ہے اپنے بدن پر ایک لمبا سا لبادہ لپیٹ کر جس میں اس کا چہرہ کسی حد تک چھپ جاتا تھا وہ اپنے ایک وفادار نوکر کے ہمراہ جو اس کا محرم راز تھا کئی پرپیچ گلیوں اور بازاروں میں سے گذر کر اور سبسٹاپول نامی بازار کے ایک مکان کے دروازہ پر پہنچ جاتا۔ پھر اس کی تیسری منزل پر جا کر وہ آہستہ سے دروازہ کھٹکھٹاتا جس کو فوراً ایک نہایت حسین پری چہرہ خاتون آکر کھولتی۔ فرانس کا شہنشاہ دروازہ کی راہ سے داخل ہو جاتا۔ دروازے کو اندر سے بند کر لیا جاتا۔ اور اس طرح یہ دونوں ایک عرصہ تک خلوت و تنہائی کے مزے لیتے۔

لیکن سوال پیدا ہوتا تھا۔ کہ یہ عورت کون ہے ؟ کیا محض اس طرح کی معمولی خالی از حقیقت عورتوں میں سے ایک جنسی السلیں جو زندگی میں بسا اوقات حائل ہوا کرتی ہیں۔ اور کچھ عرصہ اپنی رنگینیوں اور دلفریبیوں سے مرد کا جی بہلا کر اس طرح اندھیرے میں غائب ہو جاتی ہیں۔ گویا کبھی ان کا وجود ہی نہ تھا ؟ یا جو بات برطانوی سفیر کے نقطہ نگاہ سے پر اہمیت تھی یہ کہ وہ عورت کسی ملکی تاجدار کی ایجنٹ تھی جو شہنشاہ فرانس کو حسن کے دام تزویر میں پھنسا کر کسی ایسے عمل کے ارتکاب پر مجبور کرنا چاہتی تھی جس کا نتیجہ آگے چل کر غیر معمولی واقعات کا حامل ہو سکتا تھا۔ چونکہ یہ شخص ملک برطانیہ کا سفیر سیاست کی گہری حکمت عملی اور سفارت کی پیچیدہ چالوں کا عادی و خوگر تھا۔ [illegible] نے سوال کے اس پہلو کو [illegible] قابل غور نہ سمجھا [illegible]

بادشاہ کو اس عورت سے دلی محبت ہو۔ یعنی اس قسم کی محبت جسے عارضی نفسانی جوش سے جدا سمجھا جا سکتا ہے۔ لیکن رفتہ رفتہ حقیقت حال اس پر منکشف ہونی شروع ہوئی اور اس نے اپنے اخذ کردہ نتائج ایک اور مراسلت کی صورت میں جو سفارت خانہ کی مدبرانہ تحریرات میں بجویہ روزگار سمجھی جاتی ہے ملکہ برطانیہ کو بھیجے۔

انہی ایام میں واقعات کا ایک حیرت انگیز سلسلہ شروع ہو گیا تھا جس پر درباری حلقوں میں بہت کچھ چہ میگوئیاں ہونے لگیں یعنی گمنام خطوں کا ایک سلسلہ خزاں رسیدہ پتوں کے جھڑ جانے کی طرح قصر شاہی میں آنا شروع ہو گیا تھا۔ یہ پر اسرار گمنام خطوط شہنشاہ اور ملکہ سے لیکر ان کی ادنےٰ ترین خواص تک کے نام آنے لگے تھے۔ ایک رقعہ شہنشاہ کی ناشتہ کی میز پر پڑا ہوا ملتا تو دوسرا ملکہ کے بستر پر تیسرا دربار کے خاص چیمبر میں صبح کی ڈاک کے ساتھ۔ علی ہذا القیاس۔ لیکن ہر حال میں یہ رقعہ ایک ایسے مقام پر پڑا ہوا ملتا تھا۔ جہاں دیکھنے والے کی نگاہ فوراً اس پر جا پڑے۔ خط کا مضمون ملتا جلتا اور کم و بیش یہ ہوتا تھا۔

"ایک خیر طلب دوست یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہے۔ کہ شہنشاہ کو ایک ایسی عورت سے عشق ہے جو درحقیقت وہ نہیں جو وہ اپنے آپ کو ظاہر کرتی ہے ؟"

مزیداری یہ ہے۔ کہ آخری فقرہ کے نیچے ایک خط کشیدہ ہوتا تھا۔ شاید اس لئے کہ اس بیان کی اہمیت زیادہ واضح ہو جائے۔ اس مضمون کو نہایت خوشنما کاغذ پر بڑی دلکش تحریر میں لکھا جاتا تھا۔ اور کاغذ بھی کسی نہایت دلفریب خوشبو میں ہلکا سا بسا ہوتا ہے اس سے اندازاً جانا جاتا ہے۔ کہ خطوں کا راقم کوئی اونچے درجے کا شخص ہے۔ اور غالباً کوئی تعلیم یافتہ خاتون ہے۔ یہاں پر ضمناً یہ بات قابل ذکر معلوم ہوتی ہے۔ کہ اس واقعہ کے سالہا سال بعد جب قیصر ولیم ثانی شہنشاہ جرمنی سریر آرائے تخت تھا۔ اور پوٹسڈم میں دربار کیا کرتا تھا۔ تو اس سے ملتے جلتے مضمون کی چٹھیاں غیر معمولی تعداد میں وہاں بھی آنی شروع ہو گئی تھیں۔

لیکن خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ شہنشاہ نپولین کے نام آئے ہوئے ان خطوں کے متعلق درباری [illegible]

ملکہ نے خفیہ پولیس کی نگرانی میں تحقیقات شروع کرائی۔ لیکن نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ مزیدار بات یہ ہے۔ کہ ان خطوں کے باوجود شہنشاہ کے امن و سکون میں ذرا فرق نہ آیا۔ وہ بہ خندہ پیشانی ملکہ سے ملا اور اصل حقیقت کو چھپانے یا صاف صاف ادا کرنے کی کوشش نہ کی۔ ملکہ کے دل کو جو بھاری صدمہ پہنچا ہوگا۔ اس کا حال محتاج بیان نہیں۔ لیکن اس کے ضبط و تحمل کی داد دینی پڑتی ہے۔ کہ جو کچھ اس نے محسوس کیا۔ اسکو چھپائے رکھا۔ اور اپنے دل کے اضطراب کو دبانے کیلئے اور بھی زیادہ سرگرمی سے اپنے بیٹے کی تربیت میں دیا مشغول ہوئی۔ لیکن بات نکل چکی تھی۔ بہت جلد پیرس کے بازاروں میں اس کا چرچا عام ہوگیا۔ اور طرح طرح کی افواہیں اس سلسلہ میں مشہور ہونے لگیں۔ بعض اخبارات نے تو اظہار ہمدردی کے بہانے یہاں تک لکھ دیا کہ شہنشاہ کو اپنے اضطراب دلی کی تسکین کیلئے جس لطیف شخصیت کی ضرورت تھی وہ ان کو مل گئی۔

آخر کچھ عرصہ کے بعد اس سلسلہ میں ایک بالکل ہی غیر معمولی واقعہ پیش آیا جس کو ان واقعات پر اسرار کا تتمہ سمجھنا چاہیئے اس رات نپولین ثالث مکان پر واپس آیا تو گہرے اضطراب کی حالت میں تھا۔ فی الحقیقت، اس کی بے چینی اتنی بڑھی ہوئی اور نمایاں تھی۔ کہ ملکہ اس کا سبب پوچھنے پر مجبور ہوگئی۔ اپنے روزنامچہ میں اس نے اس واقعہ کا ذکر بدیں الفاظ کیا ہے۔

"پہلی مرتبہ وہ مجھے بالکل ہی بدلا ہوا نظر آیا گہری افسردگی اس پر طاری تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس کی حالت غیر ہے میں نے وجہ دریافت کرنے کی کوشش کی اور چھیڑتے ہوئے کہا غالباً کوئی ایسی بات نہ ہوگی جس کی تفصیل میرے جی کو پریشان کرنے والی ہو۔ بادشاہ کچھ عرصہ تک خاموش رہا پھر سخت پریشانی کے حالت میں کہنے لگا۔ افسوس وہ چلی گئی . . . . . رخصت ہوگئی: معلوم ہوتا ہے ان قابل نفرت احمقانہ خطوں سے تنگ آکر چلی گئی" میں حیران تھی۔ کہ اس پر کیا رائے زنی کروں خاموش رہنے میں بہتری نظر آئی:

بادشاہ سلامت کی اس غیر معمولی بے چینی اور اضطراب کا کیا باعث تھا۔ اور ان کے منہ سے نکلے ہوئے بے جوڑ الفاظ درحقیقت کیا معنی رکھتے تھے؟ ان سب باتوں کو جاننے کیلئے ہمیں برطانوی سفیر کی مراسلت کی طرف بھی رجوع کرنا پڑتا ہے

پہلا نتیجہ جو برطانوی سفیر نے اپنی تفتیش و تحقیقات کی بدولت حاصل کیا یہی تھا۔ کہ نپولین اور اس عورت کے تعلقات خالص عاشقانہ ہیں۔ گمنام خطوں کے بارہ میں بھی اس نے سمجھا تھا۔ کوئی منہ لگی حاسد عورت جوش رقابت سے چٹھیاں لکھتی۔ اور ان کے ذریعہ سے اپنے جوش دلی کا اظہار کرتی ہے۔ لیکن اس پُر اسرار خاتون کے عدم پتہ ہوتے ہی سفیر نے اپنے کارکنوں کے ذریعہ سے ایک بالکل ہی نئی بات دریافت کی۔ چنانچہ اس کا ذکر کرتا ہوا لکھتا ہے

حالات اتنے عجیب ہیں۔ کہ میں ان کا ذکر کرتے ہوئے ڈرتا ہوں۔ شہنشاہ فرانس کو اپنے عہد حکومت میں کئی عورتوں سے عشق کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ لیکن اس خاتون کا اثر اسکی ذات پر عجیب حیرت انگیز ثابت ہوا ہے۔ اور اب اس عورت کی گمشدگی نے معاملات کو ایک بالکل ہی نئی صورت دیدی ہے۔ میں نے تحقیقات کے ذریعہ سے یہ بات یقینی طور پر معلوم کی ہے۔ کہ میڈم ہیریٹ نام کی خاتون پہلے جس مکان میں رہا کرتی تھی۔ اب اس مکان میں نہیں ہے یہ بات بجائے خود چنداں قابل اہمیت نہ تھی۔ لیکن جس واقعہ نے اس کو غیر معمولی طور پر پُر اہمیت بنا دیا۔ یہ ہے۔ کہ وہ دیکھنے میں گو ایک معمولی حیثیت کی خاتون تھی لیکن واقعہ میں یہ بات نہیں۔ میں آپ کی توجہ گمنام خطوں کے اس فقرہ کی طرف دلاتا ہوں۔ جس میں لکھا ہے۔ کہ وہ عورت درحقیقت وہ نہیں جو بظاہر معلوم ہوتی ہے۔ میرے خیال میں اس راز کا حل دربار پرشیا ہی میں تلاش کیا جا سکتا ہے۔ لیکن سردست یہ معاملہ اسقدر تاریکی میں لپٹا ہوا ہے۔ کہ کوئی فیصلہ کن رائے اس کے بارہ میں قائم نہیں کی جا سکتی۔

تاریخ یورپ کا یہی وہ قابل ذکر زمانہ تھا جب جرمن کا پرنس بسمارک وہ ہولناک سرنگ لگانے میں مشغول تھا جس کے پھٹنے سے ۱۸۷۰ء میں فرانس کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے اور جرمن سلطنت قائم ہوئی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ پرنس بسمارک نے جو مطلب ہی کے لئے ہر قسم کے طریقوں سے کام لینے کو آمادہ رہا کرتا تھا۔ اپنی تجویز کی تکمیل کے لئے جذبات انسانی کے ساتھ کھیلنے سے گریز نہ کیا ہو یہ بات یقین کے ساتھ نہیں کہی جا سکتی۔ لیکن اغلب صورت یہی ہے۔ کہ نپولین ثالث کی پُر اسرار معشوقہ دربار پرشیا کی ماتحت ریاستوں میں سے کسی ایک کے خاندان شاہی سے تعلق رکھتی ہو اور وہ ملکی خدمت گذاری کے جوش میں عصمت فروشی کو آمادہ ہوگئی

[illegible] پیرس کی اس کا خیال تھا کہ نپولین [illegible] سے کھیل کر اسکو اپنی طرح ہاد راست پر لگا دیگی بلکہ وہ مقصد جو وہ جہاں جرمنی کو در پیش تھا پورا ہو جائے لیکن اسے یہ قطعاً معلوم نہ تھا کہ فرانس پہنچکر نپولین سے عشق کرتے کرتے میں اپنا دل بھی اسے دے بیٹھے گی۔

یہ سوال کہ وہ پُر اسرار خاتون کون تھی جس نے نپولین کا دل موہ لینے کی کوشش میں اپنا دل بھی اس کے ہاتھ بیچ ڈالا ایک ایسا راز ہے جو پوری طرح حل نہ ہو سکا۔ عین ممکن ہے کہ بسمارک نے اسکی موجودگی کے طویل ہونے سے کام بگڑتا دیکھ کر اُسے قصداً گم کر دیا ہو اور گمنام خطوں کا سلسلہ جو اس گمشدگی کا پیش خیمہ ثابت ہوا تھا وہ بھی پرنس بسمارک کی جدت طبع کا نتیجہ ہو۔ یہ سب ایسی باتیں ہیں جن کے متعلق صرف قیاس آرائیاں کی جا سکتی ہیں۔ لیکن اس میں کلام نہیں ہے۔ کہ بسمارک نے خواہ اس عورت کے ذریعہ سے خواہ کسی اور طریقہ پر نپولین ثالث کی گہری حکمت عملی کے سب راز معلوم کر لئے۔ اور اس طریقہ پر وہ ان کے انسداد میں کامیاب ہو گیا

ملکہ یوجین نے ایک موقعہ پر بادشاہ کی سیرت کا حال لکھتے ہوئے اس کے بارہ میں یہ الفاظ قلمبند کئے ہیں۔ میں یقین کیساتھ کہہ سکتی ہوں۔ کہ اپنی عمر میں شہنشاہ نے صرف ایک بار ہی سچی محبت کی اور وہ میرے ساتھ نہ تھی معاملہ اتنا پُر اسرار ہے۔ کہ ہر قسم کی کوشش کے باوجود میں خود اس کی تہہ کو نہ پا سکی۔ مگر اس میں شک نہیں کہ وہ کوئی معمولی عورت نہ تھی جو شہنشاہ کے دل پر قبضہ پا سکی [illegible] لیکن چاہے اُسے وہ بیٹی وہ کوئی شاہی نسل کی عورت تھی جو جرمنی کی طرف سے [illegible] فرض کیلئے بھیجی گئی تھی لیکن جس کی حالت میں عشق نے پیدا ہو کے انقلاب عظیم پیدا کر دیا تھا لیکن [illegible] شہنشاہ کے اس عورت سے گہری محبت کرنے کا نتیجہ [illegible] تباہ کن ثابت ہوا۔ بے خبری میں شہنشاہ نے کچھ اس قسم کی باتیں کی تھیں اس سے کہہ دیں جن کا علم رفتہ رفتہ برلن والوں کو ہو گیا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا اس کا حال تاریخوں میں درج ہے۔ میرے لئے اس کو دوہرانے کی حاجت نہیں۔"

جب جرمنی کی ان گہری سازشوں کے ذریعہ سے جن کا حال اشارتاً اوپر بیان کیا گیا ہے۔ فرانس میں بادشاہت کا خاتمہ ہمیشہ کے لئے ہو گیا۔ اور شہنشاہ نپولین ثالث وہاں سے بھاگ کر مسٹر سمتھ کے فرضی نام سے انگلستان کے ساحل پر اترا۔ تو گو اس کا چہرہ ستا ہوا۔ اور آنکھوں میں ماتمی آثار نمایاں تھے تاہم اس کے بھنچے ہوئے ہونٹ گہرا استقلال اور عظیم قوت برداشت ظاہر کرتے تھے صرف ایک موقعہ پر بے خبری کی حالت میں یہ معنی خیز الفاظ اس کے منہ سے نکل گئے؛ جن کا مطلب سمجھنے والے بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

"کسی بادشاہ کو فقط اسی ملک سے محبت کرنی چاہئے جس پر اسکی حکومت ہو اسکے سوا جو محبت کی جائے ہمیشہ خطرناک ثابت ہوتی ہے"

ایک اس سے بھی زیادہ سنسنی خیز واقعہ ماہ آئندہ کے پرچہ میں ملاحظہ فرمائیے

واردات

از جناب شاد بی اے سابق مدیر مشعل

عشق نے بخشا ہے جب سے دیدۂ بینا مجھے
حسن کی دنیا نظر آتی ہے یہ دنیا مجھے

میری امیدوں میں پھر اک روح تازہ بس گئی
وہ کسی نے پیار کی نظروں سے پھر دیکھا مجھے

داغِ دل۔ زخمِ جگر۔ چشمِ حزیں۔ دردِ دروں
اُس نگاہِ ناز نے کیا کیا نہیں بخشا مجھے

عالمِ فانی کے ہنگاموں سے دل گھبرا گیا
دیدۂ حسنِ ازل دے پھر کوئی دھوکا مجھے

اُٹھ رہا ہے دل کے ویرانوں سے سیلاب بہا
دے گئی ہے پھر وہ دزدیدہ نظر دھوکا مجھے

شیوۂ فریاد سے اے عشق کیا حاصل ہوا
اُن کو شکوہ ہے کہ تو نے کر دیا رسوا مجھے

دیدۂ انجم میں چھپ کر دیکھنے والے نہ پوچھ
چل دیا کون اس فضا میں چھوڑ کر تنہا مجھے

کاغذی پھول بیچنے والا گریجویٹ

پاکیزہ عشق و محبت اور بے پناہ جذبۂ رقابت کا ولولہ آفرین مرقع — ایک سو فیصدی سچا واقعہ افسانوی رنگ میں

زلزلہ نے مونگیر کو زیر و زبر کر دیا۔ سریش کا مکان کئی گز زمین کے نیچے دھنس گیا۔ اور جس مقام پر مکان تھا وہ پانی کا ایک کنڈ بن گیا سریش کے مکان کے ساتھ اس کا سارا خاندان بھی تحت الثریٰ میں چلا گیا قدرت کے عتاب غضب نے سریش پر بڑا رحم کیا جو اس کے ساتھ اس کی بیوی کملا اور اسکے شیر خوار بچے رمیش کو بخش دیا۔ ————

سریش بیوی بچہ کو ساتھ لیکر کچھ دنوں تو ادھر اُدھر سرگرداں اور پریشان پھرتا رہا اور آخر میں پٹنہ کی ایک دھرم شالہ میں رہنے لگا۔ وہ روزانہ شہر میں جاکر اخبارات میں ضرورت کے کالم میں نوکری تلاش کرتا شہر کے بڑے بڑے آدمیوں کی کوٹھیوں کی خاک چھانتا۔ اور واپس دھرم شالہ لوٹ آتا۔ ————

دھرم شالہ کا بنیا کچھ دنوں تک تو جنس ادھار دیتا رہا لیکن ایک روز سریش شہر سے لوٹ رہا تھا تو بنئے نے پیسے کا تقاضہ کیا۔ سریش نے بڑی نرمی سے کہا۔ بھائی اسوقت ہم بہت مجبور ہو رہے ہیں لیکن اطمینان رکھو۔ نوکری ملتے ہی تمہارا پیسہ پیسہ ادا کر دینگے۔

بنیا بولا۔ اور اگر نوکری نہ ملی تو؟" ————

سریش سے اس کا کچھ جواب بن نہ پڑا۔ وہ کچھ دیر خاموش رہ کر بولا۔ "کوئی نہ کوئی فکر کرکے تمہارے پیسے تو دینے ہی پڑینگے"

بنئے نے کہا اب ہم ادھار نہیں دے سکتے آپ بقایا ادا کر دیجئے سریش نے بہت منت و سماجت کی مگر بنئے نے ایک نہ مانی۔

سریش کا معمول تھا کہ وہ شہر سے لوٹتا تو دال چاول اور لکڑی لیتا آتا۔ آج بیوی نے اُسے خالی ہاتھ دیکھا تو بہت فکر مند ہوئی۔ رمیش باپ کو دیکھ کر ماں کی گود سے اتر پڑا باپ کے پیروں سے لپٹ کر اپنی بڑی بڑی معصوم آنکھوں سے اس کے منہ کی طرف دیکھنے لگا۔ سریش نے بچے کو اٹھا کر سینے سے لگایا اس کے منہ سے ایک ٹھنڈی سانس نکل گئی۔ ————

کملا نے حالات کو سمجھتے ہوئے بھی سادگی سے پوچھا تم آج اتنے اداس

کیوں ہو؟" ————

ضبط کی کوشش کرنے کے باوجود سریش کی آنکھیں نم آلود ہو گئیں۔ اس نے گلوگیر آواز میں کہا۔ آج بنئے نے کھانے کا سامان نہیں دیا۔"

"تو کیا ہوا۔ اتنے اداس ہونے کی کونسی بات ہے آج رات کو فاقہ ہی سہی۔" ————

"لیکن"۔۔۔ سریش درمیان ہی میں بول اٹھا۔ رمیش بغیر کھانا کھائے کیسے رہیگا۔ اب تو وہ تمہارا دودھ بھی نہیں پیتا۔"

کملا چپ ہو گئی۔ پھر کچھ دیر ٹھہر کر بولی "تم روز نوکری کی تلاش میں جاتے ہو۔ تمہیں آج تک کوئی نوکری ہی نہ ملی؟"

سریش "نوکری کوئی گری پڑی چیز تو ہے نہیں کہ کوئی جب بھی تلاش کرے مل جائے؟" ————

"پھر؟" ————

"پھر کیا؟ تلاش کر رہا ہوں جب مل جائے؟" ————

کملا رنج و غم کے دریا میں غوطہ کھانے لگی۔ کچھ دیر کے بعد اس نے شوہر سے کہا "کل تھوڑا سا رنگین کاغذ اور ایک قینچی لا دینا؟"

"وہ کس لئے؟" ————

"میں کاغذ کے پھول بنا دونگی جن کو تم لیجا کر بازار میں بیچ آنا۔ کچھ تو مل ہی جائے گا" ————

"تم نے پھول بنانا کب سیکھا؟ ایسا نہ ہو کاغذ اور قینچی کے پیسے بھی ضائع جائیں" ————

"شادی سے پہلے میں نے اسکول میں سیکھا ہے" ————

"اب تک بھول گئی ہو گی؟" ————

"نہیں ہاتھ کا کام جلدی نہیں بھولتا" ————

"آخر اس پھول بنانے اور بیچنے سے کب تک کام چلیگا؟"

"جب تک تمہیں نوکری نہیں ملتی" ————

سریش چپ ہو گیا۔ ————

جب کیوں ہو گئے؟ کچھ کہنا ہو تو کہو۔"

کہنا تو یہی ہے۔ کہ میں نے یہیں پٹنہ یونیورسٹی سے بی اے پاس کیا ہے"

"تو"

تو یہی کہ میں اس شہر میں کاغذ کے پھول نہیں بیچ سکتا"

اس میں کونسا حرج ہے۔ وقت پڑنے پر انسان سب کچھ کرتا ہے"

حرج یہی ہے۔ کہ یونیورسٹی کے میرے دوست لڑکے اور لڑکیاں مجھے کاغذ کے پھول بیچتے دیکھ کر کیا کہیں گے؟"

کہیں گے کیا؟ اگر تمہارے بجائے میں ہوتی تو خود ان کے پاس جاکر پھول بیچ آتی"

جو بھی ہو مجھ سے یہ کام نہیں ہو سکتا۔ بھلا سڑکوں پر چلا چلا کر کیسے کہوں گا۔ کہ لو کاغذ کے عمدہ عمدہ پھول"

"بس بس اسی طرح کہنا۔ تمہیں تو اس کے کہنے کا بہت اچھا ڈھنگ آتا ہے"

سریش نے جھنجھلا کر کہا۔ تم میرا مذاق نہ اڑاؤ۔ مجھے مرجانا قبول ہے۔ مگر یہ کام کرنا گوارا نہیں"

ہم تم مر سکتے ہیں لیکن بچے کو تو بھوکا نہیں مار سکتے۔ اس لئے اگر تمہیں شرم آتی ہے تو میں خود جاکر پھول بیچ لاؤں گی"

یہ تو میرے لئے اور رسوائی کی بات ہے۔ کہ میں گھر میں بیٹھا رہوں اور تم جاکر بازار میں پھول بیچتی پھرو"

نوکری کہیں ملی نہیں پھول نہ تم بیچو گے نہ مجھے بیچنے دو گے پھر زندگی کے دن کیسے گذریں گے؟ موت سے پہلے ہم مر بھی تو نہیں سکتے؟ جب تک زندگی ہے۔ پیٹ بھرنا بھی ضروری ہے۔ میری بات مانو۔ پھول بیچنا شروع کردو۔ پھر جب بھی نوکری ملیگی اس کام کو چھوڑ دینگے۔ فرض کرو کل تم نے پھول بیچا اور پرسوں ہی نوکری مل گئی تو پھر پھول بیچنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے"

کملا نے اپنی زبردست دلیلوں سے سریش کو پھول بیچنے کے لئے مجبور کردیا۔

صبح ہوتی سریش بازار گیا۔ بچے کا چاندی کا تعویذ بیچکر ایک قینچی اور ایک دستہ مختلف رنگوں کے کاغذ لے آیا۔ کملا نے پھول بنانا شروع کیا۔ گلاب۔ گیندا۔ کنول اور دوسرے پھولوں سے چھوٹا سا کمرہ بھر گیا یہ پھول دور سے دیکھنے میں بالکل اصلی معلوم ہوتے تھے۔ کل سو پھول تھے جن کو لیکر سریش بازار گیا۔

شہر میں داخل ہوتے ہی ایک عالیشان مکان ملا اس کے نیچے کھڑے ہوکر سریش نے گلاب اور کنول کے دو پھول باہر نکال کر ہاتھ میں لے لئے اور دو دو کھانس کر اونچی آواز سے کہا "لیجئے کاغذ کے عمدہ عمدہ پھول"

ایک دوشیزہ نے آواز سنکر بالاخانے سے نیچے کی طرف دیکھا۔ اس کی نظر پہلے سریش پر پڑی اس کے بعد پھولوں پر دوشیزہ کا دل یقین و شک کی کشاکش میں پڑگیا۔ پھول والا صورت سے پہچانا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ مگر اس کی وضع و قطع اور اسکے پیشے کو دیکھ کر شبہ ہوتا ہے۔

دوشیزہ نے نوکر بھیجکر سارے پھول منگوا لئے اور نیچے جھک کر سریش سے پوچھا۔ ان کی قیمت زیادہ سے زیادہ کتنی ہوتی؟"

سریش نے اوپر دیکھ کر دوشیزہ کو پہچان لیا اس نے آنکھیں نیچی کرکے منہ پھیر کر جواب دیا۔ آپ جو مناسب سمجھئے دے دیجئے"

"پھر بھی کچھ بتاؤ تو؟"

"ایک پھول کا ایک آنہ دیدیجئے"

دوشیزہ نے سریش کو اچھی طرح پہچاننے کی غرض سے اس کی پیشانی کے ایک داغ کو دیکھنا چاہا۔ اور اس سے کہا۔ "دیکھو کل پھر پھول لیکر آنا۔ مجھے اور پھولوں کی ضرورت ہے"

سریش نے بغیر اوپر دیکھے جواب دیا۔ مگر آج کے پیسے آج ہی مل جانے چاہئے۔

دوشیزہ سریش کو اچھی طرح پہچان نہ سکی۔ اس لئے کہ وہ کبھی نظر نیچی کئے بات کرتا تھا۔ کبھی منہ پھیر کر۔ دوشیزہ نے سوچا۔ یہ سریش نہیں ہے وہ ہوتا۔ تو میری آواز سنکر ضرور چونکتا۔ اور پھر مجھے دیکھ کر پہچانے بغیر نہ رہتا۔ اجنبی کی طرح باتیں نہ کرتا۔ لیکن میں اتنے فاصلہ پر کوٹھے کے اوپر ہوں۔ اور واقعہ بھی چار پانچ برس کا ہے ممکن ہے یہ سریش ہی ہو۔ مگر مجھے پہچان نہ سکا۔ لیکن اگر میں اس سے زیادہ بات چیت کروں۔ تو جو لوگ دیکھیں گے کیا کہیں گے۔ اور اگر یہ شخص سریش نہ ہوا۔ تو وہ خود کیا خیال کریگا"

وہ انہیں خیالات میں ڈوب اور تیر رہی تھی۔ کہ سریش نے نیچے سے آواز دی۔ صاحب بہت دیر ہوئی اب پیسے ملنے چاہئے

"اچھا تو دیکھو کل ضرور آنا" یہ کہہ کر دوشیزہ نے سو پھول کی قیمت ایک روپیہ نوکر سے بھیجدیا۔ روپیہ پاکر سریش بہت خوش ہوا اس سے زیادہ خوشی اسے اس بات پر ہوئی۔ کہ لیلا نے اسے پہچانا نہیں۔ کیونکہ اگر وہ پہچان جاتی تو پھول کے علاوہ دوسری بات چیت کئے

سریش انہیں خیالات میں غرق دھرم شالہ کی طرف چلا جا رہا تھا۔ پانچ برس پہلے کی ایک ایک بات اُسے یاد آ رہی تھی۔

لیلا اٹھارہ سال کی ایک حسین و نازنین دوشیزہ تھی گلاب کی طرح شگفتہ اور دلکش چہرہ۔ جادو بھری بڑی بڑی آنکھیں پہاڑی ندی کی طرح بل کھاتی ہوئی چال۔ سریش کے ساتھ بی اے میں پڑھتی تھی دونوں میں کچھ زیادہ راہ و رسم نہ تھی۔ بس یونہی وہ ایک دوسرے کو جانتے تھے۔

ایک روز شام کو لیلا یونیورسٹی سے لیکچر سنکر گھر واپس آ رہی تھی راستے میں دو غنڈوں نے اس کی سائیکل پکڑلی اور لگے چھیڑ چھاڑ کرنے۔ اتنے میں وہاں سریش پہنچ گیا اور دونوں غنڈوں سے بھڑ گیا۔ سریش کو چوٹ تو ضرور آئی مگر اس نے ایک دوشیزہ کی آبرو بچالی۔

لیلا کلاس میں سریش کے سر پر پٹی بندھی دیکھ کر بے چین ہو گئی۔ اس کے بعد جب وہ تنہائی میں ملی تو اس نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا۔ "آپ کو بہت چوٹ آگئی۔"

"نہیں کچھ ایسی چوٹ نہیں ہے دو ایک روز میں زخم بھر جائیگا"

آپ نے میری عزت بچائی۔ میں آپ کو اس کا کیا معاوضہ دے سکتی ہوں؟ آپنے جس کی حفاظت کی اس پر آپ کا ہر طرح حق ہے۔ میرا جسم و جان ......"

سریش سہم اُٹھا بولا۔ "نہیں میں نے اپنا فرض ادا کیا تھا۔ میں ...... بہن ....."

بہن کے لفظ نے جیسے لیلا کے ہونٹوں پر مہر لگادی۔ اس کے جذبات اندر ہی اندر گھٹ کر رہ گئے۔ وہ احسان کے بار سے دبی ہوئی آہستہ آہستہ آگے بڑھ گئی اور سریش پھر کبھی کلاس نہ گیا

~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~

"سب پھول بک گئے؟" ——————

"ہاں" ——————

"کتنے پیسے ملے؟" ——————

سریش نے روپے کو کملا کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ کملا کا چہرہ کھل اٹھا اس نے فرط مسرت سے روپے کو چوم لیا۔ ——————

سریش نے کہا تم روپے کو کیا چومتی ہو چومنے کے لائق تو تمہارے ہاتھ ہیں جن کی بدولت روپے کی صورت دیکھنے میں آئی۔ یہ کہہ کر سریش نے کملا کے ہاتھ چوم لئے بچے کیلئے دودھ اور اپنے کھانے کیلئے سامان لے آیا ——————

رات کو سوتے وقت کملا نے پوچھا۔ سب پھول ایک ہی گاہک نے خریدے یا مختلف آدمیوں نے؟ ——————

سریش نے لیلا کی بات کو کملا پر ظاہر کرنا مناسب نہیں سمجھا اس نے کہا کئی مختلف آدمیوں نے۔ ——————

کملا نے پھر سوال کیا۔ کسی نے پھولوں کی تعریف بھی کی؟

ہاں ایک شخص نے مجھ سے پوچھا۔ کیا یہ پھول تمہارے بنائے ہوئے ہیں؟ تو میں نے کہا۔ نہیں ایک عورت نے بنائے ہیں۔" گاہک نے پھولوں کو دیکھ کر کہا۔ اس عورت کے ہاتھ چوم لینے کے لائق ہیں۔" ——————

بیوی بولی۔ "اس نے بالکل غلط کہا" ——————

شوہر نے کہا۔ "اس نے بالکل صحیح کہا" ——————

اس بات چیت کے بعد کملا نے سریش کو سونے کیلئے کہا۔ اور خود قینچی لے کر پھولوں کو کاٹنے کیلئے بیٹھ گئی۔ وہ صبح تک پھول کاٹتی رہی۔ اس نے جھپکی تک نہ لی۔ سریش نے اٹھ کر دیکھا۔ تو کمرے میں ہر طرف پھول اپنی اپنی بہار دکھا رہے تھے۔ اس نے کملا کے ہاتھ سے قینچی چھین لی اور کہا۔ اس طرح رات رات بھر جاگ جاگ کر کام کرو گی تو بے موت ہی مر جاؤ گی؟ کملا نے جواب نہیں دیا۔ ——————

رفتہ رفتہ دن نکل آیا۔ پھولوں کو ایک رومال میں باندھ کر سریش شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس روز وہ قصداً لیلا کی طرف نہیں گیا۔ اس نے سوچا کل لیلا نے مجھے پہچانا نہیں۔ لیکن اسے میرا شبہ ضرور ہو گیا۔ اس نے میری پیشانی کے نشان کو دیکھنے کیلئے کئی بار مجھے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن میں نے ٹال دیا اس لئے وہ مجھے پہچان نہ سکی۔ آج اس نے اپنے مزید اطمینان کیلئے مجھے بلایا ہے۔ اگر میں جانتا کہ وہ لیلا کا مکان ہے تو میں وہاں آواز دیئے بغیر آگے بڑھ جاتا۔ اگر آج وہاں گیا تو وہ مجھے ضرور پہچان لیگی وہ دوسرے راستے شہر چلا گیا۔

لیلا شام تک پھولوں والے کا انتظار کرتی رہی۔ مگر سریش تو اس طرف گیا ہی نہیں۔ اسی طرح چار روز گذر گئے۔ اب لیلا کو یقین ہو گیا۔ کہ وہ سریش ہی تھا۔ اسی سے وہ دوسرے روز نہیں آیا۔ وہ افلاس و ناداری کی حالت میں مجھ سے ملتے ہوئے شرماتا ہے۔ لیکن اس میں شرمانے کی کونسی بات ہے؟ مجھے اس کا پتہ لگا کر خود اس سے ملنا چاہیئے۔ ——————

نوکر سے دریافت کرنے پر لیلا کو پتہ چلا۔ کہ وہ اسٹیشن کے
~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~

قریب گوپال رحیم شالے میں رہتا ہے۔

لیلا شام کو اپنی ماں سے سہیلی دیکھنے کا حیلہ کر کے گوپال رحیم شالہ گئی اس نے تانگے والے کو واپس کر دیا اور رحیم شالہ کے بنئے سے پوچھا۔ کیا یہاں کوئی پھول والا رہتا ہے؟

بنیا بولا۔ "ہاں سرکار رہتا تو ہے کیا اسے بلا دوں؟"

لیلا نے کہا۔ "نہیں"

وہ اندر گئی۔ ایک خوبصورت سا بچہ برآمدے میں کھیل رہا تھا جس کی صورت بالکل سریش سے ملتی جلتی تھی۔ لیلا کا خیال پختہ ہونے لگا۔ اس نے بچے کو پکڑنا چاہا۔ مگر وہ بھاگ کر کمرے میں گھس گیا لیلا سمجھ گئی کہ سریش اسی کمرے میں رہتا ہے۔ اس نے دروازے سے اندر جھانک کر دیکھا۔ کملا بیٹھی پھول بنا رہی تھی۔ لیلا نے اس سے پوچھا "آپ پھول والے جاشے کی بیوی ہیں؟"

کملا نے چونک کر لیلا کی طرف دیکھا اور اپنے سر کی ساڑھی کو درست کرتے ہوئے کہا۔ "ہاں"

"وہ کہاں ہیں؟"

"ابھی پھول بیچ کر نہیں آئے"

"کب تک آئیں گے؟"

"اب آتے ہی ہوں گے"

"ان کا نام کیا ہے؟"

کملا نے سر جھکا لیا۔ اور دھیمی آواز سے کہا۔ "میں نہیں جانتی"

لیلا سمجھ گئی کہ بیوی شوہر کا نام لینا نہیں چاہتی۔ اس نے پوچھا۔ "ان کا نام سریش تو نہیں ہے؟"

"ہاں یہی نام ہے" کملا نے کہا۔

یہ سنکر لیلا کملا کے پاس بیٹھ گئی۔ اور اس کے پاؤں چھو کر کہنے لگی۔ "میں اپنی بھابھی کے پاؤں چھوتی ہوں"

کملا پہلے تو تعجب میں پڑ گئی پھر جلدی سے پاؤں کھینچ کر بولی "ارے آپ یہ کیا کر رہی ہیں؟"

"جو مجھے کرنا چاہیئے وہ کر رہی ہوں"

"آپ کسی رئیس کی بیٹی ہو کر مجھ غریب کے پاؤں چھو رہی ہیں"

"رشتے ناتے میں امیر و غریب کا نہیں بڑے چھوٹے کا لحاظ کیا جاتا ہے"

"آپ ان کو کیسے جانتی ہیں؟"

"کن کو"

"جن کی تلاش میں آپ آئی ہیں"

"وہ میرے بھائی ہیں۔ بھائی ہی نہیں میرے سب کچھ ہیں۔ ایشور ہیں اور آپ ان کی طرح میری بھابھی ہیں"

کملا کو یہ سب باتیں ایک معمہ سی معلوم ہوئیں شبہ اس کے دل میں اپنے شوہر کے متعلق بدگمانی سی پیدا ہو گئی۔ اس نے اپنے جذبات و خیالات کو چھپاتے ہوئے پوچھا۔ "آپ کے ان کے درمیان یہ رشتہ کب قائم ہوا؟"

"اس کو پانچ برس ہو گئے۔ جب ہم دونوں ایک ساتھ یونیورسٹی میں پڑھتے تھے"

"تو وہ آپ کے ایشور ہیں اور آپ ان کی ہمیشہ پوجا کیا کرتی ہیں؟" کملا نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"تم مذاق کرتی ہو بھابھی۔ تم نہیں جانتی۔ کہ وہ میرے لئے ایشور سے بھی بڑھ کر ہیں"

"آپ یہیں پٹنے کی رہنے والی ہیں؟"

"ہاں"

"آپ کی شادی"

"ہو چکی ہے۔ بمبئی میں۔ ایک مہینہ ہوا میں وہاں گئی ہوں"

کملا کیلئے معمہ اور بھی لاینحل بن گیا۔ اس نے پوچھا "آپ شادی شدہ ہو کر بھی پرائے مرد سے محبت کرتی ہیں؟"

"وہ پرائے مرد نہیں میرے بھائی ہیں کیا عورت شادی کے بعد بھائی سے محبت کرنا چھوڑ دیتی ہے"

"نہیں چھوڑ تو نہیں دیتی۔ لیکن میں جانتی نہیں کہ آپ دونوں بھائی بہن کیسے ہوئے"

"اس کو انہیں سے پوچھئے گا"

"کیا انہوں نے آپ ہی کے یہاں سب پھول بیچے تھے؟"

"ہاں میں انہیں پہچان نہ سکی۔ اسی لئے میں ان سے معافی مانگنا چاہتی ہوں"

کملا کا شبہ اور قوی ہو گیا۔ سریش نے اس سے جھوٹ کیوں بولا تھا۔ اس نے کہا تھا۔ کہ کئی آدمیوں نے خریدے۔ کملا کے سینے میں لیلا کے متعلق رقابت کی آگ بھڑک اٹھی۔ اور سریش پر بھی اسے غصہ آیا۔ لیکن اس نے بڑی ہوشیاری سے کام لیکر جذبات کو ظاہر نہیں ہونے دیا۔

اتنے میں سریش آ گیا۔ لیلا نے اٹھتے ہوئے [illegible] پرنام کیا اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے [illegible]

میرے ساتھ ایک اجنبی پھول والے کا سا برتاؤ کیا ہے تاآپ کو اس حالت میں نہیں دیکھ سکتی۔"

"میں یہ جانتا تھا کہ مجھے تکلیف و مصیبت میں دیکھ کر تم پر ضرور اثر ہوگا۔ اس لئے میں تمہیں پہچان کر بھی اجنبی بن گیا۔"

لیلا نے آنسوؤں کے موتیوں کو اپنے ریشمی رومال میں سمیٹتے ہوئے کہا آپ آج سے پھول بیچنا چھوڑ دیں۔ میرا اتنا بڑا مکان ہے اس میں میری ماں کے سوا کوئی رہنے والا نہیں۔ میں جب کبھی بمبئی سے آجاتی ہوں تو رہتی ہوں۔ سارا مکان خالی پڑا رہتا ہے۔ آپ اپنے گھر کی طرح چل کر رہئے۔ آپ کو نوکری کی تلاش میں بھی مارے مارے پھرنے کی ضرورت نہیں۔ میری جائداد کا انتظام دیکھیے۔ اس کام میں آپ کو کوئی زحمت نہ ہوگی۔ تمام کام ملازمین کرینگے۔ آپ کو محض دیکھ بھال کرنی ہوگی۔ پہلا منیجر بہت بوڑھا ہوگیا ہے اس کو آنکھوں سے اچھی طرح نظر نہیں آتا۔ اس کی تنخواہ سو روپے تھی وہاں سے کہیں آپ کو دو سو روپے دلا دونگی۔ دیر نہ کیجئے ابھی میرے ساتھ گھر چلئے۔ دہرم شالے کو چھوڑ دیجئے؟"

سریش لیلا سے بات کرتے ہوئے درمیان درمیان میں کملا کی طرف دیکھ لیتا کملا غصہ سے نظریں نیچی کرلیتی تھی۔ یا دوسری طرف دیکھنے لگتی تھی لیکن لیلا اس کو بالکل بھانپ نہ سکی۔

مکان اور ملازمت کی بات سنکر سریش کو کچھ خوشی بھی ہوئی کچھ رنج بھی ہوا۔ لیکن آخر میں وہ لیلا کے یہاں جانے کو راضی بھی ہوگیا کملا خاموش تھی۔ لیلا نے کہا "چلئے بھابی جی!"

کملا نے کہا "آج نا وقت ہوگیا ہے۔ کل صبح چلیں گے۔"

لیلا چلی گئی۔ کملا غصہ سے جل بھن رہی تھی اس نے شوہر سے کچھ نہیں کہا۔ اس نے بیٹے کو دودھ پلا کر سلا دیا اور خود قینچی لے کر پھول تراشنے بیٹھ گئی۔ سریش نے ہنسکر پیار بھرے لہجے میں کہا "اب جھگڑے کو چھوڑو۔ صبح تو لیلا کے ہاں چلنا ہی ہے اب پھول بنا کر کیا کروگی؟"

کملا کی بھنویں تن گئیں اس نے برہمی کے ساتھ کہا۔ "میں اپنی سوت کے یہاں نہیں جا سکتی۔ اب تم سے مجھ سے ناتا ہی کون سا رہا؟ تم اسے لیکر رہو میں پھول بیچکر اپنا اور رمیش کا گذارہ کرلونگی۔"

سریش کی رگوں میں خون ٹھنڈا پڑ گیا۔ وہ متحیر ہو کر کملا کی طرف دیکھنے لگا۔ کملا کہتی گئی "میں اس ہلکے بوجھ کو زمین برداشت نہیں کر سکتی اب بہن بھائی کے پوتر رشتے کو بھی عیاشی کا بہانہ بنایا

جانے لگا۔"

"تم یہ کیا بک رہی ہو۔ پاگل تو نہیں بن گئیں؟"

"پاگل تم ہو اپنی بہن کے پریم میں"

سریش کہنے لگا۔ میں نے لیلا سے پہلے ہی کہا تھا۔ کہ دنیا تمہارے اس رشتے پر اعتبار نہ کرسکی۔"

کملا چمک کر بولی۔ "کیا کہتا ہے۔ دنیا میں تمہیں دو تو سمجھے ہو ایک تم اور دوسری تمہاری بہن لیلا۔ مجھے بیوقوف بنانے کیلئے یہ ڈرامہ کھیلا جا رہا ہے۔ لیکن میں ایسی بھولی بھالی نہیں جو ان چکموں میں آجاؤں۔"

"کملا تمہارا خیال بالکل غلط ہے۔ افسوس کہ تم نے ابھی تک مجھے پہچانا نہیں۔"

کون کہتا ہے نہیں پہچانا۔ پہچانا نہیں تو کہتی کیسے ہوں۔ کہ آپ میری سوت کے بھائی ہیں۔

"آخر تم چاہتی کیا ہو؟"

"یہ چاہتی ہوں کہ تم پٹنہ چھوڑ کر کہیں دور دوسرے شہر چلے چلو۔ اور پھر کبھی لیلا کا منہ کا دیکھو۔"

کونسے دوسرے شہر چلوگی۔ پھر وہی فاقے کرنے پڑینگے ذرا میری حالت پر تو غور کرو۔ نوکری تو ملنے سے رہی پھر مجھ سے کب تک پھول بکواؤ گی۔ یہاں رہنے کیلئے لیلا کا اعلیٰ درجہ کا مکان موجود ہے۔ دوسو روپے ماہوار تنخواہ ہے یہ ہماری کتنی بڑی خوش قسمتی ہے۔ رمیش کی تعلیم و تربیت کا معقول انتظام ہو جائے گا۔ تم پھول والے کی بجائے ایک بڑے آدمی کی بیوی بن جاؤگی۔ کچھ اور خیال نہ کرو۔ صبح یہاں سے لیلا کے ہاں چلی چلو۔"

یہ سب کچھ درست ہے۔ مگر ایک عورت اپنے شوہر کی محبت کو کسی قیمت پر بھی کسی عورت کے ہاتھ فروخت نہیں کرسکتی سریش نے کملا کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ کملا تمہاری اور رمیش کی قسم جو مجھ میں اور لیلا میں کوئی ناجائز تعلق ہو۔

کملا نے کہا۔ میں تو جب یقین کروں کہ تم ابھی پٹنہ چھوڑ دو اور پھر لیلا کا نام زبان پر نہ لاؤ۔

سریش نے کملا کے کاٹے ہوئے پھولوں کو کپڑے میں لپیٹ کر اور ایک ہاتھ میں اور سامان کی گٹھری کو دوسرے ہاتھ میں لے لیا۔ کملا نے رمیش کو گود میں اٹھا لیا۔ اور یہ گھرکا یہ مختصر خاندان اسٹیشن کی طرف روانہ ہوگیا۔

کیا آپ کسی فلم ایکٹریس سے شادی کرنا چاہتے ہیں

حضرت یزداں کے قلم سے

کتنے منچلے اور دل پھینک نوجوان فلموں میں ایکٹریسوں کے حسن و شباب اور ناز و ادا کے جلوے دیکھتے ہیں اور ان سے شادی کرنے کے لئے بے اختیار ہو جاتے ہیں، فلم ایکٹریسوں کو روزانہ سینکڑوں کی تعداد میں خطوط ملتے رہتے ہیں، ان خطوط میں اکثر و بیشتر ایسے خطوط ہوتے ہیں جن میں لکھا رہتا ہے کیا آپ میرے ساتھ شادی کریں گی؟ ایکٹریس اپنے ان عاشقوں کی وجہ سے پریشان رہتی ہیں۔ ہولی ووڈ کی طرح ہندوستانی نوجوانوں میں بھی ایکٹریسوں کو عشقیہ خطوط لکھنے کا مرض کافی ترقی کر گیا ہے۔ ایک بار میں نے کسی اخبار میں پڑھا تھا کہ ہولی ووڈ کی ایک ایکٹریس کو ۵۰ خطوط روزانہ ایسے موصول ہوتے ہیں جن میں لکھا رہتا ہے کیا آپ میرے ساتھ شادی کریں گی؟"

بھلا غور تو فرمائیے کہ اگر غریب ایکٹریس اپنے چاہنے والوں کی دلنوازیاں بھی کرنی چاہیں تو آخر کیسے کریں؟ جون کرافورڈ نامی فلم ایکٹریس جب کچھ روز تک آرام کرنے کے بعد پھر فلمی میدان میں آئی تو پندرہ سو آدمیوں نے اسکے پاس ایسے خطوط بھیجے تھے کہ اگر وہ ان کے ساتھ شادی کرلے تو اسکی زندگی نہایت لطف و سرور سے گذرے گی، مشہور عالم ایکٹریس جین ہارلو کو جتنے عشقیہ خطوط روزانہ ملتے ہیں اتنے خطوط ایک عام شخص کو اسکی زندگی بھر میں موصول نہ ہوتے ہوں گے آئیے آپ کو اس سے بھی مزے کی بات سنائیں۔

صرف ایکٹریسوں ہی کو ایسے عشقیہ خطوط موصول نہیں ہوتے بلکہ ایکٹروں کو بھی روزانہ ایسے خطوط ملتے رہتے ہیں، جن میں لکھا رہتا ہے کیا آپ میرے سے شادی کریں گے؟ کچھ ہی دنوں پہلے ایک سندھی اخبار نے لکھا تھا کہ ایک لڑکی نے کسی فلم میں ایک ہندوستانی نوجوان کی ایکٹنگ دیکھی تھی، وہ لڑکی اس پر فریفتہ ہو گئی، گھر والوں کو اسکا کچھ علم نہ تھا جب صورت حال زیادہ نازک ہو گئی تو لڑکی کے گھر والوں کو اسکا علم ہوا، مگر اس وقت مرض لا علاج ہو چکا تھا، لڑکی نے مرنے سے پہلے یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ لاش پر جو سرخ چادر ڈالی جائے وہ اس نوجوان کے ہاتھ کی خریدی ہوئی ہو جس کی محبت میں دیوانی ہو کر وہ جان سے گئی ہے، لڑکی کے گھر والے اس ایکٹر کے پاس پہنچے اور اس سے تمام واقعہ بیان کیا، اس دوشیزہ کے اس طرح جان دینے پر ایکٹر کو بہت صدمہ ہوا اور وہ چادر لے کر چلا گیا، مگر اس کے پہنچنے سے پہلے ہی دوشیزہ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی، لڑکی کی آخری خواہش پوری کی گئی، مگر اس نوجوان ایکٹر کو جو قلبی صدمہ پہنچا اسکا بیان کرنا مشکل ہے۔

گیری کوپر نامی ہالی ووڈ کے ایک ایکٹر نے جب تک سینڈرا شا نامی ایک دوشیزہ سے شادی نہیں کی تھی، اس کو روزانہ سینکڑوں لڑکیوں کے خطوط ملا کرتے تھے، جن میں بیشتر میں لکھا رہتا تھا "کیا آپ میرے ساتھ شادی کریں گے؟" گیری کوپر کا خیال تھا کہ شادی کے بعد اس قسم کے خطوط کی آمد میں کمی ہو جائیگی، مگر کچھ لڑکیاں اس وقت بھی اس پر جان دینے کو تیار تھیں، ایک لڑکی نے گیری کوپر کو لکھا تھا "آپ نے آخر شادی کر لی لیکن سانڈرا کے ساتھ آپ کی زندگی اتنی مسرت بخش ثابت نہ ہوگی جتنی میرے ساتھ ہو سکتی تھی، میرے باپ نے ایک کروڑ ڈالر میرے نام علیحدہ رکھ دیئے ہیں وہ آپ کے ہو جاتے، اس کے علاوہ [illegible]

ہولی ووڈ کی ایک ایکٹریس شیلا ایلیس نے ڈاکٹر سیریل براؤن کے ساتھ شادی کی ہے، اس ایکٹریس کے ہمپایہ دو ہی چار ایکٹریس ہالی ووڈ میں ہیں، اس لئے اس کے چاہنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، اس ایکٹریس کے پاس ہالینڈ کے ایک کاؤنٹ کا خط آیا تھا جس میں درخواست کی گئی تھی کہ اگر آپ میرے ساتھ شادی کر لیں تو میں اپنے کو نہایت خوش قسمت سمجھوں گا، لیکن شیلا ایلیس، ڈاکٹر سیریل براؤن کی محبت میں مبتلا تھی، اس نے براؤن کے ساتھ شادی کر لی، کبھی کبھی شیلا اپنے شوہر سے مذاق کرتے ہوئے کہتی ہے "اگر میں چاہتی تو ہیپس برگ خاندان کے ایک لارڈ کی بیوی بن سکتی تھی" شوہر مسکرا دیتا ہے، اٹھ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور جھک کر ادب سے سلام کر کے کہتا ہے "یور ہائینس"

ایکٹریسوں کے پاس عشقیہ خطوط بھیجنے والے اکثر نوجوان ہی ہوا کرتے ہیں، یہ لوگ پردہ فلم پر ایکٹریس کے حسن و انداز خاص کو دیکھکر فریفتہ ہو جاتے ہیں پھر ان کا کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے، رات دن ان ہی کی محبت میں دیوانے بنے رہتے ہیں، مغربی ممالک [illegible]

[illegible] نہایت دلچسپ [illegible] ہیں کبھی کبھی اپنے تجربے [illegible] ہیں [illegible] ایکٹریس اتنی تعلیم یافتہ [illegible] سمجھ سکتی ہیں وہ اسطرح [illegible] مناسب [illegible] ہے کہ ہندوستانی فلم ایکٹریسوں کے پاس یہ عشقیہ خطوط [illegible] ہوتے ہیں ان کا عوام کو

بمبئی کی ایک ایکٹریس نے دو تین سال ہوئے ایک ڈپٹی کے لڑکے پر مقدمہ چلایا تھا، عدالت کی جو کارروائی اخباروں میں شائع ہوئی تھی اس سے معلوم ہوا کہ ایک نوجوان نے ایک ایکٹریس کو اسکرین پر دیکھا اور اس کے حسن و جمال کا ایسا فریفتہ ہوا کہ اس نے اس ایکٹریس کو ایک لمبا محبت نامہ تحریر کر دیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ کیا آپ میرے ساتھ شادی کریں گی؟

اس ایکٹریس نے اس نوجوان کے خط کا جواب دیا اور چائے پینے کے لئے تاج محل ہوٹل میں بلایا، دونوں کے تعلقات بڑھے اور وہ روزانہ ہوٹل اور سینما گھروں میں ملنے لگے جس کے نتیجہ کے طور پر اس ایکٹریس کے بچہ پیدا ہوا، لیکن اس امیرزادے نوجوان نے اس بات سے مطلق انکار کر دیا کہ وہ ایکٹریس بیوی کی حیثیت سے اس کے ساتھ رہی ہے، بمبئی کی عدالت میں ایکٹریس نے نوجوان پر دعویٰ دائر کر دیا، آخر میں دونوں میں سمجھوتہ ہو گیا، اس طرح ایکٹریسوں کو آئے دن عاشقوں [illegible] شکار ہونا پڑتا ہے، نوجوانوں کی حسن پرستی روز افزوں ترقی کر رہی ہے، ایکٹریسیں ان کی نظروں کا خاص طور سے نشانہ بنتی ہیں، ان کی حسن پرستی ایکٹریسوں کے کام میں بہت حارج ہو رہی، ایکٹریسیں یہ پڑھتے پڑھتے عاجز آجاتی ہیں کہ کیا آپ میرے ساتھ شادی کریں گی؟

کبھی کبھی تو ایکٹریسیں اپنے پرائیویٹ سیکرٹری کو اجازت دے دیتی ہیں کہ وہ ایسے خطوں کو علیحدہ کر لیا کریں تاکہ انہیں بار بار ایک ہی مضمون کے خطوط کی زحمت نہ ہوا کرے، ایک روز ایک ایکٹریس نے عاشقوں کے عشقیہ خطوط سے تنگ آکر کہا تھا۔

"کیا آپ کوئی ایسا راستہ نہیں بتا سکتے جس سے عشقیہ خطوط لکھنے والوں سے مجھے نجات مل جائے آپ اپنے اخبار میں شائع کر دیجئے کہ میں کسی کے ساتھ شادی نہ کروں گی"

از جناب مزمل حسین حشر القادری بدایونی

آ مری جانِ تمنا اے سراپائے جمال
کارفرما ہے مری رگ رگ میں تو مثلِ لہو
جبکہ ہر لمحہ ہے تیری یاد ہی میری نماز

ناخدائے کشتیٔ اُلفت مری خلدِ خیال
جذب ہے یوں دل میں میرے جس طرح غنچہ میں بُو
رُوح سے نزدیک ہو کر تو ہے پھر کیوں بے نیاز

اضطراب انگیز ہے ہر اک خوشی تیرے بغیر
اک عذابِ مستقل ہے زندگی تیرے بغیر

چھاؤں میں تاروں کی وہ عہدِ وفا کی تھپکیاں
یاد ہے وہ برقِ خندہ وہ محبت کی نظر
یاد ہے اب تک مجھے باہوں میں باہیں ڈال کر
پھر رہی ہیں میری نظروں میں تری وہ ہچکیاں
وہ ترا معصومیت سے پوچھنا کب آؤ گے

یاد ہیں اب تک تری سب گفتگو کی گرمیاں
وہ ترا سر رکھ کے رکھ دینا مرے شانے پہ سر
وقتِ رخصت الوداع کہنا ترا باچشمِ تر
رنج پیہم سے ترا رہ رہ کے بھرنا سسکیاں
بھول جاؤ گے مجھے یا یاد پھر فرماؤ گے

اللہ اللہ ایسا جوشِ شوق اور یہ خامشی
بارہا لکھنے پہ بھی تو نے نہ لکھا خط کبھی

جانتا ہوں مشکلاتِ بے اماں تجھکو بھی ہیں
ہے شباب نو کی مجبوری کا مجھکو بھی خیال
میں سمجھتا ہوں تری فطرت کا منشا اور ہے

سانحاتِ رسم اور پابندیاں تجھکو بھی ہیں
یہ مجھے معلوم ہے تو بھی ہے پابندِ ملال
تیری دُنیا اور ہے اور میری دُنیا اور ہے

قلبِ مضطر کی مگر غمناکیوں کو کیا کروں
اے محبت کے عذابِ بے تابیوں کو کیا کروں

[illegible] کے سربستہ راز

مسٹر [illegible] سابق [illegible] انڈیا کے قلم سے

انسانی قربانی

جملہ حقوق محفوظ ۔ گذشتہ اشاعت سے آگے

ہندوستان کی وہ محیر العقول باتیں جن کو ہندوستانی ہونے کے باوجود بھی آپ نہیں جانتے

اگرچہ ہندوستان سے انسانی قربانی اور ستی کی دو بری رسمیں انگریزی عملداری میں بالکل مٹادی گئی ہیں۔ لیکن غور کرکے دیکھا جائے۔ تو ہر طرح کی انسدادی تدابیر کے باوجود ستی کی وارداتیں اب بھی گاہ بگاہ ہوتی چلی جاتی ہیں رہ گئی انسانی قربانی تو وہ بھی اسی حد تک جاری ہے۔ کہ جس کا حال کوئی شخص بھی صحیح طور پر معلوم نہیں کرسکتا۔ سچی بات یہ ہے کہ ان دونوں باتوں کا انسداد کامل تب ہی ممکن ہوگا کہ اس کیلئے خود ہندو مت کیطرف سے کوشش کی جائے ورنہ یہ رسمیں علانیہ نہیں تو در پردہ ہوتی چلی جاتی ہیں

از روئے منطق دیکھا جائے۔ تو انسانی قربانی کے سوال کو انگریز صحیح طور پر سمجھ بھی نہیں سکتے کیونکہ ان کے ہاں تو آدمی کی جان لینا خواہ یہ عمل کسی صورت میں ہو داخل جرم ہے۔ مغربی سائینسدانوں کو ابتک یہ بات معلوم ہوئی ہے اور نہ کبھی ہوگی۔ کہ قدیم زمینی طاقتوں کو کتنی قوت حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے وہ اس بات پر انعا فا کوئی رائے قائم نہیں کرسکتے۔ کہ کسی انسان کی قربانی بعض حالتوں میں فائدہ سے خالی ثابت نہیں ہوتی۔ مثال کے طور پر اس کے ذریعہ خشک سالی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اہل مغرب کسی حال میں ہندوؤں کے اس گہرے عقیدہ کے راز کو نہیں سمجھ سکتے۔ کہ اس عالم کی استواری ہی بنیادی طور پر قربانی پر مبنی ہے۔ اس لئے۔ کہ دیوتا لوگ ایسی قربانی کے روحانی عنصر پر پلتے ہیں۔ جس طرح عیسائیوں میں خیال قائم چلا جاتا ہے۔ MASS کے موقعہ پر روٹی اور شراب عیسے مسیح کا بدن اور خون بن جاتی ہے۔ اسی طرح ہندوؤں کے نزدیک انسانی قربانی کا مسئلہ قدیم سے چلا آتا ہے۔ اور کون کہہ سکتا ہے۔ کہ ہندوؤں اور کیتھولک عیسائیوں کے ان دو عقیدوں میں کونسا صحیح ہے اور کونسا غلط۔

اس بات کے ثبوت کے طور پر کہ اگر ہندوؤں کے عقائد میں تبدیلی ہو تو متعلقہ رسوم میں بھی تبدیلی ہو سکتی ہے۔ ہم ستی کی مثال پیش کر سکتے ہیں یہ رسم خصوصیت کے ساتھ شمالی ہند اور بنگال میں رائج ہے۔ جہاں ہندو بیواؤں کی حالت اتنی مصیبت زدہ ہوتی ہے کہ وہ موت سے بدتر زندگی بسر کرتی ہیں۔ جنوبی ہند میں ستی کی وارداتیں شاذ و نادر ہی سنی جاتی ہیں۔ اس لئے کہ وہاں عورتوں کو خاص حقوق حاصل ہیں۔ بیوہ عورت ہر طرح آزاد و خود مختار ہوتی ہے اور اگر چاہے تو دوبارہ شادی کرسکتی ہے۔

انسانی قربانی کا تازہ ترین واقعہ موضع گن پور ریاست ماہن میں عین اسوقت پیش آیا۔ جب کہ میں یہ سطور لکھ رہا تھا اور اس سلسلہ میں پانچ شخصوں کو لمبی میعاد کے لئے قید کی سزائیں دی گئی ہیں۔ چونکہ گاؤں میں قحط اور خشک سالی سے بڑی مصیبت پھیلی ہوئی تھی اور لوگ مصیبت زدہ تھے۔ اس لئے ایک پجاری نے صلاح دی کہ بارش کے دیوتا اندر کو انسانی قربانی کے ذریعہ سے خوش کیا جائے۔ چنانچہ اس جگہ کا نمبردار کسی قریبی گاؤں سے ایک ۲۲ سالہ نوجوان کو بھگا کر اپنے ساتھ لایا۔ اور اس کو تین دن بھوکا پیاسا پابزنجیر ایک بند کمرے میں رکھا گیا۔ پھر یہ لوگ اسی طرح اسکو زنجیروں سے باندھ کر گاؤں کے بازار سے گذارتے ہوئے مندر میں لے گئے۔ وہاں انہوں نے اس کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے۔ پیشانی پر سیندور ملا اور بسم کا قشقہ لگایا۔ پھر آخر کار مجمع کے سامنے اس کی گردن کاٹ دی۔ اس کی بیوی کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اس نے تھانے کے روبرو خودکشی کرلی۔

ہندوستان میں جس غرض سے انسانی قربانیاں کی جاتی ہیں وہ ماہران علم نسل انسانی کے لئے بہت معلومات بخش ہیں۔ قربانی کی رسم پرانے زمانہ کی ابتدائی تہذیب سے وابستہ ہے جیسا کہ ایک مشہور مصنف فریزر نے ثابت کرکے دکھایا ہے۔ اس رسم کا بنیادی تعلق نہایت قدیم زمانے کی اس تہذیب سے تعلق رکھتا ہے جو بحیرہ روم کے آس پاس پھیلی ہوئی تھی اور جس میں اجتماعی طور پر اس قسم کی رسوم ادا کی جاتی تھیں اس زمانے کا یہ دستور تھا۔ کہ ایک [illegible] بادشاہ کو

[illegible] کر دیتے تھے یا اگر وہ بہت بڑھا اور کمزور ہو جائے۔ تو اسکی جان ضائع کر دی جاتی تھی۔ اور اس کا مطلب یہ سمجھا جاتا تھا کہ دعایا کی دلچسپی اور خوشحالی کی زنجیری بادشاہ شخص کی زندہ شخصیت سے وابستہ ہے جاتا کہ مصر میں قدیم زمانے میں بادشاہ اور دیوتا سمجھا جاتا تھا صحیح ہے کہ مصر کے مسیاح دوسرے اس کے مقام پر بادشاہوں کی جو بڑے قبریں دریافت کی ہیں۔ ان سے اسی خیال کی تصدیق ہوتی ہے۔ اور ان سے یہ شہادت بھی ملتی ہے کہ یہ رسم جو شروع میں وادی نیل میں پائی جاتی تھی۔ رفتہ رفتہ پھیلتی ہوئی مشرق کی طرف چلی گئی۔ بعد ازاں جوں جوں حالات تبدیل ہوتے گئے لوگوں نے بادشاہوں کے بدلے کسی دوسرے انسان کی قربانی شروع کر دی۔ خیال کیا جاتا تھا۔ کہ اس کے خون سے بادشاہ کے قائم مقام کی حیثیت میں فصلوں کی زرخیزی ہوگی۔ مصر میں اس طریقہ پر دریا کی طغیانی کو باقاعدگی کے حلقہ میں رکھا جاتا تھا۔ کئی دوسرے ملکوں میں خیال کیا جاتا تھا۔ کہ اس سے صحیح وقت پر بارش ہوتی ہے۔ یہی اصول جوں جوں ترقی کرتا گیا۔ اور مختلف دیوتاؤں کی انفرادی شخصیت بڑھتی گئی۔ تو انسانی قربانیاں امراض کی روک تھام کے لئے بھی دیوی دیوتاؤں کے نام پر ہونے لگیں۔

زمانہ قدیم میں بادشاہ اور اس کے قبیلہ کی باہمی خوشحالی میں جو تعلق سمجھا جاتا تھا۔ اس کا بہترین ثبوت منی پور واقع آسام کی ناگا قوم کے روایات سے ملتا ہے مسٹر ہوڈسن نے اپنی کتاب منی پور ناگا اقوام میں لکھا ہے۔ کہ ان لوگوں میں کسی راجہ یا سردار کا جنازہ تب تک نامکمل سمجھا جاتا ہے۔ جب تک کسی آدمی کا سر اس کے ساتھ رکھا ہوا نہ ہو۔ اس شخص کو لوگ اس غرض سے ہلاک کر دیتے ہیں۔ کہ جو سردار قبیلہ سے رخصت ہو رہا ہے۔ اس کی طاقت اور صورت اسی ذریعہ سے قائم و دائم رہ سکے۔ یہی وجہ ہے کہ چوک وانگ دریا کے مغربی علاقہ میں جہاں انگریزی عملداری نہیں ناگا قوم کے لوگوں میں انسانی سر جمع کرنے کا رواج قائم چلا آتا ہے۔ البتہ ملک کے شمالی حصہ میں چونکہ وہ لوگ قانون کے ڈر سے ایسا نہیں کر سکتے۔ اس لئے وہ کسی شخص کو قربانی کی غرض سے یا تو مول لے لیتے ہیں یا اسکو کہیں سے بھگا لاتے ہیں۔ جب ان لوگوں کو خریداری کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو وہ ایسے شخص کو ناگا قوم کے ان شخصوں سے خریدتے ہیں جن کے ملک میں انگریزی عملداری نہیں اور وہ ایسے شخص کیلئے کم و بیش پانچ سو روپیہ ادا کر دیتے ہیں۔

طریقہ عمل یہ ہے۔ کہ قربانی سے قریباً دس دن پہلے اس شخص کو ہر روز شراب پلا پلا کر مدہوش کیا جاتا ہے۔ آخر جب رسم ادا کرنے کا دن آتا ہے تو قربان گاہ کے دروازہ کی سیڑھیوں پر لیجا کر اس کا سر کاٹ دیا جاتا ہے۔ اس طرح جو خون بہہ کر سیڑھیوں پر سے گرتا ہے۔ اس کو یہ لوگ جمع کر کے رکھتے ہیں۔ کیونکہ ان کا خیال ہے۔ کہ اس کی مدد سے ارواح بد مکان سے دور رہتی ہیں۔ پھر اس کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاتے ہیں۔ ان میں سے کچھ ٹکڑے گاؤں کے دروازے پر چڑھا دیئے ہیں اور کچھ کھیتوں میں لٹکا دئے جاتے ہیں۔ تاکہ ان کے ذریعہ سے ارواح بد دور رہیں۔ فصلیں اچھی ہوں۔ اور کسی طرح کی مصیبت سروں پر نہ آئے۔

ہندوستان کے بعض اور حصوں میں انسانی قربانی کا نام مریا مشہور ہے۔ اور یہ قربانی بھی زرعی اغراض کے لئے کیجاتی ہے بنگال میں ایک خاص قوم کے لوگ اس لئے انسانی قربانی کرتے ہیں۔ کہ ان کا پختہ اعتقاد ہے۔ کہ آدمی کا خون ہی فصل کی زرخیزی میں مدد دیتا ہے۔ یہ چڑھاوا زمین کی دیوی کو دیا جاتا ہے۔ جس کا نام تری پنو مشہور ہے۔ اور ان میں یہ خیال عام پھیلا ہوا ہے۔ کہ قربانی کے لئے اسی ذات کا آدمی چنا جانا چاہئے جو اس مطلب کے لئے قدیم سے مقرر چلی آتی ہے۔ کیونکہ اگر کسی دوسری ذات کے آدمی کی قربانی کی جائے۔ تو یہ بات دیوی کی سمجھ میں نہیں آتی اور وہ اسے پہچان نہیں سکتی۔ چونکہ ان لوگوں کا پختہ اعتقاد ہے۔ کہ ایسے آدمی کی موت سے ہی نوع انسان کو بہت فائدہ پہنچتا ہے۔ اس لئے وہ اسکو حد درجہ متبرک خیال کرتے ہیں۔ اس بارے میں ان کا عقیدہ قدیم مصری دیوتا اوسائرس اور تموز سے ملتا جلتا ہے۔ جن کی نسبت مشہور ہے کہ وہ خود مر کر ہمیشہ کیلئے دوسروں کی شادابی اور خوشحالی کا ذریعہ بنے اور سچ پوچھئے تو بنی نوع انسان کا محافظ بننے کے لئے یسوع مسیح کی قربانی کی جو روایت عیسائیوں میں چلی آتی ہے۔ اس کا آغاز بھی اسی روایت سے ہوا ہے۔ یہ دوسری بات ہے۔ کہ ہٹ دھرمی سے عیسائی اسی بیان کو صحیح تسلیم کریں یا رد کریں

تری پنو کے پجاریوں میں عام دستور ہے۔ کہ جس شخص کو انہوں نے قربان کرنا ہو۔ اس کو کئی سال اپنے پاس رکھ کر اس کی ہر طرح عزت و حرمت کرتے ہیں۔ قربانی کے وقت تک ایسے شخص کے سر کے بال قدرتی طور پر بڑھنے دیئے جاتے ہیں لیکن جب قربانی کا وقت آتا ہے۔ تو بال منڈا کر لوگوں میں تقسیم کر

دیئے جاتے ہیں۔ اس رسم کی اہمیت جو کچھ ہے۔ اس کا اجمال محتاج بیان نہیں ہے

قربانی کی رسم ادا کرنے سے پہلے یہ لوگ خوب جشن مناتے اور شراب پیتے ہیں۔ جس شخص کی قربانی کی جاتی ہے۔ اسے نئے کپڑے پہنا کر لوگوں کے سامنے سے گذارا جاتا ہے۔ پھر وہ اسے قربانی کی غرض سے جنگل کے ایک خاص مقام پر لے جاتے ہیں۔ وہاں اسکو ایک درخت کے ساتھ باندھ دیا جاتا ہے۔ اور یہ لوگ اس کے بدن پر گھی اور ہلدی ملتے اور پھول چڑھاتے ہیں۔ معلوم نہیں، کہ ہلدی اور زعفران کی تہہ میں کونسا راز ہے۔ لیکن خیال کیا جاتا ہے۔ کہ اس کی رنگت چونکہ سونے کی رنگت سے ملتی جلتی ہے۔ اس لئے خیال کیا جاتا ہے۔ کہ لوگ اس کو حیات بخش تصور کرتے ہیں۔ بہر حال یہ ایک نہایت پیچیدہ مضمون ہے جس پر یہاں بحث نہیں کی جاسکتی۔ اس موقعہ پر قربان کئے جانیوالے شخص کی ہر ایک چیز خاص طور پر متبرک سمجھی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ لوگ اس کے لعاب دہن کو حاصل کرکے اپنے بالوں پر ملتے یا اس کے بدن پر لگی ہوئی ہلدی کا کوئی ریزہ اپنے بدن پر لگانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے بعد زمین کی دیوی کے سامنے پرارتھنا کی جاتی ہے اور ایک پرانی قسم کا زمینی ناچ عمل میں آتا ہے

عام طور پر اس قسم کی کاروائی قربانی کی رسم ادا کرنے سے کئی دن پہلے کی جاتی ہے۔ یوم آخر کو یہ لوگ اس کے بدن پر تیل ملتے ہیں اور خلقت میں سے ہر شخص اسی تیل کو ہاتھ لگا کر اپنے بدن پر ملنے کی کوشش کرتا ہے۔ انجام کار یہ لوگ اس کا گلا گھونٹ کر مار دیتے ہیں گو بعض حالتوں میں اسکو اور طریقوں سے بھی ہلاک کیا جاتا ہے

آخر کار جب قربانی کی رسم ادا ہو چکتی ہے۔ تو ہر ایک پرستار دوڑ کر مقتول کی لاش سے گوشت کا ایک ایک ٹکڑا حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسکو وہ لوگ انجام کار اپنے کھیتوں میں دبا دیتے ہیں۔ تاکہ اس سے فصلوں کی فراوانی ہو لیکن اس بات کا بڑا خیال رکھا جاتا ہے۔ کہ مقتول کے سر اور آنتوں کو نہ چھیڑا جائے کیونکہ اس صورت میں دیوی اس کو ہرگز قبول نہ کریگی۔ سر کے متعلق یہ خیال غیر معمولی معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ معقول وجوہ پر مانا گیا ہے۔ کہ قدیم زمانہ میں جب بڈھے اور ضعیف بادشاہوں کی قربانی ہوتی تھی تو مقتول کا سر ہی کھیتوں کو زرخیز بنانے کیلئے ان میں رکھا جاتا تھا۔ اس سے [illegible] انگلستان کے بعض دیہات میں پائی جاتی ہیں۔

جن میں سے ایک تو علاقہ کی شائر کا عجیب و غریب [illegible] جسے [illegible] کہتے ہیں اور دوسرا لیسٹر شائر میں [illegible] کو [illegible] سے اوپر پھینکنے کی رسم ہے۔

بیان کیا جاتا ہے۔ کہ قدیم بنگال میں ایسی قربانی کے موقعہ پر اس شخص کو جسے قربان کرنا منظور ہوتا جیتے جی کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کیا جاتا تھا یا اس کو ہلکی آگ سے زندہ ہی بھونتے تھے۔ اسی طرح کے موقعوں پر وہ جتنا زیادہ چیختا چلاتا اور جدوجہد کرتا تھا۔ اسی قدر فصلوں کی زرخیزی زیادہ ہوتی تھی۔ آخری صورت میں مقتول کے سر اور آنتیں کبھی تقسیم نہ ہوتی تھیں۔ بلکہ قربانی کے تین دن بعد انکو جلا دیا جاتا تھا۔ اس سے جو راکھ پیدا ہوتی وہ یا تو کھیتوں پر بکھیر دی جاتی یا اسے دیوی کے بت کے سامنے چڑھا دیتے تھے۔

ان دونوں حالتوں میں آنتوں کا محفوظ رکھا جانا قابل ذکر ہے چونکہ ایسی حالتوں میں مقتول کی مشابہت اوسائرس سے پائی جاتی ہے۔ اس لئے خیال پیدا ہوتا ہے۔ یہ رسم قدیم مصری تہذیب کی یادگار ہے وہاں بھی آنتوں کو خاص طور پر محفوظ رکھ کر بعض محافظ دیوتاؤں کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ چھوٹی آنت ایک دیوتا کو اور بڑی دوسرے کو دیدی جاتی ہے اور انکو بعض دوسرے اعضائے جسم کے ساتھ برتنوں میں محفوظ رکھ لیا جاتا تھا۔ معلوم ہوتا ہے۔ اسی خیال کی بنا پر بنگال میں بھی مقتول کی لاش کا یہ حصہ محفوظ رکھا جاتا ہے۔

کلکتہ کے جنوب میں قریباً چار سو میل کے فاصلہ پر کھوند پہاڑیوں میں وحشی کھوند قوم کے لوگ رہتے ہیں کسی زمانے میں یہ لوگ کھلم کھلا انسانی قربانیاں کیا کرتے تھے لیکن اب ۱۸۳۵ء سے لیکر وہ ان کی بجائے صرف بھینسے۔ بکری اور بھیڑ کی قربانی پر کفایت کرتے ہیں

لیکن اس سے پہلے وہ زمین کی دیوی کے معبد پر پری پنیو۔ بیرہ پنو اور ٹھنڈا پنو کے نام سے زمین کی مختلف دیویوں کے آگے ایک ہی وقت میں تین تین آدمیوں کو قربان کر دیا کرتے تھے۔ ان تین میں سے ایک کی قربانی سورج کے لئے ہوتی تھی (مخفی نہ رہے۔ کہ سورج کے لئے قربانی کی ہندوستان میں صرف یہ ایک ہی مثال ملتی ہے) ایک اللہ گاؤں کے مشرقی حصہ اور دوسری مغربی حصہ کے لئے لیکن درحقیقت یہ تینوں قربانیاں مادر زمین کے لئے ہوتی تھیں۔

کھونڈ قوم کے لوگوں میں عام دستور تھا۔ کہ لکڑی کا ایک ٹکڑا قریباً چھ فٹ لمبا زمین میں گاڑ کر اس کے سرے پر ایک آڑی لکڑی باندھ دی جاتی تھی۔ اور جس شخص کو قربان کرنا ہوتا اس کے [illegible]

[illegible] رکھ دیئے جاتے تھے ایک تنگ قبر کھودی جاتی تھی جانوروں اس کی ٹانگیں باندھ کر پھر گر کر گڑھے میں ہو جاتے ہیں اور [illegible] اوپر لٹکا رکھا جاتا تھا۔ اسی اثنا میں پجاری اس شخص کی پیٹھ پر سے گزرتے ہوئے گوشت کے ٹکڑے کاٹتا جاتا تھا۔ دیوی سے التجا کی جاتی تھی۔ کہ وہ اس گوشت کو قبول کرے۔ اور اس کے بدلے کھونڈ قوم کو تکلیفوں اور فتح دے۔ اور اس بات کی خاص طور پر دعا کی جاتی تھی کہ کھونڈ قوم کے لوگ بادشاہوں اور حکومت کے ظلم سے ہمیشہ محفوظ رہیں۔ قربانی کی رسم ادا کرنے سے پہلے پجاری کچھ اس قسم کے الفاظ معذرت خواہی کے طور پر کہتا تھا۔ کسی طرح کا رنج نہ کرنا۔ کیونکہ دیوی تمہیں فوراً ہی نوش کریگی۔ ہم نے تجھے تیرے ماں باپ سے خریدا تھا۔ جن کو معلوم تھا۔ کہ ہم تجھے قربان کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے ہمارے سر پر کوئی پاپ نہیں ہے اگر ہے تو تیرے ماں باپ کے سر پر ہے۔"

اس تقریر کے بعد پجاری اس شخص کا سر کاٹ دیتا اور اس کا دھڑ قبر میں گر پڑتا لیکن سر وہیں لکڑی کے ساتھ بندھا ہوا لٹکا رہتا ہے جسے گدھ اور مردار خور جانور اسے کھا جاتے جس چھری کی مدد سے اس کی ہلاکت عمل میں آتی ہے اسے لکڑی میں ہی گڑا ہوا رہنے دیتے ہیں تاکہ اس کے بعد جو دو قربانیاں اور ہونی ہیں ان میں کام آئیں"

مہانے لوگ اس کو زندہ ہی ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے تھے۔

لیکن کبھی کبھی جب ان کا جوش حد انتہا تک پہنچتا تو وہ اس اذیت سے بچ جاتا تھا۔ ایسی حالتوں میں وہ اسے گھیر کر اس کے سر پر پیتل کے کڑے جو اسی موقعہ کے لئے بنائے گئے ہوتے تھے۔ مارتے اگر وہ اس طرح بھی نہ مرے تو یہ لوگ ایک پھٹے ہوئے بانس کی مدد سے اس کا گلا گھونٹ دیتے۔ اس کے بعد پجاری لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے وہ ٹکڑے حاضرین میں تقسیم کر دیتا اور کھونڈ لوگ ان ٹکڑوں کو لیکر اس ندی کی طرف دوڑتے جو ان کے کھیتوں کو سیراب کرتی تھی وہاں جاکر یہ لوگ گوشت کے ان ٹکڑوں کو پانی کے اوپر ایک بانس کے ساتھ باندھ دیتے۔ چونکہ ان لوگوں میں مردہ جلانے کی رسم نہیں۔ اس لئے وہ قربانی کی لاش کو مناسب رسموں کے ساتھ انجام کار دفن کر دیتے تھے۔ یہ بات قابل ذکر ہے۔ کہ قربان کئے جانیوالے آدمی کو وقت آخر میں مخاطب کرکے جو تقریر کی جاتی تھی۔ اس میں اس بات پر خاص زور دیا جاتا تھا۔ کہ ہم نے تم کو خریدا ہے۔ اس کا مطلب یہی سمجھا جا سکتا ہے۔ کہ یہ لوگ اپنے قبیلہ کو عزیزوں کے پاپ سے محفوظ رکھنا چاہتے تھے۔ یہ رسم کسی حد تک آسام کے ناگا لوگوں میں بھی پائی جاتی تھی سنہ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری میں یہ بات تحقیق ہوئی تھی کہ جس قبیلہ کے لوگ قربانی کے لئے مخصوص سمجھے جاتے ہیں ان کے [illegible] جانشین جنکو رسم مریا ادا کرنے کے لئے مخصوص کیا جا چکا تھا۔ سرکاری اہلکاروں کی کوششوں سے زندہ بچ گئے۔ لیکن جب ان سے ان کی ذات پوچھی گئی تو انہوں نے مریا ہی لکھوائی۔

جنوبی ہند میں جے پور نام کی ایک چھوٹی سی ریاست ہے جس کو راجپوتانہ کی مشہور ریاست جے پور سے مختلف سمجھنا چاہئے وزیگاپٹم ضلع کے متعلق جو سرکاری رپورٹ چھپی ہے۔ اس میں یہ بات مذکور ہے۔ کہ اس ریاست جے پور کے ایک راجہ نے گدی نشین ہونے کے موقعہ پر ایک تیرہ سال کی لڑکی کو درگا کے سامنے جو کالی دیوی کی ایک صورت ہے قربان کیا۔ مخفی نہ رہے کہ ریاست جے پور میں درگا کو ہی زمین کی دیوی خیال کیا جاتا ہے۔ اسی طرح جب سنہ ۱۸۸۰ء میں امپا کی بغاوت کا پتہ چلا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ان لوگوں نے کئی آدمیوں کو اسی غرض سے قربان کیا تھا۔ کہ انہیں اپنے باغیانہ ارادوں میں کامیابی حاصل ہو۔ ضلع بسم کٹک کے مقام امباوالا کے قریب دو شخصوں پر مقدمہ چلایا گیا تھا۔ کہ انہوں نے مریا کی رسم ادا کی ہے اسکے تین سال بعد ایک آدمی جے پور کے مندر میں مقتول پایا گیا۔ حالات سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس پر رسم مریا ادا کی گئی ہے۔ سنہ ۱۸۸۸ء میں تحقیقات کرنے سے پتہ چلا۔ کہ علاقہ بستر میں بعض لوگوں کو قربانی کی غرض سے اغوا کیا جاتا ہے۔ اور ابھی بہت مدت نہیں گذری کہ سنہ ۱۹۰۲ء میں گنجام کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے روبرو اسی مضمون کی عرضی پیش کی گئی۔ کہ ہمیں انسانی قربانی کی اجازت دی جائے کسی زمانہ میں اسی ریاست جے پور میں دختر کشی کا رواج زوروں پر تھا۔ اور معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس سے ریاست کو معقول آمدنی ہوتی تھی طریقہ عمل یہ تھا۔ کہ جب کسی کے گھر بچہ پیدا ہونے والا ہو تو پجاری سے دریافت کیا جاتا تھا۔ کہ اسے زندہ رہنے دیا جائے یا مار دیا جائے؟ اگر وہ مارنے کی اجازت دیدیتا تو والدین کو اپنی ذات کے سربراہ کو ایک معقول فیس اس بات کیلئے ادا کرنی پڑتی کہ اپنے بچہ کو مارنے کی اجازت مل گئی ہے۔ اور قبیلہ کا وہ سربراہ اپنی اس آمدنی میں سے کم و بیش تین سو روپیہ سالانہ راجہ کو ادا کرتا تھا۔ اس سلسلہ میں یہ بات معلوم ہوتی ہے۔ کہ کھونڈ علاقہ کا وہ حصہ جسمیں دختر کشی زوروں پر تھی قریباً دو ہزار مربع میل میں پھیلا ہوا تھا اسکی آبادی ۷۰ لاکھ چالیس ہزار اور ہر سال بارہ سو کے قریب پندرہ سو بچیوں کی قربانی عمل میں لائی جاتی تھی (باقی آئندہ)

جنت بنادے

از حضرت ساحر چشتی اوجینی

نظر سے نظر کو وہ صہبا پلادے
جو دیوانہ کردے جو بیخود بنادے
ذرا سامنے آکے پھر مسکرادے
نگاہوں کی جنت کو جنت بنادے

میرے جذبۂ دل کو وہ حوصلہ دے
جو دُنیائے عشق و وفا جگمگادے
تری صاعقہ پاش نظروں کا صدقہ
مری شمع حسرت جلاکر بجھادے

پھر اک بار چشم تصور میں آکر
نظر کو مری رشک ایمن بنادے
شراب محبت کے دے دے کے چھینٹے
بھڑکتے ہوئے دل کے شعلے بجھادے

میں برہم کن بزم عیش و طرب ہوں
مجھے اپنی محفل سے ساقی اٹھادے
ذرا ڈال کر عکس مہر محبت
مرے زخم دل صبح رخشاں بنادے

میں وہ حسن جاذب نظر چاہتا ہوں
جو میری نظر کو گلستاں بنادے
یہی منزل جستجو ہے یہیں پہ
ارے دل! متاع محبت لٹادے

کبھی جس کو چھیڑا تھا سازِ وفا پہ
وہی نغمہ پھر آج مجھکو سنادے
وہی موج غم حاصل زندگی ہے
جو کشتی کو میری ٹھکانے لگادے

لنڈھاکر محبت کے صہبائے رنگیں
ذرا میرے ساغر کو ساغر بنادے

بہار — از شیلا کی آمد

از حضرت اثر مچھلی شہری

جھوم کے آئیں — کالی گھٹائیں
نغمہ بہ لب ہیں — مست فضائیں
آؤ تماشا — تم کو دکھائیں

ایسی بہار اور — ایسا موسم
ایسی مستی — ایسا عالم
اللہ اللہ — کالی گھٹائیں

فصل بہار آئی — کہ قیامت
زوروں پہ ہے — سودائے محبت
دشتِ جنوں کو — چل کے بسائیں

سیر چمن کو — شیلا آئی
جانِ حزیں پر — آفت لائی
کیوں کر آخر اب — دل کو بچائیں

ہائے یہ جلوہ — ہائے یہ منظر
حسن کی دیوی — پریم کا مندر
آؤ چلو دل — بھینٹ چڑھائیں

صبح بہاراں — چہرۂ انور
شام غریباں — زلف معنبر
کیوں نہ فضائے — ارض پہ چھائیں

فتنۂ سراپا — نازش عریاں
سرو بہ قامت — حشر بہ داماں
آنکھوں میں جادو — کافر ادائیں

لوٹ رہی ہے — لطف بہاراں
چال میں مستی — زلف پریشاں
کھیل رہی ہیں جن سے ہوائیں

برق بلا ہے — طرز تبسم
ہوش پریدہ — میں ہمہ تن گم
اٹھتی جوانی — چڑھتی بلائیں

شانتا نے خودکشی کیوں کی؟

بمبئی کا ایک المناک سانحہ

پڑھو اور سبق حاصل کرو

تہذیب جدید اور نئی روشنی کے دلدادگان کے لئے تازیانۂ عبرت

گاڑی گرانٹ روڈ سے روانہ ہوئی۔ فاسٹ گاڑی تھی ڈبے مسافروں سے کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے۔ جگہ بالکل نہ تھی۔ دروازے پر بھی بھیڑ تھی اچانک گاڑی واور ہینگر رک گئی۔ سب حیران تھے کہ گاڑی یکایک کیوں رک گئی بعد میں پتہ چلا کسی نے زنجیر کھینچ دی ہے کوئی گر پڑا ہے

شانتا اور رمیش بھی اسی گاڑی میں سفر تھے جو بمبئی سے آ رہے تھے دونوں میں گہری دوستی تھی۔ دونوں کالج میں پڑھتے تھے اور ایک ایسی پارٹی سے تعلق رکھتے تھے جس کے تمام ارکان ایک اصول اور ایک خیال کے تھے۔

دونوں ہنس ہنس کر باتیں کر رہے تھے گاڑی کے رکنے کی ہلچل نے انہیں بھی اپنی جانب متوجہ کر لیا۔ اسی شور و ہنگامہ میں رمیش کا بدن شانتا کے جسم سے چھو گیا۔ شانتا کے جسم میں ایک بجلی سی دوڑ گئی۔ اسے ایک عجیب طرح کا کیف و سرور محسوس ہوا۔ جسم میں ایک سنسنی سی پیدا ہو گئی رمیش نے شانتا سے پوچھا کون گرا؟

شانتا نے جواب دیا۔ ہوگا کوئی کل کے پرچوں میں شائع ہو جائے گا۔ دیکھ لینا۔

تھوڑی دیر کے بعد گاڑی پھر آگے روانہ ہوئی۔

شانتا اور رمیش کا جس پارٹی سے تعلق تھا۔ اس میں کل پانچ ممبر تھے۔ دو یہ باقی تین تھے۔ کرشن اور کملا۔ اکثر اوقات پانچوں ساتھ ہی رہتے ساتھ ہی اٹھتے بیٹھتے اور ساتھ ہی سیر و تفریح کرتے۔ سب کے سب حسین و جمیل توانا و تندرست خوش باش و خوش و خرم تھے انہیں کسی بات کی فکر نہ تھی وہ زندگی کی الجھنوں اور دشواریوں کا مذاق اڑایا کرتے ہیں ان کی زندگی میں غور و فکر اور متانت و سنجیدگی کیلئے کوئی گنجائش نہ تھی۔ کھانا پہننا اور خوش رہنا۔ ان کا نصب العین تھا ان میں باہم کسی طرح کا تکلف اور حجاب نہ تھا کوئی اپنی کسی بات کو آپس میں پوشیدہ نہیں رکھتا تھا ہر شخص نہایت آزادانہ طور پر اپنے خیالات دوستوں کے سامنے ظاہر کر دیا تھا وہ اپنے مقصد حیات کو کامیاب بنانے کیلئے ہر وقت اور ہر حال میں خوش رہنا اپنا سب سے بڑا فرض سمجھتے تھے شانتا شباب و رعنائی کا مجسمہ تھی۔ حسین چہرہ، متناسب اعضاء۔ سحر آفرین آنکھیں۔ موزون قد۔ چلتی تو مورنی کی طرح خوش خرامی کرتی ہوئی۔ جس طرف سے نکل جاتی لوگ دیکھتے رہ جاتے۔ کملا بھی حسن و جمال میں کچھ کم نہ تھی مگر شانتا کی بات ہی کچھ اور تھی۔ ذکاوت و گویائی میں بھی شانتا کملا سے بہت بڑھی ہوئی تھی وہ بحث کرنے پر آ جاتی تو کملا کا بولنا دشوار ہو جاتا۔

ان میں باہم نہایت خلوص تھا۔ لیکن شانتا اور رمیش میں بالخصوص بہت چھنتی تھی۔ پارٹی میں شانتا نہ ہوتی تو رمیش کو لطف نہ آتا تھا۔ اور رمیش نہ ہوتا تو شانتا کو بے کیفی محسوس ہوتی۔ کبھی کبھی دونوں حیلہ کر کے پارٹی سے چلے جاتے۔ ساتھیوں کو برا معلوم ہوتا مگر کوئی لب کشائی نہ کرتا۔ وقت کے ساتھ ساتھ ان کے حسن و شباب اور افکار و خیالات میں ترقی ہو جاتی تھی۔ وہ شادی بیاہ کو بچوں کا کھیل سمجھتے تھے ان کی زندگی میں اس چیز کو کوئی اہمیت حاصل نہ تھی ان کا قول تھا۔ کہ انسان شادی کے بغیر ہی ہر قسم کے صنفی حظ و سرور حاصل کر سکتا ہے۔ پھر شادی کر کے مقید اور مجبور بننے کی کیا ضرورت ہے؟ وہ کسی کی شادی کا تذکرہ سنتے تو آپس میں اس کا خوب مضحکہ اڑاتے اور اس کے متعلق احمق اور نادان کا ریمارک پاس کرتے۔

آج کملا کچھ اداس تھی۔ اس کا چہرہ افسردہ اور مضمحل نظر آ رہا تھا تمام احباب جمع ہو گئے۔ تو اس نے کہا۔ ہر وقت ہا دیہا چلتے رہنا بھی اچھا نہیں۔ انسان کو کبھی اپنے گرد و پیش کے حالات پر نظر ڈالنا اور اس پر غور بھی کرنا چاہئے۔

رمیش نے ہنستے ہوئے [illegible] آج تم بڑا حسینوں کی سی باتیں کیسے

کملا نے ایک افسوسناک اور دلگیر پاتمی واقعہ سنایا۔ لیکن اس میں کوئی ندرت و جدت نہ تھی ایسے واقعات تو آئے دن رونما ہوتے رہتے ہیں۔ ایک بیوہ نے خودکشی کر لی تھی جس کی وجہ بھی وہی کہنہ اور فرسودہ تھی سماج نے اُسے خودکشی کرنے پر مجبور کیا تھا۔

جب تک کملا واقعہ بیان کرتی رہی سب خاموشی سے سنتے رہے لیکن وہ جیسے ہی چپ ہوئی نرنجن نے ایک زور کا قہقہہ لگایا اور کہا۔ سن لی آپ لوگوں نے کملا کی بات؟ اب آئیے سب ملا کر مرحومہ کا ماتم کریں۔

ہاں تو اب معلوم ہوا۔ کہ ہماری کملا دیوی بھی دنیا کے رنج و راحت کو سمجھنے لگی ہیں۔ اور ان کی پیروی میں ہمیں بھی ان چیزوں پر کامل متانت و سنجیدگی سے غور و فکر کرنا چاہئے۔ رمیش نے کملا کو چھیڑتے ہوئے کہا۔

"یہ تو پوری فلاسفر بن گئی ہیں" نوین نے کہا "امید ہے کہ یہ جلد ہی ایک بڑے لیڈر کی حیثیت حاصل کر لیں گی۔"

اور چلو گھمارو قابلیت۔ احمق کہیں کی۔ شانتا نے کملا کا مزید مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔

~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~

رمیش اور شانتا کی بے تکلفی اور بے حجابی میں برابر اضافہ ہوتا چلا گیا۔ گاڑی میں رمیش کے ساتھ جھوم جانے سے اسے جو سرور و نشاط حاصل ہوا تھا۔ اب وہ ایک عریاں اور عملی صورت اختیار کر گیا تھا اب یہ دونوں دوستوں کی پارٹی سے اکثر غیر حاضر رہتے۔ پارٹی کی طرف سے انہیں طعنے بھی دیئے جاتے۔ مگر یہ ساری باتوں کو مذاق میں اڑا دیتے

شانتا میں ایک خاص شگفتگی اور دلآویزی پیدا ہو گئی تھی۔ اب وہ پہلے سے بھی حسین و جمیل معلوم ہوتی تھی۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر کملا سے خاموش نہ رہا گیا۔ وہ کہہ بیٹھی "شانتا تم پر تو جیسے حسن و شباب پھٹا سا پڑ رہا ہے۔" یہ سنکر شانتا اور رمیش کی معنی خیز نظریں ایک دوسرے کی طرف اُٹھ جاتیں جن کو ان دونوں کے سوا اور کوئی سمجھ نہ سکتا۔"

اس صورت حال کا نتیجہ کا جو ہونا چاہئے وہ ہو کر رہا شانتا کو [illegible] ایک خاص قسم کا کسل و اضمحلال محسوس ہونے لگا۔ اس کو [illegible] کا فکر دامنگیر ہو گیا۔ اس نے سوچا کہیں یہ اسکی ہوس کا ردِ عمل [illegible] کا نتیجہ نہ ہو۔ دل نے کہا۔ نہیں یہ [illegible]
[illegible]

اس حقیقت کی تصدیق کر دی۔

جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا۔ شانتا کی [illegible] میں زیادتی ہوتی جاتی تھی۔ وہ ہر وقت یہی سوچتی رہتی تھی کہ اب کیا ہوگا۔؟ اب اس کے چہرے پر نہ وہ شگفتگی اور تازگی تھی نہ طبیعت میں وہ چونچال اور چنچل پن۔ اس نے دوستوں سے ملنا جلنا بہت کم کر دیا تھا۔ وہ کبھی کبھی مل بھی لیتی تھی تو اس لئے۔ کہ دوستوں کو اس کی جانب سے کسی قسم کا شک و شبہ نہ ہو۔ وہ دوستوں سے مل کر پہلے ہی کی طرح ہنسنے کی کوشش کرتی لیکن اسکی ہنسی میں اب وہ روح اور زندگی نہ تھی شانتا کے احباب بھی اس کی یہ حالت دیکھ کر حیران تھے۔ کبھی کبھی ان میں سے کوئی پوچھ بھی بیٹھتا "شانتا تم کو یہ کیا ہو گیا ہے۔ جو تم روز بروز افسردہ اور مضمحل ہوئی جا رہی ہو؟ تمہاری وہ خوش مزاجی اور زندہ دلی کہاں چلی گئی؟ تمہارے چہرے پر بھی وہ رونق اور تازگی نہیں۔"

شانتا ان سب کے جواب میں ایک سوکھی ہنسی ہنس دیتی اس کے سوا اور اسکے پاس جواب ہی کون سا تھا۔ رمیش کو بھی اس کی اندرونی حالت کا علم نہ تھا۔ اس کے پوچھنے پر بھی شانتا اسی طرح ٹال دیا کرتی تھی

شانتا نے پیش آمدہ خطرے کے انسداد کی ساری امکانی کوششیں صرف کر دیں۔ مگر اس کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہوئی۔ اُسے مستقبل کی فکر گھلائے ڈال رہی تھی کبھی کبھی تو اُسے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس کا دماغ خراب ہو جائے گا۔ اور وہ پاگل ہو جائیگی وہ ایک روز انہیں افکار و تردوات کے سیلاب میں بڑھ رہی تھی کہ اسے خیال آیا۔ کہ اگر وہ رمیش سے شادی کر لے تو اُسے آئندہ مصیبت سے باسانی نجات مل سکتی ہے۔ لیکن اسکے سوچا رمیش شادی کرنے پر تیار بھی ہوگا؟ ہماری پارٹی تو ہمیشہ شادی کا مذاق اڑاتی رہی ہے۔ ابھی تو چند ہی روز ہوئے میں نے خود رمیش سے کہا تھا۔ کملا نے شادی کر لی کتنی احمق ہے وہ کیا شادی کے بغیر خوش نہیں رہ سکتی تھی ہم دونوں نے شادی نہیں کی ہے۔ تو کیا ہماری زندگی کی شادمانیوں اور مسرتوں میں کمی اور کوتاہی پائی جاتی ہے؟

اس پر رمیش نے میرا ہاتھ دبا کر کہا تھا۔ کہ ایسے لوگوں کے احمق ہونے میں بھی کوئی شبہ ہے جو خواہ مخواہ اپنے پاؤں میں بیڑیاں ڈال لیتے ہیں!

اس طرح کی کتنی باتیں یاد آ آ کر شانتا کو رمیش سے شادی کی درخواست کرتے ہوئے روک رہی تھیں۔ لیکن اس کے سوا چارہ کار ہی کیا تھا۔ وہ سوچنے لگی۔ رمیش مجھ سے محبت کرتا ہے
[illegible]
~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~

اس لئے میری بھی اس نے میرے ساتھ بھی اس کا نتیجہ بھی بھگتنا چاہئے میں اس سے کہونگی اور ضرور کہونگی۔

اس فیصلے کے مطابق شانتا رمیش کے پاس گئی۔ مگر ادھر اُدھر کی بہت سی باتیں بکنے کے بعد بھی اصل بات اس کے منہ سے نہ نکل سکی وہ یہ خیال کر کے چپ رہ گئی کہ اگر رمیش نے انکار کر دیا تو پھر کیا ہوگا۔ کچھ دنوں اسی طرح گذر گئے۔ اب پس و پیش کی مطلق گنجائش باقی نہیں رہی۔ اس نے طے کر لیا کہ جو بھی ہو۔ مگر اب وہ رمیش سے کہے بغیر نہ رہے گی چنانچہ وہ ایک روز رمیش کیساتھ جوہو پر گئی دونوں لوگوں سے الگ ریت پر بیٹھے آفتاب غروب ہو چکا تھا شانتا نے کہا "رمیش مجھے تم سے ایک بات کہنی ہے" شانتا کے لہجے میں اضطراب و پریشانی کا اظہار ہو رہا تھا۔

رمیش تعجب اور حیرانی کے ساتھ بولا۔ کہو کیا بات ہے شانتا؟ تم اسقدر پریشان کیوں ہو؟ شانتا نے ایک ایک کر کے تمام حالات بیان کئے۔ رمیش کا چہرہ اُتر گیا۔ اس نے کچھ پریشانی اور کچھ ہمدردی کے ساتھ کہا۔ تو اب کیا ہوگا شانتا؟"

اب تو ایک ہی صورت باقی ہے۔ شانتا ابھی بات پوری کرنے سے پہلے ہی چپ ہو گئی جیسے کسی نے اس کی زبان پکڑ لی۔ ہاں وہ کیا صورت ہے رمیش نے بیتابی سے سوال کیا۔

"ہم دونوں آپس میں شادی کر لیں" شانتا یہ کہہ کر رمیش کے جواب کا اضطراب آمیز انتظار کرنے لگی۔ رمیش نے شادی کے اصول کو تو کبھی تسلیم ہی نہیں کیا۔ وہ تو عورت کو صرف جذبات پرستی اور نفس رانی کا ذریعہ سمجھتا تھا وہ اپنے کو شادی کی قید و بند میں کیونکر مبتلا کر سکتا تھا اس نے کہا شانتا! ہم شادی کیسے کر سکتے ہیں ہم تو شادی کے قائل ہی نہیں ہیں شانتا کی امیدوں پر پانی پھر گیا اس نے بڑی مشکل سے آنسوؤں کے سیلاب کو روکتے ہوئے کہا۔ لیکن اس کے سوا اور چارہ کار ہی کیا ہے؟

رمیش پھر بھی شادی کیلئے تیار نہ ہوا وہ ایک عورت اور ایک ہونیوالے بچے کیلئے زندگی بھر کے اصول کو خیرباد کیسے کہدیتا اگر وہ شانتا سے شادی کر لے تو اس سے زیادہ خام اصول اور کون ہو سکتا ہے؟ لیکن وہ اتنا بھی ذلیل نہیں۔ کہ شانتا کی ہر طرح اعانت و دستگیری سے انکار کر دے اس نے کہا شانتا! شادی کا نام تو ہمارے اصول زندگی کیخلاف ہے لیکن اسکے سوا میں تمہاری ہر طرح کی امداد و اعانت کیلئے تیار ہوں۔"

شانتا نے گلوگیر آواز میں کہا۔ رمیش! اگر ہم دونوں کی شادی نہ ہوئی تو سماج میں میری ذلت و رسوائی کی انتہا نہ رہیگی میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہونگی۔ شانتا کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے

لیکن بجائے اس کے کہ شانتا کے آنسو دیکھ کر رمیش کے دل میں گداز پیدا ہوتا اس نے قہقہہ لگا کر کہا۔ شانتا تم کیسی حماقت و بزدلی کا اظہار کر رہی ہو۔ اس طرح تمہیں ایک نئے تجربے کا موقعہ ملیگا۔"

ایک وقت تھا کہ رمیش کے قہقہے کے جواب میں شانتا بھی قہقہے لگایا کرتی تھی اور اسکی تیز تر اور بلند تر آواز اسکی زندہ دلی اور شگفتگی کا خیال ہو چکی تھی اسلئے اسیطرح بھرائی ہوئی آواز میں کہا رمیش میری جان پر بنی ہوئی ہے اور تمہیں مذاق سوجھا ہے۔ تم میرا مضحکہ اڑاتے ہو مگر اس بات کو بھول جاتے ہو کہ میں آج جس مصیبت میں مبتلا ہوں۔ اسکی ذمہ داری تنہا میرے سر نہیں ہے تم بھی اس میں برابر کے شریک ہو۔"

یہ سنکر رمیش ایک دفعہ کچھ گھبرایا۔ مگر ذرا سے تامل کے بعد اس نے کہا۔ لیکن شانتا اس کا کیا ثبوت ہے۔ کہ یہ بچہ میرا ہی ہے؟

شانتا اور سب کچھ تو سن سکتی تھی مگر یہ سننے کیلئے تیار نہ تھی وہ بھی رمیش کی زبان سے وہ اسکے بعد بغیر ایک لفظ کہے وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی وہ نہیں سمجھتی تھی کہ اس نے جس سے اتنی محبت کی جس کو اپنے دل میں اتنا اونچا مقام دیا جس پر اپنے حسن و شباب کی سب سے گراں بہا متاع قربان کر دی وہ اسقدر ایسا انسانیت سوز اور جگر پاش جواب دیگا۔ ساتھ ہی وہ اپنے طرز زندگی پر بھی غور کرنے لگی۔ اس نے خود ایسی باتوں کو کبھی اہمیت نہ دی تھی وہ بھی ہمیشہ صرف عیش و عشرت کو مقصد زندگی سمجھتی رہی۔ ہنسنے اور رنگ رلیاں منانے کے سوا کسی اور کام سے واسطہ نہیں رکھا۔ اسے اس عورت کا واقعہ یاد آیا جو چلتی ہوئی گاڑی سے کود پڑی اور جس کے اسطرح جان پر کھیل جانے کو شانتا نے اتنی اہمیت بھی نہ دی کہ اتنا تو پتہ چلا لے۔ کہ آخر اس نے ایسا اقدام کیوں کیا؟ اسے آج خیال آیا کہ کہیں اس عورت نے بھی تو کسی ایسی ہی صورت حال سے عاجز آکر خودکشی کی کوشش نہیں کی تھی؟

اس عورت کے واقعہ پر غور کرتے کرتے جیسے شانتا کی آنکھیں کھل گئیں اسے ایسا معلوم ہوا گویا اس کے سر سے مصیبت کا پہاڑ ٹل گیا اس نے سوچا اس مصیبت کا بہترین حل خودکشی ہے اسطرح سماج میں اس کی ذلت و رسوائی ہوگی نہ اسکے ماں باپ کی۔ اس نے خودکشی کرنا طے کر لیا

دوسرے روز جوہو پر پولیس کو شانتا کی لاش پڑی ملی۔ اس روز کے اخباروں میں یہ خبر شائع ہوئی۔ لیکن کسی کو یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ شانتا نے خودکشی کیوں کی؟ اس کے والدین تک کو اس اقدام کے محرکات کا پتہ نہ چل سکا۔ رمیش کے حلقۂ احباب میں یہ تذکرہ آیا تو اس نے صرف اتنا کہا۔ "چھوڑو اس کے قصے کو وہ محض ایک احمق دیوانی تھی؟"

[illegible]

کیفیات

از جناب سید اسد رضا جعفری صاحب اسدؔ لکھنوی

خواہشِ التفات کیوں شکوۂ ہر ملال کیا
ہو چکے جب نثارِ غم اُن سے کریں سوال کیا
عشق سے اجتناب کیوں عشق سی احتمال کیا
عشق ہے دردِ مستقل درد ہو پائمال کیا
کر چکے جب خرابِ زیست مجھکو تو پھر ملال کیا
دیدۂ اشکبار کیوں اسقدر انفعال کیا
جلوۂ بے پناہ ہے دعوتِ ہر نگاہ ہے
آئنہ جمال بن عکسِ رُخِ جمال کیا
عشق مرا سکوں فروش عزم مرا جنوں نواز
سر بسر اضطراب ہوں کوئی ہو ہم خیال کیا
شوق ہے عین مصلحت شوق کو آزمائیں کیوں
جب نہیں تم ہو سامنے پھر کریں عرضِ حال کیا
میری نگاہ الاماں، حاصلِ حُسنِ دو جہاں
معنیِ صد نظر ہوں میں میرے لئے جمال کیا
عشق ہے عین بیخودی عشق میں ہوش کب اسدؔ
دُوریِ فکر چاہیئے کشمکشِ خیال کیا،

الہامات

از حضرت نفیسؔ سندیلوی

تیری شوخی جب مجھے یاد آئے ہے
دل مرے پہلو سے نکلا جائے ہے
دل جب اے ناصح کسی پر آئے ہے
جان پر کیا کیا قیامت ڈھائے ہے
یاد وہ چشمِ سیہ جب آئے ہے
خوُن کے آنسو مجھے رُلوائے ہے
دو گھڑی کے واسطے آجائیے
آج میرا جی بہت گھبرائے ہے
بیکسی ہیں کوئی بھی مُونس نہیں
دل کو میں اور دل مجھے سمجھائے ہے
صُبح تک رہتا ہے تیرا انتظار
یاد تیری رات بھر تڑپائے ہے
چارہ گر کیا وقتِ آخر ہے یہی
دل مرا کیوں آج ڈوبا جائے ہے
لے اُٹھا جاتا ہوں میں دُنیا سے آج
اپنے در سے کیا مجھے اُٹھوائے ہے
کیا بُری شے ہے محبت بھی نفیسؔ
آدمی کو ٹھوکریں کھلوائے ہے

فلمی دنیا — ہالی ووڈ کی ایکٹرسوں کا معیارِ محبت

جین ہارلو ہالی ووڈ کی ایک بہری پیکیاور ماہوش حسینہ تھی ہالی ووڈ میں آرکسٹرا کا کام کرنے والی حسین ونازنین دوشیزائیں بھی جس کو دیکھتیں تو ایک آہ بھر کر کہتیں۔ کاش ہم بھی جین ہارلو کی طرح حسین ہوتی" جین ہارلو نے سب سے پہلے جس فلم میں کام کیا اس کا نام "تبلس المحلیس" تھا اسی ایک فلم میں کام کرکے وہ ہالی ووڈ کی صف اول کی ایکٹریسوں میں شامل ہو گئی۔ اس کے بعد اس نے متعدد فلموں میں پارٹ کئے جو لوگوں کو بہت پسند آئے۔ اس کا ایک پارٹ بھی ناکام نہیں ہوا۔

اس میں ایکٹنگ کی فطری صلاحیت موجود تھی۔ اس کے علاوہ اس کا حسن وجمال اس کی ایکٹنگ میں اور بھی چار چاند لگاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جلد ہی اس کے بکثرت چاہنے والے پیدا ہو گئے

جین ہارلو جس طرح آئے دن نئی نئی فلموں میں پارٹ کرتی رہتی تھی۔ اسی طرح آئے دن نئے نئے چاہنے والوں سے محبت کرتی رہتی تھی گویا وہ فلموں ہی میں نہیں بلکہ اپنی حقیقی زندگی میں بھی محبت کے پارٹ کرتی رہتی تھی۔ جین ہارلو کی حیات معاشقہ اسی وقت سے شروع ہو جاتی ہے جبکہ اس کی عمر سولہ سال کی ہے ہالی ووڈ کی ایکٹریسیں عشق ومحبت کے معاملے میں حسد ردآزاد وبیباک ہوتی ہیں۔ اس کا اندازہ اس سے فرمایئے کہ ایک روز جین نے اپنے عاشق سے کہا اگر تم میرے ساتھ شادی کرنے کو تیار ہو تو میں بھی اپنے ماں باپ کو چھوڑ کر تمہارے ساتھ چل سکتی ہوں" عاشق تو عاشق ہی تھا وہ کیوں پیچھے قدم ہٹاتا وہ تیار ہو گیا اور جین سچ مچ ماں باپ اور گھر کو چھوڑ کر اسکے ساتھ ہولی لیکن اسکی دارفتہ مزاجی دیکھئے کہ وہ ایک روز بھی اسکے ساتھ سکون واطمینان کی زندگی نہ گذار سکی۔ اور دوسرے ہی روز اس پر لعنت بھیجکر اپنے گھر واپس چلی آئی۔

جسوقت جین ہارلو گھر پہنچی اسکے ماں باپ بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے ان شریفوں نے یہ بھی پوچھنے کی ضرورت نہ سمجھی۔ کہ صاحبزادی تم رات بھر کہاں غائب تھیں اور کہاں سے آ رہی ہو؟ انہوں نے اس کیلئے بھی کھانا منگوایا۔ جین نے دوسرے ٹیبل پر بیٹھ کر کھانا کھایا۔ پھر اسطرح باپ ماں سے گپ شپ کرنے لگی گویا ایک مرد سے وابستہ ہونا اور اس سے علیحدہ ہو جانا کوئی اہمیت ہی نہیں رکھتا۔ اسی سے آپ ہالی ووڈ کی ایکٹریسوں کے معیارِ محبت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

جین ہالی ووڈ کی جس فلم کمپنی میں پارٹ کرتی تھی اس کمپنی میں مسٹر ہیل روسن کیمرہ میں کام کرتا تھا وہ جین کو ایک فلم نام "معشوقہ" میں پارٹ کرتے دیکھ کر اس پر سو جان سے عاشق ہو گیا۔ محبت نے چند ہی روز میں خاصے ربط وضبط کی صورت اختیار کر لی اور دونوں رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو گئے لیکن یہ جین کی فطرت کیخلاف تھا کہ وہ کسی کی ہو کر سکون واطمینان کی زندگی گذارتی چنانچہ سہاگ ہی کی رات اس نئے جوڑے میں جنگ وپیکار شروع ہو گئی نتیجہ یہ ہوا کہ مسٹر ہیل نے جین کو طلاق دیدی۔

جین ہارلو کی زندگی خوب لطف وآرام سے گذر رہی تھی وہ اپنی آمدنی کا کافی حصہ اپنے دوستوں کی چائے پارٹی میں خرچ کر دیتی تھی وہ فیشن کی بھی دلدادہ تھی اسے لباس وپوشاک سے بہت دلچسپی تھی چنانچہ وہ ایک طرح کے کپڑے کئی روز تک پہننا کبھی پسند نہیں کرتی تھی ہالی ووڈ میں یہ بات مشہور تھی۔ کہ جین کسی کپڑے کو زیادہ دنوں تک اپنے پاس نہیں رکھتی بالکل اسی طرح وہ اپنے شوہر بھی بدلتی رہتی ہے اسے ایک ہی شخص کے ساتھ زیادہ دنوں تک رہنا پسند نہ تھا۔

جین ہارلو نے ول ایرمنٹن میں اپنا سکونتی مکان تعمیر کرایا تھا جسکی آرائش میں اس نے لاکھوں پونڈ خرچ کر دیئے تھے اس مکان میں وہ اپنے دوستوں کو چائے کی دعوت دیتی لوگ بیٹھکر گپ شپ کرتی اور مزے سے وقت گذارتے نوجوان فلمی دنیا میں کام کرنیوالی ایکٹریسوں کی طرف بہت جلد مائل ہو جاتے ہیں ایسے منچلے یورپ امریکہ اور دوسرے ممالک سے برابر ہالی ووڈ میں پہنچتے رہتے ہیں اسیطرح کا ایک نوجوان جو پیرس کے ایک دولتمند کا بیٹا تھا ایک دفعہ جین کے مکان پر پہنچا اس نے "سو فیصدی صاف" نامی فلم میں جین کی دلفریب تصویر دیکھی تھی اور اسی کو دیکھ کر وہ جین کا دالہ وشیدا ہو گیا تھا۔ جین نے بڑے پیار سے نوجوان کو لیکے ڈرائنگ روم میں بٹھایا۔ اور اسکے آنے کی وجہ دریافت کی مگر جب اس نے اپنا مدعا ظاہر کیا تو جین نے کہا آپ میری خوبصورتی پر کیا مٹے ہیں کہ میرے فن پر اور آپ میں فن کے سمجھنے کی صلاحیت بھی نہیں اس لئے آپ نے ناحق میرا وقت آدھ گھنٹہ برباد کیا لہٰذا اسکی فیس کے دس پونڈ دیکر یہاں سے تشریف لے جائیں۔ نوجوان بولا۔ صرف دس پونڈ! میں تو آپکے دینے کیلئے بہت کچھ لایا تھا" جین بولی۔ تو آپ اسے بھی دیجا سکتے ہیں۔ لیکن میرا زیادہ وقت برباد نہیں کر سکتے۔ نوجوان دس پونڈ دیکر چلا گیا کچھ دنوں اس سے بھی جین کا تعلق رہا۔ آپ صرف جین کے کہنے

بیوفا مرد کی کہانی

ایک فریب خوردہ عورت کی زبانی

(۱)

سُورج دُور بہت دُور، گنجان درختوں کی
آڑ سے جھانک رہا تھا،
ہوا کے ہلکے جھونکے ہوا میں اٹکھیلیاں کر رہے تھے
کائنات، جیسے کوئی سرمخمور رقاصہ
رقص کرتے کرتے بیدم ہو جائے اور ساکت
میں نے تمہیں پہلی بار دیکھا
نگاہیں چار ہوئیں اور مائل بہ سرگوشی
شاید میری آنکھوں نے تم سے کچھ کہا اور
تمہاری آنکھوں نے بھی
لیکن کیا کہا، مجھے نہیں معلوم، میں بالکل سمجھ سکی
میری نگاہیں، تمہاری تصویر پتلیوں میں
چھپائے، مایوس پلٹ آئیں
اور میرے اعماقِ قلب سے آواز آئی
"شاید تمہارے پہلو میں دل نہیں"

(۲)

سُورج اپنے فرائض انجام دیتا رہا،
چاند وقت پر نکلتا اور چھپتا رہا،
زمین اپنے محور پر استقلال سے گردش کرتی رہی،
اور میرے پیارے، بالکل اسی طرح میرے
معمول میں بھی فرق نہ آیا،
میرے صفحۂ دل پر تمہاری تصویر امتدادِ زمانہ
کے ساتھ ساتھ پختہ ہوتی گئی،
آخر میرے دن کی مصروفیتیں تھیں اور تمہارا خیال
رات کی تنہائیاں تھیں اور تمہارا تصور
مگر میرے پیارے، میں سوچتی تھی کہ
شاید، تم دردِ محبت سے آشنا
نہیں ہو" ــــــــ

(۳)

ہوا کے ہلکے ہلکے اور غیر مسلسل جھونکے جو کبھی
نرم و نازک شاخ کو حرکت دے سکتے ہیں جب
تیز و تند ہو جاتے ہیں تو بڑے سے بڑا تناور
درخت بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا،
دریا کا بہتا ہوا پانی کبھی سنگریزوں پر سے
گذر جاتا ہے، لیکن جب سیلاب آتا ہے تو
اس کی روانی میں بڑے بڑے پتھر بھی نہیں
ٹھک سکتے ــــــــ
میرے محبوب! بالکل اسی طرح میری خاموش
اور معصوم محبت کے طوفان نے تمہیں بھی
ہوشیار کیا ــــــــ
میرے پرسکون جذبۂ پرستش نے تمہارے
دل پر بھی اثر کیا ــــــــ
تم بھی میری محبت کو محسوس کرنے لگے،
لیکن یہ میرے جذبۂ محبت کا اثر تھا
ورنہ تم، میرے محبوب، سچ مچ نہیں سمجھتے تھے کہ
"محبت کسے کہتے ہیں"

(۴)

وہ صبحیں جن کا ایک ایک ثانیہ اپنے اندر
بے شمار مسکراہٹیں پنہاں رکھتا تھا، کتنی خوشگوار
تھیں، وہ شامیں جن کا ایک ایک لمحہ اپنے اندر
بے حساب دلچسپیاں پوشیدہ رکھتا تھا، کتنی
پُرکیف تھیں ہائے وہ ساعتیں، ہم تم سے
چھپ چھپ کر، دُور دُور ملتے تھے،
محبت کے سادہ گیت گنگنانے کے لئے
راز و نیاز کے بہشتی نغمے گانے کے لئے
لیکن میں نے تمہیں اکثر گھبرایا ہوا دیکھا۔
کیونکہ تم رسوائی و بدنامی کے خوف سے ڈرتے تھے،
میرے محبوب میں سوچتے ڈرتی تھی کہ تم سوسائٹی
کی زنجیروں کو نہیں توڑ سکتے،
مجھے اندیشہ ہونے لگا کہ
"تم بیوفا ہو"

(۵)

بارش کی ایک بھیگی رات تھی،
آسمان پر ابر کے گالے پڑاؤ ڈالے تھے۔
چاند کی دیوی تفریح میں مصروف تھی
اور میرے اچھے محبوب، تم میری آغوشِ محبت
میں محوِ دلنوازی ــــــــ
دُنیا نے دیکھ لیا ــــــــ
محبت کا سنگین راز افشا ہو گیا
تم رسوائی اور بدنامی کے ڈر سے کانپنے لگے،
لیکن، میں، کہ تمہاری محبت کے کیف میں سرشار تھی،
خوش ہو رہی تھی، شاد ہو رہی تھی،
میرے محبوب، میں سمجھتی تھی کہ اب سوسائٹی
کا خوف بھی جاتا رہا ــــــــ
سماج کی دیوار بھی منہدم ہو گئی
اب تمہیں مجھ سے کوئی جُدا نہیں کر سکتا۔
پھر بھی مجھے یہ خوف تھا کہ
"تم بے وفا ہو"

(۶)

دن کے ہنگامے بڑھ رہے تھے
کائنات سرگرمِ عمل تھی،
میرے عزیزوں نے تمہارے خلاف طوفان
بپا کر رکھا تھا، ــــــــ
ہر طرف میرا اور تمہارا چرچا تھا،

پرست میرے اور تم پرست تم کرتے تھے،
میں تم کو [illegible] خوش ہوتی تھی
کہ جب دُنیا والے اصولوں کے بندھنے مجھے
اور تمہیں دونوں کو سماج سے خارج کر دیں گے
تو ہم تم اپنی دُنیا علیحدہ بنالیں گے
میں تمہاری ہوں گی اور تم میرے،
میں تمہارے لئے جیونگی اور تم میرے لئے،
لیکن، میرے پیارے
دل سے یہ خیال نہ نکلتا تھا کہ
"تم بے وفا ہو"

(۷)

دُنیا سے دُور، بہت دُور
پہاڑی کے دامن میں، چشمہ کے کنارے،
سبزہ زار کے فرش پر، کھلی فضا کی آغوش میں
ایک دُنیا تھی، نہایت مختصر، ہماری اور
تمہاری دُنیا،
تم دیوتا تھے — میں پجارن،
تم پجاری تھے — میں دیوی،
زندگی تھی اور پرستاریاں،
پرستاریاں تھیں اور مدہوشیاں،
یکایک مجھے محسوس ہوا،
چھوٹے چھوٹے تارے مجھ پر ہنس رہے ہیں
چاند تمسخر اُڑا رہا ہے
میں ڈری کہ کہیں تم اُکتا نہ جاؤ،
اس یکسانیت سے، اس مداومت سے،
اس یکرنگی سے،
کیونکہ میرے پیارے، میں کسی طرح
نہ بھلا سکی کہ
"تم بے وفا ہو"

(۸)

میرے جاں نواز
میری زندگی کی ساری آرزوئیں ساری
مسرتیں تمہاری ذات سے وابستہ تھیں،
میں تمہیں اپنا بنا کر ساری دُنیا کو ٹھکرا چکی تھی۔
میں تمہیں حاصل کر کے ساری کائنات
سے بے نیاز تھی،
لیکن کیا معلوم تھا
کہ تم مجھ سے، میری والہانہ پرستاریوں سے
زمانہ کی یکسانیت سے رفتہ رفتہ گھبرا اُٹھے ہو
اور اب مجھے چھوڑ کر جانا چاہتے ہو
مجھ سے جُدا ہونا چاہتے ہو
اُف، اُس سے جُدا ہونا چاہتے ہو
جس کا دنیا میں تمہارے سوا کوئی نہ تھا،
پیارے میرا گمان درست تھا کہ
"تم بے وفا ہو"

(۹)

ایک منحوس دن تھا،
فضا میں طوفانی شورش برپا تھی،
سُورج اور آسمان گرد کی غلیظ چادر میں منہ
چھپائے خاموش تھے،
آندھی کی سنسناہٹ، معلوم ہوتا تھا کائنات
کا گلا گھونٹا جا رہا ہے،
پیارے، تم نے میری بلبلاہٹ کی [illegible]
بالکل خیال نہ کیا،
تم مجھے تنہا چھوڑ کر چلے گئے،
بغیر سوچے کہ میں نے تمہاری خاطر ساری دُنیا
کو ٹھکرا دیا تھا،
میرے اچھے پیارے
"تم بڑے بے وفا ہو"

(۱۰)

پہاڑی کے نشیب میں، چشمہ کے کنارے،
سبزہ زار کے سینہ پر
جہاں میں نے تم سے پیمانِ محبت استوار کیا تھا،
سبز پوش درختوں کے سامنے
خوشنوا پرندوں کو گواہ بنا کر
ویرانہ کی اِس دُنیا میں
جس میں ہم اور تم دونوں نے جان ڈالدی تھی،
اِس سنسان دُنیا میں،
جہاں ہم اور تم دونوں نے زندگی کی لہر دوڑا دی تھی،
پھر موت کا سا سکوت چھانے لگا،
چشمہ کی روانی بند ہو گئی
فضا کی موسیقیت جاتی رہی،
خوشنوا پرندوں نے چہچہانا چھوڑ دیا،
اور اب، میرے پیارے، میری زندگی کا نقش
بھی دُھندلا ہو چلا ہے۔
موت کی دیوی میری پذیرائی کے لئے چل چکی ہے
کب آجائے؟
میں نہیں جانتی، (جمال لکھنوی)

شعرائے مستقلین

دورِ جدید کی شاعری کے چند اچھوتے نمونے

حُسن کی بے رُخی کو کیا کہئے
غم سے مُرجھا گئی کلی دل کی
ہوگیا خاک جل کے پروانہ،
وہ ملے بھی تو کچھ میں کہہ نہ سکا،
نبضیں ساکت ہیں وقت آخر ہے
خط بھی بھیجا تو غیر کے ہاتھوں،
نالۂ بلبلِ حزیں سُنکر
ہوکے بےخود گرے جنابِ کلیم
ٹیس اٹھتی ہے اب تو رہ رہ کے
نہ ملا چشمۂ حیات کہیں
درد جانکاہ اور جانِ نشاط

عشق کی بے بسی کو کیا کہئے
وجہ افسردگی کو کیا کہئے
شمع کی روشنی کو کیا کہئے
ایسی بیچارگی کو کیا کہئے
رُوح کی بیکلی کو کیا کہئے
ان کی اس سادگی کو کیا کہئے
گل کی جامہ دری کو کیا کہئے
طور کی روشنی کو کیا کہئے
دل کی اس بیکلی کو کیا کہئے
خضر کی رہبری کو کیا کہئے
آہ! اس زندگی کو کیا کہئے

خاص

بیٹھا ہوں دل میں شوقِ فراواں لئے ہوئے
دل ہے خیالِ عارضِ تاباں لئے ہوئے
ہر داغِ غم ہے شمعِ فروزاں لئے ہوئے
سوزِ درونِ قلب کا اللہ رے معجزہ
نرگس کے پھول نکلیں گے تربت پہ بعدِ مرگ
ملجائے دادِ شوقِ شہادت کی اے خدا
آنکھیں اٹھا کے دیکھ جو ہے صاحبِ نظر
جوشِ جنوں میں یہ ترے وحشی کا حال ہے
بعدِ فنا بھی دل کا وہی اضطراب ہے
اللہ رے کرشمۂ نیرنگِ روزگار
پوشیدہ نورِ صبح ہے پردے میں رات کے
اُٹھ جائے جس طرف اُدھر اک حشر ہو بپا
جو آد پھر جراحتِ دل کے کھلے نصیب

یعنی ہزار حشر کا ساماں لئے ہوئے
ذرہ ہے نورِ مہرِ درخشاں لئے ہوئے
سامان صد ہزار چراغاں لئے ہوئے
ہر داغِ دل ہے رنگِ گلستاں لئے ہوئے
مرتا ہوں دل میں دید کا ارماں لئے ہوئے
آتا ہے کوئی خنجر و پیکاں لئے ہوئے
ہر ذرہ گود میں ہے بیاباں لئے ہوئے
پھرتا ہے چاک ہائے گریباں لئے ہوئے
زیرِ لحد بھی ہوں غمِ پنہاں لئے ہوئے
صبحِ وطن ہے شامِ غریباں لئے ہوئے
دورِ خزاں ہے حسنِ بہاراں لئے ہوئے
اُن کی نظر ہے فتنۂ دوراں لئے ہوئے
پھر آرہا ہے کوئی نمکداں لئے ہوئے

غزل

از جناب احمر گورکھپوری

تیرا ہی جلوہ اے گلِ رعنا چمن میں ہے
نرگس میں ہے گلاب میں ہے یاسمن میں ہے

[illegible] جو کفِ تیغ زن میں ہے
اک عید عاشقوں کے دلِ پُرمحن میں ہے

اک [illegible] سی لگی ہوئی سارے بدن میں ہے
کیا آئیں ہم رقیب تری انجمن میں ہے

ساقی کچھ اس میں اپنا لعابِ دہن ملا
تلخی ابھی ذرا سی شرابِ کہن میں ہے

ارمان و یاس و رنج و محن کی ہے ایک پوٹ
کب لاش اے عزیز و ہماری کفن میں ہے

کیا کیا بہارِ رنگ دکھاتی ہے باغ میں
اللہ کیا ابھار عروسِ چمن میں ہے

رخ پر جو زلفیں چھوڑ دیں اس مہ نے بام پر
سمجھا ہر اک نے چاند فلک پر گہن میں ہے

کیا دیں زبانِ غیر کو جو تجھ کو دے جھکے
کیا غیر کی زبان ہمارے دہن میں ہے

احمر سخن کی بزم میں پڑھتا نہیں غزل
گویا اک عندلیب غزلخواں چمن میں ہے

غزل

از جناب فخر الدین احمد محزوں نگینوی

ہم افسانۂ قیس تازہ کرینگے
مذاقِ محبت کو رسوا کرینگے

ذرا اپنے عارض سے پردہ اُٹھا دے
ترے کعبۂ رخ کو سجدہ کرینگے

تجھے دیکھ کر ہم بھی بیہوش ہونگے
مری جان تقلیدِ موسیٰ کرینگے

کبھی رو دینگے تھام کر تیرا دامن
کبھی تجھ سے عرضِ تمنا کرینگے

نہ مشقِ ستم سے کرو چاک سینہ
کہ داغِ جگر راز افشا کرینگے

وہ چمکیں گے مثلِ مہ و مہرِ تاباں
تماشائے حسنِ تجلی کرینگے

جنونِ تمنا کا جب زور ہوگا
تمنا سے پیدا تمنا کرینگے

رہیں کاش غنچے یونہی ناشگفتہ
کھلیں گے تو گلشن کو رسوا کرینگے

سنبھل اے دلِ تشنہ کامِ محبت
محبت سے اب ہم کنارا کرینگے

فنا ہونگے یا اُن کو پائینگے محزوں
غمِ ہجر کا کچھ مداوا کرینگے

غزل

از جناب محمد نور الدین رخشاں حیدرآبادی

دل جو یوں بیقرار ہے پیارے
غم کا آئینہ دار ہے پیارے

کوئی پُرساں نہیں ہے غربت میں
بیکسی غمگسار ہے پیارے

انتہائے الم نہیں معلوم
ابتدا شاندار ہے پیارے

کیسی تو نے پلائی آنکھوں سے
اُس کا اب تک خمار ہے پیارے

بوئے گل ہو کہ نالۂ بلبل
سب سے تو ہوشیار ہے پیارے

کس زباں سے کہوں ترے غم میں
موت کا انتظار ہے پیارے

داغِ الفت نہیں ہے سینہ میں
زندگی کی بہار ہے پیارے

ڈر ہے ہو جائے درد کو نہ سکوں
دل بہت بیقرار ہے پیارے

ہے ہوس وہ کبھی کہے رخشاں
مجھ کو بھی تجھ سے پیار ہے پیارے



زندگی کا چاند

تندرست طاقتور آدمی کو میدانِ زندگی میں ہر قسم کی کامیابی ہوتی ہے لوگ اسے سراہتے ہیں۔ اس کا کنبہ اس کی عورت اس کے پریم اور محبت کی ہمیشہ پرستش کرتے ہیں۔ کنبے کا پریم سکھی گرہستھ کامیاب زندگی اس دنیا کو بہشت بنا دیتے ہیں۔ اے لوگو! اپنی صحت ٹھیک رکھو۔ اپنی کمزوریاں اور کمیاں پوری کرو۔ سب سے قابل اعتبار اور موثر دوائی استعمال کرو۔ اس کا نام ہے۔

کوی ولد وید بھوشن پنڈت ٹھاکردت شرما وید موجد امرت دھارا ۹ کے برسوں کے تجربے کا پھل ہے۔
قیمت ۱۰۰ گولی چار روپے۔ ۳۰ گولی ایک روپیہ
درجہ اول ۱۰۰ گولی ۵ روپے۔ ۳۰ گولی ڈیڑھ روپے

کرن جوانی

منیجر امرت دھارا اوشدھالیہ و امرت دھارا بھون امرت دھارا روڈ
امرت دھارا ڈاک خانہ لاہور

اعتراف گناہ

ایک نوجوان دوشیزہ کی رومان آفریں داستان

از مسرت الف ... انجم

میں ان دنوں مدراس میں ایک اسسٹنٹ آفیسر تھا۔ میں ایک روز شام کو دفتر سے گھر واپس آیا تو دیکھا میرا ڈھائی سال کا بچہ ایک نوجوان سنیاسن عورت کی گود میں بیٹھا نہ جانے کیا کیا بک رہا ہے۔ منے روز کی طرح مجھے دیکھ کر کسمسایا تو ضرور تھا مگر حسب معمول دوڑ کر میرے پاس نہیں آیا۔ ——————

وہ نوجوان سنیاسن منے کو گود میں لئے میری طرف بڑھی اور مسکراتی ہوئی اپنی تیلگو زبان میں بولی۔ ——————

"کیا یہ بچہ آپ کا ہے؟" ——————

"ہاں" ——————

"بہت پیارا بچہ ہے؟" ——————

وہ منے کا منہ ہاتھ سے اپنی طرف پھیر کر اُسے محبت بھری نظروں سے دیکھنے لگی۔ میں یہ سوچتا ہوا کہ ان دونوں میں کب اور کیسے اتنی محبت ہو گئی، کپڑے بدلنے کے لئے اندر چلا گیا۔ ——————

رات کو بیوی سے معلوم ہوا چند روز پہلے وہ بھیک مانگنے آئی تھی اسی وقت سے اسے منے سے محبت ہو گئی اور منا بھی اس سے مانوس ہو گیا۔ اس کا نام کلیانی ہے وہ آجکل روزانہ آتی ہے اور منے کو سینے سے لگائے لگائے پھرتی ہے۔ ——————

میں نے اس نوجوان سنیاسن کو اس سے پہلے کئی دفعہ دیکھا تھا۔ میرے مکان کے پاس ہی پرانے باغ کے اندر ایک بدھ مٹھ تھا۔ وہ اس میں رہتی تھی وہ ایک بھکشنی تھی بیس بائیس سال کی عمر تھی اس کا گندم گوں جسم گیروے کپڑے سے ڈھکا رہتا تھا۔ وہ سر سے پاؤں تک فطری حسن و شباب کا مرقع تھی۔ مٹھ کی زندگی نے اس میں ایک طرح کی افسردگی مزید پیدا کر دی تھی۔ پھر بھی وہ ایک کھلنے والے پھول سی معلوم ہوتی تھی۔ ——————

میرا ... ایک تنہا مقام میں واقع تھا دفتر آنے جانے مجھے اس بدھ مٹھ کے پاس سے گزرنا پڑتا تھا جس نے صبح و شام بارہا کلیانی کو دیکھا تھا۔ وہ کبھی باغ میں پھول توڑتی نظر ... کے ... میں ... کرتی۔ اس کا ... اور ... حسن میری توجہ کو اپنی طرف مائل کر لیتا تھا۔ میں سوچتا کہ یہ دوشیزہ پاربتی کی طرح عالم شباب ہی میں سنیاسن کیوں بن گئی؟ یہ کس متاع گراں بہا کے حصول کی آرزومند ہے؟ کیا یہ مکتی ہی کیلئے اپنے حسن و شباب کو برباد کر رہی ہے؟ ——————

وہ بودھ مٹھ بہت پرانا تھا آٹھویں صدی کے وسط میں یہاں کے کسی راجہ نے اسے تعمیر کرا کے بودھ فرقے کی نذر کر دیا تھا اس کے مصارف کے لئے کچھ زمین بھی وقف کر دی تھی۔ بھکشوؤں اور بھکشنیوں کے رہنے کیلئے علیحدہ علیحدہ دالان تھے۔ باہر کی طرف سبھا ہال تھا اور بیچ میں مندر تھا۔ مندر میں سنگ مرمر کے چبوترے پر بودھ کی ایک حسین اور پاکیزہ مورت تھی۔ کسی زمانے میں یہ مٹھ بھکشوؤں اور بھکشنیوں سے بھرا رہتا تھا۔ مگر اب یہ عظیم الشان مٹھ سنسان نظر آتا تھا۔ اب اس میں رہنے والوں کی تعداد بہت تھوڑی رہ گئی تھی

تمام مٹھ مرمت نہ ہونے کے باعث شکستہ اور بوسیدہ ہو گیا تھا۔ باغ کے پرانے درخت گویا ساکت و صامت کھڑے اونگھ رہے تھے ان کی شاخیں بڑھ بڑھ کر ایک دوسرے سے اس قدر الجھ گئی تھیں۔ کہ سورج کی دھوپ ان سے گذر کر زمین تک نہیں پہنچ سکتی تھی نمی سے پیدا ہو کر چاروں طرف پھیلنے والی بو مٹھ کی قدامت کو اور بھی آشکارا کر رہی تھی۔ مگر کلیانی کا حسن و شباب اس قدیم ماحول میں بھی ایک جدید رنگ پیدا کر رہا تھا۔

میں نے ایک روز شام کو پھر دفتر سے گھر آ کر دیکھا بھکشنی کلیانی منے کے ساتھ کھیل رہی ہے منے کبھی دوڑتا۔ کبھی گرتا۔ کبھی اٹھتا کبھی کلیانی سے کچھ پوچھتا۔ کبھی اپنے چھوٹے چھوٹے بازو اس کے گلے میں حمائل کر دیتا۔ اور کبھی اس کا آنچل پکڑ کر کھینچتا ہوا ایک طرف لے جاتا میں کپڑے بدل کر برآمدے میں کرسی پر بیٹھا ... رہا تھا اور اس منظر سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ کلیانی ... اور اس کی کالی کالی آنکھوں سے ایک عجیب کیف ... رہا تھا معصوم بچے کس کے دل میں سرور انبساط پیدا نہیں کرتے۔ کلیانی لاکھ بھکشنی ہو مگر وہ ہے تو بہرحال عورت۔

کلیانی اب [illegible] ساتھ [illegible]
بال [illegible] میں ایک بار سے زیادہ بیک [illegible] کے ساتھ بیک دیتی تھی [illegible] میں تھی وہ کبھی [illegible] سنتوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتی بلکہ اُسے ان سے ایک طرح کی نفرت سی تھی لیکن کلیانی سے اُسے خاص عقیدت سی ہوگئی تھی ہم لوگ کلیانی کے ساتھ کئی بار مٹھ میں بھی گئے تھے۔ وہاں کئی روز شام کی آرتی بھی ہم لوگوں کے سامنے ہوئی۔ ہم نے ہر پہلو سے کلیانی کو دیکھا اور اس کا مطالعہ کیا وہ ہمیں ہمیشہ عام سطح سے بلند نظر آئی

ایک روز بات چیت کے سلسلے میں بیوی نے مجھ سے کہا "کلیانی واقعی بڑی شریف اور نیکدل عورت ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "ہاں اس لئے کہ وہ تمہارے منے کو بہت پیار کرتی ہے۔"

بیوی بولی۔ "نہیں جی واقعی وہ بہت نیک ہے میں نے کسی میں دھرم کا اتنا خلوص نہیں دیکھا۔"

میری بیوی کی آنکھیں ہیں دل ہے وہ کلیانی کے خلوص کو دیکھتی ہیں محسوس کرتی ہے۔ لیکن میں اندھا ہوں بد باطن ہوں میں کچھ نہیں دیکھ سکتا۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ بیوی کہتی رہی۔ وہ دھرم کو دکھاوے کی چیز نہیں سمجھتی اس کے نزدیک دھرم کا تعلق دل سے ہے میں اس کی بیحد قدر و منزلت کرتی ہوں۔

ادھر کچھ دنوں سے کلیانی شام کو آتی تو منے کی لوکرانی چھٹی لے کر اپنی خالہ سے ملنے چلی جاتی۔ کلیانی اور منے کی ماں برآمدے میں بیٹھ کر بات چیت کرتیں اور منے ان کے آس پاس کھیلا کرتا۔ کلیانی نے بعض کتابوں کا مطالعہ کیا تھا۔ اس کی باتیں سنکر شاید منے کی ماں کلیانی کی طرف مائل ہوگئی تھی۔

ایک روز منے کی ماں نے مجھ سے کہا۔ کلیانی کہتی تھی کہ منے کو گود میں لیتی ہوں تو دل چاہتا ہے۔ کہ کاش میں اس کی ماں ہوتی؟ وہ یہ بھی کہتی تھی۔ کہ مجھے ماں بننے کا بہت شوق ہے۔ تمہیں بتاؤ جو عورت اتنی بڑی بات بھی سچ سچ کہہ دیتی ہے اس سے پتہ نہیں چلتا کہ وہ کتنی سچی اور ایماندار ہے۔

میں تعجب سے بیوی کا منہ دیکھنے لگا۔ دنیا میں جو کچھ ہو جائے کم ہے اس میں شک نہیں کلیانی کی بات سے ایک بڑی صداقت کا انکشاف ہوتا ہے

(۲)

پانچ چھ روز سے کلیانی نہیں آئی تھی۔ دفتر سے گھر واپس [illegible] پوچھا۔ کلیانی کہاں ہے [illegible]

میں نے منے کو گود میں اٹھالیا اور سوچنے لگا شاید وہ بھی [illegible] یہاں آنے سے [illegible] کیلئے [illegible] کا خیال [illegible] ہے

میری بیوی شام کو منے کو ساتھ لیکر اپنی ایک سہیلی سے ملنے گئی تھی میں ٹہل کر واپس آتے ہوئے کلیانی کی خیر و عافیت معلوم کرنے کیلئے باغ کی پتلی گلی سے مندر کی طرف بڑھ گیا شام کے اندھیرے نے بڑے بڑے درختوں کے سائے سے ملکر باغ کے سناٹے میں اور اضافہ کر دیا تھا۔

دور سے مندر میں ایک ٹمٹماتا ہوا دیا دکھائی دیتا تھا اور پوجا کے الفاظ سنائی دے رہے تھے۔ میں نے قریب جا کر دیکھا۔ بدھ کی مورتی کے قدموں پر کلیانی جھکی ہوئی ہے۔ تھوڑی دیر بعد مٹھ کے بوڑھے پجاری نے کتاب بند کرکے رکھ دی۔ پوجا کی کچھ اور رسم ادا کرنے کے بعد کلیانی نے زمین پر سر لگا کر پرنام کیا۔

بوڑھے پجاری نے مجھے دیکھ کر میرا خیر مقدم کیا۔ میں جاکر اس کے پاس بیٹھ گیا۔ کلیانی آہستہ آہستہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس کی افسردہ اور مضمحل صورت کا میرے دل پر بہت اثر ہوا۔ مندر پر ہمیشہ کی طرح سکوت و سکون طاری تھا۔ صرف تھوڑی دیر پہلے کی پرارتھنا کی آواز البتہ اب تک جیسے کانوں میں گونج رہی تھی اور جب بوڑھے نے چراغ کی بتی کو ذرا اکسا دیا تو ایسا معلوم ہوا کہ بدھ کی مورتی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کی ایک ہلکی سی لہر دوڑ گئی

کلیانی نے مجھ سے منے کی خیریت پوچھی اور جب اسے معلوم ہوا کہ وہ ہر طرح خیر و عافیت سے ہے تو خوشی سے اس کا چہرہ کھل اٹھا ....."

آدھ گھنٹے وہاں بیٹھ کر اور بات چیت کرکے جب میں چلنے لگا تو بوڑھے پجاری نے مجھ سے کہا۔ "اگلے اتوار کو یہاں کی سالانہ تقریب ہے اس میں ضرور شرکت کیجئے گا۔"

وہاں کے بدھ اس تقریب کو بہت دھوم سے منایا کرتے تھے اسوقت تک برسات ختم ہوجاتی اور دھوپ میں ایک نیا رنگ پیدا ہو جاتا دور دور بودھ بھکشو آتے۔

میں نے سوچا کلیانی سالانہ تقریب کے انتظام میں مصروف ہوگی۔ اس سے منے کو دیکھنے میرے گھر نہیں آئی اس کے متعلق میں نے جو پہلے فیصلہ کیا تھا۔ اس کا خیال کرکے دل [illegible]

بچاؤں میں بہت شرمندہ ہوا۔ اس کے دل میں کوئی تمنا کیوں جاگیں ہوسکتی ہے وہ تمام دنیا کی خدمت کر کے اپنے جذبہ مادرانہ کو تسکین دے سکتی ہے۔ میں نے اس کے متعلق کتنا غلط خیال قائم کرلیا تھا۔

سالانہ تقریب کا دن آگیا۔ اس موقع کے لئے یہ قدیم بودھ مٹھ بڑی خوبصورتی کے ساتھ سجایا گیا تھا۔ سبھا شروع ہونے سے پہلے میں جاکر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ سبھا کی کاروائی شروع ہوئی بڑے بڑے پنڈتوں نے تقریریں کیں اور مضامین پڑھے۔ جن میں بودھ مذہب کے بڑے بڑے روحانی اخلاقی علمی اور تاریخی مسائل حل کئے گئے تھے۔ اور نئے نئے مباحث پر روشنی ڈالی گئی تھی

سبھا میں کلیانی نظر نہ آتی تھی میں سبھا سے باہر نکلا۔ تو اسے مندر کے پاس دیکھا۔ وہ تیز تیز چل کر میرے پاس آئی اور بولی آپ کل بھی ضرور آئیے گا۔

آج اس کا چہرہ بہت شگفتہ تھا۔ میں نے اسے اتنا خوش کبھی نہ دیکھا تھا۔

دوسرے روز کلیانی میرے گھر آئی اور کہنے لگی۔ منے سے ملنے آئی ہوں وہ منے کو نوکرانی کی گود سے لیکر پیار کرنے لگی اور منے سے طرح طرح کے سوال کرنے لگی وہ کچھ آج بے چین سی نظر آرہی تھی۔ لیکن اس کے چہرے پر وہ شگفتگی اور مسکراہٹ تھی جاتے وقت اس نے ایک دفعہ پھر مجھے آج تقریب میں شرکت کرنے کے لئے کہا۔

آج کی تقریب کا مقصد یہ تھا۔ کہ بودھوں میں سے جس کے دل میں کسی طرح کے گناہ کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ وہ لوگوں کے سامنے اس کا اظہار کر کے پراشچت کی بھیک مانگتا۔ اس روز بدھ اور بھکشو نظر نہیں آتے۔ جس کی وجہ شاید یہ ہے۔ کہ وہ بالکل معصوم ہوتے ہیں۔ ان کے دل میں کبھی کسی طرح کے پاپ کا خیال آتا ہی نہیں آج کے روز صرف دو چار سیدھے سادے اور بھولے بھالے آدمی دکھائی دیتے ہیں۔

معلوم نہیں کلیانی نے کیوں مجھے اس تقریب میں شرکت کرنے کے لئے بار بار تاکید کی تھی۔ میں ٹھیک وقت پر سبھا میں پہنچ گیا۔ دعائیہ منتروں کے ختم ہونے کے بعد بوڑھے بودھ نے کھڑے ہوکر پراشچت (کفارہ) کی پرارتھنا کی اس نے کسی وقت کسی کے باغ کے ایک پھل کو دیکھ کر اسے کھانے کی خواہش کی تھی۔ اسی طرح اور بھی متعدد آدمیوں نے اپنے اپنے گناہوں کا اظہار اور اقرار کر کے پراشچت کی بھیک مانگی۔

اسی درمیان میں یکایک کلیانی کو کھڑے ہوتے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس نے ایک دفعہ چاروں طرف نظر دوڑائی پھر اس کی نظر مجھ پر ٹھہر گئی اور اس کے ہونٹوں میں ایک لرزش پیدا ہوئی۔ پھر وہ میرے اوپر سے اپنی نظر ہٹا کر سیدھی کھڑی ہو گئی۔ اسوقت اس کے چہرے پر صبح کی سی شگفتگی اور مسکراہٹ نہیں تھی۔ اس کے بجائے اس کے چہرے سے ایک عزم و استقلال کا اظہار ہو رہا تھا۔ اس نے ہاتھ جوڑ کر بدھ اور مہا بھکشو کو نمستے کہا۔

پھر بولی۔ میں آج بودھ سنگھ سے وداع مانگتی ہوں۔ اس لئے کہ میرے دل میں گھریلو زندگی کی آرزوئیں پیدا ہوگئی ہیں؟ بودھ مذہب میں یہ اصول ضرور موجود ہے کہ اس فرقے کا کوئی شخص چاہے تو گھریلو زندگی میں واپس جا سکتا ہے مگر بوڑھے بھکاری نے آج تک کسی کو گرہستی میں واپس جاتے دیکھا نہیں تھا سب حیرت سے کلیانی کا منہ تک رہے تھے۔

کلیانی نے پھر کہا۔ اسی سال کی برسات کے شروع میں میں اسی باغ سے بدھ بھگوان کے لئے پھول توڑ رہی تھی ڈالی کچھ اونچی تھی میں اچک کر پھول توڑنا چاہتی تھی کہ میری ساڑی کا آنچل میرے سینے سے کھسک گیا یکایک میری نظر ایک نوجوان بھکشو پر پڑی۔ جو شباب کا ایک زندہ دیوتا معلوم ہو رہا تھا۔ میں نے بھگوان کی پوجا کے لئے جو پھول توڑے تھے وہ بے اختیار اس کے قدموں پر گر پڑے۔ میں شرم سے پانی ہو گئی۔

اس روز سے میں نے ہمیشہ کوشش کی کہ اپنے کو پھر بدھ بھگوان کے سپرد کردوں مگر میں اپنی کوششوں میں کبھی کامیاب نہیں ہوئی وہ نوجوان اس طرح میرے دل میں بس گیا ہے۔ کہ میں بھگوان کی جو پوجا کرتی ہوں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اسی کی پوجا کر رہی ہوں

اپنی بات پوری کرنے کے بعد کلیانی سبھا سے آہستہ آہستہ باہر نکل گئی لوگ اسے حیرت و استعجاب سے دیکھتے رہ گئے۔ میں بھی گھر چلا آیا۔

منے اکثر کلیانی کو دریافت کرتا ہے۔ بتائیے کوئی کیا بتائے؟

عورت انسانیت کی ماں ہے

از جناب شریف چنچل۔ کلکتہ

لیلا گاؤں کی بہت خوبصورتی کا مکمل نمونہ تھی۔ ایسا حسن وشباب بڑا یا تھا جو کسی کسی کے حصے میں آتا ہے۔ وہ غریب تھی اور غریب کی بیٹی ——— لیکن حسن کی بے بہا دولت سے مالا مال ——— "

موسم گرما کی ایک حسین شام کا ذکر ہے۔ سورج غروب ہو رہا تھا اور اس کی سنہری کرنوں نے ہر چیز میں ایک حسن ود لکشی پیدا کر دی تھی لیلا کنوئیں سے پانی بھر کر آ رہی تھی۔ کہ سریندر نے اُسے دیکھا۔ اور دیکھتا رہ گیا۔ ڈوبتے ہوئے سورج کی سنہری کرنوں نے سونے پر سہاگے کا کام کیا تھا۔ سریندر نے اشتیاق بھری نظروں سے لیلا کو دیکھا۔ اور اس نے شرما کر سر جھکا لیا۔ اس شرم میں ایک تیر چھپا ہوا تھا۔ جو سریندر کے سینے میں لگا۔ اور وہ گھائل ہو گیا۔ حسن نے ساز عشق چھیڑ دیا اور حسین وسامعہ نواز نغموں کے دریا بہنے لگے۔ "شریر لڑکے" کیوپڈ ——— کا تیر نشانے پر بیٹھا اور غیر محسوس طور پر دو دلوں کو زخمی کر گیا۔

یہ ابتدا تھی ایک غیر فانی محبت کی۔ سریندر شہر کا مشہور وکیل تھا۔ شہر میں اس نے کتنی ہی بنی سنوری حسین عورتوں کو دیکھا تھا۔ پلک کی سیر کرتے۔ سینما اور تھیٹر سے آتے اور کچہری جاتے وقت اس نے قیمتی ساڑیوں میں لپٹی ہوئی سینکڑوں عورتوں کو دیکھا تھا۔ لیکن آج کا یہ منظر اس کے لئے حقیقی حسن کا مشاہدہ اولین تھا۔ آج پہلی دفعہ اُسے معلوم ہوا کہ بناوٹ اور حقیقت میں بہت فرق ہے۔ لیلا کے چہرے پر نہ پوڈر کی سفیدی تھی نہ رنگ کی سرخی اور نہ اس کے بدن پر زرکار ساڑی ہی تھی۔ لیکن وہ حسین تھی اور حسن ان چیزوں سے بے نیاز ہے اس کے چہرے پر شرافت ومعصومیت کا نور تھا جوانی وعصمت کی حیا تھی۔ اور جسم پر معمولی لیکن صاف ساڑی تھی اُسے اپنی غریبی پر ہی ناز تھا ——— "

سریندر نے بولنا چاہا مگر نہ بول سکا۔ رعب حسن نے اس کی زبان بند کر دی تھی۔ اس نے اپنی جذبات واحساسات پر بمشکل قابو پایا اور جمال کا ہاتھ پکڑ لیا۔ جمال سمجھ گیا اور آگے بڑھ کر لیلا سے پوچھنے لگا۔ بہن ہم آج کی رات یہیں رہنا چاہتے ہیں۔ کوئی جگہ ملے گی؟

لیلا نے بھولے منہ پر آئے ہوئے بالوں کو ہٹاتے ہوئے کہا۔ "میرے ساتھ [illegible] ہمارے بابا کے ساتھ چلئے۔ لیلا کے والدین نے [illegible]

تھے مگر غریب کا دل بہت بڑا ہوتا ہے۔ انہوں نے مہمانوں کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور جلدی جلدی ان کے کھانے کا انتظام کرنے لگے۔ کھا پی کر دو بیٹھ گئے۔ دن بھر شکار کی تلاش میں مارے مارے پھر کر تھک کافی گئے تھے۔ اس لئے انہیں جلدی سو جانا چاہیئے تھا۔ اور جمال سو بھی گیا۔ لیکن سریندر کی آنکھوں میں نیند نہ تھی وہ محسوس کر رہا تھا۔ کہ اس کا کچھ کھو گیا ہے بیچارہ رات بھر کروٹیں بدلتا رہا۔ صبح جب جمال بیدار ہوا تو سریندر کی آنکھیں سرخ دیکھ کر اُسے حیرت ہو گئی۔ سریندر سے پوچھا لیکن اس نے یہ کہہ کر ٹال دیا "ابھی نہیں"۔

سورج اپنی کھوئی ہوئی حکومت پر دوبارہ قابض ہو گیا۔ دونوں اٹھے اور ہاتھ منہ دھویا۔ سریندر سوچ رہا تھا۔ کیا میں بھی کبھی اپنی۔۔ کھوئی ہوئی دنیا واپس پاؤنگا؟ ——— لیلا کے پتا نے پوچھا۔ بیٹا اس طرف کیسے نکل آئے؟" جمال نے جواب دیا۔ "یہ میرے دوست سریندر بابو وکیل ہیں اور شکار کا کافی شوق رکھتے ہیں۔ کل کچہری بند تھی۔ سوچا چھٹی کا دن شکار کھیل کر گذارنا چاہیئے اسی طرف چلے آئے یہاں پہنچ کر مصیبت ہوئی کہ موٹر کا پٹرول ختم ہو گیا۔ ڈرائیور کو شہر بھیجا کہ پٹرول لے آئے نوکر کو موٹر کے پاس چھوڑا۔ اور ہم لوگ ادھر چلے آئے اب تھوڑی دیر میں ڈرائیور آجائیگا اور ہم شہر چلے جائیں گے۔" بوڑھا بولا۔ "تو اس نوکر کے کھانے کا کیا ہوا ہوگا؟ کیا رات بھر بھوکا ہی رہا ہوگا؟" "نہیں ——— جمال نے کہا ——— کھانا ہمارے پاس کافی تھا جلدی میں موٹر ہی میں چھوڑ آئے اس نے کھا لیا ہوگا"

اتنے میں موٹر کے ہارن کی آواز آئی جسے سنکر سریندر بولا "ڈرائیور آگیا ہے اب ہم کو جانا چاہیئے۔ پھر کبھی ادھر آؤ تو اس جھونپڑی تک آنے کی تکلیف اٹھانا۔" لیلا کے پتا نے کہا۔ "ضرور آئیں گے"! سریندر جلدی سے بولا لیکن اگر آپ شہر آئیں تو ضرور مجھ سے ملیں۔" یہ کہہ کر اس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ لیلا دروازے کے ساتھ لگی کھڑی تھی سریندر نے حسرت بھری نظروں سے اُسے دیکھا اور چلا گیا۔

ایک ہفتہ بھی نہ گذرا تھا۔ کہ دونوں پھر گاؤں آئے۔ سریندر لیلا کو چاہنے لگا۔ یہ جمال کو معلوم ہو گیا تھا۔ اس نے عہد کر لیا کہ ان دونوں کی شادی ضرور کرائیگا۔ اس دفعہ سریندر نے تنہائی میں [illegible]

بہت کوشش کی۔ مگر اس نے ایسا موقع ہی آنے نہ دیا۔ شام کو جب وہ کوٹھی پہ واپس جانے لگی تو تھوڑی دیر بعد سریندر بھی ٹہلنے کا بہانہ کر کے چلا گیا اور اس کے پاس پہنچ کر اپنی پریم کہانی شروع کر دی لیکن لیلا سنتے ہی کہا معاف کیجئے آپ کو مجھ سے ایسی باتیں کرتے شرم آنی چاہیئے۔ میں گاؤں کی لڑکی ہوں اس لئے مجھے ایسی باتیں پسند نہیں۔ لیلا کا جواب مایوس کن ضرور تھا۔ لیکن انداز تکلم میں نہ جانے اُمید کی کونسی کرن چھپی ہوئی تھی کہ سریندر مایوس ہونے کی بجائے اور زیادہ پُر امید ہو گیا

دن اسی طرح گذرتے رہے اور جمال اور سریندر گاؤں میں جاتے رہے۔ اب لیلا سریندر سے دُور دُور رہتی اور جب وہ اس کے گھر جاتا تو وہ جھونپڑی کے اندر چلی جاتی۔ لیکن جاتے جاتے ایسی برق پاش نظروں سے دیکھتی جنہیں پیامِ محبت کے لاکھوں درس پوشیدہ ہوتے تھے۔ لیلا سریندر کو دیکھ کر جھونپڑی میں چھپ ضرور جاتی تھی لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ وہ دیوار کے سوراخوں اور کواڑ کی درازوں سے اسے دیکھتی نہ رہتی تھی!

پھر عرصہ بعد ایک دن جمال اکیلا ہی گاؤں گیا اور مناسب موقع دیکھ کر سریندر کی داستانِ محبت ایسے پر اثر انداز میں بیان کی کہ لیلا کے پتا کو بھی سریندر پر رحم آنے لگا۔ لیلا کے پتا اَن پڑھ دیہاتی سہی مگر دل کے صاف اور کھرے تھے۔ پُرانے رسم و رواج کے اندھے پجاری نہیں تھے شادی کے معاملہ میں لڑکی لڑکے کی رائے جان لینے میں وہ کوئی ہرج نہ سمجھتے تھے نئی روشنی سے دور ایک ان پڑھ دیہاتی کے لئے یہ بات کچھ عجیب سی ضرور ہے مگر وہ ہمیشہ سے ایسے ہی تھے۔ انہوں نے کچھ سوچ کر کہا ــــ اور تو سب ٹھیک ہے لیکن بیٹا تم ہی بتاؤ ان کی شادی کیسے ہو سکتی ہے؟ وہ شہر میں رہنے والے امیر آدمی اور ہم غریب دیہاتی ہمارا اور ان کا یہ رشتہ کیسے نبھ سکتا ہے؟ لیلا شہر میں رہ کر سکھی نہ رہ سکیگی۔ یہ ڈر میرے دل سے نہیں نکلتا۔ پھر لیلا کو یہ رشتہ پسند ہو یا نہ ہو میری ایک ہی بیٹی ہے میں اس کی مرضی کیخلاف اس کی شادی کر کے اسے اداس بھی دیکھنا نہیں چاہتا ــــ"

جمال نے کہا ــــ میں مسلمان ہوں اور ظاہر ہے سریندر سے میرا کوئی رشتہ نہیں ہو سکتا۔ پھر میں بہت غریب ہوں لیکن یہ واقعہ ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے کو سگے بھائیوں کی طرح چاہتے ہیں میں سریندر کو بچپن سے جانتا ہوں اور یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ لیلا بہن کو وہاں رہ کر کبھی دکھی نہ ہونا پڑیگا۔ میں یہ بھی طرح جانتا ہوں کہ سریندر لیلا سے سچی محبت کرتا ہے اور نا ممکن ہے اسے کبھی دکھی ہونے دے۔ ہاں آپ چاہیں تو لیلا سے پوچھ سکتے ہیں۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ انکار نہ کریگی۔ لیلا کے پتا نے کہا اب مجھے کوئی انکار نہیں لیکن لیلا کی مرضی جان لینا ضروری ہے۔

جمال بولا ــــ اب میں جاتا ہوں آپ پوچھ لیجئے کل ہم جواب لینے کو آئینگے! یہ کہہ کر جمال چلا آیا۔ لیلا کے پتا نے اس کی ماں سے ذکر کیا اس نے لیلا سے پوچھا اور وہ شرما کر چپ ہو رہی انہوں نے بہت کوشش کی کہ وہ کچھ بولے مگر لیلا ایسی لڑکی کیلئے یہ قطعاً نا ممکن تھا۔ آخر اس کی شرمیلی مسکراہٹ اور خاموشی کو "ہاں" سمجھتے ہوئے انہوں نے اطمینان کی ٹھنڈی سانس لی۔ اگلے اتوار کو جب سریندر اور جمال گاؤں آئے تو لیلا کے پتا نے جمال کو اپنی رضامندی کی اطلاع دیدی۔

اور چند ہی دن گذرے تھے۔ کہ لیلا اور سریندر کی شادی ہو گئی زیادہ نمائش کو فضول سمجھتے ہوئے انہوں نے گاؤں کے دس آدمیوں کو بلا کر شادی کی رسم نہایت مختصر طریقے پر انجام دیدی گاؤں کے لوگ ایسے بھی ایسے ہی ان نمائشوں سے دور رہتے ہیں یا یوں کہنا چاہئے کہ ان فضول چیزوں کے لئے ان کے پاس ٹکے نہیں ہوتے۔ دوسرے لیلا کے ماتا پتا کو اس کے لئے دائمی سکھ کی تلاش تھی اور اس کیلئے نمائش ضروری نہ تھی۔

لیلا کو گاؤں چھوڑ کے شہر آنا پڑا۔ مگر بَن کی چڑیا؟ پنجرے میں خوش نہیں رہ سکتی۔ لیلا بھی گھبرانے لگی۔ لیکن سریندر اسے ہر ہفتہ گاؤں لیجاتا۔ اور سچ پوچھئے تو لیلا پر یہ اس کا احسان نہ تھا۔ بلکہ وہ خود بھی مجبور تھا۔ گاؤں کے کھیتوں جھونپڑیوں اور کنوئیں کے اس کنارے کی یاد اسے بھی شہر میں آرام سے نہ رہنے دیتی تھی

اسی طرح دن گذرتے گئے۔ اور پریمیوں کا پریم نگر آباد ہوتا رہا۔ لیلا اور سریندر ایکدوسرے کی محبت میں کھوئے تھے ان کی خوشیوں اور مسرتوں کی کوئی انتہا نہ تھی۔ لیکن ان کی خوشی اور محبت کا سورج اتنا بخیل نہ تھا کہ صرف انہیں ہی اپنی سنہری روشنی سے منور کرتا۔ بلکہ وہ لیلا کے ماں باپ اور جمال پر بھی اطمینان و مسرت کی بارش کرتا تھا۔ لیلا اور سریندر کی خوشی ہی ان کی خوشی تھی اور غم کا تو اس وقت کہیں نام ہی نہ تھا خوشیوں اور مسرتوں کے دو سال آنکھ جھپکتے ہی گذر گئے۔ اس عرصہ میں سریندر کی وکالت خوب چمک چکی تھی۔ اور وہ بڑے بڑے مشکل مقدموں میں کامیاب ہو کر کافی شہرت حاصل کر چکا تھا۔ اتفاق کہیئے یا قدرت کی ستم ظریفی کہ انہی دنوں میں بستی میں خون کا ایک مقدمہ ہو گیا مقدمہ دراصل ایک سازش کا نتیجہ تھا۔ اور چالاک مجرموں نے ایک بیگناہ کو مجرم کی حیثیت میں قانون کی زد کے سامنے لا کھڑا کیا تھا۔ اصلی قاتل کا کہیں پتہ نہ تھا۔ کسی کو قاتل کی تلاش بھی نہ تھی۔ [illegible] اس

بے گناہ تھا۔ اصلی قاتل کوئی اور ہے۔ سریندر کا ایک دوست بھی پولیس میں تھا اور ملزم مذکور سے اس کے گہرے تعلقات تھے۔ اسکو یقین تھا کہ موہن قاتل نہیں ہے لیکن اس کی بات کون سنتا۔ جب کہ بڑے بڑے بیرسٹر موہن کو بے گناہ ثابت نہ کر سکے تھے۔

آخر اس نے سریندر کو تار دیا کہ فوراً یہاں آؤ۔ اشد ضروری کام ہے۔ سریندر کیلئے لیلا کو چھوڑ کر پردیس جانا سب سے بڑی مصیبت تھی مگر بمبئی جانا بھی ضروری تھا۔ آخر وہ بمبئی چلا گیا۔ وہاں پہنچکر اسے اصل واقعہ معلوم ہوا۔ اس نے لاکھ انکار کیا کہ میں یہ مقدمہ ہاتھ میں نہیں لے سکتا مگر دوست نے کوئی عذر بھی نہ سنا۔ بلکہ صاف کہدیا کہ اگر تم نے یہ مقدمہ ہاتھ میں نہ لیا تو ایک بے گناہ کا خون تمہاری گردن پر ہوگا۔ مجبوراً سریندر کو راضی ہونا پڑا۔ واپس جانا ناممکن تھا اس لئے اس نے جمال کو خط لکھ دیا کہ لیلا کو گاؤں میں چھوڑ آئے وہ ابھی کچھ عرصہ نہیں آسکے گا۔ اور خود مقدمہ کی تیاری میں لگ گیا۔ مقدمہ بہت ہی پراسرار تھا۔ ایک ایسے ملزم کو جسے ساری دنیا قاتل سمجھ رہی تھی بے گناہ ثابت کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور تھا۔ لیکن سریندر اسے بے گناہ ثابت کرنے پر تل گیا تھا۔ اسے مقدمے کی تیاری میں کافی دن لگ گئے اور آخر جس دن سریندر عدالت میں گواہوں پر جرح کرنے گیا تو وہ پوری طرح تیار تھا۔ اسے یقین تھا کہ اس مقدمہ کا دارومدار آج کی جرح پر ہے اور آخر اس نے تمام گواہوں کو توڑ دیا۔ یہ اتنی بڑی کامیابی تھی کہ مخالف وکیلوں کو اس کی قابلیت کا اعتراف کرنا پڑا۔ گواہوں کے مشکوک ہو جانے پر مقدمہ بہت کمزور ہو گیا تھا لیکن اس سے پہلے کہ ملزم بے گناہ ثابت ہو کر رہائی سریندر بیمار ہو گیا۔ گرمی کے دن تھے۔ دن بھر عدالت میں جرح کرنیکے بعد جب وہ واپس آیا تو بہت زیادہ گھبراہٹ محسوس کر رہا تھا۔ آتے ہی چارپائی پر لیٹ گیا اور افسوس کہ پھر نہ اٹھ سکا۔ بخار کی شدت نے اس پر گہری غفلت طاری کر دی اور ڈر ہونے لگا۔ کہ شاید وہ اس بیہوشی سے نکل نہ سکے گا۔ شہر بھر کے مشہور ڈاکٹروں کی کوشش سے صبح کیوقت اسے ہوش آیا۔ لیکن اب بھی اسے موہن کی ہی فکر تھی پہلے اس نے اپنے دوست کو ہدایت کی کہ اس کی بیماری کی خبر لیلا یا جمال کو ہرگز نہ ہونے پائے کیونکہ وہ جانتا تھا لیلا اس کی بیماری کی خبر سنکر بے موت ہی مر جائیگی۔ اس کے بعد اس نے ڈاکٹروں کے منع کرنیکے باوجود ایک طویل بیان قلمبند کرایا۔ جس میں ثبوتوں سمیت موہن کو بے گناہ ثابت کیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ مقدمہ

بے گناہ ثابت ہو گیا۔ موہن کو قانون کے مجرم یا قاتل ... بیان قلمبند کرانے اس نے جج کے نام بھیجدیا۔ اس کے بعد بیہوشی دورہ ہوا اور وہ دوبارہ غافل ہو گیا۔ ... سلسلہ یہاں ڈاکٹر تک نہ سمجھ سکے کہ وہ کیا ہے اور کس مرض سے ... پیدا ہو رہا ہے؟ دنیا میں ایسے بہت سے واقعات پیش آتے رہتے ہیں جنہیں سب سے زیادہ قریبی تعلق رکھنے والے بھی نہ سمجھ سکے یہی حالت سریندر کے اس عجیب مرض اور کیفیت مرض کی تھی ڈاکٹر بیچارے بیماری کو ہی نہ سمجھ سکے تھے۔ علاج کیسے کامیاب ہوتا نتیجہ یہ ہوا کہ سریندر کی بیہوشی دائمی خواب میں تبدیل ہو گئی۔ اس کی بند آنکھیں ہمیشہ کے لئے بند ہو گئیں۔ اور وہ لیلا کی پرمسرت زندگی اجاڑ کر چلا گیا۔ سریندر مر گیا۔ لیکن ایک مرتے ہوئے کو نئی زندگی دے گیا۔ اسکے ناقابل تردید بیان نے جج کو موہن کی رہائی پر مجبور کر دیا اور یہ واقعی اس شخص کیلئے نئی زندگی جو دنیا بھر کی نظروں میں ایک قاتل کی حیثیت رکھتا تھا۔

سریندر کی موت کی خبر لیلا کیلئے پیام اجل سے کم نہ تھی۔ وہ بیہوش ہو کر گر پڑی۔ اور بہت ممکن تھا اسے بھی بیہوشی سے اٹھنا نصیب نہ ہوتا۔ اگر فوراً خاص کوششوں سے اسے ہوش میں نہ لایا جاتا لیکن ہوش میں آنے کے بعد بھی اس کی حالت مردوں سے کچھ زیادہ اچھی نہ تھی۔ اور اگر ممکن ہوتا۔ تو وہ سریندر کے بعد کبھی زندہ نہ رہتی۔ مگر موت پر کسے اختیار ہے؟ وہ مرنا چاہتی تھی۔ لیکن زندہ رہنے پر مجبور تھی۔ اسے سب سے زیادہ دکھ اس بات کا تھا۔ کہ آخری وقت اپنے دیوتا کی خدمت اور تیمارداری نہ کرنے پائی

کچھ عرصہ اس غم کا بوجھ ہلکا کرنے میں گذرا۔ اس نے اپنی روز بروز خراب ہوتی ہوئی حالت کو کچھ سنبھالا۔ اور اپنے لئے ایک تجویز سوچی۔ ایک خاص نتیجہ پر پہنچکر لیلا نے جمال کو بلایا اور کہا یہ گھر فروخت کر دیجئے۔ میں اب شہر میں نہ رہونگی۔ جمال کو سریندر کی موت اور لیلا کی مصیبت کا غم اس سے کم نہ تھا اس نے آنسو بہاتے ہوئے کہا۔ لیلا بہن! میں مسلمان ہوں لیکن تم مجھ پر اسی طرح بھروسہ کر سکتی ہو۔ جس طرح اپنے سگے بھائی پر کرتیں تم اپنے گھر میں رہو۔ اگر مجھے کھانے کو ملا تو پہلے تمہیں کھلاؤں گا۔ لیکن لیلا نے صاف لفظوں میں شہر میں رہنے سے انکار

کر دیا۔ اس نے کہا جمال! تم میرے بھائی ہو۔ اور ہمیشہ ... ہی ... لیکن میں کسی طرح ... میں ...

ہی نے مجھ سے میرا پیار چھینا اجاڑ دیا ہے۔ میرے دیوتا کو مجھ سے چھین لیا ہے۔"

مکان بیچ دیا گیا اور لیلا اپنے گاؤں میں چلی گئی وہاں اس نے ایک بہت بڑا مکان بنوایا اور گاؤں بھر کے یتیموں بیواؤں اور لاوارث غریبوں کے رہنے اور کھانے پینے کا انتظام کر دیا پھر دو ڈھول اور ایک ڈاکٹر کی خدمات حاصل کر کے ایک شفاخانہ کھولا جہاں غریبوں کے لئے مفت علاج کا انتظام تھا۔ مریضوں کے لئے اچھے مکانوں اور آرام دہ صاف ستھرے بستروں کا مکمل انتظام کیا گیا۔ اب لیلا بھی ایک نرس تھی — اپنے اس مکان کا نام اس نے "اناتھ آشرم" رکھا اور اپنا سارا وقت غریبوں اور دکھیوں کی خدمت میں گزارنے لگی۔ جلد ہی اس آشرم کی شہرت پھیل گئی اور سب لوگ لیلا کی ایک دیوی کی ایسی عزت کرنے لگے حکام کے دلوں میں بھی اس آشرم اور لیلا کیلئے کافی عزت تھی کیونکہ یہ آشرم وہ کام کر رہا تھا جو حکومت کے بڑے بڑے ہاسپٹل بھی نہیں کر سکتے۔

~~~~~~~~

گاؤں کا بڈھا زمیندار مر چکا تھا۔ اور اب اس کا جانشین اس کا جوان مگر بدچلن اور ظالم بیٹا سریش تھا۔ سریش شرابی اور آوارہ مزاج تھا۔ اور گاؤں کی اکثر لڑکیاں اس کے ظلم اور آوارگی کا شکار ہو چکی تھیں جن میں سے اکثر نے خودکشی کر کے اپنی غیرت پر جان دیدی تھی۔ لیلا کو جب سے اس نے دیکھا تھا۔ اس پر نظریں لگائے ہوئے تھا۔ لیلا کی شادی ہونے سے پہلے وہ شہر میں رہتا تھا لیکن باپ کے مرنے پر گاؤں میں آ گیا تھا۔ سریش نے لاکھوں جتن کئے کہ لیلا اس کی بات مان لے مگر کامیاب نہ ہوا۔ آخر اس نے لیلا کو زبردستی اٹھوا لے جانے کی کوشش کی لیکن معلوم نہیں کونسی طاقت لیلا کی حفاظت کر رہی تھی۔ کہ سریش کو اس میں بھی کامیابی نہ ہوئی۔ اس کے پاس کافی دولت تھی اور دولت و طاقت کا ہمیشہ کا ساتھ رہا ہے۔ اس لئے وہ آسانی سے ہار نہ مان سکتا ہے۔

ہر طرف سے ناکام ہو کر اس نے لیلا کو بدنام . . . . کرنا شروع کیا کیا اس کے آشرم کو بدکاری کا اڈا کہہ کر بدنام کرنے لگا۔ بلکہ یہاں تک جرأت کی۔ کہ سرکار میں بھی رپورٹ کر دی۔ تحقیقات ہوئی اور اس کے تمام الزام بالکل جھوٹے ثابت ہوئے۔ اس سے پہلے سرکار میں اس کی بہت سی شکایتیں پہنچ چکی تھیں ان پر ایک معصوم عورت پر ایسا سنگین الزام لگانے کا جرم کوئی معمولی بات نہ تھی۔ سرکار کی طرف سے سریش پر مقدمہ چلایا گیا۔ اور اس کی پیروی میں وہ اپنی آدھی جائداد سے ہاتھ دھو بیٹھا اور آخر اس کی پوری جائداد ضبط کر لینے کا حکم ہو گیا۔ اب سریش ایک ایسا کنگال تھا جس سے گاؤں کے سب ہی لوگ نفرت کرتے تھے۔ اس کے مصاحب اور پسینے کی جگہ خون بہانے والے تمام ہی حضور دسترخوان کی مکھیوں کی طرح غائب ہو گئے۔ اب وہ اکیلا تھا — دنیا بھر کی ہمدردیوں سے محروم —"

گناہوں کی سزا کہا جائے یا سریش کی خوش قسمتی کہ چند ہی روز بعد اس کی ٹانگ پر ایک پھوڑا ہو گیا۔ جس نے بڑھ کر خطرناک صورت اختیار کی نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اس کی پوری ٹانگ سڑ گئی۔ سڑے ہوئے زخم سے اتنی بدبو آتی تھی۔ کہ کوئی اس کے نزدیک آنے کی بھی ہمت نہ کر سکتا۔ گاؤں میں کوئی آدمی نہ تھا جسے اس کی اس حالت پر دکھ اور اس سے ہمدردی ہو۔ لیکن لیلا نے جیسے ہی سنا اپنے آدمی لے کر دوڑی آئی اور سریش کو اٹھوا کر آشرم لے گئی۔ حالانکہ اسی سریش نے اسے رسوا کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔ لیکن لیلا عورت تھی اور عورت کی سب سے بڑی تعریف یہی ہے۔ کہ رحمدل اور محبت کی پتلی ہو۔ لیلا اپنے ہاتھوں سے سریش کا زخم دھوتی اور مرہم پٹی کرنے لگی۔ چند ہی روز گذرے تھے کہ سریش — جسے اپنی زندگی سے مایوسی ہو چکی تھی — بالکل اچھا ہو گیا۔ صرف اس کا جسم ہی اچھا نہیں ہوا بلکہ روح پر چھائی ہوئی تمام بیماریوں سے بھی اسے نجات مل گئی۔ یہ زندگی اس کے لئے بالکل نئی زندگی تھی۔ بستر مرض پر پڑے پڑے وہ اپنی پچھلی زندگی پر کافی غور کر چکا تھا۔ اور اپنی روح کی گندگی پر اس نے کافی سے زیادہ آنسو بہائے تھے۔ اس نے آج تک عورت کو ایک دل بہلاوے کی حیثیت میں دیکھا تھا۔ آج تک وہ یہی سمجھتا رہا۔ کہ عورت مرد کے لئے نفسانی خواہشات کا تحفہ محض ہے لیکن آج جب اس کی روح ان کثافتوں سے صاف ہو گئی تو اس نے دیکھا۔ کہ عورت کا رتبہ اس سے کہیں بلند و بالا ہے عورت سب سے پہلے ماں ہے ہر شخص عورت کو سب سے پہلے ماں ہی کی حیثیت سے دیکھتا ہے۔ اور عورت کی سب سے بڑی عظمت یہی ہے۔ کہ وہ ماں ہے — قابل احترام ہستی —

~~~~~~~~

کشتگانِ محبت

ہمیشہ کی طرح ۱۹۱۶ء کی جولائی کا مہینہ بھی گرم تھا۔ لُو چل رہی تھی۔ لیکن لوگوں کو اس گرمی اور لو کی پرواہ نہ تھی۔ اس زمانے میں جنگ کا میدان گرم تھا جس نے لوگوں کی توجہ کو اپنی جانب مبذول کر رکھا تھا۔ فوجی بھرتی جاری تھی رنگروٹ بھرتی کرنیوالے گاؤں گاؤں گاتے پھرتے تھے۔

"بن جا رے رنگروٹ یہاں پہنتا پھٹی لنگوٹی وہاں ملیگا سوٹ بن جا رے رنگروٹ"

ترغیبات و تحریکات کیساتھ ان گاؤں میں بہلوروں کے کارنامے بھی مذکور رہتے۔ جنکو سنکر جوانوں کے دل جوش سے لبریز ہو جاتے اور وہ بے اختیار رنگروٹ بن جاتے۔ گھر گھر ہلچل مچی ہوئی تھی۔ کسی کا شوہر فوج میں بھرتی ہو گیا تھا کسی کا بیٹا اور کسی کا بھائی۔

"انارو! کشن سنگھ بھی بھرتی ہو گیا"

بھرتو گھبرائی ہوئی بولی۔ وہ انارو کو یہی خبر دینے کیلئے دوڑی ہوئی پنگھٹ پر آئی تھی۔ "ایں! کیا سچ بھرتو؟" انارو نے چونک کر بھرتو کی طرف دیکھا پھر دونوں لڑکیاں تیز تیز چوپال کی طرف چلیں۔ وہاں کشن سنگھ کی ماں پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی میرے لال تیرے بنا کیسے جیوں گی۔ دوسری عورتیں بھی رو رہی تھیں۔ کچھ لوگ گلے مل رہے تھے اور کچھ لوگ ڈھول بجا رہے تھے۔ اور بھرتی والے اپنا بھرتی کا گیت گاتے جا رہے تھے۔

چھوڑ پھاوڑا بیرن میرے — ہاتھ میں لے بندوق!

انارو خاموش کھڑی تھی۔ اس کا دل چاہتا تھا کہ ایک بار کشن کا ہاتھ پکڑ کر کہے۔ پچھلے جاڑے میں گنے کے کھیت میں تم نے کیا کہا تھا . . . مگر وہ کچھ نہ کہہ سکی۔ دل کی بات دل میں ہی رہ گئی۔

کشن کی آنکھیں انارو کو تلاش کر رہی تھیں مگر وہ عورتوں کی بھیڑ میں کھڑی تھی۔ نظر نہ آئی۔ شام ہونے سے پہلے ہی نئے رنگروٹ گاؤں سے چل دیئے۔

(۲)

جاٹ رجمنٹ کے سبھی نوجوان لمبے تڑنگے تھے۔ وہ صف بندہ کر چلتے تو ایسا معلوم ہوتا ایک متحرک دیوار رواں ہے اور جب بندوق پکڑ کر [illegible] کرتے تو ایسے معلوم ہوتے [illegible] میدان میں طوفان سا آ جاتا۔ کپتان کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھتا۔

فوجی زندگی بھی کتنی سخت زندگی ہوتی ہے۔ علی الصباح بگل بجتا پریڈ شروع ہو جاتا۔ بیس منٹ کے اندر ضروریات سے فارغ ہو کر پریڈ میں حاضر پھر کچھ ناشتہ کر کے دوسری پریڈ۔ دوپہر کے کھانے کے بعد پھر پریڈ۔ شام کو کھیل رات کو مقررہ وقت پر بگل بجتے ہی کمبل اوڑھ کر بے جان حیوانوں کی طرح پڑ جانا۔

کشن کی بھی یہی زندگی تھی۔ تمام دن پریڈ مردوی۔ رائفل بگل وغیرہ کے سوا اسے اور کسی چیز سے واسطہ نہ ہوتا۔ مگر رات کو جب وہ کمبل اوڑھ کر لیٹتا تو اس کی بند آنکھوں میں گاؤں کا نقشہ کھنچ جاتا ماں رو رو کر کہتی — میرے لال میں تیرے بغیر کیسے جیوں گی؟ اس کی آنکھوں میں آنسو امنڈ آتے۔ اسی طرح اس کے سامنے ایک کے بعد دوسرے واقعات آتے رہتے۔ اسے یاد آتا۔

. . . . اس روز انارو کوئیں پر بیلوں کو پانی پلا رہی تھی۔ میں نے کہا ارے مجھے بھی پانی پلا دے اور دونوں ہاتھوں کی اوک بنا کر اس کے سامنے جھک گیا۔ انارو ڈول سے اوک میں پانی ڈالنے لگی جب میں پانی پی چکا تو انارو نے ڈول کا بچا ہوا پانی میرے سر پر ڈال دیا میں بھیگ گیا۔ میں نے منہ پونچھتے ہوئے کہا۔ ٹھہر میں تجھے ابھی کنوئیں میں دھکیل دیتا ہوں۔ انارو اتنے میں ہرنی کی طرح بھاگ کھڑی ہوئی میں نے اس کا پیچھا کیا۔ مگر وہ ہاتھ نہ آئی۔ بھرتو۔ مانی۔ بھولی۔ انارو کی سبھی سکھیاں قہقہہ مار کر ہنس پڑیں۔

میں اس روز گنے کی رکھوالی کر رہا تھا۔ شام کا وقت تھا معلوم ہوا کوئی کھیت میں گھسا ہوا ہے۔ میں لاٹھی سنبھالتا ہوا کھیت کی طرف بڑھا۔ سوچتا تھا جو کمہار ہوگا۔ یا بدو تیلی جو بھی ہو آج اس کا سر توڑے بغیر نہ چھوڑوں گا۔ مگر جب کھیت میں گھسا تو دیکھا کچھ ہے نہ بلو انارو گنا توڑ رہی ہے

میں نے گرج کر آواز دی انارو!

انارو پہلے تو کانپ سی گئی۔ مگر جب مجھے دیکھا تو

[illegible]

[illegible] تو کھیت [illegible] کھیت [illegible]

[illegible] دیکھ لیا۔ کیوں ہے

[illegible] جواب نہیں دیتی ——

[illegible] ہوئے بوسنٹوں شانی سے

بولی "کیا یہ میرا کھیت نہیں ہے!" ——

میں نے کہا۔ تیرا کھیت کیسے ہے ری۔ تو دوسرے گاؤں کی لڑکی ہے۔ تیرا تو یہاں ایک لٹا بھی نہیں ہے"

انارو سے کچھ جواب دینا پڑا۔ مجھے شرارت سوجھی میں نے کہا "کھیت کے مالک سے شادی کر لے پھر البتہ یہ کھیت تیرا ہو جائیگا"

انارو نے کہا۔ "دھت؟" ——

میں نے کہا "کیوں کیا تیری شادی ہو چکی ہے؟"

انارو کا منہ حیا سے سرخ ہو گیا۔ مجھے ہنسی آگئی۔ میں ہنس پڑا۔ انارو اوکھ چھوڑ کر بھاگ گئی . . . . ——

گارڈ پکارا: "ہالٹ ہو کمز دیر Holt, Who Comes There"

کشن چونک پڑا۔ اس کی آنکھیں کھل گئی۔ وہ کروٹ بدل کر پھر سونے کی کوشش کرنے لگا۔ مگر اسے نیند نہ آئی پھر انارو کے تصور کا سلسلہ قائم ہو گیا

وہ چلتے وقت مجھ سے ملنے نہیں آئی۔ شاید اُسے خبر نہیں ہوئی۔ لیکن خبر کیسے نہ ہوتی۔ سارا گاؤں تو وہاں موجود تھا ایک وہی نہیں تھی۔ . . . ؟ ——

یہ خیال کر کے اُسے بہت صدمہ ہوا۔ توپوں کے گرجنے زخمیوں کے کراہنے اور لفٹنٹ کے گلو پھاڑ پھاڑ کر بٹالین ایڈوانس۔ بٹالین چارج؟ چلانے کی آوازیں برابر آرہی تھی۔ اس طرح دن کی طرح کشن کی رات بھی مصیبت اور پریشانی میں گذرتی۔

اسی طرح دن رات گذرتے ایک روز آرڈر آیا کل جاٹ رجمنٹ فیلڈ پر کوچ کرے گی ——

"تم نرس بنے گی؟" ——

"ہاں میم صاحب" انارو نے جواب دیا ——

"تم پردیس جائے گی؟" ——

"ہاں جاؤں گی" انارو بولی ——

میم نے دیکھا لڑکی جوان اور توانا و تندرست ہے خوشی سے بھرتی ہونا چاہتی ہے۔ نام لکھ لیا انارو بھیج دی گئی۔ جنگ کا

[illegible] میدان [illegible]

[illegible] ساتھ [illegible] چل پڑیں [illegible]

[illegible]

سپاہی دھوئیں کے سائے میں چھپتے [illegible] گرجن پر ٹوٹ پڑے ——

[illegible] دشمن فائر [illegible]

ایک ساتھ بندوقیں چل پڑیں۔ ——

"بٹالین ایڈوانس!" ——

دھوئیں کے سائے میں سپاہی پھر آگے بڑھے اور دوسری طرف سے بھی گولیاں چلنی شروع ہو گئیں۔ بیشمار سپاہی مجروح اور ہلاک ہوئے۔ جو زندہ بچے تھے وہ بھی مجروح اور مقتولوں کے ساتھ زمین پر پڑ گئے ڈاکٹروں اور نرسوں نے زخمیوں کی دیکھ بھال شروع کر دی۔ اسٹریچر بیرر اور ایمبولینس کار گھومنے لگے۔

دن کے چار بجے تھے۔ مغربی اُفق پر اندھیرا چھا چلا تھا۔ کہرا اور برف باری کی وجہ سے سامنے چیز نظر نہ آتی تھی ہر طرف دھواں ہی دھواں . چھایا ہوا تھا دور پرے بندوقوں کی آواز اور زخمیوں اور مرنے والوں کی چیخ پکار سنائی دے رہی تھی

ہندوستانی سپاہی جرمن سرحد پر ڈٹے ہوئے تھے انہیں جرمن مورچہ شکست کرنا تھا۔ کپتان کا آرڈر ہوا۔ چند گھنٹے تک فوج چھپی پڑی رہے۔ دشمن کے فائرنگ کا جواب نہ دیا جائے اور نصف رات کے بعد تاریکی کے پردے میں جرمن مورچے پر حملہ کر دیا جائے۔ جاٹ بٹالین حملہ میں آگے رہیگا۔ گوڑ گاماں رجمنٹ زیر زور مدد کریگا ——

نصف رات گذر گئی۔ ہندوستانی سپاہی حملے کیلئے روانہ ہوئے۔ وہ پہاڑ کی اوٹ اور درختوں کے سایہ میں حملہ کرنا چاہتے تھے۔ دشمن کی طرف سے تیز سرچ لائٹ پڑ رہی تھی۔ ادھر ذرا بھی نقل و حرکت ہوتی اور ادھر سے گولیوں کی بارش شروع ہو جاتی۔ اس لئے ہندوستانی سپاہی کئی میل کا چکر کاٹ کر جرمن کھائی کے بازو میں پہنچے۔ ادھر مورچہ بندی کمزور تھی۔ اس لئے کہ اس طرف سے جرمنوں کو حملہ کا اندیشہ نہ تھا۔

صبح ہو چلی تھی۔ پو پھٹنا ہی چاہتی تھی۔ جرمن کھائی کے بیشتر سپاہی اپنے کمبلوں میں لپٹے پڑے سو رہے تھے رات بھر جاگ کر کھائی کی حفاظت کرنے کی وجہ سے ان کی آنکھیں [illegible]

ملیں جو جاٹ بچے تھے وہ بھی بے پرواہی سے اس قتل کو کر رہے تھے اُن کے کچھ ... تھے۔ اس وقت اُن کے نزدیک کوئی خطرہ نہیں تھا

ہندوستانی فوج کے ... دی بٹالین چار ...

اس کے ساتھ ہی جرمن کھائی میں ایک زبردست ہنگامہ برپا ہو گیا۔ بہادر جاٹ جرمنوں پر ٹوٹ پڑے تیز سنگینیں دہڑکتے ہوئے دلوں کو نشانہ بنانے لگیں۔ برفیلی زمین گرم لہو سے تر ہو گئی گھمسان کا رن پڑ گیا۔ جاٹ سپاہی ہتھیلی پر سر رکھ کر امیونیشن بوٹ سے تڑپتے اور کراہتے زخمیوں کو روندتے ہوئے آگے بڑھے۔

صوبیدار میجر جول سنگھ گلا پھاڑ پھاڑ کر چلا رہا تھا شاباش بہادرو! شاباش بہادرو!" اور حوالدار میجر ہری سنگھ للکار رہا تھا۔ "واہ بھارت کے سپوتو - واہ - بڑھے چلو" جرمن سنگین کے اچٹتے وار سے اس کا بایاں بازو کٹ گیا تھا وہ صرف دائیں ہاتھ سے دشمن پر حملہ کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔

لفٹنٹ دُور سے بلند آواز میں پکار رہا تھا

بریو جاٹس، ویل ڈن"

اسی طرح جرمن افسر بھی اپنی زبان میں اپنے سپاہیوں کے حوصلے بڑھا رہے تھے۔

شاباشیوں اور حوصلہ افزا نعروں کے ساتھ مجروحین اور دم توڑنے والوں کی چیخ و پکار، میدان جنگ کی ہولناکیوں میں مزید اضافہ کر رہی تھی۔ کوئی اپنے زخموں سے بے چین ہو کر ... چلا رہا تھا کوئی اپنے بیوی بچوں اور دوسرے عزیزوں کا نام لے لیکر ہائے واویلا کر رہا تھا۔ اس ہنگامہ میں ریڈ کراس والے جان پر کھیل کر زخمیوں کو اٹھاتے پھرتے تھے۔

کھائی میں ایک جگہ ایک جاٹ ایک جرمن سے بھڑا ہوا تھا سنگین سے سنگین ٹکرا گئی تھی رائفل کی نلیاں اڑ گئی تھیں دونوں زور لگا رہے تھے اور دوسرے وار کا موقع تلاش کر رہے تھے۔ جاٹ بہت زیادہ زخمی ہو چکا تھا۔ اُسے اپنے ہاتھ میں کچھ کمزوری محسوس ہوئی جرمن یکبارگی پینترا بدل کر پیچھے ہٹا۔ اور پھر ساتھ ہی جاٹ پر ٹوٹ پڑا۔ لیکن ناگہاں کسی نے اُسے پیچھے سے دھکا دیکر ایک طرف دھکیل دیا۔ جرمن کا وار خالی چلا گیا۔

اتنے میں ایک عورت کی چیخ سنائی دی۔ جاٹ نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ اسی جرمن کے وار سے ایک نرس زخمی ہو کر زمین پر پڑی دم توڑ رہی تھی ... دوسرا ... جرمن اس پر دوسرا حملہ

کرنے جا رہا تھا۔ جاٹ بھرے ہوئے چیتے کی طرح جرمن پر ٹوٹ پڑا۔ اور پوری سنگین اس کے سینے میں پیوست کر دی۔

"ویل کشن!" تجھے ایک نرس پر ہاتھ اٹھاتے شرم آتی۔ یہ کہتے ہوئے جاٹ نے نرس کے قریب جا کر اسے دیکھا۔

اس کی آنکھیں کچھ کھلی اور کچھ بند تھیں اور وہ خفیف آواز میں کہہ رہی تھی کشن، کشن . . . . ؟

پو پھٹ چکی تھی۔ صبح کا اجالا چاروں طرف پھیل چکا تھا کھائی کے دوسرے حصے میں جنگ ہو رہی تھی۔ اس طرف میدان سرد پڑ چکا تھا۔ خون سے زمین لت پت ہو رہی تھی۔ انسانی جسم کے ٹکڑے، رائفلیں اور سنگینیں ہر طرف بکھری پڑی تھیں۔

نرس نے پھر کمزور آواز میں پکارا کشن . . . کشن . . . ؟

اس کے بعد اس نے آنکھیں بند کر لیں

خیالات کے ہجوم نے کشن کو دیوانہ بنا دیا۔ انارو سے کنویں پر پانی مانگنا۔ انارو کا اس کے سر پر پانی ڈال دینا۔ انارو کے ساتھ اس کی کھیت والی بات چیت اس کا انارو سے کہنا۔ "تو کھیت کے مالک سے شادی کر لے" اس کا دھت کہہ کر جواب دینا یہ تمام باتیں یکے بعد دیگرے بڑی تیزی سے کشن کو یاد آ رہی تھیں پھر ابھی ابھی انارو کا اپنی جان پر کھیل کر جرمن کی سنگین سے کشن کو بچانا۔ کشن اپنے کچھ قابو میں نہ رکھ سکا وہ زخمیوں کو کچلتا ہوا اس مقام پر جا پہنچا جہاں جاٹوں اور جرمنوں میں ہولناک جنگ ہو رہی تھی حوالدار میجر ہری سنگھ زمین پر پڑا تڑپ رہا تھا دشمنوں کی سنگینوں نے اس کی پسلیاں چور چور کر دی تھیں۔ اس کے علاوہ دونوں ہاتھ بیکار ہو چکے تھے۔ اس نے کشن کے جوش کو دیکھ کر پڑے ہی پڑے کہا۔ "واہ رے بھارت کے سپوت!"

جاٹوں کی جانبازیاں رائگاں نہیں گئیں۔ جرمن کھائی پر قبضہ کر لیا گیا۔ اگلے روز کیمپ ہسپتال میں انارو نے آنکھیں کھولیں اور ایک بار چاروں طرف نگاہ دوڑا کر خفیف آواز میں پکارا "کشن؟"

اسی وقت کمانڈر کے کیمپ میں سپاہیوں کی لسٹ کی جانچ ہو رہی تھی۔ اس میں لکھا تھا بہادر کشن سنگھ لڑتے لڑتے کام آیا۔

یاد رکھئے رسالہ نہ ملنے کی شکایت ہر ماہ کی ۲۰ تاریخ تک ہمارے پاس پہنچ جانا چاہیئے اس کے بعد تعمیل حکم کے لئے چار آنے کے ٹکٹ آنا لازمی ہیں ——— مینجر

گیت — پیا بن

از حضرت جناب صہبا لکھنوی

کلی کلی کا کومل ہردے لرز لرز رہ جائے! ———
جوبن رس سے ڈالی ڈالی لچک لچک لہرائے! ———
تھرک تھرک کر سندر تیری ادھر ادھر بل کھائے! ———
پھول کی مہکی چھاتی دھڑکے بھونرا جب بھنورائے! ———
——— تیرے بنا میں کیسے ساجن ہردے کا سکھ پاؤں!
کالی کالی مست بدریا اُمنڈ اُمنڈ گھر آئے! ———
رو کی پپیہا "پیہو" "پیہو" ٹھہر ٹھہر چلائے! ———
ایسے سمے میں یاد پیا کی ہردے کو تڑپائے! ———
برہا کی ماری برکھا رُت میں رو رو نیر بہائے! ———
——— کیسے کاٹوں کالی راتیں، کیسے جی بہلاؤں!
——— تیرے بنا میں کیسے ساجن ہردے کا سکھ پاؤں!

جگنو!

اے جگنو ———
ننھے جگنو ———
رات کی خوفناک تاریکی میں بادیہ پیمائی
کرنے والے جگنو ———
کیا ———
تو بھی میری طرح ———
کیوپڈ کے سنہرے تیر کا نشانہ بنا ہے!
جو اس طرح ———
اپنی ننھی سی مشعل لئے ———
دریا کے کناروں پر ———
پرخار جھاڑیوں میں ———
قدآور درختوں کی چوٹیوں پر ———
سر دھنتا پھرتا ہے ———
کیا میری طرح تو بھی ———
شعلہ ہائے عشق کے اُڑتے ہوئے
شراروں سے کھیلتا ہے؟ ———
اور ———
یاس و ناامیدی ———
حرماں نصیبی و سوختہ سامانی کے ———
لق و دق صحرا میں ———
اپنے معبد کو ڈھونڈھتا پھرتا ہے ———
اگر ایسا ہے تو ———
اے جگنو ———
تابناک جگنو ———
میں تجھ سے اُلفت کرتا ہوں ———
محبت نہیں ———
اِس لئے کہ ———
ایک سے محبت کرنے کے بعد ———
دوسرے سے محبت کرنا ———
توہینِ محبت ہے ———
اُلفت اس لئے کرتا ہوں کہ تو بھی ———
میری ہی طرح ———
آوارہ حال ہے ———
اس لئے ———
اے جگنو ———
بحرِ تاریکی میں روشنی کی شمع گل کرنے والے جگنو
چل ———
ہم دونوں پرستارانِ محبت ———
اپنی اپنی ———
مشعلیں لے کر ———
اپنی اپنی کشتیٔ حیات کے منزلِ مقصود تک لے چلیں

(شہاب [illegible])



مرد تنہا کھڑا ہو گیا تھا۔ لیلا نے بڑی تڑپ سے اپنی آنکھیں بلند کی تھیں۔ اور پھر آنکھ سے آنسو بہا رہی تھی۔ لیلا نے سرتیش کو اٹھایا اور کامل ہمت سے پیار کیا دو دی۔ اب سرتیش گاؤں کا سب سے زیادہ نیک اور شریف آدمی تھا۔ چند ہی روز میں سارا گاؤں اُسے چاہنے لگا زیادہ دن نہیں گذرے تھے کہ گورنر صاحب آشرم کی تعریف سنکر اُسے دیکھنے آئے۔ ان کے ساتھ صوبہ کے تقریباً سبھی بڑے افسر تھے۔ آشرم کا معائنہ کر کے وہ بہت خوش ہوئے اور ہزار روپیہ ماہوار سرکاری امداد مقرر کر دی۔ لیلا نے یہ موقع غنیمت جانا۔ اور ایک درخواست لکھ کر دیدی کہ سرتیش بابو اس گاؤں کے زمیندار تھے۔ بعض غیر معمولی واقعات کی بنا پر سرکار نے ان کی جائداد ضبط کر لی تھی لیکن اب وہ تمام برائیوں سے کنارہ کش ہو چکے ہیں۔ ان کی زمینداری انہیں واپس ملنی چاہئے۔ ایک مہینہ بھی نہ گذرا تھا کہ سرتیش کی زمینداری اُسے واپس مل گئی۔ سرکاری حیثیت سے وہ اب پھر گاؤں کا زمیندار تھا لیکن ذاتی طور پر اس کی حیثیت ایک سیوک کی سی تھی۔ جمال اکثر لیلا سے ملنے آیا کرتا تھا۔ لیلا بھی جمال کو اپنا سچا ہمدرد اور بھائی سمجھ کر اُس سے ملتی اور پہلے دنوں کی یاد تازہ کرتی تھی۔ سرتیش اب اُسے ہمیشہ "ماں" کہہ کر بلاتا تھا۔ دو سال اور گذر گئے۔ اور آخر ایک دن لیلا بیمار ہو گئی۔

اسی حالت میں اس آشرم کی بنیاد ڈالی تھی جب کہ ... تھا اور دنیا کی دلچسپیاں مجھ سے دور بھاگ گئی تھیں ... میں اس حالت میں مر گیا تھا کہ مجھے اس کی سیوا اور ... بھی نہ ملا تھا۔ یہی دکھ مجھے کھائے جا رہا تھا۔ کہ اچانک یہ خیال میں آیا۔ اور میں نے عوام کی خدمت کرنے کی ٹھان لی۔ یہ آشرم اسی خیال اور جذبۂ خدمت کی یادگار ہے۔

میں مر رہی ہوں لیکن میری تمنا ہے۔ کہ یہ یادگار ہمیشہ قائم رہے اور غریبوں کی خدمت میں ذرا فرق نہ آنے پائے۔ تاکہ ہم دونوں کی روحوں کو راحت اور سکون نصیب ہو یہ کہہ کر اس نے آنکھیں بند کر لیں — ہمیشہ کے لئے —

آج بھی وہ آشرم اُسی شان و شوکت سے کھڑا ہے۔ یہ عمارت عظیم الشان اور پختہ بن چکی ہے۔ زمیندار سرتیش کی تمام آمدنی اس کے لئے وقف ہے۔ ملک بھر میں آج آنا "آشرم" کو "ماں کا آشرم" کہہ کر پکارا جاتا ہے

سرتیش اور لیلا مر چکے ہیں لیکن ان کی غیر فانی محبت کی یادگار آج بھی زندہ ہے۔

اور وہ ہے "ماں کا آشرم"

[illegible]

… سر فراز ہو ——— آہ میں جس کے سوز ہو نالوں میں جس کے ساز ہو

جوش عشق بھرا ہوا دل میں ہو میرے موجزن ——— وہ جگر سے رہا ہو سوز جگر سے ساز ہو

بندے ہیں ہم سب ایک کے فرض ہے سبق بندگی ——— ایک ہی سب کا قبلہ ہو ایک ہی سب کی نماز ہو

ہو ترا پاس نازنیں اور مرا سر نیاز ——— عشق کی ہو اگر نماز حسن کی جا نماز ہو

ایک سے ایک حسین حسن کی کچھ کمی نہیں ——— مجھ سا ولے کوئی نہیں پھر مجھے کیوں نہ ناز ہو

اے مری چشم اشکبار اے مرے قلب بیقرار ——— دیکھ کہیں نہ آشکار عشق کا میرے راز ہو

دل میں ہو تیرا داغ عشق روح میں سوز و ساز عشق ——— درد ترا ہو جانفزا غم ترا دل نواز ہو

جام شراب ارغواں آنکھ ہے تیری میری جاں ——— مجھکو بھی ایک جام دے عمر تری دراز ہو

نیر سوختہ جگر چھوڑ بتوں کی بندگی

چاہیے تجھکو بس یہی بندۂ بے نیاز ہو

ہنسو اور موٹے ہو جاؤ

ایک دفعہ ایک ظریف کو کتے نے کاٹا۔ اسی وقت ڈاکٹر بلایا گیا جس نے زخم دیکھ کر رائے دی کہ معاملہ سخت خطرناک ہے کیونکہ معمولی کتے نے نہیں بلکہ دیوانے کتے نے آپ کو کاٹا ہے۔ ....

ظریف نے ڈاکٹر کی رائے سنکر کہا۔ کاغذ اور قلم دوات لاؤ۔

ڈاکٹر بولا۔ میری رائے میں آپ کی حالت ابھی اتنی خراب نہیں ہوئی۔ کہ آپ اپنی وصیت تحریر کرنے کا خیال دل میں لائیں۔

ظریف نے جواب میں کہا۔ کہ میں وصیت نہیں کرنے لگا ہوں۔ بلکہ ان اشخاص کی ایک فہرست تیار کرنے لگا ہوں جن کو اب میں کاٹوں گا۔

نوکر۔ باہر ایک شرابی کھڑا ہے وہ شراب کے نشہ میں مدہوش ہے اور پٹرول مانگتا ہے۔ کیا میں اسے دیدوں . .

مالک۔ کیوں نہیں؟ ....

نوکر۔ لیکن وہ تو پینے کے لئے مانگتا ہے۔ ....

نوجوان کیا تم میری لڑکی سے شادی کرنا چاہتے ہو کیا تمہارا اس کے ساتھ نباہ ہو سکیگا۔

نوجوان۔ کچھ پرواہ نہیں۔ میں خود بہت تند مزاج ہوں اسے درست کر دونگا۔

دو مسافر جا رہے ہیں۔ ان میں سے ایک گرم ملک کا ہے [illegible]

سرد ملک کا۔

سرد ملک والا۔ ہمارے ملک میں اتنی سردی ہوتی ہے۔ کہ جب ہم باتیں کرتے ہیں۔ تو وہ لفظ جو ہم بولتے ہیں۔ ہمارے منہ سے نکلکر زمین پر گر کر جم جاتے ہیں۔ ہم انکو اٹھا کر گھر لے جاتے [illegible] آگ پر رکھ کر گرم کرتے ہیں۔ جب وہ پگھلتے ہیں [illegible]

گرم ملک کا آدمی۔ ہمارے ملک میں اتنی گرمی ہوتی ہے کہ [illegible]

سرد ملک کا آدمی۔ وہ کیوں؟

گرم ملک کا آدمی۔ کیونکہ ہمیں ڈر رہتا ہے کہ [illegible] انڈے نہ دینے لگ جائیں اگر ہم ان کو برف نہ کھلائیں [illegible]

مستی و قلندری

ایک مثل مشہور ہے "ساٹھا تب پاٹھا" یعنی عام خیال ہے کہ پہلے ساٹھ برس کی عمر میں لوگ جوان ہوا کرتے تھے، مگر روس کے مختار مطلق اسٹالن نے اس مثل کو سچ کر دکھایا ہے، اُس نے ساٹھ برس کی عمر میں اٹھائیس سال کی ایک دوشیزہ سے شادی کی ہے،

اس دوشیزہ کا نام میرنیا اسکوولہ ہے، یہ اسٹالن کی بیوی ہی نہیں محبوبہ بھی ہے، یہ جوڑا گذشتہ جولائی ہی میں رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو چکا تھا، مگر اس وقت اس کا اظہار نہیں کیا گیا تھا۔ اب اسکا انکشاف ہوا ہے۔

میرنیا ہوا بازی کی ماہر ہے، وہ فن لینڈ کی جنگ میں ہوا باز عورتوں کے دستے میں شریک تھی ایک حملے میں اُسے سخت ہزیمت اُٹھانی پڑی، اس وقت سے اسٹالن نے اسے ہوائی حملوں میں شرکت کرنے سے ممانعت کر دی ہے، اور ہر وقت اسے اپنی نگاہوں کے سامنے رکھتا ہے۔

آپ اس واقعہ پر غور کریں گے تو اس نتیجے پر پہونچیں گے کہ اس سے اسٹالن ہی کی مستی و قلندری ظاہر نہیں ہوتی بلکہ میرنیا کی مستی و قلندری کا بھی اظہار ہوتا ہے جو اٹھائیس برس کی ہو کر ایک بوڑھے پر ریجھی ہوئی ہے۔

〰〰〰〰〰〰

بھوٹان ایک کوہستانی علاقہ ہے جو نیپال کے قریب واقع ہے، یہاں کے باشندوں کی زندگی مستی و قلندری کا ایک دلچسپ نمونہ ہوتی ہے۔

یہاں لڑکیوں کو شوہر کے انتخاب کی کامل آزادی حاصل ہے، والدین کا اس معاملے میں مطلق دخل نہیں ہوتا، اگر کسی لڑکی کے والدین مداخلت کریں بھی لوگ انہیں احمق بناتے ہیں،

نوجوان لڑکوں اور دوشیزہ لڑکیوں کے میل ملاپ کے لئے یہاں ایک کلب یا اڈا ہوتا ہے جس کا انتظام کنواری لڑکیوں اور ان عورتوں کے ہاتھ میں ہوتا ہے جو شادی شدہ تو ہوتی ہیں مگر بچے والی نہیں ہوتیں،

اس کلب میں زیادہ تر دوشیزہ لڑکیاں آتی ہیں، بیاہی عورتیں کم آتی ہیں اور بچوں والی اور بیوہ عورتیں ان سے بھی کم،

جن لڑکیوں کی عمر دس سال کی ہو جاتی ہے وہ عموماً اسی کلب میں شب گذاری کرتی ہیں، اس عمر کے بعد ان کے گھروں میں رات کو سونا منحوس خیال کیا جاتا ہے،

اسی اڈے کے آس پاس رہنے والے نوجوان غروب آفتاب کے بعد اندھیرا ہوتے ہی اڈے پر پہونچ جاتے ہیں، کوئی سیٹیاں بجاتا ہے، کوئی رومال ہلاتا ہے، اس طرح لڑکیاں جمع ہو جاتی ہیں،

وسطی مقام میں آگ روشن کر دی جاتی ہے۔ اس کے گرد تمام رات ناچنے گانے، کھانے پینے اور شراب کے جام لنڈھانے کا شغل رہتا ہے،

انہی صحبتوں میں لڑکیاں جس نوجوان کو چاہتی ہیں شریک زندگی منتخب کر لیتی ہیں، شادی کے لئے کچھ مراسم مقرر ہیں۔ بعض رسمیں والدین سے بھی تعلق رکھتی ہیں، مگر والدین کسی لڑکی کے پسندیدہ نوجوان سے شادی نہ کر دینے کا حق نہیں رکھتے،

〰〰〰〰〰〰

ایڈورڈ بلیک برن نامی ایک شخص نے ۱۹۳۱ء میں ایک عورت سے شادی کی جس کے ساتھ صرف تین ہفتے رہا پھر اس سے ترک تعلق کر لیا، ۱۹۳۳ء میں وہ مس لیلی سے ملا اور اسے اپنے دام محبت میں پھنسا کر اس سے شادی کر لی۔ جون ۱۹۳۹ء میں اس نے ایک اور لڑکی کو پھانس کر اس سے شادی کی جس کا نام مس روز تھا۔ اور دو تین ہفتے اسکے باغ حسن و شباب سے گل چینی کرنے کے بعد اسے بھی چھوڑ دیا،

پولیس کو معلوم ہوا کہ ایڈورڈ بلیک برن ایک سے زیادہ شادی کرنے کا مجرم ہے تو اس نے اس کو گرفتار کر کے اس پر مقدمہ چلایا۔

ملزم نے مس روز سے شادی کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے بتایا کہ مس روز کی اور میری ملاقات کو محض تین روز ہوئے تھے کہ مس روز نے کہا وہ حاملہ ہو گئی ہے، اس لئے اگر وہ اس سے شادی نہ کرے گا تو وہ گھر سے نکال دی جائے گی اور وہ رسوائی کو برداشت نہ کر کے خودکشی کر لیگی۔

بلیک برن کی آخری محبوبہ مس روز تھی جس سے ترک تعلق کرنے کے بعد اس نے فوج میں نام لکھا لیا تھا۔ اور عدالت میں بھی ایک فوجی افسر کی وردی میں حاضر ہوا تھا۔

ملزم کے وکیل نے ملزم کی صفائی پیش کرتے ہوئے کہا کہ ملزم کی پہلی شادی جائز نہ تھی اس لئے کہ شادی کے دو ہی تین ہفتے کے بعد ملزم کو معلوم ہوا کہ اس کی بیوی اپنے باپ سے ناجائز تعلق رکھتی ہے۔ باپ بیٹی کا یہ معاملہ عدالت میں بھی آ چکا ہے اور باپ [illegible] اعتراف کر چکا ہے۔ ملزم کے

وکیل نے یہ بھی بیان کیا کہ ملزم کی بیوی نے ملزم کو حوالات میں خط لکھا تھا کہ تم اپنی لڑکی کو اپنے نطفے سے نہیں بلکہ اپنے باپ کے نطفے سے سمجھتے ہو یہ غلط ہے یہ لڑکی تمہاری ہی ہے البتہ جو حمل ساقط ہوا وہ تیرے باپ کا تھا۔

مس روز کے بارے میں ملزم کے وکیل نے کہا مس روز جب ملزم سے ملی تو وہ ایک دو سالہ بچے کی ماں تھی۔ اس لئے اسے کنواری یا جنسی معاملات سے ناآشنا نہیں کہا جاسکتا، علاوہ ازیں اس نے جتنی عورتوں سے بھی شادی کی، شادی کے قبل ان سے تمام جنسی منزلیں طے کر چکا تھا،

دیکھی آپ نے سفید فام مجسمۂ تہذیب انسانیت باپ بیٹی کی مستی و قلندری؟

~~~~~~~~~~

جنگی مصالح کے پیش نظر جرمن شہروں میں رات کو روشنی نہیں کی جاتی تمام شہر تاریک رہتے ہیں، اس صورت حال نے جرمن نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو رنگ رلیوں کے لئے بڑی آسانی فراہم کردی ہے اور جب کہ دنیا جنگ کے باعث ناقابل بیان مصائب میں مبتلا ہوگئی ہے جرمنوں کے لئے مستی و قلندری کا بہترین موقع پیدا ہوگیا ہے۔

جرمن لڑکے لڑکیوں کی اس اوباشی کو دیکھ کر وہاں کی محکمۂ پولیس نے ایک فرمان جاری کیا ہے کہ کامل تاریکی کے بعد اٹھارہ سال سے کم عمر کے لڑکے اور لڑکیاں نہ گھروں سے نکلیں اور نہ پارکوں اور گلیوں میں پھریں۔

جنرل گوئرنگ نے اسی سلسلے میں ایک روز تقریر کرتے ہوئے کہا کہ جو نوجوان لڑکے اور لڑکیاں تاریکی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر فحش و بے حیائی کے مرتکب ہو رہے ہیں وہ مخلص اور سچے جرمن نہیں ہیں،

حضرت گوئرنگ آج یہ وعظ فرمانے بیٹھے ہیں اور کل ہی قبلہ و کعبہ نوجوان جرمن لڑکیوں کو شادی کئے بغیر بچے پیدا کرنے کی تلقین و ہدایت فرما رہے تھے، ایسی حالت میں بھلا جرمن نوجوانوں پر آپ کے اس متضاد وعظ کا کتنا اثر پڑے گا؟

پھر ہم تو اس قید کے معنی بھی نہ سمجھ سکے جو پولیس کی طرف سے صرف اٹھارہ سال سے کم عمر کے لڑکے لڑکیوں پر عائد کی گئی ہے، اگر ان سے زائد عمر والوں کو تاریکی سے فائدہ اٹھانے کی اجازت ہے تو آخر ان معصوموں ہی کو کیوں محروم رکھا جائے؟

~~~~~~~~~~

بوسہ بازی انسانی فطرت کا ایک جزو ہے، والدین اولاد کا بوسہ لیتے ہیں، بیوی شوہر کا بوسہ لیتی ہے اور شوہر بیوی کا۔ اس کے لئے اب تک ضابطہ تھا اور نہ آئین، اپنے اپنے جذبہ اور شوق کے مطابق جو جس طرح چاہتا تھا بوسہ لیتا تھا، مگر اب یورپ کے ترقی یافتہ ڈاکٹروں نے اسے بھی ایک فن بنا دیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ اگر مقررہ اصول و ضوابط کے مطابق بوسہ نہ لیا جائے تو اس سے بہت سی بیماریوں کے پھیلنے کا اندیشہ ہے' بہت خوب، ماہرین جنگ نے اس طرف توجہ کی تو کہہ دیں گے بوسہ ایک جنگی اہمیت کے حامل ہے اس لئے اگر اس کو مقررہ ضابطوں کے مطابق عمل میں لایا جائے گا تو گوناگوں جنگی مصالح کے فوت ہو جانے کا خطرہ ہے، اسی طرح دوسرے فن سے تعلق رکھنے والے اپنے نقطۂ نظر سے جو چاہیں گے ارشاد فرماویں گے،

خیر تو بہرحال سنئے، بوڈاپسٹ (ہنگری) میں ایک انجمن قائم ہوئی ہے جس کا مقصد فن بوسہ بازی کو رائج کرنا ہے۔ اس سلسلہ میں انجمن پمفلٹ اور ٹریکٹ نکالے گی اور نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کو بوسہ بازی کی تعلیم دے گی۔

~~~~~~~~~~

انگلستان میں اس سے بھی زیادہ دلچسپ ایک انجمن ہے جس کو وہاں کی عورتوں نے قائم کر رکھا ہے۔ اس انجمن کا مقصد نالائق شوہروں کی اصلاح ہے'

اس انجمن کی طرف سے ایک پرچۂ سوالات چھپا ہوا ہے جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

(۱) کیا تمہارا شوہر بچے کو نہلا دھلا کر کپڑے پہنا سکتا ہے؟ (۲) کیا وہ بچے کے لئے دودھ کی بوتل تیار کر سکتا ہے؟ (۳) کیا وہ بچے کو سلا سکتا ہے اور اگر وہ روئے تو اسے بہلا سکتا ہے؟ (۴) تم بیمار ہو جاؤ تو کیا وہ تیمارداری کے علاوہ گھر کے کام کاج سنبھال سکتا ہے؟ (۵) صبح کو جب تم اس کے لئے چائے تیار کرتی ہو تو شکریہ کر کے تمہارا شکریہ ادا کرتا ہے؟ (۶) کیا وہ تمہیں سینما یا سیر کرانے لے جاتا ہے؟ (۷) اگر تمہاری طبیعت خراب ہو تو تمہاری دلبستگی کی کوشش کرتا ہے؟ (۸) جس عورت کا شوہر اس پرچے کے مطابق نہیں ہوتا، انجمن کی ممبر عورتیں اس کے ساتھ رہتی ہیں اور اس کی اصلاح کر کے چھوڑتی ہیں'۔
~~~~~~~~~~

گھاس والی

سماج کی چیرہ دستیوں کی ایک منہ بولتی تصویر

افسانہ
محمد علی اختر
راجپوری

لوگ اسے خوبصورت کہتے تھے۔ سڈول جسم، تقریباً اٹھی سی، گداز نیم برہنہ جسم کی رعنائی میں صحت اور تندرستی انگڑائیاں لیتی ہوئی۔۔۔۔

جب وہ اپنے بساط سے زیادہ گھاس کا بھاری بوجھ سر پر رکھ کر سڑک پر چلتی، تو اس کی محنتوں اور مشقتوں کی پالی ہوئی کمر اس طرح لچکتی جس طرح تند و تیز طوفان میں اونچے اونچے بانس لچکتے اور بل کھاتے ہیں —— اس کے سانولے رنگ کے دھندلے اور "تیغ غبار" میں اس کے ذہب سے تمتماتے رخسار ایسے معلوم ہوتے، جیسے صبح کاذب کے دھندلکے میں افق مشرق ——— متمدن یافتہ لوگ اسے بدصورت اور کالی سمجھ کر نظریں ہٹا لیتے لیکن دیہاتوں کے الہڑ اور سیاہ فام نوجوان اس کی ایک شرمیلی نظر کے بھکاری رہتے۔ اس کی کمر سے صرف ایک دھوتی بندھی رہتی، جو کبھی گھٹنوں سے نیچی نہ ہوتی —— اور سینہ پر ایک میلی سی پٹی کسی ہوئی، جو ایسی معلوم ہوتی، جیسے اس کے طوفان کی طرح پھٹ پڑنے والے شباب کو روکے ہو۔ —— اس کی ننھی ننھی ہتھیلیاں کھرپوں کی بینٹ کی رگڑ سے سخت اور کھردری ہو گئی تھیں۔ اس کی آنکھیں ایسی تھیں، جیسے ٹھہرے ہوئے تالاب کی گہرائیاں۔۔۔۔ ان آنکھوں میں ہمیشہ غم و فکر کا ایک [illegible] اشارہ ہوتا جس نے اس کی نظروں کو حد درجہ قاتل اور دلفریب [illegible] دیا تھا۔

وہ گھاس چھیلنا خوب جانتی تھی، وہ اس کام میں ہی مہارت [illegible] جتنی مہارت ایک اعلیٰ سائنسدان اپنے آلات کے استعمال کرنے [illegible] ہے، وہ سوائے اس کے جان ہی کیا سکتی تھی —— اس[illegible] [illegible]اس نے جب پہلی بار آنکھیں کھولیں، تو گھر میں سوائے اپنی [illegible] اور توتلی بہن کے اور کسی کو نہ پایا —— ہاں اس کنبہ میں [illegible] باپ کی بلکتی اور سسکیاں لیتی ہوئی زندگی بھی شامل تھی [illegible] جیسے اس عالم غربت سے چھٹکارہ پانے کی سعی [illegible]

نے اس کے تھپیڑوں کا کچومر نکال دیا تھا۔

وہ صبح سات بجے جب کہ آبادیوں میں زندگی اور بیداری کے آثار بھی نہ پائے جاتے تھے، دور سنسان اور بھیانک جنگلوں اور پہاڑیوں میں نکل جاتی۔ —— پھر دوپہر ہوتے ہوتے اس کے تیز اور پھرتیلے قدم اسے شہر کی گلیوں میں پہنچا دیتے، جہاں وہ اپنی چھ گھنٹوں کی محنت کی پیداوار تانبے کے چند سکوں کے عوض بیچ کر گھر واپس چلی آتی، یہ اس کا روز کا معمول تھا، اور وہ انتھک مستعدی اور جاں فشانی کے ساتھ اس معمول کی پابند تھی، اسے راستوں میں شوخ و شنگ نوجوانوں کے چشم و ابرو کا نشانہ بننا پڑتا —— بعض تو اس کے اتنے قریب آ کر مذاق کرتے، کہ وہ ان کے سینوں کی دھڑکن صاف سن لیتی، لیکن یہ واقعات اس کی یکسانیت سے لبریز زندگی میں کسی نوع کی تبدیلی نہ پیدا کر سکے۔ اس کے معمول میں کسی نوع کا فرق نہ آیا۔ پہاڑیوں کی سخت اور بنجر سی زمین سے اپنی روزی فراہم کرنا اسکا کام تھا۔ بزدل انسانوں کی ہوس پرستی اس کو نیچا نہ دکھا سکتی تھی۔ —— وہ ان نوجوانوں کی مسکراہٹوں کو پائے حقارت سے ٹھکراتی ہوئی گذر جاتی جو اس کی لچکتی ہوئی کمر کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے تھے۔

دوپہر کا خاموش سماں تھا۔ کائنات غنودگی میں اونگھ رہی تھی، سڑک پر سناٹا چھایا ہوا تھا۔ کبھی کبھی کسی موٹر کا ہارن یا سائیکل کی گھنٹی دوپہر کے خوابیدہ سکوت کو درہم برہم کرتی ہوئی نکل جاتی، بڑے بڑے محلوں کی کھڑکیوں اور دروازوں پر خس کی تازہ اور پانی سے شاداب کی ہوئی ٹٹیوں کے پتے دوپہر کی گرم لوؤں میں نہائے ہوئے جھونکوں سے ٹکرا ٹکرا کر کانپ رہے تھے، [illegible] تھا، جیسے آفتاب کی غصیلی اور شعلہ بداماں کرنوں کا مسکن [illegible] —— [illegible]

فضاؤں کے دھیمے دھیمے [illegible] ایک آواز سنائی دیتی تھی، منگری، وہ گھاس [illegible] منگری —— سر پر گھاس کی ایک "پہانچی" اٹھائے تپتی ہوئی پختہ سڑک پر دھیرے دھیرے قدم بڑھا رہی تھی، اس کی پیشانی اور سینہ پر پسینے کے قطرات جگمگا رہے تھے، جو دھوپ کی تیز روشنی سے ٹکرا کر اس کے میلے کچیلے بدن کی جلد میں شدید کھجلاہٹ پیدا کر دیتے لیکن چونکہ اس کے دونوں ہاتھ سر پر گھاس کی پوزیشن کو مستحکم بنانے میں مشغول تھے، وہ صرف بےچینی کے ساتھ پہلو بدل کر رہ جاتی، تپتی ہوئی سڑک پر اس کے تلوے اس طرح بھن رہے تھے، جس طرح تنور میں پاؤ روٹی، آج خلاف معمول اس کی گھاس ابھی تک نہ بکی تھی ——

"کیا دام لیگی رے؟" —— منگری کو ایک کرخت آواز نے چونکا دیا، اسے پیچھے مڑ کر دیکھنا پڑا، سامنے والی کوٹھی کے دریچہ سے یہ آواز برآمد ہوئی تھی، ایک گورا، چٹا نوجوان دریچہ کی سل پر اپنی دونوں کہنیاں ٹکائے اس سے گھاس کے دام دریافت کر رہا تھا،

"تین آنے!" منگری نے ہچکچاتے ہوئے جواب دیا،

"چل! لا" —— دیکھ وہ سامنے والے اصطبل میں رکھ دے، اور یہاں آ کر پیسے لیجا!"

منگری کو سخت حیرت تھی، کہ نوجوان نے اس سے مول تول کیوں نہ کیا، حالانکہ وہ ابھی اسی بات کی بنا پر کئی گاہکوں سے جھگڑ چکی تھی، جو اسے پوری گھاس کی قیمت صرف چھ پیسے دے رہے تھے۔ بہرحال منگری کو اس وقتی مسرت کے احساس نے اس معاملہ پر سوچنے کا موقع نہ دیا۔ اور وہ دوسرے لمحہ میں اصطبل میں گھاس رکھ کر اس دریچہ کی سمت بڑھ رہی تھی جہاں سے آواز آئی تھی،

"ادھر اندر کمرے میں آنا!" —— نوجوان نے انگلی سے دروازہ کی سمت اشارہ کر کے کہا، منگری نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا، منگری کو نوجوان کی آنکھوں میں بالکل وہی شیطنت ناچتی ہوئی معلوم ہوئی، جو وہ روزانہ اس کی طرف تکتے ہوئے دوسرے نوجوانوں کی آنکھوں میں دیکھتی تھی، وہ ایک لمحہ کیلئے گھبرا گئی لیکن پھر ہمت کر کے دروازہ کی سمت بڑھی کمرہ میں داخل ہونے کے بعد اس کی گھبراہٹ اور بڑھ گئی، کیونکہ اس نے اس قسم کا کمرہ زندگی میں کبھی نہ دیکھا تھا، صوفے، آئینے، کوچ، گدیدار کرسیاں، رنگین پردے، دیواروں پر آویزاں حسین و جمیل تصویریں، —— ! یہ سب چیزیں اس نے زندگی میں کبھی نہ دیکھی تھیں

دوسرے لمحہ میں اس کی کمر کے گرد نوجوان کے بازو مضبوطی سے حائل تھے، منگری نے ایک چیخ ماری، اور ایک ہی جھٹکے میں نوجوان کو کمرے کے گوشے میں پھینک کر دروازہ کی سمت بھاگی، وہ کئی بار چکنے فرش پر پھسلتے پھسلتے بچی —— ! بہرحال اب وہ سڑک پر تھی، اور تیزی سے قدم بڑھاتے اپنے گھر کی طرف جا رہی تھی، وہ بعض وقت مڑ کر پیچھے کوٹھی کی طرف دیکھ لیتی، سڑک کا سناٹا پن اسے ڈرا رہا تھا، اسے اپنے تین آنے ضائع جانے کا کوئی افسوس نہ تھا —— ! اسے ایسا معلوم ہو رہا تھا، جیسے اس کی کمر کے گرد ہزاروں چیونٹیاں رینگ رہی ہیں، وہ دھیمے دھیمے ہانپ رہی تھی!

اس واقعہ کو کئی مہینے ہو گئے، لیکن منگری کے دل میں اس کی دھندلی سی یاد اب بھی باقی تھی —— اگرچہ ایک بھولے ہوئے خواب کی طرح۔ برسات کا موسم تھا، اونچی اونچی پہاڑیاں اور بڑے بڑے میدان سرسبز و شاداب گھاس اور جھاڑیوں سے ڈھکے ہوئے تھے، معلوم ہوتا تھا، جیسے فطرت نے ایک نیا جوڑا بدلا ہے، گرم لو کی بجائے اب ہر وقت خنک اور جنگل کے خودرو پھولوں اور پودوں کی خوشبوؤں میں بسی ہوئی ہوا کی موجیں فضا میں گنگناتی ہوتیں، آسمان پر سورج کی غضبناک کرنوں کی سرخی کی بجائے، اب اودے اور نیلے رنگ کی گھٹائیں کلیلیں کرتی ہوتیں،

پانچ دن کی مسلسل اور موسلا دھار بارش نے منگری کا پیمانۂ صبر لبریز کر دیا تھا، وہ پانچ روز سے گھاس لانے بھی نہ گئی تھی، کئی مرتبہ تو ایسا ہوا، کہ وہ سخت بارش میں کھرپہ اور ٹوکری لیکر نکل کھڑی ہوئی، لیکن شدید طوفان کے جھونکا اور بارش کے تھپیڑوں نے اس کی ہمت پست کر دی، اور اسے واپس لوٹنا پڑا —— چار روز کے قلیل عرصے میں اس کے پسماندہ پیسے ختم ہو چکے تھے، اور فاقہ کی نوبت آ گئی تھی، اگر معاملات اسی پر اکتفا کرتے، تو کوئی زیادہ حرج نہ تھا، لیکن منگری کے لئے جو چیز سب سے زیادہ پریشان کن تھی، وہ اس کے بوڑھے ماں باپ کی شدید علالت تھی، اس کے پاس اتنے پیسے بھی نہ تھے، کہ گاؤں کے موٹی توند والے وید سے دوا خرید کر اپنے

باپ کو دیتی ــــــ اس کا باپ اب اپنی زندگی کے آخری دن گن رہا تھا، برسات کے سرد جھونکوں نے اس کی کھانسی اور بخار میں اور چند اضافہ کر دیا تھا،

آخر اس سے نہ رہا گیا۔ بارش تھوڑی سی رکی ہی تھی کہ اس نے اپنی چھوٹی بہن کو گھاس کی ٹوکری اور کھرپہ دے کر میدان کی طرف روانہ کر دیا، اور خود شہر کی طرف بھاگی، وہ آج پہلی مرتبہ ایک قلی کا کام کرنے جا رہی تھی،

منگری بازار کی سڑک پر ادھر ادھر آنکھیں بچاتی چلی جا رہی تھی، کہ پھر موسلادھار بارش نے آ لیا، اسے مجبوراً سامنے والی کوٹھی کی برساتی میں پناہ لینا پڑا، منگری کو یک بیک یاد آیا کہ وہ اسی کوٹھی کے نیچے کھڑی ہے، جہاں اسے ایک مرتبہ ایک خطرناک واقعہ پیش آیا تھا، اور اس کا نازک دل دھک دھک کرنے لگا، اس نے اپنے اوپر ملامت کی، لیکن اب کیا ہو سکتا تھا، بارش کی تیزی میں دو چند اضافہ ہو گیا تھا، وہ بھاگ بھی نہ سکتی تھی، اسے ایک مجبور پرندے کی طرح پھڑپھڑا کر رہ جانا پڑا، "ایسے میں اگر پھر وہی نوجوان آ جائے، تو کیا ہو؟" ــــــ وہ ابھی یہ سوچ ہی رہی تھی، کہ مکان کے اوپر والے دریچہ سے کسی نے آواز دی،۔

"کام کرے گی ہے ؟"

منگری نے اوپر دیکھا، کھڑکی میں وہی نوجوان کھڑا اس کی طرف دیکھ دیکھ کر مسکرا رہا تھا، منگری نے غرور اور نفرت کے ایک جھٹکے کے ساتھ سر نیچا کر لیا، لیکن اسے فوراً ہی اپنی حماقت کا احساس ہوا ــــ "اسے اتنا تو غور کرنا چاہئے، کہ وہاں کھڑی ہے۔ اسی نوجوان کی کوٹھی کے نیچے جس سے وہ نفرت کرتی ہے،" اسے پھر فوراً ہی اپنے بوڑھے باپ کا خیال آیا، وہ اسی کی دوا کی قیمت حاصل کرنے شہر میں نکلی تھی، اس نے دوبارہ اپنی نظریں اوپر اٹھائیں، اس کی آنکھوں میں یاس اور امید کی ایک دردناک جھلک تھی، ــــــ لیکن کھڑکی بند ہو چکی تھی، دوسرے ہی لمحہ میں اس نے نوجوان کو برساتی میں اترنے والی سیڑھیوں پر سے نیچے آتے دیکھا، منگری کا دل زور زور سے کانپنے لگا، اس نے بھاگ جانے کا ارادہ کیا، لیکن اسے ایسا محسوس ہوا، جیسے اس کے پاؤں میں کسی نے بھاری بیڑیاں ڈال دی ہوں، نوجوان اس کے قریب پہنچ چکا تھا، اس نے منگری کے قریب، بالکل قریب پہنچکر اپنے داہنے ہاتھ کی مٹھی کھول دی، اس کی [illegible] ہتھیلی پر چاندی کے دو گول گول سکے چمک رہے تھے

منگری گھبرا گئی، اس کی سمجھ میں نہ آیا، کہ کیا کرے؟

"لیگی ــــ؟" ــــــ نوجوان نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے، مسکرا کر دھیمے لہجہ میں دریافت کیا۔ ــــــ منگری اور بھی گھبرا گئی، اس نے اتنی بڑی رقم کبھی نہ دیکھی تھی، اور چہ جائیکہ یہ احساس کہ وہ عنقریب اس کی ملکیت ہوگی، اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا۔ لیکن وہ سب کچھ جانتی تھی، یک بیک اس کے دل میں نفرت کا ایک طوفان امڈ آیا، اس کے جی میں آیا کہ نوجوان کے ہاتھ کو اتنے زور سے جھٹک دے، کہ وہ دور کیچڑ میں جا کر گرے، لیکن اسے فوراً ہی اپنے باپ کا خیال آیا، اسے اپنی مجبوری و بیچارگی کا اتنا شدید احساس کبھی نہ ہوا تھا، اسے پیسوں کی ضرورت تھی پیسوں کی ــــــ وہ اسی کیلئے گھر سے نکلی تھی، اس کے بوڑھے بیمار باپ کو دوا کی ضرورت تھی، شدید ضرورت تھی، اور دوا بغیر پیسوں کے کیسے خریدی جا سکتی تھی ــــــ اسے بغیر کچھ محنت کئے اتنی بڑی رقم ہاتھ آ رہی تھی ــــــ جذبات کی اس ہولناک کشمکش کے سبب اس کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے، جیسے وہ پلکوں ہی میں پی گئی۔

"کس کا کام ہے ــــــ؟" منگری نے ایسے لہجہ میں دریافت کیا، جیسے وہ کچھ نہ جانتی ہو،

"ادھر آ!" ــــــ نوجوان نے کہا، اور اسے کمرہ کی طرف لے چلا۔ چند قدم چلنے کے بعد منگری یک بیک رک گئی، جیسے اس کے چلنے کی قوت سلب ہو گئی ہو، ــــــ نوجوان نے مسکراتے ہوئے اس کی کلائی پکڑ لی، اور اسے تقریباً گھسیٹتا ہوا کمرہ کے اندر لے گیا، چٹخنی کے زور دار سے بند کرنے کی آواز برسات کی خاموش فضا میں گونج گئی ــــــ! آسمان پر ایک بجلی چمکی، اور زمین و آسمان ایک گرج دار اور پر ہول آواز سے دہل گئے

ڈھائیں ــــ! ڈھائیں!! ــــ ڈھائیں!!! ــــــ،

"آخو ــــ خو ــــ خو ــــ خو ..... "چھیں ــــ آچھیں ــــ!"

ــــــ !! دوبارہ کھانسی کا ایک شدید دورہ پڑا، اور منگری کا بوڑھا باپ دونوں ہاتھوں سے سینہ تھام کر کراہتے ہوئے، بستر میں سکڑ گیا ــــ اس کے سینہ میں اب اتنی طاقت بھی نہ تھی، کہ کھانس سکے،

"پانی! ... پا ... پا ... پانی ..... !" اس نے دوبارہ نحیف آواز میں پکارا، لیکن [illegible] اس کی آواز [illegible] کوئی نہ تھا۔

(بقیہ صفحہ ۴۹) جھونپڑی کی چھت چھلنی کی طرح ٹپک رہی تھی، اور پانی بہ کر اس کی میلی کچیلی گدڑی کے ارد گرد حلقہ بنا رہا تھا،

"بڈھے نے دو ایک بار دھیمی اور گھٹی ہوئی آواز میں پانی مانگا، اور بیجان ہو کر زمین پر لیٹ رہا ــــ اسکی تھکی ہوئی روح زندگی کے جھنجھٹوں سے نجات پا چکی تھی۔ ــــ!

گھر گھر گھر، ــــ جھونپڑی کا دروازہ کھلا، اور منگلی ہنستی ہوئی اندر داخل ہوئی، اس کے چہرے سے حیرانی و پریشانی کے شدید ترین آثار نمایاں تھے، اس کے ہونٹ کھلے ہوئے تھے، اور رخساروں پر آنسوؤں کی خشک لکیریں، سانپ کی مانند لہرا رہی تھیں، وہ دھیرے سے اپنے بوڑھے باپ کی سمت بڑھی، اور دھیمے لہجہ میں پکارا، ــــ "باپو!" ــــ اس نے گھبرا کر دو تین بار زور زور سے اسے جھنجھوڑا، لیکن زندگی کے کوئی آثار نہ ملے۔ وہ اپنے مردہ باپ کی لاش پر گر کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگی!

یک بیک وہ اٹھ کھڑی ہوئی ــــ بالکل وحشیانہ طور پر ــــ اس نے کانپتی ہوئی انگلیوں سے کرتے چاندی کے دو گول سکے برآمد کئے، اور ساتھ کے ایک خوفناک جھٹکے کے ساتھ جھونپڑی کے دروازہ

شہر سے کچھ فاصلے پر کولیوں کی ایک چھوٹی سی آبادی کے قریب ایک گھنے جنگل کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، اس جنگل میں شکار کیلئے جانے والے "بڈھے لوگوں کا" بیان ہے، کہ اس جنگل میں ایک پگلی رہتی ہے، جس کی شکل دھوپ کی تمازت، جاڑوں کی سردی اور بارش سے ایسی بدنما اور کھردری ہو گئی ہے، جیسے کسی مردہ جانور کا سڑا گلا ہوا پنجر، وہ مادر زاد برہنہ ادھر ادھر دوڑتی رہتی ہے ــــ کبھی کبھی آبادی کی طرف بھی نکل آتی ہے، اور لوگ رحم کھا کر اسے روٹی کا ایک باسی ٹکڑا دے دیتے ہیں،

جب وہ کسی خوش پوشاک شہری کو دیکھتی ہے، تو اس پر اس طرح لپکتی ہے، جیسے وہ کسی پر حملہ کر رہی ہو ــــ قریب پہنچ کر اپنی دو انگلیاں کھڑی کر کے اس کی طرف اشارہ کرتی ہے، اور پھر ہنستی ہے قہقہہ لگاتی ہے اتنے زور سے قہقہہ لگاتی ہے، کہ وہ شہری گھبرا کر بھاگ جاتا ہے، اس کے ہر قہقہہ میں نفرت، غصہ اور ایک خطرناک غم کی آندھیاں چلتی رہتی ہیں، معلوم ہوتا ہے، جیسے وہ اپنے اس خوفناک قہقہہ

جب تم کمسن تھیں!

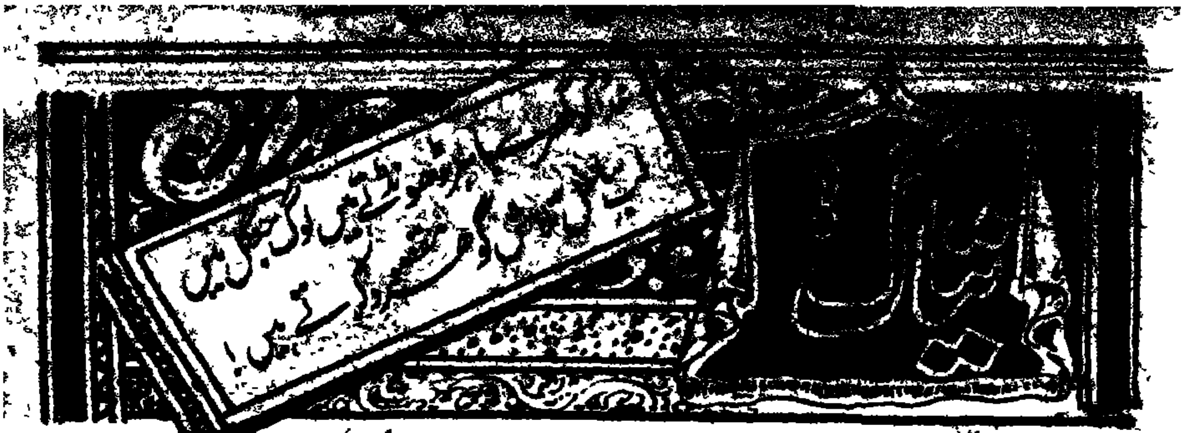
از جناب سلطان محمد قریشی بہاری

ایک انگریزی نظم کا ترجمہ

تم اور میں مرغزاروں میں بہار کے شگفتہ پھولوں کے درمیان کھیلا کرتے تھے۔ان دنوں جب میں چھ برس کا اور تم چار برس کی تھیں۔
ہم ہار گوندھتے تھے اور ایک دوسرے پر پھولوں کے گہنے پھینکتے تھے۔آہ یہ سادہ مسرتیں اتنی ہی گریزپا نکلیں جتنے بچپن کے دن۔
درختوں کے گھنے جھنڈوں اور مرغزاروں میں ———
ہری ہری دوب اور جنگلی پھولوں کے فرش پر ننھے ننھے بگولوں کے ساتھ ہاتھوں میں ہاتھ دیئے ہم ادہر ادہر گھومتے تھے۔مگر یہ ساٹھ سال کی بات ہے۔ ———

رفتہ رفتہ تم ایک گل رو دوشیزہ بن گئیں۔
ہماری پہلی محبت اب بھی اسیطرح تر و تازہ تھی۔
ہمارے آسمان پر تاریکی کا کوئی دھبہ نہ تھا۔
زندگی کے دن مسرت کے نور سے جگمگاتے تھے
اور میں جان و دل سے تمہارا شیدا تھا۔
آہ یہ محبت کتنی گہری کتنی پاکیزہ تھی۔الفاظ اسکے بیان سے قاصر ہیں۔ان دنوں میں خیال کرتا تھا۔کہ تمہیں بھی مجھ سے ایسی ہی محبت ہوگی
مگر یہ پچاس سال کی بات ہے! ———
پھر تمہارے گرد والہان محبت کے گروہ حلقہ زن رہنے لگے۔اور تمہارا روز افزوں حسن سینکڑوں دلوں کی سنہری امیدوں کا مرکز بن گیا
اسوقت میں نے تمہیں پہلے کے عہد و پیمان سے روگرداں ہوتے ہوئے دیکھا۔تم دولت و ثروت اور منصب اور اعزاز کی طرف جھک گئیں ———
اسوقت مجھے احساس ہوا۔کہ میرا دل پاش پاش ہو رہا ہے
مگر یہ چالیس سال کی بات ہے۔ ———
میں زندہ رہا اور ایک دوسری لڑکی سے میری شادی ہوگئی۔اس نے مجھے اس طرح خوش رکھنے کی کوشش کی مجھے شکایت کا کوئی موقع نہ دیا۔ ———
اور جب میں نے سنا تم بچوں والی ہوگئی ہو۔
میرے دل میں یہ خواہش نہ تھی۔کہ یہ بچے میرے ہوتے۔

میرے اپنے بچے میری امیدوں کی رونق بڑھانے کیلئے کافی تھے۔
اور میں ان کی موجودگی میں بے قیاس مسرت محسوس کرتا تھا۔
مگر یہ تیس سال کی بات ہے۔ ———
تم بڑی بوڑھی بن گئیں پختہ سال دلاویز فربہ ———
دولت و ثروت اور شکوہ و شان کی جگمگاتی دنیا میں۔
میری دنیا مقابلتہً بہت سیدھی سادھی تھی ———
مگر مسرت کے دن میری قسمت میں بھی تھے ———
موسم سرما میں کسی آتشدان کے قریب ———
کبھی اس سے بھی زیادہ مسرور آنکھیں چمکتی ہوئی دکھائی نہیں دیں جتنی اس دن جب میرے سب سے چھوٹے بچے کا نام رکھنے کی رسم ادا ہوئی۔ ———
مگر یہ بیس سال کی بات ہے۔ ———
وقت گذرتا گیا میری سب سے بڑی لڑکی کی شادی ہوگئی۔
میں ایک سفیدریش دادا بن گیا ———
ایک چار سال کی بچی کو ساتھ لے کر میں خودرو پھولوں والے مرغزاروں میں پھرنے لگا۔انہیں مرغزاروں میں جو ہماری بچپن کی مسرتوں کا گہوارہ تھے۔ ———
اور جہاں اب بھی جنگلی پھول اس طرح کھلتے تھے۔
وہ اپنی ٹوکری ان پھولوں سے خوب بھر لیتی تھی۔
اور یہ ابھی دس سال کی بات ہے
اگرچہ پہلی محبت کے جنوں پرور ولولے ———
ہوش و خرد کی پرسکون فضا میں گم ہو چکے ہیں۔
لیکن میں اب بھی اکثر محبت سے تمہیں یاد کرتا ہوں۔
اور اسوقت تک یاد کرتا رہوں گا۔جب یہ زندگی مجھے خداحافظ کہہ دیگی یہ پیہم گذرنے والی ساعتیں۔ ———
آخر ایک ایسا وقت لائیں گی جب ہم نہ ہوں گے۔
اور جب ہماری بچپن میں پھول چننے کی داستان صدہا سال کی پرانی بات ہو چکی ہوگی۔ ——— فقط



(۱)

مضافات کنوہ، ضلع مرشد آباد میں ایک گاؤں ہے۔ کاٹیتن۔ اب تو خیر یہ بالکل ویران و تباہ ہے لیکن ہم جس زمانہ کا حال بیان کر رہے ہیں اُس وقت یہ گاؤں بہت آباد تھا۔

یہاں کے لوگ پیر فقیر، سادھو سنت کے بڑے معتقد تھے، اسی اعتقاد کی برکت تھی کہ اکثر سادھو اور فقیر یہاں آتے رہتے تھے، اور اُن کی نصیحتیں سُننے کا موقع گاؤں والوں کو اکثر ملتا رہتا تھا۔

ایک مرتبہ ایک سادھو آیا، تو پورے ایک مہینہ تک اُپدیش دیتا رہا، اُس کا اُپدیش یہ تھا، کہ اگر "نروان" چاہتے ہو، تو مایا کے جنجال کو تیاگ دو۔۔۔۔۔ اس سے دُور بھاگو۔۔۔۔۔ بیوی، بال بچوں کے پھندے میں پڑ کر مکتی ملنا ناممکن ہے۔۔۔۔۔۔!

لیکن اُپدیش اور وعظ سُننے کے لئے ہوتے ہیں، عمل کرنے کے لئے تو ہوتے نہیں، اس لئے سادھو جی اپنا اُپدیش دے کر چلے گئے، اور گاؤں والے اپنے اپنے کاموں میں لگ گئے، مگر نوجوان مُدھ سَن پر سادھو کی تعلیمات نے اتنا گہرا اثر کیا، کہ وہ رات دن اسی خیال میں ڈوبا رہتا تھا، اس میں صفائی کا خیال زیادہ آگیا تھا، رات دن کے غور و فکر سے اُس کا جسم لاغر ہوگیا تھا، اور اس کا چہرہ اُترا ہوا معلوم ہوتا تھا، وہ اپنی بیوی، روپا سے بھی زیادہ باتیں نہیں کرتا تھا، ماں سے بھی کترا کر نکل جاتا تھا۔ ماں اس بات کا کوئی خیال نہیں کرتی تھی، کیونکہ وہ سمجھتی تھی جوان بیٹا اور بہو گھر میں ہیں، اُن کے ہنسی خوشی کے دن ہیں، دونوں رات دن ہنستے بولتے رہتے ہوں گے، مگر روپا اس اچانک تبدیلی سے خوفزدہ ہوگئی، اس کو کچھ پوچھنے کی جرات نہ ہوتی تھی، لیکن آخرکار ایک دن اُس نے ڈرتے ڈرتے، دھڑکتے ہوئے کلیجے کے ساتھ پوچھا۔

"آخر یہ رات دن کیا سوچتے رہتے ہو، نہ کھانے کی پرواہ ہے، نہ سونے کی فکر، ان دنوں چہرہ بھی بہت اُترا ہوا ہے۔"

مُدھ سَن نے روپا کی طرف پیار سے دیکھا، اس کی نظریں روپا کے معصوم چہرہ پر پڑیں، اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی، بولا۔۔۔

"یہ گیان دھیان کی باتیں ہیں، تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گی!"

"تو کیا گیان دھیان میں آدمی یہ سُوکھ جاتا ہے؟ تمہارے باپو جی بھی تو برہمن ہیں، اور صبح شام روز پوجا پاٹ کرتے ہیں، مگر میں نے تو اُن کو کبھی بھی اتنی چنتا کرتے نہیں دیکھا۔" روپا نے کہا۔

"نہیں روپا! اس کو گیان دھیان نہیں کہتے ہیں، یہ بھگوان کی بھگتی نہیں ہے، یہ رسم و رواج کی پوجا ہے، جب تک آدمی مایا کے جنجال کو تیاگ نہ دے، اُس وقت تک وہ بھگوان کا سچا بھگت نہیں ہو سکتا۔" مُدھ سَن نے کہا۔

روپا ایک بھولی بھالی لڑکی تھی، وہ اس فلسفہ کو بالکل سمجھ نہ سکی، اس نے دل میں کہا۔ "نہ جانے اِن کو کیا ہوگیا ہے؟"، اور کچھ جواب نہ دے سکی۔

(۲)

چیت کا مہینہ تھا، اور چودھویں رات کا چاند پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا، سفید چاندنی چاروں طرف چھٹکی ہوئی تھی، آدھی رات گزر چکی تھی، اور چیت کی خوشگوار ہوا چل رہی تھی، سارے گاؤں میں ایک سناٹا چھایا ہوا ہے، ہر شخص سو رہا ہے، مگر مُدھ سَن ابتک جاگ رہا ہے، اُس کے پاس روپا اپنے بچے کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے سو رہی ہے۔

"تو کیا بیوی اور بچوں کی محبت اور ماں باپ کا خیال مجھے نروان کے راستہ سے بھٹکا دے گا؟ —— یہ دُنیا مایا ہے، اور نروان کا حصول بغیر تیاگ کے ناممکن ہے، بیوی بچوں کی محبت، ماں باپ کا خیال، دھن دولت، جھوٹی خوشی کی خواہش، سب مایا ہے، ان میں حقیقت نہیں ہے، یہ سب دلکش جھوٹ ہے، ایک خوبصورت فریب ہے، ہے ایشور! میری سہایتا کرو، کہ میں ان زنجیروں کو توڑ کر آزاد ہو جاؤں، ہے پربھو! میرے ہردے کے مندر میں سما جاؤ، تاکہ سوائے تیرے اُجالے اور تیری بھگتی کے میرے دل میں کسی اور کی جگہ باقی نہ رہے۔"

مُدھ سَن اُٹھ بیٹھا، اب وہ مایا کی زنجیروں کو توڑ چکا تھا، اب وہ آزاد تھا، وہ اُٹھ کھڑا ہوا، اور دیوانہ وار گھر سے باہر نکل گیا، لیکن ایک معصوم

[illegible] ... گیا ... داس نے دیکھا اور اپنے
[illegible] ... ایک شش تھی، جیسا معلوم ہوتا تھا
[illegible] ... وہ پانچ منٹ تک خاموش کھڑا رہا۔
[illegible] ... خود بخود آہستہ آہستہ کہنے لگا: ——— "نہیں! نہیں!! میں
[illegible] ... کو پہچان لیا ہے۔ اب یہ دلکش فریب مجھے دھوکا نہیں دے سکتے۔"
[illegible] ... ہوئے وہ دیوانوں کی طرح باہر نکل گیا۔

۳

وہ کہاں کہاں نہ پھرا ——— جنگل، پہاڑ، سبھی چھان ڈالے —، مگر حقیقی امن و سکون کی روشنی نہ ملی، ——— وہ تین سال تک اسی طرح پھرتا رہا، یہاں تک کہ وہ گیا پہنچا ——— جہاں مہاتما بودھ کو "نروان" کی روشنی ملی تھی، یہاں پہاڑ کی کھوہ میں ایک سادھو کے درشن ہوئے، سادھو کی جٹائیں لمبی لمبی تھیں، ناخن بڑھے ہوئے تھے، ڈاڑھی اور بھووں کے بال بھی بہت بڑھ گئے تھے، سادھو نے بدھن کی داستان سُنی اور ایک ٹھنڈی سانس لیکر کہا:— "میرے بچے! مَیں تیس سال سے اسی کھوہ میں نروان کی تلاش میں پڑا ہوا ہوں، مگر بیکار۔ میں سمجھتا ہوں کہ میری ساری زندگی یوں ہی رائیگاں چلی گئی۔ مَیں تم کو کیا راستہ بتلا سکتا ہوں۔ ہاں! آجکل بابا کبیر داس کا بہت چرچا ہے۔ بنارس چلے جاؤ۔ اور ان کے درشن بھی کرا لو شاید وہ تمہیں راستہ بتلا سکیں۔"

۴

بدھن جب بنارس پہنچا تو رات ہو چکی تھی، نئی جگہ نہ کسی سے جان نہ پہچان، کیا کرتا، کہاں جاتا مجبوراً گنگا کے کنارے گھاٹ پر سو رہا۔ چونکہ سفر کی تکان سے چُور چُور ہو رہا تھا، اس لئے اُس پر نیند کا ایسا غلبہ ہوا۔ کہ تن بدن کا ہوش نہ رہا۔ نہ معلوم، وہ کب تک سوتا رہتا۔ مگر پجاریوں کو میٹھے بھجن اور اشنان کرنے والیوں کی چہل پہل نے اُس کو جگا دیا، وہ اٹھ بیٹھا، اور کنارے پر بیٹھ کر تماشا دیکھتا رہا،

بنارس کی دلفریب صبح، ہوا کے سرد جھونکے، مقدس گنگا کی روانی، اس کا صاف شفاف پانی، چھوٹی چھوٹی کشتیوں پر پرستاران فطرت کا اِدھر اُدھر پھرنا، اُن کی دلکش تانیں، ملاحوں کے ترانے، پجاریوں کا بھجن گاتے ہوئے نکلنا ——— اور ایسے پُر کیف وقت میں حسین و جمیل، نازک بدن عورتوں کا سفید ساری پہن کر نہانا ——— اُن کی جادو بھری آنکھیں، اُن کی سیاہ عنبر افشاں زلفیں، اُن کے ماتھے پر سیندور کا دلکش سُرخ ٹیکا، اُن کا نہا نہا کر باہر نکلنا، اور شرما شرما کر ساڑیاں بدلنا، ——— ایسا منظر تھا کہ ممکن نہیں کہ ایک انسان عقل و ہوش نہ کھو

[illegible] ... مجھے، بدھن کے ... اپنا
نظارہ کی تاب نہ لا سکتا تھا ... [illegible]
عالم طاری رہا، اُس نے اپنے دل کی گہرائی میں ایک ... [illegible]
سکون محسوس کیا، نہ معلوم وہ کتنی دیر تک اسی عالم میں رہتا کہ یکایک اُس کو ایسا معلوم ہوا۔ جیسے اس کو کوئی پکار رہا ہو۔ "بدھن! او بدھن!! یہ سب مایا کی زنجیریں ہیں، ان سے بچ کر رہنا۔ ورنہ نروان کی روشنی کا دروازہ تجھ پر ہمیشہ کے لئے بند ہو جائے گا۔"

بدھن چونک پڑا، اور فوراً دیوانہ وار اٹھ کھڑا ہوا۔

۵

صبح کے تقریباً سات بجے ہوں گے، اور حسب معمول بابا کبیر داس مریدوں سے گفتگو کر رہے تھے، کہ بدھن بھٹکتا بھٹکتا پہنچا،

"میں بابا کبیر داس کے درشن کے لئے بڑے دور کا سفر طے کر کے آ رہا ہوں......" بدھن یہیں تک کہنے پایا تھا، کہ بابا کبیر داس دونوں ہاتھ جوڑ کر بولے:— "آپ کا سیوک کبیر داس آپ کے سامنے ہے"۔

بدھن کو سخت حیرت ہوئی کیونکہ بابا کبیر داس کی جو تصویر اُس کے ذہن میں تھی اُس سے وہ بالکل مختلف تھے، اُس کا خیال تھا کہ بابا کبیر داس کوئی سادھو ہوں گے، لمبی لمبی جٹائیں ہوں گی، بڑے بڑے ناخن ہوں گے، اور لنگوٹ کسے آسن جمائے بیٹھے رہتے ہوں گے، لیکن اُس کی حیرت کی کوئی حد نہ رہی، جب اُس نے دیکھا، کہ بابا کبیر داس معمولی انسانوں کے ایسے کپڑے پہنے ہوئے ہیں،

اس اثنا میں بابا کبیر داس کی نظر برابر بدھن کے چہرہ پر جمی رہی۔

"بیٹھو بابا! کہاں سے آئے ہو —؟"

"بنگال سے!"

"کیوں؟"

"برہمہ کی تلاش میں!"

"افسوس! تم نے ناحق اتنی تکلیف کی، برہمہ تو وہیں تھا، یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی، چشمہ تمہاری بغل میں بہہ رہا تھا، اُس چشمہ کو چھوڑ کر پیاس بجھانے کے لئے اتنا دور دراز سفر کرنے کی کیا ضرورت تھی!"

"لیکن بغیر مایا کے جنجال کو تیاگ کئے ہوئے برہمہ کیونکر مل سکتا ہے؟"

"میرے بچے! کیا تم سمجھتے ہو کہ برہمہ جنگلوں، پہاڑوں، اور ریگستانوں میں رہتا ہے؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ برہمہ ٹیکا لگانے والے برہمن اور ڈاڑھی والے مولویوں کی جاگیر ہے؟ ——— نادان نہ بنو، اپنے گھر کو واپس جاؤ، برہمہ تمہارے گھر ہی میں ہے، تم ... [illegible]

بقیہ تیاگ صفحہ (۴۷) سے آگے

دونوں جہان کا امن و سکون ہے مگر چھوڑ کر جنگلوں میں مارے مارے پھرنے سے کیا فائدہ؟ اگر اس کا کرم ہوگا، تو گھر ہی میں حقیقت کو خود بخود چہرے سے نقاب اُٹھ جائے گی گھر پر رہو، گھر بیٹھنے کی جگہ ہے کیونکہ برہمہ کی سچی روشنی تمہارے گوشۂ گوشہ میں جلوہ گر ہے۔ انسان کی بڑائی اس میں نہیں ہے کہ وہ پہاڑوں، جنگلوں، ریگستانوں میں چھپا پھرے، کیونکہ ان میں طرح طرح کے درندے، پرندے، کیڑے مکوڑے لاکھوں سال سے بستے ہیں مگر اُن میں کوئی بڑائی نہیں ہے ——— اور نہ انسان کی بزرگی اس میں ہے کہ وہ اپنی صورت بگاڑے کیونکہ بندر، ریچھ، گدھے، اُلو، گدھ بڑے بدصورت ہیں مگر ان میں کوئی بزرگی نہیں ہے ——— اور نہ انسان کی عظمت اس میں ہے کہ وہ ہوا میں اُڑے یا سمندر یا دریاؤں کے سینوں کو چیرتا ہوا عبور کر جائے ——— کیونکہ رنگ رنگ کی چڑیاں ہوا میں سالہا سال سے چکر لگا رہی ہیں ——— اور نسم نسم کی مچھلیاں اور دوسرے آبی جانور ان میں رات دن غوطے لگاتے رہتے ہیں اور اس پار سے اُس پار آتے جاتے رہتے ہیں مگر اُن میں کوئی بڑائی نہیں ہے، اس لئے انسان ہو اپنے ہم جنسوں سے پیار سے ملو، اُن سے خوش دلی کے ساتھ معاملہ کرو، دوست احباب کے ساتھ مہربانی سے پیش آؤ، دشمنوں کی مدارات کرو، اپنی روحانی قوت بلند کرو، کسی کا دل مت دکھاؤ، کیونکہ اس سے بڑا کوئی پاپ نہیں ہے، محنت سے کماؤ، کھاؤ، پیو، خوش رہو ——— اور اسراف مت کرو، ماں باپ کی اطاعت کرو، بیوی، بال بچوں سے محبت کرو، یتیموں، غریبوں اور مسافروں کی خدمت کرو، مگر برہمہ کی محبت میں ہمیشہ مست رہو، اور اس کی محبت کے راستہ میں کبھی دُنیاوی لالچ کو حائل نہ ہونے دو، یہی ہے تیاگ .... میرے عزیز بچے! برہمہ کو تم دُنیا کے انہیں جھگڑوں میں پا سکتے ہو، کیونکہ برہمہ وہیں ہے، اس لئے جاؤ وہیں رہو!

(۶)

اس واقعہ کو تقریباً ساڑھے چار سو سال گزر چکے ہیں لیکن آج بھی بابا سدھن کا مزار موضع کانیھن میں اُسی ٹیلے پر نیم کے درخت کے نیچے موجود ہے، جہاں ہمیشہ زائرین کا ہجوم رہتا ہے!

شبلی ابراہیمی

کسی کے خط کا جواب

ایک سچا واقعہ افسانے کے رنگ میں

از جناب [illegible]

سلسلہ کیلئے دیکھو رسالہ ماہ اپریل ۱۹۳۶ء

ہاں ہاں تم نے جو کچھ سنا حرف بحرف درست ہے۔ میں نے رفیعہ سے شادی کرلی ہے۔ پھر تم شاکی کیوں ہو؟ تمہارا تو اس نے کچھ بگاڑا نہیں۔ جانے پھر تم ناراض کیوں ہو؟

آخر کبیدگی کی وجہ؟

ہاں — میں نے شادی تو کرلی

ع دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے۔

دل کو بہلانے ہی کیلئے ہاں ہاں موجو دل کو بہلانے کیلئے جس طرح ایک انسان ہجوم غم و آلام سے گھبرا کر سینما دیکھنے چلا جاتا ہے وہ تو اس خیال سے جاتا ہے۔ کہ وہاں جاکر سکون ہوگا تسکین ہوگی۔ اضطراب کی لہریں ساکن ہو جائینگی۔ لیکن کیا ایسا ہو بھی جاتا ہے؟ کیا دکھ اور درد بھرے مناظر اور غم انگیز مکالمے پر اس کی آنکھوں میں آنسو چھلک چھلک نہیں پڑتے۔ اور اسکا دل تڑپ تڑپ نہیں اٹھتا؟ وہ وہاں جاتا ہے۔ دل بہلانے۔ غم کو بہلانے۔ لیکن اس کے دل کے ہر رگ وپا میں غم کی لہریں اور بھی زیادہ سرعت کے ساتھ متلاطم ہو جاتی ہیں اور وہ بے پناہ دکھ اور درد کے سمندر میں ہچکولے کھانے لگتا ہے۔ اس کے دل میں ایسی ہوک اٹھتی ہے۔ کہ وہ چاہتا ہے۔ کہ اپنے کلیجہ میں چھری بھونک دے یا اس تڑپتے ہوئے دل کو نکال کر آگ میں پھینک دے۔ تاکہ پھر کبھی وہ مضطرب ہو کر دیوانہ نہ ہو پھر کبھی وہ جنون کے عالم میں کوئی نازیبا حرکت نہ کر بیٹھے۔

تم سمجھتی ہو موجو۔ کہ رفیعہ سے شادی کرکے میں بہت خوش ہوں۔ سمجھو۔ تمہارے خیال کو کوئی کس طرح روک سکتا ہے۔ لیکن تم سے دور ہو۔ بہت دور۔ تم نے جمالی کو کبھی سمجھا ہی نہیں۔ اگر جمالی کو سمجھ سکتیں تو پھر آج یہ نوبت ہی کیوں آتی؟

بچے مٹی کے گھروندے بناتے اور پھر بگاڑ دیتے ہیں وہ خیال کرتے ہیں کہ پھر بنالیں گے۔ انہیں اپنے بنے ہوئے گھروندوں کو برباد کرتے افسوس نہیں ہوتا۔ وہ پھر کے بننے کی جو چیز رہی۔ تم نے بھی ایک محبت کا گھروندا بنایا تھا۔ اور اس بنے بنائے گھروندے کو اپنے ہاتھوں سے میٹ دیا۔ تم نے سمجھا تھا۔ کہ پھر گھروندا بن جائیگا لیکن یہ تمہاری بھول تھی موجو۔ محبت کا بگڑا ہوا گھروندا پھر نہیں بنتا وہ بچوں کے گھروندے جیسا نہیں ہوا کرتا۔

کل شب کو رفیعہ دھانی ساڑی پہنے ہوئے تھی۔ دھانی رنگ میں اس کا حسن نکھر جاتا ہے۔ چاند سا مکھڑا۔ لمبے لمبے کالے بکھرے ہوئے بال۔ کشادہ پیشانی۔ بھرپور جوانی اور اس پر اس کا دلفریب تبسم دیکھنے والوں کی نگاہیں اس کے چہرے پر جم کر رہ جاتی ہیں

تو ہاں میں نے کہا۔

"آج تو واقعی تم بڑی حسین معلوم ہوتی ہو"

"سچ!" اس نے حیرت سے پوچھا "کیوں؟ میرے کہنے پر تمہیں یقین نہیں" "ہے کیوں نہیں لیکن ..... لیک.." الفاظ جیسے اٹک کر اس کے حلق میں رہ گئے ہوں "لیکن کیا۔ کہہ کیوں نہیں دیتیں؟"

"لیکن .. تم مجھے بناتے تو نہیں ہو"

"نہیں بھائی، آئینہ دیکھ لو۔ حسین کو کوئی حسین کہے تو اس میں تمسخر اور استہزا کی کونسی بات ہے؟"

"لیکن تمہاری نظروں میں موجو کے سوا کون زیادہ حسین ہو سکتا ہے"

"نہیں بھائی، تم ضرور حسین ہو اور پھر زمانہ دل کے زخموں کو بھر دیا بھی کرتا ہے۔ وہ اب کہاں رہی"

"تو اب تم مجھے چاہتے ہو۔ میری قسم کھاؤ"

"پگلی ہے تو بھی۔ ارے شادی ہوئی تجھ سے پھر میں کیسے چاہوں چاہت ہی کی بنا پر تو شادی ہوئی ہے۔ موجو کی بھی تو شادی ہو گئی"

"تو تم سچ کہہ رہے ہو۔ کیا موجو کی محبت تمہارے دل میں نہیں رہی"

"یہ سوال تو بے کار ہے۔ لیکن صبر تو ہو گیا"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ موجو کی شادی ہو جانے کے بعد اب تو موجو پھر ملنے سے رہی۔ تو مجبوری ہی کا نام تو صبر ہے"

تو اس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ موجو کی محبت تمہارے دل میں اسی طرح موجود ہے جس طرح کہ پہلے تھی۔ میں جانتی ہوں۔ جانتی ہوں تم مجھ سے چھپاتے

——— کیا جانتی ہو تم؟

یہی کہ اس کی محبت تمہارے دل سے کبھی کم نہیں ہو سکتی "

——— تو پھر؟

تو پھر کیا میں تمہیں دل و جان سے چاہتی ہوں تم مجھے چاہو یا نہ چاہو اس کی مجھے کچھ پرواہ نہیں " کہتی ہوئی وہ تیزی سے دوسرے کمرے میں چلی گئی لیکن آنسو کے کئی قطرے اسکی آنکھوں سے ٹپ ٹپ گر پڑے۔

سمجھا تم نے عورت کی فطرت کو میں ظاہری طور پر بھی کبھی رفیقہ سے بے اعتنائی نہیں برتتا ہر دم اس کی دلجوئی کرتا ہوں ہمیشہ اس سے اسطرح گفتگو کرتا ہوں جیسے کہ میں دنیا میں صرف اُسے ہی چاہتا ہوں لیکن خدا جانتا ہے کہ میرا دل اندر ہی اندر کس طرح بلک بلک کر روتا ہے اور میں کس طرح آنکھوں کے آنسوؤں کو پی پی جاتا ہوں ان ظاہری احتیاطوں کے باوجود غم کا پیمانہ لبریز ہو ہو کر کبھی چھلک ہی پڑتا ہے تو پھر میں اپنے دل کو کیا کروں؟

رفیعہ ایکدن مجھ سے کہنے لگی "محبت عورت کی زندگی ہے اور مرد کا کھلونا" ممکن ہے ایسا ہی ہو گرچہ اس نے مردوں کے متعلق جو خیال ظاہر کیا وہ بہت حد تک غلط ہے فرد کی خرابی یا اچھائی سے جنس کی خرابی یا برائی کا پتہ نہیں چل سکتا جس طرح ایک جز کی خرابی کو کُل کی خرابی پر محمول نہیں کر سکتے یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں دونوں ہی جنسوں میں اچھے اور بُرے پائے جاتے ہیں۔ ہمارے سامنے اس کی مثالیں موجود ہیں۔ رفیعہ جہاں محبت کو زندگی بتا رہی ہے، تمہارے افعال محبت کو بازیچہ اطفال کہہ رہے ہیں اپنے متعلق کچھ لکھنا نہیں چاہتا۔ مگر تم کم از کم رفیعہ کی محبت کو نہیں پا سکیں کیوں؟ غلط تو نہیں کہہ رہا ہوں۔ رفیعہ ہی کچھ صحیح معنوں میں اس کی مصداق ہے۔ مگر تم . . . تم تو کوسوں دُور ہو۔

واقعی اس کی محبت اس کی زندگی ہے اور وہ تا ابد مجھ سے محبت کرتی رہیگی گرچہ میں اپنے جذبات اور محسوسات میں کافی تبدیلی پیدا کرنے کی سعی میں مشغول ہوں اور اسی روش میں کافی تغیر بھی پیدا کر لیا ہے پھر بھی اندرونی خلش قلبی فشار کبھی کبھی آنکھوں کو آنسو بہانے پر مجبور کر دیا کرتے ہیں تو پھر اس میں میرا قصور۔ رفیعہ اس سے کبھی کبھی غمگین ہو جاتی ہے۔ ———

——— تم لکھتی ہو!

اب مجھے خط کا جواب کیوں دیا جانے لگا تم تو مسرتوں اور بہجتوں کے جلو میں زندگی کے لمحات گذار رہے ہوگے۔ رفیعہ جیسی رفیقہ حیات، پھر اس کی بے لوث محبت اب تمہیں کسی کی پرواہ کیوں ہونے لگی "

درست ہے۔ بالکل درست وہ غمزدہ انسان جو تبسم لوگوں سے ملتا ہے، قہقہوں سے ان کی باتوں کا جواب دیتا ہے اس کو بھی یہ دنیا کی آنکھ والے نادان بچے سمجھتے ہیں کہ وہ بڑا مسرور شخص ہے لیکن حقیقت سے وہ کتنے دُور ہوتے ہیں! وہ سمجھوں کو احمق تصور کرتا ہے . . . . . بالکل نادان۔ لوگ نہیں دیکھتے کہ وہ ہنس رہا ہے یا رو رہا ہے۔ اس کی ہنسی میں واقعی مسرتوں کا شادمانیوں کی جھلک پائی جاتی ہے یا وہ غموں کو قہقہوں میں روپوش کرنے کی تگ و دو میں مصروف ہے۔ تم بھی میری شادی کو میری مسرتوں کا سرچشمہ تصور کر رہی ہو۔ ممکن ہے تمہارا خیال درست ہو۔

لیکن اب تم کفِ افسوس کیوں مل رہی ہو۔ تم نے تو خود اپنے ہاتھوں سے اپنے پاؤں پر کلہاڑا مارا ہے میری اس میں کیا خطا ہے۔ بتلاؤ۔ بولو۔ کہو۔ میرا کونسا قصور تھا تم نے میرے دل کو پاش پاش کر دیا

——— اور اب تم کہتی ہو

جمالی۔ میں نے بھول کی۔ مجھے معلوم نہ تھا۔ اب افسوس کرنے سے کیا فائدہ ہوگا۔ ———

——— اب تو رونا بیسود ہے "

——— تم لکھتی ہو۔

تم مجھے اپنے چرنوں میں جگہ دیدو۔ میں اپنے کئے پر نادم ہوں "

مانا، کہ اشرف تمہیں چھوڑنے پر رضامند ہے پھر بھی اب رفیعہ کی موجودگی میں میں تم سے شادی نہیں کر سکتا۔ شادی تو میری ہو چکی۔ اب میں رفیعہ کو زندہ درگور کرنا نہیں چاہتا۔ میرا دل اب بھی تمہیں چاہتا ہے اور تم جو اپنے کو میری زندگی کیساتھ منسلک کرنا چاہتی ہو۔ تو یہ ناممکن ہے گرچہ میرا دل کہتا ہے "قبول کر لو اپنی موہو کو" لیکن اب میں دل کا ہمنوا نہیں بن سکتا۔ اپنی خوشنودی کیلئے رفیعہ کی مسرتوں کا خون کرنا میری قدرت سے باہر ہے میں معذور ہوں۔ ———

——— جانتی ہو؟

میں دل سے برسرپیکار ہوں۔ دل کہتا ہے۔ کہ تمہیں قبول کر لوں، لیکن میں کہتا ہوں ایسا نہیں کر سکتا۔ اور میرا فیصلہ اٹل ہے۔ میں اپنے کو جس دم مغلوب پاؤنگا۔ اسی لمحہ میرا خاتمہ سمجھو دیکھو زندگی کی اس جنگ میں کون کامیاب ہوتا ہے۔ خدا حافظ موہو۔ خدا تمہیں خوش رکھے "

جمالی کی موت کے بعد یہ خطوط اس کے بکس سے نکلے تھے

(آخری قسط ختم)

اُف ری جوانی ہائے زمانے

ایک ستم اور لاکھ ادائیں ۔ اُف ری جوانی ہائے زمانے	ترچھی نگاہیں تنگ قبائیں ، اُف ری جوانی ہائے زمانے
ہاتھ میں آڑی تیغ پکڑنا ، تاکہ لگے بھی زخم تو اوچھا	قصہ کہ عمر بھر کے ستائیں ، اُف ری جوانی ہائے زمانے
کالی گھٹائیں باغ میں جھولے ، دھانی دوپٹے لٹ چھٹکائے	مجھ پہ یہ قدرتی آفت آئیں ، اُف ری جوانی ہائے زمانے
پچھلے پہر اٹھ اٹھ کے نمازیں ، ناک رگڑنی سجدوں پہ سجدے	جو نہیں جائز اسکی دعائیں ، اُف ری جوانی ہائے زمانے

ڈاکٹر بنو

آجکل ہر خواندہ نوجوان کو ملازمت کا ملنا نہایت مشکل ہے ۔ اسلئے اگر باعزت روزگار درکار ہے تو ہم سے بذریعہ خط و کتابت ہومیوپیتھک یا جرمن طریق علاج کی ڈاکٹری صرف چند ہفتوں میں سیکھ کر [illegible] کالج کا ڈپلومہ [illegible] لگاکر پریکٹس کرنا شروع کردیں ۔ تفصیلات کیلئے فوراً ۔

پرنسپل یونیورسل ہومیو کالج پوسٹ بکس نمبر ۵ لاہور کو لکھئے

امساک کی گولیاں

یہ گولیاں امساک کیلئے لاجواب قطعی بے ضرر ہیں [illegible] امساک کیلئے [illegible] وقت خاص سے [illegible] صرف ایک گولی استعمال کر لینے سے [illegible] ..... قیمت [illegible] ۔۔ تاکہ [illegible] مریضان [illegible] کیلئے [illegible] قیمت فی درجن صرف [illegible]

روغن طلا ذو ۔ بوقت ضرورت اس روغن کے چند قطرے [illegible] استعمال [illegible] امساک کے ساتھ تو اس کا استعمال سونے پر سہاگہ کا کام دیتا ہے ۔ قیمت فی شیشی صرف [illegible] روپیہ **مینیجر دواخانہ دار الشفا [illegible]**

روغن اعجاز

یہ روغن نہیں بلکہ ایک جادو ہے جس کے معجزنما اثر نے [illegible] بڑے بڑے [illegible] کی عقل کو چکر میں ڈال دیا ہے مردانہ [illegible] خامیوں اور خرابیوں مثلاً کجی ، سستی اور نامردی [illegible] ایک ہی شیشی کے استعمال سے اسقدر صورت میں تبدیلی آجاتی ہے کہ انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے ، تندرست اصحاب بھی اس کو [illegible] استعمال کرکے اپنی طاقت میں بیحد اضافہ کر سکتے ہیں ۔ قیمت فی شیشی صرف [illegible] روپیہ **مینیجر دواخانہ دار الشفا [illegible]**

تحفۂ محبت !

اگر آپ [illegible] کے مسلسل استعمال اور متواتر کوششوں کے باوجود بھی اب تک اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکے ، تو مایوس و شکستہ دل ہونے کی جگہ ہمارا تعویذ محبت منگاکر اس کی [illegible] فیضیاب ہوں [illegible] آپ کے لگا ۔ جناب [illegible] تحریر فرماتے ہیں کہ تعویذ ملا ، اسکی [illegible] تاثیری دیکھکر اس [illegible] روحانی قوت کا اعتراف کرنا پڑا ۔ ہدیہ صرف [illegible] علاوہ محصول ڈاک [illegible]

موہنی بھنڈار نمبر M-۴۵ دہلی

فیشنی سیلولائیڈ مفت انعام

ہمارا مشہور عطر سینٹ [illegible] تیار کیا جاتا ہے ۔ جو پوشاک اور تمام گھر کو معطر کر دیتا ہے [illegible] خوشبو دیتا ہے ۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ ۔ [illegible] اس عطر کو ہر گھر میں پہنچانے کیلئے ہماری فرم نے ہر شیشی [illegible] مفت دینے کا فیصلہ کیا ہے [illegible] مفت [illegible]

[illegible]

[illegible] اسٹورز پوسٹ بکس نمبر M ۵۲ [illegible] NEW DELHI



میں دفتر کی چھ گھنٹہ مسلسل مصروفیات سے فرصت پاکر مضمحل دماغ، شکستہ جسم اور غیر موزوں طبیعت کو لیکر مکان واپس ہوا، اور جلدی جلدی بعد تبدیلی لباس اپنی شراب حلال کے جام خوشنما کیطرف اضمحلال، کسل اور غیر موزونیت طبع ایسی بلاؤں کو دفع کرنے کے لئے ایک حریصانہ انداز میں بڑھا، یہ واقعہ ہے کہ میں چائے کو قریب قریب اسی نظر سے دیکھتا ہوں جس طرح بادہ پرست مئے دوشینہ کو، خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جبہ و دستار والے مولوی صاحب نے ابھی تک اسپر کوئی پابندی عائد نہیں فرمائی ہے ورنہ ہم تو بے موت مرجاتے اور صرف ایک ہی نہیں بلکہ متواتر دو جام چڑھا جانے کے بعد طبیعت کچھ شگفتہ ہوئی اور سگریٹ کے دھوئیں کے ساتھ ساتھ تخیلات میں روانی پیدا ہوئی، یکبارگی خیال پیدا ہوا کہ اگر ڈاکٹر صاحب (ایڈیٹر صاحب مست قلندر) کی فرمائش کی تعمیل نہ ہوئی تو وہ ایک ایسا گناہ ہوگا، جسپر میرا ضمیر شاید مجھے کبھی معاف نہ کریگا میں موضوع افسانہ پر غور کرنے لگا - ابھی اسی فکر میں تھا - کہ ملازم نے شام کی ڈاک میرے سامنے میز پر رکھ دی، میں نے سر لفافہ کے تحریر کردہ پتہ کی شان خط شکستہ آمیز نظر ڈالکر کاتب خط کی جانب تخیلات رجوع کرتے ہوئے لفافہ کو چاک کرکے خط پڑھنا شروع کیا - پہلا خط مسٹر جگدیش سرن و مسٹر شفیع صاحب تحصیلدار ساکن سندیلہ کا اور دوسرا میرے مخلص دوست اثر کا تھا - اثر کے خط کے طرز عبارت نے مجھے متعجب بنا دیا میری نظر سرنامہ سے ہٹ کر پھر ایک بار لفافہ کے سطور پر پڑی جسپر نمایاں الفاظ میں میرا پتہ تحریر تھا لیکن ہوکر کہ خط میرے ہی نام ہے - دوبارہ خط کی جانب متوجہ ہوا - اصل خط مندرجہ ذیل ہے -

۱۸ قدسیہ ہوٹل لکھنؤ

۱۸ مارچ سنہ ۱۹۴۰ء

اثر کی روح و جان - پیاری ناہید

خدا کرے تم اچھی ہو اور میرے اضطراب قلب و اضطرار روح اور انتشار دماغ کی کیفیات کے تصورات میں بھی نہ محسوس کرسکو - تمہاری وفا میں مجھے کلام نہیں - تمہاری راستبازی میں مجھے شک نہیں مگر تم جانتی ہو، مریض کے لئے صرف عنایت مسیحائی کی نہیں بلکہ دوا کی بھی ضرورت ہے - میں کتنا بدقسمت ہوں ناہید کہ باوجود طبیب ہونے کے دوا سے محروم ہوں - تم میں دوا دینے کی قدرت نہیں اور مجھ میں اب تشدد اور تکالیف مرض برداشت کرنے کی قوت نہیں، پھر نتیجہ کیا ہوگا - وہی جو ایسی صورتوں میں عام طور پر ہوا کرتا ہے -

تمہاری تحریر کی بنا پر تمہارے حکم کو حکم الٰہی سمجھتے ہوئے - تمہیں بھلانے کی کوشش کی - اور متواتر کوشش کی - مگر آہ ظالم نقوش محبت ازلی کی آگ کی طرح بجائے مٹنے کے اور نمایاں ہوتے گئے میں نے خود کو سیر چمن میں کھونا چاہا - مگر گل کے حسن غنچہ کے تبسم، سبزہ کی لچک اور بلبل کے نغمے نے مجھے وہیں بھی تمہاری حضوری میں پہنچا دیا - کوشش کی کہ سنیما سے دل بہلاؤں مگر اسکرین کی ہر تصویر میں مجھے تمہاری ہی صورت کا دھوکا ہوتا تھا - لیکن ان کے صفحات پر تم ہی جلوہ گر دکھائی دیں غرضیکہ در و دیوار پر جہاں نظر پڑی تمہارا رخ تاباں درخشاں نظر آیا - اب تم ہی بتاؤ - پھر تمہیں کس صورت بھلاؤں کیسے تعمیل حکم کروں ؟ دل اپنی ہر حرکت سے دماغ کو فطرت کو ایک پیغام پہنچاتا ہے - اور وہ پیغام تمہاری یاد تمہارے اثرات تبسم و تکلم ہیں - جبتک میری جسمانی مشین کا یہ اہم ترین پرزہ کام کررہا ہے - اسوقت تک تمہاری یاد کا دور ہونا ناممکن ہے - مگر اب میں اس کی طاقت میں کچھ کمی اور رفتار میں گونہ سستی محسوس کررہا ہوں ممکن ہے کہ مستقبل قریب میں ایسی صورت رونما ہوجائے کہ سلسلہ پیغامات ہمیشہ منقطع ہوجائے یعنی دوسرے لفظوں میں تمہارے حکم کی حرف بحرف تعمیل ہوجائے - جو الفاظ مجھے تصور میں بھی ایک شدید ذہنی تکلیف پہنچاتے تھے - آج انکو صدق دل سے دعا کی صورت میں زبان قلم سے نکال رہا ہوں - یعنی خدا کرے کہ تم جلد ازدواجی زندگی کی مسرتوں سے بہرہ مند ہوکر اسے بھول جاؤ جسنے آپ پیارے "اثر" کے خطاب سے تحریر میں مخاطب کرتی ہو - فقط

مایوس تمنا

اثر

اثر میرا پیارا دوست - نیک نہاد، خوش مزاج خوش جمال، خوش پوشاک، اور خوش گو شاعر تھا - ایک مشاعرہ میں میرا اور اسکا تعارف ہوا اور بڑھتے بڑھتے ہمارے تعلقات اس حد تک پہنچ گئے کہ ہم ایک دوسرے کو دوست سمجھنے لگے - اسکی سرگذشت ما عنہ مجھے صرف اتنی معلوم ہے کہ وہ ایک شریف خاندان سے تعلق رکھتا تھا - جو اپنے

[illegible] [illegible] کے
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] کی
[illegible] کی پرورش کی
[illegible] بھائی [illegible] تعلیم
[illegible] وہ [illegible] بھی [illegible]
لوٹنا پڑا۔ جن کی وہ پابند رہتے۔ اُن کے متعدد آتا عزہ
نے جائیداد وغیرہ پر قبضہ کیا۔ اور اسے اپنی بے بسی پر
آنسو بہانے اور حوادثات زمانہ کا اکیلے تنہا مقابلہ کرنے کیلئے
چھوڑ دیا گیا۔ بصیر دوسری رنگین ملازمت کی کوشش میں
ہوئی۔ ہر طرف سے مایوس ہو کر ایک بیمہ کمپنی میں ایجنٹی شروع
کی۔ طبیعت ذہین تھا۔ فن تقریر پر عبور رکھتا تھا۔ لوگوں
کے خیالات کا بآسانی اندازہ لگا لیتا تھا۔ اور یہ کہئے کر
قسمت بھی کچھ مہربان ہو گئی تھی۔ پیشہ میں کامیاب ہوا
مگر واقعات گذشتہ کی یاد نے اس کی طبیعت میں ملال کا درد
پیدا کر دیا تھا۔ اکثر اُس کے اشعار جو ایسے دعا بحر ہوتے تھے کہ
بے ساختہ داد دینے پر دل مجبور ہو جاتا تھا۔ میں اُس کے اشعار
کو بڑی قدر کی نظر سے دیکھتا اور نہایت توجہ سے
سنتا تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ وہ مجھے بہت عزیز تھا
وہ اپنے پیشہ کی مصروفیت کی بناء پر زیادہ تر باہر رہتا تھا
مگر جب لکھنؤ آتا میرے ہی یہاں قیام کرتا تھا۔ قریب
ایک سال سے میں اُس کی شگفتہ دلی میں کمی سی محسوس کر رہا
تھا لیکن ہر چند میں نے مختلف عنوان سے استفسار بھی کیا
مگر اس نے کچھ نہیں۔ "یہ موسمی اثرات ہیں"۔ "کثرت
کار سے دماغ پریشان ہے"۔ کے عذرات پیش کر کے
مجھے خاموش کر دیا۔ مندرجہ بالا خط دیکھ کر میرے شکوک
یقین میں تبدیل ہو گئے۔ فوراً میں عجلت تمام مکان سے
روانہ ہو کر [illegible] ہوٹل پہونچا۔ کمرہ نمبر ۱۰ میں پہنچتے
ہی پلنگ پر لیٹے ہوئے شخص کو دیکھ کر میں ہکا بکا رہ گیا
ہو گیا۔ کیونکہ پلنگ پر بجائے خوش جمال وخوش طبع اکبر کے
ایک نحیف و لاغر زرد رو زرد رنگ [illegible] تھا۔ میں
نے فوراً حیرت آمیز لہجہ میں پوچھا۔ بھیا اکبر کیا
حال ہے ؟

[illegible] کچھ [illegible]
ہے۔ مجھے ہر شخص کی رفتار پر [illegible]
گمان ہوتا تھا۔ [illegible] شاکر [illegible] تم ہو
دیکھا ہو۔ یا دیکھا ہو۔ [illegible] خط [illegible]
وقت تمہارے جیسے تیر کمان سے نکل چکا ہو۔ مگر خدا
کا شکر ہے۔ ملاقات ہو گئی۔ میری آرزو پوری
ہوئی۔ تم وقت پر آ گئے۔
میں۔ "تم نے مجھے خط بھیجا تھا۔۔ اچھا ٹھیک
ہے۔۔ سمجھ گیا۔
"کیا سمجھ گئے"
"تم سے غلطی ہو گئی۔ تم نے میرے نام کے لفافہ
میں کسی اور کا خط ملفوف کر دیا۔ اور شاید میرا خط اُس
کے لفافہ میں" یہ کہکر میں نے جیب سے خط نکال کر اُسے
دے دیا۔
(خط کو دیکھ کر) "ہائے ری قسمت یہ آخری وقت میں
بھی دھوکا دیا۔ فرخ! اے خدا معلوم وہ کیا کر
ڈالے گی۔ بتاؤ اب کیا کروں؟ بڑا غضب ہو گیا
ہائے اُس کے معصوم دل کو سخت صدمہ پہونچیگا"
"کچھ تفصیل سے کہو۔ یہ پہیلیاں میری سمجھ میں نہیں
آتیں۔"
ارے کیا کہوں؟ کیونکر کہوں؟ یہ ایک راز ہے۔
ایک حسین کا راز۔ ایک حور صفت کا راز۔ ایک فرشتہ
کی طرح معصوم کا راز۔ تم نے تو خط پڑھا ہوگا۔ سمجھ لو
کسی کی فرقت میں میرا یہ حال ہوا ہے۔ جب وہ میری
تحریر تمہارے نام پر دیکھیگی کہ میری حالت تمہیں بتا رہی
ہے۔ کہ میں نے شاید ۲۴ گھنٹے بھی اس بے نیاز رسم و
راہ الفت۔ اس بیگانہ حقیقت۔ اس زر پرست۔
اس مطلب پرست شا۔ اس خود غرض دغا دُنیا کی ہوا نہ کھا
سکوں۔ تم آؤ۔ سب کام چھوڑ کر آ جاؤ۔ اور اپنے آخر کی
منزل واپسی کی تیاری کا انتظام کرو۔ تو بتاؤ اس کا
کیا حال ہوگا۔ وہ وفا پرست ہے۔ وہ نیکی کی دیوی
ہے۔ وہ کیا ہے؟ وہ فرشتہ سیرت ہے زمین و آسمان میں بسنے
والی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔ وہ پاگل ہو جائیگی

[illegible] اُس کی صورت
ہوگی۔ ہائے زندگی بھر اُس کی صورت کو خیال سے
[illegible] تک زبان پر نہ لایا۔ آہ آج آج
آخری وقت میں زندگی کے آخری لمحوں میں میری
غلطی سے اُس کی رسوائی ہوگی۔ وہ [illegible]
میں ذلیل کی جائیگی۔ کاش خط لکھنے سے پہلے مجھے موت
آ جاتی۔ اے خدا۔ اے خدا میری دعا میں اثر دے
۔ مگر نہیں نہیں اب دُعا سے کیا فائدہ۔ وہ
خط تو اُسے پہنچ چکا ہوگا۔ اُس نے پڑھ لیا ہوگا۔ اُس
نے اپنا حال تباہ کر لیا ہوگا۔ لعنت ہے۔ اکبر تجھ
پر لعنت اور ہزار بار لعنت ہے"۔ اتنا کہنے پایا
تھا کہ اُسے زور کی کھانسی آئی۔ وہ کھانستے کھانستے
بے دم ہو گیا۔ میں نے بڑھ کر قلب پر ہاتھ رکھا۔
اس کی رفتار میں تیزی تھی نبض بھی متحرک تھی میں
نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ کمزوری میں دماغ پر گھبراہٹ
پڑنے کی وجہ سے شاید غشی طاری ہو گئی ہے۔ اُس کو
پانی پلانے کی کوشش کی۔ اپنی آب آلودہ نم انگلیاں
اُس کی آنکھوں پر پھیریں۔ کچھ دیر کے بعد اُسے ہوش
آیا۔ تھوڑی دیر تک بے حس و حرکت کمرہ کی چھت کو تکتا
رہا۔ پھر گرد و پیش نظر ڈالی اور آخرکار اُس کی نگاہ میرے
چہرہ پر آ کر قائم ہو گئی۔ اور بولا۔
"فرخ! کیا سوچ رہے ہو۔ تم کو میری بالیں
پر رات گذارنی ہے۔ اور مجھے بھی چادر دنیا چاہئے
سانس معینہ تعداد پوری کرنی ہے۔ پان کھاؤ گا
مجھے بھی کھلاؤ" پان چباتے ہوئے دیکھو دُنیا
میں بقائے نام کی تمنا ہر شخص کو ہوتی ہے۔ دولتمند
رفاہ عام کے کاموں سے۔ زر پرست اپنی عمارات
مصنف اپنی تصانیف سے۔ شعراء باکمال اپنے
نعت پرور کلام سے اور غریب غرباء اپنی اولاد
سے کچھ دنوں کے لئے اپنا نام قائم کر جاتے ہیں
(ایک سرد آہ بھر کر اُس نے اپنے چہرہ پر پیدا
ہوئے) مگر مجھ بد نصیب کو دیکھو کہ نہ عمارت
نہ عمارت۔ نہ تصنیف ہے نہ تعلیم۔ نہ دیوان [illegible]

ہے۔ اور ہزار لاکھ روپیہ میرا انعام کیا ہوگا؟ کچھ
نہیں۔ دُنیا مجھے محبت کا بدلہ دے گی۔ لیکن دُنیا نے
میری زندگی میں کیا قدر کی؟ ہمیشہ رنج پہنچایا
ہے۔ میں اُس کی قدر کیوں کروں؟ مگر نہیں نہیں
انسان ہوں میرے تخیلات بھی انسانی ہونا چاہیئے
ہیں۔ ہر کیا ہے کچھ نہیں لیکن ہے۔ ہاں ہے
ایک سرمایۂ محبت ہے۔ فرخ! (اُس کا چہرہ
اندرونی مسرت سے چمکنے لگا۔ معلوم ہوا کہ جسم
بھر کا خون سمٹ کر رُخ پر آ گیا ہے۔) تم افسانہ
نویس ہو۔ اور زیادہ تر غم زدہ افسانے لکھتے ہو
لیکن میں تم سے اُمید کروں کہ تم میرے افسانۂ محبت
کو ترتیب دو گے۔ نہیں تم ایسا ضرور کرو گے
تم نے آج تک میرا کوئی کہنا نہیں ٹالا۔ تم ضرور
اسے ترتیب دو گے مگر اتنا لحاظ رکھنا کہ جس بات
کا میں نے خیال رکھا ہے تم اُسے بھول نہ جانا۔
واقعات قائم رکھنا۔ مگر نام اور مقام صحیح نہ ظاہر
کرنا دُنیا اپنے خیال کے موافق جو چاہے سمجھے
میں تو اس وقت نہ ہوں گا۔ ہاں اگر روایات مذہبی
درست ہیں تو رُوح ضرور ہوگی۔ دُنیا اس افسانہ
کو کسی کا افسانہ کہے مگر میں سمجھوں گا کہ میرا ہے
میری رُوح کو اس سے مسرت ہوگی۔ کہ دُنیا میں
وہ بھی اور دُنیا والوں کی طرح ایک یادگار چھوڑ آئی ہے
اچھا مجھے ذرا سا پانی پلاؤ اور میرا افسانہ سنو“
اُس نے پانی پیا۔ کچھ دیر تک خاموش رہا۔
غالباً حافظہ پر زور دے کر وہ واقعات کو مسلسل
کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ آخر کار گویا ہوا۔
”دسمبر ۱۹۳۹ء کا مہینہ تھا۔ بلا کی سردی
تھی۔ رات کا وقت تھا۔ گہرا گہرا ابر چھایا تھا۔
میں ڈاک ایکسپریس کے انٹر کلاس میں اپنے جسم کو
خنکی کے حملوں سے محفوظ کرنے کے لئے ایک
نہیں بلکہ دو کمبلوں سے چھپائے لیٹا ہوا جگر
مراد آبادی کے دیوان کی تلاوت کر رہا تھا کیوں
لفظ تلاوت پر تم متعجب کیوں ہو گئے۔ تم
نہیں جانتے کہ حضرت جگر مراد آبادی سے عقیدت
کس نسبت سے ہے۔ پھر اس عقیدت کو دیکھتے
ہوئے اُن کے کلام کے لئے اگر میں نے لفظ تلاوت
استعمال کیا تو کیا گناہ کیا۔ غرضیکہ میں دماغی
مسرت حاصل کر رہا تھا۔ کہ ٹرین رکی مسافر
اُترے۔ اور شاید نئے آئے۔ اس کی مجھے خبر نہیں
ٹرین چھوٹنے میں غالباً کم عرصہ رہ گیا تھا۔ رات
کے بارہ بج چکے تھے کہ میں نے سگرٹ کیس کو
تلاش کیا۔ اور یہ دیکھ کر کہ اس میں سگرٹ ختم ہو
چکے ہیں۔ اُٹھ کر سوٹ کیس سے ڈبہ نکالنا چاہا۔
ہر طرف ناکام ہاتھ ڈالنے پر خیال آیا کہ سگرٹ
کا ڈبہ تو کانپور ہی میں ختم ہو چکا ہے۔ مجبوراً
پلیٹ فارم پر آیا اور سگرٹ فروش کی تلاش
میں سمت انجن دور نکل گیا۔ سگرٹ خریدی۔
لیکن روپیہ کی بقیہ ریزگاری ملنے میں ذرا دیر
ہوئی۔ ٹرین متحرک ہوئی اور میں بعجلت سگرٹ
اور ریزگاری جیب میں رکھتے ہوئے ٹرین کی
جانب متوجہ ہوا۔ اس کی رفتار تیز ہوتی گئی اور
میں جلدی میں بلا غور کئے INT انٹر دیکھتے
ہی ڈبہ کا ہینڈل پکڑ کر چڑھ گیا۔ اب گاڑی اچھی
خاصی تیز ہو چکی تھی۔ اور قبل اس کے کہ میں
واقفِ حال ہوں۔ پلیٹ فارم پیچھے چھوٹ چکا
تھا۔ دروازہ کھول کر دروازہ کے اندر جانا ہی
چاہتا تھا کہ ڈبہ کی ویرانی نے ظاہر کیا کہ یہ وہ
نہیں ہے۔ ابھی کسی قسم کا خیال پورے طور پر
قائم بھی نہ ہونے پایا تھا کہ سر کے اوپر بجلی کی
روشنی میں عورت کی تصویر دکھائی۔ اب اپنی غلطی
کا احساس ہوا کہ میں زنانہ ڈبہ میں چڑھ آیا ہوں
مگر کیا کیا جائے۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن
کر ہی کیا سکتا تھا۔ پھر یہ خیال کرتے ہوئے
کہ اگر یہ حقیقت میں ویران ہے تو آئندہ
اسٹیشن تک اس میں بیٹھ جانے میں کوئی حرج نہیں
میں نے نشستوں پر ایک گہری نظر ڈالی میری
نظر سیاہ نشستوں پر سے گذرتی ہوئی کمپارٹمنٹ
کی آخری حد تک پہنچی۔ جہاں نیلے رنگ کے دوشالے
میں سے ایک حسین چہرہ کا کچھ حصہ اسی طرح
نمایاں نظر آیا۔ جیسے سطح آب کنول یا بارش
کے بعد فضائے آسمانی صاف ہونے پر قریب
شام قمری ماہ کی ۱۳ تاریخ کا ماہتاب منظر
خوشگوار پر قائم ہو جانا نظر کا خاصہ ہے۔ میں
بھی کچھ دیر کے لئے دُنیا سے بے خودی میں
کھویا ہی تھا۔ کہ اپنی جسارت بے جا کا احساس
ہوا۔ ضمیر نے ملامت کی اور میری نگاہ جذبۂ
انفعال کے ماتحت مرکز کشش سے چل چل کر
واپس ہوئی آنکھیں جھک گئیں۔ اب جو اپنے
حواسوں میں ہوا تو موسمی سختی محسوس ہونے
لگی۔ کمپارٹمنٹ کا ہینڈل یخ بستہ معلوم ہوتا
تھا۔ سرد ہوائیں میرے جسم سے ٹکرا ٹکرا کے
تھرتھرائے دیتی تھیں۔ ہاتھ سُن ہوتے جا
رہے تھے موت قریب نظر آ رہی تھی۔ یاس
اور اُمید کے ماتحت میں خدائے بزرگ و برتر
کے انعامات کا شکریہ اور اپنے گناہ ہائے
پیہم پر اظہارِ ندامت کر رہا تھا۔ گو آنکھیں
کھلی تھیں مگر خیالات کی رو میں بصارت بے
معنی چیز تھی۔ کانوں میں ہوا کی سنسناہٹ
اور رفتار ٹرین کے شور سے مل جل کر آوازیں
پہنچ ضرور رہی تھیں۔ لیکن یہاں ان پر
غور کرنے کا ہوش ہی کب تھا۔ بار بار خیال ہوتا
تھا کہ ٹرین کا اب کی کوئی جھٹکا میرے تکان
زدہ ہاتھوں سے ہینڈل کو چھڑا دیگا۔ پھر
کیا ہوگا اُس ہولناک منظر کے تصور سے میں
موت سے پہلے مرا جاتا تھا۔ خدا معلوم اس حالت
میں مجھے کتنی دیر گذری کہ میں نے اپنی حدِ
نظر یعنی کمپارٹمنٹ کے محاذی دروازہ اور
نظر کے سامنے کوئی چیز حائل ہوتے ہوئے دیکھی
میری نظریں اُٹھیں اور بحیرت ایک ماہ وش پر [illegible]

[illegible] چمک کر [illegible] چہرے پر [illegible] جھلک رہی تھی۔ اس وقت وہ قطرہ [illegible] تلخ کا تھا جبکہ یہ اس کا تھا کہ میری خاموشی رہی پھر اُس نے قدرے جھک کر غالباً میری لاچارگی کو محسوس کرتے ہوئے کہ پُرشور فضا کی وجہ سے میں گفتگو سننے سے قاصر ہوں قدرے خوف و ہمدردانہ لہجے کے زیر اثر کہا: "آپ کون ہیں ؟ اور اس طرح یہاں کھڑے ہونے سے کیا مطلب ہے ؟"

"میں ایک انسان ہوں اور قسمت کے ہاتھوں اس ہینڈل کا سہارا لینے پر مجبور ہوں مگر یقین فرمائیے کہ میں اُن لوگوں میں سے نہیں ہوں جو دوسروں کی خوش خلقی اور لاچارگی سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔"

"میں نے مانا کہ آپ ایک شریف النفس انسان ہیں مگر پھر بھی یہ صورت کیا معنی رکھتی ہے۔"

"عرض کر چکا قسمت کے ہاتھوں مجبور ہوں گزشتہ اسٹیشن سے ٹرین روانہ ہو چکی تھی۔ میں نے اس کمپارٹمنٹ کو مردانہ سمجھتے ہوئے اس کا ہینڈل پکڑ لیا۔ لیکن یہاں آ کر دوسری ہی صورت دکھائی دی۔ اب بتلائیے اس کے اور کیا صورت ہو سکتی ہے۔ کہ یا تو میں گر کر جان دے دوں۔ یا آئندہ اسٹیشن تک اسی طرح چلوں۔ مگر خدا ہی بہتر جانتا ہے ممکن ہے کہ اول ذکر صورت مجبوری سے اختیار کرنا ہی پڑے۔"

"میری مختصر داستان سن کر کچھ دیر وہ خاموش رہی۔ غالباً غور کر رہی تھی کہ میرے الفاظ میں کہاں تک [illegible] صداقت غالب ہے۔ پھر [illegible] کلائی کو حرکت دے کر طلائی گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے وہ گویا ہوئی "آئندہ اسٹیشن تک گاڑی پہنچنے میں تو ابھی کافی وقت ہے تو آپ ایسی خطرناک حالت میں کس طرح مشکلات کا مقابلہ کریں گے مجھے آپ کی موجودہ حالت سے [illegible] ہمدردی ہے۔ گو کہ [illegible] نسبت پھر بھی کیوں نہ ہو مگر جذبۂ ہمدردی بھی تو کوئی چیز ہے۔ اس واسطے آپ کی بے بسی پر نظر کر کے آپ کے شریفانہ خیالات پر بھروسہ کرتے ہوئے یہ عرض کرنے پر مجبور ہو رہی ہوں کہ آپ اندر تشریف لے آئیے۔ جان خواہ کسی کی ہو قیمتی ہوتی ہے۔ نہ کہ ایک متمدن و مہذب انسان کی جان" یہ کہہ کر اُس نے اپنی مرمریں انگلیاں دروازے کی جانب بڑھائیں۔

"نہیں نہیں میری حور صفت نیک دل خاتون آپ ایسا قصد نہ فرماویں۔ آپ ایسی نیک طینت ہستی کی عزت پر اگر میری ایسی ہزاروں جانیں بھی قربان ہو جائیں تو بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ آپ جذبہ ہمدردی انسانی سے مجبور ہو کر جو کام کرنا چاہتی ہیں۔ غالباً اُس کے خطرات سے کماحقہ واقف نہیں۔ ٹرین رکنے پر اگر کوئی شخص مجھے دروازہ کھول کر اس ڈبہ سے اترتا دیکھے گا تو آپ کے متعلق ضرور شبہ پیدا کرے گا۔ خواہ آپ اپنی بے گناہی ثابت کرنے پر کسی حد تک کامیاب ہی کیوں نہ ہو جائیں مگر لعنت ہے میری اس زندگی پر جو آپ کے دامنِ عزت پر داغ لگنے کے بعد نصیب ہو اگر میرا پیمانۂ عمر لبریز ہی ہو چکا ہے۔ تو یہ ہی بہانہ سہی۔ ورنہ وقت گزر ہی جائے گا آپ متفکر نہ ہوں اور بسکون آرام فرماویں۔"

"آرام۔ آرام مجھے کیسے مل سکتا ہے ایک انسان موت کے گہرے غار کے کنارے کھڑا ہے کیا ایسی صورت میں کوئی دوسرا انسان سکون حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے آپ ہو جائیں۔ مگر میں تو نہیں ہو سکتی۔"

بادِ تند سرد کا ایک زبردست جھونکا آیا جس سے میرے جسم میں کپکپی پیدا ہو گئی۔ اس مجسمۂ حسن و اخلاق نے بھی اسے محسوس کیا اور جذبۂ بے اختیاری میں میرا ہاتھ پر دستِ نازنین رکھتے ہوئے "اُف۔ اُف آپ کے ہاتھ تو برف کے مانند سرد ہو رہے ہیں۔ میں پھر ایک بار کہتی ہوں۔ کہ للہ آپ اندر چلے آئیے کیونکہ اس صورت میں خدانخواستہ اگر کوئی حادثہ رونما ہو گیا تو اس کی ذمہ داری ساری میرے سر ہو گی۔ اور ایسی صورت میں میں کبھی خود کو معاف نہ کر سکوں گی۔ اے کاش میں اس ڈبہ میں نہ ہوتی۔"

"یہ تو میری خوش قسمتی ہے کہ آپ ایسے ہمدرد انسان تشریف فرما ہیں۔ اور تنہا ہیں۔ ورنہ شاید دو مردوں کی موجودگی میں آپ بھی اُن کی ہم نوا ہو جاتیں اور شاید کوئی تند مزاج خدا کی بیٹی آدم کے اس بیٹے کو یا تو دھکا دے کر اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیتی یا اُس کی بظاہر حرکت ناشائستہ پر جوابدہی اور انفعال حقیقی کے لئے زنجیر کو کھینچ کر حوالۂ پولیس کر دیتی۔ دُنیا تو سطح بین ہے نیت کو تو عالم الغیب کے سوا کوئی واقف نہیں ہو سکتا۔ اور وہ ہوتا کہ نقصان مایہ کے ساتھ ساتھ شماتت ہمسایہ کا سامان بھی پیدا ہو جاتا۔ آپ صرف ہمدرد ہی نہیں بلکہ میری قسمت سے مہربان بھی ہیں۔ اور یہ واقعہ ہے کہ تکلم کی شیرینی زہر کی تلخی میں بہت کچھ کمی پیدا کر دیتی ہے۔ یقین فرمائیے کہ آپ کے ان ہمدردانہ الفاظ نے میری موجودہ تکالیف کو بہت کچھ راحت میں تبدیل کر دیا ہے۔ میں اب اپنی ہمت میں اضافہ اور ارادہ میں مضبوطی محسوس کر رہا ہوں۔"

وہ ذرا شرماتے ہوئے۔ "اخاہ آپ ماشاء اللہ شاعر بھی ہیں۔"

"جی شاعر تو کیا۔ ہاں بدنام کنندۂ شعرا ضرور ہوں۔ یونہی کچھ تک بندی کر لیتا ہوں۔"

"آپ کا تخلص [illegible]

"اختر . . . ."

معذوب آپ ہی وہ اختر صاحب ہیں میں نے اکثر رسالجات میں آپ کا کلام پڑھا ہے میرے والد معظم جو اسی گاڑی کے انٹر کلاس میں سفر کر رہے ہیں خصوصیت کے ساتھ آپ کے کلام کو پسند فرماتے ہیں۔"

"مگر آپ تو شاید اُسے سرسری نظر ہی سے تعبیر کرتی ہونگی"

"جی نہیں۔ یہ آپ سے کس نے کہا ؟ میں درحقیقت میں گھنٹوں یہ سوچا کرتی ہوں کہ ایسے بلند خیال آپکے دماغ میں کس طرح پیدا ہوجاتے ہیں۔"

ذرا شرماتے ہوئے۔ "مگر یہاں میرے تصور کی تصویر سے آپ خود قطعی مختلف ہیں۔"

"جی آپکا خیال ہوگا کہ اختر کوئی حسین جامہ زیب۔ دولتمند ہستی ہے جو دن رات خوشبویات میں ڈوبی ہوئی شراب بستر کے جام چڑھاتی رہتی ہے"

"جی نہیں میرا خیال تھا کہ اختر صاحب ایک کہنہ مشق شاعر ہیں جنکا قد لمبا ہے۔ سر پر عمامہ بندھا ہے۔ انگرکھا پہنے ہیں (ہنسی روکنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے) اور چہرے پر ایک لمبی سی داڑھی ہے۔" (یہ کہہ کے ہنسی کو چھپانے کے لئے اُس نے منہ موڑ کر چادر میں ڈھانپ لیا)

فرشتے یوں تو اس حسن مجسم پر وہ کی ہر ادا آفت دہ قلب تھی۔ مگر اس ادائے خاص سے کیا کہوں دل پر کیا گذری۔ میں ایک سناٹے میں ہوگیا دل کی رفتار میں معتدبہ اضافہ ہوگیا۔ اور قریب تھا کہ منظر دلربا سے مدہوش ہوتے ہوئے میرے ہاتھ اپنی گرفت کو ڈھیلی کردیں کہ اسکی نقرئی رسیلی آواز نے مجھے بیدار کیا۔ میں سنبھلا اپنی حالت کا اندازہ کرتے ہوئے ہاتھوں پر زیادہ زور دیا مختصر یہ ہے کہ بہت کچھ گفتگو ہوئی اور باتوں باتوں میں مجھے معلوم ہوگیا کہ وہ اپنے پدر بزرگوار کے ہمراہ دہلی جارہی ہیں۔ اور وہاں سے عازم اجمیر ہونگی۔ لوگ کہتے ہیں کہ مصیبت کی گھڑیاں طویل ہوتی ہیں۔ مگر لطف ہمکلامی حسن نے اُن لمحات لطف پرور کو میرے خیال میں نہایت کوتاہ کردیا۔ ابھی پورے طور پر ان لمحات سے لطف اندوز بھی نہ ہونے پایا تھا کہ گاڑی ایک جھٹکے کے ساتھ آہستہ ہونی شروع ہوئی۔ میں نے گھبرا کر اسٹیشن کی طرف دیکھا۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ اسٹیشن کا پلیٹ فارم میری سمت مخالف میں تھا۔ گاڑی رُکی اور میں نے غیر مربوط الفاظ میں اسکی اس عنایت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بجبر اس پیکر حسن کے چہرہ پر الوداعی نظر ڈال کر سیڑھیوں سے نیچے اترا۔ اور اپنا کمپارٹمنٹ تلاش کرکے بیٹھ گیا۔ یہ دیکھکر مجھے بڑی مسرت ہوئی کہ میرے درجہ کے سب مسافر محوِ خواب تھے اور کسی کے سامنے مجھے عذرات غیر حاضری پیش کرنے پر مجبور نہ ہونا پڑا گاڑی پھر روانہ ہوئی میں لیٹا مگر تصورِ صاحب کا دیوان اُٹھایا۔ دل نے کہا اسے رکھو بھی سو جانے کا ارادہ کیا سوال نے کہا جاگو بھی۔ سونا تو روز روز کا ہے۔ میں نے دل سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ پھر کیا کروں؟ اُس نے کہا اُن لمحات خوشگوار کا از ابتدا تا انتہا پھر تصور کرو۔ دیکھو کتنا لطف ملتا ہے۔ میں نے کہا تو ٹھیک کہتا ہے غرضیکہ میں غرق تصور ہوگیا۔ گاڑی پھر رکی میرے کمپارٹمنٹ کے سب مسافر ابھی سو رہے تھے۔ میں نے سب پر ایک سرسری نظر ڈالی۔ اور یہ یقین کرکے کہ میری رفیقۂ سفر کے والد اس کمپارٹمنٹ میں نہیں۔ تو بیٹے نہیں ہیں۔ بآہستگی سگریٹ کے کش لگاتا ہوا پلیٹ فارم پر اُترا۔ مردانہ اور زنانہ انٹر کلاس بالکل متصل تھے مے ہوئے تھے۔ تو زنانہ درجہ کی جانب ایک گھنائے غلط انداز ڈالتا ہوا بڑھ گیا۔ دل اپنی ناکامی پر مغموم ہوا۔ کچھ دور جانے کے بعد میں پھر مڑا اور ادھر اُدھر پلیٹ فارم پر نظر ڈال کر کہ کوئی میری اس حرکت کا نگراں تو نہیں ہے۔ پھر زنانہ درجہ کی جانب نظر ڈالی نیلا چادر کھڑکی کے پاس چمکا اور "کیسے ہاتھ کیا کہہ رہے ہیں" کی آواز سنائی دی۔

گارڈ سیٹی دے چکا تھا "ایک پھر اُسی انداز سے ہینڈل پکڑنے کے متمنی ہیں۔" میں کہتا ہوا تیزی سے آگے بڑھا۔ اور اُس کے منہ سے بالا الفاظ کی سیکنڈوں بار میں تکرار کرتا رہا۔ اگلا اسٹیشن بہت دیر میں آیا۔ کچھ لوگ بیدار ہوچکے تھے خوفزدہ ہوتے ہوئے کہ کہیں اُن کے والد بزرگوار میری اس آوارہ گردی کو نہ ملاحظہ فرمالیں۔ میں کوچہ جاناں کا طواف نہ کرسکا۔ یہاں تک کہ دہلی آگئی۔

سب مسافر جلدی کر رہے تھے۔ میں نے سامان قلی کے سپرد کردیا۔ اور خود پیچھے کھڑا ہوکر بزرگ محترم کو پہچاننے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ آئے اسباب اکٹھا کیا گیا۔ میں ایک اضطرابی کیفیت میں کچھ تصفیہ نہ کرسکا کہ کیا کروں؟ حقیقت میں مجھے انبالہ جانا تھا مگر اب انبالہ کہاں؟ اب تو دل کا یہ تقاضا تھا کہ نقوش پائے حسن کی پیروی کر۔ یہاں تک کہ قلی کی گرجدار آواز نے مجھے مخاطب کیا۔ "صاحب کہاں چلئے گا" قبل اسکے کہ میں جواب دوں میں نے اُن بزرگ معظم کو کہتے سُنا "باہر چلو" میں نے عمداً اسکی کوشش کی کہ میں ان دونوں سے آگے نہ بڑھوں میری ملکۂ اقلیم تخیل نیلے رنگ کے برقع میں اپنے

حیرت ہے کہ مجھ جیسے ہر شخص قدم قدم پر پیدل چل پھر کر تھک جاتا ہے جب ہم تانگہ پھاٹک کے باہر آئے ہوٹلوں کے ایجنٹوں نے دھاوا بول دیا۔ میں نے کسی سے ان لوگوں نے کہا ہم کو خوش ہو کر ان کے ہاتھ ایک ہوٹل بتاتے گئے۔ ادھر ادھر جھانکا۔ یہاں تک کہ ان میں ایک کو جن کا نام صابر صاحب تھا۔ (حقیقت میں ان کا یہ نام نہ تھا مگر شرط رازداری یہی ہے کہ فرضی نام استعمال کریں) ہوٹل کا نام تانگہ والے کو بتاتے سنا اور قریب تانگہ والے کو میں نے بھی جلدی جلدی سامان اٹھانے کی ہدایت کرتے ہوئے آہستگی سے اسی ہوٹل کا نام بتایا میرے تانگے کا گھوڑا ذرا تیز تھا اور میرا سامان بھی مختصر تھا جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ میں صابر صاحب سے پہلے ہوٹل میں پہنچ گیا۔ اسے حسن اتفاق ہی کہو کہ اس ہوٹل میں صرف دو کمرے خالی تھے اور وہ دونوں ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے جن میں سے ایک کو میں نے اور دوسرے کو صابر صاحب نے لے لیا۔ میں اپنے سامان کو باقرینہ ترتیب دے کر کمرہ سے باہر نکلا ہی تھا کہ صابر صاحب بھی برآمد ہوئے۔ میں نے خود سلام علیک کیلئے ہاتھ اٹھایا۔ اور تعارف کے بعد پھر قربت کو محسوس کرتے ہوئے انہیں غیر معمولی مسرت ہوئی۔ یہ گفتگو میں جب میں نے ظاہر کیا کہ میرا ارادہ ہے کہ قطب صاحبؒ کا، نظام الدین اولیا، رحمتہ اللہ علیہ، مقبرۂ ہمایوں وغیرہ وغیرہ کی زیارت سے مشرف ہوں تو وہ بہت مسرور ہوئے اگرچہ حقیقت یہ ہے میں کئی کئی بار ان مقامات کی زیارت کر چکا تھا مگر یہ خیال کر صابر صاحب کا ایسا آدمی ضرور ایسے مقامات پر جانے کا خواہشمند ہوگا اور شاید اسی بہانے سے لطف صحبت حاصل ہو جائے۔ میں نے یہ خیال ظاہر کیا میرا اندازہ صحیح نکلا وہ واقعی خود ایسے مقامات پر جانا چاہتے تھے۔ اور اپنی تنہائی کو دیکھتے ہوئے انہوں نے مجھے رفیق سفر بنانے کی تجویز پیش کی۔ میں نے بخوشی منظور کیا طے پایا کہ ٹیکسی کرایہ کی جائے تاکہ لطف و سہولت سے سفر طے ہو۔ میں نے ٹیکسی طے کرنے کے فرائض اپنے ذمہ لئے۔ کچھ دیر کے بعد ٹیکسی آئی اور ہم تینوں اس صورت سے روانہ ہوئے۔ کہ ڈرائیور کے پاس میری نشست تھی اور پیچھے والی نشست پر وہ دونوں متمکن تھے۔ کبھی کبھی صابر صاحب کے سوالات کے جوابات کے سلسلہ میں میری جنبش سر کی بناء پر اس مہ کامل کے رخ پر نور کا کچھ حصہ میری اضافہ برکت قلب انبساط نظر کے سامان پیدا کر دیتا تھا۔ شام کو واپسی ہوئی۔ میں کسلمندانہ طور پر ہوٹل کے کمرہ میں بیٹھا تھا کہ کمروں کے درمیانی دروازہ کی درز سے ایک چھوٹا سا پرزہ، کاغذ برآمد ہوتا ہوا نظر آیا میں نے بڑھ کر اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور اضطراب و اشتیاق کے ماتحت پڑھا۔ تحریر تھا۔ "کسی کے پیچھے پیچھے پھرنا کیا شرافت ہے؟" میری ذات پر یہ زبردست حملہ تھا میں نے ارادہ کیا کہ اپنا بستر باندھ کر رات کی سیاہی میں کہیں غائب ہو جاؤں مگر نہ دل مانا نہ ہاتھ بستر کی جانب بڑھے۔ کچھ دیر تک ساکت بیٹھا رہا۔ اور اس کے بعد اپنے کمرے کے سامنے کھڑا ہو کر صابر صاحب کے کمرہ کی خاموشی سے یہ اندازہ لگاتے ہوئے کہ وہ کمرہ میں موجود نہیں ہیں ذرا بلند آوازی سے یہ کہتا ہوا۔ "شرافت صرف پاکیزگی خیال کا نام ہے۔" آگے بڑھ گیا۔ دوسرے دن بقیہ مقامات کی سیر ہوئی۔ اور رات کی گاڑی سے ہمارا مختصر قافلہ عازم اجمیر ہوا۔

صابر صاحب ایک مسن علم دوست اور واقفیت کے بعد سے کہ میں سمجھتا ہوں آخر ہوں جب کہ وہ اسقدر مصلح ہیں۔ بعید عنایات فرماتے تھے۔ روانگی اجمیر کے سلسلہ میں خدا معلوم کن وجوہات کی بناء پر انہوں نے اپنی عادت سابقہ میں کچھ تبدیلی پیدا کی یعنی میری مرکز جذبات کو جس کا نام ناہید (فرضی نام ہے) تھا بجائے درجہ مستورات کے رات کے وقت پر نظر کرتے ہوئے درجہ مرداں میں بٹھانے کی تجویز پیش کی۔ بھلا مجھ کو مجال تامل کہاں ہو سکتی تھی۔ میں نے پرزور الفاظ میں تائید کی۔ امکانی طور پر میں نے ان دونوں کی آسائش کا انتظام کیا۔ گاڑی روانہ ہوئی کچھ دیر کے بعد کمپارٹمنٹ میں سکون اور سکون کے بعد خاموشی طاری ہو گئی۔ مسافر یوں ہی کم تھے اور جو تھے وہ بھی مصروف خواب ہو گئے۔ مگر نیند۔ نیند میری آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ ناہید بیدار تھی یا نہیں میں کچھ نہ سمجھ سکا۔ ہاں ایک وفادار نوکر کی طرح ان کے اسباب کی حفاظت کرتا رہا۔ شب کے کسی حصہ میں کچھ سو بھی گیا مختصر یہ کہ ہم نو بجے صبح اجمیر شریف پہونچے مجاور صاحب نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ ہم سب ایک ہی خاندان کے افراد ہیں ہمارے قیام کے لئے ایک ہی مکان دینا مناسب سمجھا۔ صابر صاحب اپنی نیک طینتی اور مسافرت کا خیال فرماتے ہوئے اس پر معترض نہ ہوئے۔ ہمراہی کے سلسل کی بناء پر ناہید کبھی کبھی مجھ سے تنہائی میں گفتگو کرنے پر مجبور ہو جاتی تھی مگر وہ باتیں سرسری ضروری اور وقتی ہوتی تھیں۔ جن میں وہ حلاوت نہ تھی جس کا میرا دل متمنی تھا

غرضیکہ بغیر کسی واقعہ وخاص کے ہم جہیز شریف سے آگرہ اور آگرہ کے بعد کانپور پہنچ گئے۔ صابر صاحب کے اصرار سے مجھے کانپور میں بھی اُن کے ساتھ ہی رہنا پڑا۔ شام کی ٹرین سے کانپور سے روانگی ہوئی۔ صابر صاحب کا خیال تھا کہ شب بھر لکھنؤ میں قیام فرما کر اپنی جائے ملازمت یعنی سیتاپور کو روانہ ہو جائیں گے۔ جس ٹرین سے ہم روانہ ہوئے یہ ایکسپریس ٹرین تھی۔ جو کانپور کے بعد اناؤ اور اناؤ کے بعد انجن میں رکی۔ صابر صاحب نے ارادہ کیا کہ لکھنؤ تک پہنچنے کے درمیانی وقفہ میں وہ نماز عشا سے فراغت پالیں چنانچہ وہ لوٹا لیکر بغرض وضو پانی لینے کے لئے ٹرین سے پلیٹ فارم پر اترے۔ میں نے کوشش کی کہ میں اس خدمت کو انجام دوں لیکن وہ نہ مانے ہونی بات ہو کر رہتی ہے۔ سردی کڑاکے کی پڑ رہی تھی۔ اسٹیشن پر اکا دکا صورتیں دکھائی دیتی تھیں۔ صابر صاحب کو نل دریافت کرنے اور وہاں تک پہونچنے میں کافی وقت صرف ہوا اور وہ واپس نہ ہونے پائے تھے کہ گارڈ نے سیٹی دی۔ انجن نے مسافروں کو خبردار کیا اور ٹرین اشک بے اختیار کی مانند روانہ ہوئی۔ میں پریشان ہوا دروازہ کی طرف بڑھا۔ صابر صاحب کو پکارا۔ چاہا کہ زنجیر کھینچ کر گاڑی کو روک دوں مگر اندھیرے میں ایک آواز کہتے سنائی دی "اختر صاحب مجھے آپ پر اعتماد ہے دوسری گاڑی سے آتا ہوں۔ پلیٹ فارم پر ملئے گا۔" اس عرصہ میں گاڑی اور تیز ہو گئی تھی۔ ناہید زنانہ درجہ میں تھی جو مردانہ کے ملحق تھا اور غالباً اُس نے بھی صابر صاحب کے الفاظ سُن لئے تھے۔ ٹرین یہاں سے روانہ ہو کر بغیر کسی درمیانی اسٹیشن پر قیام کے لکھنؤ پہنچی۔ میں نے سامان اتروایا اور ناہید سے تمام واقعات بیان کئے۔ اُس نے دوسری ٹرین کے آنے کا وقت دریافت کیا۔ گو کہ مجھے معلوم تھا مگر رفع شک کے لئے پاس سے گذرنے والے ٹی۔ ٹی۔ ای سے پوچھا جواب ملا۔ آئندہ ٹرین صبح ½۷ بجے آئے گی۔ اب یہ پہاڑ ایسی رات کہاں گذاری جائے؟ یہ سوال ہم دونوں کے پیش نظر تھا۔ آخر کار قلی کے اصرار پیہم پر "صاحب کہاں چلئے گا۔" میں نے باہمی ناہید کے سامنے دو صورتیں پیش کیں اولاً تو یہ کہ وہ مع سامان ڈیوڑھے درجہ کے انتظار خانہ مستورات میں قیام کرے مگر چونکہ ۱۱ بجے رات کے بعد لکھنؤ سے کوئی ٹرین کسی جانب کو روانہ نہ ہوگی۔ اسلئے اُسے تمام رات تنہائی میں بسر کرنا پڑے گی۔ اور احکامات ریلوے کی بناء پر وہ انتظار خانہ کا دروازہ اندرونی جانب سے نہ بند کر سکے گی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر اسے میری ذات پر بھروسہ ہو تو شہر کے کسی ہوٹل میں شب بسر کی جائے۔ ایک کمرہ میں وہ قیام کرے اور دروازہ اندرونی جانب سے بند کر کے خود کو محفوظ کرلے۔ ناہید نے آخر الذکر صورت کو پسند کیا۔ اور ہم لوگ ایک ہوٹل میں قیام پذیر ہوگئے۔

فروغ یہ کمرہ نمبر ۸ وہی کمرہ ہے۔ جس میں مجھ کو جان سے زیادہ عزیز ناہید نے اپنی شبابی رعنائیوں اور حُسن کی سحر کاریوں کے ساتھ شب بسر کی تھی۔ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ وہ مجھ سے گفتگو کرنے کی عادی ہو گئی تھی اور بصورت موجودہ اُسے مجھ سے ایک حد تک بے تکلف ہونا پڑا۔ میں نے دونوں کمرہ اپنے ہی نام سے بلٹ ہوٹل میں ناہید کی بجی رشتہ داری ظاہر کر کے لئے۔ غیر ہوٹل سے میری ملاقات تھی کہ کسی قسم کے شکوک پیدا نہیں ہوئے۔ بعد فراغت طعام چند سطحی واقعات پر تبادلہ خیال ہوا مگر اُس کے بعد ناہید کے اس سوال نے میرے جذبات کی دُنیا میں ایک حشر برپا کر دیا؟

"اختر صاحب۔ مجھے آپ کے خیالات کی پاکیزگی۔ نیک دلی اور شرافت میں کلام نہیں لیکن آپ کی غیر متوقع ملاقات اور اس کے بعد ہی آپ کی اس طوالتی رفاقت سفر پر جب غور کرتی ہوں تو (ذرا جھجکتے ہوئے)..... کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا سمجھوں"

فروغ تم نے کسی پکتے ہوئے پھوڑے میں کبھی ٹیسیں لگتے ہوئے دیکھی ہے؟ اگر دیکھی ہے تو تم صحیح اندازہ کر لوگے کہ بعینہ یہی صورت پیش آئی میری ساری خوش طبعی کافور ہو گئی۔ باوجود ضبط کوشش تنہائی کی بناء پر میرے آنسو نکل آئے۔ اور حلق میں پھنستی ہوئی آواز سے میں نے رُک رُک کر کہا۔ ناہید۔ ناہید مجھے اعتراف ہے کہ میری یہ حرکت سنجیدہ مزاج حضرات کے خیال میں ایک شرمناک حرکت ہے ایک ناقابل عفو گناہ ہے۔ مگر ناہید یقین کرو کہ میں نے دیدہ و دانستہ یہ نہیں کیا میں نے واقعی تمہارے والد بزرگوار کو ایک حسین فریب دیا مگر کیا کروں مجبور ہو گیا۔ دہلی کے ہوٹل میں جب تم نے مجھے میری فریبانہ زندگی سے مطلع کیا تھا۔ خدا ہی جانتا ہے۔ اُس وقت میں نے اپنے اوپر کتنی لعنت کی۔ اور ارادہ کیا تھا کہ کہیں منہ کالا کر کے چلا جاؤں۔ لیکن دل نہ مانا۔ نہ ترے ہم [illegible]

میں سفر میں یہ خیال کرتے ہوئے کہ خدا معلوم مجھ سے کیسی سنگین غلطی سرزد ہو چکی تھی کہ آپ ایکا ایکی تصورات میں تمہارے معنے متعدد کی تابناک کرنوں کی درخشانی نے رنگِ انفعال کو ہلکا کر دیا۔ ناصیدہ ناصیدہ اب تم ہی بتاؤ میں کیا کرتا۔ میں اپنے تاریک مستقبل سے خوفزدہ ہوں۔ اور جانتا تھا کہ دل کا بخوشی قبول کیا ہوا اور تمہارا دانستہ یا نادانستہ بخشا ہوا درد لا دوا ثابت ہوگا مگر لذتِ دردِ حال کے زیر اثر مستقبل کے تخیل سے بیگانہ رہنے کے لیے مصر ہے۔ ناصیدہ میں خطاوار ہوں گنہگار ہوں اور جانتا ہوں کہ گناہ ناقابلِ عفو ہے۔ لیکن پھر بھی سر جھکاتا ہوں . . . . . اس کے بعد میں ذہنی تاثرات کے ماتحت کچھ نہ کہہ سکا اس وقت دنیا کی ہر شے مجھے ساکت معلوم ہو رہی تھی۔ دماغ میں ایک اندھیرا سا محسوس ہو رہا تھا۔ کہ ایک نرم و نازک ہاتھ کا لمس میں نے اپنے سر پر محسوس کی اور اس کے بعد ایک رسیلی مگر درد بھری آواز کہتے سنائی دی۔

"اختر صاحب آپ کا فریب خواہ کتنا ہی پُرخطر کیوں نہ ہو۔ آپ کا گناہ دنیا کی نظروں میں خواہ کتنا ہی ناقابلِ معافی کیوں نہ ہو۔ مگر نہیں معلوم وہ کون قوت ہے جو مجھے یہ کہنے پر مجبور کر رہی ہے کہ آپ نے جو کچھ کیا وہ فریب نہ تھا۔ کاتبِ تقدیر نے یہ واقعات روزِ ازل سے ہماری قسمت میں لکھ دیئے تھے۔ آپ منفعل نہ ہوں۔ اگر میرے الفاظ سے آپ کے رنج میں کمی ہو سکتی ہے۔ تو میں سچے الفاظ میں یہ کہتی ہوں کہ میں آپ کو خطاوار نہیں سمجھتی مگر اختر صاحب کیا یہ واقعہ ہے کہ مرد بہت جلد باز ہوتے ہیں۔ یا قدرت نے یہ عطیہ خاص آپ ہی کو عطا فرمایا ہے۔ بارہا دیکھا گیا ہے کہ کوئی ناآشنائے نظر چیز۔ عارضی طور پر ہمارے لئے وجہ دلچسپی و دلبستگی ہو جاتی ہے لیکن کچھ زمانہ گذرنے پر یا اس سے زیادہ جاذبیت رکھنے والی چیز یا چیزیں جب ہمارے پیش نظر ہوتی ہیں تو پہلی چیز سے دلچسپی تو کیا اس کے تصور سے بھی دل بیزار ہو جاتا ہے۔ دوسروں کے بیان کیئے ہوئے تجربات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تلون مزاجی عموماً مردوں میں زیادہ پائی جاتی ہے۔ آپ کا خیال ہے کہ تلون مزاجی کوئی اچھی صفت ہے جہاں تک میرا خیال ہے عورت مردوں کے خیال میں خواہ کتنی ہی بیوقوف کیوں نہ سمجھی جائے مگر عورت کی یہ صفت تو یقیناً اگر قابلِ ستائش نہیں تو وجہ ملامت بھی نہیں ہو سکتی۔ کہ وہ ہمیشہ کسی گہری بات کو زبان سے نکالنے سے قبل متعدد بار اس پر غور کر لیتی ہے۔ کیا "مردِ آخر بیں مبارک بندۂ ایست" کا مقولہ غلط ہے"!

ناصیدہ کی اس پُراز معلومات تقریر نے میرے دل پر کافی اثر کیا۔ مجھے اپنی قوتِ گویائی پر ہمیشہ سے کچھ نہ کچھ ناز ہے لیکن اس کے مدلل الفاظ نے میری روانیٔ طبع میں کمی پیدا کر دی۔ باوجود کوشش میرا ذخیرۂ الفاظ ایک بے اصل شے ثابت ہو رہا تھا۔ بدقتِ تمام میں نے جواباً کہا میں نہ دنیا کے تمام مردوں کے تخیلات سمجھتا ہوں۔ اور نہ ان کی نمائندگی کا حق رکھتا ہوں۔ اور اس صورت میں دوسروں کے خیالات صنفِ نازک کے تجربات سے اخذ کیئے ہوئے نتائج کو نادرست کہنے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہیں مانتا ہوں کہ کسی سڑک کے کچھ حصے کی ناہمواری اس پوری سڑک کو ناہموار کہلا سکتی ہے کسی چشمے کے آبِ صاف کی تھوڑی سی پانی کو کڑوا کہلا سکتی ہے۔ ایک زہریلا پھول دوسرے پھولوں کی وقعت کی کمی کا سبب بن سکتا ہے مگر عالی ظرف ہستیاں اور حقیقت بیں نظریں ایسا نہیں کرتیں۔ وہ سڑک کے صرف اس حصے کو ناہموار۔ صرف اس چشمہ کے پانی کو کڑوا اور صرف اس پھول کو زہریلا کہتی ہیں۔ مرد دنیا میں بُرے بھی ہیں اور اچھے بھی۔ یہ بات چلی آ رہی ہے کہ دنیا میں بُرائیاں زیادہ اور اچھائیاں بہت کم مشہور ہوتی ہیں۔ اس لئے اگر غور کیا جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ صنفِ نازک کی نظر میں مردوں کے خلاف یہ جذبہ ان کے تخیلات کی کمزوری نہیں بلکہ یہ بُرائی مشہور کرنے والی دنیا کا قصور ہے مثال کے طور پر آدم علیہ السلام کو لیجئے۔ گو انہیں مبتلائے حوا نے کیا تھا مگر باوجود اس کے وہ حوا سے متنفر نہیں ہوئے اور بارگاہ قدوس میں ہمیشہ یہی دعا کرتے رہے کہ اے معبود ہمارے گناہوں کو بخش دے۔ اس سے آپ یہ خیال نہ فرمالیں کہ میں مردوں کی پاسداری کر رہا ہوں۔ خدا گواہ ہے۔ میرا یہ مقصد نہیں ہے۔ ہاں یہ تمنا ضرور ہے۔ کہ آپ اور آپ کے ایسے خیالات رکھنے والی ہستیاں کسی مرد کے تخیلات سے واقفیت حاصل کیئے بغیر اگر اس کے حق میں کوئی حکم ناطق نہ صادر فرمائیں تو زیادہ مناسب ہو۔ اب ہی جلد بازی تو یہ امر حقیقت ہے کہ یہ عادت مردوں میں ضرور ہوتی ہے مگر اسکو عادت نہیں اگر اسکو خلقت کہیئے تو زیادہ بہتر ہے۔ اور خلقت ہمیشہ فطری ہوتی ہے۔ قوتِ احساس کی زیادتی اور قوتِ ضبط کی کمی خود کو

جب ... [illegible] ... رہتی لیکن اگر گہری نظر سے دیکھئے، تو اس کی کے زیر اثر صرف مرد ہی نہیں بلکہ ہر مخلوق بھی ہے، نام ہے تکمیل کی پیاس کی، پروانے کی ذلت شمع کی الفت گردیگی، چکور کا طواف کیا اسی قوت احساس کی زیادتی اور قوت ضبط کی کمی کے رہین منت نہیں ہیں؟ اور اگر اس تصویر کا دوسرا رخ ملاحظہ فرمائیے، تو اس عنان ضبط و صبر کو چھڑا دینے کی ذمہ دار گل کی رعنائی، شمع کی روشنی، معشوق کی قامت، اور ماہتاب کا نور ضیاء پاش ہے، مختصر یہ کہ جذبۂ پرستاری پیدا نہیں کیا جاتا، بلکہ وہ تو حسن بے پناہ کی جلوہ گری خود ہی پیدا کر دیتی ہے، اب آپ ہی انصاف فرمائیں کہ کیا دیوانہ گر کو دیوانہ کی دیوانگی سے تنفر لازم ہے، نہیں میرا تو یہ خیال ہے کہ دیوانہ، دیوانہ گر کی ہمدردیوں کا ہر طرح مستحق ہے، اب رہی تلون مزاجی تو اس کے متعلق تو پہلے ہی عرض کر چکا، کہ قبل از وقت کسی فرد واحد کی یا جنس کے چند افراد کی حرکات پر نظر کرتے ہوئے معلوم کرنا اگر غور سے دیکھئے، تو زیادہ مناسب نہیں۔

"اختر صاحب! آپ شاعر ہیں، صاحب علم ہیں، اور میں ایک کمزور خیال جنس ضعیف العقل سے تعلق رکھنے والی ہستی، بھلا پھر آپ سے مقابلہ کیسا؟ مگر اتنا ضرور کہوں گی، کہ بات کا منہ سے نکالنا آسان ہے، مگر نباہنا بہت مشکل، یہ جو راہ آپ نے پسند فرمائی ہے وہ بعد درجہ دشوار گذار ہے، قدم قدم پر خطرات پیش ہیں، تصور معاف، پھر بھی کہوں گی، کہ آپ کے ایسے بہت سے مرد اس پُر از خطرات راہ کی صعوبات سے پریشان ہو کر اپنی منزل تک پہنچنے کی طاقت نہ دیکھتے ہوئے واپس ہو چکے ہیں، ممکن ہے کہ وہ اپنے جذبات کی گہرائی کو سمجھنے سے قاصر رہے ہوں، یا انہوں نے یہ راہ وقتی طور پر صرف بغرض تفریح طبع اختیار کی ہو، اختر صاحب! میں آپ کے جذبات کی تذلیل نہیں کرتی، لیکن انسان، انسان ہے غلطی بھی کر سکتا ہے، کیا یہ ممکن نہیں ہو سکتا، کہ آپ بھی مآل کار ... [illegible] جانے کے خیال پر نظر کرتے ہوئے طوفان حوادث ہی کی غضب ناک موجہائے بے پناہ کے اثرات کو نظر انداز فرما کر سفینہ کو سپرد دریا کر دیا ہو۔"

"ناہید! جہاں تک مجھے یاد ہے میں نے سن شعور حاصل کرنے کے بعد سے آج تک بلا تکلف کسی خاص واقعہ پر کوئی ایسی رائے قائم نہیں کی جس کے لئے مجھے بعد کو متاسف ہونا پڑا ہو، اور اسی بنا پر میں تم کو یقین دلاتا ہوں، کہ میں نے اپنے جذبات کی گہرائی کا اندازہ لگاتے ہوئے تم پر راز دل کا اظہار کیا ہے، مستقبل کے متعلق کوئی شخص لازمی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا، یہ قاعدہ ہے کہ ہمیشہ اثرات حال کے لحاظ سے زمانہ آئندہ کے لئے رائے قائم کی جاتی ہے، میں تجربہ کار ہوں، کمسن بچہ نہیں ہوں، اگر یہ جوشیلے جذبات حال کبھی ماضی میں پیدا ہو کر میرے لئے وجہ پشیمانی ہو چکے ہوتے، تو آج بھی میں ان پر اعتبار نہ کرتا مگر خدا گواہ ہے ناہید! کہ یہ جذبات میری زندگی میں پہلی اور صرف پہلی بار پیدا ہوئے ہیں اور یقین ہی نہیں بلکہ یقین کامل ہے، کہ آخری ہوں گے، اب بھی اگر تم کو تسکین نہ ہو، تو سوائے اس کے کہ میں اپنی قسمت کا گلا کروں، اور کیا کر سکتا ہوں۔"

میرے ان الفاظ کا ناہید پر بہت اثر ہوا، میں نے دیکھا کہ اسکی آنکھیں نمناک تھیں میرے اختتام تکلم پر اس نے آج پہلی مرتبہ میرے چہرہ کی طرف نظر بھر کر دیکھا اور پھر یکبارگی نظر جھکا کر "واقعات ظاہر کریں گے، کہ میرے الفاظ کہاں تک مبنی بہ صداقت ہیں، مگر آپ کے سکون ذہنی کیلئے اتنا کہتی ہوں کہ خواہ آپ کا بیان کتنا ہی غلط کیوں نہ ہو، میں اسکو بالکل صحیح تسلیم کرتی ہوں۔" کہکر خاموش ہو گئی۔

فروغ! تم خود اندازہ کرو کہ یہ الفاظ میرے لئے کہاں تک مسرت کن ثابت ہوئے ہوں گے، میں سمجھ رہا تھا کہ مجھے ہفت اقلیم کی دولت مل گئی، وہ میرے مقابل کرسی پر بیٹھی تھی، بنسلا اُسکی چادر کے نام صرف نام ہی کو ظاہر کر رہا تھا، اس کے الفاظ نے مجھ پر، محبت پیدا ... [illegible] ملائمت اسکی نرم اور چمکیلی آنکھوں ... [illegible] تھیں، لیکن اس کے چہرہ کی جانب دیکھتے ہوئے میں نے کہا "تو کیا میں امید کروں کہ میرا تحفۂ محبت بارگاہ حسن میں قبول ہوگا" جواب نہ ملنے پر میں نے پھر اپنا جملہ دہرایا، اور اس کے بعد کسقدر پیکر ... [illegible] اس نے اعتراف محبت کیا، فروغ تم سنو گے تو پھڑک جاؤ گے، مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ "اختر صاحب! کیا یہ سچ ہے کہ آپ اپنے کو پرستار کہتے ہیں، میں نے ... [illegible] ثبات ... [illegible] دیا، بس تو سمجھ لیجئے، تا بہ سوز و شمع ......"

...... یہ کہتے ہی اس نے اپنے چہرہ کو چھپا لیا، کمرہ میں مکمل سکون تھا، کہ قریب کے گھنٹہ نے دو بجائے، اور وہ منہ چھپائے ہوئے با انداز کسل کہنے لگی: "بہتر ہے کہ اب آرام کیجئے،" میں ان الفاظ کے اثرات کو سمجھتے ہوئے بخاموشی اپنے کمرہ میں چلا آیا،

ہم لوگ مع اسباب ساڑھے سات بجے صبح اسٹیشن پہنچے، صابر صاحب ۸ بجے کی گاڑی سے تشریف لائے، ان کی رات بھر کی پریشانی پر میں نے اظہار افسوس کیا، سامان کو ایک قلی کے سپرد کر کے کچھ چیزیں لکھنؤ سے خریدیں، اور ایک بجے کی گاڑی سے صابر صاحب کے اصرار پر میں بھی ان ہی لوگوں کے ہمراہ سیتاپور روانہ ہوا، گذشتہ شب کے متعلق صابر صاحب نے مجھ سے کچھ دریافت نہیں کیا، غالباً ناہید نے بصورت ... [illegible] ان سے بیان کر دیا ہوگا، اور اتفاقات سفر و دوسرے مسلسل شب بیداری سے میری طبیعت سیتاپور پہنچتے پہنچتے بدمزہ ہوئی، اور دفعتہً بہت زیادہ خراب ہو گئی، حرارت سے بخار اور بخار ہی تک محدود نہیں، بلکہ انفلوئنزا ہو گیا، میرے زمانہ علالت میں صابر صاحب نے کیا کیا شفقت فرمائی، یہ سمجھنے سے قاصر ہوں، مگر ہاں یہ ضرور کہوں گا، کہ ناہید نے میری تیمارداری میں بہت بڑا حصہ

[illegible] مجھے ہوا، کہ جب کبھی میں پہنچا
وہیں پہنچ کے گرد و پیش غور سے پایا تھا اُس
نے کہا طالب کی تلاش نشان اس نظریہ حقیقت بنانے
کہ ایک مدت ہوگئی تھی، اب یہ آرزو بھی کہنا مجھے بھول چکا"
کہ صابر صاحب کی اہلیہ محترمہ کا ناہید کی سفر میں ہی
میں انتقال ہو چکا تھا، ناہید کو کنگلی اطلاع دی تھی جسے
اُنہوں نے بہت ناز و نعمت سے پرورش کیا تھا، صابر صاحب
کے اعزہ بھی سیتاپور میں تھے، رشتگی کی بنا پر
وہ صابر صاحب کو سمجھتے تھے کہ اُن کے یہاں
آنا تھا، خوش کہ مجھے صحت ہوگئی اور چند دن گذرنے
پر کافی توانائی پیدا ہوگئی، آخر کار ایک دن موقع مناسب
دیکھ کر ناہید کی رضامندی پاتے ہوئے، خود کرنا
بزرگ بنا کر صابر صاحب کی خدمت میں میں نے وہ
درخواست پیش کی جس پر میری زندگی اور خوشحالی کا
منحصر تھا، صابر صاحب نے بخندہ
پیشانی سنا اور میری درخواست پر غور کرنے کی مہلت مانگتے
ہوئے مجھے مستقبل قریب میں نتیجہ سے مطلع کرنے کا وعدہ
کیا، ناہید کی گفتگو سے پتہ چلتا تھا، کہ وہ فیصدی
اُمید کامیاب ہے، میں شاداں و فرحاں سرخرو آئندہ لیے
کو واپس لئے سیتاپور سے روانہ ہوا، میری اور تھا جب
کی پابندی خط و کتابت ہوتی تھی، معاملہ معلوم میں
دوبارہ یاد دہانی پیش کرنے پر اُنہوں نے اپنی رضامندی
کا اظہار کرتے ہوئے مجھے ایک نئی زندگی عطا فرمائی، اور
اس نیک کام کیلئے اکتوبر کا مہینہ مقرر کیا گیا، مگر

من چہ خیالم و فلک در چہ خیال
کارے کہ خدا کرد بشر را چہ مجال

میں اسی مہینہ میں صابر صاحب کے ارشاد کے بموجب
دو مرتبہ سیتاپور گیا، چھپ چھپا کر ناہید سے بھی
تھوڑی گفتگو ہوئی، تیسری کو خوشگوار مہینہ تھا کہ
یکایک میری کمپنی کے پتہ پر تار آیا، مگر سیتاپور جا کر
عجیب منظر دیکھا، صابر صاحب جو کہ قلب
بند ہوجانے کی بنا پر اپنی جگہ جا چکے تھے اور
ان کے چھوٹے بھائی صاحب کا قبضہ تھا، جو کہ
صاحب موصوف کے مرنے والے کو دشمن کی نظر سے دیکھنا اپنا
فریضہ اولین سمجھتے تھے، خادمہ قدسیہ کی زبانی معلوم ہوا
کہ ناہید کا برا حال ہے، اور ہونا بھی چاہئے، بہرحال میں نے
تحریری طور پر خادمہ کے ذریعے اُس کی اس غیر متوقع مصیبت
پر افسوس ظاہر کرتے ہوئے اظہار ہمدردی کیا، اُس نے
درخواست کی کہ میں فی الحال سیتاپور ہی میں کسی جگہ قیام
کروں، اور وقتاً فوقتاً خادمہ کے ذریعے اُس کے
حالات سے واقف ہوتا جاؤں، میں نے اپنے ایک ملاقاتی
کے یہاں اقامت اختیار کی۔ قریب ایک ہفتہ کے بعد
اُس کے خط سے معلوم ہوا کہ ہم دونوں کے خرمن
الفت کو اُس کے چچا کی برق ستم خاکستر کیا چاہتی
ہے یعنی اُس کے چچا کا مصمم ارادہ ہے کہ وہ ناہید کو اپنے
لڑکے کی زوجیت میں لے آئیں تاکہ بغیر کسی دقت
کے صابر صاحب کی کل جائداد اُن کے قبضہ
میں باسانی آجائے،

یہ خط پڑھتے ہی میرے پیروں کے نیچے
کی زمین نکل گئی، سخت پریشان ہوا، لاکھ سوچا،
کچھ سمجھ میں نہ آیا، مجبوراً اپنے ملاقاتی صاحب سے
جن کے یہاں مقیم تھا، مشورہ کیا، کسی نے سچ کہا
ہے ا

"مصیبت تنہا نہیں آتی!"

اُنہوں نے ادھر مجھ سے یہ فرمایا کہ وہ سوچ کر کوئی
اچھی تدبیر بتائیں گے، اور اُدھر صابر صاحب
کے بھائی صاحب سے تمام واقعات گوش گذار
کردیئے، اب کیا تھا سیتاپور کا ذرہ ذرہ
میرا دشمن ہوگیا، —— میں ذات باری پر
تکیہ کئے میدان میں جما رہا، ناہید کو بھی
ان واقعات کی اطلاع پہنچی، اور اُس نے
خدا کا واسطہ اور اپنی جان کی قسم دیتے ہوئے
مجھ سے درخواست کی، کہ میں سیتاپور
اس وقت کے لئے چھوڑ دوں، جبتک کہ
وہ موافق فضا پیدا کر کے مجھے خود نہ
طلب کرے، مجبوراً مجھے سیتاپور کو
غیر معینہ مدت کے لئے الوداع کہنا پڑا۔"
یہ کہہ کر وہ خاموش ہوا۔ میز پر رکھے ہوئے
گلاس سے چند گھونٹ پانی کے پیئے۔

"فروغ دیکھی تم نے میری قسمت، آہ!
میں دیکھتا ہوں، کہ میرا وقت آپہنچا ہے، قوت
گویائی سلب ہوتی جارہی ہے سن لو فروغ۔
بقیہ فسانہ بھی سن لو ——! گو کہ اس کا
اختتام میری زبان سے نہیں بلکہ تمہارے
قلم سے ہوگا! ——!! ہاں تو میں سیتاپور
سے چلا آیا، لیکن میں خادمہ کے لڑکے کے پتہ پر
میں خط بھیجتا تھا، اور خادمہ کے ذریعے میرے نام
کا خط حوالہ ڈاک ہوتا تھا، —— خطوط مسلسل
آتے رہے، ناہید کہتی گئی، کہ وہ اپنے چچازاد
بھائی کے ساتھ نکاح کرنے پر مسلسل انکار کر
رہی ہے، اُس کو اس انکار کی بنا پر تکالیف
بھی پہنچائی جارہی ہیں۔ —— اُس کے
بعد کے خطوط میں اُس نے مجھ پر زور دیا، کہ
میں اپنے عہد سے توبہ کروں ——!
راہِ عشق سے منہ موڑ لوں ——! کیونکہ وہ
اگر اپنے انکار مسلسل میں کامیاب بھی ہوگئی،
تب بھی وہ یہ اُمید تو خواب میں بھی نہیں کرسکتی
کہ کسی طرح وہ صورت رونما ہوجائے گی جس
کا میں دل سے متمنی ہوں، اس لئے بہتر
ہے، کہ میں اُسے بھول جاؤں۔ فروغ! کیا
یہ ممکن ہے، نہیں فروغ!! نفس کے
آخری وقت تک یہ ناممکن ہے، تم گواہ رہنا
کہ میں اس وقت تک الفت ناہید میں ثابت
قدم ہوں!"

قریب کے گھنٹہ گھر نے دس بجائے،
ابھی گھنٹہ کی آواز کا سلسلہ ختم بھی نہ ہوا تھا
کہ باہر برآمدہ میں کسی کے تیز چلنے کی آواز
پیدا ہوئی۔ کمرہ کا دروازہ یکایک تیزی کے
ساتھ کھلا، اور ایک برقع پوش مگر نقاب

اور بیت مقدمہ پر سے اٹھ کے ہوئے ہر طرف دیکھا
مجھے قریب بیٹھے کچھ ملکی آوازیں سنتے ہی کوئی نا تھا
کہا کہ آج آنسوؤں سے موقع کی نزاکت محسوس کرتے ہوئے کمرہ
سے باہر نکل گیا۔ قریب بیٹھے رہ منٹ بعد آوازیں سُنتے کے
بعد اختر صاحب کہتا ہوا کمرہ میں داخل ہوا۔ مگر آہ!
وہ روح فرسا منظر دیکھا کہ خدا دشمن کو بھی نہ
دکھائے۔ گلزار محبت کے دو معصوم پھول یکدم جھڑ

گشتگان محبت کی یاد میں پھر یا قریب تھے
بعد میں نے دوسروں کو مطلع کیا۔ اولین منزل کا
اہتمام ہوا۔ فرقت زدہ ناہید و اختر کو زیر آسمان
کی خاموش فضا میں ایک دوسرے کے قریب
حشر تک سوتے رہیں گے۔ میں نے بخیال سہنے
نامی ناہید و اختر ان کے عہد معصوم کو دیکھتے
رہتے دُنیا کے سامنے ان دونوں کو زن و شوہر

+ چند پوسٹر بھی ہیں ...

فہرست غ ۔ کمیشن

قریب قریب تمام منظور شدہ اعمال
کئے گئے ہیں۔ کمیشن صاحب اضافہ معلومات
کی زحمت نہ فرمادیں +

پوسٹیج فری ۶۴
خفیہ تصاویر!
قیمت چار روپیہ

جن تصاویر کی تلاش میں دنیا دیوانی ہو رہی تھی۔
آخر کار وہ ہزاروں روپیہ کے خرچ اور قانونی مشورہ
کے بعد البم کی صورت میں ہدیہ خریداران ہیں جھوٹے
کوک شاستر اور لغو تصاویر سے دھوکا کھائے
ہوئے اصحاب کی دلجمعی کیلئے ہم تین روز تک بصورت ناپسندیدگی صرف کا خرچ دیکر خریدار کو پوری
رقم واپس کرنے کی گارنٹی کرتے ہیں یہ تصاویر زن و مرد کی قسم وار ننگی و بے تکلف جلوس برہنہ
دو دو طرح کی ہیں۔ غیر شادی شدہ اور طالب علم آرڈر نہ دیں۔ آپ کو عوام میں پھیلانے کی قانونی و اخلاقی ممانعت ہے۔ سنٹرل پکچر ہاؤس سیکشن بی جھانسی یو پی



CENTRAL PICTURE HOUSE Sec. B. Jhansi (UP)

جو چشم غور سے دیکھا تو بیشک جسم انساں میں !!
ضروری ہیں سب اعضا پر جو نعمت ہیں وہ آنکھیں ہیں

بریلی کا سرمہ

یوں تو ہمارے ہندوستان میں مشہور ہی ہے۔ لیکن ہمنے یہ سرمہ نہایت محنت اور ہوشیاری سے بطور خاص تیار کرایا ہے۔ اگر آپ کو بصارت کے متعلق کوئی شکایت مثلاً دھند، جالا، خارش، ناخونہ ہے، یا آنکھوں سے پانی آتا ہو تو

"سرمہ روح العین"

کو صرف چند روز استعمال کر کے دیکھئے، ہر شکایت دور ہو جائے گی۔ اگر آپ چشمہ لگانے کے عادی ہیں۔ تو ہمارا دعویٰ ہے کہ ایک ماہ میں چشمہ کی ضرورت محسوس نہ ہوگی۔ اس سے بہتر سرمہ آپکو اور کہیں نہ مل سکے گا۔

قیمت ۲ ماشہ ۱۲/ ایک تولہ ۴/ پانچ تولہ پانچ روپیہ۔ چھ ماشہ سے کم نہ بھیجا جائیگا پانچ تولہ کا آرڈر دینے پر محصول ڈاک معاف !!!

گرے ہوئے بال پیدا کرنے کے لئے!

طلاء بالخورہ

اگر کسی وجہ سے آپ کے سر، داڑھی یا ابرو کے بال گر گئے ہوں، کم نکلے ہوں، یا بالکل ہی نہ نکلے ہوں، اور جمانا مقصود ہو تو طلاء بالخورہ کا استعمال شروع کر دیجئے۔ آپ کو بہت زیادہ حیرت ہوگی جب استعمال کے ایک ہفتہ بعد ہی بال جمنا شروع ہو جائیں گے۔ اس کا استعمال جلد وغیرہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتا۔ ہزاروں ضرورتمند فائدہ اُٹھا چکے ہیں۔ سینکڑوں اقرار ہے ہیں۔ ۹۹ فیصدی کامیاب ثابت ہوا ہے آپ بھی ضرور آزمائش کیجئے۔ خواہ آپ اشتہاری دواؤں سے بددل ہی کیوں نہ ہو چکے ہوں، غلط ثابت ہونے اور حلفیہ تحریر آنے پر قیمت واپس اس سے زیادہ ہم آپکو کیا اطمینان دلائیں!
قیمت فی شیشی دو روپیہ دس آنے

پائیریا کے المعالج مریضوں کے لئے

سنون پائیریا

یہ سنون پرانے سے پرانے پائیریا کیلئے مفید ہے۔ ہلتے ہوئے دانتوں حتیٰ کہ اپنی جگہ چھوڑ چکے ہوں۔ مضبوط کرتا ہے۔ مسوڑوں کو تقویت دیتا ہے۔ پیپ کی پیدائش کو تیسرے چوتھے روز ہی بند کر دیتا ہے!
پائیریا کے مریضو! اگر آپ علاج کر کے عاجز آ گئے ہیں۔ صحت سے مایوسی ہو چکی ہے، زندگی بے کیف ہو چکی ہے، ڈاکٹر دانت نکلوانے کا مشورہ دے رہے ہیں۔ تو سنون پائیریا صرف ایکبار اور آخری بار ضرور آزمائش کیجئے۔ عام بازاری اور صرف اشتہاری چیز نہیں، بلکہ حقیقتاً مفید ہے۔
قیمت فی شیشی عمر دو شیشی دو روپیہ
محصولڈاک ہر حال میں بذمہ گاہک

ملنے کا پتہ۔ انڈین اسٹور (ام ا) بریلی +

کایا پلٹ

بوڑھے سے نوجوان بن جاتے ہیں

بوڑھے گھوڑے نوجوان بن گئے آج شری رتناگری جی جبل پور کی دی ہوئی دوائی کی چند گولیاں عمل سے ایک ہی دفعہ استعمال کر ڈالیں تو ان کی یہ حالت ہوئی۔ اسکا پورا حال ہم یہاں کرنے کی تہذیب اجازت نہیں دیتی۔ قصہ مختصر ان بوڑھے گھوڑوں نے تین شادیاں کیں اور ان شادیوں سے یکے بعد دیگرے جیتے جاگتے تندرست خوبصورت بچے حاصل کئے۔ یہ خبر آناً فاناً پاس طرف پھیل گئی۔ راجے مہاراجے نواب نمبردار طرح طرح کی خوشامد کر کے اس نسخہ کو حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ نواب بہاولپور کے سکرٹری حاجی محمد خان کی کوششیں بار آور ہوئیں۔ اور باباجی نے اس عجیب و غریب ٹانک کا نسخہ ان کو بتا دیا۔ حاجی صاحب موصوف سے یہ نسخہ امرت دھارا کے موجد کی ولد پنڈت ٹھاکر دت جی شرما کے ہاتھ لگا جنہوں نے اپنے دوا اور نسخوں کے ساتھ اس نسخہ کو اپنے اخبار دیش اپکارک میں شائع کر کے اس سے بہتر نسخہ بتانے والے کو ایک ہزار روپیہ نقد انعام دینے کا اعلان کیا۔ اس اعلان کو شائع ہوئے تقریباً پچاس سال گذر چکے ہیں۔ لیکن آج تک کوئی وید حکیم اس انعام کو حاصل کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔ پھر متھرا کے مشہور و معروف وید ہری داس جی نے اس نسخہ کو اپنی کتاب میں چند ادویہ میں شائع کر دیا۔ جہاں سے لیکر ہم نے اسے تیار کر کے ہزاروں نامردی، جریان، احتلام وغیرہ کے مایوس مریضوں پر اس کی آزمائش کی۔ اسکے حیرت انگیز کرشمے دیکھ کر خدا کی قدرت یاد آتی ہے۔ چند روز کے استعمال سے ہی ان کے چہروں پر سرخی دوڑنے لگی۔ بھوک حیرت انگیز طور پر بڑھ گئی۔ اور چالیس روز کے مکمل استعمال سے گئے گذرے مریض قابل فخر مرد بن گئے۔ جو حضرات موذی امراض کی بدولت زندگی سے تنگ آ گئے ہوں اور وہ لوگ جنکا اعتقاد بالکل اٹھ چکا ہو وہ مندرجہ ذیل نسخہ بنا کر استعمال کریں۔

اصل نسخہ حسب ذیل ہے:۔

شنگرف رومی ۱ تولہ، ۲۰ تولہ خالص سنکھیا سفید ایک تولہ، خالص کافور ½ ۱ ماشہ۔ ان سب چیزوں کو ۵ گھنٹہ تک کھرل کر کے گوٹے میں گھسنڈ کر مٹی کے کوزے میں بند کر کے ۵ سیر اپلوں کی آنچ میں پھونکیں ٹھنڈا ہونے پر ایک تولہ ہرتال ورقی اور ½ ۱ ماشہ کافور کے ساتھ تیسری بار ایک تولہ گندھک آملہ سار اور ½ ۱ ماشہ کافور کے ساتھ چوتھی بار ایک تولہ شدھ سنکھیا اور ڈیڑھ ماشہ کپور کے ساتھ پھونکیں۔ اسی طرح سولہ آنچ دیکر بعد ازیں بھوٹی ڈال کر لوہے کی کڑاہی میں ڈالیں اور نیچے آنچ دیکر راکھ کر ڈالیں بعد ازاں یہ راکھ پنکھے کی ہوا سے اڑا دیں۔

اب مقویات کی سرتاج دوائی پوشیدہ کشتی تیار ہے۔ خوراک نصف رتی صبح اور نصف رتی شام کو بالائی یا مکھن کے ہمراہ کھا کر اوپر سے دودھ پئیں۔ گرم اور ترش اشیاء سے پرہیز کریں۔

اس دوائی کی تعریف میں متھرا کے بابو ہری داس جی لکھتے ہیں کہ ایک ہفتہ کے استعمال سے ایک مریض کا وزن چار پونڈ بڑھ گیا اور اس کے چہرہ پر سرخی جھلکنے لگی۔ بھوپال کے وید راج بال کرشن جی شرما نے اسے ۵۰ مریضوں پر استعمال کیا اور امید سے بڑھ کر مفید پایا۔ رتنگڑھ کے ایڈیٹر آیورویدک مہا ودیالیہ چھوٹا لال جی جین نے اپنی مشہور کتاب گرہ چکتسا چمتکار میں لکھا ہے کہ ہم نے آج تک ایسا تیر بہدف اور مقوی نسخہ نہیں دیکھا۔ رسالہ "تندرستی" کے ایڈیٹر وید بھوشن شری شیام بہاری لعل جی وید کی رائے ہے کہ اس دوائی کے چالیس روز استعمال کے بعد اسی سال تک بڑھاپا پاس نہیں پھٹکتا۔

ہمارا اپنا تجربہ ہے کہ اس کے سات روزہ استعمال سے جسم میں تازہ خون دوڑنے لگتا ہے۔ اکسیر بن میں چہرہ کندن کی طرح دمکنے لگتا ہے۔ اور چالیس روز کے بعد نامرد سے نامرد اور مایوس سے مایوس مریض بھی صحیح معنوں میں مرد بن جاتا ہے۔ زیادہ تعریف فضول ہے۔ عورتوں کی تمام امراض ہسٹریا، جریان الرحم اور ایام حیض کی خرابی کیلئے یہ دوائی نہایت اکسیر ثابت ہوئی ہے۔ دمہ، ذیابیطس جیسے موذی امراض کیلئے اس سے بہتر دوائی کا دستیاب ہونا بالکل محال ہے۔

ہم نے واضح طور پر اس کا نسخہ اور ترکیب بتا دی ہے۔ جو صاحب کسی وجہ سے اسے خود تیار نہ کر سکیں وہ ہم سے دام کے دام منگا لیں۔ چالیس دن کی دوائی خوراک پانچ روپے دس آنے دس پیسہ میں معہ خرچ محصول ڈاک روانہ کر دی جاویگی

نیاز مند

وید رتن ستیہ دیو گپتا۔ سوپ بلاس رسائن شالا نمبر ۲۴ کچہری اٹاوہ (یوپی)

طبی جواہر پارے

نظامِ جسمانی کیلئے نمک کی اہمیت

بعض لوگوں کو اطبّا اور ڈاکٹر پھیکی غذا استعمال کرنے کی ہدایت کرتے ہیں اور نمک کا استعمال ان کے لئے ممنوع قرار دیدیتے ہیں ویسے تو نمک حیاتِ انسانی کے نشوونما کیلئے ایک ناگزیر غذائی عنصر کا حکم رکھتا ہے مگر جب اسے صاف کیا جاتا ہے تو اس کے بعض مفید خواص زائل ہو جاتے ہیں اور ان خواص کے زائل ہو جانے سے نمک میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے کہ اس کے استعمال سے گنٹھیا اور اسی قسم کے دیگر امراض کی علامات نمودار ہونے لگتی ہیں۔

مگر اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ انسانی تندرستی کیلئے نمک کئی اعتبار سے مفید ثابت ہوا ہے۔ اگر کسی کے کیڑا مکوڑا یا بچھو وغیرہ کاٹ کھائے تو دو بوند سرکے سے نمک کی ایک قلیل سی مقدار تر کر کے آہستہ آہستہ کاٹی ہوئی جگہ پر مل دیتے ہیں حیرت انگیز طور پر فوراً آرام ہو جاتا ہے بچھو یا کیڑے مکوڑے کے کاٹنے سے جلد کیسی ہی کیوں نہ جھنجھنا رہی ہو لیکن ادہر نمک اور سرکے کا مرکب ملا ادہر سوزش غائب۔ نمک کے پانی سے منہ صاف کیا جائے تو دانتوں اور مسوڑھوں کی حالت بہت اچھی رہتی ہے اگر ہفتے میں دو بار نمکین پانی سے مسوڑھوں کی ہلکی ہلکی مالش کر لی جائے تو کسی ٹوتھ پیسٹ کے استعمال کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ یہ قدرتی ٹوتھ پیسٹ انہیں انتہا مضبوط بنا دیتا ہے البتہ روزانہ نمک دانتوں پر لگانے کی صلاح نہیں دی جا سکتی کیونکہ دانتوں پر ایک قسم کا قدرتی اینمل ہوتا ہے اگر نمک دانتوں پر زیادہ پر زیادہ ملا جائے تو اس کی چمک میں فرق آ جانے کا اندیشہ ہے ہاں اگر دانتوں کو بچا کر نمکین پانی کے غرارے پابندی کیساتھ روزانہ کئے جائیں تو کوئی حرج نہیں۔

یوں ایک قسم کی خوشگوار تبدیلی بھی ہو جاتی ہے اور سینے پر بھی اچھا اثر پڑتا ہے جہاں تک گلے کا تعلق ہے نمک کا ایک اور مفید کار مصرف بھی ہے جب کبھی آپ کی زبان دانتوں کے بیچ میں آ کر مجروح ہو جائے فوراً زخم پر نمک کی ایک چٹکی لگا دیجئے۔ پہلے پہلے تو خفیف سی سوزش ہو گی۔ مگر آپ دیکھیں گے کہ دو ہی منٹ بعد کیسا آرام ہو جاتا ہے۔

اس کے علاوہ پاؤں کی تھکان دور کرنے میں بھی نمک بڑی مدد دیتا ہے ٹھنڈے پانی کی ایک بالٹی میں مٹھی بھر نمک ملا کے اگر اس سے پاؤں کو غسل دیا جائے۔ تو چشم زدن میں ساری تھکان دور ہو جائیگی

اسی طرح عورتوں کے بازوؤں کے لئے بھی نمک اور تیل کا مرکب بہت مفید ہوتا ہے۔ پہلے بازوؤں پر روغن زیتون یا روغن بادام کی وافر مقدار مل لی جائے۔ اور خوب اچھی طرح مل کر اسے جلد میں جذب کر دیا جائے پھر نمک کی تھوڑی سی مقدار لے کر اسے بازوؤں پر ملا جائے۔ جہاں تک مالش کا تعلق ہے پوری طاقت سے نمک جلد پر ملنا چاہئے یہاں تک کہ جلد جھنجھنانے لگے اور اس کا رنگ سرخ ہو جائے۔ البتہ اس بات کی طرف سے ذرا احتیاط برتنی چاہئے کہ نمک میں گرد و غبار یا میل کچیل وغیرہ شامل نہ ہو۔ ورنہ بازوؤں پر خراشیں سی نمودار ہو جائیں گی۔

جن مردوں یا عورتوں کے سر کے بال گرتے ہیں۔ نمک ان کے لئے بھی اپنے اندر ایک فائدہ رکھتا ہے۔ اگر سر دھونے کے پانی کے آخری لوٹے میں نمک کی تھوڑی سی مقدار ملا لی جائے تو بال گرنے بند ہو جاتے ہیں۔

بعض لوگوں کے ہاتھ یا پاؤں بہت زیادہ پانی میں رہنے سے پھٹ جاتے ہیں۔ اگر تھوڑا سا نمک ہاتھوں کی ہتھیلیوں اور انگلیوں کے درمیان مل لیا جائے۔ تو ہاتھوں کی جلد کی دراڑیں بالکل دور ہو جائیں گی۔

صحت و تندرستی قائم رکھنے کے لئے یہ اصول بھی بہترین ہے کہ رات کو گرم پانی سے غسل کیا جائے اور صبح کو ٹھنڈے پانی میں نمک ملا کر اس پانی اور اسفنج سے جسم صاف کریں۔ صبح کے لئے پانی کو نمکین کرنے کی ترکیب یہ ہے۔ کہ ٹھنڈے پانی کے ایک پیالے میں مٹھی بھر نمک ملا لیں۔ پھر اس مرکب میں کپڑا تر کریں۔ اور پانچ منٹ تک اس کپڑے سے جسم کو خوب اچھی طرح رگڑیں اور بعد کو خشک تولئے سے بدن خشک کر لیں۔

دافع دردِ سر قسم

چٹکی بھر نمک کا ہر روز ایک پیالہ ہو لے کر زبان پر رکھیں اور تقریباً دس منٹ کے بعد تلوے پانی ایک بچہ نمک کے ترتیب پا جاتے ہیں۔ وعدہ سر درد ... کے لئے ازحد مفید ہے۔

مشتہاری طلاؤں سے بچو

نسخہ طلاء مردمی شائع ہو گیا

ناظرین! اس طلاء نے صدہا نہیں بلکہ ہزاروں مریضوں کی زندگی بدل دی۔ اور ہزاروں کو بامراد اور کامیاب بنا دیا۔ طلاء مردمی [illegible] عرصہ بیس سال سے پبلک میں اپنی سچائی سے مردہ کو زندہ کی صفت اور صداقت کا سکہ جما کر شہرت اور قبولیت کا ڈنکا بجا رہا ہے۔ اور نہایت مجرب اور بے ضرر ثابت ہو چکا ہے ہم نے پبلک کی تکالیف کا خیال کر کے عام مخلوق خدا کی ہمدردی اور اشتہاری دوائیوں کی شکایات کا خیال کرتے ہوئے [illegible] مجرب نسخہ طلاء بلا ہچکچاہٹ کے شائع کر دیا ہے۔ اور یہ عضو مخصوص (اندری) کی تمام خرابیوں کیلئے بیحد مفید ہے۔ اور عضو مخصوص کی سستی کمزوری ٹیڑھا پن چھوٹا پن پتلا پن جھکاؤ۔ نیلی رگوں کا ابھر آنا جو کہ کثرت مباشرت، اغلام اور جلق وغیرہ سے پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور جملہ تمام امراض کیلئے [illegible] ہو چکا ہے۔ تمام شکایتوں کو دفع کر کے بطالت فربہی اور تحریک قوت پیدا کرنے میں لاثانی ہے۔ نیز اس طلاء کو اول مرتبہ کے لگانے سے نصف گھنٹہ میں [illegible] ہزارہا بدنصیبوں کی زندگی جو بے لطف بنی ہوئی تھی عیش و راحت کامیابی اور شادمانی کے ساتھ بسر کر دی جو کہ دعائیں دیتے ہیں اور شکریہ کے خطوط لکھتے رہتے ہیں [illegible] اس کے استعمال سے اسکا جوہر معلوم ہو سکتا ہے شوق سے اسکو تیار کریں اور دعائے خیر سے ناچیز کو یاد کریں۔ اگر کسی صاحب کو ضرورت نہ ہو تو اپنے دوستوں اور عزیزوں کو یہ نسخہ ملاحظہ فرما کر طلاء بنانے کی سفارش کریں۔ یہ ردی کی ٹوکری میں نہ پھینکا جائے بلکہ بہت حفاظت سے رکھا جائے کیونکہ یہ نسخہ دوبارہ شائع نہ ہو گا۔

نسخہ حسب ذیل ہے: مغز پستہ ایک تولہ، مغز اخروٹ ایک تولہ، مغز بادام ایک تولہ، مغز چلغوزہ ایک تولہ، سفید کیسری [illegible] ایک تولہ، کالفل ایک تولہ، لونگ ایک تولہ، جائفل ایک تولہ، بیر بہوٹی ۶ ماشہ، ریگ ماہی ایک تولہ، مالکنگنی ایک تولہ، سفید مرچ ایک تولہ، ڈھاک کے بیج تولہ، ہڑتال [illegible] ایک تولہ، عاقرقرحا تولہ، جاوتری ایک تولہ، دارچینی ایک تولہ، ونت [illegible] کی جڑ ایک تولہ، تخم پیاز ایک تولہ، چار چھ ماشہ زعفران چھ ماشہ، سونف چھ ماشہ، کیچوے خشک [illegible] ماشہ، کستوری ۲ ماشہ، اندری [illegible] ماشہ، چربی [illegible] ۵ تولے، چربی شیر [illegible] تولے، چربی سانڈہ ۵ تولے، تیل جینی ۵ تولے، تخم الفار سفید [illegible] ماشہ، آئل سنامن (oil Cinnamon) ۵ تولے، آئل کلوز (Oil Cloves) ۵ تولہ، مندرجہ بالا خشک ادویات کو پیس کر چربی اور تیل ملا لیں۔ پھر کسی کھرل میں [illegible] گھنٹہ گھوٹ کر بڑی آتشی شیشی میں بھر کر رکھ لیں۔ یا تیل عنبر کی ترکیب سے تیل نکالیں اور شیشی میں بھر کر کاگ لگا دیں۔

حسب دستور رات کو سوتے وقت مالش کریں۔ انشاءاللہ ایک ہفتہ کے استعمال سے وہ قوت پیدا ہوگی جو تا زندگی قائم رہے گی اور تمام نقائص عضو مخصوص کے رفع ہو جائینگے۔ لطف یہ کہ اس طلاء سے آبلہ نہیں پڑتا۔ اور نہ کوئی تکلیف ہی ہوتی ہے۔ نازک سے نازک حضرات اسکا استعمال کرتے ہیں۔ ہر موسم میں یکساں مفید ہے اگر کوئی صاحب بوجہ وقت یا شرمندگی سے خود تیار نہ کر سکیں تو ہمارے دواخانہ سے طلاء مردمی جو مریضوں کیلئے ہر ہفتہ تیار ہوتا رہتا ہے جسکی قیمت فی شیشی تین روپے آٹھ آنے معہ محصولڈاک ہے۔ (منی آرڈر فیس دو آنہ) طلب کریں۔ ایک شیشی ایک مریض کیلئے کافی ہوتی ہے اور اگر خود ہی تیار کرنا چاہیں اور کسی دوا کے نہ ملنے سے مجبور ہو جائیں تو وہ بھی طلب کریں۔ غرضیکہ ہمکو دھوکہ باز اشتہاروں سے بچانا مقصود ہے جسطرح سے چاہیں اس نسخہ کا تجربہ کریں اور اگر جریان و قوت باہ کی شکایت ہو تو ہمارے ہاں سے وہ بھی **نسخہ اکسیر جریان** یاد رکھیں **سنجیون ست** جو کہ بیس سال سے مجرب و مشہور ہے جس کے استعمال سے بلا مبالغہ بیس بیس سال کے لاعلاج مریض جو ہرسوں تک حکیموں۔ ڈاکٹروں کے زیر علاج رہ کر دولت کو برباد کر کے بالکل مایوس ہو چکے تھے وہ سب صاحب اولاد ہیں۔ جسکی قیمت اکیس روز کی خوراک کی مبلغ دو روپے دس آنے (۲/۱۰) معہ محصولڈاک ہے۔

(منی آرڈر فیس دو آنہ) طلب کریں۔ جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ اور پتہ خوشخط تحریر کریں۔ ورنہ تعمیل جواب نہ ہوگی تاکید ہے۔ [illegible]

خادم وید رتن ستیہ دیوجی پروپرائٹر روپ بلاس کمپنی نمبر ۲۲ کچہری [illegible] لاہور

خوش باش دمے کہ زندگانی این است

بعضے بہ تماشائے خط و خال خوش اند
بعضے بہ تمنائے زر و مال خوش اند
ما بیخبر ہمہ اسباب ...
خوشحال کسانیکہ بہر حال خوش اند

ستمبر ۱۹۴۰

رسالہ مست قلندر لاہور

جلد ۱۳ — نمبر ۶

اردو میں اپنی قسم کا واحد تصویر کثیر الاشاعت ماہوار رسالہ

ان زندہ دل انسانوں کیلئے جنہوں نے زندگی کا منتہائے مقصود تلاش کیا ہے ہمیشہ خوش رہتے اور دوسروں کو خوش کرتے ہیں جو خدا کی حقیر ترین مخلوق کو بھی محبت کی نظر سے دیکھتے ہیں جو اپنے قول یا فعل سے کسی کی دلآزاری نہیں کرتے جن کا مذہب ہے، خدا کے ہر ایک بندے سے بلا امتیاز رنگ و قومیت محبت کرنا

قیمت فی پرچہ چار آنہ

ایڈیٹر
ڈاکٹر پرتھی سنگھ

سالانہ چندہ تین روپیہ

[illegible] مضامین

نگاہِ اولیں

مرد نمبر شائع ہونے میں صرف چار ہفتے باقی رہ گئے ہیں۔ آج ستمبر کی پہلی ہے۔ یکم اکتوبر کو اگر خدا کو منظور ہوا، ادبِ اردو کا یہ انوکھا شاہکار ناظرینِ کرام کے ہاتھوں میں ہوگا۔ مرد نمبر سے متعلق اگرچہ خود ستائی کے ڈر سے قبل از وقت کچھ لکھنا غیر واجب ہے، مگر اتنا ہم ظاہر کئے دیتے ہیں کہ روپیہ پانی کی طرح صرف کر کے ہندوستان کے بہترین لکھنے والوں اور لکھنے والیوں کو آمادہ کیا جا رہا ہے۔ یہاں تک کہ مرد نمبر میں آپ کو وہ تمام چوٹی کے اہلِ قلم حضرات دکھائی دیں گے جن پر زبانِ اردو کو ناز ہے اور جن کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ایک ایک سطر ایک ایک اشرفی صرف کرنے پر بھی مل جائے تو سستی ہے۔ اب تک حضرات ذیل کے مضامین نظم و نثر ہمارے پاس پہنچ چکے ہیں اور ہر نئی ڈاک اس فہرست میں اضافہ کر رہی ہے۔

(۱) جناب سید شاہ انتظام الدین صاحب جمالی ایم۔ ایس۔ سی بی۔ ٹی (علیگ)، (۲) جناب تجمل موتی ہاروی (۳) جناب ساحر قدوائی بریلوی (۴) جناب پنڈت اندر جیت صاحب شرما (۵) جناب سید تجمل حسین صاحب اختر بریلوی (۶) شاعرِ فطرت جناب ایم۔ اے ساغر صاحب چشتی اجینی (۷) جناب حاجی نبی احمد صاحب بریلوی (۸) جناب محمد قمر الدین صاحب ایم تحرکی (۹) محترمہ راجیشوری نہرو صاحبہ (۱۰) محترمہ بیگم فوز رخ صاحبہ تسنیم لکھنوی (۱۱) محترمہ راجکماری (۱۲) محترمہ رشیہ حجاب صاحبہ (۱۳) محترمہ بیگم علی عباس صاحب حسینی ایم۔ اے۔ (۱۴) مسز ریتی شکنتلا دیوی صاحبہ (۱۵) خواجہ نور الحسن صاحب نامی حیدر آبادی (۱۶) جناب مسعود جاوید صاحب بی اے (۱۷) جناب ماہر القادری صاحب (۱۸) جناب منشی تیرتھ رام صاحب فیروز پوری (۱۹) جناب مرزا حاجی لق لق صاحب۔ (۲۰) جناب [illegible] (۲۱) جناب [illegible] (۲۲) جناب ابو العلاء [illegible] لکھنوی۔ (۲۳) جناب [illegible] ایم۔ اے۔ (۲۴) علامہ [illegible] ہمدانی صاحب [illegible] ایم۔ اے [illegible] (۲۵) جناب موج رفیقی صاحب (علیگ) وغیرہ

مضامین جو موصول ہوئے اُن میں سے چند ایک کی فہرست ملاحظہ فرمائیے (۱) دو بیویوں کا شوہر (۲) سہاگ کی پہلی رات (۳) مرد غلام ہے یا عورت؟ (۴) شوہر کی ڈائری (۵) مردوں کی ہوس پرستیاں (۶) میری بیداری (۷) مرد مجبور ہے۔ (۸) بھابی کا مذاق (۹) سحر کار آنکھیں (۱۰) مرد کی اصلاح کس طرح ہو سکتی ہے؟ (۱۱) بیوی شوہر کو کیونکر قابو میں رکھ سکتی ہے؟ (۱۲) مرد کا ایثار (۱۳) ایک بے وفا شوہر کو اس کی باوفا بیوی کا پیام۔

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کیلئے

مرد نمبر کے مضامین نظم و نثر کے لئے مختلف انعامات مقرر کئے جا چکے ہیں بلکہ اُن کا اعلان بھی گزشتہ ۲ ماہ سے برابر ہو رہا ہے۔ اس خیال سے کہ کوئی لکھنے والا اس بیش قیمت اور منفعت بخش موقع سے محروم نہ رہ جائے اور ایک بار دُہرانے کا ارادہ کیا جا رہا ہے۔

پہلا انعام۔ پندرہ روپیہ بہترین افسانہ کے لئے

دوسرا انعام۔ پندرہ روپیہ مرد سے متعلق بہترین نظم کے لئے

تیسرا انعام۔ دس روپیہ۔ ایک بہترین مزاحیہ افسانہ کے لئے

چوتھا انعام۔ دس روپیہ "کیا مرد سچ مچ ظالم ہے اور عورت مظلوم" اس موضوع پر بہترین مقالہ لکھنے والی خاتون کو دیا جائے گا۔

علاوہ ازیں ۵ چھوٹے چھوٹے انعامات اور بھی ہوں گے۔ انعامی سلسلہ میں جو مضامین بھیجے جائیں وہ ۱۵ ستمبر [illegible] تک بہر صورت دفتر میں پہنچ جائیں ورنہ شریکِ اشاعت نہ ہو سکیں گے۔

لاہور
یکم ستمبر [illegible]ء

ایڈیٹر

... کے لئے

کیا آپ نے کبھی اس بات پر غور کیا ہے کہ

(۱) مست قلندر ہر ماہ بڑے سائز کے تقریباً یکصد صفحات پر شائع ہوتا ہے (۲) جس میں آپ کے مطلب کے بیش قیمت مضامین اتنے رومانی افسانے اور اتنے قیمتی مقالے شائع ہوتے ہیں کہ مختلف مقامات کے دس پرچے بھی اتنا مواد شائع نہیں کر سکتے (۳) جن ماہناموں کا سالانہ چندہ پانچ پانچ روپیہ ہے۔ مست قلندر ان سے کہیں زیادہ مواد (Stuff) اپنے ناظرین کو ہر ماہ دیتا ہے۔ اور اس ہمہ گیری کے باوجود اس کا سالانہ چندہ صرف تین روپیہ ہے۔ مزید لطف یہ کہ سالنامہ اور دیگر خاص نمبروں کی قیمت بھی اسی چندہ میں شامل ہے (۴) اتنا سستا اتنا کارآمد اور اتنا مفید خلائق ماہنامہ چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی آپ اور کہیں حاصل نہیں کر سکتے (۵) مست قلندر کے لکھنے والے وہ جادو نگار سحر طراز ہیں جن کی آتشیں تحریریں شائقین کے دلوں میں ہلچل ڈال دیتی ہیں۔ ان کے ٹھہرے ہوئے جذبات کے سمندر میں ایک قسم تلاطم پیدا کر دیتی ہیں آگ لگا دیتی ہیں

جب یہ بات ہے تو

کیا آپکا یہ فرض نہیں ہے کہ مست قلندر کی نہ صرف خود سرپرستی جاری رکھیں بلکہ چند دوستوں ساتھیوں اور حلقہ احباب میں اسکی توسیع اشاعت کیلئے سرگرم کوشش کرتے رہیں

اشرفیوں سے بھرا ہوا برتن

اگر کہیں پڑا ہوا آپ کو مل جائے تو ویسی خوشی حاصل نہ ہوگی جیسی کہ ایڈیٹر مست قلندر کی جدید تصنیف "مہذب دنیا سے دور" پڑھ کر۔ یہ نادر روزگار کتاب جو کہ مست قلندری دنیا میں تہلکہ پیدا کر دے گی۔ ایڈیٹر صاحب رسالہ مذکور آج کل وادی کلو میں دریائے بیاس کے کنارے بیٹھ کر بسرعت تمام لکھ رہے ہیں اس میں آپ کی سیر و سیاحت کے نہایت ہی دلچسپ اور عجیب و غریب حالات ہونگے پیروں فقیروں کے حلیے۔ جادو ٹونے اور سنیاسیوں اور کیمیا گروں کے تیر بہدف ٹوٹکے ہوں گے وغیرہ وغیرہ

آپ اس نادر ترین تحفہ کو مفت حاصل کر سکتے ہیں

اگر آپ مست قلندر کے مستقل خریدار ہیں تو پندرہ ستمبر [illegible] سے پہلے پہلے ایک نیا خریدار پیدا کر کے اس کا سالانہ چندہ دفتر میں بھجوا دیجئے۔ اگر آپ مست قلندر کے مستقل خریدار نہیں ہیں تو اب مستقل خریدار بن کر اپنے نام سے سال بھر کا چندہ بھجوائیے۔ دونوں صورتوں میں سال بھر کا چندہ [illegible] موصول ہونے پر انعام مذکورہ بالا کے مستحق سمجھے جائیں گے۔ [illegible] کے پہلے ہفتہ میں کتاب مذکور چھپنے پر مفت آپ کے نام بھجوا دی جائے گی

نوٹ [illegible]

منیجر مست قلندر لاہور

... حسن پرست

کیا ہو رہے ہیں دل [illegible]

اردو میں اپنی قسم کا پہلا آرگن جس میں حسینان جہاں کی آپ بیتیاں گنہگاران محبت کے اقرار نامے اور مجرمان حسن کی سرگذشتیں بلا کم و کاست راست راست شائع ہو رہی ہیں۔ ماہ ستمبر [illegible] کے پرچے میں ڈیڑھ درجن سے زائد مکمل افسانے اور دیدہ زیب [illegible] شاعری کے شاہکار ملاحظہ فرمائیے۔ (۱) ہمنوا اور ہمسائے (۲) دو ملاقاتوں کا خبط (۳) دلچسپ فریب (۴) کیوں ہم نے دیا دل۔ (۵) مختصر افسانے (۶) چسکہ (۷) [illegible] — (۸) نشاط روح (۹) حسن کا مقدمہ عدالت عشق میں — (۱۰) تلاش سکون (۱۱) ذرا بازار حسن تک (۱۲) میرے پسندیدہ اشعار (۱۳) خودکشی (۱۴) دوشیزہ [illegible] (۱۵) فریب محبت (۱۶) ساون کی کہانی (۱۷) بھکارن (۱۸) [illegible] کا راج (۱۹) جذبات (۲۰) سیر حیات (۲۱) پریم کی ہار اور پریم کا ہار (۲۲) فلمی قسمت آزمائی (۲۳) گنہگار (۲۴) جوگن (۲۵) میں اچھوت ہوں (۰) قیمت فی پرچہ [illegible]

سالانہ چندہ ۲ روپے

آپ صرف ایک روپیہ میں
سال بھر تک "حسن پرست" پڑھ سکتے ہیں

"مست قلندر" کے ہر ایک پڑھنے والے کو ناول "میری ہوشربا داستان زندگی" (جس کا اشتہار دوسری جگہ درج ہے) [illegible] "حسن پرست" سال بھر تک نصف قیمت پر مل سکتا ہے۔ آج ہی اپنی پہلی فرصت میں ایک روپیہ منی آرڈر سے بھجوا دیجئے اور مذکورہ بالا ناول حاصل کرنے کے علاوہ اردو کے اس نادر و مقبول رسالہ کے مطالعہ کا سال بھر تک لطف اٹھائیے چونکہ یہ رعایت صرف پہلے پانسو خریداروں کے لئے ہے [illegible]

منیجر رسالہ حسن پرست [illegible]

جلد ۲۳ | بابت ستمبر سنہ ۱۹۴[illegible]ء | نمبر ۶

واردات

از حضرت ماہر القادری

ہر طرف چھائی ہوئیں تھیں مستیاں میرے لئے
رُک گئی تھی گردشِ کون و مکاں میرے لئے

اُنگلیوں پہ دھاریاں مہندی کی، لب پہ شکِ گلاب
اُس نے جی بھر کر لُٹا دیں سُرخیاں میرے لئے

وہ ستاروں کا دوپٹہ، وہ لباسِ زرق برق
سر سے پا تک کہکشاں ہی کہکشاں میرے لئے

پہلے پہلے وہ تکلف، وہ جھجک، وہ رکھ رکھاؤ
رفتہ رفتہ انجمن آرائیاں میرے لئے

اُن حیا آمیز رُخساروں میں سُرخی کی جھلک
وہ تبسّم، وہ بہارِ بے خزاں میرے لئے

وہ تکلم جس پہ الفاظ و معانی کو ہے ناز
وہ مسلسل زحمتِ شرح و بیاں میرے لئے

وہ ترنم جو رُبابِ زندگی کو چھیڑ دے
اِک سراپا حُسن و مستی گلفشاں میرے لئے

میری گھبراہٹ کی وہ نقلیں، بہ اندازِ لطیف
شوخیاں میرے لئے، ہچکیاں میرے لئے

احتیاط و ضبط کی مُٹھی میں دامن شوق کا
وہ ذرا جھجکی ہوئیں انگڑائیاں میرے لئے

وہ سراپا دعوتِ مستی، تقاضائے نشاط!
مستیاں میرے لئے رنگینیاں میرے لئے

اس کا وہ اصرار "تم اِس بات کا وعدہ کرو"
کشمکش اور سخت نازک امتحاں میرے لئے

وہ جُدائی کی گھڑی وہ رخصتی گفت و شنید
وہ مُسلسل اشک آنکھوں سے رواں میرے لئے

سسکیوں کے چند جھٹکوں میں وہ کہنا "الوداع"
چشمِ گوہر بار میں اِک داستاں میرے لئے

اے محبت کے خدا فریاد ہے فریاد ہے
زندگی تھی اِس قدر مجبور یاں میرے لئے



[illegible] مشہور مذہب ! ۔ دنیا سے
[illegible] ہو گیا ۔ لیکن آپ اس سے یہ نہ سمجھئے کہ دنیا [illegible]
[illegible] ہے ۔ نہ جانے کتنے گناہگاروں کی گندگیوں اور
[illegible] گناہ کے گواہ بنکر ہم لوگوں کو خاموش جینا پڑتا
ہے ۔ کتنی ہی آنسو بھری بھیب داستانیں ہماری سماعت تک پہنچکر
[illegible] دلوں کو چیرتی ہوتی ہیں اور پھر بھی ہم چپ چاپ ۔ ہر کلب بنے
ہیں ۔ ہمیشہ کے لئے ۔ ہر ایک جملہ سے جیسے بھیانک گناہ ہو گئی !
اور کریں بھی کیا ، ہمارا مذہب بھی یہی ہے ! ۔۔۔ تو بکہ دنیاوں
کے تمام گناہوں کا بار بیچارے پادریوں ہی کو ڈھونڈنا پڑتا ہے ، اور
کیا شام کو کسی پادری کے روبرو اعتراف گناہ کرنے کے بعد وہ سب معصوم
[illegible] کی جوابدہی سے بری ہو جاتے ہیں ۔ ان کو یقین ہے کہ وہ خواہ
کیسی ہی خطرناک بدکاری کر چکے ہوں لیکن اس اعتراف کے بعد ان کی
نجات لازمی ہے ، ہم انہیں صرف نصیحت کر سکتے ہیں ، تلافی و مکافات
کی ہدایت دے سکتے ہیں اور مسیح کے سامنے ان کی بخشش کے لئے التجا
کر سکتے ہیں ۔ مگر دنیا میں ان کی خطاؤں کو ظاہر کر دینا ہمیں کوئی حق نہیں
خواہ وہ کالا ناستی بڑی سزا کے مستحق کیوں نہ ہوں

یہ بہت دکھ کی بات ہے اور اس لئے نام و مقام کی تبدیلی کے ساتھ
اب مجھے اس واقعہ کے اظہار میں کوئی تامل یا پس و پیش نہیں ، یہ ایک
[illegible] عورت کی داستان ہے ۔ جو میرے ہی روبرو اعتراف گناہ کیا
کرتی تھی ۔ یہ ایسی تربیت یافتہ عورتوں میں سے تھی جو عیسائی پادریوں
کے بتائے ہوئے خوفناک دوزخ کی داستان سے اپنے دل میں عذاب و
ثواب کا ایک بھیانک تصور لئے ہوئے ہوتی ہیں اور جو اس دوزخ
سے اپنے روح کو بچانے کے لئے دنیا کی تمام دوسری خواہشوں اور
آرزوؤں سے دست بردار ہوتی ہیں ۔

[illegible] اور ایسے ماحول کی آغوش میں پرورش پانے کے باوجود
اس عورت کا اپنی فطری آرزو کے چنگل میں پھنس جانا اور نیکی و بدی
[illegible] و جنت کے امتیازات کو ٹھکرا دینا میرے لئے حد درجہ حیرت کن
[illegible] اسی لئے میں آج یہ افسانہ لکھنے بیٹھا ہوں ۔

اس کے لڑکے نے انتہائی غصہ کی حالت میں ایک [illegible]
خون کر دیا تھا ۔۔۔ اتنے برسوں کے بعد پورا واقعہ میرے حافظہ میں
نہیں ، لیکن اتنا ضرور یاد ہے کہ جھگڑے کے دوران میں [illegible]
غیر ارادی طور پر اسے جان سے مار ڈالا تھا اور اس میں کوئی شبہ نہ تھا ۔
لیکن پھر بھی قانون کی نظر میں وہ قاتل تھا اور اس کے جرم کی سزا موت
ہی تھی ، مگر اس سزا کے لئے پختہ ثبوت درکار تھا اور عینی شہادت
پولیس اس کو یقینی طور پر قاتل سمجھنے کے باوجود گواہ کی عدم موجودگی
کے باعث ابتک عدالت میں پیش نہ کر سکی تھی ! ۔
البتہ کسی حد تک اسکی ماں ہی ایک ممکن گواہ تھی اور انجام کار پولیس نے
عدالت میں اس کو پیش کیا ، گواہوں کے کٹہرے میں کھڑے ہو کر اس نے
بائیبل پر ہاتھ رکھ کر قسم کھائی اور لرزتی ہوئی آواز میں مجسٹریٹ سے کہا
آئی کر اسکا بیٹا بے قصور ہے وہ وقوعہ قتل کے روز بخار میں بے ہوش پڑا ہوا
پڑا تھا اور اس میں اٹھنے کی بھی سکت نہ تھی "
قتل کا سبب خواہ کچھ بھی ہو لیکن وہ نوجوان قاتل ضرور ہے ، دنیا کی عدالت
سے اس کو قانون کے مطابق مقررہ سزا ملنی چاہئے تھی ۔ بے شمار قانونی جرائم
اور لاتعداد اخلاقی و مذہبی گناہوں کے رازدار ہونے کے باوجود علم کے بار سے لدے
ہوئے دل و دماغ کے میرے ضمیر سے مسلسل یہی آواز بلند ہو رہی تھی
نہ جانے کیوں ؟ ۔۔۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ مجھے اسکی تدبیر کرنی ہی
چاہئے ، اس لئے کہ عذاب و ثواب کا صحیح امتیاز کرنے والے ہم ہی
لوگ ہیں ، جس طرح بھی ممکن ہو اسکی ماں کو صحیح راستہ پر لانا چاہئے اور
یہ صرف میں ہی کر سکتا ہوں ۔ کیونکہ میں اسکا پادری ہوں ۔ وہ کچھ دنوں
سے اعتراف گناہ (Confession) کے لئے میرے پاس
نہیں آئی تھی ۔ اس لئے اسی روز میں نے دعا کے خاتمہ پر گرجا میں
اسے روک لیا اور وہ آئندہ اتوار کو میرے پاس آنے کا وعدہ کر کے چلی گئی

〰〰〰〰〰〰〰〰〰〰〰〰〰

اس نے میرے روبرو تمام واقعہ من و عن بیان کر دیا ۔ بغیر کسی مذمت
اضافہ کے ۔۔۔ دردناک الفاظ کے ساتھ وہ اپنی کہانی [illegible]
بیتابیاں میرے کانوں میں اٹھ چلنے لگی [illegible]

[illegible] ہے۔ [illegible]

[illegible] جانتے ہیں کہ

[illegible] سے ہیں، [illegible]

ماتا مریم کی [illegible]۔"

"تم نے [illegible] سے یہ واقعہ دیکھا ہے سچ مچ ہاں" میں نے مزید اطمینان کے لئے سوال کیا۔

"ہاں صاحب۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اس نے پاگل ہو کر ایک لمحہ میں یہ کام کر ڈالا۔ نہیں تو میں بیچ بچاؤ کر کے ان کو الگ الگ کرنے جا رہی تھی ——— پھر رات کی گہری تاریکی میں اس کی نعش کو اٹھا کر وہ جنگل میں پھینک آئے ——— یہ سب بات میں ایک لمحہ کیلئے بھی نہیں بھول سکتی۔"

"لیکن تم نے اتنا بڑا جھوٹ عدالت میں کیسے بولا؟"

"جھوٹ کیسے نہ بولتی پادری صاحب! ——— وہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے میرا بیٹا! ———"

"بیٹا ہے تو کیا ہوا۔ جانتی ہو تم نے بائیبل چھو کر قسم کھائی تھی! ———"

"جی ہاں! جانتی ہوں ——— لیکن اس کے سوائے چارہ ہی کیا تھا؟"

"اور اس جھوٹی قسم کا نتیجہ بھی تمہیں معلوم ہے، تمہاری روح ہمیشہ کے لئے دوزخ کی آگ سے جلتی رہے گی، دوزخ کے کیڑے اسے کھاتے رہیں گے اور لوہے کی گرم گرم نوکدار سلاخوں سے اسے کریدا جایا کرے گا ان بھیانک سزاؤں سے تمہیں مسیح بھی نجات نہ دلا سکیں گے اور نہ ماتا مریم تمہاری التجائیں قبول کریں گی۔ تمہاری ساری عمر کی عبادتیں رائیگاں جائیں گی۔ یہ سب تم جانتی ہو؟؟"

وہ ایک بار سر سے پاؤں تک لرز اٹھی۔ پھر بولی "یہ سب کچھ صحیح ہے جناب! ——— مگر وہ میرا لال ہے۔"

"ہاں مانتا ہوں کہ وہ تمہارا بیٹا ہے۔ تمہارا خون۔ لیکن تم اسے بچانے کے لئے اتنا بڑا گناہ کرنے کی جرأت رکھتی ہو؟ زندگی بہت مختصر ہے۔ کیوں جنت کے دروازے اپنے لئے بند کر رہی ہو، ذرا میری باتوں پر ٹھنڈے دل سے غور کر دیکھو۔"

وہ خاموش بیٹھی رہی اور میں نے محسوس کیا کہ میرے ان تمام پند و نصائح نے اس کی ماتا میں اتنا تغیر بھی پیدا نہ کیا تھا جتنا اثر دیر سفیدی۔ میں نے ایک بار پھر اسے راہ راست پر لانے کی کوشش کی اور اسے اب کچھ عرصہ پیشتر کا ایک قصہ سنایا جس نے عدالت کے حاکم سے لیکر دور دور کے علاقوں تک [illegible] پیدا کر دیا تھا۔ خوب جتی وہ

[illegible]

[illegible] بھی نیا [illegible]

کے [illegible] دنیا [illegible]

کہیں اور ایسی نظیر [illegible]

اور بچی نے اپنے دل پیٹے کے [illegible]

موجودگی کے باعث اسکا بیٹا عدالت سے بری ہو گیا [illegible]

اس کے علاوہ کوئی دوسرا گواہ نہ تھا۔ ایسے وقت میں ماں کی شہادت [illegible] عذاب و ثواب کے خیال نے ماتا کو شکست دی اور اس کے بیٹے کو [illegible] گواہی پر پھانسی دیدی گئی۔ حق پرستی کی اس سے بڑی مثال اور کیا ہو سکتی ہے، تم بھی ایک ماں ہو اور ٹھیک اسی طرح کے حادثے میں مبتلا ہو۔ کیا مذہبی محبت اور گناہ کا خوف تمہاری حفاظت نہیں کریں گے کیا تم جنت اور دوزخ کا امتیاز بھول جاؤ گی؟"

اتنا سنکر اس نے "اعتراف گناہ" کے کمرے کے دروازے کا پردہ اٹھایا وہ اندر داخل ہو گئی۔ ایک لمحے کے بعد اس نے ایک خاص طرح کی چمک رکھنے والی نظروں سے میری طرف دیکھا اور بولی ——— کیا آپ کے خیال میں میری ناچیز روح کی قیمت میرے بیٹے کی پیاری زندگی سے زیادہ ہے؟ ——— پادری صاحب! میری روح اگر ہمیشہ کے لئے بھی دوزخ میں سڑتی رہے اور کراما کاتبین میرے نامۂ اعمال میں کتنے ہی گناہ لکھ دیں تو بھی میں کسی قیمت پر اپنے بیٹے کو بال برابر نقصان پہنچتے نہیں دیکھ سکتی وہ میرا بیٹا ہے اور میں اسکی ماں ہوں، کیا میں اپنی ذلیل روح کے لئے جنت حاصل کرنے کے شوق میں اپنے لخت جگر کو دیدہ و دانستہ موت کے منہ میں دھکیل سکتی ہوں؟ وہ میرے پیٹ سے پیدا ہوا ہے آپ اس چیز کو نہیں سمجھ سکتے پادری صاحب! ——— اسے ماتا مریم ہی سمجھ سکیں گی ——— وہ بھی تو ایک ماں ہیں ———!!

ٹھیک اسی وقت دن کی آخری روشنی کی ایک کرن گرجا کی کھڑکی میں لگے ہوئے رنگین شیشوں سے نکل کر اس جاہل اور دہقانی عورت کے چاروں طرف پھیل گئی اور ایک لمحہ کے لئے میں نے دیکھا کہ اسکا چہرہ ہو بہو ماتا مریم کے پر نور چہرے میں تبدیل ہو گیا ہے، میں متحیر نظروں سے اس کی طرف تک رہا تھا۔ اور محسوس کر رہا تھا کہ میرے جیسے رسم و رواج کے پابند پادری کے دل و دماغ سے گویا قاعدوں اور اصولوں کی وہ گٹھری ڈھیلی ہو کر کھسک پڑی ہے جس کا بوجھ [illegible] سے مجھے ہلکان کئے ہوئے تھا۔

مترجمہ ——— محمود ہاشمی [illegible]

ہائے یا کا میاں محبت دی

[illegible] درد و حسرت سے لبریز تڑپا دینے والا افسانہ!

چار سال کے طویل سفر کے بعد وطن واپس آیا، کئی دن عزیز و اقارب اور دوست احباب سے ملنے ہی میں نکل گئے۔ پھر گاؤں کے لوگ آنے لگے انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ جمال "ولایت" سے واپس آگیا ہے۔ بس دن بھر لوگوں کی بھیڑ لگی رہتی، سب لوگ ولایت کی باتیں سننے کے خواہشمند تھے ان کی یہ خواہش قدرتی بھی تھی، کیونکہ گاؤں کا کوئی آدمی بھی پردیس نہیں جاتا، جاتے تو بھی نہ تو زیادہ دور جاتا ہے نہ زیادہ دن پردیس میں رہتا ہے۔ مگر میں اپنے چھوٹے سے گاؤں سے نکل کر دہلی، لکھنؤ، کلکتہ اور بمبئی کی سیر کرتا یورپ کی طرف نکل گیا، لندن، پیرس، غرض یورپ کا سفر کیا دنیا کے سب ہی مشہور شہر دیکھ ڈالے، آخر چار سال کے بعد واپس آیا ہر وقت آنے جانے والوں کا تانتا بندھا رہتا، نوجوان اور بچے تو خیر بوڑھوں اور عورتوں کو بھی میرے سفر کے حالات سننے کا شوق تھا میں بھی ان باتوں میں کچھ ایسی دلچسپی محسوس کرتا کہ ہر وقت سفر کے حالات ہی سناتا رہتا، کبھی کلکتہ کے خوبصورت بازاروں کا ذکر ہے تو کبھی بمبئی کے بڑے بڑے کارخانوں کا، کبھی انگریزوں کی تہذیب اور خوبصورتی کا ذکر کر رہا ہوں تو کبھی فرانسیسیوں کے نئے نئے فیشنوں کا!!

کئی دن کے بعد جب ادھر سے فرصت ہوئی تو والدہ صاحبہ نے حکم دیا کہ لاہور جا کر بھائی صاحب سے مل آؤ۔ چار سال کے بعد لوٹے ہو انہیں ضرور ملنا چاہئے، وہ خود ہی آتے مگر چھٹی نہیں ملی، وہ شہر کے سرکاری ملازم تھے۔ یہ حکم بھی ماننا پڑا اور لاہور چلا گیا مگر شہروں کی سیر سے دل اتنا سیر ہو چکا تھا کہ وہاں رہنا دوبھر ہو گیا، بھائی صاحب نے کہا بھی کہ کچھ دن یہیں رہو، مگر جسے بھابھی کی پرمحبت باتیں نہ روک سکیں اسے بھتیجا بھتیجی [illegible] انسان کیسے روک سکتا تھا، پہنچتے ہی دن واپس چلا آیا

گھر آکر خیال آیا کہ گزرے ہوئے دنوں کی یاد بھی تازہ کر لینی چاہئے اپنا کمرہ کھلوایا بالکل ویسا ہی تھا جیسا چار سال پہلے تھا، الماری میں کتابیں، دیواروں پر تصویریں، میز پر [illegible] سامان تھا ایک طرف ٹرنک، سوٹ کیس، غرضیکہ ہر چیز اسی طرح تھی جیسے میں چھوڑ گیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے یہاں کوئی آیا ہی نہیں، کتابوں کو الٹ پلٹ کر دیکھا پھر ایک ایک کر کے سوٹ کیس کھول ڈالے مگر سب [illegible] تھے ایک چھوٹا سا خوبصورت اٹیچی کیس مقفل تھا چابی ڈھونڈی مگر کہیں کہاں ملتی، اس کی چابی ہمیشہ میرے پاس رہتی تھی اور میں چار سال سے [illegible] رہتا ہوں، آخر تالا توڑنا پڑا۔ خانوں میں بہت سے کاغذ نظر آئے سب کو نکال نکال کر پڑھنے لگا، یہ سب کالج کے زمانے کے خطوط تھے، اس زریں دور کے جب دوستی سستی ہوتی ہے اور خط [illegible] چھوٹی چھوٹی باتوں پر۔

آخر میں ایک خوبصورت لفافہ نکلا خط نکال کر پڑھا، [illegible] آہیں اور آنکھوں سے آنسو نکلنے لگے، میں نے محسوس کیا کہ میں کسی بھیانک غار میں گرا جا رہا ہوں اور تھوڑی دیر کے بعد میں بیہوش تھا

اس خط نے مجھے ایک بھولی ہوئی بات یاد دلا دی تھی، وہ بات جسے بھولنے کی کوشش میں میں نے چار سال پردیس کی خاک چھانی تھی۔ آہ یہی واقعہ میری زندگی کا سب سے دردناک واقعہ ہے — جب ذکر آہی گیا ہے تو آپ بھی سن لیجئے۔

یہ خط میرے عزیز دوست ارشد کا تھا اور اس میں اس نے اپنی بہن سلمیٰ سے میری شادی کا دن مقرر ہونے کی اطلاع دی تھی، اس شادی کی جو کبھی نہ ہو سکی، بلکہ سلمیٰ مدت ہوئی موت کی دلہن بن چکی ہے اور میں زخمی دل کے ساتھ ابھی تک زندہ ہوں، میری ہنسی خوشی بلکہ جینے کی تمنا مر چکی ہے اور میں ہڈیوں کا ایک کھوکھلا ڈھانچہ زندگی کا مذاق اڑانے کے لئے ابھی تک زندہ ہوں —— ہاں دنیا والے مجھے زندہ سمجھتے ہیں انہیں کیا معلوم کہ چار سال ہوئے میری زندگی کی موت ہو چکی ہے اور میرا یہ چلتا پھرتا جسم؟ —— تو یہ صرف دکھاوا اور دھوکہ ہے..........

~~~

آٹھ سال گزرے جب میں لاہور کے گورنمنٹ کالج میں پڑھتا تھا ارشد کے والد کا تبادلہ لاہور میں ہوا اور [illegible] ایک ہی کلاس میں پڑھنے لگے [illegible] کرنے لگے، محبت جیسے [illegible]
~~~

ہ عام طور والی۔ وہ کشتی تو ہماری کشتی کے حالات میں بہت فرق تھا اور ہم ہمیشہ کسی نہ کسی موضوع پر بحث کرتے رہتے تھے۔ مگر اس کا ہماری پرخلوص محبت پر کوئی اثر نہ پڑتا تھا اسی طرح ایک سال گذر گیا۔

ایک دن ہمارے کالج میں چھٹی تھی، کالج کے لڑکے تو ایسے موقعوں کی تلاش میں رہتے ہی ہیں، طے کیا گیا کہ آج دریا کی سیر کی جائے کشتی لیکر ہم دریا میں اتر گئے اور خود ہی کھینے لگے موسم اچھا تھا۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی اور پانی کی لہریں جھاگ اگلنے میں مصروف تھیں، تھوڑی ہی دیر میں کشتی کنارے سے بہت دور جا چکی تھی اور اب ہماری نظروں کے سامنے راوی کی نیلی سطح پھیلی ہوئی تھی، ہم میں سے کچھ اونچی آواز میں گا رہے تھے اور کچھ دوسری باتوں میں مشغول تھے، تھوڑے فاصلے پر ایک چھوٹی سی کشتی تیزی سے آگے کی طرف جا رہی تھی۔ ایک ساتھی نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "اس کشتی سے آگے نکل جاؤ تو بہادر ہے"۔ دوسرے نے جواب دیا "یہ کیا مشکل ہے"۔ تیسرا بولا "مشکل! میں کہتا ہوں یہ ناممکن ہے"۔ اور بات بڑھنے لگی، جوانی کے دن، گرم طبیعتیں اور پھر پنجاب کی آب و ہوا جس میں ضد کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے فوراً دو پارٹیاں بن گئیں، ارشد اس جماعت کے ساتھ تھا جس کے خیال میں اس کشتی تک پہنچنا ناممکن تھا۔ اور میں ایسے موقعوں پر اس کا مخالف تو ہوا ہی کرتا تھا۔ فوراً دوسری جماعت سے مل گیا، حالانکہ میرے لئے اس ضد میں کوئی خاص دلچسپی نہ تھی مگر ارشد سے لڑکر مجھے بہت لطف آتا تھا۔ کشتی زور زور سے چلائی جانے لگی، لیکن سامنے والی کشتی ایک تو ہماری کشتی سے آگے تھی دوسرے وہ چھوٹی اور بہت ہلکی تھی جس کی وجہ سے قدرتی طور پر اسے تیز چلنا چاہئے تھا، اسی طرح پوری کوشش کرنے پر بھی دونوں کشتیوں کا درمیانی فاصلہ کم نہ کیا جا سکا۔

ارشد اور اس کے ساتھیوں کی جیت ہو رہی تھی اور وہ لوگ ہمیں چڑانے کے لئے خوب اچھل کود رہے تھے، یکایک ہوا تیز ہونے لگی اور تھوڑی ہی دیر میں تلاطم خیز موجیں ہماری کشتی کو دھکے دینے لگیں، لیکن ہماری جماعت کو اس کی پرواہ نہ تھی۔ ہم جانتے تھے کہ اگر آج ہار گئے تو مہینوں کالج میں یہی چرچا رہے گا۔ ——

ہم جوں جوں کشتی کی رفتار تیز کرنے کی کوشش کرتے ارشد اور اس کے ساتھی قہقہے لگاتے اور تالیاں بجا بجا کر ہمیں چڑاتے تھے۔

ہوا اب بہت تیز ہو گئی تھی اور ہماری کشتی ہچکولے کھاتی آگے بڑھ رہی تھی یکایک ایک پرزور [illegible] اور اس سے پہلے کہ ہم سنبھلیں کشتی کا توازن بگڑ گیا اور ارشد جو [illegible] اپنی جیت کی خوشی میں [illegible] بیٹھا تھا

کشتی کے ایک طرف جھکنے سے ہی اچھل کر پانی میں جا پڑا [illegible] تھا اور کسی کی سمجھ میں نہ آیا کہ اب کیا کریں، لیکن [illegible] ارشد [illegible] اب پانی پر ابھرنے کا انتظار [illegible] جہاں ارشد گرا تھا، ہم دونوں ساتھ ہی ابھرے مگر دیکھا تو کشتی آگے جا چکی تھی، میں نے ارشد کو پکڑ لیا اور تیر کر کشتی کی طرف جانے لگا کشتی کی رفتار بہت دھیمی کر دی گئی تھی اور ہم آسانی سے اس تک پہنچ سکتے تھے، لیکن ارشد تیرنا بالکل نہیں جانتا تھا اور یہی اس وقت ہمارے لئے سب سے بڑی مصیبت تھی۔ آخر میں نے اس سے کہا کہ میرے کندھوں کو مضبوطی سے پکڑ لے اور اپنا پورا بوجھ پانی پر ڈال دے اس نے یہی کیا اور میں اپنی پوری قوت سے کشتی کی طرف تیرنے لگا۔ بہت جد و جہد کے بعد ہم کشتی تک پہنچنے میں کامیاب ہوئے اور ہمیں اوپر اٹھا لیا گیا، لیکن میرے بازو شل ہو چکے تھے میں کشتی پر چڑھتے ہی بے دم ہو کر گر پڑا —— ارشد کی حالت بھی خراب تھی۔

کشتی واپس جانے لگی چونکہ پانی کا بہاؤ اسی طرف تھا اسلئے ہم جلد ہی کنارے پر پہنچ گئے، ہمارے ساتھیوں نے ہم دونوں کو ارشد کے گھر پہنچا دیا، کیونکہ یہاں سے اسکا گھر نزدیک تھا۔

ارشد کے والد گھر پر ہی تھے، انہیں سب باتوں سے آگاہ کیا گیا اور وہ پوری جانفشانی سے ہماری دیکھ بھال کرنے لگے، ہم دونوں کو کوئی خاص تکلیف نہ تھی صرف تھکن تھی جو جلد ہی رفع ہو گئی اور میں نے کالج جانے کی اجازت چاہی، ارشد کے والد میرا شکریہ ادا کرنے لگے اور میری بہت تعریف کی۔ ان کے خیال میں میں نے بہت بڑا کام کیا تھا۔ لیکن میں جانتا تھا کہ اس کام کی اتنی اہمیت بھی نہیں تھی کہ اسکا ذکر ہی کیا جاتا، یہ تو میرا فرض ہی تھا اور فرض ادا کرنا تو شریف کا کام ہے نہ کسی پر احسان —— کسی دوسرے کو اگر ایسا حادثہ پیش آتا تو بھی میں یہی کرتا، پھر ارشد تو میرا دوست تھا۔

~~~~~~~~~~

اس کے بعد ارشد کے والد مجھے روزانہ اپنے پاس بلانے لگے حتیٰ کہ چند ہی روز بعد انہوں نے مجھے بورڈنگ چھوڑنے پر مجبور کر دیا اور میرا سامان اٹھوا کر لے گئے۔ ——

ارشد کی ایک بہن تھی سلمیٰ۔ اس سے دو سال چھوٹی تھی بے مثال حسن، بے نظیر لیاقت اور ساحرانہ اداؤں کی مالک تھی۔ اسوقت وہ انٹر فرسٹ میں تھی، ہم تینوں ساتھ رہتے تھے۔ کالج سے واپس آ کر ہی گھر میں اپنا کام کرتے اور اکثر [illegible]
~~~~~~~~~~

[illegible] گئیں۔ ————

[illegible] آپ اشیشن پر ارشد نے [illegible] خبر سنائی، جو میرے خوابوں کی تعبیر [illegible] میں نے بتایا کہ والد سلمیٰ کی شادی تم سے کرنا چاہتے [illegible] تمہارے متعلق بھی میں نے کہدیا ہے کہ تمہیں [illegible] اس میں اعتراض نہ ہوگا۔ والد نے کہا کہ وطن جاکر والدین سے ذکر کرو [illegible] والد ان کے پرانے دوست ہیں اور وہ خوشی سے یہ [illegible] لیں گے۔ ————

مجھے اس خبر سے اتنی خوشی ہوئی، جسکا بیان ناممکن ہے، میں سلمیٰ سے محبت کرتا تھا۔ گو میں نے اس کا اظہار کبھی نہیں کیا۔ لیکن نہ معلوم کتنی ہی راتیں میں نے سلمیٰ کے خواب دیکھنے کو وار دی تھیں سلمیٰ سے [illegible] میری بات چیت بھی ہوئی نہ تھی۔ اور اس کے برتاؤ سے میرے لئے یہ سمجھنا بھی مشکل نہ تھا کہ وہ میرے متعلق کیا خیال رکھتی ہے اور میری محبت کو کن نظروں سے دیکھتی ہے؟ ارشد کے والد تو میرے گرویدہ تھے ہی، پھر سلمیٰ سے بھی انہوں نے اس بارے میں پوچھوالیا تھا۔ اب ان کی شریفانہ آزاد خیالی کے لئے اس سے بڑھ کر خوشی کی بات اور کیا ہو سکتی تھی؟ میں اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھ رہا تھا۔

میں اپنے دل سے ہی باتیں کرتا اپنے گھر پہنچ گیا اور اسی دن بھابی سے سب کچھ کہدیا۔ میں نے ان سے کہا کہ تم والدہ سے کہدینا، والد کو خود ہی معلوم ہو جائے گا، دوسرے ہی دن بھابی نے بتایا کہ والد اس بات سے بہت خوش ہیں۔ یہ خبر میں نے ارشد کو بھی دیدی۔

چند ہی روز بعد ہمارا نتیجہ شائع ہوگیا۔ ارشد۔ میں اور سلمیٰ [illegible] پاس ہوئے تھے۔ اس سے اچھا موقع اور کون سا ہو سکتا تھا؟ ارشد کے والد نے فوراً ارشد، سلمیٰ اور ان کی والدہ کو وطن بھیجدیا کہ شادی کی تیاری کریں، خود رخصت نہ ملنے کی وجہ سے نہ جا سکے [illegible] خیال تھا کہ ٹھیک شادی کے موقع پر پہنچ جائیں گے۔

ارشد شادی کی تیاریوں میں مشغول تھا، ادھر ہمارے ہاں [illegible] دھوم دھام سے تیاریاں ہو رہی تھیں —— لیکن کسی نے کہا ہے "[illegible] محبت کا انجام کبھی اچھا نہیں ہوتا"

ان کے وہاں پہنچنے کے چند دن بعد شہر میں ہیضے کی وبا پھوٹ پڑی [illegible] بازار گرم ہو گیا۔ ارشد اور سلمیٰ وغیرہ بہت عرصے کے بعد وطن واپس گئے تھے، آب و ہوا کی تبدیلی تو اپنا اثر دکھاتی ہی ہے پھر [illegible] ہو گیا —— دیکھتے ہی دیکھتے خوشیاں

غم میں بدل گئیں، یکے بعد دیگرے تینوں ہیضے کے [illegible] پڑ گئے، ارشد کے والد کو خبر ہوئی تھی، وہ رخصت کی درخواست دے ہی چکے تھے، جواب کا انتظار کئے بغیر چل پڑے، لیکن مجھے ان واقعات کی کوئی خبر نہ تھی، میں تو اپنی شادی کی تیاریاں دیکھ دیکھ کر دل ہی دل میں ہنس رہا تھا۔ لیکن قدرت میری اس ہنسی کا مذاق اڑا رہی تھی ——

—— آہ بے رحم قدرت! ————

ارشد کے والد جس وقت گھر پہنچے ارشد اور سلمیٰ کی حالت خراب ہو چکی تھی ان کی والدہ بھی آخری سانسیں لے رہی تھیں، یہ حالت دیکھکر انہوں نے مجھے اطلاع دینا مناسب نہ سمجھا اور ان کی تیمارداری کرنے لگے لیکن موت کو ٹالنا کیسے ممکن ہے، آخر جب ان کے بچنے کی کوئی امید نہ رہی تو ارشد کے والد نے مجھے خبر دی، مگر ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا کہ یہاں ہیضے کا بہت زور ہے میں آنے کا بالکل ارادہ نہ کروں۔

یہ خبر میرے لئے قیامت سے کم نہ تھی، میں کیسے رک سکتا تھا فوراً روانہ ہو گیا، گھر میں میں نے کسی کو بھی اصل واقعہ نہ بتایا کیونکہ میں جانتا تھا کہ مجھے نہ جانے دیا جائیگا، مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ کیسے خطرے میں جا رہا ہوں، لیکن مجھے اسکی پرواہ نہ تھی۔

جب میں وہاں پہنچا ارشد کی والدہ انتقال کر چکی تھیں۔ سلمیٰ اور ارشد کا بھی آخری وقت تھا، میں مکان میں داخل ہوتے ہی چلایا "ارشد" دونوں نے آنکھیں کھولدیں اور ایک پھیکی مسکراہٹ ان کے ہونٹوں پر نمودار ہو گئی، ان کے چہرے زندگی کی تمام علامتوں سے عاری ہو چکے تھے۔ معلوم ہوتا تھا برسوں کے بیمار ہیں۔

میں نے سلمیٰ پر ایک حسرت بھری نظر ڈالی اور اپنے آنسوؤں کو چھپاتا ہوا ارشد کے قریب جا بیٹھا، میں نے اس کی ٹھنڈی پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "بھیّا مجھے چھوڑ کر کہاں چلے؟ کیا اسی لئے یہاں آئے تھے کہ ہمیشہ کے لئے مجھے اکیلا چھوڑ جاؤ؟ تم تو کہا کرتے تھے ہم زندگی بھر ساتھ رہیں گے"۔ میں یہ کہہ رہا تھا اور آنسو میرے رخساروں کو تر کر رہے تھے۔ ارشد نے کمزور آواز میں کہا، "اچھا ہوا تم آ گئے جمال اپنے دوست کو آخری وقت دیکھ تو گئے۔ میں تو اب جا رہا ہوں بھیّا مجھے دکھ نہ ہوتا اگر صرف میں ہی چلا جاتا لیکن..... لیکن.....

آہ۔ میں تمہاری خوشی اور زندگی بھی ساتھ ہی لئے جا رہا ہوں"۔ آہ سلمیٰ اور اس کی بے نور آنکھوں سے آنسوؤں کے موٹے موٹے قطرے نکل کر تکئے میں جذب ہو گئے، تھوڑی ہی دیر [illegible] چہرے پر تکلیف کے آثار نمودار ہوئے اور [illegible]



ـــــ آخری ساعتیں سے رہی تھیں۔ میں اس کے قریب جا بیٹھا

ن میری آنکھیں آنسوؤں کے دریا بہا رہی تھیں سلمیٰ نے آنکھیں
لیں اور رُک رُک کر کہنے لگی۔ جمال ارشد بھیا چلے گئے آہ میرا بھی آخر
یا۔ اب میں بھی جا رہی ہوں، جانے سے پہلے ایک بات تم سے کہنا
۔ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ گو میں نے کبھی اس کا اظہار نہیں کیا
محبت نمائش کی چیز نہیں ہے۔ دس ہی دن بعد ہماری ....
.. تھی .... لیکن .... " یہ کہتے کہتے وہ اٹھنے کی کوشش
نے لگی اور کہا " اچھا جمال میں جاتی ہوں وہ دیکھو بھیا مجھے بلا رہے
ں ..... میں جاتی ہوں بھیا کے .... " جملہ پورا کرنے سے پہلے
اس کا سر تکیے سے سرک گیا، میری تمام آرزوئیں، خوشیاں بلکہ زندگی
ی ساتھ لے کر چلی گئی ـــــ اس کے بعد کیا ہوا؟ مجھے نہیں معلوم صرف
نا یاد ہے کہ دوسرے دن ارشد کے والد اور دوسرے عزیز و اقارب نے
بردستی مجھے گاڑی پر سوار کر دیا ـــــ وہ مجھے جینے سے بچانا
ہتے تھے۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ میں آسانی سے نہیں مروں گا کڑھ
ڑھ کر مرنا ہی میری قسمت میں لکھا ہے۔

ں گھر واپس آ گیا۔ مگر میرے دل کی دنیا اجڑ چکی تھی، دنیا کی کسی چیز میں
ا میرے لئے کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی تھی، میں ہر وقت اپنے کمرے میں
ہ رہنے لگا، نتیجہ یہ ہوا کہ میری صحت خراب ہو گئی۔ اور میں بھی اسی
ف جانے لگا، جدھر ارشد اور سلمیٰ جا چکے تھے۔ لیکن سلیم نے مجھے نہیں
لے دیا، وہ میرا دوست ہے اور بچپن کا ساتھی! اسے انہیں دنوں
ی روپیہ ملا تھا اور وہ اپنی دیرینہ آرزو ـــــ سیر و سیاحت ـــــ
ی کرنا چاہتا تھا میری حالت دیکھ کر اس نے مجھے بھی ساتھ چلنے پر

دیکھ ڈالے بہت سی نئی زبانیں سیکھیں اور خود کشی کا خیال [illegible]
میں اپنا غم بھی بھول گیا۔ اب میرے دل کا زخم بھر چکا تھا۔

چار سال کے طویل سفر کے بعد وطن واپس آیا تو بالکل بدل چکا تھا۔ شادی نہ کرنے کا خیال اب بھی پختہ تھا مگر جینے کی امنگ پھر زندہ ہو گئی تھی۔

میں سمجھنے لگا تھا کہ اپنی دنیا پھر سے بسا سکوں گا لیکن ....
افسوس! یہ خیال نشتر بن کر میرے سینے میں لگا اور تمام بھرے ہوئے زخم کھول ڈالے۔ اب پھر وہی پرانی یاد ـــــ ارشد اور سلمیٰ کی یاد ـــــ میری زندہ رہنے کی خواہش کو ختم کر رہی ہے۔ میں مرنا چاہتا ہوں لیکن ایک خیال ....
ایک غیبی آواز میرے اس ارادے کو عملی جامہ نہیں پہننے دیتی

" خدا کی دی ہوئی زندگی کو ختم کرنا انسان کا حق نہیں ہے
انسان جینے کے لئے آیا ہے .... "

یہی آواز ہر دفعہ میرے ارادے کو پست کر دیتی ہے اور میں آرزو کرنے لگتا ہوں ـــــ

کاش! اندھا - بہرہ ہوتا ـــــ

~~~~~~~~~~~~

آج رات جبکہ میرے گھر والے میٹھی نیند سو رہے ہوں گے۔ میں گاؤں سے بہت دور جا چکا ہوں گا۔
میں پھر پردیس جا رہا ہوں کہ میرے زخموں۔ آہوں اور آنسوؤں کا علاج وہیں ممکن ہے ـــــ پردیس میں۔

~~~~~~ ۔ از شریف چترالی

انتالیسواں خط

میرا ہاتھ ابرو کے اشارے سے نہیں، دل کی جنبشوں کے اشارے سے کو اب عرض کر رہا ہوں!

فتح و شکست کی بحث کو زیادہ طول دینا مناسب نہیں! میرا تمہارا دونوں ایک ہی کشتی کے سوار ہیں، تمہاری شکست میری شکست اور میری فتح تمہاری فتح ہے، ہار جیت کے مسائل ان لوگوں کے لئے چھوڑ دینے چاہئیں، جو پھونک پھونک کر قدم اٹھاتے ہیں اور ایک تنکا بھی سوچے سمجھے بغیر نہیں توڑتے، میں تو یہ سمجھتا ہوں، اور ہاں! سمجھتا کیا ہوں، اس پر میرا ایمان ہے کہ محبت کی ناکامی کو بھی محبت کی شکست سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ کلیں توڑے جانے کے لئے ہی نمودار ہوتی ہیں، سبزہ پامال ہونے کے لئے ہی اُگتا ہے، محبت کی بھی یہی سرشت بلکہ اُسکا فطری تقاضا ہے کہ اُسے تباہ و برباد کیا جائے۔ محبت جب برباد ہوتی ہے تو دوسرے لفظوں میں اُس کی خواہش کی تکمیل کی جاتی ہے اور تکمیل خواہش کو کسی طرح بھی شکست نہیں کہا جا سکتا۔۔۔!

تم نے تو چند لفظوں میں اہلِ کمال کی پوری تاریخ بیان کر دی، تمہارا لکھا ہوا ایک ایک حرف موتیوں میں تولنے کے قابل ہے ۔۔۔ تم جب کسی مسئلہ پر کلام فرماتی ہو تو حقیقتوں کے سارے حجاب خود بخود اٹھ جاتے ہیں، اور اس انداز کے ساتھ اپنے مافی الضمیر کو ادا کرتی ہو، کہ ایک حرف بھی پڑھنے والے کے دل میں اترے بغیر نہیں رہتا ۔۔۔۔!

یہ دو تین خطوں میں بلاوجہ سنجیدہ بحث چھڑ گئی، اور ہم تم دونوں خواہ مخواہ خشک فلسفی بن کر رہ گئے! آؤ اب پیار کی باتیں کریں، قلب و دماغ کو تھوڑی دیر کے لئے دنیا کی جھنجھٹوں سے بے نیاز بنائیں۔ فلسفیانہ مسائل کی بھول بھلیوں میں بات الجھتی آتی ہے، یہاں تک کہ ذرا سی بات بھی فتور بن جاتی ہے۔ ارسطو بیچارے نے چند باتیں کہہ دی تھیں، دنیا نے اُن پر حاشئے چڑھا کر بات کا بتنگڑ بنا دیا، اور ایسی ایسی دماغی ورزشیں کی گئیں کہ عقل و دانش کو پسینہ آ گیا اور دماغ کی رگیں چٹخنے لگیں! ہم کو ان بھول بھلیوں میں جانے کی کیا ضرورت ہے، ہم دوسروں کے پیچھے میں بلاوجہ کیوں ٹانگ اڑائیں ۔۔۔!

تمہارے پسندیدہ شعر کو میں کل سے مسلسل گنگنا رہا ہوں، حالانکہ میں اپنے شعر کو شاذ و نادر ہی گنگنایا کرتا ہوں ۔۔۔ تمہارا وہ شیریں ترنم اب تک سامعہ کو تڑپا رہا ہے، پہلی مرتبہ وہ تمہارا قدرے جھجک کر، شرما کر، ہونٹوں پر زبان پھیر کر گانا، میں شاید زندگی بھر نہ بھول سکوں گا۔

دُنیا کا کوئی ساز جسے چھو نہیں سکتا
ہونٹوں پہ زباں پھیر کے وہ دُھن بھی سُنا دے

گاتے وقت تمہاری آنکھیں ساز بجا رہی تھیں، اور تمہارے چہرے کا اُتار چڑھاؤ لَے میں لے ملا رہا تھا، وہ تمہارا جھنک جھنک کر۔۔

مجھے کیا پیام دیگی تری زندگی کی دُنیا

گانا، اور پھر تھوڑے آہستگی کے ساتھ اس مصرعہ کو بار بار دہرانا کہ وہ۔

کہ فنا کی وادیوں میں مجھے دی گئی سلامی

مجھے اس طرح یاد ہے، جیسے یہ کل کی بات ہے۔ مسلم تم خود نغمہ بھی ہو اور نغمہ نواز بھی! شعر کی طرح موسیقی بھی الہامی جوہر ہے، جو سیکھنے سے حاصل نہیں ہوتا۔ مجھے اُس گانے سے چڑ ہے، جس میں گلے کی رگیں پھول جاتی ہیں اور بعض وقت تو ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے گانے والا تشنج کے شدید دورے میں مبتلا ہے، اور ایک ہی بول کو بار بار دُہرایا جاتا ہے، اور فن موسیقی کی ساری نزاکتوں کو ظاہر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، یہ گانا کا ہیکو ہے، حلق کی رگوں کی جہاں سنگ ہے! خدا کرے میرے کان کے پردے ایسے فنی گانے سے ہمیشہ محفوظ رہیں!

تم نے موسیقی کو فن کی حیثیت سے نہیں سیکھا، مگر قدرت نے تمہارے گلے کو لوچ اور سوز عطا کیا ہے، اور یہی چیز موسیقی کی جان اور روح ہے، دُنیا نے آرٹ کو سمجھنے میں ہمیشہ غلطی کی ہے۔ میرے پاس خط لکھنے کو بیٹھ کر اُسی شعر کو اس تصور کے ساتھ ایک بار گنگنا کر میں تمہارے سامنے بیٹھا ہوا ہوں، اور تم قدرے جھجک کر گنگنا رہی ہو، لیکن ہاں! تصور میں بھی تم شاید جھجک پیدا نہ کر سکو گی۔

اس لئے کہ جب پرسوں تک مجھے مل جانا چاہئے، پرسوں میں ۔۔۔ ایک جلسے کے لئے باہر جا رہا ہوں۔

وہ داستان ... جو ...
تم سے سُنی گئی ... کہی گئی

تسلیمات — کیا قیامت ہے کہ کوئی تڑپے ... آپ تڑپنے بھی نہیں دیتے! وہی تسکین کی باتیں، تسلی کے لئے نصیحت کہ اتنی بے چین نہ ہو، خدا کے لئے دل کو تھامو، آنا ہے تو آنا ہے ٹھیک نہیں — آپ کی ہمدردی کا شکریہ! مگر مجھے خوف ہے کہ یہ لفظی ہمدردی میرے اضطراب کو اور زیادہ شدید بنانے کا باعث نہ ہو جائے! آپ کسی کے نشتر چبھو کر اُس سے کہیں کہ بھئی! میں تیرے ہاتھ جوڑتا ہوں، فریاد نہ کرنا، دیکھنا! پلکیں تک بھیگنے نہ پائیں، خدا کے لئے بیقرار نہ ہونا، بلکہ ہو سکے تو مسکرانا" آپ ہی انصاف سے بتائیں کہ اس تسلی آمیز نصیحت سے نشتر کی تکلیف کم ہو سکے گی — تسلی تو اس طرح ہو سکتی ہے کہ زخم پہ مرہم رکھ دیا جائے پٹی باندھ دی جائے، ایسی باتوں سے تو اور تکلیف بڑھتی ہے! زخموں سے ٹپکتا ہوا خون میٹھے الفاظ سے تھم نہیں سکتا، کوئی شخص تڑپ رہا ہو، آپ اُس کو پُورا دیوانِ غالب پڑھ کر سُنا دیجئے، اُس کی تکلیف اس طرح کم نہ ہوگی۔ آپ کے بھولے پن پر غصہ بھی آتا ہے اور ہنسی بھی کہ آپ الفاظ کے کھلونے دے کر کسی کو بہلانا چاہتے ہیں — مانتی ہوں کہ الفاظ میں قوت اور باتوں میں جادو ہوتا ہے، لیکن میرا اضطراب اب اس منزل سے گذر چکا ہے، میں زندگی کی اُس منزل میں ہوں، جہاں الفاظ نہیں عمل کی ضرورت ہے —— !

صاف صاف لکھئے کہ آپ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے کیا سوچا ہے؟ لیکن مجھے خوف ہے کہ آپ نے افسانوی انداز میں اگر میری باتوں کا جواب دیا تو حقیقت پھر رنگینیوں میں گم ہو کر رہ جائے گی، اور آپکے اس انداز سے مجھے اور زیادہ رنج اور صدمہ ہوگا، کہ آپ قصداً اپنے دل کی بات ظاہر کرنا نہیں چاہتے۔ آپ کی انشا پردازی اور افسانوی اندازِ بیان پر میں ایمان لا چکی ہوں، اس حربہ کو اب استعمال کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ جس طرح تم اور ہم دو چار ہوتے ہیں، اور اس میں کوئی شک ہے اور نہ کوئی افسانوی نزاکت۔ بس میں ایسا ہی صاف اور دو ٹوک جواب چاہتی ہوں — آپ کا فیصلہ خواہ کچھ ہی ہو لیکن اسے جلد سے جلد صادر ہونا چاہیئے!

تنا پھر عرض کرتی ہوں کہ مجھے ... جواب سے بہلانے کی کوشش نہ کیجئے"

... کی ... طرح نور برسا رہے ... آپ ... ہمیشہ ... مجھے چاندنی رات کتنی ... اور ... جب ... غروب ... چاندنی رات مجھے تڑپاتی ہے، ... کرتی ہے اور اپنی تہی آغوشی پر میں ہر وقت ماتم کرتی ہوں، مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے، جیسے چاند میری ہستی اُڑا رہا ہے، میرے ... کا منہ چڑا رہا ہے، دُنیا کے تمام حسین مناظر مجھے کیف اور بے ... نظر آتے ہیں، آپ ہی بتائیے! کہ اس زندگی کو کیا زندگی کہہ سکتے ہیں

فرہاد اسے محبت مجبور کرکے ... !
وہ کیا کرے کہ جس سے خوشی چھین لی گئی

آپ نے چلتے وقت کہا تھا کہ میں جلد سے جلد آنے کی کوشش کروں گا، خدا معلوم! یہ وعدہ کب پُورا ہوگا، یہاں تو راہ دیکھتے دیکھتے پُتلیاں پتھرا گئیں، اور آپ اطمینان اور لطف کے ساتھ افسانے لکھ رہے ہیں، کتابوں کا مطالعہ فرما رہے ہیں، اور پھر فرمایا جاتا ہے کہ میں بھی تم سے ملنے کے لئے بہت زیادہ بے تاب ہوں، اور چاہتا ہوں کہ میرے پر لگ جائیں اور تم تک اُڑ کر پہنچ جاؤں — خوب مصرعہ فرمایا آپ نے! اس پرواز خیال کی داد نہیں دی جا سکتی! آپ کی اس ... کیا ...

ہنسی پھر اُڑنے لگی عشق کے فسانے کی،
اُٹھا دو پردہ، پلٹ دو فضا زمانے کی،

خدا نہ کرے آپ کسی کے لئے بے تاب ہو کر خواہ مخواہ دل میلا کریں پڑی ... میں پڑنا آپ جیسے عقلمند اور محتاط انسان کیلئے زیبا نہیں —

ڈرتی ہوں کہ میری صاف گوئی پر آپ خفا نہ ہو جائیں! میں کسی قیمت پر بھی آپ کی خفگی گوارا نہیں کر سکتی: میں نے اوپر جو کچھ لکھا ہے مجبور ہو کر لکھا ہے، اور میں بناوٹ اور منافقت کے پردے میں اپنے دل کی بات آپ سے چھپانا کفر سمجھتی ہوں، جو کچھ دل میں تھا آپ پر ظاہر کر دیا۔ چاہتی ہوں کہ آپ بھی میری طرح اپنے دل کی بات مجھ پر ظاہر فرمائیں آپ کی بڑی مہربانی ہوگی!

شام کو یہاں ہلکا سا ترشح ہوا تھا، قدرے ٹھنڈک ہو گئی مگر میرے دل کی آگ اور بھڑک اُٹھی، میری آنکھوں نے گھٹاؤں کا ساتھ دیا اور بہت دیر تک تمہارے تصور کو آنسوؤں سے نہلاتی رہیں۔

دیکھئے کیا جواب آتا ہے؟ کیا حکم ہوتا ہے! لرزتے ہوئے ہاتھوں سے خط کو بند کر رہی ہوں، خدا حافظ ——— !

مالن کی لڑکی

از حضرت موج رفیقی

وہ رنگین جلوے لٹاتی ہوئی
عروسِ چمن مسکراتی ہوئی

نشیلی فشیلی معطر ہوا
شرابوں میں ڈوبی ہوئی سی فضا

وہ کلیوں کا جوبن نکھرتا ہوا
گلوں کا پسینہ مہکتا ہوا

درختوں کی پھیلی ہوئی ڈالیاں
وہ چھاؤں میں جھرنے کی اٹھکیلیاں

وہ جوہی کے غنچے چٹکتے ہوئے
حسیں مسکراہٹ سبک قہقہے

وہ ساحل پہ موجوں کی انگڑائیاں
وہ پھولوں کی پانی میں پرچھائیاں

چمبیلی کی کیاری مہکتی ہوئی
وہ آموں کی ڈالیں لچکتی ہوئی

فضاؤں میں نغمے سمانے لگے
کہ بھونرے بھی کچھ گنگنانے لگے

وہ تتلی کے اڑنے کی چنچل ادا
وہ کوئل کی آواز، دل کی صدا

"پیا کو سکھاؤں محبت کی ریت"
وہ مالن کی لڑکی کا پُرکیف گیت

وہ ہاتھوں سے شاخیں جھکاتی ہوئی
ہر اک ڈال سے پھول چنتی ہوئی

محبت کے ساغر لٹاتی چلی
کہ نرگس سے آنکھیں ملاتی چلی

لبوں پہ فسانے مچلتے ہوئے
جوانی کے ساغر چھلکتے ہوئے

نگاہوں میں مستی کی سرشاریاں
اداؤں میں شوخی کی پُرکاریاں،

وہ ہاتھوں میں مہندی رچائے ہوئے
بہت سے دلوں کو دکھائے ہوئے

مجسم محبت، مکمل شباب
سراپا لطافت میں شعر و شراب

کبھی ڈالتی ہے کلی پہ نظر،
کبھی تاکتی ہے گلوں کا جگر

کبھی مور کے ساتھ گانے کا شوق
کبھی فاختے کو اڑانے کا شوق

لبوں پر جو اُس کے ہنسی آگئی،
کلی کے تبسم کو شرما گئی:

مذہب

میں مذہب کو زندگی سے ملا کر دیکھتا ہوں پیشواؤں اور عقیدت
مندوں سے اس کی سچائی کا اندازہ لگاتا ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ کتابیں تو سب ہی
اچھی ہیں۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ ان مذہبی کتابوں پر چلنے والے کیا ہیں
اور انہیں کہاں تک پاس مذہب ہے وہ کس حد تک اپنے پیغمبر کے
اپنے دیوتاؤں اور رشیوں کے بنائے ہوئے اصولوں پر کاربند ہیں

آج فرقہ وارانہ فساد کی آواز سنکر ہر شخص کپڑے جھاڑ کر
کھڑا ہو جاتا ہے۔ اکثر سمجھ کھو بیٹھتے ہیں۔ جاہل انسان کا ذکر کیا۔
ان کی تو بھیڑ چال مشہور ہے۔ یہاں تعلیم یافتہ طبقہ کا یہ حال ہے۔
کہ ذاتی مفاد کیلئے لیڈر بننے کے شوق میں سینکڑوں بیگناہوں کا خون
بہا دیتے ہیں۔ اپنی تقریروں سے اپنے قلم سے لوگوں میں نفرت
کی آگ بھڑکاتے ہیں۔ بڑھتی ہوئی لپک کو ہوا دیتے ہیں۔ فرقہ وارانہ
اشتعال پر تیل چھڑکتے ہیں۔

کیا اسی کا نام مذہب ہے؟ کیا یہی مذہب کی ساری کتھا ہے؟
ایک طرف اسلام خطرہ میں ہے۔ دوسری طرف گاؤکشی سے ہندو کی
مذہبی بنیاد متزلزل ہے سناتن اسکول کے مالم نہ ہونے سے عیسائی
نالاں ہے۔ ایک دوسرے سے لڑ مرنے کو ہزاروں بہانے ہیں۔
لیکن خدا کی وحدانیت پر جس کا ہر شخص قائل معلوم ہوتا ہے اتحاد
کسی میں نہیں۔ مسلمان خدا پر سو جان سے فدا ہے۔ ہندو ایشور،
ایشور کی دھن لگاتے ہے عیسائی گاڈ کے گیت گاتا ہے۔ مسلمان کو
یقین ہے کہ ایشور وہی ہے۔ جسے وہ خدا کہتا ہے۔ ہندو سمجھتا ہے کہ
گاڈ اور ایشور دونوں ایک ہیں۔ عیسائی جانتا ہے کہ گاڈ اور خدا میں
کوئی فرق نہیں ہے اردو کے ایک پرانے مشہور دکنی ادیب کی زبان
میں ایک کھڑکا فرق ہے۔ باقی خدا کی وحدانیت میں ہندو اور مسلمان
فرق ہے؟ [1]

لیکن ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ؟

پھر بھی مسلمان کو خدا سنکر کانوں پر ہاتھ رکھتا ہے۔ ہندو خدا کا نام سنکر
رام رام جپنے لگتا ہے عیسائی گاڈ سنکر منہ پھیر لیتا ہے۔ بنیادی اصول
سب کے ایک ہیں سچائی ہر مذہب کی بنیاد ہے۔ ہر مذہب اچھا ہے لیکن

کا رہبر ہے۔ برائیاں کسی کو نہیں بھاتیں لیکن ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ؟
پیشواؤں کے لئے بھی تو کچھ کام چاہئے۔ سگر مذہب کو اتنا
آسان بنا دیا جائے۔ تو پھر ہمارے سجادہ نشین۔ گرو، پادری اور پنڈت
کیا کرینگے ان کی زندگی کے لئے آپس کی نفرت کا ہونا ضروری
ہے بنیادی اصول نہ سہی ان کے خود بنائے ہوئے من گھڑت مسائل
تو ہیں۔ مسلمان کے چھو جانے سے ہندو کی رسوئی ناپاک ہو جاتی ہے۔ ہندو
کے باجہ بجانے سے محرم کے جلوس کی توہین ہوتی ہے۔ یہ گتھیاں کون
سلجھائے گا۔؟

فرقہ وارانہ لڑائیوں کے لئے چندے ہوتے ہیں۔ علما جہاد کا فتویٰ
دیتے ہیں۔ غیر جانبدار لوگوں کی زندگی وبال ہو جاتی ہے۔ شہر کے
امن کیلئے حکام بندشیں لگاتے ہیں۔ باہر والے بھاگتے ہیں۔ اور پر امن شہریوں
کو روکتے ہیں۔ بھونکتے ہی چلے جاتے ہیں۔ جب ذرا شور و غل کم ہوئی
تو پھر ایک شگوفہ چھوڑ دیا۔

ہزاروں ہندو مسلمان بھوک سے فاقہ کر کے جان دیتے ہیں
لیکن متمول ہستیوں کی رواداری اس بات کی متقاضی نہیں ہوتی کہ
وہ ان کی ایک وقت کی روٹی تک کا انتظام کر سکیں۔ جو دو ایک تیموں
ہیں ان کی اقتصادی اور مالی حالت دگرگوں ہے۔ وہ صرف اخلاق کو
گھپاکر بیچاری بے بس بیواؤں کی عصمت سے کھیل رہے ہیں اور
ان پر کوئی نظر کرنے والا نہیں۔ غریبوں کے بچے گلی کوچوں میں اپنی تعلیم
کا وقت بیکار گنواتے ہیں۔ لیکن ان پر کوئی ترس نہیں کھاتا بڑی بڑی
دعوتوں میں۔ جی حضوری کی پکار میں ہماری دولت کے تودے لگا رکھے
ہیں اپنی بھونڈی اور بھدی آواز سے ایک نغمہ پیدا کرنا چاہتے ہیں
وہ نغمہ جو غریبوں کا خون چوس کر ان کو ملا چار کر کے۔ ان کی محنت کی
کمائی ان سے چھین کر اپنے مصرف کے لئے سامراجی سند میں دولت
کی دیوی کے چرنوں کی پوجا کیلئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اسکو خوش کرنے کے لئے
گایا جاتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ اس قصر شاہی میں دولت سے خوش ہو کر
غریبوں کی امیدوں کو ان کی بڑھتی ہوئی [illegible]
ہیں یہ حضرات محل شاہی کے [illegible]

---

[1] [illegible]

[illegible] ہوتے ہیں یہی حیاشی [illegible] سکتے ہیں لیکن

ہم دلوں پر کوئی ضرب کہ [illegible] ہے

حافظا خلوت نشین [illegible] جلوہ بر محراب و منبر [illegible] کنند

چوں بہ خلوت می‌روند آن کار دیگر می کنند (حافظ)

ہم جانتے ہیں کہ ان بہروپیوں کو جن کی خانگی زندگی پبلک کی زندگی سے بالکل مختلف ہے۔ جو پلیٹ فارم پر آ کر ایمان کے دینی جوش میں سوڈے کی بوتل کی طرح ابل پڑتے ہیں۔ لیکن عشرت کدے کے دروازہ پر پہنچ کر وہ ساقی دینا کو صدہا سجدے کرتے ہیں۔ جنہوں نے اب تک اپنے لوہے کے پنجہ میں ہزار دل کش انسانوں کو مقید کر رکھا تھا آج ان کی محفلیں بھی سونی ہو رہی ہیں۔ ان کے پنجوں میں زنگ لگ چکا ہے اور اب وہ وقت دور نہیں کہ ان کے اس خونی پنجہ کو خون ہی سے پاک کر دیا جائے گا۔ ستار کے تار رفتہ رفتہ ٹوٹ رہے ہیں۔ اب ان پر من مانے گیت نہیں گائے جا سکتے وہ وقت کے پابند ہیں وقت کا طمانچہ ان پر اس قدر زبردست لگنے والا ہے۔ کہ صدیوں تک ان انگلیوں کے نشانات ان کے گندمی گالوں پر نمایاں رہیں گے۔ وہ وقت دور نہیں کہ وہ ستار و نغمہ کی محفلیں چھوڑ کر کاسۂ گدائی لئے دربدر مارے پھریں گے۔ وقت بدلے گا۔ انقلاب ان لوگوں کے جھلسے ہوئے سیاہ داغ والے دلوں کا مکر و فریب زمانہ کی گردش سے مٹائیگا جو آج ساقی کے سامنے ایک جرعہ آخرین کے لئے سرنگوں ہیں وہ کل دہقان کے قدموں پر زندگی کی بھیک مانگیں گے اور ہمارے قوی حوصلہ صاف دل لیکن مفلس کسان انہیں ان ہی کے کارنامے سنا کر ان پر لعنت کرینگے اسوقت ان کا یہ فریب کا جال جسے لئے وہ مچھیروں کی طرح بھولی مذہب پرست مچھلیوں کو شکار کر کے اپنی غذا بنا رہے ہیں اس قدر نحیف ہو گا۔ کہ اس پھندے میں مچھلی تو کجا گھاس پھوس بھی آنا پسند نہ کریگا ان کے چہروں پر زمانہ کی لعنت کی مکھیاں بھنبھنائیں گی۔ اور ان کے وقت سے شل کئے ہوئے ہاتھ اس قابل بھی نہ رہیں گے کہ وہ ان کو اڑا سکیں۔

لاوارث کی موت پر کوئی چار آنسو نہیں بہاتا کسی کو اس کے کفن کی فکر نہیں اس کی آخری رسمیں ادا کرنے والا بھی نہیں ملتا۔ لیکن۔۔؟ اگر اس کے اعتقاد پر ذرا بھی تفرقہ کی جھلک ہو سکتی ہے تو ایک طرف مسلمان صف آرا ہو جاتے ہیں۔ دوسری طرف ہندو ڈھول بجاتے آتے ہیں۔ کلیسا کی گھنٹیاں بجا کر پادری گرجے کے دریچوں سے جھانکتا ہے اور اس بات کا منتظر رہتا ہے کہ ان دونوں میں چل جائے تو

[illegible] کی کھال [illegible]

[illegible] کہ قوم [illegible] اس [illegible]

[illegible] ہی سے [illegible] کہ [illegible]

[illegible] مستقبل [illegible]

سب سے شاداب چمن میں اس کی میت کو اتنی اعتبار کی جگہ دیجیے وہ جگہ جو آنے والی ملحد نسلوں سے بزبان خاموشی یہ کہہ سکے۔ کہ بیسویں صدی کے دور میں بھی عیسائیوں کی روحانیت قابل تسخیر تھی

کیا یہی مذہب ہے؟

جس نے جو دل کو لیا بات کچھ کسی کو نہ دیا
ہزار کعبہ بندھایا ہزار حج بھی کیا (درجی)

مذہب انسانیت کا نام ہے۔ انسانیت مذہب ہے خدمت خلق بلا امتیاز مذہب۔ انسان کو انسان سے زیادہ اور کیا چیز ہو سکتی اگر کسی شخص میں صرف انسانیت کا جذبہ ہے۔ اس کی آنکھیں یتیم کو دیکھ کر نم آلودہ ہو جاتی ہیں بیوہ کو دیکھ کر اس کے دل میں ہمدردی کی ایک لہر پیدا ہو جاتی ہے۔ غمگین کی پیشانی سے وہ بیچارگی کا داغ اپنے دامن سے پوچھتا ہے۔ غریب کی مدد کرتا ہے۔ اندھے کی لکڑی پکڑ کر اسے راستہ بتاتا ہے۔ مسافر کو وہ اپنی منزل تک پہنچنے ہمت کے ترانے گا کر اس کی تھکن کو دور کرتا ہے۔ بوڑھی اور لاچار عورت کو اس کے جوان بچہ کی موت پر دلاسا دیتا ہے۔ سہاگ کے بیوہ ہو جانے پر سماج سے باغی ہو کر ایک دوسرا چمن لگاتا ہے جاہل کو جوہر تعلیم سے جان کرتا ہے۔ وہ شخص اس دنیا کا قائد اس کے مذہب کو جس کا کلمہ انسانیت ہے۔ جس کا پیغمبر صداقت جس کا خدا صاف طینت ہے اسکو زمانے کے مولوی اپنی شریعت کے غبار میں اڑ کر بھی چھو نہیں سکتے۔ پنڈتوں کے رنگ برنگ کے بنے ہوئے ملتے اپنی خود بینی کی گھڑاؤں پر بھی اڑ کر اس کی جانہیں سکتے پادری اپنے تمام کلیسائی نغموں میں محویت کے تماشائی اگر کہ اس انسان کے سرور کو پہنچ جائیں جس کا مذہب انسانیت۔ تو ان کے لئے یہ ناممکن ہے۔

مذہب کی بیجا پابندیوں سے خود ساختہ رسوم نے ان تمام کو اسقدر محدود کر دیا ہے۔ کہ وہ جتنا روحانیت سے قریب ہونا چاہتے ہیں اتنا ہی مذہب کی خود تماشائی انہیں [illegible] کا چکر لگاتے رہنے پر مجبور کر دیتی ہے [illegible] ۔۔۔ ان کی تمام امیدیں وابستہ [illegible]

ان کے یہاں [illegible]

میں لیکر وہ [illegible] کیا تھا آج وہ چراغ بجھا رہا ہے [illegible] اسکو چراغ سحری بنانے کا خطرہ ہے پھر اس مذہب کے [illegible] خود ہی مذہب کا [illegible] میں پلنے بچاری بھر کرم لیا [illegible] سچائی کی طرف دوڑینگے ان کو معلوم ہو جائیگا کہ عوام سے مذہب کی آڑ لیکر اپنی پرستش کرانا ان کا کام نہ تھا ان کا کام وحدانیت کے سبق پڑھانا اور ان کی اخلاقی قوتوں کو ابھارنا تھا۔

مندر میں سونے کی مورتی رکھ کر داسیوں سے رقص کرانا مسجد میں گھی کے چراغ جلا کر بھولی بھالی عورتوں سے مرادوں کی دعا منگوانا کلیسا میں زہرہ جبینوں پر پانی کی چند بوندیں ڈال دینا۔ پادری سے گناہوں کا اعتراف کر لینے پر حضرت عیسیٰ کے دامن سے فراک کو خیالی میں صندل کی لکڑی کو داخل کر گیا۔ [illegible] کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے اور وہ مذہب جو انسانیت کو [illegible] کر سکا اس کے پیرو زندگی کی جدو جہد کا کیا مقابلہ کر سکیں گے

ہمارے مذہبی پیشوا یہ سمجھتے ہیں کہ ماتھوں پر صندل کے نشان، سفید داڑھیوں پر عطر کی خوشبو، نیم صاف جبینوں پر سجدے کی لکیریں سینوں پر صلیب کے نشان ان کی عظمت کرائیں گے۔ لیکن شاید وہ یہ نہیں جانتے۔ کہ زندگی کا مقصد غریب دوستی علم پرستی، جذبۂ انسانیت سماج کی بندشوں سے بغاوت انسانیت کے حقوق کی حفاظت اور سچی ہمدردی ہے۔ زندگی ہی مذہب ہے جو مذہب زندگی کے مسائل حل نہ کر سکا۔ کیا وہ مذہب مذہب کہا جا سکتا ہے؟

(اضطراب لکھنوی)

سن اے کافر!

عادل ادیب مرادآبادی

محبت کے حسیں پھولوں کا گلدستہ سجاتا ہے
جہاں آبِ گل سے دور اک بستی بساتا ہے
کہاں تک گردشِ ایام کا شکوہ کرے کوئی

مجھے آج اک شباب فتنہ پرور کو سناتا ہے
تصور ہی تصور میں کسی کے پاس جاتا ہے
وہ جب بیگانہ ہو جائیں تو آخر کیا کرے کوئی

بتا اے سنگدل کافر جوانی کی قسم تجھ کو
ستاتی ہے کبھی تاریکیٔ شب ہائے غم تجھ کو
گذرتی ہیں تری راتیں بھی فریادوں فغانوں میں

کبھی ہوتا ہے میری طرح احساسِ الم تجھ کو
کبھی میری بھی یاد آتی ہے او مجسم ستم تجھ کو
کوئی مٹتی ہوئی تصویر پھرتی ہے نگاہوں میں

سن اے کافر! میں اب تک عہدِ الفت کو نہیں بھولا
بہارِ صبحِ وصل و شامِ فرقت کو نہیں بھولا
جوانی کی جنوں انگیز راتیں یاد آتی ہیں

ترا عادل تری معصوم صورت کو نہیں بھولا
محبت کی قسم کیفِ محبت کو نہیں بھولا
خدا شاہد مجھے اب تک وہ راتیں یاد آتی ہیں

وہ راتیں آہ وہ راتیں وہ مست و بیخودی کی راتیں
وہ راتیں وہ خمارِ آرزو سے سرگراں راتیں
مئے انجم کا جلوہ کیا سرور آمیز ہوتا تھا

وہ جلوہ ریز و فتنہ پاش و ہنگامہ فشاں راتیں
جواں لمحے، جواں نغمے، جواں جلسے جواں راتیں
وہ راتیں جن کا ہر لمحہ شباب انگیز ہوتا تھا

خدا کے واسطے بول اے تصور کی حسیں دیوی
کہاں تک پردۂ بیگانگی اے پیکرِ خوبی!
زباں سے کاش تو کہہ دے کہ میں بھی یاد کرتی ہوں

تجھے زیبا نہیں ہرگز یہ درد انگیز خاموشی
ترا دیوانہ کب سے کر رہا ہے منتیں تیری
زبانِ خامشی سے نالہ و فریاد کرتی ہوں

یہ سچ ہے کائناتِ آرزو برہم نہیں ہوتی
زباں ہر چند محوِ نالۂ ماتم نہیں ہوتی
غمِ فرقت میں تسکینِ دلِ جاں سخت مشکل ہے

جدائی لاکھ بڑھ جائے محبت کم نہیں ہوتی
مگر روحِ محبت غم سے نامحرم نہیں ہوتی
یہ دردِ لادوا وہ ہے کہ درماں سخت مشکل ہے

حسینہ! میں تری مجبوریوں سے کانپ جاتا ہوں
یہ سچ ہے جذبۂ غم کو زمانے سے چھپاتا ہوں
نہیں آتی زباں سے تیرے عادل کو قرار اب بھی

خدا شاہد کہ تیرے واسطے آنسو بہاتا ہوں
مگر اس پر بھی تجھ کو اپنا افسانہ سناتا ہوں
جوانی شوق کا رہتا ہے دل کو انتظار اب بھی

ایک شب کی شادی

از [illegible] فیروز بدر

تھیں ایک شب کیلئے دلہن بنی اور دوسری صبح مطلقہ تھی "ایک یورپین یہودن نے بیان کیا جبکہ وہ ایذا رسانی کے خوف سے جرمنی سے بھاگ کر فلسطین میں پناہ گزین ہوئی تھی۔

یہ واقعہ کوئی اتفاق سے پیش نہیں آیا تھا بلکہ اس قسم کے ہزاروں واقعات فلسطین میں آئے دن وقوع پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ جرمنی اور دیگر شہروں سے ہزاروں کی تعداد میں جوان جوان خوبصورت خوبصورت دوشیزائیں فلسطین میں پناہ لینے آتی ہیں اور انکی اسی طرح شادی ہوتی ہے اسوقت فلسطین دارالطلاق بن چکا ہے گزشتہ سال ۴۴۰۰ ہزار شادیوں میں سے ۲۲۰۰ شادیاں قومی دارالطلاق میں طلاق کے ذریعہ منسوخ ہو چکی ہیں جبسے مختلف ممالک سے یہودیوں کا اخراج عمل میں آیا ہے۔ ان شادیوں اور طلاق کا رواج عام ہو چکا ہے۔

یہ دل ہلا دینے والے واقعات ہمیشہ پیش آتے رہتے ہیں۔ مختلف یورپین ممالک سے بھاگی ہوئی خوبصورت و رعنا حسین و مہوش دوشیزائیں اپنے زیبائی و دلکشی کے ساتھ فلسطین میں بلکتی اور روتی ہوئی آتی ہیں کہ کوئی بھی ان سے شادی کر کے فلسطین میں رہنے کا حق انہیں سونپ دے کوئی ملک بھی ان کو اپنے یہاں پناہ دینے کو تیار نہیں ہوتا۔ اس لئے آخری امیدگاہ ان کے لئے فلسطین ہوتا ہے۔ اگر خوش بختی سے وہ کسی سے شادی کرنے میں کامیاب ہو گئیں تب تو فلسطین ان کا گھر ہو جاتا ہے اور وہ وہاں ہمیشہ کیلئے سکونت پذیر ہو سکتی ہیں۔ ورنہ فلسطین کی گورنمنٹ ان دوشیزاؤں کو تین ماہ کے بعد گرفتار کر لیتی ہے اور پھر انہیں اپنے اپنے ملکوں میں بھیج دیتی ہے۔ حکومت کا قانون یہ ہے۔ کہ کوئی شخص جو کسی قومیت یا نسل کا ہو سیاح کی حیثیت سے تین ماہ کی مدت سے زیادہ فلسطین میں قیام نہیں کر سکتا۔ اس لئے یہ خوف و دہشت سے بھاگی ہوئی لڑکیاں اگر مدت معینہ میں کسی سے شادی کریں تو انکا فلسطین میں قیام دائمی کا حق حکومت کے قانون کے مطابق ثابت ہو جاتا ہے اور ہمیشہ وہاں رہ سکتی ہیں۔ انہیں شہریت کے تمام حقوق مل جاتے ہیں۔

فلسطین کے یہودی باشندے اپنے ان برگشتہ قسمت بھائیوں اور بہنوں سے بڑی ہمدردی سے پیش آتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اپنی محبت صرف ان یہودنوں کی خوشی کیلئے قربان کر دیتے ہیں جو بھاگی ہوئی ان کے یہاں پناہ لینے آتی ہیں۔ وہ لوگ ان عورتوں سے شادی کر لیتے ہیں۔ تاکہ ان کو حق وطنیت گورنمنٹ کی جانب سے مل جائے۔ اس حق کے لئے صرف ایک دن کی شادی شرط ہے عام ازیں کہ وہ ہمیشہ بیوی کسی کی رہیں یا انہیں طلاق مل جائے۔ دونوں صورتوں میں انہیں حق وطنیت مل جاتا ہے۔

محبت کے تمام قوانین کو پس پشت ڈالکر یہ بدقسمت عورتیں ایک رات کی شادی کا آپس میں معاہدہ کرتی ہیں۔ یہودیوں کا پادری اور سردار اس شادی کی تصدیق کر دیتا ہے۔ اور دوسرے روز وہ طلاق کیلئے اپنی رضامندی ظاہر کر دیتا ہے شادی یا طلاق میں کوئی حرج یا کسی قسم کی دشواری پیش نہیں۔ لیکن طلاق حاصل کرنے کیلئے شرط یہ ہے کہ وہ عورت کم از کم ایک شب بیوی کی حیثیت سے اس مرد کے ساتھ شب باش ہو۔ اس شادی اور طلاق میں کوئی ناگوار امر پیش نہیں آتا کیونکہ وہ مرد اور عورت دونوں ہی جانتے ہیں کہ وہ ایک قومی کام کو سرانجام دے رہے ہیں فلسطین کے باشندوں نے عہد کیا ہے کہ وہ ہر قسم کی قربانی ان بدبخت بھائیوں اور بہنوں کے لئے کرینگے۔

جرمنی یہودیوں کا قصہ

اسی قسم کا ایک واقعہ جرمنی کی یہودن کے ساتھ پیش آیا جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے تعجب خیز اور دلچسپ ہے۔ جب ایک جرمنی کی [illegible] یہودن فلسطین میں پناہ لینے آئی تو اسکے پاس [illegible] کوئی دوست ہی، اور جب سب لوگ جہاز سے [illegible] تو وہ زار زار رونے لگی —— وہ نہیں جانتی تھی کہ [illegible] وہ فلسطین کو اپنا وطن بنا سکیگی۔ جہاز کے ایک [illegible] زار پر بڑا ترس آیا۔ اور اس نے [illegible]

[illegible] ایک [illegible]

ہے وہ اتنی [illegible] تھی کہ [illegible] اس سے شادی کرنے

اور فلسطین میں داخل ہونے کا حق اسے تفویض کرا دے"

بہت سے لوگوں میں ایک ایسے آدمی کی تلاش شروع [illegible] اس کی

شادی کے لیے سڑک پر ایک کار کھڑی تھی اور اس کا یہودی شوفر

اپنے مالک کی آمد کا منتظر تھا۔ اس سے جب اس لڑکی کا حال بیان کیا گیا

تو اس نے فوراً ہی اس میں دلچسپی دکھائی۔ بلکہ فوراً شادی کے لئے تیار ہو گیا۔ شوفر

نے کاغذ کے ایک ٹکڑے پر یہ لکھ کر کار میں رکھ دیا۔ کہ وہ نصف گھنٹے میں

واپس آ جائیگا۔ مالک اس کی غیر حاضری کی وجہ سے اسے نوکری سے برخاست

کر دیا جائے۔ تو وہ اس کے لئے بھی تیار ہے۔ شوفر یہودی لڑکی کے ساتھ شہر

چلا گیا۔ اور وہاں اس لڑکی سے شادی کر لی۔ شوفر صرف عربی اور

عبرو زبان میں گفتگو کر سکتا تھا۔ لیکن دلہن ان دونوں زبانوں سے

نابلد تھی وہ صرف جرمنی اور فرانسیسی زبان بول سکتی تھی اس حیثیت

کے باوجود دونوں میاں بیوی کے رشتہ میں منسلک ہو گئے وہاں سے

دونوں سیدھے اس جگہ گئے جہاں کار چھوڑ کر آئے تھے۔ مالک وہاں

موجود تھا شوفر نے اپنی بیوی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مالک سے کہا۔

"یہ میری بیوی ہے" ——————

مالک مسکرا دیا اور دونوں کو کار میں بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔

[illegible] شادیاں [illegible]

شب کے بعد منسوخ [illegible] جاتی ہیں [illegible]

کہ شادیاں دائمی ثابت ہوئی ہیں۔ اور وہ دونوں ایک دوسرے

سے [illegible] محبت کرنے لگتے ہیں کہ ہمیشہ ایک دوسرے کے

حیات بن جاتے ہیں۔ گو یہ ان کی شادیاں صرف ایک شب

[illegible] نہ ہوئی ہوں۔ [illegible] اور [illegible]

یورپین یہودنیں مجرد یہودی کے بارے میں شادی کے لئے پوچھتی

رہتی ہیں۔ قسمت سے بعض اس تلاش و تجسس میں کامیاب ہو جاتی ہیں

پھر بھی ہزاروں عورتیں ایک شب کے لئے بھی کسی شوہر کو پانے

میں کامیاب نہیں ہوتیں۔ اگر تین ماہ کے قیام کے دوران

میں بھی وہ اپنے مقصد میں ناکام رہتی ہیں تو پھر پولیس ان

کو گرفتار کر لیتی ہے۔ اور انہیں عورتوں کے جیل خانہ بیتلحم

— Bethlehem میں مقید کر دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد

وہ اپنے اپنے ملکوں میں بھیج دی جاتی ہیں۔

قید میں کسی عورت سے شادی کرنا ناممکن ہے۔ اس لئے

عورتیں تین ماہ کی مدت میں شادی کرنے کے لئے بیقرار نظر آتی

ہیں۔ اس لئے فلسطین آجکل ایک شب کی شادی کا مرکز بنا

ہوا ہے" ——————

ایک تمنا!

از جناب عبدالرشید قمر صدیقی

پھولوں کی ایک حسین سحر فروش وادی ہو
گلاب، لالہ نے آگ لگا رکھی ہو
ہر چہار سُو ——
پھول کھلکھلا رہے ہوں ——
کلیاں مسکرا رہی ہوں ——
ہوائیں نشہ ریز ہوں ——
فضائیں عطر بیز ہوں ——
عالم سکوت ہو ——
دور ... بہت دور ——
نقرئی چشمے کے کنارے ——
آبنوس کے درخت پر ——
ایک پنچھی کی حسرت انگیز تانیں
توڑ رہی ہوں ——
طلسم خاموشی کو ——

—۲—

اس رنگین فضا میں ——
سمٹ گئی ہوں ——
تمام نکہتیں — لطافتیں ——
فردوس بریں کی ——
لیے بس ——
میں اور میری ساحرہ ——
اس گلپوش وادی میں ——
ہجوم جمال میں ——
بیٹھے ہوں — بالکل تنہا ——

دُور ——
ہنگامہ زار ہستی سے بہت دُور

—۳—

ساحرہ کی آنکھوں میں ——
جو نرگسی۔ کافر سیاہ آنکھوں میں
چمک ہو ——
محبت کی — لافانی محبت کی
وہ مسکرا رہی ہو ——
جو ہیرے کی [illegible] کی طرح
[illegible] ——
اس کے گلاب سا لبوں پر ——

—۴—

پھولوں کی وادی میں ——
فسوں گری ہو — محبت کی ——
ہر چیز پہ چھائی ہو محبت ——
میں اپنی ساحرہ ——
محبوب ساحرہ ——
من مندر کی دیوی ——
کی پرستش کر رہا ہوں ——
اور نچھاور کر رہا ہوں ——
پریم کی [illegible] پھول
اس کے [illegible] پر ——
[illegible] وادی میں ——

حسن پرستی کا خمار

از حکیم مظفر حسین صاحب اظہر دہلوی

"کیوں صاحب! یہاں قابلِ دید عمارتیں کون کون سی ہیں؟"

یہ سوال ایک جوان نے بمبئی نمبر ۲ کے ہوٹل عشرت محل کے اندر اپنے پاس کھڑے ہوئے ایک ادھیڑ عمر آدمی سے کیا۔

سوال کی وضع قطع مولویانہ ہے اور وہ اپنے لباس سے موبہتہ وہ آگرہ وال وعدہ کا معلوم ہوتا ہے ——— اور جس سے سوال کیا گیا وہ شاید بمبئی یا اسی علاقہ کا فرزند ہے۔ ———

مولانا گر نے مولوی نما مسافر کے چہرے پر گہری نظر ڈالی۔ گویا اسکا عمیق مطالعہ کرکے اسکا جائزہ لیا۔ اور پھر جواباً بولا ———

"مولوی صاحب! معلوم ہوتا ہے کہ آپ یہاں نووارد ہیں؟"

مولوی۔ جی! مجھے یہاں آئے ہوئے ایک ہفتہ ہوا ہے۔

اجنبی۔ خوب اور آپ کا اسمِ شریف! ———

مولوی۔ عاجز کو عطاء الرحمٰن کہتے ہیں اور آپ کا اسم مبارک

اجنبی۔ نام تو اللہ کا ہے۔ مگر مجھے لوگ جھنڈے خاں کہتے ہیں۔

عطاء الرحمٰن۔ مگر آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔

جھنڈے خاں۔ معاف کیجئے گا، باتوں میں خیال ہی نہیں رہا۔ صنوبات یہ ہے کہ اس شہر میں دہلی، آگرہ اور لاہور وغیرہ شہروں کی مانند کوئی تاریخی قدیم یا مشہور عمارت تو نہیں، البتہ سرکاری عمارتیں وسیع اور فلک نما ہیں، مگر ان میں قابلِ دید کوئی بات نہیں، یہ تاج محل ہوٹل تو وہ خصوصیات کا حامل تو ضرور ہے لیکن اس کی ایک سیر کی فیس تیس روپے ہے جسے صرف رئیس و نواب ہی ادا کر سکتے ہیں۔

عطا۔ اوہو۔ ———

جھنڈے۔ پھر بھی ہمارے عظیم الشان شہر بمبئی کی دلچسپیاں نہایت درجے کی دلفریب ہیں۔ ———

عطا۔ ہاں۔ مگر وہ دلچسپیاں کیا ہیں۔ ———

جھنڈے۔ سمندر کے کنارے زندہ حسن کے ملاتک فریب نظارے ——— معاف کیجئے گا مولوی صاحب! اگرچہ سرکار کی داڑھی اور وضع قطع مولویانہ ہے، تاہم بندہ ناک چاٹ کر کہتا ہے کہ آپ تو بڑے حسن پرست ہیں! کیوں کیا میں جھوٹ کہتا ہوں! مگر کیوں نہ ہوں ماشاء اللہ چشم بددور۔ جوان ہیں۔ وجیہہ ہیں اور........

عطا۔ آپ عاجز کو کانٹوں میں گھسیٹتے صاحب۔ ———

جھنڈے۔ سچی بات ہے! ابھی یہی زمانہ تو حسن پرستی کا ہے، جناب مولوی صاحب! ———

عطا۔ یعنی حسن، درحقیقت اسی نورِ مستور کی شعاع ہے جس نے حضرت موسٰی کو کوہِ طور پر بےہوش و مدہوش کر دیا تھا، لہٰذا حسن پرستی عبادت سے کم نہیں، انسان فطرتاً حسن پرست ہے، بچہ پھول کو بھی چاہتا ہے اور شمع کو بھی پکڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور حدیث ہے ان اللہ جمیل ویحب الجمال یعنی خدا حسین ہے حسینوں کو پیار کرتا ہے۔ ———

جھنڈے۔ واہ واہ میرا خیال درست نکلا، مجھے خوشی ہے کہ آپ زاہد نہیں بلکہ زندہ دل انسان ہیں ماشاء اللہ۔

عطا۔ یہاں حسن کے جلوے کس مقام پر خصوصیت سے نظر آتے ہیں۔

جھنڈے۔ سمندر کے کنارے بخصوصاً چوپاٹی کی شام میں بس یہی تو وقت ہے! ——— اور مولوی جی! جو شخص بمبئی آیا اور اس نے چوپاٹی نہیں دیکھی تو گویا اس بدنصیب نے کچھ بھی نہیں دیکھا وہی بات کر دی میں بارہ برس رہے اور بھاڑ ہی جھونکا۔ اور جس خوش نصیب نے وہاں کے جلوے دیکھے گویا جیتے جی حورانِ جنت کی زیارت کی۔

عطا۔ خوب! ———

جھنڈے۔ اگر آپ پسند کریں تو میں آپ کے ساتھ چل کر آپ کو چوپاٹی کی سیر کرا دوں

عطا۔ مگر آپ کو تکلیف ہو گی۔ ———

جھنڈے۔ نہیں نہیں، آپ یہاں مسافر وارد ہیں پس آپ کی خدمت کرنا میرا فرض ہے، میں حاضر ہوں۔ ———

عطا۔ شکریہ! آپ بڑے ہی نیک آدمی ہیں۔ ———

جھنڈے۔ آپ کس شہر کے رہنے والے ہیں؟ ———

عطا۔ ضلع بدایوں کا باشندہ ہوں۔ ———

جھنڈے۔ خوب۔ ———

وہ یہ سنکر مسکرا دیا اور پھر سوال کیا کہ یہاں کس غرض سے آنا ہوا۔ کیا صرف بمبئی دیکھنے ہی تشریف لائے ہیں۔ ———

عطا۔ جی نہیں دراصل بات یہ ہے کہ میں نے یہاں کی لاٹری کا ایک ٹکٹ خریدا تھا اور قسمت نے میری یاوری کی چنانچہ خدا تعالیٰ نے دس ہزار کی مالیت کا ایک مکان مجھے لاٹری میں عطا فرمایا، پس اسی سلسلے میں یہاں آنا ہوا۔ ———

جھنڈے۔ بہت خوب، مبارک ہو، میری بڑی خوش نصیبی ہے کہ آپ جیسے بختاور سے میری ملاقات ہو گئی۔ ہاں تو وہ مکان آپ کو مل گیا ہو گا؟ ———

عطا۔ مل گیا اور میں نے فروخت بھی کر دیا۔ بس اب جلدی گھر کا ارادہ ہے۔

جھنڈے۔ اور چوپاٹی کی سیر ———

عطا۔ ضرور کروں گا۔ آپ نے میرے دل میں آتش شوق بھڑکا دی ہے تو چلئے ابھی چلئے۔ ———

جھنڈے۔ اچھا چلئے۔ ———

۲

شاہد، مہر عالم افروز چوپاٹی کے کافر ماجرا حسن کے جلوے دیکھ کر گویا خاک و حسد کے سمندر میں غرق ہو رہا ہے ——— اور حضرت مولوی عطار الرحمن بدایونی جھنڈے خاں کی رفاقت میں حسن بے حجاب کے نگاہ سوز نظارے دیکھتے ادھر میں آ رہے ہیں، خدایا ان کے ہوش و خرد کو غارت گری سے بچانا! ———

مولوی عطا۔ سبحان اللہ، سبحان اللہ، یہاں تو گویا حسن کا بازار لگا ہوا ہے! نہیں نہیں شاداب اور دلفریب چمن کھلا ہے، جس کا ایک ایک غنچہ و گل حریف ہوش اور خرد سوز ہے۔

جھنڈے۔ اجی مولوی صاحب قبلہ ابھی آپ نے دیکھا ہی کیا ہے چلئے آگے تشریف لے چلئے۔ ———

آگے چلتے چلتے باتیں کرتے جاتے ہیں (ایک نازنین کو دیکھ کر)

عطا۔ واہ وا۔ اُف ———

کیا تنِ نازک ہے جس تن سے حسد اس جاں کو ہے
کیا بدن کا رنگ ہے تہ جس کی پیراہن پہ ہے

(ایک اور کو دیکھ کر) واہ ایک سے ایک بڑھ کر۔ یہ اندر کا اکھاڑا ہے یا خلد بریں کی حوریں۔ ———

جھنڈے۔ میں نے پہلے ہی عرض کیا تھا مولوی صاحب قبلہ! دیکھئے یہاں حسن ہے بے نقاب! ———

عطا۔ لاجواب۔ اور پھر بے شمار اور بے حساب

جھنڈے۔ ہاں جناب۔ مگر سچ بتائیے کہ ایسے جلوے پہلے کبھی کہیں دیکھے آپ نے۔ ———

عطا۔ جی نہیں ہرگز نہیں، ہمارے وطن اور صوبے میں تو لڑکیوں ہزاروں میں ایک آدھ شکل ہی اچھی نظر آتی ہے اور وہ بھی بچپن کے بعد تاہم وہ بمبئی کی پریوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی واللہ نہیں کر سکتی

جھنڈے۔ آپ کی شادی تو ہو چکی ہے نا؟ ———

عطا (مردہ دلی سے) ہاں! ——— مگر ———

جھنڈے۔ مگر کیا! فرمائیے دل کا حال نہ چھپائیے۔

عطا۔ کچھ نہیں۔ ———

جھنڈے۔ خیر آپ کا نیاز مند سمجھ گیا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی گھروالی خوبصورت نہیں، اسی واسطے وہ آپ کو پسند نہیں۔

یہ سنکر مولوی صاحب مسکرانے لگے اور زبان حال سے اس بات کا اعتراف کیا، دونوں آگے بڑھے تو بائیں ہاتھ ایک بنچ پر ایک پرکالہ آتش جلوہ گر نظر آئی، جس کے چہرے پر مولوی کی نادیدہ نظر گویا جم کر رہ گئی وہ ٹھٹک گئے۔ مگر جھنڈے خاں بے باکانہ نازنین کی طرف بڑھا اور بولا۔ آہا زہرہ بائی ہیں۔ ———

زہرہ بائی۔ آئیے استاد جی خیریت سے تو ہیں۔ تشریف رکھئے (مولوی صاحب سے) آئیے آپ بھی تشریف رکھئے (جھنڈے خاں سے) آپ کی تعریف۔ ———

جھنڈے خاں۔ آپ یوپی کے رئیس ہیں اور بڑے بختاور۔ ابھی دس ہزار کی لاٹری نکلی ہے اور اسی سلسلے میں یہاں آئے ہیں ——— (دیکھ آنکھوں ہی آنکھوں میں بھی کہا) ———

زہرہ۔ خوب میری مبارکباد قبول فرمائیے مولوی صاحب (جھنڈے خاں سے) مگر آپ نے مولوی صاحب کا اسم شریف تو بتایا ہی نہیں۔

جھنڈے۔ آپ کا اسم گرامی ہے مولوی عطار الرحمن صاحب بدایونی۔

زہرہ۔ خوب تو آپ بدایوں کے ہیں۔ بدایوں اور اس کے باشندے تو بہت مشہور ہیں۔ ———

عطا۔ (جھنڈے خاں سے) مگر آپ نے ان صاحبہ سے تو میرا تعارف کرایا ہی نہیں۔ ———

جھنڈے۔ آپ زہرہ بائی مشہور فلم سٹار ہیں، آپ نے ان کا نام ضرور سنا ہو گا، ہندوستان بھر میں مشہور ہیں ———

عطا۔ خوب خوب۔ آپ کو دیکھ کر طبیعت بے حد خوش ہوئی۔ آپ تو

بڑی ہی خلیق ہیں۔ ——————

زہرہ۔ آدمی کیا دیوتا صفت ہے ——————
یہ کہکر مولوی صاحب سے ہاتھ ملاتی ہے تو ان کے بدن میں بجلی سی
دوڑ جاتی ہے اور دل زور زور سے دھڑکنے لگتا ہے

زہرہ۔ مولوی صاحب میری ایک درخواست ہے، دیکھئے اگر آپنے
انکار کیا تو مجھے سخت رنج ہوگا۔ ——————

مولوی صاحب۔ میری مجال نہیں کہ انکار کروں۔

زہرہ۔ تو کل غریب خانہ پر تشریف لاکر نان و نمک قبول فرمائیے
آپ مسافر ہیں حسن اتفاق سے آپ سے ملاقات ہو گئی ہے، پس آپکی
مہمانداری میں اپنا فرض سمجھتی ہوں! استاد جھنڈے خاں۔ ایک
تکلیف آپ کو بھی کرنی ہوگی۔ آپ کل دس بجے میری کوٹھی پر آئیے
اور میری کار لیجا کر مولوی صاحب کو میرے ہاں پہنچائیے۔

جھنڈے خاں۔ بہتر ہے ——————

مولوی صاحب کی حالت خراب سی ہونے لگی۔ اور وہ ظلم شعار سے
رخصت ہو کر واپس ہوئے، جھنڈے خاں پہلے کو اٹھکر تھامتے ہوئے سنبھال سکے۔

~~~~~~~ ۳ ~~~~~~~

مولوی عطاء الرحمن، عشرت محل ہوٹل میں ایک نواڑی پلنگ پر خاص
شان سے بیٹھے ہیں! اور ان کے پہلو میں زہرہ بائی جلوہ فروش ہیں۔
شب عیش عدم آباد کا سفر کر چکی ہے۔ چنانچہ افق مشرق کی روشنی اور
ایکٹرس کا کارہ لباس امر کی شہادت بہم پہنچا رہے ہیں۔
زہرہ اپنی سریلی آواز میں بولی، مولوی صاحب لائیے میری امانت!

مولوی۔ زیور، اچھا لیجئے الماری سے نکالے دیتا ہوں۔
یہ کہکر انہوں نے سرہانے کی الماری کھولی اور اپنا داہنا ہاتھ اس میں
داخل کر کے آنکھوں کی مدد کے بغیر ہی ادھر ادھر دوڑایا، خوب ٹٹولا
مگر وہ خلاف معمول مطلوبہ چیز سے نہیں ٹکرایا، لہذا مولوی صاحب نے
اٹھ کر شے مطلوبہ الماری میں تلاش کی۔ —— لیکن ہاتھ کچھ بھی
نہیں آیا —— اب تو گویا ان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اور
وہ سخت حیران و پریشان ہو گئے، چنانچہ بولے —— یہاں تو زیور کی
پوٹلی کہیں نہیں ہے۔ ——————

زہرہ۔ ایں! نہیں۔ کیا نہیں سچ کہتے ہو یا نہیں آپ مذاق کر رہے ہیں
مولوی۔ خدا کی قسم میں سچ کہہ رہا ہوں ——————

زہرہ۔ تو وہ میرا پندرہ ہزار کا زیور کہاں گیا؟ ——————
مولوی۔ خدا ہی جانے، کیا الماری کھا گئی۔ یہاں تو کوئی آیا گیا بھی

نہیں، یہ معلوم کیا اسرار ہے ——————

زہرہ۔ ہائے ہائے میں تو لٹ گئی۔ ——————
میں اس وقت ایکٹرس کی جان ہی آ گئی، مگر خدا جانے وہ حقیقی تھی
یا کہ بناوٹی۔ پھر دومنٹ بعد جھنڈے خاں بھی آ پہنچے، جان ہو چکے۔
مجلس کا رنگ بدلا ہوا تھا، یہ دیکھکر جھنڈے خاں نے واقعہ پوچھا تو
زہرہ چیخ کر بولی میں لٹ گئی۔ تباہ ہو گئی، ہائے ہائے میرا پندرہ
ہزار کا زیور جاتا رہا۔ ——————

جھنڈے خاں۔ مگر بات تو بتاؤ واقعہ کیا ہے۔

زہرہ۔ رات سونے سے پہلے میں نے اپنا تمام زیور اتار کر ان
حضرت کو دے دیا تھا کہ حفاظت سے رکھ دیں، مگر وہ صبح کو طلب کیا
تو فرماتے ہیں کہ زیور الماری میں نہیں۔

جھنڈے۔ کیوں مولوی صاحب! کیا یہ بات سچ ہے۔

مولوی۔ جی ہاں، انہوں نے اپنا زیور مجھے دیا تھا اور میں نے وہ
اس الماری میں رکھ دیا تھا۔ مگر صبح کو دیکھا تو ندارد۔ خدا جانے زمین
کھا گئی یا آسمان، مگر حیرت ہے کہ نقدی کی تھیلی موجود ہے۔

جھنڈے۔ یہ تو بڑا غضب ہوا مولوی جی۔
اس اثناء میں ہوٹل کے دو نوکر بھی آ پہنچے اور واردات سنکر حیران رہ گئے
جھنڈے۔ مولوی جی آپ کے ہوتے ہوئے زیور کیسے چلا گیا اور کہاں
چلا گیا یہ بات تو بالکل سمجھ میں نہیں آتی۔

مولوی۔ میں بھی حیران اور سخت پریشان ہوں۔

جھنڈے۔ آپ رات باہر تو نہیں گئے۔

مولوی۔ کوئی تین بجے۔ استنجے کے واسطے اٹھا تھا۔

یہ سن کر حاضرین مولوی کا چہرہ معنی خیز نظروں سے دیکھنے لگے۔

زہرہ۔ لوگو میں لٹ گئی، میرا انصاف کرو۔
مولوی نے تمام کمرا چھان مارا، چپہ چپہ تلاش کیا، بستر بار بار الٹ پلٹ
کر کے دیکھے! —— مگر بے سود! —— اب تو گویا ان کے
پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی اور کاٹو تو لہو نہیں بدن میں۔
ادھر ایکٹرس اپنے زیور کو زار زار رو رہی تھی، اور ہاں تو ہوٹل کو سر پر
اٹھائے لیتی تھی —— اور جھنڈے خاں۔ ہوٹل کے نوکر اور باقی
حاضرین سب مولوی کو آنکھوں ہی آنکھوں میں ملامت کر کے چپ
بنا رہے تھے —— ماں بولی۔ یہ مولوی کا بہروپ! اور یہ کہ غیرت والو
میرا زیور پندرہ ہزار کا ہے، اور جن دوکانوں سے خریدا گیا وہ گواہ ہیں
—— لو میں تھانے میں جا کر رپٹ لکھواتی ہوں، ان سالک کے قتل
~~~~~~~

کا ہمارا ... ہو یا ... کے سب ... ہو جائیں گے
داروغہ کا ... ہے جیل کی ہوا کھانی ہوگی۔

جھنڈے۔ گھبرانا اور جلدی نہ کرو ابھی تھانے جانے کی ضرورت نہیں ہے، مولوی صاحب بڑے شریف اور عزت دار آدمی ہیں، گھر ہی میں فیصلہ ہو جائیگا، شریف کے لئے جیل موت ہے۔ ———

زہرہ۔ بڑے شریف! ———

ماں۔ شریف اور عزت دار ہی تو کیا کرتے ہیں، ڈاکے ڈالتے ہیں

مولوی۔ میں نے ہرگز بے ایمانی نہیں کی۔ ———

جھنڈے۔ مگر ان لوگوں کا پندرہ ہزار کا زیور تو چلا گیا، یہ بہت بڑا نقصان ہے۔ اسکی تلافی ہونی چاہئے۔ ———

مولوی۔ کمرے میں کوئی بھی آیا گیا نہیں، نہ زہرہ بائی باہر گئیں اندر ہم دونوں اور باہر دیگر آدمی موجود تھے، پھر زیور کون لے گیا، اگر چور آیا تو روپیہ کیوں نہیں لے گیا۔ ———

جھنڈے۔ اجی اچھا ہی ہوا، خدا کا شکر کرو۔ اچھا اب یہ سوچو کہ یہ مصیبت کیسے ٹالی جائے۔ ———

ماں۔ جا بجو۔ تھانے جا کر رپٹ لکھا۔ ———

یہ سنکر ... مولوی کی گویا جان ہی تو نکل گئی۔ ———

جھنڈے۔ صبر کرو، ذرا ٹھہرو، اگر تھانے میں گئے بغیر ہی کام چل جائے تو کیا برا ہے۔ ———

آئیے مولوی صاحب ہم آپ ذرا الگ چل کر باتیں کریں۔

مولوی۔ چلو۔ ———

~~~~~~~~ ۴ ~~~~~~~~

رپٹ۔ پولس۔ تھانہ۔ حوالات اور جیل کے تصورات اور تخیلات نے حسن پرست مولوی عطاء الرحمن بدایونی کو لرزہ براندام کر دیا تھا، بمبئی شہر اور پردیس میں ان کا کون بیٹھا تھا، پس وہ مجرم نہ ہونے کے باوجود اپنے آپ کو مجرم سمجھ رہے تھے۔ یہ حقیقت ہے کہ خواہ وہ گنہگار ہوں مگر مجرم یعنی ایکٹرس کے زیور کے چور نہیں تھے، مگر اس بدقسمتی کا کیا چارہ کار تھا کہ حالات نے ان سب کی نظروں میں چور بنا دیا تھا۔ بڑی خیر گذری کہ استاد جھنڈے خاں کی دوستی ان کے آڑے آئی۔ ایکٹرس کا دعویٰ تھا کہ اس کا زیور پندرہ ہزار کا تھا اور اس نے فہرست بھی گن دی، جسکا یقین بدایونی مولوی اور سب کو آگیا۔ استاد نے مولوی کو سمجھایا کہ حالات آپ کے خلاف ہیں، سب لوگ آپ ہی کو ... سمجھ رہے ہیں، پردیس کا معاملہ ہے، آپ کا بچاؤ

... کار نہیں ... اگر ... ہو گئی تو ... کی ... کرنے دیجئے ایکٹرس کو ... جائے اور معاملہ ... ہی میں دبا لیا جائے، مولوی صاحب اپنے ... سے ہونا چاہئے، آپ ہی میرے خیر خواہ ہیں، آپ کا ... منظور ہو گا۔ ———

اسوقت مولوی صاحب کے پاس آٹھ ہزار پانسو پچاس روپیہ باقی تھا، استاد جھنڈے خاں نے ایکٹرس اور اس کی ماں کے سامنے ہاتھ جوڑے، ہزاروں منتیں کیں تو وہ بڑی مشکل سے ساڑھے آٹھ ہزار پر رضامند ہو گئیں، چنانچہ یہ رقم اس کے حوالے کر دی گئی، مولوی بدایونی نے خدا کا ہزار ہزار شکر ادا کیا کہ اس نے مجھے یہ سزا میری بدکاری اور گناہ کی دی ہے، بہرحال وہ دس ہزار میں سے پچاس لیکر اپنے وطن کی طرف روانہ ہوئے ــــ باقی رقم خراج حسن سمجھی چاہئے

~~~~~~~~ ۵ ~~~~~~~~

استاد جھنڈے خاں کا پلاٹ، اور ایکٹرس کا ڈراما کامیاب اور زربخش ثابت ہوا، چنانچہ چار چار ہزار سے زیادہ کی رقم ان آرٹسٹوں کے قبضے میں آئی۔ ———

ناٹک یہ کھیلا گیا کہ جب مولوی صاحب نصف شب کو قضائے حاجت کے واسطے اٹھے تو عین اسوقت ایکٹرس بھی اٹھی اور اس نے چپکے سے زیور کی پوٹلی نکال کر ماں کے حوالے کی، جس نے اسے فوراً گھری زمین دوز نالی میں پھینک کر بہا دی۔ ———

شاید یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ زیور مصنوعی اور نقلی سونے کا تھا اور اس کی قیمت دس روپیہ بھی نہیں تھی! ———

کلکتہ بمبئی ایسے شہروں میں ایسے ڈرامے اکثر کھیلے جاتے ہیں، مگر لوگوں کی آنکھیں اس کے باوجود نہیں کھلتیں، ایکٹر اور ایکٹرس کی ہستی نے بھی جرائم میں کچھ کم اضافہ نہیں کیا۔

اگر آپ کو یہ شکایت ہوتی ہے

کہ آپ کو کسی ماہ کا پرچہ نہیں ملا تو اس کا مطلب یہ نہ سمجھئے کہ آپ کو پرچہ بھیجا ہی نہیں گیا حالانکہ ایسا کرنا ہمارے نزدیک ایک نہایت گرا ہوا فعل ہے اور اس صورت میں جبکہ آپ سال بھر کے لئے قیمت ادا کر چکے ہوں اور تجارتی زاویۂ نگاہ سے تو خودکشی کے برابر۔ تو پھر یہ سمجھئے کہ آپکا پرچہ کسی ڈاک کے ڈاکو نے اڑا لیا اور اس صورت میں ایک شکایت ... اپنے حلقہ کے سپرنٹنڈنٹ کو اور ایک خط ہمیں ... ہم پرچہ دوسری بار بھجوا دیں گے اور محکمہ ڈاک کے دروازہ پر دستک دیں گے کہ اس اندھیر کا انسداد کیا جائے۔ منیجر۔

شمع اور میں!

از علامہ رسا ہمدانی گیاوی ٹرپل ایم اے
(گولڈ میڈلسٹ) ایڈووکیٹ

کیا بتاؤں جو گذرتی ہے شبِ فرقت میں ——
اُف، وہ بیتابیٔ الفت سے پریشاں ہونا ——
—— ہائے وہ درد کا اُٹھ اُٹھ کے کلیجہ ملنا
—— چُھپکے چُھپکے شبِ تاریک میں گریاں ہونا
تھام کر دل کبھی حسرت سے کلیجہ تکنا ——
شکل آئینہ کبھی یاس سے حیراں ہونا ——
—— لب پہ آ آ کے وہ فریاد و فغاں کا رُکنا
—— خوفِ رُسوائی سے انگشت بدنداں ہونا
ہائے وہ درد، وہ بے چینی، وہ اُلجھن، وہ تڑپ ——
ہر گھڑی اُف، وہ خیالِ رُخِ جاناں ہونا ——
—— سامنے آنکھوں کے تصویرِ قیامت آئی
—— یاد آیا جو کبھی اُن کا خراماں ہونا
آپ ہی آپ کبھی دل کو تسلی دینا ——
آپ ہی آپ کبھی اشک بداماں ہونا ——
—— اُف، وہ پروانوں کا جلنا، وہ مرا یہ کہنا
—— میری قسمت میں نہ تھا یار پہ قرباں ہونا
اشک آتے رہے نیند آئی نہ آنکھوں میں رسا
صبح تک شمع نے دیکھا مرا گریاں ہونا

کچھ تم ہی بتاؤ

از جناب ساغر چشتی اوجینی

یہ دشت یہ گلزار یہ کہسار یہ غاریں
یہ وادیٔ سرسبز یہ بگلوں کی قطاریں
یہ کیف میں ڈوبی ہوئی ساون کی پھواریں
یہ وقت جدائی میں کہو کیسے گذاریں
کچھ تم ہی بتاؤ

یہ رقص ہیں طاؤس کے یہ رنگین فضائیں
یہ شور مچاتے ہوئے بادل کی صدائیں
ایسے میں وہ آغازِ جوانی کی ادائیں
کیوں یاد نہ آئیں ہمیں کیوں یاد نہ آئیں
کچھ تم ہی بتاؤ

گھنگور گھٹاؤں میں یہ بجلی کے شرارے
یہ کرمکِ شب تاب یہ اُڑتے ہوئے تارے
یہ جھیل یہ تالاب یہ سیر اُسکے کنارے
کیوں عاشقِ مہجور سے کرتے ہیں اشارے
کچھ تم ہی بتاؤ

راتوں کو فلک پہ نہیں آتے مہ و اختر
بجلی کے چمکنے سے چمک جاتا ہوں اکثر
یہ عالمِ تنہائی یہ سناٹے کا منظر
اس وادیٔ پُرہول میں نیند آئے تو کیونکر
کچھ تم ہی بتاؤ

یہ ساغر و صہبا یہ محبت یہ جوانی
یہ ابر یہ بجلی یہ برستا ہوا پانی
یہ کشتی و ساحل یہ سمندر یہ روانی
کیوں دیکھ کے ششدر ہیں مری اشک فشانی
کچھ تم ہی بتاؤ

نسوانی دنیا

عورت کا معیار زندگی

[illegible] صاحب

ایک عورت کے ہنگامہ خیز اور معرکہ آرا خیالات

میری زندگی کا معیار خواہ کچھ ہو لیکن اتنا تو طے ہے کہ میں ملکہ نورجہاں کی طرح حکمرانی کرنا کسی صورت میں بھی پسند نہ کروں گی مجھے اس کی خواہش نہیں ہے کہ نورجہاں کی طرح دسیع اقتدار حاصل ہو میں تو ایک معمولی عورت بننا اس سے بدرجہا بہتر سمجھوں گی۔ میرے اندر یہ خواہش تو فطری طور پر موجود ہوگی کہ میں دولت و ثروت کی مالک ہوں لیکن شادی بیاہ اور وراثت کے ذریعہ ملی ہوئی دولت و ثروت میرے لئے ہرگز قابل قبول نہیں ہوسکتی بچپن میں میرے دماغ میں اکثر یہ خیال پیدا ہوتے رہتے تھے۔ کہ کاش میں کسی راج گھرانے میں پیدا ہوئی ہوتی۔ لیکن میرا اب وہ خیال یک لخت بدل چکا ہے اور اب تو میں ایک مہارانی یا ایک سیٹھانی بننے کے تصور کو بھی پسند نہیں کر سکتی۔ کم سے کم مہارانی بننا تو میں کسی حالت میں قبول ہی نہیں کر سکتی۔

تو کیا میں کستوری بائی گاندھی بننا چاہتی ہوں؟ آرزو تو کچھ ایسی ہے مگر ہوائی قلعہ تعمیر کرنا آسمان کے تارے توڑنے کی تمنا سے کچھ کم مضحکہ خیز نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اتنے بڑے بزرگ انسان کی رفیقہ حیات بننا ہر عورت کا کام نہیں ہے اس کے لئے بڑے خلوص و ایثار اور قربانی کی ضرورت ہے ایسے مقدس اور پاک نفس انسان کی شریک زندگی وہی عورت ہو سکتی ہے جو اس کی طرح مقدس اور پاک نفس ہو۔ محترمہ کستوری بائی جس مرتبہ کی خاتون ہیں۔ میں وہاں تک پہنچنے کا حوصلہ نہیں کر سکتی ان کا سا خلوص و ایثار اور ان کا سا تقدس و احترام حاصل کرنا میرے امکان کی بات نہیں۔ خلاصہ یہ کہ میں ملک کی ان دو نامور عورتوں میں سے ایک کو بننا میں پسند ہی نہ کروں گی اور دوسری بننا میرے امکان کی بات نہیں۔ پھر بھی میرے ملک میں ایسی بہت سی خواتین ہیں جن کے نقش قدم پر چلنا میرے لئے مسرت کا باعث ہوگا۔

حب الوطنی

میرے اندر کملا نہرو یا نجمانی کی تقلید و پیروی کا جذبہ یقیناً پیدا ہو سکتا ہے اور میری دلی آرزو ہوگی کہ انہیں کی طرح میں بھی ملک اور قوم کے لئے ایثار و قربانی کروں [illegible] ہے کہ ان کے اندر شوہر پرستی کا [illegible] حب الوطنی کا [illegible] شوہر [illegible] ایک [illegible] محب وطن ہیں اس لئے مجھے یقین ہے۔ کہ وہ شوہر پرستی اور حب وطنی کی کشمکش میں کبھی مبتلا نہ ہوتی ہونگی۔ ان کیلئے تو یہ دونوں چیزیں ایک ہی حیثیت رکھتی ہوں گی۔

کملا نہرو کی صرف یہی خوبی نہیں ہے کہ انہوں نے اپنے نامور شوہر کے ساتھ نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے زندگی گزاری۔ میں پنڈت جواہر لال نہرو کی حیثیت سے جن کملا نہرو کو دیکھتی ہوں۔ حقیقت میں وہ اس سے کہیں اعلیٰ و برتر ہیں۔ یہ کملا نہرو ہی کی شخصیت کا اثر تھا جو پنڈت جواہر لال نہرو ملک کیلئے غیر معمولی قربانی پیش کر سکے۔ اور ملک کے جلیل القدر قائد اور رہنما بن سکے جواہر لال سے پہلے ان کی بیوی نے اُسے محسوس کیا کہ خاندانی نصب العین کے علاوہ ان کے شوہر کو ایک اور اعلیٰ نصب العین کی تکمیل کرنی ہے۔ وہ اپنے شوہر سے عمیق محبت رکھتی تھیں اور ان کے ایثار و قربانی کو نہایت ارادت و عقیدت کی نگاہ سے دیکھتی تھیں۔ جواہر لال جو ملک کیلئے بڑے بڑے آلام و مصائب خوشی خوشی برداشت کر لیتے تھے۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ کملا نہرو کی محبت و ہمدردی ہر صورت میں ان کے شریک حال رہتی تھی۔ میری تمنا اور دلی تمنا ہے کہ میں بھی انہیں کی طرح ایک قابل تقلید شوہر کی ایک قابل تقلید شریک زندگی بنوں۔

حسن خیال و بیان

اگر میں سروجنی نائیڈو بن سکوں تو اسے بھی بخوشی قبول کر سکتی ہوں میں جب بھی ان کے کلام کا مطالعہ کرتی ہوں میری اس تمنا میں جوش و ہیجان پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ انہیں کی طرح میں بھی شاعری کرنے لگوں سروجنی نائیڈو کی طرح خوبی اور خوش اسلوبی سے اپنے جذبات و خیالات کے اظہار پر بہت کم لوگ قادر ہوسکتے ہیں۔ میں چاہونگی کہ مجھے بھی بلبل ہند کے خطاب سے مخاطب ہونے کا شرف و امتیاز حاصل ہو۔ میری یہ بھی خواہش ہوگی کہ میں مشرق کی بیداری کی داعیہ کہلاؤں۔ مجھے بلبل شاعرہ بننے کی تمنا ہے۔ میں بھی ایک ایسا [illegible] ہندوستان کی

[illegible]

[illegible] بہت فخر و مباہات [illegible]

اصلاح پسندی

[illegible] شاہنواز کی طرح ایک اصلاح پسند اور سماجی [illegible] بیگم شاہنواز نے سماج اور خصوصاً طبقۂ نسواں کی اصلاح میں جس خلوص اور ایثار و دلسوزی و جانفشانی سے کام لیا ہے وہ اس قابل ہے کہ ایک ترقی پسند عورت ان کی تقلید و پیروی کرے۔ اس میں شک نہیں کہ سماج کی اصلاح کا مشکل اور دشوار کام [illegible] جلسے اور جلوس اور بغیر ہنگامہ خیز کانفرنسوں اور پرشور نعروں کے ہوتا ہے پھر بھی وہ نہایت تعمیری اور ٹھوس ہوتا ہے۔ میری دلی آرزو ہے کہ میں بھی بیگم شاہنواز کی طرح ایک عملی اور سرگرم اصلاح پسند عورت بنوں اور اپنی پسماندہ اور مجبور بہنوں کی اصلاح و ترقی کی خدمت میں اپنی جان عزیز قربان کر دوں۔ بیگم شاہنواز کی ذات نہ صرف مسلمانوں کیلئے بلکہ پورے ملک کیلئے سرمایۂ فخر و ناز ہے۔ بیگم شاہنواز نے ایک نصب العین معین کر لیا ہے اور اس کی تکمیل کیلئے انہیں کسی قربانی سے بھی دریغ نہیں۔ میں اپنے کو انتہائی خوش قسمت سمجھتی اگر مجھ میں بھی انہیں سا عزم و حوصلہ اور انہیں کا سا ولولۂ عمل ہوتا۔

کارگزاری اور فرض شناسی

میں محترمہ وجے لکشمی پنڈت بننا بھی بڑی خوشی سے منظور کروں گی۔ میں سیاسی زندگی کو بیحد پسند کرتی ہوں۔ خصوصاً سرکاری منصب کیساتھ رائے عامہ کا معتمد علیہ بننا میرے نزدیک ایک عورت کے لئے بہت بڑی عزت ہے۔ محترمہ پنڈت ایک بڑے باپ کی بیٹی اور ایک بڑے بھائی کی بہن ہیں۔ ان کے شوہر بھی ہندوستانی سیاسیات میں ایک خاص امتیاز رکھتے ہیں۔ آپکے بھائی پنڈت جواہرلال نہرو دنیا کے ایک ممتاز اور نامور سیاستدان ہیں اور آج باشندگان ہند کی قسمت بڑی حد تک ان کے ہاتھ میں ہے۔ وجے لکشمی پنڈت کی اعلیٰ قابلیت اور عملی صلاحیت پر ہندوستانی عورتیں جسقدر فخر و ناز کریں کم ہے انہوں نے دنیا پر ثابت کر دیا ہے کہ ہندوستانی عورتیں بھی اپنی عملی قابلیت اور ذہنی صلاحیت کے اعتبار سے کسی ملک کی عورتوں سے پیچھے نہیں ہیں۔ محترمہ پنڈت کی اس کامیابی کو دیکھ کر کس عورت کے دل میں ان کی جیسی بننے کی تمنا پرجوش زن نہ ہوگی۔

ہمہ گیر کمالات

کتنا اچھا ہو اگر میں کملا دیوی چٹوپادھیائے کی طرح گوناگوں اوصاف و محاسن

[illegible] ان خیالات [illegible] [illegible] وہی ہیں جن سے بڑی تمنا ہے کہ [illegible] ہیں وہ میرے اندر بھی پیدا ہو جائیں [illegible] کی نقل کی ہیں خصوصیت سے دلدادہ ہوں ان کی [illegible] اور جدت پسندی نے میرے اندر ان کی تقلید و پیروی کا زبردست شوق پیدا کر دیا ہے۔

رقص

سادھنا بوس کے رقص نے مجھے خصوصیت کیساتھ اپنی جانب مائل کیا ہے ان کے اظہار جذبات و خیالات کا شاعرانہ انداز بیحد دلکش اور جاذب توجہ ہے ان کے رقص کی خصوصیات پر کافی خامہ فرسائی اور خیال آرائی کی جا چکی ہے ان کا رقص ہندوستانی اس فن کا بہترین ترجمان ہوتا ہے ایک شاعر جس طرح اپنے کلام کے ذریعہ اپنے جذبات و خیالات کا اظہار کرتا ہے سادھنا بوس اسی طرح اپنے انداز و اطوار سے ان کو نمایاں کرتی ہیں ان کے رقص میں ایک موسیقیت ہوتی ہے جس طرح ہندوستان کی تہذیب و معاشرت کے دوسرے اجزاء و عناصر میں انقلاب ہو رہا ہے اسی طرح ہندوستان کے فن رقص میں بھی ایک نئی روح پیدا ہو رہی ہے۔ ہندوستان کے قدیم فن رقص کے از سر نو زندہ کرنے میں سادھنا بوس کا خاص حصہ ہے اس لئے مجھے غیر معمولی خوشی ہوگی اگر میں ان کی طرح فلمی رقاصہ بن سکوں۔

اداکاری

اپنی زندگی میں کچھ دنوں کیلئے دیویکا رانی بننے کی بھی تمنا رکھتی ہوں فن اداکاری میں کمال فن پر دیویکا رانی ایک پیدائشی اداکار ہیں اور یہی انکی کامیابی کا راز ہے انکی ایکٹنگ نہایت نیچرل اور جاذب توجہ ہوتی ہے اس میں تصنع اور تکلف کا شائبہ تک نہیں ہوتا اور ان کی یہی خوبی ناظرین کو مسحور کر لیتی ہے میری بڑی تمنا ہوگی کہ کم سے کم ایک ہفتہ کیلئے میں پردہ فلم پر آکر ہندوستانی دنیا میں اپنے کو لافانی بنا دوں۔

حسن و جمال

میرے مذکورہ بالا خیالات [illegible] [illegible] محاسن کو کافی سمجھتی ہوں [illegible] اور ساتھ محاسن کی طرح [illegible] عورت کیلئے [illegible] [illegible]

چہرۂ ناز سے حجاب

میرے چارہ ساز!

میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں لیکن وہ جذبات دل ہی میں رہ جاتے ہیں اپنے خون شدہ دل کی حالت زبان قلم سے ادا کرنا چاہتا ہوں لیکن دل دھڑک رہا ہے اور انگلیاں کانپ رہی ہیں میں چاہتا تھا کہ اپنے کچلے ہوئے جذبات کو اپنی جان تمنا کے قدموں پر بکھیر کے رکھ دوں مگر وائے مجبوری کیا ایسا نہیں ہوتا میں اپنے غلط ہاتھ سے دل کی اذیت اپنے دنیائے دل کے حکمراں کو آشنا نہیں کرا سکتا۔ اُف مجبوری و محرومی۔

میرے محبوب! تجھے اپنے ہمہ گیر اور ناہید فریب حسن کا واسطہ آجا میرے دل میں ایک تمنا ایک زبردست تمنا ہے جو ہر وقت خمار بنکر مجھ پر چھائی رہتی ہے اور اسکے کیف کی لہروں میں ڈوبا رہتا ہوں دن ہو یا رات، صبح ہو یا شام چمن ہو یا ویرانہ وہ کونسی ساعت اور کونسی جگہ ہے جب کہ میرا دھڑکتا ہوا دل اس جذبہ کا مسکن نہ ہو آہ میں باغ عالم کے ہر پھول کو شاعر کی نظر سے دیکھتا ہوں۔ لیکن انہیں تجھ سا نہیں پاتا میری دلکش ادا جانے میرے وجود میں کونسی کشش پنہاں ہے کہ میں بے اختیار تیری طرف کھنچا جا رہا ہوں۔ میں نے بارہا کوشش کی کہ تجھ کو بھول جاؤں۔ مگر میرا دل، آہ میرا دل تیری یاد کو بھلانے سے مجبور ہے اسے یہ قدرت نہیں کہ تجھے بھولنے کی کوشش بھی کرے۔ میں جتنا تجھ سے قریب ہونا چاہتا ہوں تو اتنا ہی مجھ سے دور ہوا جاتا ہے۔

میرے دلنواز! میں شکرگزار ہوں اپنی آنکھوں کا کہ انہوں نے تجھکو دیکھا۔ احسان مند ہوں اپنی نظروں کا کہ تجھ پر پڑیں، اور مجھے وہ لازوال دولت ملی جسے دنیا کی کوئی طاقت اپنی تمام قربانی اور فرعونی طاقتوں کے باوجود بھی چھین نہیں سکتی۔ حتیٰ کہ اسے تیرا فلک تو بھی نہیں چھین سکتا۔

میرے محبوب! میرے پاس دل تو تھا مگر محبت اور اسکی لذتوں سے ناآشنا۔ مجھے راحت و آسائش کی تمام چیزیں میسر تو تھیں مگر سچی خوشی حاصل نہ تھی لیکن تیری ایک نظر نے میری دنیائے دل کو محبت سے نواز سے منور کر دیا اور میرے ہاتھ میں دیا گیا جسے سکون قلب کہتے ہیں اور اس کے ساتھ ایک میٹھا میٹھا درد بھی جس نے میرے لئے ایک لذت کی دولت کو واسطہ کر لیا

میرے محبوب! میں تجھ سے عرض کرنا چاہتا ہوں میرے بیتاب دل سے

نکلے ہوئے ... میرے ... انسانی ... ہیں جسے ... نے اسکو

میں نے اسی لئے اپنے سینے میں چھپا رکھا تھا جس میں تیری تڑپا دینے والی یاد اور بیخود کر دینے والی مسکراہٹ کو پایا۔ مگر میرے محبوب ہر چیز کی حد ہوتی ہے اسکی بھی انتہا ہو گئی۔ ضبط نے اپنا دامن جھٹک دیا صبر نے میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ یہ نہایت بے اختیاری کے عالم میں نکلے ہوئے جملے ہیں۔

دلنواز! میرے دلنواز! میری صبر کی بلندیوں کی ساتھ تیرے ناز کی سرحدیں بھی ختم ہو گئیں۔ بیشک تیرے ناز حسن کو دیکھ لیا اور تو نے میرے نیاز عشق کا امتحان بھی کر لیا۔ تو اے میرے آنکھ والے اب آزما۔ تیرا تغافل میری حسرت بھرے دل کا خون کئے دیتا ہے تیرا تجاہل عارفانہ مجھے یاس کے حصار کی بھیانک منظر دکھا رہا ہے۔ بللہ مجھے نہ آزما۔ کہ آزما چکا۔ میں نے مانا کہ تیرے پرستار لاکھوں ہیں۔ مگر تو دیکھ کہ سب سے زیادہ تیری شراب عشق میں بے خود کون ہے؟ سب سے زیادہ تیرے رشتہ الفت میں جکڑا ہوا کون ہے؟ کون تیری راہ الفت میں سب سے زیادہ مٹا ہوا ہے۔ تو دیکھے گا کہ تیرے معیار امتحان کے کانٹے پر پورا اترنے والا میں اور صرف میں ہوں گا۔

میرے محبوب! دیکھ مجھے دیکھ، میری طرف دیکھ، میرے دل کا مندر تجھ بن ویران ہے۔ آ اور اسے آباد کر دے میری شمع حیات چراغ سحر کی طرح ٹمٹما رہی ہے آ اور اسے پر تو حسن سے فروزاں کر دے میری کشتی زیست غموں اور ناکامیوں کے ہولناک طوفان میں ہچکولے کھا رہی ہے آ اور اُسے پار لگا کہ تو ہی اس کشتی کا ناخدا ہے۔ میری بزم حیات تیرے بغیر اندھیری ہے آ اور اپنی موجودگی سے اجالا کر دے اپنے حسن کی شعاعوں سے منور کر دے۔

میرے غمخوار! یہ نہ پوچھ کہ تجھے کیوں چاہتا ہوں؟ میرا دل ہر دم تیرے لئے کیوں بیقرار رہتا ہے؟ میرے غمگسار نہ پوچھ اس اُجڑے ہوئے گلستان کی حالت ...... نہ پوچھ۔ اس ذرہ بھر دل کی حالت نہ دریافت کر میں جانتا ہوں گلزار عالم حسینوں سے خالی نہیں؟ اس لالہ زار عالم میں چاندنی صورتوں کی کمی نہیں، میرے غمخوار! میرے پاس صرف ایک دل ہے وہ صرف ایک ہی کو چاہ سکتا ہے اور صرف ایک ہی کا دم بھر سکتا ہے۔ اگر ایک سے زیادہ کا طالب ہے تو ...

کیا موسیقی کے ذریعہ بیماریوں کا علاج ممکن ہے

از [illegible]

طب جدید علاج و معالجے میں جن نئی نئی چیزوں سے کام لے رہی ہے ان میں موسیقی بھی ہے۔ انسان اور دوسرے ذی روح پر موسیقی کے جو اثرات ہوتے ہیں اہل سائنس نے ان کا نہایت گہری دکاوش سے تجربات و تحقیقات کئے ہیں۔ اس سلسلے میں انہیں یہ بھی پتہ لگا ہے کہ موسیقی کے ذریعہ مختلف امراض کے علاج بھی کئے جا سکتے ہیں۔

موسیقی کے ذریعہ آنکھوں کا علاج

ایک روسی سائنسدان پروفیسر ایس پی کو دوب کافی تجربات کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ موسیقی کے ذریعہ آنکھوں کا علاج کیا جا سکتا ہے اس کا بیان ہے کہ جن آنکھوں کی روشنی بتدریج کم ہو رہی ہو ان میں تقریباً ۱۰ فیصدی اصلاح موسیقی کے ذریعہ بآسانی ہو سکتی ہے سائنسدان مذکور کا تجربہ ہے کہ گھنٹہ بجانے والی گھڑیوں کی ترنم آفریں آواز سے بھی آنکھوں پر بہت خوشگوار اثر پڑتا ہے۔

پاگلوں پر موسیقی کے تجربات

امریکن ڈاکٹروں نے پاگلوں پر موسیقی کے تجربے کئے ہیں اور اس سلسلے میں وہ کافی حد تک کامیاب ہوئے ہیں۔ شکاگو کے پاگل خانے میں دنیا کے مشہور پیانو بجانے والے مسٹر ہوگو سلاوسکی نے متعدد حیرت انگیز تجربات کئے ہیں۔ اس پاگل خانے میں ایک اٹالین عورت داخل ہوئی جو صرف ایک بچے کی ماں تھی وہ بیمار پڑی اور ہسپتال سے پاگل ہو کر باہر نکلی۔ اس کی حالت یہ تھی کہ وہ چپ چاپ آسمان کی طرف نگاہ کئے دیکھا کرتی تھی اگر کوئی اُسے دوا دینے جاتا تو بہت اودھم مچاتی کہتی میرا علاج جانوروں کی طرح کرو، اپنے بچے کو دیکھ کر اس پر شیرنی کی طرح جھپٹتی مسٹر ہوگو سلاوسکی نے اس پاگل عورت کا حال سنا۔ اور پاگل خانے کے افسروں کی اجازت حاصل کر کے اس عورت کے پاس گیا۔ وہاں جا کے پیانو پر اٹالین گیت شروع کیا۔ اس نے اعلیٰ درجے کے گانے سے لیکر معمولی درجے کے دیہاتی گانے تک مختلف سروں میں بجائے۔ آخر جب اس نے ایک دیہاتی راگ نہایت دلکش اور سریلے لہجے میں بجایا تو وہ پاگل عورت جو کامل سکوت و سکون کے ساتھ سن رہی تھی سسک سسک کر رونے لگی اور ڈاکٹروں سے ہاتھ جوڑ کر التجا کرنے لگی کہ اس کے بچے کو ایک دفعہ محض ایک لمحہ کیلئے اُسے دکھا دیا جائے اس طرح موسیقی کے استعمال سے اس کا پاگل پن دور ہوگیا۔

اسی طرح ایک اور پاگل عورت پر پیانو کا تجربہ کیا گیا اُسے رہ رہ کر دورہ آیا کرتا تھا۔ وہ ناگہاں گر پڑتی اور گھنٹوں بے ہوش رہتی اسے ایک بار دورہ آنے والا ہی تھا کہ اس کے پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص نے پیانو بجانا شروع کیا جس کا اثر یہ ہوا کہ دورہ بڑھا نہیں بلکہ پہلے کی نسبت بہت کم رہا اس کے بعد پیانو اس کیلئے علاج بن گیا دورے کے وقت اُسے پیانو سنایا جاتا اور اُسے سکون ہو جاتا۔

موسیقی کے ذریعہ سرجری میں آسانیاں

نفسیات کے ماہر معالج اور سرجن موسیقی سے ایسے ایسے کام لینے لگے ہیں جو قبل ازیں کسی کے خیال میں بھی نہیں آئے تھے۔ نیویارک کے کلیو ہسپتال کے ڈاکٹر ایل ایل بینڈ ہسلے شریر اور بدنام لڑکوں کی اصلاح کے لئے موسیقی کے استعمال کا طریقہ تجویز کیا ہے۔

بروکلین کے آنکھ اور کان کے ہسپتال کے معالج ڈاکٹر شلے ایف آرڈمین چیر پھاڑ کے وقت مریضوں کے کان میں ایئر فون لگا دیتا ہے جس سے انہیں اپنی تکلیفوں میں بہت کمی محسوس ہوتی ہے۔

کچھ ایسے مریض بھی ہوتے ہیں جو درد سے نہیں بلکہ درد کے خوف سے پریشان ہو جاتے ہیں۔ اس طرح کے مریضوں کیلئے موسیقی کا انتظام ہوتا ہے۔ اپریشن کے وقت گراموفون پر اعلیٰ درجے کے ریکارڈ بجتے رہتے ہیں۔ اور ایک ایئر فون مریض کے کان پر لگایا جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مریض گانے کی کیفیتوں میں اس طرح محو ہو جاتا ہے کہ اپریشن کی تکلیف کی طرف اس کا خیال ہی نہیں جاتا۔ ایک بار ایک ایسے شخص کے گولی لگی تھی جو ہارمونیم کا ماہر اس کی گولی نکالی جانے لگی تو اس نے خود ہارمونیم بجانا شروع کر دیا۔

ولیم وال موسیقی کا ایک ماہر ہے وہ پانچ برس میں پیدا ہوا مگر اس نے فن موسیقی کی تکمیل امریکہ میں کی۔ وہ ایک دفعہ اپنا باجہ

[illegible]

[illegible] بنا دیا جس کا نتیجہ ہوا کہ پاگل اس کے پاس آ کر باجے کی آواز [illegible] گانے لگا اب ہر ہفتے اس پاگل کو ایک بار موسیقی سننے کا موقع ملنے لگا، چند ہی مہینے کے اس عمل سے اس پاگل کا پاگل پن جاتا رہا اور وہ پاگل خانے سے باہر نکل آیا۔

موسیقی کا اثر حیوانات پر

انسان ہی پر نہیں موسیقی کا اثر حیوانات پر بھی پڑتا ہے سویڈن کے کچھ ڈیری فارموں میں اس کا تجربہ کیا گیا تھا۔ جس سے یہ نتیجہ نکلا۔ کہ اگر گائیوں کے دودھ دوہتے وقت باجا بجتا رہے تو وہ زیادہ دودھ دیتی ہیں۔

موسیقی کا جو اثر انسان پر ہوتا ہے۔ اس سے کسی کو انکار نہیں لیکن ہنوز یہ امر فیصلہ طلب ہے۔ کہ یہ اثر انسان کے جسم اور قلب پر کیسے پڑتا ہے۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے۔ کہ موسیقی کے ذریعہ جو مرتعش لہریں پیدا ہوتی ہیں وہ جسم پر اثر انداز ہوتی ہیں اور ایک گروہ کا خیال ہے کہ اعصاب اور خیالات کے ذریعہ انسان موسیقی سے متاثر ہوتا ہے بہت سے امراض رنج و غم فکر و تردد اور خوف و دہشت سے پیدا ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر جارج ڈبلیو کرائیل کہتا ہے کہ موسیقی سے اعصاب اور خیالات متاثر ہوتے ہیں اور اس کا مرض پر اثر پڑتا ہے۔ موسیقی سے

انسان کی زندگی میں موسیقی [illegible]

[illegible]

امریکہ کی ایک مجلس کا نظریہ ہے کہ انسان [illegible] ہوتا ہے کہ اسے بیماری کا خوف دامنگیر رہتا ہے اور [illegible] ہے کہ وہ موت سے خائف اور ہراساں ہے۔

یہ مجلس پانچ مہینے کی ایک لڑکی پر ہزاروں ڈالر ماہانہ خرچ کر کے اپنے اس نظریے کا تجربہ کر رہی ہے یہ لڑکی ایک عالیشان محل میں رکھی گئی ہے اس لڑکی کی حفاظت و نگرانی کیلئے جو نرسیں رکھی گئی ہیں ان سے یہ قسم لے لی گئی کہ وہ کبھی اس لڑکی کے سامنے فکر و تشویش رنج و غم اور خوف و ہراس بیماری اور موت کا لفظ بھی نہ لا پائیں گی۔ اس لڑکی کو بیس سال تک صرف اسی بات کی تعلیم دی جائیگی کہ دنیا میں بیماری اور موت اور اندوہ و غم کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں ہے اس مجلس کو یقین ہے کہ اس طرح وہ لڑکی لافانی نہیں بن سکتی تو اتنا تو ضرور ہوگا کہ وہ اپنی طبعی عمر کو گزار کر بھی کافی عرصے تک زندہ رہے گی

امریکہ کی یہ مجلس اپنے تجربے میں کامیاب ہو یا ناکام لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ کتنے آلام و افکار اور کتنے امراض ایسے ہیں جو حقیقتاً کوئی وجود نہیں رکھتے۔ ان کی تخلیق خود انسان اپنے دل و دماغ کے ذریعہ کر لیتا ہے اگر انسان ان خیالات و افکار کو دل و دماغ سے دور کر کے خوش و خرم اور بےفکر رہنے کی عادت ڈال لے تو وہ بہت سی مصیبتوں اور تکلیفوں سے نجات حاصل کر سکتا ہے اور موسیقی اس کیلئے بہترین ذریعہ ہے۔

(عورت کا معیار زندگی صفحہ ۳۶ سے آگے) وہ جتنی قوی ہو اتنی ہی نازک بھی ہو اس کی کامل خوبی یہ ہے کہ وہ جتنی چالاک اور ہوشیار ہو اتنی ہی بھولی بھالی بھی ہو، وہ شفق صبح کی طرح حسین ہو اور برگ گل کی طرح نازک، اس میں رعنائی اور دلفریبی بھی ہو جو بھولے بھالے کمسن بچوں کے چہروں پر نمایاں ہوتی ہے بس کا حسن ایسا ہو جب وہ دوشیزگی کے آغاز میں ہوتا ہے اس کے رنگ و جمال سے وقار و تمکنت ظاہر ہو۔ حسن کے معاملے میں میری کبھی یہ خواہش نہیں رہی کہ میں مخصوص عورت جیسی شکل و شباہت اور خط و خال کی ہوتی۔ البتہ یہ امر میری خوشی کا باعث تھا اگر میرا حسن میرے مذکورہ بالا خیال کے مطابق ہوتا۔ یہ ہے ایک عورت کے متعلق میرا معیار، کاش میں اسی معیار کے مطابق بن سکتی۔

(چارہ ساز سے خطاب صفحہ ۲۷ سے آگے) سمجھے کہ وہ کسی ایک کو بھی نہیں چاہتا تھا، دنیا نے قیس و فرہاد کے افسانے پڑھے، وامق عذرا کی داستانیں سنیں، مجھے معلوم ہے کس نے ان افسانوں سے کیا سیکھا۔ ان کی روحوں نے قربان گاہ عشق پر اپنے کو بھینٹ چڑھا کے دنیا کو کیا سبق پڑھایا۔ [illegible] وہ اپنی طلب میں صادق ہیں صرف ایک سے محبت کرتے ہیں" تو اے میرے محبوب آ۔ جلد آ۔ ایسا نہ ہو کہ تو اس وقت آئے جب مجھے بولنے کی سکت [illegible] تیرے فراق میں تڑپ تڑپ کر ابدی سکون کی تلاش میں پرواز کر جائے۔ اور تو سرہانے کھڑا ہو کر [illegible]

اس نے اس سے جنون کی حد تک محبت کی۔ انسان کیوں محبت کرتا ہے محبت سے اسے کیا فائدہ ہوتا ہے؟ اس آدمی کی حالت کیسی عجیب ہو جاتی ہے جو صرف ایک ہی ذات کو دیکھنا چاہتا ہے ایک ہی خیال میں ڈوبا رہنا چاہتا ہے ایک ہی نام کو جپنا چاہتا ہے۔ جو اُبلتے ہوئے چشمے کی طرح ہر وقت اس کے سینے سے نکلتا اور سنسان فضا میں گھوم پھر کر اس کے سینہ میں لوٹ جاتا ہے۔

دوستو! میں تمہیں اپنی کہانی سناتا ہوں۔ یہ آپ بیتی ہی نہیں جگ بیتی بھی نہیں۔ محبت کا نقشہ ہر جگہ ایک ہی ہوتا ہے۔ اس کی چال سدا ایک ہی قسم کی ہوتی ہے۔ جو کچھ مجھ پر گزر چکا ہے۔ تمام عاشقوں پر وہی گزرا ہوگا۔ اس سے آنکھیں ملیں، نگاہیں گلے ملیں۔ دل بغلگیر ہوئے اور محبت کی ان دیکھی خوبصورت زنجیر نے دور دلوں کو محبت میں جکڑ دیا۔ مجھے اس سے محبت ہو گئی۔ اتنی شدید کہ اس کی صورت کے سوا دنیا کی کوئی صورت میری نگاہوں میں نہ جچتی تھی۔

میں تمہیں کیا بتاؤں۔ کیا دن تھے! میری دنیا سمٹ کر صرف ایک مرکز پر آ گئی تھی۔ میرا دل ہر دم ہر لمحہ اسی کی یاد میں محو رہنے لگا۔ عربی کے مشہور شاعر کا ایک شعر جب میں ایام تعلیم میں پڑھا تھا۔ تو میں خیال کرتا تھا کہ یہ مبالغہ شاعری ہے۔ ایسا بھی کیا ہوگا۔ کہ انسان جب تک اپنے حواس میں رہے صرف اپنے محبوب کی یاد میں محو رہے اور احساس کے آخری لمحہ تک اسی کا تصور رہے۔ اس شاعر نے کہا تھا۔ کہ محبت کے انتہائی عروج کی علامت یہ ہے۔ کہ عاشق کو حواس کے آخری لمحہ میں محبوب ہی کا تصور ہو اور جب وہ پھر حواس میں آئے تو سب سے پہلے جو اس کے تصور میں آئے وہ اس کے محبوب کی یاد ہو۔ شاعر نے اس کی تشریح کرتے ہوئے کہا تھا کہ سچا عاشق جب بستر پر جاتا ہے تو پہروں اُسے نیند نہیں آتی اور جب نیند کی ایک جھپکی آ جاتی ہے اور پھر وہ دنیا و مافیہا سے اپنی آنکھیں میچ لیتا ہے تو نیند آنے سے قبل ... آخری لمحات میں اس کے پیش نظر محبوب ہی کا تصور رہتا ہے۔ اور جب وہ بیدار ہوتا ہے تو سب سے پہلے اس کی نگاہوں میں اس کا محبوب آ موجود ہوتا ہے۔ شاعر نے عجیب بات کہی تھی! میں نے اب سمجھا تھا۔ کہ شاعر کا ایک ایک لفظ صداقت پر مبنی تھا۔ اس کی ایک ایک بات سچائی کی زندہ مثال تھی۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ باتیں جن کا میں تمسخر اڑا رہا ہوں۔ ایک وقت میں خود ان کا مصداق ہوں گا۔ میں ویسا ہی ہو جاؤں گا۔ جیسا کہ شاعر نے کہا ہے۔ کیسی عجیب بات!

ہاں تو یہ بہار کی رت تھی۔ ہر طرف سبزہ اُگ رہا تھا۔ کلیاں چٹک رہی تھیں۔ نگاہیں جدھر بھی جاتیں ہر سو قدرت کی ہری بھری دوب، سرسبز و شاداب درخت، نئی نئی کونپلیں۔ خوبصورت خوبصورت پھول نظر آتے۔ عجیب زمانہ تھا! بہار میں یوں بھی انسان کا دل خوشیوں کی آماجگاہ بنا رہتا ہے اور پھر جب اُسے کوئی چاہنے والا محبوب مل جائے تو اس کی مسرتوں اور شادمانیوں کا کیا پوچھنا! میں خالہ کے یہاں آیا ہوا تھا کالج کی پڑھائی اور ہنگامہ پرور زندگی سے اُکتا کر تبدیل آب و ہوا کی غرض سے میں بسنت پور چلا آیا۔ خالہ مجھے بے حد چاہتی تھیں۔ کیونکہ انہیں اولاد نہ تھی انہوں نے مجھے گود لے رکھا تھا۔ میرے خالو محکمہ پولیس میں سب انسپکٹر تھے۔ خالہ نے میرے لئے ایک علیحدہ کمرہ مخصوص کر دیا۔ میرے سونے لکھنے پڑھنے کا تمام سامان کمرہ میں .... قرینہ سے رکھ دیا گیا میں شب و روز درسی و غیر درسی کتابوں کے پڑھنے میں مشغول رہتا۔ مجھے مضمون نگاری کا بھی تھوڑا بہت شوق تھا۔ اور ایک آدھ چھوٹا موٹا افسانہ بھی اکثر کسی ادبی پرچہ میں شائع ہوتا رہتا تھا۔ ایک شب میں ایک روسی افسانہ کا مطالعہ کر رہا تھا۔ افسانہ اس قدر دلکش تھا کہ بغیر ختم کئے چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ پلاٹ کی ندرت۔ مناظر کی جاذبیت۔ کرداروں کی مصوری اور انداز بیان۔ کچھ ایسا ہی افسانہ تھا کہ میں پڑھتا گیا اور جب میں نے کتاب ختم کی تو گھڑیال نے ٹن ٹن دو بجائے۔ اندھیری رات ... ہر طرف سناٹا ہی سناٹا تھا۔ ... سائیں سائیں کر رہی تھی میں ... محسوس کر رہا تھا جیسے ... [illegible]

صبح جب ... [illegible]

[illegible]

[illegible] پوچھا [illegible]

مجھے [illegible] سے [illegible]

[illegible] پیشانی پر [illegible] آنکھیں [illegible]

میں ایک سال تک مسلسل بیمار رہا۔ اس عرصہ میں جو عجیب بات میں نے دیکھی وہ یاسمین کی شب و روز کی تیمارداری تھی۔ خالہ تو عمر رسیدہ تھیں وہ تھک کر سو رہے ہی بستر پر جا پڑتیں مگر یاسمین نے اتنی راتیں آنکھوں ہی آنکھوں میں کاٹ دی تھیں۔ اسکی تیمارداری نے مسیحائی کا کام کیا اور میں جلد ہی تندرست اور توانا ہوگیا۔ دوران علالت میں اس کی بڑی بڑی نرگسی آنکھیں جیسے کنول کی دو کٹوریاں ہوں۔ بیخوابی کے باعث ہمیشہ خمار آلود نظر آتیں۔ میں اُسے بارہا منع بھی کرتا کہ وہ روز رات بھر جاگتی ہے لیکن وہ ہمیشہ یہ کہہ کر ٹال دیتی تھی۔

"مجھے نیند تو آتی ہی نہیں۔ آپ کیوں فکر کرتے ہیں"

یاسمین کو میں نے اکثر راتوں کو روتے ہوئے دعائیں بھی مانگتے دیکھا تھا۔ . . . وہ روتی جاتی اور دعائیں اس کے کپکپاتے ہوئے لبوں سے پھسلتی جاتیں۔ وہ مجھے ذرا بھی تکلیف ہونے نہیں دیتی تھی۔ اس ایثار اور جانثاری کا اثر یہ ہوا کہ میں روز بروز غیر محسوس طریقہ پر اسکی جانب کھینچا چلا گیا۔ اور میرے دل میں اس کی محبت جاگزین ہوتی چلی گئی دل چاہتا تھا کہ وہ ہر وقت میرے پاس بیٹھی باتیں کرتی رہے۔ اکثر جب خالہ کہیں چلی جاتیں۔ تو میں اس سے برابر باتیں کئے جاتا۔ کبھی اپنی لکھی ہوئی کوئی کہانی پڑھ کر سناتا کبھی کوئی درد بھرا قصہ خود سے گھڑ کر سناتا۔ اکثر وہ جب قصے کے ہیرو یا ہیروئن کی ناکامی کا حال سنتی تو اسکی پیاری پیاری ہرن جیسی آنکھوں میں آنسو چھلک پڑتے۔

میں اس سے پوچھتا "یاسمین تمہیں ان کہانیوں سے اتنا دکھ کیوں پہنچتا ہے۔"

وہ بولتی "نہ جانے کیوں۔"

آخر ایک دن جب خالہ کچھ لینے کہاں گئی تھیں میں نے ڈرتے ڈرتے . . . یاسمین سے پوچھ بیٹھا "یاسمین مجھ کو تم سے ایک بات کہنی ہے ... [illegible] تم سے محبت کرنے لگا ہوں۔ میں اور اگر [illegible] نہ ہوئیں تو اپنی زندگی سے [illegible] ہو جاؤں گا۔"

اسوقت [illegible] کی [illegible] تھی کبھی تو اس کا چہرہ سرخ ہو جاتا اور کبھی اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگتیں [illegible] کام [illegible] بات [illegible]

[illegible] یاسمین [illegible]

[illegible]

مجھے [illegible] کیا [illegible]

سے [illegible] آئی تمہیں اب تک [illegible]

میں بیتاب ہوگیا ہوں [illegible]

ابھی یاسمین معاف کر دو اگر تمہاری [illegible]

اسکے جواب میں وہ بالکل خاموش تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کے موٹے موٹے قطرے ٹپ ٹپ گرنے لگے۔ میں اسوقت بیقرار ہوگیا کہ ہوش و حواس عقل و حواس میرے پاس موجود نہ تھے۔ میں نے بیاختیاری طور پر اسے اپنے بازوؤں میں زور سے بھینچ لیا اور اس کے لب لعلیں پر مہر محبت ثبت کر دیا۔ میں نے بھی اپنے دل کا راز اس پر ظاہر کر دیا اور اسوقت ہم دونوں ایک دوسرے کے شریک رنج و راحت ہوگئے اور . . . . آپس میں عہد و پیمان ہوگیا۔

یاسمین چھوٹی سی تھی کہ اس کے ماں باپ وفات کر گئے۔ یاسمین "شولا پور" کی رہنے والی تھی۔ باپ اس کے کسی وقت اچھے زمیندار تھے لیکن برا ہو بری لت کا . . . . شراب نوشی نے انہیں دمڑی دمڑی کیلئے محتاج کر دیا۔ آخر بیمرہ کے خراب ہو جانے کی وجہ سے انکی موت ہوگئی۔ ماں بیچاری جو شوہر کی عاشق زار تھیں اپنے شوہر کی جدائی کی تاب نہ لا سکیں اور جلد ہی اپنے محبوب شوہر سے جا ملیں۔ بیچاری یاسمین بے ماں باپ کی بچی اس لق و دق دنیا میں یکہ و تنہا بے یار و مددگار رہ گئی۔ خالو اسوقت شولا پور میں انسپکٹر تھے۔ اسوقت اس کی عمر مشکل سے نو سال کی ہوگی۔ خالہ اور خالو نے رحم کھا کر اسکو اپنے یہاں رکھ لیا۔ اُسے پڑھایا لکھایا۔ سلائی پرونی سب ہی کچھ سکھایا اور اسوقت وہ سولہ سال کی حسین دوشیزہ تھی۔ جس کی رگ رگ سے شباب پھوٹ رہا تھا۔ اس کی جادو بھری آنکھیں۔ مخملیں سینوں کا ابھار۔ سیمیں گردن۔ ستواں ناک، بڑے بڑے کالے کالے بال صاف و شفاف پنڈلیاں۔ سرخ سرخ سیب کی طرح گال کتابی چہرہ گٹھا ہوا بدن یہی چیزیں تھیں کہ دیکھنے والوں کو بیتاب کر دیتی تھیں۔ میری خالہ قدیم خیال کی حامی تھیں۔ ہمارے یہاں پردہ کی سخت پابندی تھی غیر یہاں غیر شخص قدم نہیں رکھ سکتا تھا۔ میں تو روز ہمیشہ چھٹیوں میں خالہ کے پاس چلا آتا لیکن کبھی یاسمین کی محبت کا خیال بھولے سے بھی نہیں گذرا تھا۔ اور اس بیماری کا یہ حال [illegible] اور وہ پھول کی طرح کھل رہی تھی۔ میرے آتے ہی اس [illegible]

کام [illegible] سے میری [illegible]

[illegible] الا جہاں کر دیا۔

[illegible] اس موقع پر ہم دونوں [illegible] ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پوشیدہ مقام [illegible] ایک دوسرے سے پاک محبت کرتے تھے [illegible] کہ میں نے یا یاسمین نے کبھی جو برائی کا خیال بھی کیا ہو ... اسی عرصہ میں خالو کا تبادلہ دوسری جگہ ہو گیا۔ وہ لوگ وہاں چلے گئے اور میں کلکتہ چلا آیا۔

ہم دونوں میں خط و کتابت کا سلسلہ جاری تھا۔ لیکن میرا دل اب کلکتہ میں ذرا نہیں لگتا تھا۔ میں نے یاسمین کو بارہا لکھا بھی کہ میرا دل اب پڑھنے میں نہیں لگتا — لیکن اس نے ہمیشہ مجھے پڑھنے کی تاکید کی اپنی محبت کا واسطہ دیا۔ اپنی جان کی قسم دی اور میں نے اسی کی تاکید سے کسی طرح بی اے پاس کر لیا۔ بی اے کے بعد میں نے خالو کو لکھا کہ اب مجھے کہیں کام سے لگا دیجئے۔ خالو کی بھی پنشن ہونے والی تھی یا سلئے انہوں نے بھی پڑھنے پر کچھ زور نہ دیا۔ اور میں کئی ماہ بعد خالو کے ایک مشفق دوست کی سفارش سے محکمہ پولیس میں سب انسپکٹر ہو گیا۔

تقرری کے کئی ماہ بعد میں نے خالہ سے صاف صاف کہہ دیا کہ میں یاسمین سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور یہ کہ اگر میری شادی یاسمین سے نہ ہوئی تو پھر میں کسی سے شادی نہیں کر سکتا۔ والدہ تو میری بچپن ہی میں فوت ہو گئی تھیں۔ لیکن والد بقید حیات تھے۔ خالہ نے میرے والد کو بلا بھیجا۔ آخر آپس کے صلاح مشورہ کے بعد میری شادی ... یاسمین کے ساتھ بڑی دھوم دھام سے ہو گئی۔

شادی کے بعد ہم دونوں کتنی عیش و عشرت کی زندگی گذارنے لگے اس کا بیان فضول ہو گا۔ بس یوں سمجھو کہ تین سال اسطرح گذر گئے۔ جیسے رات سے صبح ہوتی ہے ہم دونوں اسیطرح ایک دوسرے کے مائل و شیدا تھے۔ کہ اچانک میں انسپکٹر بنا کر لچھمی پور بھیج دیا گیا۔ بس!

یہیں سے میرے المناک باب کا آغاز ہوتا ہے!

لچھمی پور گو بڑا قصبہ نہ تھا۔ لیکن یہاں کے لوگ زیادہ تر تعلیم یافتہ تھے اچھی خاصی چہل پہل رہتی تھی۔ علم کا چرچہ ہر طرف تھا۔ یہاں ایک چھوٹی سی لائبریری تھی۔ جہاں ہر قسم کے رسائل اور اخبار آیا کرتے تھے یہاں کی عورتیں بھی اچھی پڑھی تھیں۔ اکثر عورتیں میرے گھر آتی جاتیں اور یاسمین کی شائستگی اور اس کا اخلاق ان عورتوں کے دلوں کو موہ لیا کرتا۔ رفتہ رفتہ بستی بھر میں یاسمین کی سلیقہ شعاری شائستگی اور اخلاق کی تعریف ہونے لگی مجھے بہت خوشی ہوتی اور بعض وقت فخر بھی [illegible] چنانچہ کچھ دنوں [illegible] معلوم ہوا کہ [illegible] جہاں وہ جاتی [illegible] یاسمین کو کوئی [illegible] بھی اکثر دوسری عورتوں کے اصرار پر ان کے یہاں جانا ہی پڑتا [illegible] بھی وہاں خوب لگ گیا تھا۔

لچھمی پور کے سب سے بڑے زمیندار مسٹر رفیع احمد تھے وہ خود بھی جج ہو کر ریٹائر ہوئے تھے۔ اور ان کا ایک بیٹا محمود ابھی حال ہی میں بیرسٹری پاس کر کے لندن سے واپس آیا تھا۔ محمود آوارہ طبع آدمی تھا۔ گاؤں میں وہ کافی بدنام تھا۔ پرانی بہو بیٹیوں پر ہمیشہ اسکی نظر رہا کرتی تھی وہ لندن سے واپس آ کر مکان ہی پر تھا۔ ابھی پریکٹس شروع کرنے کا معاملہ طے نہیں پایا تھا۔ کہ وہ کہاں پریکٹس شروع کرے۔ اس عرصہ میں یاسمین ہمیشہ سب کے یہاں آتی اور جاتی رہی۔ چھ ماہ بعد مجھے دو دن کیلئے لچھمی پور سے آٹھ میل پر ایک گاؤں خونی پور تھا وہاں جانا پڑا وہاں ایک قتل کی تحقیقات کرنی تھی۔ کاش! وہاں میں نہ جاتا۔ میں نے یاسمین کہہ دیا کہ میں فلاں جگہ جا رہا ہوں اور دو دن میں واپس چلا آؤنگا۔

میں خونی پور چلا گیا۔ سانحہ کے متعلق پوری تحقیقات کی اور تمام کاموں سے نپٹ کر تیسرے دن شام کے وقت گھر پہنچا سب سے پہلے میں یاسمین کے کمرہ میں گیا لیکن یاسمین وہاں موجود نہ تھی میں دیوانوں کی طرح دوسرے کمروں میں گیا وہاں بھی اُسے نہ پایا۔ نوکر سب علیحدہ علیحدہ ہاتھ کھڑے تھر تھر کانپ رہے تھے۔ میں نے گلشن کو بلا کر پوچھا کہ یاسمین کہاں ہیں؟ ماما نے کہا کہ آپکے جانے کے بعد بی بی رفیع احمد صاحب کے یہاں گئی تھیں۔ میں بھی ساتھ تھی۔ وہاں زیادہ رات ہو گئی جب ہم سب لوٹے تو راستہ میں بیرسٹر محمود اور ان کے ساتھ بہت سے آدمیوں نے بی بی کو زبردستی گاڑی سے اتار کر کار پر سوار کرا لیا اور نہ جانے کہاں لیکے چلے گئے۔ میں روتی دھوتی رہ گئی لیکن اس مردار نے موٹر چلا دی اور موٹر فر فر ہوا سے بات کرنے لگی۔

میں سر تھام کر بیٹھ گیا۔ میری آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ میں نے دیوار وار ریوالور نکال کر گولیاں بھریں اور سیدھا مسٹر رفیع احمد کے گھر پہنچا رفیع احمد صاحب مجھے دیکھتے ہی دھاڑیں مار مار کر رونے لگے اور بولے کہ میں خود اس بدبخت کی تلاش میں ہوں اگر مل جائے گا تو خدا کی قسم میں اُسے گولی سے اڑا دونگا۔ بوڑھے کے آنسوؤں نے میرے ارادہ میں تبدیلی پیدا کر دی اور میں اسی روز سے محمود کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا ہوں کہ [illegible] وہ مجھے مل جائے۔ یہ ہے میری داستان [illegible] جمال کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے [illegible] گیا۔ اور ہم لوگ بہت عرصہ تک [illegible] یاسمین [illegible]

دنیا کا مسرور ترین انسان

از ایڈیٹر

کیا آپ دنیا کے آلام و مصائب سے عاجز آ چکے ہیں؟ کیا آپ اندوہ و غم کی زندگی سے نجات حاصل کرنے کیلئے بیتاب ہیں اور کیا آپ مسرت و شادمانی کی زندگی گذارنی چاہتے ہیں؟ کیا آپ سکون و اطمینان کے طالب اور جویا ہیں؟ اگر ایسا ہے تو آیئے میں آپکے سامنے ایک ایسے خوش قسمت اور کامیاب انسان کی زندگی کا نمونہ پیش کروں جس کے دل پر کبھی فکر و تشویش اور رنج و غم کا عکس بھی نہیں پڑا۔ جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ مسرت و شادمانی سے ہمکنار رہا یہ خوش نصیب انسان امریکہ کا ایک مشہور ڈرامہ نویس ناول نگار۔ ادیب اور فلسفی ہے۔ جس کا نام چیننگ پولک ہے۔

مسٹر پولک کہتا ہے کہ راحت اور خوشی کوئی ایسی نایاب اور عسیر الحصول شے نہیں جو کسی کی دسترس سے باہر ہو۔ اسے ہم میں سے ہر شخص ہر وقت حاصل کر سکتا ہے اور وہ ہمارے اندر ہی ہر وقت متبسم اور جلوہ فگن رہتی ہے۔

آپ کو اس غلط فہمی میں مبتلا ہونا چاہئے۔ کہ مسٹر پولک کسی امیر کبیر خاندان میں پیدا ہوا ہے اور دولت و ثروت سے مالا مال تھا اسی لئے اس کے خیالات اتنے بلند اور شاندار تھے۔ اس بارے میں اپنی نسبت وہ خود کہتا ہے۔ مجھے زندگی میں بارہا مشکلات و مصائب کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ میری بدقسمتی تو اس حد تک پہنچی ہوئی تھی کہ اگر مجھ کو وراثت میں چاندی کا طباق یا لوٹا ملتا۔ تو اسے بیچ کھاتا۔"

مسٹر پولک کی عمر ساٹھ برس کی ہے۔ وہ بہت رحمدل ملنسار اور سکون پسند فلسفی ہے دن میں ۱۴ گھنٹے سخت محنت کرتا ہے۔ اُسے اپنے مکان باغ کتب خانہ اور روزمرہ کے استعمال کی چیزوں سے خاص محبت و دلچسپی ہے اُسے گوناگوں کاموں سے شوق ہے لکھنے پڑھنے کھیلنے اور سیر و سیاحت کو وہ خصوصیت کے ساتھ پسند کرتا ہے۔

اسے اپنی گھر گرہستی سے بڑی محبت ہے وہ کہتا ہے کہ اگر میری ساٹھ سالہ بیوی کے عوض بیس بیس سال کی تین دوشیزائیں بھی ملیں تو میں انہیں لینا منظور نہ کرونگا۔ اور میرے چھوٹے سے گھر کے عوض امریکہ کی سب سے بڑی ریاست بھی ملے تو اسے قبول نہ کرونگا۔ تیس سال پہلے میں نے اپنے باغ میں جو پودے لگائے تھے آج انہیں تناور درختوں کی شکل میں سایہ پھیلائے کھڑا دیکھ کر میں مسرت اور خوشی محسوس کئے بغیر نہیں رہتا۔ خدا نے مجھے جو راحت بخش اور مسرت انگیز چیزیں عطا کی ہیں۔ ان میں شاید ہی کوئی ایسی شے ہو جس کا مجھے ہر وقت خیال نہ رہتا ہو۔

محنت کی عظمت

مسٹر پولک کے متعلق جو چند باتیں آپ کے ملاحظہ میں آئی ہیں ان پر غور کر کے آپ ایک حد تک ان کی مسرور اور کامیاب زندگی کا راز معلوم کر سکتے ہیں محنت و مشقت کو اس کی زندگی کے کامیاب بنانے میں خاص دخل رہا ہے۔ وہ ابھی صرف سولہ سال کا تھا کہ ایک اخبار میں کام کر کے معاش حاصل کرنے لگا۔ بیس سال کی عمر میں وہ نیویارک گیا۔ اسوقت اس کے پاس صرف کپڑے تھے۔ جو اس کے جسم پر تھے اور تین ڈالر نقد۔ جس کے تقریباً ساڑھے روپے ہوتے ہیں۔

اس کے بعد چالیس سال کے عرصہ میں مسٹر چیننگ پولک نے ترقی کر کے امریکہ کی صف اول کے افراد میں جگہ حاصل کر لی۔ امریکہ میں ایک کتاب شائع ہوئی ہے جس میں وہاں کے نامور اور کامیاب ترین انسانوں کا تذکرہ ہے۔ اس کتاب میں مسٹر پولک کے حالات بھی درج ہیں اس عرصہ میں مسٹر پولک نے اکتیس ڈرامے تصنیف کئے۔ تین ناول لکھے اور ایک مجموعہ مضامین شائع کیا۔ اور بہت سے متفرق فسانے اور مضامین بھی تصنیف کئے۔ اس نے نظمیں گانے اور سینما کے مکالمے بھی لکھے ہیں۔ ملک بھر میں بہت سے لکچر بھی دیئے ہیں اور حال ہی میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "ایک مسرور انسان کی کہانی" ہے۔

وہ دوسری دنیا کی سیاحت بھی کر چکا ہے اسے تیرنے ٹینس کھیلنے کشتی چلانے گانے وڑاسے پھول اور غروب آفتاب کی سیر سے بالخصوص دلچسپی ہے۔ بہرکیف اسکی مذاق اتنا وسیع ہے اور راستے اتنے کا...

[illegible]

خواہشات کی تحدید

[illegible] شادمانی کی زندگی گذارنے کیلئے خواہشوں اور تمناؤں کی تحدید قطعاً ضروری ہے۔ دنیا کو ہزاروں سال سے معلوم ہے کہ راحت اور خوشی کی زندگی کیسے گذاری جاسکتی ہے پھر بھی شاذ و نادر ایسے لوگ ملیں گے جو یہ کہہ سکیں کہ ہم خوش اور مطمئن ہیں۔ مسرت و شادمانی کے فقدان و محرومی کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ ہم اپنی امیدیں اور خواہشوں کے دامن کو حد سے زیادہ وسیع کر دیتے ہیں۔ انسان کی سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ وہ ہر وقت اسی ادھیڑبن میں لگا رہتا ہے کہ اس کے پاس کیا کیا ہے اور کیا کیا نہیں! لیکن وہ یہ نہیں سوچتا کہ وہ خود کیا ہے؟ اور اس کی بساط کیا ہے؟

انسان جن چیزوں کو اپنے لئے ضروری اور لازمی خیال کرتا ہے ان میں بہت سی چیزیں اسی طرح عبث اور لایعنی ہوتی ہیں۔ جس طرح بڑے بوڑھوں کے لئے کھلونے۔ جو لوگ بچوں کی طرح کھلونوں سے کھیلنے جائیں وہ ہمیشہ ہی زیادہ تر وہی آلام و مصائب اور اندوہ و غم میں مبتلا رہتے ہیں۔ عام طور پر لوگوں کے اندر اس بات کا زبردست چسکہ پایا جاتا ہے کہ وہ اپنی برادری یا جماعت میں ممتاز اور بڑے آدمی بن جائیں۔ لیکن اس میں کامیابی تو شاید ہی کسی کو ہوتی ہو۔ البتہ اس آرزو کے چکر میں پڑ کر مایوسی اور ناکامی کے شکار اکثر ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی نسبت مسٹر ہوبک کا کہنا ہے کہ ہم جھوٹی راحت و خوشی کے حصول میں سچی مسرت و شادمانی کو بھی کھو بیٹھتے ہیں۔ آپ بہت سے ایسے تھکے ہوئے آدمیوں کو جانتے ہوں گے۔ جن کو ان چیزوں سے آرام اور فائدہ اٹھانے کا موقع نہیں ملتا جو ان کے پاس ہوتی ہیں۔ شاید وہ ایڑی کا پسینہ چوٹی تک اسی لئے بہاتے رہتے ہیں کہ جس وقت وہ قبر کے گوشے آباد کرنے جائیں تو دنیا کے سب سے بڑے اور مالدار آدمی شمار کئے جائیں۔

استقلال کی ضرورت

مسٹر ہوبک کہتا ہے کہ میں دعویٰ کرتا ہوں کہ میں زندگی میں کبھی ایک گھنٹہ کیلئے بھی تکلیف زدہ نہیں ہوا۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ مجھے کبھی مفلسی سردی اور بھوک کی مصیبتوں سے دوچار ہونا نہیں پڑا و میرے کہنے کا یہی مطلب ہے کہ مجھے مفلسی اور فاقہ کشی میں لطف آتا ہے میرے کہنے کا مطلب صرف یہ ہے کہ میں ہر معاملہ میں صحیح نقطہ نظر سے غور

[illegible] تکلیف [illegible] ہو زیادہ عرصہ تک نہیں ٹھہر سکتی۔ دنیا کی کسی چیز کو [illegible] کو بھی دوام و ثبات نہیں پھر کسی تکلیف و مصیبت سے گھبرا جانا اور پریشان ہو جانا کیا ضرورت ہے صبر و استقلال سے کام لینے کی کوشش کی جائے تو یقیناً ہر مشکل آسان ہو سکتی ہے۔

مجھے جو صورت بھی پیش آتی ہے میں صفائی سے اپنے حسب حال سمجھ لینے کی اپنی خو بنالی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب میں کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہوں۔ تو مجھے یقین رہتا ہے۔ کہ میں کوشش کر کے اس سے نجات حاصل کر لونگا۔ اس لئے میری صحت پر کوئی برا اثر نہیں پڑنے پاتا ہر حالت میں مصروف کار رہنے سے وقت بھی اچھی طرح کٹ جاتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ خدا نے مجھے جو خوبیاں اور جو اچھی چیزیں دی ہیں وہ بھی ہر وقت میرے پیش نظر رہتی ہیں اور جن چیزوں کی مجھ میں کمی ہے وہ بھی۔ اسطرح کی عادت ہو جانے کی وجہ سے مجھے کسی چیز کا نقصان یا فقدان تکلیف نہیں دیتا۔

برے دنوں میں میں اسی اصول کا سہارا لیتا ہوں۔ کہ ہر چیز بے ثبات اور زوال پذیر ہے ؎

چناں نہ ماند چنیں نیز ہم نخواہد ماند

میں مسرت آگین اور راحت دہ باتوں کو یاد کرتا ہوں اور رنج و اذیت پہنچانے والی باتوں کو فراموش کر دیتا ہوں۔ میری خواہش رہتی ہے کہ لوگ مجھے پسند کریں۔ لیکن اگر مجھے ایسے آدمی ملتے ہیں جنہیں میرے عادات و اخلاق وغیرہ پسند نہیں تو مجھ پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا آپ بھی جیسے جیسے تجربات حاصل کرتے جائیں گے یہ محسوس کرتے جائیں گے۔ کہ آپ کے سوا آپ کو اور کوئی شخص فائدہ یا نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

منحوس چہروں سے بچے رہیئے

حتی الامکان میں ایسے لوگوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہوں جن کے عادات و اخلاق و اطوار نامطبوع اور ناپسندیدہ ہوتے ہیں اور جو خواہ مخواہ ہمیشہ رنجیدہ اور مغموم رہتے ہیں۔ لوگوں میں ایک طبقہ ایسا ہوتا ہے جو خود تو قسمت زدہ اور حرماں نصیب ہوتا ہی ہے وہ اپنے ساتھ دوسروں کو بھی محزون و ملول بنا دیتا ہے۔ ایسے منحوس لوگوں کی بستی سے باہر رہنا چاہئے اور ان کو زرد نشان لگنے پر مجبور کرنا چاہئے اس لئے کہ نحوست ایک متعدی مرض ہے۔ اسی طرح [illegible]

[illegible] روانسان کی [illegible] ہماری [illegible] روشنی سے معمور [illegible] آپ [illegible] ان کی صحبت میں رہئے اور مغموم مزاج لوگوں سے بچئے۔

مسٹر پولک کا قول ہے کہ خیالات کے ذریعہ بھی راحت و خوشی حاصل کی جا سکتی ہے اس کو یقین ہے کہ اگر مناسب طور پر خیالات کا انتخاب کریں تو بہترین رفیق کا کام دیتے ہیں۔ اس کا یہ بھی تجربہ ہے کہ صحت طبیعت کی ایک کیفیت کا نام ہے۔ اگر ہم خوش رہنے کی کوشش کریں تو ہماری صحت بہتر رہ سکتی ہے اور تندرستی اچھی ہے۔ تو خوشی میں ترقی ہوگی۔ اسی لئے ہمیں زیادہ سے زیادہ خوش رہنے کی کوشش کرنی چاہئے

حقیقت یہ ہے کہ ہم لوگوں میں سے اکثر آدمی رشک و حسد اور پست خیالی کیوجہ سے خواہ مخواہ رنج اور کوفت میں مبتلا رہتے ہیں انہیں اپنے گردوپیش کے لوگوں کی خوشی سے خوشی نہیں ہوتی وہ ہمیشہ دوسروں پر الزام دھرتے رہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ دوسرے ان کی امداد کریں۔

مسرت آگیں زندگی کی اولین شرط یہ ہے۔ کہ اپنے اندر اپنے عیوب کی جانچ اور پرکھ کی صلاحیت پیدا کی جائے جس سے دفعتہً یہ معلوم ہو جائے۔ کہ وہ فلاں جگہ غلطی کر رہا ہے۔

انسان تقریباً ان تمام حالات سے راحت و خوشی حاصل کر سکتا ہے جن سے عموماً اُسے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ انسان کو راحت اور خوشی حاصل کرنے کیلئے دوستوں کی۔ گھر کی خوداعتمادی کی محنت کی، اور عزم واستقلال کی ضرورت ہے۔ اگر ہم راحت و خوشی کی زندگی گذارنی چاہتے ہیں۔ تو ہمیں دوستوں سے محبت کرنی اور ان سے خلوص رکھنی چاہئے۔ میں تو لوگوں سے ملنا جلنا بہت پسند کرتا ہوں مجھے ان کی باتوں سے بہت دلچسپی ہوتی ہے۔

اگر ہم میں خوداعتمادی ہو اور ہمارے دل میں خلوص ہو تو ہم کہیں بھی رہیں خوش اور مطمئن رہ سکتے ہیں۔ ہمیشہ یہ بات یاد رکھنا چاہئے کہ خوشی کوئی ایسی چیز نہیں جو ہمارے اندر موجود ہو اور جسے ہم حاصل نہ کر سکیں محنت سے خوشی میں زیادتی ہوتی ہے۔ جو لوگ محنت نہیں کرتے وہ زیادہ تر بیکار بیٹھے رہتے ہیں۔ وہی سب سے زیادہ مغموم رہتے ہیں مسٹر پولک کا بیان ہے کہ میں نے زندگی کا بیشتر حصہ تیس گھنٹے کا دن مان کر کام میں گزارا ہے اور میں ان سے زیادہ خوش رہا ہوں جو تیس گھنٹے

کے [illegible]

ہمارے [illegible] عقیدت [illegible] کی خوبیوں پر یقین رکھتا ہی [illegible] ہے۔ ایسے خوش عقیدہ انسان اکثر خوش رہتے ہیں۔ اور جن لوگوں میں یہ جذبۂ عقیدت موجود نہیں ہوتا وہ اکثر تکلیف زدہ رہتے ہیں۔

اگر ہم بے خوف اور حوصلہ مند ہیں تو ہم خوش رہ سکتے ہیں مجھ سے پوچھئے تو مجھے تو یہی محسوس ہوتا ہے کہ میں کافی طاقتور ہوں اور مجھ میں کام کرنے کی پوری صلاحیت ہے۔ بیکاری کا مسئلہ خواہ کتنا ہی اہم ہو۔ لیکن میں تو یقین رکھتا ہوں کہ مجھے کوئی نہ کوئی کام ضرور مل جائیگا۔ میں تو بنجر زمین سے بھی روزی حاصل کر لونگا۔ میں کبھی مایوس نہیں ہوتا۔ میں بہت سے کام جانتا ہوں۔ اپنی موٹر آپ چلاتا ہوں کھانا پکا سکتا ہوں۔ باغبانی کر سکتا ہوں مجھے بڑھئی وغیرہ کے کاموں سے بھی واقفیت ہے۔

مشکل وقت آپڑنے پر بھی ہمیں پریشان نہ ہونا چاہئے گوناگوں مشکلات میں بھی ہمیں اپنا کام آپ انجام دینا چاہئے۔ مسرت و شادمانی کی زندگی گذارنے کا سب سے بڑا راز یہ ہے کہ پاکیزہ اخلاق و اطوار اختیار کئے جائیں!

یہ ہیں اس شخص کی زندگی کے حالات اور اس کے خیالات جو ایک عرصہ سے مسرت و شادمانی کی زندگی گذار رہا ہے۔ کیا اس کے اندر ہمارے لئے کوئی سبق نہیں ہے؟ کیا ہم اس شخص کی زندگی سے کوئی رہنمائی حاصل نہیں کر سکتے؟ یقیناً سبق ہے اور ضرور رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے، پس آؤ ہم بھی مسٹر پولک کی طرح ہر حال میں خوش رہنے کا فیصلہ کرلیں تاکہ ہماری زندگی بھی کامیاب اور مسرت آگیں ہو اور ہماری زندگی سے دوسروں کو بھی مسرور اور شادمان زندگی گذارنے کا موقع ملے۔ اور دوسرے بھی ہماری زندگی سے مسرت و راحت کا سبق حاصل کریں

سائنس کی دنیا

ایک پٹری پر چلنے والی ریل!

پیپاک کے مسٹر سی ای گیلیش نے ایک ریل گاڑی ایجاد کی ہے جو صرف ایک پٹری کے سہارے چل سکتی ہے۔ اس کی پٹری تین فٹ چوڑی سیمنٹ کی سڑک کے عین درمیان میں لگی ہوتی ہے اور اس کے اوپر یہ گاڑی جس کو گائیڈ ویز کہتے ہیں بآسانی چل سکے گی۔ ابھی یہ گاڑی کاروباری پیمانے پر تیار نہیں ہو سکی تاہم امید کی جاتی ہے کہ گائیڈ ویز سے بہت فائدہ اٹھایا جا سکے گا۔

اس خطرہ کے ازالہ کے لئے کہ گاڑی مڑتے وقت پٹری سے پھسل نہ جائے پہیوں کے دیگ شاروں پر گراریاں لگی ہوتی ہیں جو گاڑی کو پٹری پر قائم رکھتی ہیں۔

بیک پرواز امریکہ سے یورپ جانے والا طیارہ

امریکہ کے طیارہ ساز کارخانہ ڈگلاس ایئر کرافٹ نے بی ۱۹ کے نام اور ڈیزائن سے ایک بہت بڑا بمباز طیارہ زیر تعمیر ہے جس کی حد پرواز کم از کم چھ ہزار میل ہوگی یہ طیارہ ایک بڑی اڑان میں امریکہ سے یورپ اور پھر امریکہ کو جا سکیگا۔ طیارہ کی لمبائی ۱۳۰ فٹ اور اس کے بازوؤں کی لمبائی ۲۱۲ فٹ ہوگی۔ ایک طیارہ پر دو لاکھ پونڈ لاگت آئیگی دو سو میل فی گھنٹہ کی رفتار پرواز ہوگی اور ۲۰ ٹن بوجھ اٹھا لیگا اسکا اپنا وزن ۷۰ ٹن ہوگا

نبض دیکھنے والی مشین

انگلستان میں نبض دیکھنے کی ایک مشین ایجاد ہوئی ہے یہ مشین وزن معلوم کرنے والی مشینوں کی طرح ہے اس مشین پر بازو رکھ کر مقررہ سوراخ میں آنکھ ڈالکر دیکھیں تو نبض کی رفتار فوراً معلوم ہو جاتی ہے اس مشین کے ذریعہ سے خون کا دباؤ بھی معلوم ہو سکتا ہے۔

غیر مرئی شعاعیں

ایک سائنسدان نے ایک ایسی سرچ لائٹ ایجاد کی ہے جو نظر نہیں آتی یہ روشنی رات کو دشمن مقابل کے جہازوں کا کھوج لگانے اور دن کو بادلوں اور کہر میں دیکھنے کے کام آتی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب یہ غیر مرئی شعاع کسی چیز سے ٹکراتی ہیں تو ان کا عکس آکر ایک شیشہ میں پڑتا ہے اور اسطرح معلوم شے کا علم ہو جاتا ہے

قہوہ پکانے والی گھڑی

سوئٹزرلینڈ کے ایک گھڑی ساز نے ایک ایسی ٹائم پیس ایجاد کی ہے جو صبح قہوہ کی گرم گرم پیالی تیار کر کے اپنے مالک کو پیش کرتی ہے اس ٹائم پیس کے ساتھ ہی ایک فونوگراف بھی لگا ہوا ہے جو مالک کی سامعہ نوازی بھی کرتا رہتا ہے بیان کیا جاتا ہے کہ اس گھڑی میں بعض پرزے ایسے لگے ہیں جو ایک طرف سائڈ والے چولہے کو گرم کرتے ہیں تو دوسری طرف ریکارڈ بجاتے ہیں۔

نباتات تیار کرنیوالے کارخانے

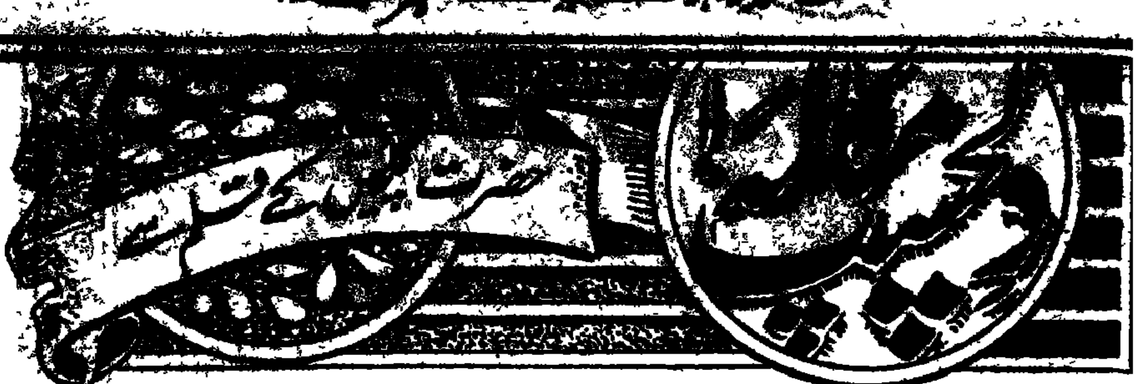
کیمیاوی طریقے سے زرعی پیداوار تیار کرنے کا کام اب تجربے کی حد سے آگے بڑھ چکا ہے اس بات کی اطلاع ملی ہے کہ بہت سے تجارتی اداروں نے زمین کی مدد کے بغیر محض کیمیاوی طریقوں سے بہت سی پھلیاں، گوندنیاں، رس بھریاں اور ٹماٹر وغیرہ پیدا کرنے شروع کر دیئے ہیں یہ تمام چیزیں ایسے پانی میں پیدا کی جاتی ہیں جس میں بجلی دوڑی ہوتی ہے اور کیمیاوی مادے محلول ہوتے ہیں بتایا گیا ہے کہ اسطرح سے پیدا کئے ہوئے پھل اور ترکاریاں زمین میں اگائی ہوئی ترکاریوں کے مقابلے میں بہت زیادہ لذیذ شیریں اور عمدہ ہوتی ہیں اور بہت جلد تیار ہو جاتی ہیں آج سے ۵۰ سال پہلے مصنوعی رنگ بنائے گئے تھے۔ اس کے بعد برابر اس بات کی کوشش جاری رہی ہے کہ مصنوعی طور پر نباتات بھی پیدا کئے جائیں۔ چنانچہ زمین کی بجائے سائنس کے کمرہ میں اور لیبارٹری سے فیکٹری تک سلسلۂ ترقی وسیع ہو چکا ہے اور بہت ممکن ہے کہ جلد تمام نباتات فیکٹریوں میں تیار ہونے لگیں اس چیز سے دنیا میں کس قدر انقلابات ظاہر ہونگے۔ ان کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے اگر تمام وہ چیزیں جو اسوقت کھیت سے حاصل کی جاتی ہیں فیکٹریوں میں پیدا ہونے لگیں۔ تو بس سمجھئے کہ کسان اور انفرادی زراعت کا خاتمہ ہے زراعت پھر ایک صنعت اور ایک بڑی وسیع تجارت بن جائے گی۔

جاپان اور جرمنی مدت سے مصنوعی طور پر کارخانوں میں کھانے اور پہننے کی چیزیں تیار کرنے کا تجربہ کر رہے ہیں۔ بہر حال نتیجہ اس صورت حال کا یہ ہوگا۔ کہ گاؤں اور قریئے تو ختم ہو جائیں گے۔ دیہات اور شہر مل کر ایک ہو جائیں گے کھیت اور کھیتی باڑی ختم ہو جائیگی۔ اس کی بجائے فیکٹریاں کام کرتی نظر آئینگی۔

پٹرول کا بدل

پٹرول کے بدل کی دریافت میں بہت سے سائنسدان عرصہ سے مصروف تھے۔ آخر میں انہوں نے کوئلے کی گرد کو انتخاب کیا ہے سلطنت برطانیہ کو

بقیہ صفحہ ۴۳ پر ملاحظہ



اناہ جناب دماغ عالم صاحب! کہاں چلے؟

ہو مسٹر ریڈیو مائنڈ Radio mind! کچھ پوچھنا ہے؟

پوچھنا کیا ہے۔ آپ کو تو ہر مذاق کے شاعروں کا کلام یاد ہی ہوگا؟

سناؤں؟

اچھا۔ کسی ایسے شاعر کا ایک شعر سنائیے جو حکیم بھی ہو۔

سنو۔ بیمار کی تیرے کیا اترے گی تپ مزمن
مقیاس محبت کا پارہ کہیں اترا ہے

اچھا۔ کسی ایسے شاعر کا ایک شعر سنائیے جو مولوی ہو

مولوی! کیسے مولوی؟ مسجد کے مولوی یا اسکول کے مولوی؟

اسکول کے

سنو۔ ہم تمہارے لئے ہیں مثل ضمیر متصل یا کہ منفصل سمجھو

کسی ایسے شاعر کا ایک شعر سنائیے جو سائنس داں ہو۔

سنو۔ مغرب نے خردبیں سے مگر ان کی دیکھ لی
مشرق کی شاعری کا مزا کرکرا ہوا

کسی ایسے شاعر کا ایک شعر سنائیے جو شرابی ہو

سنو۔ زاہد شراب پینے دے مسجد میں بیٹھ کر
یا وہ جگہ بتا دے جہاں پر خدا نہ ہو

کسی ایسے شاعر کا ایک شعر سنائیے جو عاشق مزاج ہو۔

سنو۔ اِن شوخ حسینوں پہ جو مائل نہیں ہوتا
کچھ اور بلا ہوتی ہے وہ دل نہیں ہوتا

کسی ایسے شاعر کا ایک شعر سنائیے جو افیونی ہو

تمباکو بھی ہوا ہے کڑوا مجھ سے
رک رک کر بولتا ہے حقا مجھ سے

کسی ایسے شاعر کا ایک شعر سنائیے جو ... کے اختلاط کا ... ہو

سنو۔ کس نے بھیگے ہوئے بالوں سے یہ جھٹکا پانی
جھوم کر آئی گھٹا ٹوٹ کے برسا پانی

کسی ایسے شاعر کا ایک شعر سنائیے جو انجنیئر ہو

سنو۔ جہاں میں جہاں تک جگہ پائیے عمارت بناتے چلے جائیے

کسی ایسے شاعر کا ایک شعر سنائیے جو ہنستا بھی ہو اور سکھاتا بھی ہو

سنو۔ ہم ایسی کل کتابیں قابل ضبطی سمجھتے ہیں
کہ جن کو پڑھ کے بیٹے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

کسی ایسے شاعر کا ایک شعر سنائیے جو مرد کو عورت اور عورت کو مرد بتاتا ہو

سنو۔ وحشت میں ہر اک نقشہ الٹا نظر آتا ہے
مجنوں نظر آتی ہے لیلا نظر آتا ہے

کسی ایسے شاعر کا ایک شعر سنائیے جو تارک الصلوٰۃ ہو

سنو۔ کریم تیری کریمی پہ ناز کرتا ہوں،
گناہ جان کے ترک نماز کرتا ہوں

کسی ایسے شاعر کا ایک شعر سنائیے جو پیدا ہوا ہو فارس میں۔ مرا ہو ہندوستان میں اور دفن ہو میسوپوٹامیا میں

سنو۔ اے متاع درد در بازار جاں انداختہ
گوہر ہر سود در جیب زیاں انداختہ

کسی ایسے شاعر کا ایک شعر سنائیے جو پیدا ہوا ہو ہندوستان میں۔ مرا ہو لندن میں اور دفن ہو فلسطین میں

سنو۔ ہے رشک اک جہاں کو جوہر کی موت پر
یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے

باقی آئندہ

(سائنس کی دنیا بقیہ صفحہ ۲۴ سے آگے) اسکی بڑی ضرورت تھی۔ اگر اس کے تجربات صحیح ثابت ہوئے تو کوئلے کی گرد کو انجن میں جلانے کے واسطے مفید چیز بنایا جائیگا۔ تجربات جاری ہیں بہت سے حل طلب سوالات جو لوگوں کو پریشان کئے ہوئے تھے حل کئے جا چکے ہیں۔ محکمہ تحقیق سائنس و صنعت نے ... مختلف قسم کی دھاتوں سے سطح پر طرح طرح کے فشار سے (پسٹن) کو اس قابل بنا دیا ہے کہ وہ رگڑ سے گھس نہیں سکتا۔ اگر یہ تجربات صحیح ثابت ہوئے تو کوئلے کی گرد سے چلنے والے انجن جہاں تیل کی جگہ استعمال ہونگے۔ اور اسی کو موٹر گاڑیوں میں بھی استعمال کیا جائیگا۔ ایسی موٹروں کے انجن کبھی خراب نہیں ہوسکتے۔

جادوگر ڈاکٹر

انسان کے تحت الشعوری دماغ کا اقتدار

جادوگر ڈاکٹر انگلستان کا ایک نہایت ہی مشہور و معروف اور کامیاب شخص ہے کسی مصلحت کے باعث ابھی اس کا نام ظاہر نہیں کیا جا رہا لیکن آگے چل کر ناظرین سب کچھ سمجھ جائیں گے۔ اس سلسلے کی پہلی قسط جولائی نمبر میں شائع ہو چکی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ دست قدرت کے پڑھنے والے اس بیان کے ایک ایک لفظ کا نہایت غور اور توجہ سے مطالعہ کریں۔ یہ اُن کے لئے ایک بالکل نئی دُنیا کا صدر دروازہ کھل رہا ہے جس میں ایک مرتبہ داخل ہو کر پھر انسان انسان نہیں رہتا بلکہ فوق الفطرت انسان بن جاتا ہے۔ اور اس کے لئے زندگی کے کسی مشکل سے مشکل کام کو بطور احسن سرانجام دے لینا آسان ہو جاتا ہے۔ (ایڈیٹر)

امریکے نے یہ ثابت کر سکے کہ تنویم یا ہپناٹزم ایک مانا ہوا علم ہے جو ایک حقیقت دُنیا کو بتاتی ہے وہ یہ تھی کہ انسانی دماغ دو حصوں پر مشتمل ہے — ایک شعور اور دوسرا تحت الشعور — آج اس چیز کو دُنیا کے تمام ماہرین نفسیات علمائے نفس اور ماہرین طب تسلیم کر چکے ہیں۔ حقیقت میں یہی وہ چیز تھی جس نے تنویم یا ہپناٹزم کو ایک جدید زندگی عطا کی۔ تحت الشعور ایک سربستہ راز ہے۔ میں نہیں جانتا کہ دماغ کا یہ حصہ کیسے کام کرتا ہے۔ کوئی بھی نہیں جانتا — لیکن ہاں میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ یہ کیا کیا تاثرات اور نتائج پیدا کر سکتا ہے۔ ان الفاظ سے میرا کیا مقصد ہے یہ مندرجہ ذیل ایک واقعہ سے واضح ہو جائے گا جو کہ مجھے اسی سال کے آغاز میں پیش آیا تھا۔

لندن کا ایک ڈاکٹر جو ہپناٹزم کی طاقت کا منکر تھا مگر باایں ہمہ مجبور ہو کر اپنا ایک مریض میرے پاس لایا تھا مجھ سے ایک روز دریافت کرنے لگا کہ میں اس قدر حیرت ناک کام کیسے انجام دے لیتا ہوں۔ وہ چاہتا تھا کہ میں اپنے نقطۂ نظر سے یہ تشریح کروں کہ ہپناٹزم سے ایسے نتائج کس طرح پیدا ہو جاتے ہیں؟

میں نے اسے جواب دیا — "اچھا پہلے آپ ایک سوال کا جواب دیجئے۔ آپ متعدد سال سے ڈاکٹری کا پیشہ کر رہے ہیں اور آپ اسٹرائکنائن اور دیگر دواؤں کو بہت سے مریضوں پر استعمال کر چکے ہوں گے۔ آپ بخوبی واقف ہیں کہ آپ ان دواؤں سے کیا نتائج پیدا کر لیتے ہیں۔ اب آپ مجھے طبی نقطۂ نظر سے بتائیے کہ یہ نتائج کس طرح پیدا ہو جاتے ہیں — یہ کیوں ہے کہ ایک دوا جو کچھ پیدا کرتی ہے دوسری دوا اس سے بالکل مختلف دوسرا اثر پیدا کرتی ہے؟"

"یہ بات میں بتلانے سے معذور ہوں" اس نے کہا "اسے کوئی بھی نہیں بتا سکتا"۔

"تو اسی طرح میں بھی آپ کے سوال کا جواب نہیں دے سکتا" میں نے جواب دیا۔

یہ واقعہ اس مسئلے پر بڑی روشنی ڈالتا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم زندگی کی بعض عام چیزوں سے کس قدر ناواقف ہیں۔ یہ ثابت کرتا ہے کہ صدیوں کی متواتر تحقیقات و استعمال کے باوجود بھی ڈاکٹری اور طب کا علم کس قدر نامکمل و ناقص ہے۔

لیکن جس طرح ڈاکٹری اور طب کا علم اپنے نقائص اور کوتاہیوں یا اپنے ماہرین کی ناواقفیت کی بنا پر غیر مفید اور محروم اثر قرار نہیں دیا جا سکتا اسی طرح تنویم یا ہپناٹزم کے لئے بھی یہ ممکن ہے کہ اپنے عمل کے لحاظ سے ایک راز رہنے کے باوجود امراض کا علاج کامیابی کے ساتھ کرتا رہے۔ یقیناً ہمیں یہ صحیح علم نہیں کہ انسان کا تحت الشعور کیسے کام کرتا ہے لیکن اگر ہم اُن طریقوں سے واقف ہیں جن کے ذریعہ اسے مصروف عمل کیا جا سکتا ہے تو تنویم کی افادی حیثیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

میں نے گذشتہ سطور میں دماغ کے دو حصوں کا تذکرہ کیا ہے۔ بجائے اس کے پیشتر کہ میں اس سلسلے میں آگے بڑھوں یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ایک غلط فہمی کا ازالہ کر دیا جائے۔ انسان کا دماغ صرف ایک ہی ہے۔ یہ قدیم نظریہ کہ انسان کے دو دماغ ہوتے ہیں عرصہ ہوا سائنس کے علماء نے مسترد کر دیا ہے۔ البتہ آج کل یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ یہ ایک انسانی دماغ مختلف و متنوع طریقوں سے کام کرتا ہے۔ ذاتی طور پر میرا خیال ہے کہ ہماری روزمرہ زندگی میں اور ہمارے ذہنی و جسمانی افعال میں تحت الشعور کا دخل اس سے کہیں زیادہ ہے جتنا کہ آج کل تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہ وہ [illegible]

تحت الشعور [illegible] ہیں [illegible] ہے
وجہ [illegible] کا [illegible] نہیں کرے گا۔ مگر [illegible] سے [illegible]
چھوڑ دیتا ہوں کیونکہ مسئلہ کی تشریح اس وقت زیادہ آسانی سے سمجھ میں آسکے
گی جب چند مضمون کے کامیاب عملی اطلاق کے اسباب بیان کر دوں گا۔
فی الحال میں ایک مختصر سی مثال پیش کرتا ہوں جو کہ عام انسانی
زندگی سے متعلق ہونے کی وجہ سے آسانی سے سمجھ میں آجائے گی اور
میرے مفہوم کو واضح کرنے میں مدد دے گی۔

ہم لوگ عام طور پر یہ خیال کرتے ہیں کہ ہمارے افعال اور ہمارے جسم کی
مختلف حرکتوں پر جو شے حکومت کرتی ہے وہ ہمارا شعوری دماغ یا
قوتِ ارادی ہے۔ یہ خیال کسی حد تک صحیح ضرور ہے مگر پوری حقیقت
صرف اتنی ہی نہیں ——— اگر پوری حقیقت محض یہی ہے تو اس کی وجہ کیا ہے
کہ جب ہم غصہ کی حالت میں ہوتے ہیں تو ہمارے دل کی حرکت تیز ہو جاتی
ہے حالانکہ ہم غصہ پر بہت کچھ قابو پانے کی کوشش بھی کرتے ہیں؟ ———
خوف و دہشت کے عالم میں اعضا کی سردی و زردی کا کیا سبب ہے؟
——— شرم و حجاب ——— اضطراری اور کپکپی اور آنسوؤں کا وجود کیوں
ہے؟ ——— ہم ارادہ کر کے یہ چیزیں پیدا نہیں کرتے بلکہ اس کے برعکس
ہم اپنے شعوری دماغ اور قوتِ ارادی کے ذریعہ ان کو زائل کرتے ہیں۔
حقیقت یہ ہے کہ ہمارے جسم کے ان معمولی اور روزمرہ کے
افعال میں ہمارے تحت الشعور کی طاقت کام کرتی ہے۔
ہمارے اجسام پر آخری قبضہ و اقتدار شعوری دماغ کا نہیں بلکہ تحت الشعور کا ہے۔
اسی استدلال پر آئیے کچھ اور آگے بڑھیں۔ اگر مندرجہ سابقہ
امور صحیح ہیں تو پھر شعوری دماغ یا قوتِ ارادی کا کام کیا ہے؟ حواسِ خمسہ کے
ساتھ مل کر یہ کیا کام کرتی ہے؟

عام طور پر تسلیم کیا جا چکا ہے کہ ہم اپنے حواسِ خمسہ کے ذریعہ دیکھتے، سنتے،
سونگھتے، چکھتے اور محسوس کرتے ہیں اور یہی وہ ذرائع ہیں جو قدرت
نے ہمیں خارجی دنیا کو سمجھنے کے لئے عطا کئے ہیں۔ میرا ذاتی نظریہ اس علم
تسلیم شدہ نظریہ سے بنیادی اختلاف رکھتا ہے اور میرے نظریہ کی
موافقت میں ایک بڑی چیز یہ ہے کہ صرف اسی کے تحت ان مظاہر اور
واقعات کی توجیہ و تشریح کی جا سکتی ہے جو میں نے دیکھے ہیں۔ میں
اپنے اس نظریہ پر ایک عرصہ کے بعد پہنچا اور اس پر بھی میں اس وقت تک
اسے قبول کرنے پر مائل نہ ہو سکا جب تک کہ میں نے اپنے تمام امکانی
ذرائع سے اس کی تصدیق و تحقیق نہ کر لی اور شک و شبہ کی کوئی صورت
باقی نہ رہی۔ ظاہر ہے کہ اس انتہائی صورت میں بھی اس نظریہ کو قبول نہ کرنا

[illegible] اس کی [illegible]
مشکل [illegible] سے [illegible] کی [illegible]
اس کے تسلیم و قبول کرنے سے میری پچھلی ذہنیت [illegible]
جن کے پریشان کن پہلو [illegible] تھے اور جن [illegible]
میں اپنے پچھلے نظریات کے تحت سمجھ نہ سکتا تھا، ایک ایک کر کے صاف اور
واضح ہو گئے۔ تحقیقات کے واسطے نئے راستے کھل گئے۔ نئے نئے
مسائل ذہن کے سامنے آنے لگے اور ان سے نظریات تعمیر ہونے
لگے یہاں تک کہ جو چیز پہلے صرف ایک نظری مسئلہ تھی وہ ایک زندہ
حقیقت بن گئی۔

میرا نظریہ مختصراً یہ تھا ——— خود آنکھ میں بصارت کا کوئی وجود نہیں بلکہ بصارت
آنکھ تحت الشعوری دماغ کے خواص میں سے ہے۔ اسی طرح کان بذاتِ خود
نہیں سنتا، ناک بذاتِ خود نہیں سونگھتی۔ کھال وغیرہ بذاتِ خود نہیں
محسوس کرتی اور زبان بذاتِ خود نہیں چکھتی۔ یہ سب اعضا تحت الشعور
کے خواص ہیں۔ اس لئے میرے نظریہ کے لحاظ سے حواسِ خمسہ محض
گھنٹیوں کی حیثیت رکھتے ہیں جن کا کام یہ ہے کہ شعوری دماغ کو آگاہ
کر دیں۔ جب کوئی خارجی اثر حواس میں سے کسی پر پڑتا ہے تو حرکت کر کے
شعوری دماغ میں گویا گھنٹی بجا دیتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا وہ
کہتے ہیں کہ ——— جلدی کرو۔ تحت الشعور کو مطلع کرو۔ ———
——— شعوری دماغ تحت الشعور کو اطلاع پہنچاتا ہے۔ تحت الشعور
فوراً دیکھنے کے لئے اٹھتا ہے کہ حواس کے متاثر کرنے والی کیا شے ہے اور
اس کا نتیجہ ہوتا ہے ادراک!!

دوسرے الفاظ میں یوں کہئے کہ شعوری دماغ محض ٹیلیفون کے تبادلہ
کا دفتر ہے جو جسمانی اثرات کو قبول کرتا ہے اور ان اثرات کو تحت الشعور
دماغ کے پاس بھیجتا ہے۔ جب ہم فطری صحت کی حالت میں ہوتے ہیں
اور ہمارے ذہنی ٹیلیفون کے تار جسم سے وابستہ ہوتے ہیں تو ان اثرات
یا پیغامات کو ہمارے دماغ کی فطری یا مادی فہم و فراست مطالعہ کرتی
ہے اور ان کا مفہوم اخذ کرتی ہے۔
اگرچہ دماغ اور روح ایک دوسرے سے گہرے طور پر وابستہ ہیں مگر ان کے
باہمی فرق کا واضح طور پر سمجھ لینا اس قدر اہم ہے کہ میں اسی مسئلے کو ابھی
کچھ اور آگے لے چلتا ہوں کیونکہ ان دونوں کے اس فرق کو سمجھ لینا
ہی وہ ذریعہ ہے جس سے ہیپناٹزم کے معجزات کو حقیقی طور پر سمجھا [illegible]
آئیے مثال کے طور پر پھر آنکھ کی طرف متوجہ ہوں اور اسی [illegible]
عضوِ انسانی کے ذریعہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ وہ فرق کیا [illegible]

[illegible] ... سے زیادہ خوبصورت آلہ [illegible] ... کر سکتا ہے۔ اس میں ایک ... [illegible] ... ہے — اور آنکھ کے پیچھے ایک بیضوی شکل کا آئینہ [illegible] ... جس پر مختلف شکل کے کچھ رگ و ریشہ [illegible] ... سے گزر کر آتی ہے اور آنکھ کے کرے کو ... ایک شخص ... کے ماتحت آنکھیں ... ہو جاتی ہے جس ... کے سامنے جو شے آتی ہے اس کا عکس آئینہ یا پردہ بصارت پر پڑتا ہے۔ جیسے ہی یہ عکس اس پردہ پر ظاہر ہوتا ہے رگ بصارت کا یہ ارتعاش و حرکت فوراً شعوری دماغ کے مرکز بصارت کی طرف منتقل ہو جاتا ہے بالکل ایسے ہی جس طرح لاسلکی کا پیغام بھیجا جاتا ہے۔

دوسرے الفاظ میں یوں کہئے کہ گویا رگ بصارت تحت الشعوری دماغ کو توجہ منعطف کرنے کے واسطے شعوری دماغ میں گھنٹی بجاتی ہے اور تحت الشعور فوراً پردۂ بصارت کی طرف دیکھتا ہے اور اس پر منعکس شے کا اندازہ کرتا ہے۔

مندرجہ بالا سطور میں خط کشیدہ الفاظ پر غور فرمائیے کیونکہ یہی وہ الفاظ ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو نظریہ میں تحت الشعوری دماغ کے فعل و عمل کے متعلق رکھتا ہوں وہ دوسرے علمائے سائنس کے عام تسلیم شدہ نظریہ سے کیا اختلاف رکھتا ہے۔ وہ قدیم نظریہ جسے میں نے مسترد کیا ہے تمام واقعات پر حاوی نہیں اور یقیناً جو نظریہ تمام امور پر حاوی نہیں وہ غلط اور ناقص ہے۔

اگر ہمارا شعوری دماغ ہی وہ شے ہے جو ہمارے حواس خمسہ کے احساسات کا مفہوم اخذ کرتا ہے تو ایسے واقعات کی تشریح کس طرح کی جائیگی جبکہ انسانی دماغ ان جسمانی آلات کے بغیر ہی مادی اشیاء کا احساس کر لیتا ہے؟ اگرچہ یہ ایک عجیب امر ہے مگر ایسے واقعات غیر معمولی نہیں ہیں اور اکثر عام زندگی میں دستیاب ہو سکتے ہیں۔

مثال کے طور پر ایک ایسے انسان کو لیجئے جسے نیند کی حالت میں چلنے پھرنے کی بیماری لاحق ہے۔ ساؤتھ ... میں میرا ایک دوست ہے جو اکثر خوابیدہ حالت میں چلتا ہے۔ ایک مرتبہ اس نے مجھ سے بتایا کہ ایک رات جبکہ وہ سو رہا تھا وہ چارپائی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اپنی میز کے پاس گیا۔ قلم ... اور کاغذ اُٹھایا اور تقریباً نصف درجن تجارتی خطوط لکھ ڈالے۔ ان خطوط کو اس نے لفافوں میں بند کیا، ان پر پتے لکھے اور ٹکٹ چسپاں کئے اور یقیناً اگر اس وقت بارش نہ ہوتی تو وہ ان لفافوں کو ڈاک میں ڈال دیتا۔ یہ سارے واقعات اُسے اُس کی بیوی نے بتائے کیونکہ وہ ... [illegible] ... نے یہ دیکھ کر اُسے جگا دیا کیونکہ ایک مرتبہ جبکہ اس نے شوہر کو جگایا تھا تو اس نے اُس پر حملہ کر دیا تھا اور گلا گھونٹ کر تقریباً اُسے ہلاک کر دیا تھا۔ ان امور کے مدنظر اس کی بیوی اس مرتبہ صرف دیکھتی رہی اور کچھ کرنے کی جرأت نہ کر سکی۔

اگلے روز صبح کے وقت اس شخص نے لفافوں کو کھول کر دیکھا کہ اس نے کیا کیا لکھا تھا۔ اُسے یہ معلوم کر کے حیرت ہوئی کہ ہر ایک خط میں اُس نے جن اشیاء کا آرڈر جن کارخانوں کو لکھا تھا وہ بالکل ٹھیک اور معقول تھا۔ اور یقیناً جو کچھ وہ چاہتا تھا الفاظ میں اس کی صحیح ترجمانی ہوئی تھی۔

ظاہر ہے کہ اس واقعہ میں اس شخص کے افعال کی رہنمائی کرنے والے اس کے حواس خمسہ نہ تھے بیدار ہونے پر اُسے بالکل علم نہ تھا کہ اس نے کیا کیا ہے۔ اس کا دماغ — شعوری دماغ — یقیناً اس وقت بے عمل اور خوابیدہ حالت میں تھا۔ پھر آخر کس چیز نے ان افعال میں اس شخص کی رہنمائی کی تھی؟

میں نے اپنے تجربات کے دوران میں دیکھا ہے کہ جب ایک شخص ہپناٹزم کے عمل سے مسحور ہوتا ہے اور اس کا عام شعور معدوم اور حواس خمسہ معطل ہوتے ہیں تو اس میں کچھ ایسی قوت آ جاتی ہے کہ وہ صرف اپنے گردوپیش کی چیزیں ہی نہیں بلکہ ہر ایک فاصلہ کی اشیاء کو دیکھ سکتا ہے خواہ وہ فاصلہ کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو۔

میں اس بات کو نہیں مانتا کہ خارجی اشیاء کے ادراک کے واسطے انسان کو دو جُداگانہ آلات عطا کئے گئے ہیں حالانکہ اگر شعوری اور تحت الشعوری دماغ کے متعلق قدیم نظریہ کو صحیح مانا جائے تو ہمیں مجبوراً ایسا ہی تسلیم کرنا پڑے گا۔ ممکن ہے کہ ہم خوبصورت مگر بے حقیقت دلائل کے ذریعہ نیند میں چلنے والے اس شخص کی مثال کو اپنے قدیم نظریہ کے مطابق کرنے کی کوشش کریں اور کہہ دیں کہ اس شخص نے نیند کی حالت میں اپنے جسمانی حواس کو ضرور استعمال کیا تھا مگر یقیناً ایسے دلائل ان لوگوں کے متعلق پیش کرنا ناممکن ہے جو ایسی چیزوں کا ادراک کر لیتے ہیں جو حواس خمسہ کے حدود سے باہر ہیں۔ علاوہ ازیں انسان کو ادراک کے واسطے دو قطعی جُداگانہ آلات عطا کرنا فطرت کے اقتصادیات میں ایک ایسا اسراف ہے جو دنیا کی باقی مخلوق میں کسی جگہ بھی نظر نہیں آتا۔ میں آگے چل کر اپنے تجربات کا ایک سب سے زیادہ حیرت انگیز واقعہ بیان کروں گا جس میں فاصلہ کی اشیاء کو دیکھ لینے کی انسانی قدرت و اہلیت نے ایک سنسنی خیز نتیجہ پیدا کیا تھا ... [illegible]

(بقیہ صفحہ ۱۴۷ پر دیکھئے)

دورِ جدید کی شاعری کے چند اچھوتے نمونے

تجھ سے جب طلب تھا پھر ماسوا سے کیا غرض
اب مرادِ دل، چاہے جیوں یا ہو جو وفا سے کیا غرض
شوخیوں کو ساتھ لیکر آ گیا عہدِ شباب
جب تمہیں بے درد نکلے غیر سے کیا واسطہ،
اپنا دیوانہ بنانا تھا، بنا کر چل دیئے
پھر نگاہِ ناز ہے ذوقِ طلب کا آشکار
بس رہی ہے میری رگ رگ میں شمیمِ زلفِ یار
ہیں سرِ عہد آفریں شرحِ عشق کی رنگینیاں
لطفِ ذوقِ نغمہ ہے سازِ سے ہو ساز باز
یہ حسین پیدا ہوئے جور و ستم کے واسطے
ہے نیاز اس سے جبھی تو ایسی شانِ ناز ہے
قبضۂ قدرت میں ہیں میرے حدیثِ حسن و عشق
ڈھونڈتا ہوں حشر میں بھی [illegible]
مٹ گئے خود جو تم کو بھی [illegible]

آشنا سے کیا غرض، نا آشنا سے کیا غرض
لے چکے دل، اب انہیں کو جان پہ بتلا سے کیا غرض
اب نگاہِ ناز کو شرم و حیا سے کیا غرض
مجھ کو دنیا میں کسی دردِ آشنا سے کیا غرض
اب کسی کو ہو گرفتارِ بلا سے کیا غرض
اب تمہیں میرے دلِ بے مدعا سے کیا غرض
نکہتِ گل ہو جب آوارہ صبا سے کیا غرض
ابتدا ہے لطف افزا انتہا سے کیا غرض
کیسے کہتے ہے [illegible] سے کیا غرض
اے دلِ ناداں انہیں مہر و وفا سے کیا غرض
میں کہوں کیونکر بتِ بے مہر کو خدا سے کیا غرض
ہے یہاں اپنی خدائی ناخدا سے کیا غرض
اور مجھ کو اس پشیمانِ جفا سے کیا غرض
ایسے قاتل سے، ایسے نقشِ دعا سے کیا غرض

جو کعبہ نشیں ہے، وہ دل میں مکیں ہے
جفا کا ہو دشمن، وفا کا ہو شیدا
جفا ہو، وفا ہو، تغافل ہو کہ نفرت
غضب کر رہی ہے [illegible] کی الفت!
خدا سے بغاوت کی شاید سزا ہو!
فقط اس کی صورت ہی دلکش نہیں کچھ
جو مرغِ [illegible] جائے یہاں سے
جو کہتے ہیں تحدید کرتے ہیں اس کو
دلآزار کہلائے آخر نہ انساں

مرا عشق، کم خرچ بالا نشیں ہے!
زمانے میں ایسا بھی کوئی حسیں ہے؟
محبت کی دنیا میں سب کچھ حسیں ہے!
وہی دل شکن ہے۔ وہی دل نشیں ہے
کہ قدموں پہ بت کے ہماری جبیں ہے
ہر اک بات اس شوخ کی دل نشیں ہے
کہ مسکن گزیں قطرے میں اک نازنیں ہے
ذرا یہ بتا تم وہ جس جا نہیں ہے
یہی میرا مسلک یہی میرا دیں ہے

شبِ ہجراں نہیں آتی ہے بلا آتی ہے
اس طرح آتے ہیں وہ نگاہ دل کے اندر
کیا بڑی بات ہے پروانہ جو جل مرتا ہے
[illegible]
[illegible]

تیرے عاشق کے لئے بن کے قضا آتی ہے
حلقۂ چشم میں جس طرح حیا آتی ہے
شمع کی بھی [illegible] جل کے قضا آتی ہے
چومنے کے لئے [illegible] صبا آتی ہے
نہ وہ [illegible] آتی ہے

[illegible] ہوتا ہے
[illegible] جہاں میں مبارک [illegible]
[illegible] غزلوں سے
[illegible] چمن میں
[illegible] ہے [illegible]
[illegible] کی انھیں فرصت کہاں
[illegible] نگاہ و ساقی سے
دم نکلتا ہے تیرے عاشق کا
ہیں اشعار [illegible] تیرے مستم کے
اے جمالی غزل سرائی سے

[illegible] تمام ہوتا ہے
[illegible] نام ہوتا ہے
اور [illegible] ہوتا ہے
[illegible] ہوتا ہے
[illegible] ہوتا ہے
آنکھ سے بھی کلام ہوتا ہے
کیا مکمل [illegible] ہوتا ہے
آج قصہ تمام ہوتا ہے
بجلیاں جن کا نام ہوتا ہے
آدمی خوش کلام ہوتا ہے

آپ آئے میرے گھر میں اور آکر چلے گئے
اِک گوشۂ نقاب اُٹھا کر چلے گئے
کون و مکاں کے جلوے دکھا کر چلے گئے
پھر التفات کی قدر گھٹا کر چلے گئے
ہوش و خرد پہ برق گرا کر چلے گئے

خوابیدہ حسرتوں کو جگا کر چلے گئے
دیوانۂ جمال بنا کر چلے گئے
پردے مری نظر سے اٹھا کر چلے گئے
مجبوریوں کا رنگ جما کر چلے گئے
دیوانگی کو راہ بتا کر چلے گئے

موتی کچھ آنسوؤں کے لٹا کر چلے گئے
افسردگی کا سکہ بٹھا کر چلے گئے

آئے تھے آتشِ فراق بجھانے کو آئے تھے
دو گھونٹ بھی پلا نہ سکے تھے مے نشاط
سازِ وفا پہ نغمۂ عشرت نہ گا سکے
آئے تھے آپ لیکے پیامِ حیاتِ نو
[illegible] کے گھروندے بنائے تھے آپ نے
دل کی کلی کھلانے کا وعدہ تھا آپ کو
مجھ کو نہ چھوڑنے کی قسم کھا چکے تھے آپ
اک زندگی کا میری سہارا وہی تو تھا

جلتی پہ اور تیل گرا کر چلے گئے
پھر تلخ کام مجھ کو بنا کر چلے گئے
رنج و الم کے گیت سنا کر چلے گئے
اور زندگی کی آس مٹا کر چلے گئے
کیوں خود ہی ان گھروندوں کو ڈھا کر چلے گئے
لیکن نئے شگوفے کھلا کر چلے گئے
اور آج سارے عہد بھلا کر چلے گئے
دامن جو آپ مجھ سے چھڑا کر چلے گئے

اِک بار اور آپ میرے گھر میں آ جائیے
اور اس طرح کہ پھر کبھی واپس نہ جائیے

وہ آ گئے گلوں سا پیرہن لئے ہوئے
کیوں اے کلیمِ طور کہاں ہیں حواس و ہوش
تو پاس ہے تو گھر مرا رشکِ بہشت ہے
طوفاں بدوش! آہ وہ انگڑائیاں تری
آفت ترے بغیر ہے یہ موسمِ بہار
تم جانتے ہو [illegible] کا واسطہ
تاریک ہے یہ [illegible] ترے بغیر
شعر و شباب و حسن کا اک کیف امتزاج
آ اے بہار [illegible] عزیز کا

موجِ بہارِ خلد کا نقشہ لئے ہوئے
آئے تھے آپ ذوقِ تماشا لئے ہوئے
تنہا ہیں یہ نقشۂ صحرا لئے ہوئے
اور سرخ ہونٹ ساغر و صہبا لئے ہوئے
بیٹھا ہوں میں خزاں کی تمنا لئے ہوئے
ہر چیز ہے [illegible] کی تمنا لئے ہوئے
پھر آ [illegible] چاند سا [illegible] لئے ہوئے
[illegible] لئے ہوئے
ابھرے ہوئے [illegible] لئے ہوئے

شے پڑھنے والے یہاں سے شروع کریں۔ سکھ دیتی کے ہاتھوں مجبور ہو کر ہوٹی لاؤشن۔ لندن کی ایک حسینہ جو حسرت یا لاشن میں اپنی عصمت کے بہا حرتی کو فروخت کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہے۔ اس کے پاس زہر تک کھانے کو بھی ایک پیسہ نہیں۔ گھر کا تمام سامان گروی رکھا جا چکا ہے۔ مالک مکان کی طرف سے دو ہفتوں کے کرایہ کیلئے ۲۴ گھنٹہ کا نوٹس مل چکا ہے۔ وہ کہتی ہے: دس ہفتوں کے مسلسل نے تلاش کئے۔ لیکن افسوس کہ کام نہیں ملا اور نہ کام کے بغیر یہ آمدن کی کوئی صورت ہو سکی چنانچہ بیمار گی کی حالت میں آخر میں نے گناہ کی زندگی اختیار کئے بغیر گزارہ ناممکن ہو گیا ۔ ۔ ۔ والد فرانس کی لڑائی میں مارے گئے اور بچہ ماہ بعد شدت خیال والدہ بھی جاں بحق ہو تی موسم کیا ملک سے لگیں۔ ان کی زندگی ہی میں ولیم خط لکھا ہے ایک پڑوسی سے میری نسبت قرار پا چکی تھی ۔ سال کے انتقال کے کچھ عرصہ بعد وہ رخصت لیکر محاذ سے گھر آیا اور اس رات ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مجھ سے سجاد کی فروگذاشت ہوئی۔ میں نے اسکی چکنی چپڑی باتوں میں پھنس کر شادی سے قبل ہی اپنا آپ اس کے حوالے کر دیا ۔ ۔ ۔ ۔ اور پھر وہ میدان کارزار میں جا کر دوبارہ نہ لوٹا۔ نتیجہ اس رات کی بھول سے کنوارپنے میں ہی ایک بچہ کی ماں بن گئی اسوقت اگر میں چاہتی تو حکومت سے اپنے بچے کا گذارہ بھی لے سکتی تھی کیونکہ اس کا باپ کار سرکار میں مرا تھا۔ لیکن افشائے راز کے خوف سے ایسا نہ کر سکی۔ ایک سال سے کچھ اوپر میں زچہ خانہ میں رہی۔ مجھے اس ننھی سی جان سے اتنی گہری محبت تھی کہ اگر میرا بس چلتا تو اس کو اپنے کلیجہ سے کبھی جدا نہ کرتی۔ لیکن افسوس یہ ناممکن تھا۔ میرے بے سر پرستی میں میرے حالات بہت خراب تھے۔ میں نے کچھ رقم ماہوار دینے کا فیصلہ کر کے ان کو بچہ کی پرورش پر آمادہ کر لیا۔ اور عرصے فارغ ہوئی تو لیڈی جنکسن کی عنایت اور سفارش میرے آڑے آئی اور وولچ کے کارخانہ اسلحہ سازی میں اور اس کے بعد ایک چائے کی کمپنی میں مجھے ملازمت مل گئی۔ لیکن میری علالت کے باعث ملازمت زیادہ دنوں تک قائم نہ رہ سکی۔ کچھ دن ہیلتھ ریزورٹ میں ایک سہیلی کی معاونت سے میں نے تھیٹر میں جہاں ایک نئے کھیل کی ریہرسل کے لئے کچھ لڑکیوں کی ضرورت تھی شامل ہونے کا فیصلہ کر لیا۔

انتخابی باب

گذشتہ سے پیوستہ

اس سے اگلے روز صبح کیرن لڑکیوں کا امتحانی امتحان ہونا تھا۔ ہم تاہم کے کاسٹنگ روم میں ہر لڑکی آئندہ منتظر تھیں۔ اس کو جانچ کر بھی پیش کیا کرنا تھا۔ لیکن گینگ اسٹیم دو نوں ہاتھوں کارڈ رکھ کر جاتی تھیں۔ وہیں داخل ہو گئیں۔ کیا دیکھتی ہوں کہ بہت سی لڑکیاں پہلے سے لائن میں کھڑی تھیں اور اپنی باری کا انتظار کر رہی تھیں [illegible] آخر کار میرا انتخاب ہوا [illegible] [illegible]

منیجر کا انتظار کرنا ضروری ہوا۔ آخر کار جب میری باری آئی تو تھیٹر کے منتظموں نے مجھ سے گانے اور ناچنے کے کام میں اپنی قابلیت دکھانے کی فرمائش کی۔ میں نے برابر جب کچھ آتا تھا کر دکھایا اور میری امید کے خلاف انہوں نے مجھ کو ریہرسل کے سٹیج پر آنے کی اجازت دیدی۔ آنا ہی نہیں بلکہ ان لوگوں نے میرے حق میں کچھ اچھی باتیں بھی کہیں اور میرے کام کی تعریف کی تھی۔ حسن اتفاق سے میری یہ پہلی کوشش ہی کامیاب ہو گئی۔ جس سے مجھے امید [illegible] [illegible]

بہر حال اسی طرح کی خوشگوار امیدوں میں آئندہ کا سوچنے لگی۔ میں سوچتی تھی کہ پہلی ہی کوشش میں جب ہی کامیابی حاصل کر لی ہے تو آئندہ کے لئے بھی ہماری تقدیر چمک جائے گی۔ [illegible] ہے کیونکہ سب پر یقین ہو گیا تھا [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] گزشتہ [illegible] پہلے مستقبل کے بارہ میں [illegible] متاثر [illegible] تھا [illegible] لیتی تھی۔ میرے لئے اس حقیقت کو نظرانداز کرنا بہرحال مشکل نہ تھا کہ اس ملازمت کے مل جانے پر بھی میری حالت مالی طور پر بہت زیادہ آسودہ نہ ہو سکے گی۔ وہ اس لئے کہ تین پونڈ ہفتہ وار میں سے جو میری تنخواہ تھی، پینتالیس شلنگ مجھکو اپنے بچہ کی پرورش اور پرداخت کیلئے مخصوص کرنے ہوں گے۔ لیکن اس پر بھی میرا خیال تھا کہ اگر میں نے احتیاط اور دوراندیشی سے کام لیا اور اشد ضرورت کے سوا کوئی چیز صرف نہ کی۔ تو میں کسی نہ کسی طرح اپنا نباہ کرتی چلی جاؤں گی اور اتنے ہی کی سچ پوچھئے تو مجھکو ضرورت بھی تھی

ان حالات میں زندگی پھر ایک بار میرے لئے روشن پہلو اختیار کرنے لگی تھی اور یہ میری خوشگوار امیدوں اور شاندار آرزوؤں کا نتیجہ تھا کہ میں نے ریہرسل کی تکلیف دہ اور پریشان کن منازل کو بھی تکلیف دہ نہ سمجھا۔ مجھکو اپنے کام سے گہری دلچسپی تھی اور اس لئے جو کچھ کرنا ہوتا دلی شوق سے کرتی تھی۔ ایک بات اور بھی میں نے دیکھی جو یہ تھی کہ بیشتر لڑکیاں جو تماشگروں میں کام کرتی تھیں۔ گو حالات کے زیر اثر کسی حد تک بدزبان۔ بداخلاق اور بداطوار تھیں۔ تاہم دل کی بری نہ تھیں۔ نیک دلی کا جوہر ان میں بالکل ہی تلف نہ ہو گیا تھا۔ مجھکو اس جگہ کام کرتے بہت مدت نہ گذری تھی کہ میں نے یہ تلخ حقیقت محسوس کرنی شروع کی کہ اسطرح کی زندگی بسر کرتے ہوئے کسی لڑکی کے لئے نیک و پاک رہنا عملی طور پر ناممکن ہے۔ یہ بات میں اپنے تجربہ کی بنا پر تماشگروں کی صنف خاص طور پر کہتی ہوں

یا ایسے تماشوں کے متعلق جن میں [illegible] کا تا [illegible] ناقص ترین صورت میں کیا جاتا ہے۔ انکی صحیح حالت کیا ہے۔ اسکے متعلق میں کوئی رائے قائم نہیں کرسکی اس معاملہ میں ان سے میرا واسطہ نہیں پڑا۔ لیکن خیال ہے کہ ان کی حالت اسقدر بری نہیں۔ بہرحال میں نے ناٹک کی جس شاخ میں کام کرنا شروع کیا تھا اس کی نسبت جلدی ہی مجھکو پورا یقین ہو گیا کہ اگر کسی لڑکی کی خواہش اس لائن میں مستقل جگہ حاصل کرنے کی ہو اور وہ ترقی حاصل کرنیکی بھی آرزومند ہو تو پھر اس کو نیکی اور نکوکاری کے خواب شیریں سے جلدی ہی بیدار ہو جانا چاہئے۔

اتنا تو خیر مجھکو پہلے بھی معلوم تھا کہ ناٹک میں کام کرنیوالی لڑکیوں کو بہت سی خارجی تحریصات کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ تماشائی طرح طرح کے چکمے دیتے ہیں۔ امراء۔ رؤسا اور نام نہاد شرفا کی طرف سے ان کے مکانات پر آنے کے بلاوے آنے لگتے تھے۔ ایک حد خاص کے اندر وہ لوگ "حصول عنایات" کی قیمت بھی ادا کرنے کو آمادہ رہتے ہیں۔ ان سب باتوں سے پہلے وقت بھی واقف تھی اور جب میں یہ طریقہ معاش اختیار کرنے لگی اور میں اس بات کا بھی مصمم ارادہ کر چکی تھی کہ میں ایسی تحریصوں اور ترغیبوں کا زوردار مقابلہ کروں گی۔ گو عملی زندگی میں یہ کام اتنا سہل ثابت نہ ہوا جتنا میرا خیال تھا

آپ جو اس داستان کو پڑھ رہے ہیں ذرا اپنے دل میں سوچیں کہ ایک کم تنخواہ دار لڑکی کے لئے اس صورت میں فائدہ بخش دعوتوں کو قبول کرنے سے انکار کرنا کس قدر دشوار اور وقت طلب ثابت ہو سکتا ہے جب کہ اسکے ساتھ کام کرنے والی تین چوتھائی لڑکیاں شوق سے ان کو قبول کر رہی ہوں، اچھے سے اچھے [illegible] کو جاتی ہیں۔ لیکن وہ شخص [illegible] سے [illegible] کرتی ہے جو کہ [illegible] ساتھ [illegible] اپنے [illegible] جاتی ہے وہ اس کو [illegible] نہیں [illegible] ساتھی لڑکیاں [illegible] بے وقوف سمجھ کر اس کی ہنسی اڑاتی ہیں لیکن وہ ان کی سب باتیں سننے اور نظرانداز کرنے پر مجبور رہتی ہے۔ اور ساری باتوں پر مستزاد یہ کہ جہاں دوسری لڑکیاں اوروں کے خرچ پر لطف عیش حاصل کرتی اور مزے اڑا رہی ہیں عمدہ اور نفیس کھانے کھاتی اور ناچ رنگ کے جلسوں میں حصہ لیتی تھیں۔ وہاں مجھکو اپنے عدم استوار کی وجہ سے ان سب باتوں سے محروم رہنا پڑتا ہے۔

ایک دو مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ میں بعض سہیلیوں کی دعوت پر ان سے ملنے ان کے مکان پر گئی۔ ان کے ہاں ناچ رنگ کی صحبت تھی اور میرا خیال تھا کہ اسطرح بغیر کسی خطرہ کے تفریح حاصل کر سکوں گی۔ لیکن جلدی ہی معلوم ہو گیا کہ اس طرح کے جلسوں میں ضرورت صرف ان لوگوں کی ہوتی ہے جو ہر طرح بے تکلف ہوں اور خوش عیشی کی اسقدر دلدادہ کہ نیک و بد کی تمیز بھی کھو دیں۔ حد سے زیادہ پابند اخلاق نہ ہوں اور جو مرد ان صحبتوں میں حصہ لیں ان کی پیش دستیوں سے ہرگز برا نہ مانیں۔ بس انہی خیالات کے شخصوں کی وہاں کچھ قدر تھی اور اگر کوئی اس سے اختلاف رکھتی ہو تو پھر وہاں اس کی گنجائش نہ تھی وہ اپنے گھر میں بیٹھی رہے تو اچھا ہے۔

نتیجہ ایک [illegible]

[illegible]

تحریصات [illegible] میری [illegible]

تھیں، لیکن مجھ کو معلوم تھا کہ اسٹیج کے موقعے ناٹک کی لائن میں پڑنے والی ہر ایک عورت کو پیش آتے ہیں، لیکن جس بات نے میرے اندر تحیّر و استعجاب پیدا کیا یہ تھی کہ خود اس کمپنی کے سرداروں کی طرف سے جس میں کوئی مجھ سی بدنصیب عورت کام کرنے پر مجبور ہو، تحریصات و ترغیبات سے بہت زیادہ جبر و تشدد سے کام لیکر نیک کو بد بننے پر مجبور کیا جاتا ہے، اس بارہ میں سب سے زیادہ افسوسناک اور شرمناک حالت ان لوگوں کی تھی جو کمپنی میں اونچا درجہ رکھتے اور ذمہ داری کے کاموں پر مامور تھے، جب وہی لوگ جو تمہاری قسمت و تقدیر کے مالک ہوں، تم کو بدراہ کرنے پر تلے ہوں تو سمجھ لو کہ حالت کس قدر المناک ہو گئی ہے،

پہلی مرتبہ مجھ کو اس پیشہ میں آن کر یہ تلخ حقیقت معلوم کرنی پڑی کہ ناٹک کی لائن میں کسی نوجوان عورت کی ترقی اور اس کے شاندار مستقبل کا انحصار محض اس بات پر ہوتا ہے کہ وہ سبھی کچھ کرنے اور ماننے کے لئے تیار ہو۔

اب مجھ کو معلوم ہوا کہ جو عورتیں سٹیج پر کام کرتی ہیں وہ اگر بیرونی تحریصات کا مقابلہ کر بھی لیں تو اندرونی اثرات کے مقابلہ میں بمشکل عہدہ برآ ہو سکتی ہیں ان کی حالت میں نیکوکاری اور پاکبازی اوصاف نہیں سمجھے جاتے، یہ وہ رکاوٹیں ہیں جو ہر ایک قدم پر ان کے راستے میں حائل ہوتی ہیں۔

مستثنیات کو جانے دیجئے، وسیع ترین حالات میں [illegible] کہہ سکتی ہوں کہ ناٹک کی زندگی ایک ایسی زندگی ہے جس میں [illegible]

[illegible]

[illegible] کی [illegible]

[illegible] تعمیل و اشتراک لازم ہے۔ آپ سمجھتے ہوں گے کہ یہ اشارہ کس طرف کی جانب ہے۔

لیکن یہ سب ایک طرح کا جملہ معترضہ تھا، مجھ کو بہر حال سلسلہ داستان جاری رکھنا چاہئے۔

ناٹک کمپنی کی ملازمت میں آنے کے بعد میری نئی زندگی کے ابتدائی چند ہفتے عام اور رسمی حالات میں گذرے اور کوئی غیر معمولی واقعہ ان دنوں پیش نہ آیا، میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اہلکاران کمپنی میں سے کسی نے میری ذات پر خاص توجہ مبذول نہ کی جس کی وجہ میرے خیال میں یہ تھی کہ یا تو کسی کی نظر ہی مجھ پر نہیں پڑی یا ان لوگوں نے سمجھا کہ ایک نیا پنچھی ہے۔ ابھی تک آداب قفس سے واقف نہیں ہوا، کچھ گذر لینے دو، پھر اس کو راہ پر لانے کی کوشش کریں گے۔ لیکن جوں جوں وقت گذرتا گیا اور کمپنی کے چھوٹے درجہ کے عمال سے میری بے تکلفی بڑھی (جس کی وجہ یہ تھی کہ ان لوگوں سے مجھ کو ہر وقت کام پڑتا اور سلام کا میل جول رکھنا ہوتا تھا) کچھ اس قسم کے خفیہ اشارے اور کنائے جن کو میں اپنی لاعلمی اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے سمجھ بھی نہ سکتی تھی کئے جانے شروع ہوئے، ہر چند میں ان تحریکوں کا صحیح مطلب سمجھنے سے قاصر تھی تو بھی ان کی وجہ سے میرے دل کو بدگمانی ہونی شروع ہو گئی، یہ حالت تھوڑے دن رہی، اس کے بعد جوں جوں آپس کا تکلف اور حجاب دور ہوتا گیا ان کے سوال نے زیادہ بھونڈی صورت اختیار کرنی شروع کر دی اور میرے لئے یہ سمجھنا ذرا بھی مشکل نہ رہا کہ مجھ سے کس چیز کی توقع کی جاتی ہے۔

ظاہر ہے کہ [illegible] میرے لئے [illegible]

[illegible]

جب میرے [illegible] عملی طور پر ناممکن ہو گیا [illegible] ہاں یا نہ۔ دو میں سے ایک بات کہنے [illegible] نہیں۔ میں نے [illegible] مقابلہ کیا کہ [illegible] ہو گیا، میرا خیال تھا کہ میرے انکار معلوم کر کے وہ لوگ مزید اصرار نہ کریں گے، لیکن . . . . . آپ آگے چل کر دیکھئے گا۔

اس وقت کے بعد طلب و اصرار کا تو خاتمہ ہو گیا لیکن جس فضا میں زندگی بسر ہوتی تھی اس میں ایک نیا تکدر پیدا ہوتا نظر آنے لگا۔ اب میں دیکھتی تھی کہ کام کرتے ہوئے میرا واسطہ سب سے زیادہ انہی لوگوں سے پڑتا تھا جن کی طرف سے طلب عنایات کا سلسلہ شروع ہوا تھا، وہ میرے انکار پر غصہ میں تو بھرے بیٹھے ہی تھے۔ اب انہوں نے ہر موقع پر میرے کام میں عیب جوئی شروع کر دی، میری کوئی بے حقیقت سی بات بھی ان کی نظروں میں قابل درگذر نہ رہی، بات بات پر حق و ناحق تلخ الفاظ کہے جاتے اور قدم قدم پر میری راہ میں رکاوٹیں پیدا کی جاتی تھیں جس طرح کسی کے بدن میں سوئی کی نوک خفیف سی چبھنے سے کوئی خاص تکلیف تو محسوس نہیں ہوتی البتہ سکون و اطمینان کا توازن منقلب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ان کی دی ہوئی چھوٹی چھوٹی تکلیفیں گو بصورت ظاہر [illegible] معمولی نظر آتی ہیں گی تاہم میری [illegible] زندگی میں ان کی وجہ سے ایک [illegible] پیدا ہو گئی [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] نہیں

[illegible] اصل

[illegible] نہیں

[illegible] ہی کے

[illegible] ہے۔ وہ

[illegible]

غرض ان لڑکیوں سے جہاں تک ان کے باہر ہیں تعلق تھا میں اس سلسلے میں ان کے متعلق کوئی نتیجہ اخذ نہیں کر سکی۔ لیکن میں نے ہمیشہ ان باتوں کو نظر انداز کر کے کوشش جاری رکھی۔ دل کو تکلیف [illegible] ہوتی تھی تو بھی میں اس کو ظاہر نہیں ہونے دیتی [illegible] کسی کو معلوم [illegible] باتوں کی یا تو خبر ہی نہیں [illegible] پوچھتے تو میں [illegible] کیا [illegible] تو معاف کر [illegible] میں نے [illegible] کر سکتی [illegible] معلوم ہے۔

[illegible] اور اس کے بعد میری [illegible] ایک [illegible] اپنی [illegible] میں [illegible] ایک [illegible] بد نصیب [illegible] لیکن [illegible] حیثیت [illegible] میں [illegible] تنہائی میں [illegible]

[illegible] ہے۔ دیتی۔ لیکن میں اس حقیقت کو [illegible] تھی کہ اس طرح کا اخلاق [illegible] کا کن [illegible] کی حیثیت [illegible] کے متعلق اختیار نہیں کیا کرتے۔ بہر حال اس طرح کی گفتگو میں جو کہ برائی [illegible] تھا اس لئے میں نے بھی خلیقانہ برتاؤ جاری رکھا۔ جس طرح کے خلیقانہ پیرائے میں ان کی طرف سے گفتگو کی جاتی ایسے ہی خلیقانہ انداز سے میں اس کو جواب دیا کرتی اور سمجھتی کہ معاملہ یہیں پر ختم ہو گیا۔

لیکن جلد ہی مجھ پر اس حقیقت کا انکشاف ہونا شروع ہو گیا کہ دوسری لڑکیاں ہمارے اس اختلاط کے بارہ میں کیا رائے رکھتی ہیں چنانچہ جب کبھی ہم ڈرائنگ روم (یا کلاس روم) میں اکٹھی ہوتیں تو وہ اکثر مجھ کو چھیڑتی اور [illegible] تھیں۔ میرے اپنے خیالات کچھ ہی کیوں نہ ہوں بہر حال میرے لئے یہ معلوم کرنا دشوار نہ تھا کہ وہ سب اچھی طرح جانتی ہیں کہ اس میل جول کی صحیح اہمیت کیا ہے؟ اس کے متعلق میرا رویہ کیا ہونا چاہئے۔ ان کی رائے یہ معلوم ہوتی تھی کہ جس صورت میں ایک سرکردہ اہلکار مجھ پر اس قدر مائل ہے تو مجھ کو قدرتی طور پر اس پر نظر عنایت کرنی چاہئے۔ یہ خیال [illegible] ان کے دلوں میں پیدا ہوا تھا کہ میرا مقصد [illegible] اس بارہ میں کیا ہے یعنی اگر اس نے کوئی ایسی ویسی بات کہی تو میں سختی سے پیش آؤں گی اور برملا انکار کر دوں گی۔

خیر یہ میرے اپنے خیالات تھے۔ دوسری لڑکیوں کی رائے جو کچھ تھی وہ اس بات سے ظاہر ہوگی جب کبھی میں [illegible]

[illegible]

[illegible] شخص [illegible] تھیں کہ وہ [illegible] میری [illegible] لیکن [illegible] معلوم ہوگی ہر شخص معاملہ کو اپنی مرضی کے مطابق دیکھتا اور دوسروں کے سامنے پیش کرتا [illegible] کا حال [illegible] سب ہی خیال کرتے تھے کہ اس طرح کے واقعات [illegible] اتنی [illegible] خوش نصیب [illegible] نظر انتخاب مجھ پر پڑ گئی اور اب کوئی دن آتا ہے کہ میں [illegible]

میں نے اس [illegible] کی انتہائی کوشش کی [illegible] میں اس خیال کی [illegible] نہیں [illegible] اس کے [illegible] مجھ میں کوئی خاص خوبی نہیں دیکھتا جس طرح کا سلوک وہ دوسری لڑکیوں سے کرتا ہے ویسا ہی مجھ سے کرتا ہے [illegible] ایک [illegible] لیکن [illegible]

[illegible]

[illegible]
ہیں کہ [illegible]
ہے [illegible]
کے [illegible] حیران اٹھاتے
ہیں۔ خیر [illegible] تمہاری [illegible]
[illegible]
اور میں [illegible]
اور نسیں [illegible]
ہوگا۔ [illegible]
دیکھ [illegible] تمہاری طرف
کھنچا چلا جاتا ہے۔

یہ اور ایسی [illegible] باتیں [illegible]
ہر ایک [illegible]
ہوں [illegible]
تلی ہوئی محسوس:

یہ حالت کچھ عرصہ رہی۔ لیکن اس کے بعد ایک
رات مجھ کو تسلیم کرنا پڑا کہ یہ سب باتیں فضول
نہ تھیں۔ ضرور ان کی سطح کے نیچے کوئی راز مخفی
تھا۔ وہ یوں کہ میں جب تھیٹر کے دروازہ سے
باہر نکلی تو دیکھا وہ آس پاس منڈلا رہا تھا
معلوم ہوا میرے ہی انتظار میں تھے۔ سلام
کے بعد وہ میرے ساتھ ساتھ بازار میں چلے
"کیا آپ کہیں رہتی ہیں؟" اس نے
دوران گفتگو میں پوچھا۔

"جی ہاں [illegible]" میں نے
جواب دیا [illegible]
[illegible] چلی جاتی ہوں۔"

"میرے خیال میں ابھی کچھ [illegible]
گئی۔" وہ کہنے لگا [illegible]
کھانا [illegible]
ہوں [illegible]
کیوں کیا چاہتی ہو؟"
[illegible]

[illegible]
پھر کسی وقت کا کیا احتمال ہے؟"

میں دوست کی حالت میں [illegible]
اخلاق [illegible] انکار کرنے کا [illegible] لیکن
[illegible]
میرے [illegible] کہ یہ حالت [illegible]
وہ مجھ کو جواب کی مہلت نہ دے سکے [illegible]
"بہت اچھا اگر کھانے میں دیر ہوتی ہے تو اسے
جانے دو [illegible]
دس منٹ کے فاصلہ پر [illegible]
اسی جگہ [illegible] کے قریب۔ آنے جانے میں
اتنی دیر نہ لگے گی جتنی [illegible]
اب تو خوش ہو۔ اب تو انکار نہ کرو گی۔"

اس کے بعد جو کچھ ہوا۔ سمجھتی ہوں میری اپنی
حماقت کا نتیجہ تھا۔ میرا فرض تھا اس موقع پر اپنی
پوری اخلاقی قوت سے کام لیکر سختی سے اپنی بات
پر قائم رہتی۔ لیکن آدمی نے کچا وعدہ کیا ہے اسکے
ارادے ہمیشہ کمزور [illegible] ثابت ہوتے ہیں۔ کچھ تو
یہ خیال [illegible]
کچھ یہ بھی کہ [illegible]
جانے میں کیا برائی ہے۔ غرض کچھ [illegible]
جو اپنے ذہن میں [illegible]
[illegible]
اور [illegible] کہہ دیا کہ "اچھا۔ میں دس منٹ
کے لئے انکار نہیں کرتی۔" اس کے چہرے پر [illegible]
چمک پیدا ہو گئی اور اس نے [illegible]
ادا کیا۔ اس کے بعد ہم پیدل چلے [illegible]
[illegible]

[illegible]
تیس [illegible]
جس کے بعد [illegible]
[illegible]
اس وقت [illegible]
[illegible]
لیکن اب [illegible]
یہ پوچھنے کا سوال [illegible]
[illegible]
اس [illegible]
[illegible]
بہر حال [illegible]
[illegible]
وہ مجھ [illegible]

[illegible]

[illegible] کی تصویر [illegible] تھی کہ اس [illegible] تھی اس [illegible] کی طرح کے [illegible] جب اس نے مجھ سے کچھ کھانے کے لئے کہا تو میں [illegible] کیونکہ میں نیم گرم [illegible] تھی لیکن جب میں نے پینے کے لئے صرف تھوڑے سوڈا واٹر پر قناعت کی اور شراب کی قسم سے کسی چیز کو ہاتھ نہ لگایا تو وہ کچھ یوں سا نظر آنے لگا اور اس لے مجھ کو اس بارہ میں مجبور نہ کیا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد جب ہم کھانے سے فارغ ہو چکے اور میں نے کمرے کی سجاوٹ کا سرسری معائنہ کرنے کے بعد اس کے حسن مذاق اور سامان آرائش کی نفاست کی تعریف بھی کر دی تو وہ کہنے لگا آؤ ذرا آگ کے پاس بیٹھ کر تاپ لو ایک آدھ سگریٹ پی کر چلی جانا۔ مجھے شبہ ہے کہ اس وقت تک بھی کوئی بدگمانی اس کی طرف سے میرے دل میں پیدا ہوئی تھی محض اس خیال سے کہ اس کی عنایت کے مقابلہ میں میرا بچنا بد اخلاقی معلوم ہو۔ میں اس کے لئے بھی آمادہ ہو گئی اور سوچا جہاں اتنا وقت پہلے صرف کیا ہے، دس منٹ اس کی خاطر اور سہی۔

لیکن آپ میری حیرت پریشانی اور گھبراہٹ کا اندازہ کریں جب آگ کے قریب صوفے پر بیٹھ کر سگریٹ جلاتے ہی وہ بھی گہرے اطمینان اور بے تکلفی کے پیرایہ میں میرے پہلو میں بیٹھ گیا اور بیٹھتے ہی مجھ سے چھیڑ چھاڑ کرنے لگا بولا میں تو اسی دن سے تم پر فدا ہوں جب تم اول مرتبہ ہماری کمپنی میں ملازمت تلاش کرنے آئی تھیں۔ مجھے اس وقت سے بعد [illegible] مجھ [illegible] چلی گئی جو [illegible] اب بھی [illegible] ہیں کہ تمہارے [illegible] اور تمہاری [illegible] تصویر میری آنکھوں کے سامنے پھرتی رہتی ہے۔ ویسی مردوں کی رسمی اور [illegible] تم ایسی ہو اور ویسی ہو اور کیا اب مجھ بدنصیب کے حال زار پر رحم کھاؤ گی یا کچھ اور بھی فرماؤ گی ..... وغیرہ اتنا ہی نہیں بلکہ اس نے میرے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیکر ان کو چوما، پھر اپنا بازو میرے گرد ڈال کر اپنی طرف کھینچتے ہوئے بوسہ دینے کو آمادہ نظر آنے لگا۔

یہ سب کچھ اسقدر تیز رفتاری سے ہوا اور اتنا خلاف امید تھا کہ ایک لمحہ کے لئے مجھ پر بےحسی غالب آگئی اور میرے لئے اس بات کا فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا کہ کیا کروں اور کیا نہ کروں اسکا اپنا خیال بھی تھا کہ میں انکار نہ کروں گی۔ شاید جو تجربہ اس نے حاصل کیا، وہ اسی طرح کا تھا۔ لیکن اس کی امیدوں کے خلاف میں یکایک ایک فوری جوش کی حالت میں اٹھ کر کھڑی ہو گئی اور اس کو سختی سے پرے دھکیل دیا۔

"بس۔ بس خبردار۔ میں ایسی عورت نہیں ہوں" میرے منہ سے تیز جھلکے دار لہجہ میں نکلا اگر مجھے معلوم ہوتا تم اس نیت سے لائے ہو تو میں کسی حال میں بھی یہاں نہ آتی مجھکو تمہاری غلط فہمی پر افسوس ہے۔ لیکن اب میں زیادہ نہیں ٹھہر سکتی اور جاتی ہوں"۔

"ٹھیرو۔ جان سے پیاری مس! ۔۔۔ نہ سمجھو میں تم پر سختی کروں گا"۔ وہ جلدی سے کہنے لگا "میری طرف سے اجازت ہے۔ جب جی چاہے جانا مگر دو منٹ میری بات سننے میں تو کوئی حرج نہیں، میں صرف اپنا حال دل تم سے کہنا چاہتا ہوں وہ سن لو اس کے بعد چلے جانا"

مگر میں اس کے بعد بھی بیٹھی نہیں بلکہ کھڑی کھڑی اس کے الفاظ کا انتظار کرنے لگی

"[illegible] پھر [illegible] کی [illegible] تجربہ [illegible] کی [illegible] ایک تو یہ ہے کہ تم کس [illegible] کی مانند جو اس کام کو کرتی ہیں حاصل کرو۔ [illegible] مختلف [illegible] ہاتھ صرف [illegible] میرے خیال میں اگر تم نے اس میدان میں قدم رکھتے ہی معلوم کر لیا ہو گا کہ وہی عورتیں اس لائن میں ترقی کر سکتی ہیں جنہیں کسی طرح کا اندازہ سوا ہو تم بھی ضرور اونچے درجہ تک پہنچنے کی آرزومند ہو گی۔ پھر کیوں نہیں مجھ کو خدمت کا موقع دیتیں بلکہ ایک بات یقینی ہے اور وہ یہ کہ تم جب تک کسی نہ کسی کو اپنا مددگار نہ بناؤ گی، ترقی نہ [illegible] گی۔ پھر کیوں نہ اس طرح کو ہی یہ شرف عطا کیا جائے؟ جب کچھ عرصہ کے بعد تم نے یہ بات تجربہ سے معلوم کر لی کہ جو کچھ میں کہتا ہوں صحیح ہے تو پھر ناچار تم کو اسی طرف آنا پڑے گا، پھر کیوں نہ ابھی سے دانشمندی کرو۔ میرا کہا مانو گی تو کل ہی دیکھنا کہاں سے کہاں پہنچ جاتی ہو۔ میں نے اپنی عمر میں کبھی کسی عورت سے اتنی محبت نہیں کی جتنی تم سے مجھ کو ہے۔ اس لئے ...... وسوسوں کو چھوڑو اور آج کی رات غریب خانہ پر ہی بسر کرو۔ اگر آئندہ بھی گاہ بگاہ میرے حال پر نظر عنایت کرتی رہو گی تو مجھ سے جو کچھ ممکن ہو گا دریغ نہ کروں گا۔ ہفتہ میں ایک دو بار بھی قبول کر لو گی تو میں اسجگہ قریب ہی رہنے کو اچھا مکان لے دوں گا۔ اتنی دور جانے آنے کی زحمت گوارا کرنی پڑے گی۔ ناحق محنت کا میں جو ترقی میں تم کو [illegible] اس کے [illegible] ہے۔ بتاؤ اب اور کیا باقی [illegible] میں تم کو دکھاتا ہوں"

[illegible]

اور بجلی کی ہلکی روشنی، سامنے ایک خوشنما کمرہ اور
آرام دہ کمرہ جواب تھا جس میں ہلکی ہلکی
آگ روشن تھی اور وہ ساری آرائشیں جن کی
کسی جوان عورت کو خواہش ہو سکتی ہے اس کے
اندر موجود تھیں۔ وہ ایک اس طرح کا دلفریب
کمرہ تھا کہ میں اس کو دیکھکر بیخود ہو گئی۔ کسی
ایسے ہی کمرہ کی میرے دل کو عرصہ دراز سے
تمنا تھی۔ دفعتاً اس نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں
لے لیا اور کہنے لگا۔ آؤ۔ آگے بڑھ کر دیکھو صرف
ہاں کہنے کی دیر ہے اور اس جگہ کی ہر ایک
راحت تم کو حاصل ہو سکے گی۔"

لیکن نہیں۔ میرے سینہ میں خیالات نے ایک فوری پلٹا کھایا۔ سوچا یہ وقت آزمائش کا ہے اس موقع پر ثابت قدمی اور استقلال کی ضرورت ہے۔ محض اس خیال سے کہ جی نہ للچا جائے میں نے دوسری طرف کو منہ پھیر لیا۔ اس کے ساتھ ہی یہ اندیشہ بھی پیدا ہوا کہ اگر اس نے میرے ارادہ کو ذرا بھی کمزور پایا تو عجب نہیں زور اور سختی سے کام لینے کو آمادہ ہو جائے۔

"نہیں" میں نے فیصلہ کن لہجہ میں کہا "معاف کیجئے میں ایسی عورت نہیں ہوں۔ اور اگر ناٹک کی زندگی میں ترقی حاصل کرنے کا واحد ذریعہ یہی ہے۔ جو آپ نے فرمایا تو میرا اس ترقی کو دور ہی سے سلام۔ میں عمر بھر ادنٰے حیثیت میں رہوں گی لیکن گناہ کی زندگی بسر کروں گی۔ بس اب اجازت دیجئے۔" اور اتنا کہہ کر میں دروازہ کی طرف بڑھی۔

اس نے پھر ایک مرتبہ تقریر کرنی شروع کی "تم ابھی ناتجربہ کار اور نادان ہو۔ تم اس راہ کی دشواریوں کو نہیں سمجھ سکتی ہو۔ میں تمہارے لئے ان سب دشواریوں کو دفع کرنے کا ذمہ لیتا ہوں۔ ان سب باتوں کے علاوہ مجھکو تم سے صادقانہ محبت ہے" وغیرہ لیکن جب انجام کار اس نے دیکھا کہ ان سب باتوں کا میرے دل پر کچھ اثر نہیں ہوتا تو اس نے رخصتی نصیحت کے طور پر اتنا اور کہا۔

"سوچ لو۔ بعد کو متاسف ہونا پڑے گا۔۔۔۔ اچھا جب وہ وقت آئے اور تمہارے خیالات میں تبدیلی ہو جائے تو ایک ذراسی چٹھی میرے نام بھیج دینا۔ یا زبانی اشارہ ہی کر دینا۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ جلدی یا بدیر تمہیں اس راہ پر آنا پڑے گا۔"

"نہیں" میں نے پُر استقلال لہجہ میں جواب دیا "خدا چاہے تو وہ وقت میری زندگانی میں کبھی نہ آنے پائے گا۔" بس اتنا کہہ کر میں وہاں سے چلی آئی وہ رات مجھ کو اچھی طرح یاد ہے اور میں اب تک بھولی نہیں ہوں۔ کس طرح میں سارا راستہ روتی رہی۔ سوچتی تھی کیا میری اونچی آرزوؤں اور بلند ارادوں کا یہی انجام ہونا تھا۔ کیا اسی فحش اور گناہ کی زندگی کا نام ناٹک کی زندگی ہے افسوس کتنا ظلم اور اندھیر ہے کہ ایک آدمی نیک رہنے کی خواہش کے باوجود نیک نہیں رہ سکتا اور اس سے برملا کہا جاتا ہے کہ جب تک گناہ کی راہ پر نہ چلو گے ترقی حاصل نہ کر سکو گے۔ گویا آدمی کی لیاقت، محنت اور کوشش کچھ بھی کام نہیں دے سکتی، سب سے بڑھ کر ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ وہ کسی ذی اقتدار ہستی کا امدادی سہارا حاصل کرے۔۔۔۔۔

گھر پہنچ کر جب میں نے اپنے کمرہ کی ویرانہ حالت کا مقابلہ اس آرام دہ، نفیس اور شکوہ آمیز فضا سے کیا جو اس نشیمن استراحت میں پائی جاتی تھی جس کو میں نے صرف ایک بار چھپتی ہوئی نظروں سے دیکھا تھا تو۔۔۔۔ اس میں شک نہیں کہ وقتی طور پر میرے دل میں اس راہ پر چلنے کی کشش بھی پیدا ہوئی جس کا نقشہ اس قدر رنگین اور خوشنما لفظوں میں مجھکو دکھایا گیا تھا۔ جی اس راحت آسائش اور عشرت کا متمنی ہو گیا تھا جو عصمت بیچکر حاصل ہو سکتی تھی۔ کاش اس کی قیمت یہ نہ ہوتی۔۔۔۔ کاش اس جنس کو کسی اور طرح پر خریدا جا سکتا!۔۔۔۔

"لیکن نہیں" میں نے اپنے جی کو کڑا کر کے اونچی آواز میں اپنے آپ سے کہا "اگر واقعی یہ چیزیں یونہی حاصل کی جا سکتی ہیں تو میں اس کے بغیر ہی اچھی۔ میں ہر طرح کی سختیاں جھیلوں گی اور ہر طرح کی آزمائشوں سے گذرنا قبول کروں گی لیکن اس راہ پر چلنا کسی حال میں مجھ کو منظور نہیں"

اس دن کے بعد مارس فیسن نے سوائے ایک موقع کے سوا پھر اس کا ذکر تک نہیں کیا۔ ہاں ایک روز جب ہم اکیلے تھے تو اس نے صرف اتنا کہا "سوفی کیا میری باتوں پر غور کیا؟ کوئی دن آئے گا تم کو ناچار میری بات ماننی پڑے گی۔ تمہاری طرح بیسیوں لڑکیاں اس راہ پر چلنا قبول کر چکی ہیں۔ تم عجب نادان ہو کہ اپنی بہتری کو بھی نہیں سوچ سکتیں۔ وہ تو میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ وقت گذرنے کے بعد افسوس کرو گی کہ اگر تم نے میرا کہا مانا ہوتا۔ لیکن میرے جی کو دکھ صرف اس بات کا ہے کہ اس دوران میں تم کو ناحق تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ایسی تکلیفوں کا جن سے تم صرف ایک لفظ کہہ کر محفوظ رہ سکتی ہو۔"

اس کے بعد گو اس نے میرا پیچھا چھوڑ دیا تاہم کئی اور اس جیسے پیدا ہو گئے۔ مشکل سے کوئی ہفتہ بلکہ یوں کہنا چاہئے کوئی دن خالی گذرتا تھا کہ کمپنی کا کوئی نہ کوئی سربرآوردہ کارکن ایسے ہی اذکار میرے سامنے لیکر نہ بیٹھ جاتا ہو کوئی اس بہانہ سے ویک اینڈ کی تفریح یا چھٹی منانے کے لئے ساتھ چلنے کو کہتا کوئی کھانے کی دعوت دیتا۔ کوئی کسی دوسری تفریح کی۔ گو اسکے ساتھ ہی چھپے لفظوں میں اصلی مدعا کا بھی اظہار کر دیا جاتا تھا۔ میرا اپنا خیال ہے کہ وہ لوگ ان [illegible] میری اداسی

[illegible] تھے۔ ان کے دلوں میں مجھ سے
سے بھی کوئی پیدا نہ ہو سکتا [illegible] کے
ساتھ [illegible] میں کام کرنے والی ایک عورت کم
[illegible] حیثیت رکھتی اور ان کا کہنا ماننے سے
انکار [illegible] ہے۔

ان سب لوگوں کی طرف سے [illegible] کی طرح
گئے تو وہ سے بھی کہے جاتے تھے یعنی ہم تم کو
ناٹک کی زندگی میں کامیاب اور مشہور بنانے میں
بھی کمال کر دیں گے اور تم بہت جلد اپنے
آپ کو بام رفعت پر پہنچا ہوا دیکھو گی۔ اور جب
میں [illegible] تو وہ سب اور ان کی ہم صحبت
دوسری لڑکیاں مجھ کو نا سمجھ بے وقوف اور
نا عاقبت اندیش سمجھ کر میری ہنسی اڑاتی تھیں

لیکن میں نے جہاں تک ممکن ہوا اپنی بھی پرواہ
نہیں کی۔ بلکہ اگر کوئی مجھ کو عابدہ پرہیزگار
کہہ کر چھیڑتی ہے یا اس قسم کے الفاظ کہہ کر بناتی
کرتی تو مجھے ملال ہوتا ہے۔ یا یہ کہ معمولی
درجے کے آدمی اس کی نظروں میں جچتے ہیں سمجھتے
..... میں ان ساری باتوں کو آن سنا کر
نظر انداز کر چھوڑتی تھی۔ لیکن مصیبت یہ ہوئی
کہ واقعات یہیں تک محدود نہ رہے سامان
ایسا بنتا کہ ..... لیکن نہیں میں سارے
حالات کو ان کی صحیح ترتیب کے ساتھ ہی پیش
کرنا چاہتی ہوں۔

یہ صورت حال کم و بیش تین ماہ تک رہی
اور اس کے بعد معلوم ہوا کہ ہماری کمپنی کا [illegible] تھا کا

[illegible] ذرا [illegible] کی جی تڑپا رہتا ہے [illegible]
[illegible] تفصیل کے ساتھ بیان کروں جو کسی
قسم کی ناٹک کمپنی کو جس میں [illegible] تھا دو میں
پیش آتے ہیں یا ختم ہونے والا سفر خلاف تھا پر
پہنچ کر انتظام شکست کی دشواریاں مجبوری کی
حالت میں بعض اوقات آٹھ آٹھ دس دس
لڑکیوں کا ایک ہی کمرے کے اندر سونا۔ اخراجات کی
کثرت۔ تماشائی مردوں کی نہ ختم ہونے والی [illegible]
طرح طرح کے مکتوب جو عاشق مزاج رنگیلے اور
نوجوانوں کی طرف سے بھیجے جاتے تھے اور [illegible]
اور [illegible] کی [illegible] چھپے چھپے سائی ... یہ اور ایسی
بے شمار باتیں اس جگہ لکھتے ہوئے میں صفحہ
کے صفحے سیاہ کر سکتی ہوں لیکن چونکہ [illegible] میری

پھول
از تنویر فاطمہ

تم سے بھول ہوئی ---- میں
جانتی ہوں ---- زندگی بھی تو ایک
بھول ہے ---- دنیا ---- محبت
---- وعدہ ---- وفا ---- اور نہ جانے
کیا کیا ---- یہ سب بھول ہی ہیں۔
دنیا میں انسان خود بھی بھول
ہے ---- دل میں محبت انسان
کی بھول ---- تم جو چاہو کہو ---
لیکن میں تو اسے بھول ہی کہوں گی
---- تم نے محبت کی ---- جب تم پیا
تھے ---- تمہارے تصورات پر پریم
کا آنچل تھا ---- اس وقت ---- اس وقت
تم اسے حقیقت جان رہے تھے
---- محبت کے ہی سہارے جیتے
تھے تم نے بارہا محبت سے ابدی
ہونے کا اقرار کیا تھا تم سے بھی
محبت کا اقرار ہوتا تھا۔
اور آج ----
آج جب میں محبت کی صرف حامی
ہی نہیں بلکہ بھکارن ہوں ----
جب مجھے محبت کی تلاش ہے جب
تم نے کھلے ہوئے پھولوں کو روند کر
پھینک دیا ---- آج جب مجھے
تمہارے بغیر یہ دنیا ---- ساری
دنیا سونی معلوم ہوتی ہے ----
میں جانتی ہوں کہ تمہارے بغیر
میرا جینا دشوار ہے ---- میں تم بن
اکیلی ہوں ---- تب ----
تب تم کہہ رہے ہو کہ تم سے بھول ہوئی۔
محبت بھول ہے ---- آج اسے تم بھول
سمجھ رہے ہو ---- سہانے سپنے سے تعبیر
کرتے ہو ---- کل ہی اسے بھول کہتی تھی
---- کیا محبت واقعی بھول ہے؟

(اضطراب)

ہنسو اور موٹے ہو جاؤ

ایک بخیل آدمی نے نوکر سے ایک
پیسہ کا دہی منگایا جب وہ کھانے
بیٹھا تو اس کا چہرہ دہی میں مکھی
دیکھ کر غصہ سے سرخ ہو گیا۔ اس نے
نوکر کو بلا کر مکھی دکھاتے ہوئے
کہا " کیوں جی تم دہی دیکھ کر نہیں
لاتے۔ اندھے ہو گئے ہو۔ یہ آئیں
مکھی کیسی ہے" نوکر نے مودبانہ
جواب دیا۔ حضور نے ایک پیسہ کا
تو دہی منگایا تھا۔ اس میں مکھی نہ
نکلتی تو کیا ہاتھی گھوڑے نکلتے۔

(مرزا آفندی)

دو دوست اختر اور جمال بیٹھے
پی رہے تھے۔ اختر نے پوچھا
" بھائی جمال تم نے فلسفہ میں کیا
پڑھا ہے؟

جمال ۔ میں ایک کو دو ثابت کر سکتا
ہوں۔ مثلاً اس [illegible]
اختر ۔ وہ کیسے ؟ جمال ۔ ایک
انڈا اور ایک انڈے کی ماہیت"
اختر ۔ (انڈا منہ میں رکھتے ہوئے)
اچھا تو میں نے انڈا کھا لیا۔ اب
تم اس کی ماہیت کھا لو۔"

(مہر ضیاء)

سات سال کی ایک لڑکی نے کہا
ایک نظمیں لکھی ہیں۔
دو دوست ۔ اس کی فائدہ کہ شاید
اس پر کنٹرول نہیں ہو گا۔

ایک [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

پاپی!

[illegible]

زندگی کی قیمت روپیہ ہے۔ اور روپیہ کی قیمت زندگی! شرافت کی نشانی نوٹوں کی گڈیاں ہوتی ہیں اور ذلالت کی نشانی عشرت ہے۔ یہی اس دنیا کا معیار ہے۔ اور اسی کسوٹی پر دنیا کے افراد کھرے کھوٹے کی پہچان کرتے ہیں۔ راجو زندگی کی اسی منزل میں تھا۔

اس کا دنیا میں لے دیکر اگر کوئی تھا تو صرف اس کی بہن لاجونتی تھی جس سے کہ وہ بے انتہا محبت کرتا تھا۔ اور وہ اس کا دین ایمان تھی اس کی دنیا میں ایک آرزو تھی اور وہ یہ تھی۔ کہ لاجونتی کا بیاہ ہو جائے مگر بیاہ کی لازمی شرط سماج نے یہ رکھی ہے۔ کہ لڑکی کچھ زیور دیا جائے اور دولہا کی قیمت چند روپہلی اور سنہری سکوں کے ذریعہ ادا کی جائے۔ غریب راجو ایک معمولی کسان تھا۔ جس کی کل کائنات چند بیگھے زمین۔ دو بیل تھا اور ایک ہل تھا۔ لاجونتی کے بیاہ کے لئے جتنے روپوں کی اسے ضرورت تھی وہ کبھی اس نے خواب و خیال میں بھی نہیں دیکھے تھے۔ پھر بھلا وہ کس طرح سے لاجونتی کا بیاہ کرتا

گاؤں کا دوسرا خدا زمیندار ہوا کرتا ہے اور جب غریب دیہاتی آسمانی خدا سے ناامید ہو جاتے ہیں۔ تو پھر وہ اس انسانی خدا سے مدد طلب کرتے ہیں یہ خدا روحانیت سے کوسوں دور۔ مگر نمرود و شداد کی تمام صفات میں یکتا ہوتا ہے۔ اس لئے وہ شروع میں اپنی چکنی چپڑی باتوں سے غریبوں کو اپنا گرویدہ کر لیتا ہے اور پھر اپنی من مانی .. کاروائیاں کرتا ہے۔ رائے لچھمن داس جی اپنے گاؤں میں اوتار سمجھے جاتے تھے۔ غریبوں اور مظلوموں کی مدد کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے اس گاؤں کے لوگ فخریہ بیان کیا کرتے تھے کہ ہمارے گاؤں کا زمیندار منش نہیں ہے۔ بلکہ اوتار ہے اوتار۔ البتہ دو تین چند نجو۔ اور شیخ جی اس راز سے واقف تھے۔ کہ رائے لچھمن داس انسان کے بجائے مکمل شیطان ہے۔ نگران کو اپنے حلوے مانڈے سے کام تھا۔ وہ خواہ جنت میں جائے یا دوزخ میں۔

سیکڑوں لڑکیوں کی رائے صاحب نے اپنے خرچ سے شادی کرائی تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ بعد میں اقتصادی مشکلات کے باعث ان لڑکیوں کے والدین کی زمین اور بیل قرق کرا لئے۔ مگر پھر بھی وقت پر مدد تو کر دیتے تھے۔ یہی کیا کم بات تھی دوسرے لڑکیاں جب بھی اپنے میکہ آتی تھیں۔ تو ایک رات کیلئے زمیندار کے گھر والی سے ملنے ضرور جاتی تھیں خواہ زمیندارنی سے ملاقات ہو یا نہ ہو مگر وہ رات وہیں گذارتی تھیں۔ اور صبح واپس آکر زمیندارنی سے زیادہ زمیندار کے اخلاق کی تعریف کیا کرتی تھیں۔

لاجونتی کی عمر سولہ سال کی ہو چکی تھی۔ کلی کھلنے کیلئے بیتاب تھی گاؤں کے کئی نوجوانوں کی آرزو تھی۔ کہ وہ اس کلی کی خوشہ چینی کریں مگر بیاہ اس لئے نہیں کر سکتے تھے۔ کہ لاجونتی کے بھائی کے پاس روپہلی اور سنہری سکے دینے کے لئے نہیں تھے۔ پھر بھلا ان نوجوانوں کے ماں باپ اس رشتہ کو کیسے منظور کر سکتے تھے۔ البتہ صرف گاؤں بھر میں بھگوا ایک ایسا نوجوان تھا۔ جس کا سر پھر گیا تھا۔ اور وہ لاجونتی سے شادی کرنے کے لئے تیار تھا۔ اور روپیہ پیسے کا طالب نہیں تھا مگر راجو اس سے اس لئے لاجونتی کا بیاہ نہیں کر سکتا تھا کہ گاؤں والوں نے اس کو اسی جرم کی بنا پر برادری سے خارج کر رکھا تھا اگر غریب راجو ایسا اقدام کرتا تو یقیناً —— برادری اس کا بھی حقہ پانی بند کر دیتی۔

مجبوراً غریب راجو نے آس پاس کے گاؤں میں بر کی تلاش شروع کی۔ اور خوش قسمتی سے اسکو ایک سستا سا بر مل گیا۔ اور ڈھائی سو روپیہ میں لاجونتی کو قبول کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ البتہ اس کی عمر ضرور پچاس سال کی ہے۔ مگر اسی لئے وہ سستا بھی تھا۔ کمی راجو اس رشتہ سے بہت خوش ہوا۔ اور جلدی جلدی روپیہ کا انتظام کرنے لگا۔ خون و پسینے کی گاڑھی کمائی کے سو روپیہ اس کے پاس جمع تھے اور سو روپیہ غلہ بیچ کر اس نے فراہم کر لئے۔ مگر اب بھی سو روپیہ کی ضرورت تھی۔ کیونکہ پچاس روپیہ تو صرف برادری کی دعوت

[illegible] ہونے ... کوشش کی ... [illegible]
[illegible] نہیں سکتا تھا کیونکہ مفلس کا اعتماد [illegible]
[illegible] اسکو ایک ... امید نظر آئی ... [illegible]
[illegible] زمیندار انسان تھا ... [illegible]
[illegible] دینے پر راضی ہو گیا۔ یہ [illegible]
[illegible] کی زمین اپنے ... کر دی
رکھ لی مگر اس کے ساتھ ایک رحمدلی یہ بھی کی۔ کہ راجو زمین جوت سکتا تھا اور اگر سال بھر میں قرضہ ادا کر دے تو اسی طرح زمین کا مالک بنا رہ سکتا ہے زمیندار صاحب نے ۱۲۵ روپیہ راجو کو قرضہ دیئے جس میں سے ۲۵ روپیہ سود کے کاٹ لئے۔ راجو سو روپیہ دھوتی میں باندھے ہوئے گھر آیا۔

شادی کے دن قریب آتے جا رہے تھے۔ راجو بیحد مسرور تھا۔ اتفاق سے زمیندار صاحب کے یہاں مہمان آ رہے تھے زمیندار صاحب نے راجو سے کہا کہ وہ گاڑی لیکر اسٹیشن چلا جائے۔ تاکہ معزز مہمانوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ یوں تو بہت سے آدمی یہ کام کر سکتے تھے۔ مگر زمیندار صاحب نے کہا کہ راجو مجھے صرف تم پر بھروسہ ہے اور تم مہمانوں کو بہت آرام سے لاؤ گے۔ غریب راجو زمیندار صاحب کے اس اعتماد سے پھولا نہیں سمایا۔ اور گاڑی لیکر چار گھڑی کے اسٹیشن پر چلا گیا ——— مہمانوں کی آمد کی وجہ سے گھر میں بہت کام تھے۔ اس لئے زمیندار صاحب نے لاجونتی کو بلا بھیجا۔ کہ وہ آ کر آٹا پیس دے۔ لاجونتی کے اوپر زمیندار صاحب نے احسان کیا تھا پھر یہ کیسے ممکن ہو سکتا تھا۔ کہ وہ اسوقت ان کے کام نہ آئے وہ زمیندار صاحب کے گھر چلی گئی۔ زمیندارنی سو چکی تھی۔ زمیندار صاحب نے خود اسکو گیہوں دیئے۔ اور چکی اٹھا کر گیہوں کی کوٹھری میں لگا دی

رات کے دو بجے تھے لاجونتی اسوقت تک دس سیر گیہوں پیس چکی تھی وہ پسینہ میں شرابور ہو رہی تھی۔ سانس کی تیزی نے اسکے سینہ میں ایک خاص قسم کا تلاطم برپا کر رکھا تھا۔ کہ اتنے میں زمیندار صاحب داخل ہوئے اور بولے لاجو! تو تو بہت تھک گئی۔ بس اب رہنے دے۔ کل پیس دینا۔ جا۔ مگر ذرا سویرے آ جانا۔" لاجونتی زمیندار صاحب کی اس مہربانی سے بہت متاثر ہوئی۔ اور پرنام کر کے جانے لگی کہ یکایک زمیندار صاحب نے کہا۔ لاجو! اتنی رات گئے کہاں جاتی ہے

[illegible] ... کوئی بات نہ ... [illegible]
غلط ہے ... [illegible]
[illegible] کوئی آفت آگئی تو میں لاجو کو کیا منہ [illegible]
والی کوٹھری میں سو جا۔"

لاجونتی بھی اس خیال سے ذرا گھبرا گئی اور کوٹھری میں چلی گئی۔ ——— اور پیچھے زمیندار صاحب۔

زمیندار نے عجیب نگاہوں سے لاجونتی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "ارے لاجو۔ تیرا جس سے بیاہ ہو رہا ہے وہ تو بہت بڈھا ہے۔"

لاجونتی چپ رہی ———

"تجھ جیسی سندر لڑکی اس بڈھے کے قابل نہیں۔ تو تو محلوں کے قابل ہے"۔ زمیندار صاحب کی آواز میں ارتعاش تھا ———

"سرکار! غریب کا غریب ہی سے نباہ ہو سکتا ہے۔" لاجونتی نے بڑی مشکل سے کہا۔ ———

زمیندار کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ سانس تیز ہو گئی ——— "لاجو! مجھے تجھ سے پریم ہے۔ تجھ پر میں تن من دھن سب نچھاور کرنے کو تیار رہوں۔" ———

لاجونتی کانپنے لگی۔ اس نے گھبرا کر کہا "سرکار تو ہمارے دوسرے مائی باپ ہیں۔" ———

"لاجو!" زمیندار صاحب نے کوٹھری کی کنجی لگا دی ———

"سرکار!" ——— لاجونتی کچھ نہ کہہ سکی ———

سولہ برس کی دھان پان لڑکی ایک دیو کا کیا مقابلہ کر سکتی تھی۔ گھنٹہ نے پانچ بجائے ——— "ارے روتی کیوں ہے؟ ——— دیکھ کسی سے کچھ کہنا نہیں ——— میں جلدی تجھ سے بیاہ کرونگا ——— جو بات بیاہ کے بعد ہونی تھی وہ اب ہو گئی۔ اس میں نقصان ہی کیا ہے ——— چاندی کے پانچ سکے لاجو کے ہاتھ میں تھے ——— ایک دوشیزہ کی تباہی کا معاوضہ ——— پانچ روپیہ!

شادی کے دن قریب آتے جا رہے تھے ——— لاجو کسی نہ کسی بہانہ سے زمیندار صاحب کے یہاں جاتی تھی اور کہا [illegible] "مجھ [illegible] زمیندار صاحب پرسوں بیاہ ہے۔ آپ اپنا بچن کب پورا کریں گے؟" زمیندار صاحب مسکرائے۔ "پگلی بیاہ ہو جانے [illegible] جا

جب گاؤں آئے تو مجھ سے ضرور مل لیا کرنا۔ ایک بڑھا جوان لڑکی کے قابل نہیں ہوتا ــــــ جب تو اپنی کو تیرے حسن کی آگ میں جھلسے کہتا کو تھا ــــــ

لاجونتی کا بچے کی تو دو بالک! یہ جلد ہی سنسار میں آنیوالا ہے اس کا پتا کون ہوگا ؟ ــــــ

یہ تو جان۔ مجھے کیا معلوم! ــــــ

مگر اس بالک کے تو آپ ہی پتا ہیں ؟ ــــــ

مجھ پر دوش لگاتی ہے۔ چل نکل۔ چنڈال یہاں سے۔ ارے اس کا پتا بھگوا ہے۔ جس سے تو چھپ چھپ کر ملتی ہے ؟ لاجونتی چلی آئی۔ اس کا آخری سہارا بھگوا تھا۔ اس نے اس سے سب کچھ کہہ دیا۔ اور اس سے مدد چاہی ــــــ گاؤں میں بھی انسان بستے ہیں . . . . صبح سویرے زمیندار صاحب باہر کے کمرہ میں مرے پائے گئے ان کو کسی نے گنڈاسہ سے بڑی بیدردی سے قتل کیا تھا گاؤں کا گاؤں رنجیدہ تھا۔ زمیندار صاحب جیسے اوتار کو کسی پاپی نے قتل کر دیا تھا ــــــ

دوسرے روز بھگوا نے پولیس کے سامنے آکر خود ہی اقرار کر لیا . . . . پاپی کو گرفتار کر لیا گیا . . . . بڑے مہاپرش کو قتل کرنے والا پھانسی پا گیا . . . .

لاجونتی نے گاؤں والوں . . . . سے اپنی بپتا کہی۔ مگر اسکی کون سنتا تھا . . . . دوسرے روز لاجونتی کی لاش ایک کنویں سے برآمد ہوئی . . . . کا بچہ کہیں غائب ہو گیا۔ اس کا پتہ نہیں چلا . . . . بھگوا کو عمر قید کی سزا ہوئی

البتہ گاؤں والے اب بھی کہتے ہیں کہ بھگوا اور لاجونتی پاپی تھے۔ زمیندار صاحب نے ایک روز ان کو اکٹھا دیکھ لیا اور اس بات پر وہ بہت خفا ہوئے۔ بھگوا نے اس ڈر سے کہ کہیں گاؤں کو یہ قصہ معلوم نہ ہو جائے۔ ان کو مار ڈالا۔ اور لاجونتی نے ان پر ایسا برا دوش لگایا . . . . . . ایسے مہاپرش کو مارنے والا بڑا پاپی تھا ــــــ اور ایسے اوتار پر دوش لگانے والی پاپن تھی ــــــ لیکن دو ہی چند شخص ہی اور جو جانتے تھے کہ پاپی ــــــ کون تھا ؟

میرا طویلہ چشم ہے دلا۔ میں فسوں ساز۔ میں سحر جانیواہ میرے وعدے جھوٹے میری محبت جھوٹی مطلبی ــــــ میں تمہاری نگاہ میں کیا کچھ نہیں، میری ٹیڑھی ٹیڑھی نگاہیں تم کو دام فریب میں پھنسا لیتی ہیں، میرا ہر لفظ محبت کا تیر ہے جو زہر میں بجھا ہوا میرا ہر ہلکان لہریں لیتا ہوا دل کی گہرائیوں میں تلاطم پیدا کرتا ہے۔ مگر ناپائیدار۔ میرا ہر نغمہ محبت کا ایک راگ ہے جو تمام کائنات کو زیر و زبر کرتا ہوا ایک ذہنی طوفان کی طرح گزر جاتا ہے۔ یہ سب ٹھیک سہی۔ مگر یہ تو بتاؤ کہ تم کیا ہو ؟ . . . .

تم میرے دل کی دنیا بسا کر اجاڑنے والی فرشتہ۔ تم میرے دل کی گہرائیوں میں اتر کر فریب دینے والی پری۔ تمہارے تیر شیشۂ دل کے ٹکڑے کر ڈالتے ہیں محبت کی شراب کا لبریز جام چور چور ہوتا ہے، پھر بھی تمہاری دنیا میں کوئی تبدیلی نہیں ہونے پاتی۔ وہی بھولی بھالی صورت والی معصومیت کی دیوی ہو . . . .

یہ نیم باز آنکھیں۔ یہ ابھرتے خم دار یہ غنچہ دہنی۔ یہ پھول سے بھی نازک رخسار۔ یہ ... شکن۔ یہ گدگدی ... یہ ... کی چال پھر بھی تم ... ہوتی ہے

مخمور ہو کر عالم نا شناسی ہوتے ہیں ... اور پامال ہو جاتے ہیں۔ نا ہنجار میں جان پڑ جاتی ہے۔ عاشقانوں کی دنیا درہم برہم ہو جاتی ہے۔ شراب کے دور چلنے لگتے ہیں اور تم اسی مخمور و نیم باز آنکھوں سے بے وجود بناتی۔ اٹھلاتی۔ بجلیاں گراتی۔ مسکراتی اور حشر بپا کرتی ہوئی گزر جاتی ہو۔ دست حنائی میں گلابی جام۔ مخمور آنکھیں۔ ناز و ادا۔ کرشمہ۔ لب نازک میں ہلکی سی جنبش . . . پھر یہ شکایت کہ میں بدمست ہوں۔ جہاں حسن کی رنگینیاں یکجا ہوں بھلا کون انسان ہے جو بہک کر رہ جائے حسن و عشق محبت و نالہ نیم شبی اور شمع و پروانہ۔ جام بیخودی و مدہوشی یہ کبھی جدا نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح سے شمع حسن کی کشش ہر پروانہ کو گرویدہ کر کے جل مرنے کی ترغیب دیتی ہے . . . .

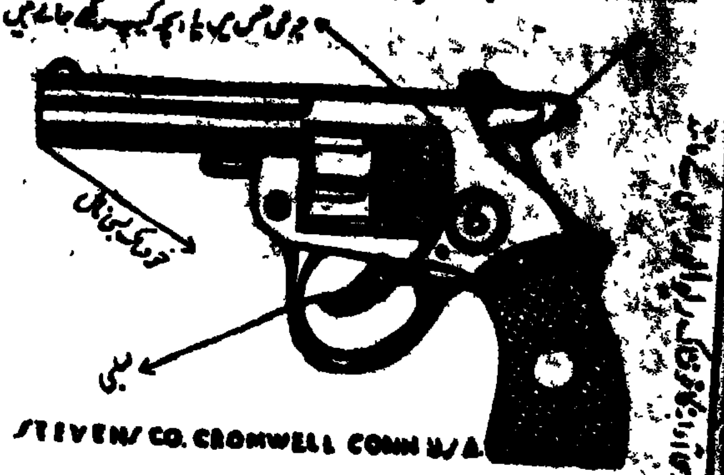
تم ہی بتاؤ کہ بے وفا ہم ہیں یا تم۔ (اضطراب)

یاد رکھئے! رسالہ نہ ملنے کی شکایت ہر ماہ کی دس تاریخ تک ... پہنچ جانا چاہیئے۔ اس کے بعد تعمیل کر کے بھیجا گیا ... آ جائے ...

نئی ایجاد

اصلی امریکن پستول

ہر شخص بلا لائسنس رکھ سکتا ہے



اس ریوالور کی خوبیاں بیان کرنا سورج کو چراغ دکھانے کی مانند ہے مگر پھر بھی آپ کو یہ بتا دیتے ہیں کہ یہ پستول امریکہ سے ابھی حال ہی میں تیار ہو کر آئے ہیں، جن میں دو نالی رکھی گئی ہے کہ اصلی پستول کی مانند اس میں کارتوس رکھنے کی چرخی بنی ہوئی ہے اس کے اندر چھ خانے بنے ہوئے ہیں، ان خانوں میں چھ کارتوس آ جاتے ہیں لبلبی دبانے سے چرخی خود بخود گھومتی ہے اور کارتوس کے چلنے سے چھوٹنے کی آواز آتی ہے کہ خود پھینکنے والا بھی حیران رہ جاتا ہے۔ اپنی جان و مال کی حفاظت کے لئے اس پستول سے بہتر کوئی ریوالور نہیں ہے۔ اس میں ... کارتوس چلتے ہیں اس پستول کا وزن ... صرف ... ہے۔ ... دیکھ کر خوفزدہ ہو جاتا ہے۔ قیمت ایک پستول کی چار روپے چار آنے ... اس کے ساتھ ... کارتوس مفت دئے جائیں گے زیادہ کارتوس منگوانے سے ایک روپیہ میں ۱۰۰ اور رعایتی پانچ روپے میں ایک ہزار ملیں گے۔ خوبصورت پیٹی ... قیمت ایک روپیہ بارہ آنے پستول ... آنے۔ محصول ڈاک ہر ایک پستول پر ... آنے مزید ہوگا۔

پتہ:- لنڈن کمرشل کمپنی پوسٹ بکس (H.P.L.2) امرت سر (پنجاب)

اپنا مکمل علاج مفت کرا لیجئے

اشتہاری ادویات سے بدظن ہو چکے

اشتہاری ادویات سے بدظن اور صحت سے مایوس مریضوں کے اطمینان کیلئے ہم نے اپنی دو خاص الخاص ... جو ہزاروں مریضوں کے لئے پیغام شفا ثابت ہو چکی ہیں مفت تقسیم کرنے کا فیصلہ کیا ہے ... ادویات حقیقی ... روپیہ آٹھ آنہ آپ کے طلب کرنے پر مفت ... کی جائیں گی اور ان کی قیمت بعد صحت لی جائے گی اب بھی اگر کوئی بھائی اشتہاری دوا سمجھ کر فائدہ نہ اٹھائے تو اس کی قسمت

زعفرانی گولیاں

دل، دماغ اور جگر کو طاقت دیتی ہیں ... ایسے اثر کرتی ہیں خون میں حل ہو جاتی ہیں چند روز کے بعد زرد اور مرجھایا ہوا چہرہ شگفتہ پھول کی طرح لال سرخ ہو جاتا ہے قوت باہ ناقابل برداشت پیدا ہو کر سستی نامردی اور سرعت انزال کا نام تک نہیں رہتا استعمال کرنے سے پہلے اپنا وزن کر لیں اور پھر استعمال کرنے کے بعد وزن کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ زعفرانی گولیوں نے آپ کا کتنا وزن بڑھا دیا ہے ... کو طاقت ... ہیں ہر موسم میں مفید ہیں قیمت مکمل کورس ... روپے

طلائے سیر ہوتی

یہ جادو ... طرح ... چند قطروں کی مالش سے مردہ رگوں ... زندہ ہو جاتی ہیں ... جاتی ہے چند روز کے استعمال سے سستی ... کی تمام خرابیاں بالکل دور ... سختی ... آتی ہے ... قیمت ...

قوت مردمی کا خوشگوار ... ان دونوں ادویات کی قیمت مبلغ بارہ روپے ... لیجئے جب تک کہ آپ مکمل تندرست نہ ہو جائیں لیکن ... دوا سازی ... مہر کل ایک روپیہ آٹھ آنے آپ کو ادا کرنے ہوں گے ... کریں ... دوائی دینے کا سلسلہ قائم نہیں رہ سکتا۔ اس لئے آپ ...

ناریکر کریم

... کی بہت ... اثر کرتی ہے۔ ... نہیں ... یا ... انگریزی و دیسی ادویات سے ... وقت ... کی ... سستی نامردی ... کی تمام خرابیاں ... قیمت ... چھ تولہ دو روپے آٹھ آنے ...

ستاورین

... سفید ... اور عورت کا خیال ... احتلام ... قیمت ...

حکیم ابو الفضل شیخ ...

امرت سر ... لاہور (پنجاب)



موت کے بعد
حیات بعد الممات پر
قیمت ۸
خیال کا جادو
قوت خیال سے کامیاب بننے کا راز ۱۰
دولتمند ہو
تجارت کے گر و راز کی باتیں
گناہ کی لذتیں
کلکتہ کی طوائف کی آپ بیتی جس نے
مست قلندر میں چھپ کر
ہلچل پیدا کر دی
کوک شاستر
دودھ یا آب حیات
دسترخوان کی لذتیں
لذیذ اور دل پسند کھانوں کے لئے۔ قیمت بارہ آنے ۱۲
چھ ہفتہ میں انگریزی بول چال
انگریزی سکھانے والی کتاب ۱۲
چند حسینوں کے خطوط
تنتر شاستر

ایک دوست کی بیوی!

ٹیکسی کے رکنے کی آواز سنکر شانتی نے کھڑکی سے دیکھا۔
ٹیکسی سے کار سے اتر رہا تھا۔ وہ اسے پہچانتی تو نہ
تھی ... اس کے شوہر کا دوست شاردا چرن ہے
اس نے ... سامان اتارنے کا حکم دیا۔ اور خود خیر مقدم کے
لئے ... خانے میں پہنچ گئی۔

... کے حسین چہرہ پر حزن و ملال کا گہرا اثر طاری تھا جسے
دیوان خانے میں داخل ہوتے ہوئے مسکراہٹ میں تبدیل کرنے کی کوشش
مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ شانتا نے کہا۔ آپ نے ہمیں اپنے آنے کی کوئی
اطلاع نہیں دی۔ اگر ایک تار دیدیا ہوتا۔ تو ہم گاڑی کے وقت اسٹیشن
پہنچ جاتے آپ کو مکان کی تلاش میں دقت تو نہیں ہوئی؟ ....
شاردا چرن بولا نہیں کوئی دقت نہیں ہوئی شانتی جی یہاں
مکان مشہور ہے ٹیکسی والے سے کہہ دیا اس نے یہاں پہنچا دیا بھائی
صاحب کہاں ہیں نظر نہیں آتے؟

شانتی نے کہا وہ تو ایک ضرورت سے باہر گئے ہوئے ہیں امید ہے شام
تک آجائیں گے۔ آپ اشنان کر کے کھانا کھا لیجئے۔ اور آرام کیجئے۔
تھک تو گئے ہوں گے؟

شانتی نے غسل خانے میں ایک صاف دھوتی۔ تولیہ اور صابن رکھدیا
اور رسوئی گھر میں جاکر تھوڑی سی پوریاں تیار کر لیں۔ شاردا چرن جیسے
ہی نہا کر فارغ ہوا۔ اس کے سامنے کھانا آگیا۔ اس نے جیسے ہی کھانا
شروع کیا۔ آنکھ سے بے اختیار آنسوؤں کے دو قطرے تھالی میں ٹپک
پڑے۔ شانتا سمجھ گئی۔ کہ یہ دو بوند آنسو مرنے والی بیوی کی یاد کے
نذر کئے گئے ہیں۔ اس کا دل بھی ہمدردی سے لبریز ہو گیا۔ کھانے
کے بعد شانتی شاردا چرن کو اپنے شوہر کے سونے کے کمرہ میں لے گئی
اور چارپائی دکھلا کر بولی آپ یہاں آرام کیجئے بہت تھک گئے ہوں گے
یہ کہہ شانتی کمرے سے نکل گئی۔ شاردا چرن تھکا ہوا تو تھا ہی لیٹتے ہی سو گیا

—— ۲ ——

رما کانت کو شاردا چرن کی بیوی کے انتقال کی خبر سے بہت صدمہ ہوا
ابھی ایک سال بھی نہیں ہوا تھا۔ کہ شاردا چرن کی شادی ہوئی تھی چند مہینے پہلے رما کانت کاروبار کے سلسلے میں دہلی گیا تھا
وہیں ... کی ملاقات ہوگئی تھی شاردا چرن وہاں ... میں
ملازم تھا دو سو روپے تنخواہ پاتا تھا۔ ... خوش ہو کر
وہاں آنے ہوئے مشکل سے ایک مہینہ ہوا تھا۔ رفتہ رفتہ رما کانت
کی شاردا چرن سے گہری دوستی ہوگئی اور وہ اس کے گھر رہنے
لگا۔ رما کانت نے ابھی شانتی کو بمبئی سے دہلی نہیں بلایا تھا اس کا
خیال تھا۔ کہ کاروبار کی حالت قابل اطمینان ہو جائے تو مستقل طور
پر اس کو دہلی بلائے اس زمانہ میں رما کانت کو شاردا کے یہاں گھر
کا سا آرام و اطمینان ملا تھا۔ انہیں تعلقات کی بنا پر شاردا چرن کو
بیوی کے انتقال کے بعد رما کانت نے اپنے یہاں بلایا کہ
کچھ دنوں یہاں رہ کر دل بہلائے ... کرے۔
شانتی نہایت شریف اور نیک دل عورت تھی وہ دوسروں کی تکلیف
کو دیکھ کر بے چین ہو جاتی تھی۔ اسی لئے جب اس نے شاردا چرن کی
بیوی کی انتقال کی خبر سنی تو اس کے نازک اور حساس دل کو بہت
پہنچا۔ حالانکہ اس نے کبھی شاردا چرن کو دیکھا نہ ان کی بیوی کو
اسی طرح جب اس کے شوہر ... نے یہ خیال ظاہر کیا کہ کچھ
دنوں کے لئے شاردا چرن کو یہاں بلا لیا جائے۔ تاکہ اس کی تفریح و
دلبستگی ہو جائے تو شانتی نے شوہر کے اس خیال سے اپنے ...
اتفاق کا اظہار کیا۔

کھانا کھاتے وقت شاردا چرن کی آنکھوں سے جو دو بوند آنسو
پڑے تھے وہ شانتی کے دل کو بار بار بے چین کر دیا کرتے تھے ...
شاردا چرن کے سونے کے بعد وہ اپنے کمرے میں جاکر خوب ...
اور آخر میں اس ...
شاردا چرن کے دل سے بیوی کے غم ...
دور کرے گی۔ چنانچہ اس ... شاردا چرن کی ...
تو اس ... نے کے ...
... کر ...

اور ناشتہ بھی [illegible] کر کے [illegible] شاردا نے گھر [illegible] پہنچائی تو
کرنے کیلئے [illegible] آتی تفریح اور مذاق سے وہ بھی شاردا
کا دل بہلانے کی کوشش کرتی۔

لیکن یکایک شانتا کے اس طرزِ عمل میں نہ جانے کیوں تبدیلی ہوگئی۔ نوکر
جائے ناشتہ پہنچانے لگا۔ وہی کھانے کیلئے بھی بلانے جانے لگا
شانتی نے شاردا سے مذاق اور تفریح کی باتیں بھی کرنا چھوڑ دیں۔
ایسی ہی کبھی ادھر ادھر کی دو باتیں کر لیں پھر اپنے کام میں لگ گئی۔
راما کانت نے شانتی کے پہلے طرزِ عمل کو بھی دیکھا تھا۔ اور اب اسکی
اس تبدیلی کو بھی دیکھ رہا تھا۔ اسے بڑی خوشی تھی کہ شانتی اس کے
دوست کی اس طرح خاطر مدارت کرتی ہے۔ مگر اس تبدیلی کی کوئی وجہ
اس کی سمجھ میں نہ آئی۔ اس نے ایک روز سوتے وقت تنہائی میں
شانتی سے پوچھا۔ آجکل شاردا جی کچھ اداس سے رہتے ہیں تمہاری
طرف سے ان کی خاطر مدارت میں کچھ فرق تو نہیں آگیا ہے؟
شانتی نے کچھ جواب نہ دیا۔ وہ سر جھکائے خاموش بیٹھی تھی راما کانت
نے پھر پوچھا۔ آخر کچھ بتاؤ تو شانتی! بات کیا ہے؟
شانتی بولی۔ بات تو کچھ بھی نہیں ہے۔ ہاں اتنا ضرور ہے۔ کہ پہلے میں
ان کی تمام ضرورتوں کا بندوبست خود کرتی تھی اور اب نوکر کام کرتا
ہے اگر ان کے رنج و ملال کی یہ وجہ ہو تو ہو سکتی ہے؟
آخر تمہارے اندر یہ تبدیلی کیوں ہوگئی؟
میں نے سوچا۔ کوئی اسطرح مجھے پرائے مرد کے کام کاج کرتے دیکھے گا
تو کیا سوچے گا؟

تم بھی کس قدر نادان اور بھولی بھالی ہو شانتی! کوئی کہے گا کیا مہمان
کی خاطر و مدارت کرنا بھی کوئی عیب کی بات ہے؟
شانتی کی آنکھیں کچھ نمناک سی ہوگئیں۔ جس سے ان کی معصومیت میں
اور اضافہ ہوگیا۔ راما کانت نے پاک طینت بیوی کو اپنی آغوش میں کھینچ لیا
اور اس کی آنکھوں میں اپنی آنکھیں ڈالدیں۔ بیوی شوہر دونوں کی
آنکھوں سے اعتماد و محبت کے چشمے ابلنے لگے۔

— ۳ —

شانتی پھر حسبِ معمول شاردا جی کے کام کاج خود کرنے لگی۔ اور شاردا
پھر پہلے کی طرح خوش اور شاداں رہنے لگا۔ لیکن اس کی سمجھ میں یہ بات
[illegible] کہ جب شانتی نے اس کے کام کاج کرنا [illegible] تھا۔ تو وہ افسو
[illegible] کیوں رہتا تھا۔ اور اب [illegible] کا کیف و سرور
[illegible] وہ [illegible] کرتا تھا۔

کی خوبصورتی سے اس کے دل [illegible] اور [illegible]
مگر اس کی محبت کی دنیا [illegible] کیلئے برباد ہوگئی [illegible]
کسی عورت سے محبت کر سکے گا۔ یہی وجہ تھی کہ شانتی [illegible]
یہ خیال بھی نہ ہوا۔ کہ اس کے دل میں اس کی محبت کا کوئی [illegible]
لیکن ایک روز ایک ایسی صورت پیش آئی جس نے شاردا کو [illegible]
دیا۔ وہ راما کانت اور شانتی ایک روز سینما دیکھنے گئے بیچ میں شانتی
بیٹھی اور دائیں بائیں کی سیٹوں پر راما کانت اور شاردا بیٹھے کھیل
بہت دلچسپ تھا۔ پھر بھی شاردا کا دل الجھا تھا۔ وہ ایک سخت ذہنی
کشمکش میں مبتلا تھا۔ بات یہ تھی کہ وہ شاردا اور شانتی کی کرسیاں
ملی ہوئی تھیں اس لئے دونوں بیٹھے تو دونوں کے بازو ایک دوسرے
سے مل گئے جس سے شاردا کو ایک عجیب کیف و سرور حاصل ہونے
لگا وہ دیر تک اسی کیفیت سے لذت یاب اور نشاط اندوز ہوتا رہا
کہ یکایک اس کا ضمیر بیدار ہوا اور اس نے اپنے کو ملامت کرتے ہوئے
شانتی کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ الگ کر لیا۔ اسوقت اس کے دل میں
ایک ہلچل مچی ہوئی تھی وہ سوچ رہا تھا۔ کہ دوست کی بیوی کی طرف سے
اس کے اتنے گندے جذبات و احساسات! پھر دوست بھی ایسا
جو اس سے اس قدر خلوص و ایثار سے پیش آتا ہے اور جو اس پر
اس قدر بھروسہ اور اعتماد کرتا ہے میں کیسا کمینہ اور ذلیل ہوں
اس روز سینما سے واپس آنے کے بعد شاردا کو تمام رات نیند نہیں
آئی اس نے طے کر لیا کہ صبح ہوتے ہی دلی کیلئے روانہ ہو جائیگا اس
کی مسرت و شادمانی کی دنیا تو اجڑ ہی گئی اب دوست کی مسرت و
شادمانی پر ڈاکہ ڈالنا کہاں کی شرافت اور انسانیت ہے اس کا خیال
تھا کہ وہ بغیر کچھ کہے چپکے سے چلا جائے گا پھر سوچا نہیں اسطرح
راما کانت ناحق پریشان ہوگا۔ اس سے کہہ کر چلنا چاہئے صبح شانتی
ناشتہ چائے لیکر شاردا کے کمرے میں آئی۔ معمول کے مطابق آج
بھی اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ مگر شاردا کو نگاہ اوپر اٹھانے
کی جرأت نہ ہوئی۔ اس نے سر جھکائے ہی جھکائے کہا ذرا بھائی صاحب
کو یہاں بھیج دیجئے گا۔

شانتی سے شاردا کا یہ پیغام سنکر راما کانت کو بہت تعجب ہوا۔ وہ
سوچنے لگا۔ ایسی کونسی ضرورت ہے۔ جو شاردا نے مجھے بلایا ہے
پھر کوئی ضرورت ہی تھی تو وہ خود میرے پاس آ سکتا تھا شاردا کا چہرہ
[illegible] تھا۔ کہ [illegible] اس کے کمرے میں پہنچا شاردا کی آنکھوں
سے رات کے جاگنے کے آثار صاف ظاہر ہو رہے تھے۔ راما کانت نے

... کو ... نہیں کیا ؟

... کوئی خاص بات تو نہیں ہے لیکن کچھ دل گھبرا سا رہا ہے۔

... کیسے دل بہلا سکوں ؟

... اگر دل گھبرانے کی کوئی وجہ بھی تو ہونی چاہئے پھر ... کیا ؟ میں نے یہیں تمہارے لئے ملازمت ٹھیک کر لی ہے اگر کوئی اور بات ہے تو صاف صاف کہو ؟

شاردا چرن کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس نے گلوگیر آواز میں کہا میں پاپی ہوں۔ اس لائق نہیں کہ آپ جیسے مخلص اور وفادار دوست کی ہمدردی اور محبت سے فائدہ اٹھا سکوں ؟

رماکانت حیران ہو کر بولا۔ میں تمہارا مطلب بالکل نہیں سمجھا۔ صاف صاف کیوں نہیں کہتے ؟ ————

شاردا چرن بالکل خاموش تھا ————

رماکانت نے کہا تم صاف صاف بتانے میں اسقدر تامل کر رہے ہو کیا تمہیں شانتی سے محبت تو نہیں ہو گئی ہے ۔؟

یہ کہتے کہتے رماکانت مسکرا پڑے۔ شاردا نے جرأت کر کے کہا۔ کہ ہاں بھائی صاحب میں اپنی خیانت اور کمینگی پر بہت نادم اور پشیمان ہوں بات یہی ہے جو آپ کہہ رہے ہیں۔ اس لئے میں ایک روز بھی یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں سمجھتا ؟ ————

رماکانت نے متانت اور سنجیدگی کے ساتھ کہنا شروع کیا۔ اگر یہی بات ہے تو اس میں اسی قدر پریشان اور نادم ہونے کی کونسی وجہ ہے ؟ اگر تم شانتا سے محبت کرتے ہو تو اس میں میرا کونسا نقصان ہے ؟ بیشک شانتا میری بیوی ہے۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ میرے سوا اس کے کسی اور کو محبت کرنے کا حق نہیں ہے۔ جس طرح میں تم سے محبت کرتا ہوں اور تم مجھ سے اسی طرح تمہیں اور شانتا کو بھی حق ہے کہ ایک دوسرے سے محبت کر سکتے ہو۔ میں تو اسے انتہائی تنگ خیالی اور خود غرضی سمجھتا ہوں۔ کہ ایک عورت صرف ایک مرد سے محبت کرے اور ایک مرد صرف ایک عورت سے تم خوشی سے شانتا سے محبت کر سکتے ہو۔ اور وہ تم سے ؟

شاردا چرن رماکانت کی باتیں سنکر حیران رہ گیا۔ وہ جانتا تھا کہ رماکانت ایک وسیع القلب اور بلند حوصلہ آدمی ہے۔ لیکن پھر بھی اسکو ان سے اتنی فراخدلی اور بلند خیالی کی توقع نہ تھی حیرت واستعجاب نے اس کے لبوں پر مہر لگا دی ———— ۔

رماکانت نے ... خاموش دیکھ کر پھر کہا۔ تم بہت ... ... تمہیں اطمینان دلاتا ہوں کہ تم نے میرا کچھ نقصان نہیں کیا ... میری بیوی ہے لونڈی نہیں ہے وہ اس کے لئے آزاد ہے کہ جس مرد سے چاہے محبت کرے اور دوسرا مرد اسے چاہے شانتی اور تمہاری محبت کا معاملہ تم دونوں کا ذاتی معاملہ ہے مجھے اس پر اس کا کوئی اعتراض نہیں۔ میرے لئے یہی بس ہے۔ کہ میں شانتی سے محبت کرتا ہوں۔ اور وہ مجھے پیار کرتی ہے۔ اس سے زیادہ مجھے کوئی خواہش نہیں ——

———— ۲ ————

شاردا چرن رماکانت کے خاندان کا ایک رکن سا بن گیا۔ اس نے کئی بار دلی جانے کی کوشش کی لیکن نہ رماکانت ہی نے اسے اجازت دی نہ شانتی ہی نے اُسے جانے دیا۔ شانتی نے بارہا زور دیا کہ شاردا چرن شادی کر لے۔ لیکن وہ کبھی اس پر رضامند نہ ہوا۔

ایک روز شانتی گھر کے کام کاج سے فرصت پا کر شاردا کے کمرے میں بیٹھی باتیں کر رہی تھی۔ اس نے اس روز بھی زور دیکر کہا کہ آپ شادی کر لیجئے ؟ ————

شاردا نے بار بار کا دیا ہوا جواب پھر دہرا دیا "نہیں"

شانتی کہا آپ کو میری قسم ہے آپ صاف صاف بتایئے کہ آخر آپ شادی سے کیوں انکار کرتے ہیں۔ دیکھئے میں نے اپنی قسم دی ہے اب آپ یہ بات چھپا نہیں سکتے ؟ ————

شاردا چرن نے شرم و حجاب اور اندوہ و غم سے ملے ہوئے لہجے میں کہا بات یہ ہے کہ مجھے آپ سے کچھ ایسی محبت ہو گئی ہے کہ میں آپ سے الگ ہو کر نہیں رہ سکتا یہی وجہ ہے جو میں اس طرح آپ کے گھر پڑا ہوں۔ اگر میں نے شادی کر لی تو جو عورت آئیگی وہ کسی طرح مجھے ہرگز آپ کے گھر رہنے نہ دے گی اور میرا آپ سے الگ آپکو دیکھے بغیر رہنا ناممکن ہے ؟

یہ سنکر شانتی کے حسین چہرے پر شرم و حیا کی ایک ہلکی سی سرخی دوڑ گئی۔ اس کا دل ایک ناقابل بیان روحانی کیف و سرور سے لبریز ہو گیا۔ اس روز اس نے پھر کبھی شاردا سے شادی کے متعلق ایک لفظ نہیں کہا

آپ کے فلمی معلومات جواب

س۔ مندرجہ ذیل ڈائرکٹروں میں سے کون صاحب بہترین اور سب سے زیادہ تنخواہ پانے والے ہیں:۔ کاردار۔ جینت ڈیسائی۔ چترنجی۔ دوبشی۔ سرودتم۔ بادامی۔ اور منی بھائی ویاس۔

ج۔ فلم ہٹ بنائے جانے کے بعد کاردار کو سب سے عزت کا رتبہ مل گیا۔ لیکن جینت ڈیسائی کا نمبر دوسرا ہے۔ آمدنی میں کاردار کا نمبر اول ہے جسے دو ہزار روپے ماہوار تنخواہ ملتی ہے۔

س۔ میرا کی سریلی آواز اور دلکش شخصیت نے میرا دل موہ لیا ہے۔ کیا اس سے میری ملاقات ہو سکتی ہے؟

ج۔ اوہو۔ آپ تو اپنا دل واپس لینے کی خاطر اپنا باقی سب کچھ اس کے حوالہ کرنا چاہتے ہیں۔ میرا کے پاس ہی دل رہنے دیجئے کیونکہ بہرکیف دل ہی نہایت بے ضرر چیز ہے۔

س۔ میری خواہش ہے کہ فلمی ستاروں میں سے ایک میری ایسی دوست بن جائے جو فلمی قابلیت رکھتی ہو اس کی عمر تقریباً ۲۲ سال ہونی چاہیئے۔

ج۔ سرکو پرو ڈکشنز بمبئی کی مس ہنڈو کو اس بارہ میں خط لکھئے۔ اس کے فلم سازوں کی تحریر کے مطابق اس کی عمر ۲۲ سال سے بھی کم ہے جیسا کہ فوٹو سے ظاہر ہے۔

س۔ کانن بالا نے کس پکچر میں بہترین اداکاری دکھائی ہے۔

ج۔ "قربانی" میں۔

س۔ مس زبیدہ آج کل کس فلم کمپنی میں کام کر رہی ہے اس کا تازہ ترین پکچر جو ریلیز کی جا سکے گی کون سی ہے۔

ج۔ مس زبیدہ آج کل فلمی دنیا سے تعلق نہیں رکھتی۔ کیونکہ وہ شادی کر چکی ہے اور جہاں وہ پہلے کبھی اداکاری کے جوہر دکھاتی تھی وہاں آج کل وہ گھریلو زندگی بسر کر رہی ہے۔

س۔ اپنی فرصت کے اوقات میں ایکٹر اور ایکٹرسیں کون سے کھیل سے عموماً دل بہلاتے ہیں۔

ج۔ یہ بات تو سٹوڈیو کے ماحول پر منحصر ہے۔ بعض سٹوڈیو میں تاش کا کھیل اور بیڈ منٹن ہر دلعزیز اور پسندیدہ ہیں۔ لیکن دوسرے سٹوڈیوز میں بہت سے کھیل کھیلے جاتے ہیں۔

س۔ کیا فلمی اداکاروں میں کوئی سپورٹس مین ہیں۔

ج۔ ہاں ہیں۔ موتی لال کو موٹر چلانے کا شوق ہے جس میں حادثات ہوتے ہیں سریندر گھوڑوں کی سواری کرتا ہے جس کے باعث اسے مجروح ہو کر ہسپتال میں داخل ہونا پڑتا ہے۔ جو گھوڑ دوڑوں میں جاتی ہے اور اس کھیل کو محض دل بہلاؤ سمجھتی ہے۔ سبھاش سمرت ٹینس کھیلتی ہے اور اس وقت وہ اپنے فوٹو اتروانی ہے۔ چندر موہن دوڑ والے گھوڑوں کے متعلق تاریاں لگاتا ہے اور خود اس کا بیان ہے کہ آج تک وہ ہزاروں روپئے کما چکا ہے۔ سہراب مودی ستاروں کا کارواں لے کر تفریح کے لئے جاتا ہے اور ... میں چیزیں لیتا اور خیر مقدم کے ایڈریس قبول کرتا ہے۔ نسیم موٹر میں سیر کرتی ہے اور ... کا مقابلہ کرتی ہے۔ ... سانس لیتا۔ پرانا ... ہے اور ... کا ... پر عیاں ہے ہاتھی پر سواری کرتا ہے کہ وہ ہاتھی ... مینا کسی تیراکی کی پوشاک میں باہر جاتی ہے مگر تیرتی نہیں کرتی ... دیگر اداکاروں کے بھی دل پسند اشغال ہیں۔

س۔ کیا لیلا چٹنس کی شادی ہو چکی۔ اگر ہو چکی ہے تو کس کے ساتھ۔

ج۔ ہاں ... [illegible]

ایک ضروری اعلان

[illegible]

ہندوستانی نگارخانوں میں کیا ہو رہا

رنجیت موویٹون۔ اس کے سٹوڈیو میں "قوالی" اور "مسافر" دو پکچریں تیار ہو کر ڈبوں میں بند پڑی ہیں اور پردہ سیمیں پر آنے کے لئے تیار ہیں۔

بمبئی ٹاکیز۔ اگست کے دوسرے ہفتہ میں "تارا بنی" جو سوشل فلم ہے اور جس میں دیوکا رانی نے اداکاری دکھائی ہے۔ بہت جلد نمائش کے لئے تیار ہو جائے گی۔ اسی سال کے خاتمہ سے پیشتر جیسا کہ یقین کیا جاتا ہے بمبئی ٹاکیز اور دو پکچریں تیار کرے گی۔

انڈیا آرٹسٹس۔ اس کمپنی کی نئی سوشل کامیڈی "پھندا" نامی ضیا سرحدی کی ڈائرکشن میں بسرعت تمام پایۂ تکمیل کو پہنچ رہی ہے۔

نیشنل سٹوڈیوز۔ "رنجیت کمپنی" کے بعد غالباً یہی وہ کمپنی ہے جو ہندوستان میں سب سے معروف سٹوڈیو کا درجہ رکھتی ہے۔ اس کمپنی کو اپنی نئی اچھوتی پکچر "عورت" تیار کرنے میں جو نمایاں کامیابی حاصل ہوئی ہے اس کے باعث کمپنی کا اتنی اور زیادہ اولوالعزمانہ پکچریں تیار کرنے کے لئے حوصلہ قطعی طور پر بڑھ گیا ہے۔ اس ماہ کے ختم ہونے سے پیشتر جیسی کہ توقع لگائی گئی تھی مسٹر کاردار کی فلم "پوجا" مکمل ہونے والی ہے۔ یہ ایک زبردست سوشل پکچر ہے جس میں سردار اختر ستارہ اور ظہور راجہ نے جوہر اداکاری دکھائے ہیں۔

پربھات فلم کمپنی۔ اس کے سٹوڈیو میں بالکل خاموشی طاری رہی اور وہاں گذشتہ پانچ ماہ میں فلم "عمر خیام" بنانے کے لئے تیاریاں ہوتی رہیں۔ یہ پکچر بلند پایہ فارسی شاعر و فلسفی اور منجم کی زندگی سے متعلق ہوگی۔

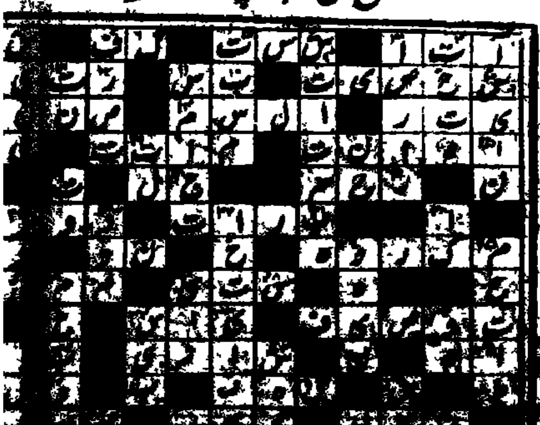
مشہور فاضلوں کی وسیع تحقیقات کے بعد جنہوں نے قدیم فارسی کتب کے مسودے مطالعہ کئے۔ عمر خیام کی رنگین زندگی کی مستند داستان پردہ سیمیں پر لانے کے لئے تیار ہو چکی ہے۔

حکیم خیام کے زمانہ میں جن پوشاکوں کا رواج تھا وہ وضع کی گئی ہیں۔ سٹیج بھی تیار کر لئے گئے ہیں۔ اس پکچر کے متعلق ہر چیز وسیع شاندار پیمانہ پر تیار کی گئی ہے اور اس کا نمونہ بنا لیا گیا ہے سٹوڈیو میں شہر نیشاپور تعمیر کر دیا گیا ہے۔ جو کسی زمانہ میں عمر خیام کا مسکن تھا۔ سٹوڈیو کے معتمد رسکا و نش ملک میں اس لئے گشت کر رہے ہیں کہ اس رزمیہ ڈرامہ کے لئے موثر کردار تلاش کر کے حاصل کریں۔ ان کا بیان ہے کہ اس ڈرامہ میں شہنشاہ ملک شاہ کے عہد کے تماشے موثر طریقہ میں دکھائے جائیں گے۔

پیرا ماؤنٹ فلم کمپنی۔ ماہ رواں ختم ہونے سے پیشتر "شینہ بند من" پکچر جس کی سٹوری سوشل ہے مکمل ہو جائے گی۔ اس میں خاص پارٹ مس بیبو کا ہوگا۔

ہندوستان سنے ٹون۔ "فلم سوبھاگیہ" جو راکسی میں ریلیز کی گئی۔ اس کا قدامت پسند سوسائٹی نے تہ دل سے خیر مقدم...

صحیح حل دلچسپ معمہ نمبر ۱۵۔



میری زندگی کا سب سے عجیب واقعہ

کیا پتھر کی بنی ہوئی ایک بے جان مورت آدمی کی تقدیر پر نیک و بد اثرات سے متاثر کر سکتی ہے اور اس کی زندگی کو کامیاب یا ناکام بنا سکنے کی طاقت رکھتی ہے؟ زمانہ حال کے تعلیم یافتہ لوگ گو ایسی باتوں کو مضحکہ انگیز تصور کرتے ہیں تاہم یہ امر واقع ہے کہ ہندوستان میں قدیم عقیدہ خیال دلوں میں جاگزیں چلا آیا ہے۔ کہ اشیا رخارجی اثرات ہستی انسانی پر حکومت کرتے ہیں۔ حتےٰ کہ اب رفتہ رفتہ اہل مغرب بھی اس عقیدہ کی طرف مائل ہوتے جا رہے ہیں۔ ذیل کے دو عجیب و حیرت انگیز واقعات بالکل صحیح اور ہر طرح کے مبالغہ سے خالی ہیں۔ برہما کے صدر مقام شہر رنگون کے مسٹر [illegible] بلیک نے ان ہر دو واقعات کی اشاعت کرتے ہوئے اس بات کا پورا یقین دلایا ہے کہ ان میں ایک چھوٹی سی [illegible] بھی ملاوٹ کے طور پر شامل نہیں کی گئی۔ صرف اتنی تبدیلی ضرور ہے کہ انہوں نے بعض مصلحتوں کی وجہ سے اُن شخصوں کے نام ظاہر نہیں کئے جن کا ان واقعات سے براہ راست تعلق ہے۔ اور جیسا کہ ناظرین سمجھ سکتے ہیں۔ اس کا حالات کی اہمیت پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ یہ ہر دو واقعات اپنی اصلی صورت میں درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

ایڈیٹر

(۱)

مسٹر "ہکیس" سے میری دوستی تقریباً بارہ سال کے عرصہ سے قائم چلی آتی ہے۔ اور وہ کلکتہ کسی دفتر میں ملازم ہے۔ لیکن جب سے میری اس کے ساتھ دوبارہ ملاقات ہوئی میں نے ہمیشہ یہی دیکھا کہ اسکو سخت مالی مشکلات کا سامنا رہتا ہے کبھی آسودگی کی جھلک نظر نہ آئی۔ لیکن آپ میری حیرت کا اندازہ کر سکتے ہیں جب چند ماہ پیشتر ایک لمبی غیر حاضری کے بعد مجھے اس کے مکان پر جانے کا اتفاق ہوا تو کیا دیکھتا ہوں گھر کا نقشہ ہی بدلا ہوا ہے۔ اگلی بے سروسامانی کا کہیں نشان تک نظر نہیں آتا۔ اور ہر طرف بہترین سامان قرینہ سے سجا ہوا اس کی خوشحالی کی خبر دیتا ہے۔

مجھ سے یہ بات پوشیدہ نہ تھی کہ وہ غریب ہمیشہ مقروض رہتا اور نہایت تنگی سے گذر اوقات کرتا تھا۔ لیکن اس موقعہ پر میں نے دیکھا کہ فرنیچر کا سامان نیا دیواروں پر عمدہ قسم کی تصویریں لگی ہوئی۔ نیز فرش قالین بچھے ہوئے اور کمرے کے ایک جانب قیمتی ریڈیو بھی موجود تھا۔ تھوڑی دیر میں اس حیرت انگیز تبدیلی کو دیکھ کر میں خاموش رہا لیکن اس کے بعد ہر قسم کے تکلف کو بالائے طاق رکھ کر میں نے بلا واسطہ اس سے پوچھا کہ کیا کوئی [illegible] خزانہ ہاتھ آ گیا ہے۔ یا کوئی دور کا رشتہ دار اپنی ساری دولت تمہارے نام [illegible] کر گیا ہے کیونکہ میں دیکھتا ہوں تمہاری پچھلی اور موجودہ حالت میں زمین و آسمان کا فرق نظر آتا ہے؟

میرے دوست نے [illegible] میری طرف دیکھا پھر

تم نے جو دو قیاسات قائم کئے ہیں اُن میں سے ایک بھی صحیح نہیں یہی میرے حالات کی تبدیلی کی وجہ ہیں اور یہ دو دیکھو ایک جانب طاق میں رکھی ہوئی جنگلی مورت نظر آتی ہے۔ امر واقع یہ ہے کہ جب سے یہ میرے پاس آئی ہے۔ میری حالت میں بالکل ہی نئی تبدیلی پیدا ہو گئی ہے۔"

بے اعتباری کا تبسم میرے ہونٹوں پر نمودار تھا۔ یہ بات ماننے کی نہ تھی۔ کہ ایک بے جان، بے حقیقت چینی یا پتھر کی بنی ہوئی مورت نے اپنے اثر سے میرے دوست کو افلاس کی دلدل سے نکال کر آسودگی اور ترقی کے آسمان پر پہنچا دیا ہے۔ اس میں شک نہیں عرصہ دراز تک مشرقی ممالک میں رہنے کی وجہ سے میں جان چکا ہوں کہ کئی طرح کی عجیب و حیرت انگیز باتیں پیش آتی رہتی ہیں۔ تو بھی اس طرح کا واقعہ پیشتر میرے دیکھنے میں نہ آیا تھا۔

مجھکو متامل دیکھ کر میرا دوست "ہکیس" کہنے لگا اگر چاہتے ہو تو میں سارا حال شروع سے آخر تک سنا تا ہوں۔"

"ہاں میں ضرور سننا چاہتا ہوں" میں نے جواب دیا جس کے بعد اس نے اپنی سرگذشت ان الفاظ میں [illegible] شروع کی:۔

تم سے پوشیدہ نہیں ہے کہ میری حالت کیا تھی جیسے کہ [illegible] اور یہ بھی تم کو معلوم ہے کہ مجھے اپنی ملازمت میں کبھی ترقی کا باعث نظر نہیں آتی میں نے بہت سے جتن کئے مگر دل میں بیٹھ چکا تھا کہ بدقسمتی کا ایک وقت ایسا ہے کہ جب تک ...

[illegible] حیرت انگیز اور بات [illegible]

[illegible] آیا اور کہنے [illegible] کہ [illegible] ہوں اور آپ کو الوداع کہنے کے [illegible] چاہتا ہوں کہ آپ نے جس قدر بہت بھلائی احسان مجھ پر کیا تھا جس کا [illegible] طور پر میں کبھی بدلہ نہیں دے سکتا۔ لیکن میری دلی آرزو ہے کہ میری طرف سے دلی شکرانہ کے طور پر آپ یہ چھوٹی سی چیز بطور یادگار اپنے پاس رکھنا قبول کریں۔

پہلے تو یہ بات میری سمجھ میں نہ آئی کہ وہ مجھے کیا پیش کرنا چاہتا ہے اور چونکہ سرکاری ملازموں کو کسی سے زیور تحفہ لینے کی سختی سے ممانعت ہے اس لئے میں کچھ انکار کرنے سے ٹالنا ہی چاہتا تھا کہ اتنے میں میرے دوست نے کاغذ کی تہہ کھول کر بدھ کی چھوٹی سی مورت نکالی میرے خیال میں اس کی قیمت سوا سے زیادہ چند آنے یا ایک آدھ روپیہ ہوگی۔ مجھے اس سے کوئی خاص دلچسپی بھی نہیں تھی۔ لیکن محض اس خیال سے کہ میرے دوست کے دل کو کسی طرح کا صدمہ نہ پہنچے۔ میں نے وہ مورت اس سے یعنی منظور کر لی رخصت ہونے سے پیشتر اس نے محض اتنا کہا کہ آپ دیکھیں گے کہ اس چیز کی موجودگی سے آپ کی زندگی میں بھاری انقلاب ہو جائے گا اور آپ کو کسی چیز کی کمی نہ رہے گی۔ اتنا کہہ کر وہ رخصت ہو گیا۔

میں یہ بھی نہیں جانتا کہ یہ مورت درحقیقت بدھ کی ہے یا نہیں۔ میرا اپنا خیال تو یہ ہے کہ چینیوں نے قناعت امن اور برکات کے دیوتا کی یہ مورت بنائی ہے۔ لیکن میرے لئے یہ جزوی تفصیلات کوئی خاص اہمیت نہ رکھتی تھی۔ میں نے مورت اس کے ہاتھ سے لیکر کمرہ میں رکھ لی اور جس طرح کمرہ کے اندر دوسری چیزیں پڑی ہیں اسی طرح یہ بھی پڑی رہتی۔ اور میں اسے کوئی خاص اہمیت نہ دیتا۔ لیکن جیسا آپ کو آگے چل کر معلوم ہوگا اس کے میرے پاس آتے ہی عجیب و غریب واقعات کا ایک حیرت انگیز سلسلہ شروع ہو گیا۔

اس مورت کو میرے پاس آئے مشکل سے پانچ دن ہوئے ہوں گے کہ میرے افسر اعلیٰ نے مجھے ایک دن بلا بھیجا اور مجھ کو اطلاع دی کہ آئندہ کے لئے محکمہ کو تمہاری خدمات درکار نہیں تم اپنے لئے کوئی دوسری جگہ تلاش کرو۔ میرے سر پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔ یا تو ترقی کی امید لگا رکھی تھی یا اس طرح کی بے معنی سے جواب ہو [illegible]

کچھ مدت [illegible] تک مجھ پر سخت کی سی حالت طاری رہی لیکن اس کے فوراً [illegible]

[illegible] آ سکتا [illegible] اگر تم [illegible] کو جگہ دی جا سکتی ہے۔ جس کا تعلق [illegible] سے [illegible] تجارت کے محکمہ سے ہے۔

[illegible] کوشش کر رہی جس میں جہاں [illegible] شخص پیشتر وہاں کام کرتا تھا وہ اس کے تابع ثابت ہوا ہے میں فوراً اس سے چارج لینے کو آمادہ ہو گیا کیونکہ اس نئی اسامی کی تنخواہ میری سابقہ تنخواہ سے کئی گنا زیادہ تھی۔

چند ماہ کے اندر حکام نے میرے کام کو ہر طرح تسلی بخش پا کر میری تقرری کو مستقل بنا دیا۔ چنانچہ میں اب تک وہی کام کرتا ہوں نہایت معقول تنخواہ ملتی ہے۔ اور کسی بات کی تنگی باقی نہیں رہی۔ میں تو خیال کرتا ہوں یہ سب اسی مورت کی برکت ہے جو میرے چینی دوست نے مجھے رخصت ہوتے وقت ... دی تھی۔"

(۲)

دوسرا واقعہ جس شخص کو پیش آیا اس کا فرضی نام میں "بی" رکھتا ہوں۔ وہ کسی تجارتی فرم کا ایجنٹ ہے۔ اور اس نے اپنی سیر و سیاحت کے دوران میں بہت سی عجیب عجیب چیزیں فراہم کی ہیں۔ ایک رات کا ذکر ہے میں اور وہ بیٹھے ہوئے کھانے سے فارغ ہو کر کچھ کھا پی رہے تھے کہ "ایکس" کے بیان کردہ واقعات کی یاد میرے ذہن میں تازہ ہوئی اور میں نے سرسری طور پر کہا کوئی اسی طرح کی مورت تمہارے پاس تو نہیں ہے؟"

"خدا نہ کرے" اس نے جلدی سے کہا۔ "مجھکو تو کوئی ایک ہزار پونڈ بھی ساتھ دے تو اپنے پاس نہ رکھوں"

"واہ یہ تو بڑی عجیب بات ہے جو تم کہتے ہو میں نے تو سنا تھا ایسی چیزوں کی موجودگی سے آدمی کو بہت فائدہ پہنچتا ہے۔"

"آپ اس خیال کو ذہن سے نکال دیں۔" اس نے فوراً جواب دیا "کسی زمانہ میں میرا اپنا بھی یہی خیال تھا چنانچہ اس غلط فہمی سے میں نے ایک اس طرح کی مورت خریدی بھی تھی لیکن عملی طور پر دیکھنے میں آیا کہ اس وقت کے بعد میری قسمت الٹی نامہربان ثابت ہونے لگی۔

"او ہو! یہ بات ہے کیا؟" میں نے دلچسپی لیتے ہوئے کہا "اچھا ذرا اس کا قصہ تو سنایئے"

اس [illegible]

"جس [illegible]



ریزہ ہوگیا۔

لیکن پھر ... بات کا خیال نہ آیا کہ ساری نحوستیں اِس بُدھ کی مورت کی وجہ سے ہیں اصل حقیقت اس وقت ہم پر کھلی جب میری بیوی کی ایک سہیلی نے آکر سارے واقعات سُنے اور بتایا کہ اِن معاملات کی تہ میں وہی مورت کام کرتی ہے وہ اپنی بات پہ اتنی بضد تھی کہ ہمارے سارے اعتراضات کو اس نے رد کر دیا۔ اور کہنے لگی کہ ایسا ہی واقعہ میرے ایک بھتیجے کو پیش آیا تھا جو ایک کامیاب بیرسٹر تھا۔ اس کا کاروبار نہایت اچھی طرح چلتا تھا لیکن جس دن سے اس نے اس طرح کی ایک مورت لاکر گھر میں رکھی موکل آنے بند ہوگئے مقدموں میں ناکامیابی نصیب ہوئی۔ اور روپے پیسے کی سخت تنگی رہنے لگی۔

آخر ایک روز میں نے تنگ آکر وہ مورت اٹھائی اور اس کو صحن کی دیوار کے ساتھ بڑے زور سے دے مارا جہاں وہ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہوگئی۔ میرا بھتیجا اس وقت تو بہت گھبرایا اور کہنے لگا۔ اب ہم پر کوئی زبردست آفت نازل ہوگی۔ لیکن عملی طور پر اس کے برعکس نتیجہ نکلا۔ اور مورتی کے ٹوٹنے کے بعد اس کے معاملات روز بروز اصلاح پذیر ہوتے چلے گئے۔

آخر میں اس نے بھی مجھ کو یہی مشورہ دیا۔ کہ اس مورت کو جو تمہارے پاس ہے گھر سے نکال دو۔ لیکن یہ کام عملی طور پر اتنا سہل نہ تھا جتنا خیال کیا جا سکتا ہے جب کبھی بھی اس مورت کو گھر سے نکال کر پھینک دینے یا توڑ ڈالنے کا ارادہ کرتا کوئی غیر معمولی تحریک میرے اندر پیدا ہو کر مجھ کو اس ارادہ سے باز رکھتی۔

لیکن ایک مرتبہ جب میری مشکلات انتہا کو پہنچ گئی تو آخر میں نے اس سے نجات پانے کا مضبوط ارادہ کرلیا۔ اسکو توڑنے کی ہمت تو نہ ہوئی میں نے اس کو اٹھا کر ایک کاغذ میں لپیٹ لیا اور دریا کر دیا میں ڈال دوں گا۔

"جب میں گھاٹ کی طرف جا رہا تھا تو ایک کام کے لئے ایک چینی کاریگر کی ورکشاپ کے سامنے ٹھہر جانا پڑا۔ وہ میری کار کے پاس آگیا ...

پاپ نہ کیجئے۔ اگر آپ سے رکھنا نہیں چاہتے ... دیجئے۔ میں اس کو خاص حفاظت سے رکھوں گا۔

"میں نے جی میں سوچا کہ اگر یہ مورت اس کے پاس چلی جائے تو میرا کیا حرج ہے۔ مجھے تو بہر حال اس سے خلاصی پانا منظور ہے تو بھی میں نے کوئی بات چھپا کر رکھنا پسند نہ کرتے ہوئے اس سے کہہ دیا کہ مجھ کو اس مورت سے کبھی فائدہ نہیں پہنچا اس لئے اچھی طرح سوچ لو بعد میں پچھتانا نہ پڑے۔

اس نے میرا اس بات کے لئے شکریہ ادا کیا کہ میں نے اس کی درخواست منظور کرلی ہے۔ پھر اصل حقیقت واضح کرتے ہوئے کہنے لگا۔

بات دراصل یہ ہے کہ اگر بدھ کی مورتی دینے والے نے رضا و رغبت سے بخوشی آپ کو دی ہوتی تو آپ کو یقیناً اس سے فائدہ پہنچتا لیکن اگر کوئی شخص فائدہ کی امید پر حاصل کر رکھے تو اثر ہمیشہ الٹا ثابت ہوتا ہے جیسا کہ یہی بات آپ کی حالت میں بھی ہوئی ہے۔ اب آپ چونکہ خوشی سے یہ مورت مجھے دے رہے ہیں۔ اس لئے مجھے پورا یقین ہے کہ میرے ہاں اس کی موجودگی ضرور فائدہ بخش ہوگی۔ اور اس سے میری خوشحالی میں اضافہ ہوگا"

وہ مورت تو میں نے اسے دے دی اور خدا کو بہتر معلوم ہے کہ اس چینی کاریگر کو اس سے کسی طرح کا فائدہ پہنچا یا نقصان لیکن ایک موقعہ پر وہ مورت میرے ہاتھوں ضائع ہوتے ہوتے بچ گئی اس میں بھی کوئی گہری حکمت تھی۔

خدا کا شکر ہے کہ اب میرا کاروبار پھر خاطر خواہ چلنے لگا ہے اور مجھے کسی طرح کی شکایت باقی نہیں رہی۔ لیکن اس دن کے بعد میں نے قسم کھا لی ہے کہ ایسی مورت کو پھر کبھی گھر میں لا کر نہ رکھوں گا"



کیا آپ بوڑھے سے جوان بن سکتے ہیں

پنڈت ... نے جب ... کمزوری ... کی یہ خوراک ایک ہی دفعہ استعمال کر ڈالیں تو ان کی یہ حالت ہوئی۔ اُن کا پورا حال بیان کرنے کی تہذیب اجازت نہیں دیتی۔ مختصر یہ کہ اس بوڑھے گوالے نے تین شادیاں کیں۔ اور ان شادیوں سے یکے بعد دیگرے بیٹے ہو گئے تندرست اور خوبصورت بچے حاصل کئے۔ یہ خبر آناً فاناً چاروں طرف پھیل گئی۔ اب بہار کے نواب وغیرہ طرح طرح کی خوشامد کر کے اس نسخہ کو حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ نواب بہاولپور کے سسر حاجی حیات اللہ خاں کی کوشش بار آور ہوئیں۔ اور بابا جی نے اس عجیب و غریب دوائی کا نسخہ ان کو بتا دیا۔ حاجی صاحب موصوف سے یہ نسخہ امرت دھارا کے موجد کو دے دیا۔ پنڈت ٹھاکر دت جی شرما کے ہاتھ لگا جنہوں نے اپنے دو اور نسخوں کے ساتھ اس نسخہ کو اپنے اخبار [illegible] میں شائع کر کے اس سے بہتر نسخہ بتانے والے کو ایک ہزار روپیہ نقد انعام دینے کا اعلان کیا۔ اس اعلان کو شائع ہوئے تقریباً سولہ سال گزر چکے ہیں۔ لیکن آج تک کوئی وید حکیم اس انعام کو حاصل کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔ پھر شہر کے مشہور و معروف وید [illegible] نے اس نسخہ کو اپنی کتاب [illegible] میں شائع کر دیا۔ جہاں سے لیکر ہم نے اسے تیار کر کے ہزاروں نامردی، جریان، احتلام وغیرہ کے مایوس مریضوں پر اس کی آزمائش کی۔ اس کے حیرت انگیز کرشمے دیکھ کر خدا کی قدرت یاد آتی ہے۔ چند روز کے استعمال سے ہی ان کے چہروں پر سرخی دوڑنے لگی [illegible] حیرت انگیز طور پر بڑھ گئی۔ اور چالیس روز کے مکمل استعمال سے گئے گزرے مریض قابل فخر مرد بن گئے۔ جو صاحب ان موذی امراض کی بدولت زندگی سے تنگ آ گئے ہیں اور دوائیوں سے جن کا اعتقاد بالکل اٹھ چکا ہو وہ مندرجہ ذیل نسخہ بنا کر استعمال کریں۔ **اصل نسخہ حسب ذیل ہے** :- شدھ برادہ فولاد ۱۰ تولہ، خالص کچیلہ سفید ایک تولہ، خالص کافور ۱/۲ ماشہ ان سب چیزوں کو ۵ گھنٹہ تک گھیکوار کے گودے میں گھوٹ کر مٹی کے کوزے میں بند کر کے ۵ سیر اپلوں کی آگ میں پھونکیں۔ ٹھنڈا ہونے پر ایک تولہ [illegible] اور ۱/۲ ماشہ کافور کے ساتھ تیسری بار ایک تولہ [illegible] ماشہ کافور کے ساتھ چوتھی بار ایک تولہ [illegible] اور ڈیڑھ ماشہ کافور کے ساتھ پھونکیں اسی طرح [illegible] ڈالیں۔ اور نیچے آنچ دیکر [illegible] کر ڈالیں۔ بعد ازاں [illegible] کی ہوا سے اڑا دیں۔ اب یہ کشتہ [illegible] کی طرح دوائی پوری طرح تیار ہے۔ خوراک نصف رتی صبح اور نصف رتی شام کو بالائی یا مکھن کے ہمراہ کھا کر اوپر سے دودھ پی لیں۔ گرم اور ترش اشیاء سے پرہیز کریں۔

اس دوائی کی تعریف میں [illegible] کے بابو ہری داس جی لکھتے ہیں کہ ایک ہفتہ کے استعمال سے ایک مریض کا وزن چار پونڈ بڑھ گیا۔ اور اس کے چہرے پر سرخی جھلکنے لگی۔ بھوپال کے [illegible] بال کرشن جی شرما نے [illegible] مریضوں پر استعمال کیا۔ اور امید سے بڑھ کر مفید پایا۔ [illegible] کے ایڈیٹر [illegible] جی نے اپنی مشہور کتاب [illegible] میں لکھا ہے کہ ہم نے آج تک ایسا اکسیر [illegible] اور مقوی نسخہ نہیں دیکھا۔ رسالہ [illegible] کے ایڈیٹر [illegible] شری شیام بہاری لال جی [illegible] کا ماننا ہے کہ اس دوائی کے چالیس روزہ استعمال کے بعد اسی سال تک بڑھاپا پاس نہیں پھٹکتا۔

ہمارا اپنا تجربہ ہے کہ اس کے سات روزہ استعمال سے جسم میں تازہ خون دوڑنے لگتا ہے۔ اکیس دن میں چہرہ کندن کی طرح دمکنے لگتا ہے اور چالیس دن کے بعد نامردی اور مایوسی سے [illegible] بیمار مریض بھی صحیح معنوں میں مرد بن جاتا ہے۔ زیادہ تعریف فضول ہے عورتوں کی تمام امراض [illegible] جریان، احتلام اور [illegible] کی خرابی کے لئے یہ دوائی نہایت اکسیر ثابت ہوئی ہے۔ [illegible] ذیابیطس جیسے موذی امراض کیلئے اس سے بہتر دوائی کا دستیاب ہونا بالکل محال ہے۔

ہم نے واضح طور پر اس کا نسخہ اور ترکیب بتا دی ہے جو صاحب یہ دوا خود تیار نہ کر سکیں وہ ہم سے دام دے کر منگوا لیں۔ چالیس روز کی خوراک پانچ روپے اس کے علاوہ محصول ڈاک [illegible] روانہ کر دی جاوے گی۔

نیاز مند: [illegible] ساگر [illegible] کھوسی [illegible]

انسانی قربانی!

ہندوستان کی وہ محیر العقول باتیں جن کو ہندوستانی ہونے کے باوجود بھی آپ نہیں جانتے

علاقہ گمسور میں بیا قوم کے جو لوگ آباد ہیں۔ وہ بھی درحقیقت کونڈ قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ ہر سال تھاڈا پینو کے نام سے مادر زمین کے لئے انسانی قربانی کیا کرتے تھے۔ طریقہ یہ تھا کہ بہت سے گاؤں کے لوگ مل کر قربانی کے لئے ایک آدمی مول لے لیتے لیکن کوئی مجرم یا قیدی یا ایسا آدمی جس کے لئے معقول قیمت ادا نہ کی گئی ہو دیوی کو چڑھاوے کے طور پر منظور نہ ہوتا تھا۔ چونکہ بالغ مردوں کی قیمت سب سے زیادہ ادا کرنی پڑتی تھی۔ اس لئے خیال کیا جاتا تھا کہ دیوی ان کی قربانی کو سب سے زیادہ پسند کرتی ہے۔ بعض حالتوں میں ایسا بھی ہوتا تھا۔ کہ قربانی کے مطلب کیلئے چھوٹے چھوٹے بچے خرید لئے جاتے تھے۔ اور انہیں اپنے گھر میں رکھ کر ان کی پرورش کی جاتی تھی ایسی حالتوں میں ان کے ساتھ ہمیشہ نرمی اور پیار کا برتاؤ ہوتا تھا اور جب وہ بڑے ہو جاتے اور ان کو معلوم ہوتا کہ انجام کار انہیں قربان کیا جانا ہے تو پھر ان کی اچھی طرح رکھوالی کی جاتی ہے تاکہ وہ کہیں بھاگ نہ جائیں۔ آخر جب رسم ادا کرنے کا وقت آتا تو اس شخص کو تاڑی یا گھلی ہوئی افیون پلا کر پہلے کسی قدر بیہوش کر دیا جاتا تھا پھر اس کو قربان گاہ کی لکڑی پر بٹھا کر اس کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈال دیئے جاتے۔ اور لوگ اس کے گرد ناچتے ہوئے ساتھ ساتھ کچھ اس طرح کا گیت گاتے جاتے تھے "اے تھاڈا پینو ہم یہ قربانی تجھے دیتے ہیں۔ ہمیں اچھی فصل دے اور ہماری صحت قائم رکھ"

اس دن یہ کارروائی یہیں پر ختم ہو جاتی اور یہ لوگ اس آدمی کو اپنے ساتھ کھینچتے ہوئے مکان پر لے جاتے لیکن دوسرے دن پھر اسکو نیم بیہوشی کی حالت میں لانے کے بعد اس کے بدن پر تیل ملتے اور قبیلہ کے سب لوگ اس تیل کو ہاتھ لگا کر اپنے بدن پر بھی ملنے کی کوشش کرتے۔ بعد از اں خلقت کا ہجوم ایک جلوس کی صورت میں گاؤں کے گرد گھومتا اس جلوس میں وہ آدمی بھی شریک ہوتا تھا جسے قربان کیا جانا ہوتا۔ [illegible]

آخر میں قربان گاہ کا کام دیتی تھی۔ اس کے سر سے پہلے وہ جھنڈے کے پھل کا ایک گچھا باندھ دیتے تھے۔ آخر کار جب یہ جلوس اس مقام پر پہنچتا جہاں قربانی کی رسم ادا ہونی تھی تو گاؤں کا پجاری قربانی کی رسم ادا کر کے مقتول کے گوشت کا ایک ٹکڑا کاٹتا اور سب سے پہلے اسے گاؤں کے بت کے نیچے دفن کر دیتا۔ بعد ازاں وہ گوشت کا ایک ایک ٹکڑا سب گاؤں والوں میں تقسیم کرتا اور وہ اسی گوشت کو لیکر دوڑتے دوڑتے اپنے کھیتوں میں جاتے تاکہ غروب آفتاب سے پہلے ان کو اپنے کھیتوں میں دفن کریں۔

اس رسم کا نتیجہ خاص طور پر دلچسپ ہوتا تھا۔ یعنی انسانی قربانی کے بعد پجاری بعض آدمیوں کے ساتھ ملکر ایک سؤر مارتا اور قربان شدہ آدمی کی لاش کو دفن کرنے سے پیشتر قبر میں اس سؤر کا خون گراتا اس سے اگلے روز یہ لوگ ایک بھینس کا بچھڑا لاکر قبر کے پاس لکڑی سے باندھ دیتے اور اسکو مارنے کے بغیر زندہ جانور کے ہی دو اگلے کھر کاٹ دیتے تھے۔ وہیں وہ بچھڑا پھڑکتا رہتا حتی کہ دوسرے دن قبیلہ کی عورتیں شراب پی کر مردانہ لباس پہن کے لاٹھیاں ہاتھوں میں لئے ہوئے وہاں جاتیں اور گاتے ہوئے اس مجروح بچھڑے کے گرد ناچتی تھیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ فصلوں کی زرخیزی کی رسم کے سلسلہ میں سؤر مارنے کے طریق کو یہ اہمیت کس لئے حاصل تھی۔

مدنیا پٹم کے قریب کوٹیا کنڈو نام کی ایک پہاڑی قوم رہتی ہے جو اچھی فصل حاصل کرنے کے لئے دیوتا جھنکاری کے روبرو انسانی قربانی کرتی تھی۔ قربانی کی عام رسمیں تو وہی ہیں جو پہلے بیان کی گئی ہیں۔ یعنی اس آدمی کو روپیہ کی مدد سے خریدا جاتا تھا۔ اس کو ہر وقت نشے کی حالت میں رکھا جاتا تھا بعد [illegible] اور کسی طرح کی قید یا [illegible] اس پر عائد نہیں تھی [illegible]

[illegible] اور جب [illegible]

[illegible]

[illegible] اس کا حل یک انگریز [illegible]

[illegible] کو وقت [illegible]

[illegible] اسی موقعہ پر سب سے پہلے

[illegible] آدمی کے پیٹ میں ایک چھوٹا سا سوراخ کر دیا اور اس سے جو خون نکلا وہ دیوتا کے بت پر لگا دیا جاتا تھا اس کے بعد گرد و نواح کے تمام دیہات کے آدمی جمع ہو کر اس پر حملہ کرتے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاتے اب ہر شخص کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ گوشت کا چھوٹا بڑا ٹکڑا کسی طرح اس کے ہاتھ آ جائے جو لوگ خوش نصیبی سے اس کوشش میں کامیاب ہو جاتے وہ اس ٹکڑے کو لیجا کر اپنے اپنے گاؤں کے دیوتا کے سامنے چڑھا دیتے تھے۔

عرصہ چند سال کا گزرا کہ ایک انگریز فوجی افسر نے جو کھونڈ علاقہ کی پہاڑی قوموں میں متعین تھا۔ اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ گنیش کی جتنی مورتیاں ان کو نظر آئیں ان سب کو توڑ پھوڑ دیں کیونکہ لوگ ان کے سامنے انسانی قربانی کیا کرتے تھے افسر مذکور کا بیان ہے۔ کہ یہ لوگ اسی شخص کو جس کی قربانی کی جاتی ہو۔ دیوتا گنیش یا گنپتی کی سونڈ کے ساتھ باندھ دیتے تھے۔ اور اس کے بعد خود اس کے گرد چکر لگاتے ہوئے ناچنے لگتے تھے۔ حتیٰ کہ آخر کار پجاری کی طرف سے اشارہ پا کر سب لوگ چاقوؤں اور چھریوں سے مسلح اس پر حملہ آور ہوتے اور منٹوں میں اس کی تکا بوٹی کر دیتے تھے

کھونڈ قوم کے لوگوں میں یہ قصہ مشہور ہے۔ کہ اس قبیلہ کے آدمی انسانی قربانی سے ہی پیدا ہوئے تھے۔ روایت یہ ہے۔ کہ نہایت قدیم زمانے میں جب زمین ابھی پورے طور پر خشک نہ ہوئی تھی۔ صرف دو عورتیں اس پر رہتی تھیں اور ان کا ایک ایک بیٹا تھا یہ دونوں عورتیں اور ان کے بچے جب زمین کے اندرونی حصہ سے باہر نکلے۔ تو ان کے پاس دو پودے تھے جو ان کی خوراک کا کام دیتے تھے ایک دن ان پودوں کو کاٹتے ہوئے ایک عورت کی انگلی اتفاقاً زخمی ہو گئی اس کے خون کے قطرے گرے اور خشک ہو گئے۔ جس وقت عورت نے اس پودے کو پکا کر اپنے لڑکے کے سامنے دکھانے کیلئے پیش کیا۔ تو اس نے کہا کیا بات ہے آج اس میں سالن کی نسبت زیادہ لذت پائی جاتی ہے؟ عورت نے جواب دیا مجھے اس کا حال معلوم نہیں۔ لیکن امید ہے کہ اب سب کو معلوم ہو جائے گا اور میں کل تم کو بتاؤں گی ۔

[illegible] سے کہا کہ اگر تم دنیا میں [illegible] کیوں [illegible] کرتا تم [illegible] مجھے [illegible] کر گوشت کاٹ کر زمین میں دفن کر دو [illegible] کیا۔ اور اس کا اثر یہ ہوا [illegible] اس پر درخت اگ آئے۔ جانور اور پرندے نمودار ہو گئے اور ہر طرف آبادی کے آثار نظر آنے لگے۔ بعد ازاں ایک تیتر نے زمین پر اپنی چونچ سے ٹھونگیں ماریں اور اس جگہ سے مکئی اور چاول پیدا ہونے لگے۔ اس حد تک یہ کہانی قدیم اہل مصر کی ایک مشہور روایت سے حیرت انگیز مشابہت رکھتی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جب بادشاہ اور دیوتا اوسائرس مرا تو اس کی لاش سے اناج پیدا ہوا تھا۔

روایت میں آگے چل کر مذکور ہے کہ دونوں لڑکوں نے اس کے بعد سوچا کہ جب عورت کی قربانی سے فصل کی اتنی فراوانی ہوئی ہے تو ہم کو چاہیئے کہ سال میں ایک بار انسانی قربانی کرتے رہیں۔ اسی موقعہ پر ایک دیوتا بورا پنو جس کا نام تھا اور جس کے چند بیٹیاں تھیں آ کر لوگوں میں رہنے لگا۔ ان لڑکیوں کے گھر بچے پیدا ہوئے جب یہ بچے بڑے ہو گئے۔ تو یہ سوال زیر بحث آیا۔ کہ ان میں سے کونسا قربان کیا جائے۔ لیکن جب یہ سوال طے نہ ہو سکا۔ تو آخر کار ایک بندر کی قربانی عمل میں لائی گئی۔

لیکن اس واقعہ سے زمین کی دیوی سخت ناراض ہوئی اور اس نے آواز دیکر کہا۔ کہ اگر میری خوشی چاہتے ہو۔ تو مناسب طور پر آدمی کا بلیدان دو۔ لیکن دونوں باپ اپنے بچوں کی قربانی دینا نہ چاہتے تھے۔ لگاتار دس سال وہ ایسے آدمی کی تلاش میں رہے جسے قربان کیا جا سکے۔ یہاں تک کہ آخر کار انہیں ایک شخص ایسا ملا۔ جس کا پانچ سال کا بیٹا تھا وہ اس بچے کو ان کے ہاتھ قربانی کی غرض سے فروخت کرنے کو آمادہ ہو گیا

انہوں نے اس لڑکے کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں تاکہ وہ کہیں بھاگ نہ جائے انہوں نے اناج سے شراب کشید کی اور ایک جگہ لکڑی گاڑ کر مریا کا نشان بنایا۔ وہاں سب سے پہلے انہوں نے ایک سور کی قربانی کی۔ لڑکے کو قربانی سے دو دن پہلے انہوں نے لکڑی کے ساتھ باندھ دیا۔ جس وقت [illegible] کرنا تھا [illegible]

کی اور اس طرح لڑکے کا ... ...سرکاٹ کر بہت وہ بلی تھی۔ اس کے گرد ... دو گھٹیں اور وہاں ایک ... کیا۔ اس سے اگلے روز لڑکے کو اپنی لکڑیوں پر آنکھ بند کر کے لیٹنے پر مجبور کیا گیا۔ پھر انہوں نے اس کی پیٹھ سے گوشت کے ٹکڑے کاٹے اور ان کو دفن کر دیا۔ کچھ اور ٹکڑے کاٹ کر انہوں نے کوئیں میں ڈال دیئے تاکہ اس کا پانی بڑھ جائے۔ سب کچھ ہو گیا تو لاش کو انہی لکڑیوں پر رکھ کر جلا دیا گیا۔ اگلے دن ایک بھینسے کی قربانی کی گئی۔ اور ایک شاندار دعوت ہوئی۔

ایک اور قبیلہ جس میں انسانی قربانی کی روایت قائم چلی آتی ہے ملاہام کی مزدور پیشہ جماعت سے تعلق رکھتا ہے۔ ان لوگوں کی کہانی بحیرہ قلزم کی اس کہانی سے ملتی جلتی ہے۔ جس کا ذکر انجیل میں پایا جاتا ہے اور ممکن ہے کہ اس کہانی کا آغاز اسی زمانہ میں ہوا ہو۔ جب عیسائیت کے آغاز میں کچھ لوگ تبلیغ کی غرض سے جنوبی ہند میں گھومتے پھر رہے تھے۔ کہانی کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ دو آدمی جنگلی حملہ آوروں سے بچنے کے لئے بھاگے جا رہے تھے۔ کہ دریائے پنار کے کنارے پہنچے جہاں دونوں چڑھاؤ پر تھا وہ حیران ہو کر سوچنے لگے کہ دریا کو کیونکر عبور کریں؟! اتنے میں ملاقوم کے ایک آدمی نے اپنا ایک بچہ دریا کی دیوی گوتی کے نام پر قربان کرنا منظور کر لیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ دریا کا پانی بیچ میں پھٹ گیا دونوں آدمی اس کی راہ سے دریا کے پار ہو گئے۔ لیکن جب جنگلی حملہ آور ان کے پیچھے پیچھے دریا کے تاس میں اترے تو پانی پھر زور سے بہنے لگا۔ اور وہ اس کے ساتھ ہی بہہ گئے۔

ہندوستان میں مریا کی رسم گو زیادہ تر فصل کی زرخیزی کے لئے عمل لائی جاتی ہے۔ تاہم کچھ وجوہات اور بھی ہیں جن میں ایک یہ ہے کہ مرض کے دیوتاؤں کو اس ذریعہ سے خوش رکھا جائے مغربی و جنوبی ہند کے بیشتر حصوں میں بلاری قوم کے لوگ آباد ہیں جو زیادہ تر گاڑیاں اور چھکڑے چلاتے ہیں۔ ان کی عورتیں زندگی میں کبھی نہیں نہاتی اور اتنی گندی رہتی ہیں۔ کہ اگر ہوا کا رخ اس طرف کا ہو تو کئی سو گز کے فاصلہ پر اس کی بدبو سے دماغ پراگندہ ہونے لگے۔ ان لوگوں میں پیشتر یہ رواج عام تھا کہ جب کوئی ... ... ہونے لگتا تو ایک بچہ کو گردن تک زمین میں دبا کر اس کا سر ... ... دیا جاتا پھر وہ اپنی بیل گاڑی ... ... زیادہ وہ بچے کی

کہ جن کے گاؤں کامیاب رہے ... ... ہوتا تھا۔ جب تک ہندوستان میں انسانی قربانی ... ... لوگ سب سے زیادہ قربانی کی غرض ... ... کرتے تھے۔ ہندوستان کی بے شمار دوسری قوموں کی طرح بلاری قوم کے لوگوں کو بھی اب سرکاری پابندی کی مجبوری سے انسانی قربانیوں کی جگہ حیوانی قربانی پر ہی کفایت کرنی پڑتی ہے۔ لیکن قربانی کی یہ رسم جنوبی ہند میں قائم چلی جاتی ہے۔ چنانچہ جب کوئی شخص بیمار پڑ جاتا ہے تو یہ لوگ خیال کرتے ہیں۔ کہ دوسرے گاؤں میں چلے جانے سے اسکو موت سے بچایا جا سکتا ہے۔ اس طرح کے موقعوں پر بیمار کو ایک سے دوسرے گاؤں کی طرف لیجاتے ہوئے یہ لوگ آدھے رستہ میں کسی بکری یا مرغ کی قربانی دیتے ہیں۔ پیشتر جب انسانی قربانی پر پابندیاں عائد نہ تھیں تو یہ لوگ بیماری کے دیوتا کو خوش کرنے کے لئے کسی آدمی کی ہی قربانی دیا کرتے تھے۔ طریقہ یہ تھا۔ کہ اسکو گردن تک زمین کے اندر دبا دیتے اور ایک مٹی کا چو مکھی چراغ جس میں چار بتیاں جلائی جا سکیں اس کے سر پر رکھ کر اس میں تیل ڈالتے اور چاروں بتیاں جلا دیتے جو لوگ ایک گاؤں سے دوسرے کو جا رہے ہوتے وہ اس کے گرد اگرد ناچنے لگتے اور اسوقت تک ناچتے رہتے حتیٰ کہ وہ شخص مر جائے اب یہی عمل بکری یا مرغ کی حالت میں کیا جاتا ہے۔

ایک نہایت عجیب واقعہ ۱۹۳۳ء میں پیش آیا تھا جب ضلع کوئمبٹور کے ایک گاؤں کے پجاری نے اپنے بارہ برس کے لڑکے کو بیماری کی دیوی کنڈی اما کا غصہ دور کرنے کیلئے قربان کر دیا تھا۔ بعد ازاں اس پر قتل عمد کا مقدمہ چلایا گیا اور اس موقعہ پر اس نے بیان کیا۔ کہ میں مجبور تھا۔ کیونکہ دیوی خون کی پیاسی تھی۔ دوران سماعت مقدمہ میں پجاری نے بیان دیتے ہوئے کہا۔ کہ رتھ یاترا کا تہوار دو سال سے نہ منایا گیا تھا جس سے دیوی بہت ناراض ہو گئی اور اس نے کہا کہ اگر مجھ کو انسان کا خون نہ پلایا جائیگا تو میں سارے گاؤں کو ملیامیٹ کر دونگی۔ پجاری نے یہ بھی کہا کہ دیوی نے مجھ کو خواب ... درشن دیئے تھے اور صاف لفظوں میں بتایا تھا۔ کہ اس تہوار کو ... لئے جو پاپ تمہارے سر پر عائد ہوتا ہے اسکو تم اپنے بیٹے کی قربانی سے ہی دور کر سکتے ہو۔ پس میں نے اپنے لڑکے کی گردن کاٹ ڈالی کاٹ دی اور اس کا خون دیوی کے سامنے چڑھایا۔ اس ... یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہندوؤں خصوصاً ... ... کسی ... گھر بیٹے کا موجود ہونا ... ... ضروری سمجھا گیا ہے ان ... ...

[illegible] ایک ہی موقعہ پر پہنچ جاتا ہے اسی حقیقت [illegible] معلوم کرنا بہت مشکل ہو سکتا ہے کہ اس شخص نے [illegible] سکا ہم قتل [illegible] ان [illegible] عدالت میں پیش ہوا کہ [illegible] چند [illegible] مختلف جانوروں کی ایک تمام کیلئے کئی طرح کی حیوانی قربانیاں ہوتی ہیں۔ لیکن انسانی قربانی کے مضمون کو ختم کرنے سے پہلے بعض ایسے واقعات کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے جن میں اسی قسم کی قربانی ان وجوہات سے دی گئی ہو جن کا ذکر سطور بالا میں ہو چکا ہے۔ بال قوم کے لوگوں میں ایک بہت پرانی روایت اس مضمون کی چلی آتی ہے۔ کہ قدیم زمانے میں کسی دوسری ذات کے لوگوں نے منتر کے زور سے بجلی نام کا رتھ کھڑا کر دیا تھا اور اسکو ہلایا نہ جا سکتا تھا۔ اسوقت معلوم ہوا۔ کہ جب تک ایک خاص پالی جو کسی دور افتادہ ریاست کا وزیر اعظم تھا۔ اپنی حاملہ بیوی کو معہ اس جنین کے جو اس کے شکم میں قربان نہ کرے اس رتھ کا چلنا محال ہوگا۔

عرصہ چند سال کا گذرا موضع بجرولی ضلع لکھنؤ کی ایک عورت مسمات مری جیک دوسری عورتوں کے ساتھ مل کر گا رہی تھی یکایک پاگل کر دی ہو گئی۔ عورتوں نے آپس میں صلاح مشورہ کر کے فیصلہ کیا۔ کہ اس کا واحد علاج یہی ہے۔ کہ دیوی بھگوتی کے روبرو قربانی کی جائے چنانچہ اس عورت مری نے کنیاں نام کی ایک چھوٹی سی لڑکی کو اٹھا لیا۔ اور اسے نیم کے پیڑ کے پاس لیجا کر کدال کی مدد سے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ جس وقت اس عورت پر مقدمہ چلا گیا۔ تو اس نے اپنے بیان میں لکھوایا۔ کہ میں نے جو قربانی دی وہ ضروری اور لازمی تھی جس کا ثبوت یہ ہے کہ اس وقت کے بعد دو عورتیں بھی [illegible] تندرست ہو گئی ہیں [illegible] [illegible] لیکن عدالت نے اس قتل کو نظر انداز کرتے ہوئے اس کے لئے پھانسی کی سزا تجویز کی۔

ہر چند عام طور پر ہندوستان میں درخت کا ایک سبھاؤ [illegible] جاتا ہے تاہم بعض حالتوں میں خیال کیا جاتا ہے کہ کوئی روح اس کے اندر رہتی ہے اور خاص خاص درختوں کے متعلق تو یہ ایک پختہ عقیدہ ہے کہ ان میں بہت سی ارواح موجود ہیں۔ چنانچہ ضلع [illegible] کے ایک گاؤں میں ہر سال ایک لڑکی بڑ کے پیڑ کے نیچے قربان کی جاتی تھی۔ اور گاؤں میں جتنے گھر آباد تھے وہ باری باری ایک لڑکی اس مطلب کیلئے مہیا کرتے تھے۔ انجام کار جب ایک راجہ کا لڑکا تو سرکار نے درخت کو جڑ سے اکھڑوا دیا۔

بارہا ایسا ہوتا ہے۔ کہ انسانی قربانی کی وارداتیں ظاہر ہی نہیں ہوتیں۔ چنانچہ بے شمار موقعوں پر ایسا ہوا کہ دریا میں پانی کا سیلاب آ گیا۔ تو لوگوں نے خشک سالی دور کرنے کے لئے آدھی رات کے وقت کسی کنواری لڑکی کو لے جا کر دریا کی نذر کر دیا۔ ایسی حالتوں میں عموماً دیکھا گیا ہے کہ لوگ اس قسم کی وارداتوں کو خوب چھپا کر رکھتے ہیں۔ اور کسی حال میں ظاہر ہونے نہیں دیتے۔ ایسی ہی قربانیاں بارش کے دیوتا کو خوش کرنے کے لئے کی جاتی ہیں اور اسطرح کی وارداتیں بھی عموماً دیکھی گئی ہیں کہ اگر کسی گاؤں میں نیا تالاب بنانا ہو۔ تو اس جگہ کے دیوتا کو خوش کرنے کے لئے لوگوں نے کسی لڑکے کو اٹھا لیا۔ اور اسے قربان کر کے تالاب کی بنیادوں میں دبا دیا۔

(باقی باقی)

ایک خط!

زہرہ! پیاری زہرہ! ——

ایک مدت کے بعد آج پھر ——

مجھے قسم ہے ان معصوم اور شیریں گھڑیوں کی جب تو اپنے بچپن کو پامال کرتی ہوئی جوانی کی سرزمین کی طرف مسرت سے بڑھ رہی تھی —— اور میں نے تجھے دل کا نذرانہ پیش کیا تھا ——

یہ ایک پاک اور صاف تحفہ تھا۔ ——

حسرتوں سے بیگانہ —— ہوسناکیوں سے مبرا۔ بجا ہیں سمجھتا تھا کہ تجھ میں وہ کونسی کشش ہے جو مجھے کھینچ رہی ہے میری آنکھیں حسن و شباب کے معیار کو جانچنے کی استعداد نہ رکھتی تھیں میں نہ جانتا تھا کہ ادائیں کیا بلا ہوتی ہیں۔

میرے اندر خوبصورتی کو پہچاننے اور پرکھنے کی صلاحیت قطعاً نہ تھی۔ ——

اُدھر تم جوانی کی رنگین فضاؤں کو مسرور و مسحور کر رہی تھیں۔ اِدھر میں اپنی محبت کے مراحل طے کرنے میں سرگرداں تھا۔ جہاں تم جوان ہوئیں اپنی تمام سحر سامانیوں کو جلو میں لیکر۔ یہاں میری محبت نے ایک نئی دنیا پیدا کی۔

غرض تمہاری جوانی کے ساتھ ساتھ میری محبت جوانی کے مراحل طے کر رہی تھی۔ ——

تم میں حجاب پیدا ہوا۔ ——

مجھ میں انقلاب۔ ——

تم میں شباب ——

مجھ میں احساس۔ ——

تم میں اجتناب۔ ——

مجھ میں التفات۔ ——

کیا تمہاری تغافل شعاری نے اسکے صبر و ضبط کا امتحان نہیں لیا۔ ——

میرا دل ایک شفاف اور تابناک آئینہ تھا۔ جس کے نقوش سے مجلا محبت کے نازک احساس جگمگاتا رہا۔ جیسے جیسے تمہارے تیور بدلتے گئے اس میں بھی تغیر رونما ہوتا گیا۔ ——

ذرا ٹھنڈے دل سے سوچکر بتاؤ۔ ——

—— کیا واقعی —— میں گنہگار ہوں۔

زہرہ! ——

تم نے میرے جذبات کو کچلنے میں بڑی عجلت کی۔ کاش تمہیں معلوم ہوتا کہ شیشہ کو پتھر سے ٹکرا دینے کا کیا انجام ہوتا ہے۔ ——

کیا کہتا؟ ——

مزدا بھی پھر رعنائیوں کے نشہ میں نامہرباں نظری کو بیٹھتا ہے۔ آہ —— میں کونسے لفظوں میں کہوں کہ تم نے میری محبت کی توہین کی ہے —— تاکہ تم بھی جاؤ —— اور برا بھی نہ معلوم ہو۔ ——

کیا یہ الفاظ تیر و نشتر سے کم ہیں ——

[illegible]

[illegible]

اُلفت تمہارے اختیار ہو چلا۔ ——

اگر تمہارے دل میں ذرہ برابر بھی چمک ہوتی تم نہیں کہتا کہ تم اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر کہو ——

ہاں! مجبوریاں —— اور پابندیاں ——

بیشک ٹھیک ہے۔ ——

لیکن کیا ایک چاہنے والے دل سے۔

آہ تم کیا جانو۔ ——

میری خلوتوں میں اب بھی ہر وقت تمہارے جلوؤں کی فراوانی ہے ——

کہتی ہو صاف صاف لکھو۔ ——

اس سے واضح اور کیا ہو سکتا ہے۔ ——

نہ سمجھو تو کیا کروں۔ ——

تم نے پوچھا تھا کہ میں پہلے سے بہت بدل گیا۔ کیا اسکا مکمل جواب میرے پہلے خط میں نہیں ہے؟

خدارا اس کو پھر پڑھ لو۔ ——

اور انصاف کرو ——

غفلت سے باز آیا جفا کی
تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

ضبط کی بھی حد ہوتی ہے۔ ——

آگ لگے اور دھواں نہ ہو کیسے ممکن ہے۔

تم بےشک بے التفاتی سے خرمن صبر و سکون پر بجلی گراؤ۔

(ڈاکٹر ایس ایم جمیل قریشی نجیب آبادی)

[illegible]

سر آرتھر ... پاس ... [illegible]

[illegible] کرتے آئے تھے میں نے ... ایک معمولی [illegible] شخص کا انتخاب کیا اور تنویم کے عمل سے اسے نیند میں غرق کر دیا۔

ہماری گفتگو آخر میں انتقال خیال کے عنوان پر پہنچ گئی تھی اور میں سمجھ رہا تھا کہ سر آرتھر قدرے اُلجھن میں پھنسے ہوئے تھے۔

میں نے کرسی پر بیٹھے ہوئے نیند میں ڈوبے ہوئے شخص سے مخاطب ہو کر کہا "سر آرتھر کس چیز کی بابت سوچ رہے ہیں؟"

اُس نے فوراً جواب دیا اور سر آرتھر نے اعتراف کیا کہ جواب صحیح تھا لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہا کہ — "مگر یہ تو محض ایک شعبدہ معلوم ہوتا ہے"

"بہت بہتر" میں نے جواب دیا "اچھا آپ اس مسحور شخص کی آزمائش کیجیے۔ یہ شخص کوئی جادوگر نہیں ہے۔ اپنی معمولی حالت میں اس کی حیثیت آپ کی سی یا میری سی ہے۔ لیکن تحت الشعور میں وقت اور مقام کی پابندیوں سے آزاد ہونے کی ایک قوت موجود ہے جسے میں نہیں سمجھ سکتا۔ آپ آزمائش کیجیے" ——

سر آرتھر اس وقت ایک ڈبل برسٹ اوورکوٹ پہنے ہوئے تھے جس کے بٹن بند تھے۔ میں نے اُن سے کہا کہ مسحور شخص کی آزمائش کیلئے کوئی بات دل میں سوچ لیں اور جب سوچ چکیں تو اپنا ہاتھ اشارے کے طور پر اوپر اُٹھا دیں۔

ڈوئیل نے اپنا ہاتھ اوپر اُٹھایا اور اس سے پیشتر کہ میں کچھ کہوں میرا معمول (مسحور شخص) بولا — "سر آرتھر چاہتے ہیں کہ آپ اُن کی گھڑی کی زنجیر دیکھیں لیکن آپ ایسا نہیں کر سکتے کیونکہ وہ اُن کے ڈبل برسٹ اوورکوٹ کے نیچے ہے۔ یہ زنجیر ایک پُرانے قسم کے فیتے کی طرح ہے اُن کے پاس ایک عجیب پُرانی گھڑی ہے۔ زنجیر کے ایک طرف یہ گھڑی ہے اور دوسری طرف ایک بڑا لاکٹ ہے جس میں کسی عورت کا فوٹو لگا ہوا ہے۔ یہ ایک حسین عورت ہے" ——

"وہ عورت کون ہے؟" میں نے پوچھا ——

"وہ سر آرتھر کی بیگم ہی ہوں گی" اُس نے جواب دیا ——

"بیوقوف مت بناؤ" میں نے تیزی سے کہا "ٹھیک ٹھیک معلوم کرو وہ کون ہے؟" ——

ایک لمحہ کے واسطے وہ خاموش رہا اور پھر ڈوئیل کی طرف متوجہ ہو کر بولا "[illegible] آپ کی بیگم ہی کی تصویر ہے"

[illegible]

میں نے سر آرتھر [illegible]

[illegible] وقت کہاں ہیں؟" ——

ایک لمحہ [illegible] سر آرتھر نے جواب دیا "[illegible] موجود" ——

"[illegible] بیگم کو تلاش کرو" میں نے خوابیدہ معمول سے کہا ——

"وہ کرائے کے کمرے میں اپنے مکان پر بیٹھی ہیں ......" ——

"اُس کمرے کا حال بیان کرو" میں نے کہا ——

اُس نے پورا حال بیان کیا اور سر آرتھر نے اسے صحیح تسلیم کیا۔

"آپ فرمائیے" میں نے کہا "کیا یہ معلوم کریں کہ آپ کی بیگم کیا کر رہی ہیں؟"

لیکن سر آرتھر کو پورا اطمینان ہو چکا تھا انہوں نے کہا —

"بس رہنے دیجیے میں کافی دیکھ اور سن چکا ہوں" ——

تخیل کی پوری جد و جہد اور خوبصورت باطل دلائل کی پوری کوشش کے باوجود بھی یہ ثابت کرنا ناممکن ہے کہ مندرجہ بالا واقعہ حواس خمسہ کی امداد اور شعوری دماغ کی قوت ادراک کے ذریعہ ظہور پذیر ہو سکتا ہے۔

ایسے ہی واقعات ہیں جہاں حواس خمسہ اور شعوری دماغ کے اتحاد کا مقبول عام نظریہ باطل اور ناقص ثابت ہوتا ہے۔ چونکہ تحت الشعور کی طاقت و قدرت کے متعلق میرا نظریہ اس قسم کے واقعات پر حاوی ہے اس لئے میں اسے صحیح تسلیم کرتا ہوں۔

خیالات و جذبات کے ظہور کی کوئی صورت ایسی نہیں جس پر میرا نظریہ حاوی نہیں۔ علاوہ ازیں اس کی ایک عجیب خصوصیت یہ ہے کہ یہ نظریہ تمام مظاہر کا احاطہ کئے ہوئے ہے خواہ معمول کے ساتھ یہ مظاہر شعوری حالت میں پیش آتے ہوں یا غیر شعوری حالت میں یعنی خواہ اس قسم کے تجربات سے تعلق رکھنے والا انسان ہوش کی کیفیت میں ان تجربات سے دوچار ہوا یا بیہوشی کی کیفیت میں۔

جیسا کہ میں پیشتر کہہ چکا ہوں میں یہ نہیں بتا سکتا کہ انسان کا تحت الشعوری دماغ کیسے کام کرتا ہے تاہم میرا جدید نظریہ اس راز کو حل کرنے میں ایک اہم قدم کا اضافہ کرتا ہے۔ یہ کوئی نہیں جانتا کہ اس تحقیق [illegible] کہاں پہونچیں گے۔ ممکن ہے کہ تحت الشعوری دماغ اور روح [illegible] ثابت ہوں۔ ذاتی طور پر میرا خیال ہے کہ ان دونوں کو ایک [illegible] سمجھنے کے [illegible]

[illegible] خیالات [illegible] کیونکہ امور مستقبل کی تحقیقات اور تجربات کئے گئے ہیں۔ میں ان کے متعلق [illegible] کروں گا (مترجم) — مسعود [illegible]

مستی و قلندری!

مستی و قلندری اہل مغرب کا لازمہ حیات ہے اس لئے جنگ ہو یا امن مستی و قلندری کسی نہ کسی رنگ میں اہل مغرب کی زندگی میں موجود ہوتی ہے۔ یہ رزم میں بھی بزم کا رنگ پیدا کر لیتے ہیں اور جنگ سے رومانس کا لطف اٹھاتے ہیں۔

ہٹلر کو تمام دنیا میں ہٹلر شاہی کا سکہ چلانے کیلئے بم اور آدمی کی ضرورت ہے وہ بم اور آدمی چاہے جس طرح فراہم ہوں ۔ جائز طریقے سے یا ناجائز طریقے سے کوئی بحث نہیں چنانچہ ہٹلر ان دونوں ہی طریقوں سے جرمنی بم اور جرمنی آبادی کی تعداد میں اضافہ کر رہا ہے جرمنی کی چار کروڑ عورتیں محض بچہ کشی کے لئے وقف کر دی گئی ہیں ان کی زندگی کا سب سے بڑا نصب العین یہ ہے کہ وہ جس طرح بھی ممکن ہو۔ ملک کیلئے زیادہ سے زیادہ بچے پیدا کریں۔

آپ ہٹلر کا سب سے بڑا کارنامہ یہ سمجھتے ہوں گے کہ اس نے چند ہفتے کے اندر فرانس جیسی سلطنت کا جغرافیہ بدل دیا اور نپولین کے مزار پر اپنا پرچم فتح و ظفر نصب کر دیا لیکن ہٹلر کو اپنے جس کارنامے پر ناز ہے وہ یہ ہے کہ اس نے اپنی فوج میں بچوں کے بہترین باپ پیدا کر دیئے۔

آپ کی لغت میں فحش و حرامکاری مشہور الفاظ ہیں اور ان کے معانی بھی ان کم مشہور نہیں آپ ہی کی لغت پر موقوف نہیں ہر زبان کے لغات میں ان کے مترادف الفاظ پائے جاتے ہیں۔ لیکن ہٹلر کی جنگی، مستی و قلندری نے جرمنی لغت سے ان لفظوں کو یکقلم خارج کر دیا ہے جو عورت زیادہ بچے پیدا کر سکتی ہے وہی زیادہ شریف اور معزز اور ملک کے لئے قابل احترام ہے وہ بچے خواہ زنا اور حرامکاری ہی کے ذریعہ کیوں نہ کئے جائیں۔

ہٹلر شاہی کی فحش پسندانہ حوصلہ افزائی نے جرمن عورتوں میں بچہ کشی کا زبردست جذبہ پیدا کر دیا ہے پہلے تو ہر جرمن عورت رشتہ ازدواج میں منسلک ہونا ضروری سمجھتی تھی تاکہ حکومت اس کو بچہ کشی کی سند بہم کر اسے اپنے [illegible] سے مجبور جائز اور ناجائز کی کوئی قید باقی نہیں رہی اور مقصد صرف بچے پیدا کرنا قرار پایا تو اب جرمن مرد اور [illegible]

وہ خوب مستی و قلندری کرتے ہیں۔ اور آزادانہ بچہ کشی کے فرائض انجام دیتے ہیں۔

ایک زمانہ تھا کہ یورپ میں برتھ کنٹرول کی تحریک عام ہو رہی تھی لیکن ہٹلر شاہی کے دور میں جرمنی سے اس تحریک کا جنازہ نکل چکا ہے وہاں یہ تحریک حکومت کے خلاف ایک بغاوت خیال کی جاتی ہے۔ اور واقعہ تو یہ ہے کہ اب وہاں برتھ کنٹرول کرتا بھی کون ہے۔ جب بچہ کشی کیلئے طرح طرح کی تحریکیں جاری ہیں اور حکومت ان کی سرپرستی اور حمایت کر رہی ہے۔

اس سلسلے میں جرمنی کی سب سے کامیاب اور قلندرانہ تحریک انجمن بہانے نوجوان خواتین تھی ہے اس انجمن میں دس سال تک کی عمر کی لڑکیاں شرکت کر سکتی ہیں۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ ہر ہٹلر کتنا زندہ دل انسان ہے اور اس نے جنگی مقاصد کو کتنا رومان آفرین بنا دیا ہے اس انجمن سے تعلق رکھنے والی ایک دوشیزہ اپنی ماں کو ایک خط لکھتی ہے کہ ـــــ ہماری مجلس میں اسی فیصدی لڑکیاں حاملہ ہیں جن میں ایک میں بھی ہوں "

اس انجمن کا حلقہ پہلے بہت محدود تھا۔ بعد میں ہر اس دوشیزہ کا اس انجمن کا رکن بننا ضروری قرار دے دیا گیا۔ جو کسی کالج میں داخل ہونا چاہے۔ اور اب تو جرمنی کی تمام عورتوں کے لئے اس انجمن کی شرکت لازمی ٹھہرا دی گئی ہے۔

اس انجمن سے تعلق رکھنے والی عورتوں کے حلقے ہوتے ہیں اور ہر حلقہ میں ایک عورت سر حلقہ ہوتی ہے۔ جو عورت سر حلقہ ہو۔ اس کے لئے کم از کم چار پانچ بچوں کی ماں ہونا ضروری ہوتا ہے وہ ناز و عشوہ اور دلبری و دلربائی کے فن میں مہارت تامہ رکھتی ہے اور اپنی ماتحت عورتوں کو بھی اس فن کا ماہر بنا دیتی ہے اس عورت کو دوسری عورتوں کو اپنی تحریک کی جانب مائل کرنے کا خاص ملکہ حاصل ہوتا ہے

[illegible] جرمنی [illegible] وجاہت کی [illegible]

حکومت ... بچوں کی ہر طرح تعداد افزائی امداد کی ... ہے بہت سے ... زیر ... فراہم ہوتے ہیں

جرمن عورتوں کی مستی وقلندری کا یہ ایک دلچسپ اور رعنا آفرین رخ تھا۔ لیکن اس کا دوسرا رخ بہت عبرتناک اور ناخوشگوار ہے۔ یہ جرمن عورتیں جب تک جوان اور بچہ کشی کے قابل رہتی ہیں خوب گلچھرے اڑاتی ہیں لیکن جب ان کی عمر زیادہ ہوجاتی ہے اور وہ بچے پیدا نہیں کر سکتیں تو مرد ان کو کوڑی کو بھی نہیں پوچھتے۔ شوہر تک اپنی بیویوں سے نگاہ پھیر لیتے ہیں۔ البتہ حکومت کی مشنری میں ہر طرح کے کل پرزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے حکومت ان کو اور کاموں پر لگا دیتی ہے۔ لیکن وہ کام بالکل خشک، کرخت اور غیر دلچسپ ہوتے ہیں۔ لیکن ان کو پیٹ پالنے کے لئے آخر سب کچھ کرنا ہی پڑتا ہے۔

ہٹلر بھی ایک چلتا پرزہ آدمی ہے جنگ چھڑی اور خرچ بڑھا تو ضرورت پڑی کہ کسی طرح خرچ کم کیا جائے۔ چنانچہ بچہ کش عورتوں پر حکومت کا پرورش ... شاہی ... کی طرف سے اعلان کر دیا گیا کہ جو لوگ ... فوج میں ترقی دی جائیگی۔ اس اعلان کے ... ہزاروں نوجوانوں نے سات سات بچوں کے باپ بننے ... انہوں نے کنواری ماؤں سے شادیاں کر لیں جو اپنے ساتھ بچوں کی چھوٹی چھوٹی فوجیں رکھتی تھیں۔

ہندوستانی دوشیزاؤں میں مغربی قسم کی مستی وقلندری کو کس طرح فروغ دینے کی کوشش کی جا رہی ہے اس ایک نمونہ ملاحظہ فرمائیے جو ایک لاہوری اخبار کے واسطے سے ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

لاہور میں دوسرے کلبوں اور سوسائٹیوں کے علاوہ تھری آرٹس آرکیسٹرا کلب کے نام سے ایک کلب قائم ہے اس کلب میں معزز گھرانوں کے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں شامل ہیں۔ کلب کے قیام کا مقصد یہ ہے کہ شرفا میں رقص وسرود کا ذوق پیدا کیا جائے۔

دیکھئے کلب کا مقصد کتنا بلند ہے کتنا شاندار، کتنا پاکیزہ اور کتنا اہم۔ اب اس کلب کے عملی کارنامے ملاحظہ ہوں

اس کلب نے ۲ جولائی کی شام کو وائی ایم سی اے ہال میں اپنا پروگرام

رنگی طاری ہو گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا ہر نوجوان اپنے ...

معززین و شرفا حیدر آباد نوجوانوں کا کمال تو اچھے دیکھ لیا کہ انہوں نے ساز بجانے میں ڈھولوں اور ڈھاڑیوں سے بھی اپنی استادی کا اعتراف کرا لیا۔ اب شریف دوشیزاؤں کے کمال فن کا نمونہ بھی دیکھ لیجئے جو ہمارے الفاظ میں نہیں ایک لاہوری اخبار کے نامہ نگار کے لفظوں میں۔ ۔ ۔ ۔

اس کے بعد مشہور ماہر رقص مس تارا چودھری اسٹیج پر جلوہ افروز ہوئی مس تارا ایک عجیب قدیم ہندوستانی وضع کے لباس میں ملبوس تھی۔ تنگ پاجامے پر ڈھیلا لہنگا غضب ڈھا رہا تھا۔ وہ حسن کی دیوی اور رقص کی ملکہ کے روپ میں جلوہ گر تھی۔ ناچتے وقت اس کے گداز جسم کا ہر عضو معرفت حاصل دکھائی دیتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ تارا نے اپنی کمسنی کے باوجود فن رقص میں کمال حاصل کر لیا ہے تارا جب اپنے ...

... ہو جاتی ہیں ہے اور اس کے گھنگروؤں کی دلکش جھنکار ختم ہو جاتی ہے لوگ نیم خوابی کی حالت میں تارا کو دوبارہ اسٹیج پر رقص کناں دیکھنے کیلئے بار بار تالیاں پیٹتے ہیں۔ مگر تارا ان کی آرزوؤں کو بر نہ دینے کیلئے مجبور ہوتی ہے۔ تارا کیا ہے در حقیقت ایک ستارا ہے جس کی چمک دمک چاند کو بھی ماند کرتی ہے۔ جن لوگوں کو علم رقص سے واقفیت ہے ان کی رائے ہے کہ تارا فن رقص کی گہرائیوں تک پہنچ چکی ہے جب وہ رقص کرتی ہے تو اس کی دلفریب ادائیں حاضرین کے دلوں کو موہ لیتی ہیں رقص گاہ پر ایک قسم کا سکتہ کا عالم طاری ہو جاتا تھا اور یہ سے دیکھنے والوں کو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ گویا ایک حسین دیوی مندر کے آنگن میں کھڑی ہے اور اسکے اپاسک سحر زدہ حالت میں اس کی پوجا کر رہے ہیں تارا کو اپنے اس آرٹ پر جتنا ناز ہو وہ کم ہے تارا کے بعد ایک اور صاحبزادی مس کیشب تامی نے کمال رقص دکھایا؟

امساک

فقیری جب پارہ

[illegible]

پتہ: کارخانہ فقیری حب پارہ [illegible] دہلی

سوزاک

کا قطعیہ [illegible] علاج

فقیری جڑی بوٹی

[illegible]

پتہ: فقیر حکیم افغانی مشہور معالج [illegible]

برتھ کنٹرول پریکٹس

بغض	آٹھ آنے میں	محفوظ
سائنٹفک	اختیاری	بلا تکلیف

کنٹرول کی شیشی جیب میں رکھئے اور ہر دفعہ وقت پر ماسٹر [illegible]

پتہ: دی سٹینڈرڈ فارمیسی انبالہ چھاؤنی

تحفہ محبت

اگر آپ دولت، ثروت، اثر و رسوخ، عورت کے مسلسل استعمال اور متواتر کوششوں کے باوجود ابھی تک اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکے تو مایوس اور شکستہ دل ہونے کی جگہ ہمارا تعویذ محبت منگا کر اسکی روحانی برکت سے فیضیاب ہوں۔ ضدی سے ضدی معشوق خواہ آہنی قلعہ میں بند ہو سات روز کے اندر اندر خود بخود آپ کے پاس آملیگا۔ جناب اے ڈی سی [illegible] تحریر فرماتے ہیں۔ تعویذ ملا۔ اسکی سریع التاثیری دیکھ کر اس مادی زمانہ میں بھی روحانی قوت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ صرف [illegible] خلاف تحریر ثابت ہونے پر قیمت واپس۔ تین [illegible] پتہ: [illegible]

کوک شاستر

باتصویر

خفیہ

اصلی خفیہ

عورت مرد کے چوراسی آسن کی چوراسی پوشیدہ رنگین تصویریں اور چوراسی آسن کے تمام خفیہ حالات درج ہیں۔ غلط ثابت ہونے پر قیمت واپس ہوگی۔ سرورق رنگین، قیمت رعایتی صرف ایک روپیہ چار آنے (۱؍۴) وی پی طلب کریں۔ صرف شادی شدہ اصحاب منگائیں۔

حسن کی دنیا! ۱۴ سال سے ۲۵ سال تک کی خوبصورت لڑکیوں کی کارڈ سائز کی ۲۰ تصاویر کیمرہ کی پرائیویٹ حالت میں یہ تصاویر ۱۲-۲۰ تصاویر سے ۳ البموں میں ہیں قیمت فی البم دو روپیہ آٹھ آنہ رعایتی فی البم ایک روپیہ چار آنہ۔ تینوں البموں کے اکٹھے خریدار سے صرف تین روپیہ۔ محصول ڈاک ایک البم پر بھی ۸ ؍ اور تینوں البموں پر بھی ۸ ؍

بیوفا کون ہے؟ مرد یا عورت دونوں کی بیوفائیوں کی درجنوں کہانیاں۔ بڑا سائز حجم ۹۲ صفحات قیمت صرف ایک روپیہ چار آنہ

منیجر رسالہ تشنہ سبا تھوسیشملہ

طلا مار سیاہ رجسٹرڈ

اگر خدا کو درمیان دیکر لکھوگے کہ ہم کو آپ کی دواؤں سے فائدہ نہیں ہوا تو تمام قیمت واپس کردی جائیگی۔ خبردار ہر قسم کے مرض کیلئے سند یافتہ حکیم حاذق سے ہی علاج کراؤ ضرور کامیابی ہوگی اور دوا کسی [illegible] سے کم فائدہ سب سے زیادہ۔

یہ طلا ایک پہاڑی بزرگ سے حاصل کیا ہوا نہایت مجرب طلا ہے لیکن خدا کی قدرت اور اتفاق سے اسکے بنانے کی خفیہ ترکیب ایسی مجرب نایاب چیز ہے جو ہم کو دستیاب ہوگئی ہے۔ آپکو عام اشتہاری اور بازاری طلاؤں پر لعنت بھیج اور جھوٹے اشتہار بازوں سے بچو اور ہمارے کہنے سے صرف ایکبار تجربہ منگا کر استعمال کریں پھر خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھیں کہ یہ طلا جلق، اغلام، سستی، کجی، لاغری کو دور کرنے کیلئے نہایت مفید اور نایاب چیز ہے۔ یہ طلا پہلے ہی روز اپنا اثر دکھلا کر آپ کو بتا دیگا کہ میں کیا چیز ہوں۔ ایک طلا مار سیاہ اور اس کے ہمراہ دوسری شیشی طلا تقویت درازی اور کمانے کیلئے بڑی زبردست کمیاب مقوی دوا ہے اور اس کی خفیہ ترکیب استعمال بھی روانہ کی جائیگی مگر خبردار یہ خفیہ ترکیب استعمال کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ تینوں دواؤں کی قیمت دو روپے آٹھ آنے (۲؍۸) جو بالکل مفت ہے۔

لذت امساک بوقت خاص اگر اسکو استعمال کریں گے تو عورت ہرگز خوشی خوشی جب تک خوشی دکھاؤگے برابر قائم رہیگا [illegible] کیلئے بہترین چیز ہے۔ قیمت فی شیشی [illegible]

لذت وصل ہماری دعویٰ ہے کہ طاقت خاص میں [illegible] پہلی استعمال سے ہی عورت کی جان ہے اور مغرور محبوب کو اپنی [illegible] بچھیں کرنے کا زبردست جادو ہے۔ قیمت فی شیشی ۲؍

حکیم [illegible] دوا خانہ [illegible] طلا مار سیاہ [illegible]

برائے دفعیہ درد دانت

گندھک کو سرکہ میں حل کر کے کپڑا متعدہ دانت پر دانت کا پھریرا لگا کر رکھیں، درد موقوف ہو جائے گا۔

برائے دفعیہ درد شکم

آک کی نازک کونپلیں دو تولہ نصف وزن نمک سانبھر ملا کر گولیاں بنائیں خوراک ۲ ماشہ ہمراہ آب نمکین نیم گرم کھلائیں، فوراً آرام ہوگا

ککروں کی لاثانی دوا

اجزاء:۔ سفیدہ کاشغری ۳ تولہ۔ توتیا سبز ۲ ماشہ۔ کتھ گلابی ۶ تولہ

تمام اجزاء کو عرق گلاب میں کھرل کر کے شیاف بنا رکھیں۔

ترکیب استعمال:۔ بوقت ضرورت گلاب میں گھس کر ککروں پر لگائیں۔

صبح و شام دو مرتبہ لگائیں۔

برائے نفخ معدہ

آملہ سار ۱۰ ماشہ ہینگ ۶ ماشہ، نمک سونچر ۹ ماشہ زنجبیل ایک تولہ سہاگہ ۶ ماشہ۔ تمام اجزا کو کوٹ چھان کر سہانجنہ کی جڑ کے پانی میں کھرل کر کے نخود کے برابر گولیاں بنائیں۔ دو گولیاں ہمراہ آب ہمراہ آب پیاز کھرل کر کے نخودی ...

ترکیب استعمال:۔ بوقت ضرورت پندرہ پندرہ منٹ کے بعد ایک گولی عرق پودینہ کے ساتھ دیتے رہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ایک ہی یوم میں مرض کا نام تک نہ رہے گا۔

حب نایاب

مشک کافور۔ افیون خالص۔ ہینگ اعلیٰ۔ مشک اصلی ہر ایک ۲ ماشہ کو آب گوار میں کھرل کر کے ایک ایک رتی کی گولیاں تیار کر لیں۔ ترکیب استعمال:۔ اسہال، قے، ہیضہ ... ضعف ہاضمہ کے لئے ایک گولی صبح ایک شام ہمراہ آب تازہ دیں۔ کثرت احتلام۔ سرعت انزال۔ جریان منی۔ ضعف باہ کے لئے ایک گولی صبح ایک شام ہمراہ شیر گاؤ نیم گرم دیں۔

برائے ضعف ہضم

مرچ سیاہ۔ پودینہ۔ سونف دیسی۔ اجوائن دیسی۔ نمک ... نمک شیشہ۔ پوست ہلیلہ (ہڑیڑ) پوست بلیلہ ... پوست آملہ ہر ایک ۶ ماشہ ہینگ ۳ ماشہ سب کو کوٹ چھان کر عرق لیموں ...

[illegible]

معقول انعام [illegible] شائع ہو چکا

ناظرین! اس نسخہ نے [illegible] نہیں بلکہ ہزاروں [illegible] کی زندگی بدل دی اور ہزاروں [illegible] کامیاب بنا دیا [illegible]
[illegible] ہے جو کہ زندگی [illegible] منفعت اور صداقت کا سکہ جما کر شہرت اور قبولیت کا ڈنکا [illegible]
[illegible] ہے [illegible] عام خلق خدا کی ہمدردی [illegible]
[illegible] شائع کر دیا ہے اور [illegible]
[illegible] چڑچڑا پن [illegible] کا ابھر آنا۔ جو کہ کثرت مباشرت انزال اور [illegible] پیدا ہو جاتی [illegible]
[illegible] تمام شکایتوں کو رفع کر کے طاقت۔ فربہی اور تحریک قوت پیدا [illegible]
[illegible] ہزارہا مایوسوں کی زندگی [illegible] عیش و راحت [illegible] کامرانی [illegible]
[illegible] استعمال سے [illegible] معلوم ہو سکتا ہے شوق سے اسکو تیار کریں اور دعا [illegible] اگر کسی صاحب کو ضرورت ہو تو [illegible]
[illegible] سفارش کریں [illegible] بلکہ بہت حفاظت سے رکھنا کیونکہ یہ نسخہ بار بار شائع نہ ہوگا۔

نسخہ حسب ذیل ہے [illegible] ایک تولہ [illegible] ایک تولہ [illegible] سفید [illegible] ایک تولہ [illegible]
[illegible] ایک تولہ [illegible] ماشہ [illegible]
[illegible] زعفران [illegible] ماشہ [illegible]
[illegible]
[illegible]
شیشی میں [illegible]

[illegible] انشاء اللہ ایک ہفتہ کے استعمال [illegible] پیدا ہوگی جو تا زندگی قائم رہے گی اور تمام نقائص [illegible]
رفع ہو جائیں گے [illegible]
[illegible]
قیمت فی شیشی [illegible] روپے [illegible] ایک شیشی ایک مریض کے لئے کافی ہوتی ہے [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

خادم قوم [illegible] نمبر ۱۲ [illegible]



Single Copy /8/-   Annual Subs. Rs



ایشیائی حسن کا ایک نمونہ



حسن مغرب

ہندو عیسائی سکھ مسلمان دوستی

جلد ۲۶ — خوش باش دمے کہ زندگانی این است — نمبر ۱

مست قلندر ۱۹۴۲ نمبر

اردو میں اپنی قسم کا واحد با تصویر کثیر الاشاعت ماہوار رسالہ

ان زندہ دل انسانوں کے لئے جنہوں نے زندگی کا منتہائے مقصود تلاش کیا ہے ہمیشہ خوش رہنے اور دوسروں کو خوش کرنے میں جو خدا کی حقیر ترین مخلوق کو بھی محبت کی نظر سے دیکھتے ہیں جو اپنے قول یا عمل سے کسی کی دل آزاری نہیں کرتے جن کا مذہب ہے خدا کے ہر ایک بندے سے بلا امتیاز رنگ و قومیت محبت کرنا۔

قیمت فی پرچہ آٹھ آنے

سالانہ چندہ تین روپے

ایڈیٹر ڈاکٹر پریتھی سنگھ

مرد نمبر [illegible]

فہرست مضامین فلم لینڈ مرد نمبر ۱۹۴۴

نگاہِ اوّلیں!

آخر مرد نمبر شائع ہو گیا۔ اس کی تیاری میں کم و بیش پچاس سے زائد اہلِ قلم حضرات اور معزز خواتین نے حصہ لیا ہے۔ مرد نمبر کو کامیاب بنانے کے لئے وہ سب کچھ کیا گیا جو میرے امکان میں تھا۔ یہ نہ پوچھئے کہ کتنی محنت، کتنی عرق ریزی اور دماغ سوزی کے بعد ادبِ اُردو کی یہ اچھوتی یادگار یہ نایاب تحفہ آپ کے مُبارک ہاتھوں میں پہونچ رہا ہے اس بات کو بھی جانے دیجئے کہ آجکل جنگ کے زمانہ میں جب کہ کاغذ اور طباعت کی ہر ایک چیز روز بروز گراں سے گراں تر ہوتی جا رہی ہے "مرد نمبر" پر کتنا روپیہ صرف ہوا ہوگا ——— مگر اس حقیقت کو ایک لمحہ کے لئے چشمِ تصور سے دیکھ کر فراموش نہ کیجئے گا کہ بعض چیزوں کی تلاش اور خاص خاص مضامین کی ترتیب و تدوین میں مجھے راتوں جاگنا پڑا ہے

مرد نمبر کے مضامین

یوں تو "مرد نمبر" کا ہر ایک مقالہ، نظم اور افسانہ اپنی اپنی جگہ پر بے بدل ثابت ہوگا مگر اکثر و بیشتر چیزیں آپ ایسی پائینگے جنہیں ماسٹر پیس کہا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر افسانوں میں حسبِ ذیل افسانے اپنا جواب آپ ہی ہیں۔ 'ظالم مرد' یہ افسانہ گویا جناب علی عباس صاحب حسینی ایم اے کے اس افسانہ کا مدلل جواب ہے جو عورت نمبر میں "ظالم عورتیں" کے عنوان سے قبل ازیں شائع ہو چکا ہے موصوف الذکر نے طبقۂ نسواں میں کھلبلی ڈال دی تھی اور ایک دو نہیں خاکسار کے نام سرزنش اور فہمائش کے لہجہ میں درجنوں دھمکی آمیز خطوط موصول ہوئے تھے۔ ایک معزز خاتون نے تو یہاں تک لکھ دیا تھا کہ میں آپکو ایک منصف مزاج اور انصاف پسند انسان سمجھتی تھی۔ مگر اب معلوم ہوا کہ آپ بھی اُسی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ دیکھئے مست قلندر مردوں کا ہی پرچہ نہیں ہے۔ اسے عورتیں بھی پڑھتی ہیں اور کیا عجب کہ مردوں کی نسبت مست قلندر پڑھنے والی عورتوں کی تعداد زیادہ ہو۔ اس لئے نسوانی حقوق کی حفاظت اور پاسداری آپکا فرضِ اوّلیں ہونا چاہئیے۔ آپکہیں کوئی ایسی بات کریں جس سے فرقۂ لطیف کے جذبات مجروح ہوں۔ "ظالم عورتیں" کی قماش کے افسانے شائع کرنا کسی طرح بھی آپکے شایانِ شان نہ تھا" وغیرہ وغیرہ۔ میں نے جواب میں لکھا تھا محترمہ! آپ غلطی پر ہیں۔ مست قلندر صرف مردوں کے لئے ہی مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ اس کے کالم عورتوں کے لئے بھی اسی طرح کھلے ہیں۔ مگر اس بیسویں صدی کے زمانہ میں کسی شخص کی آزادیٔ خیال کو پابند کرنا تنگدلی اور کم ظرفی کی علامت ہے۔ اور ایک ایڈیٹر کا دل ان نقائص سے بالاتر اور فراخ ہونا چاہئیے، آپ کو اگر "ظالم عورتیں" پر اعتراض ہے تو اس کا جواب لکھئے۔ انہیں کالموں میں شائع کر دیا جائیگا"۔ "ظالم مرد" کو دیکھ کر اب اُن خواتین کے کلیجے ٹھنڈے ہو جائیں گے جو "ظالم عورتیں" پڑھ کر بھڑک اُٹھی تھیں۔

'ظالم مرد' کے بعد مرد کا ایثار۔ میری بیداری۔ انجمن محافظ شوہراں۔ سہاگ کی پہلی رات'، دو بیویوں کا شوہر، کون بے وفا ہے مرد یا عورت۔ داغِ معصیت، انسانیت کا تقاضہ' اور نقاب اُٹھنے کے بعد ایسے افسانے مرد نمبر کے شاہکار افسانے تسلیم کئے جائیں گے۔ ——— مقالوں میں 'مرد غلام ہے یا عورت' 'بیوی شوہر کو کیونکر قابو میں رکھ سکتی ہے؟' 'اگر میں مرد ہوتی' 'نوجوان لڑکے لڑکیوں میں فلم سٹار بننے کا جنون' مصورِ فطرت کے دو شاہکار۔ ارمانِ شادی اور حقیقت، امتحانِ شوہر۔ مرد کی پیدائش کس طرح ہوئی؟ بیش قیمت تحفہ۔ انسانی قربانی اور جادوگری آزادی وغیرہ کی تعریف کئے بغیر آپ نہ رہ سکیں گے۔ نظمیں اگرچہ گنتی کی ہیں مگر سب کی سب لطافت، برجستگی اور سوز و گداز سے لبریز ساتھ ہی اتنی دلکش اور بلندپایہ کہ آپ انہیں قیمتی تنہائی سمجھ کر ازبر کر لینگے اور برسوں اپنی خلوت گاہوں میں گنگنایا کرینگے۔ مثلاً مرد، پنڈت اندرجیت شرما۔ عجب زندگی ہے حضرت بہزاد لکھنوی، قربِ حضوری، جناب الفر زیری، مرد مجاہد ہے، پروفیسر آشفتہ چنگیزی شہری، مرد، حاجی لق لق بریلوی، ریل پر چلتے ہوئے جناب پرواز الٰہ آبادی، قیامت کا منظر، پروفیسر منظور علی صاحب۔ تاثرات تاثیر، ڈاکٹر تاثیر ایم اے۔ صبح جوانی جوشِ ملیح آبادی اور جلیکے خزانے جناب ہندی گورکھپوری ——— محمود سکون کا تیل یونانی حکمت میں بالکل نئی چیز ہے۔ اور مصورِ فطرت حضرت ماہر القادری نے محبت سے خلوت میں مرد کی فطرت کی جو ہو بہو تصویر کھینچی ہے [illegible]

نوٹ: [illegible] کس کس سے کون کون انعام حاصل کیا یہ اعلان بھی [illegible] نومبر میں کیا جائیگا۔

مست قلندر مرد نمبر سنہ ۱۹۴۷ء

جلد ۲۴ — نمبر ۱

مرد

از جناب اندرجیت شرما

مرد ہے ڈرتا نہیں جو گردشِ ایام سے
مرد ہے جو سرفروشی کیلئے تیار ہے

مرد ہے جو مستعد ہے کھیلنے کو جان پر
مرد ہے جسکی محبت قوم کے سینے میں ہے

مرد ہے جو قعرِ ذلت سے بچائے دیس کو
مرد آتا ہے جہاں کا غم مٹانے کیلئے

مرد کے دم سے دلوں میں ہو نشاطِ آرزو
وقف اسکی زندگی ہے بدنصیبوں کیلئے

مرد ہے جو کھیلتا ہے تیغ خوں آشام سے
مرد ہے آفات سے جو برسرِ پیکار ہے

مرد ہے مٹتا ہے جو اپنے وطن کی شان پر
مرد ہے تصویر جسکی قوم کے آئینے میں ہے

مرد ہے جو خوابِ غفلت سے جگائے دیس کو
مرد آتا ہے نئی دنیا بسانے کیلئے

مرد کی ہستی مٹائے امتیازِ رنگ و بو
چھوڑ دیتا ہے امیری کو غریبوں کیلئے

شیرِ یزداں شیر دل جانباز کہلاتا ہے مرد
قوم کا دنیا میں فخر و ناز کہلاتا ہے مرد

(خاص)

ظالم مرد

از بیگم حامدہ حسینی

مردوں کے وکیل نے اپنی تقریر ختم کی اور ایک ایسے مرغ کی طرح جو اکیلا ٹیلے پر کھڑا بانگ دے رہا ہو، اکڑتا ابرتا، جھومتا کرسی پر بیٹھ گیا۔ مردوں نے خوب تالیاں پیٹیں۔ خوشی کے مارے آپے سے باہر ہوئے جاتے تھے عورتیں بیچاریاں ایسی چُپ بیٹھی تھیں جیسے اُن کے منہ میں زبان ہی نہیں۔ بات ہی ایسی تھی کہ اچنبھے سے دانتوں تلے اُنگلی دبائی جائے۔ آخر ہم ہی میں سے کسی کوکھ جلی نے اس موئے وکیل کو جنا ہوگا۔ نو مہینے بوجھ لادے پھری ہوگی۔ بقول اسی کے اپنے میاں کی آنکھوں میں صدرجہ بدصورت دکھائی دینا برداشت کیا ہوگا۔ پیدا ہونے پر برسوں خون چوسایا ہوگا۔ کیا کیا جتن کئے ہوں گے۔ کیسے اللہ آمین سے پالا ہوگا۔ اور یہ سب اسی دن کے لئے کیا جاتی ہوگی وہ نصیبے جلی کہ ایک دن یہ کھلے دربار میں اس طرح اپنی ماں بہنوں پر ایسی ایسی تہمتیں تراشے گا۔ اُس بیچاری کو معلوم ہوتا کہ یہ سانپ کا بچہ نکلے گا تو پیدا ہوتے ہی ننھی سی گردن مروڑ نہ دیتی ایسی خیالات تھے جنہوں نے عورتوں کی زبان سی دی تھی۔ اللہ بھلا کرے عدالت اور سرکاری قانون کا کہ اُس نے عورتوں کو اس کلنک کے ٹیکے کو دھو دینے کا موقع دیا۔ ادھر ہماری وکیلہ سے پوچھا گیا کہئے آپ کو کچھ جواب میں کہنا تو نہیں ہے ؟"

عورتوں کی وکیلہ ایک شعلہ کی طرح چمکتی اُٹھی۔ عدالت کے سامنے تعظیماً سر جھکا کر بولی:۔

"حضورِ عالی! میں دُنیا کی تمام عورتوں کی طرف سے اُس قانونی انصاف کا شکریہ ادا کرتی ہوں جس نے مجھے اپنی بہنوں کی طرف سے اُن عجیب غریب الزامات کے جواب دینے کا موقع دیا جو ہم بیچاریوں پر میرے مہربان وکیل صاحب نے عائد کر دیئے تھے۔ میں اُن کی طلاقتِ لسانی حُسنِ بیان کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتی ؎ اللہ کرے زورِ زباں اور زیادہ۔

مگر افسوس کہ مردوں کا ہر بیان مواد کے لحاظ سے اتنا ہی مہمل ہے جتنا آج تھا۔

حضورِ عالی! آج ابھی مردوں پر یہ مصرعہ صادق آتا ہے ؎

فری فیج بھی کرے ہے وہی لے ثواب اُلٹا"۔ عورتوں نے تالیاں بجائیں۔

ایک مرد بولا:۔ "سچی باتیں بہت کڑوی لگیں بھئی!"

وکیلہ نے مڑ کر کہا:۔ اللہ اس جھوٹ سے بچائے جو سچ کا بھیس بدل کر آئے۔ آپ گھبرائیں نہیں ابھی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوا جاتا ہے۔

عدالت نے کہا:۔ "آپ ان لوگوں کا جواب دینے میں وقت صرف نہ کیجئے۔ وکیل صاحب کا جواب دیجئے۔ وکیلہ نے بحث شروع کرتے ہوئے کہا:۔

"حضورِ عالی ملاحظہ کریں کہ عورتوں کے کرم فرما وکیل صاحب نے ہم پر کیسے کیسے انوکھے الزام لگائے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں ہم جسمانی مضبوط و قوی ہیں۔ گویا وکیل صاحب کی منطق میں استثنا بجائے خود ایک کلیہ ہے۔ آج کل اخباروں میں ایسی خبریں چھپتی ہیں کہ فلاں ایک مردوں کے بچے ہوئے۔ ہمارے لائق وکیل صاحب کی منطق کے مطابق اب مرد عام طور سے بچے جننے لگیں گے۔"

عدالت نے ہنسی چھپانے کے لئے منہ پر رومال رکھ لیا۔ عورتیں ہنستے ہنستے لوٹنے لگیں اور مرد کھسیانی ہنسی ہنسنے لگے۔

وکیلہ نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ حضورِ عالی! ہمارے لائق وکیل صاحب نے اس سلسلہ میں جو عورتوں کی ذہانت کی داد دی ہے وہ بھی سچائی اور خلوص سے خالی ہے۔ عورت کو اپنے ذہن کے استعمال کا موقع ہی نہیں دیا گیا۔ شروع ہی سے ان مردوں نے ہمیں بیوقوف بنا لیا ہے۔ جب سے دُنیا میں ذاتی ملکیت کا تخیل شروع ہوا اور لوگ اپنے مال کو ایک دوسرے سے بچا بچا کے رکھنے لگے۔ اسی وقت سے مردوں نے [illegible] کے بل بوتے پر [illegible] عورت کے [illegible]

کیلئے مرد کی محتاج ہے۔ پھر رفتہ رفتہ عورت کو ذاتی ملک بنایا۔ قبائل کی رقابتوں نے ہمیں پھر چار دیواریوں میں بند کر دیا۔ مردوں نے رشک و حسد کے مارے اس قید کو سخت تر بنا دیا۔ انہیں یہ منظور نہ تھا کہ ان کی عورتیں کسی دوسرے مرد سے مل سکیں۔ ملنا تو درکنار، دیکھنا بھی اخلاقی جرم بنا دیا گیا۔ ہماری قید و بند میں مرد نے کافی کد و کاوش سے کام لیا۔ چاندی سونے کی بڑی بڑی ہنسلیں گلوں میں ڈال دیں۔ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں پہنائیں اور نام رکھا ان کا زیور! عورت سیدھی ہوتی ہے، بھولی ہوتی ہے، وہ دوسروں کے کہنے میں جلدی سے آ جاتی ہے۔ شیطان اسی لئے آدم کے پاس نہیں گیا، حوا کے پاس گیا! مردوں نے ہمارے اسی بھولے پن سے فائدہ اٹھایا۔ انہوں نے ہمارے گلوں میں طوق ڈالے۔ ہم کو پابجولاں کیا اور ہم سے مسکرا کے کہا کہ تم بڑی خوبصورت دکھائی دیتی ہو۔ تمہارے حسن میں چار چاند لگ گئے تم جب چلتی ہو تو ان زنجیروں کی جھنجھناہٹ ایسی بھلی معلوم ہوتی ہے کہ روح موسیقیت جاگ اٹھتی ہے۔ ہم مرد کی باتوں میں آ کر اپنی آزادی ہی کھو بیٹھے۔ مرد کا اتنے ہی سے جی نہیں بھرا۔ اس نے حبشی کنیزوں غلاموں کی طرح ہمارے ناک کان بھی چھید دیئے۔ اور ہم کو اس طرح اور بھی کمزور بنا کر اپنے مقابلے کے ناقابل بنا دیا۔ ہم جسمانی حیثیت سے اب ان کے مقابلے کے نہیں رہ گئے۔"

ایک مرد:۔ خیر آپ نے مانا تو کہ آپ جسمانی حیثیت سے مردوں کے مقابلے کی نہیں"

وکیلہ۔ اللہ آپ کی موٹی عقل پر رحم کرے! میں تو شروع ہی سے کہہ رہی ہوں کہ عورتیں جسمانی حیثیت سے مردوں سے کمزور ہیں۔ لیکن اسی کے ساتھ باوجود اس کمزوری کے وہ دنیا کا ہر کام مردوں کے دوش بدوش کر سکتی ہیں۔ اور میں اس کی مدعی ہوں کہ ایک میاں سے زیادہ ہی بیوی کو کام کرنا پڑتے ہیں۔"

مردوں نے اس پر تحقیر آمیز قہقہہ لگایا۔ ایک عورت نے کہا "سچ کہتی ہو بہن!"

ایک مرد بولا۔ "عورت اور سچ۔ دونوں میں باپ مارے کا بیر ہے!"

عورت:۔ "باپ مارے کا بیر ہے تو مردوں اور سچ میں ہوگا۔ ہم سے اتنی دشمنی ہوتی تو ماں مارے کی ہوتی!"

عدالت نے کہا "خاموش، خاموش!!"

وکیلہ:۔ حضور والا۔ میں نے دعویٰ کیا تھا کہ عورت اس کمزوری پر بھی مرد سے زیادہ کام کرتی ہے۔ ایک ہی گھر کے ایک مرد اور ایک عورت یعنی میاں بیوی کو لے لیجئے۔ صبح جب میاں صاحب سو رہے ہوتے ہیں بیوی اٹھی۔ [illegible] چولہا جلایا اور جلدی جلدی سرکار کے لئے ناشتہ کھانا تیار کرنا شروع کیا۔ سرکار اٹھے۔ اس نے دوڑ کر آپ کو ہاتھ منہ دھلایا۔ آپ نے "کھانا لاؤ" کی پکار مچائی۔ کھانا کھلایا۔ کپڑے پہنائے۔ آپ کام پر تشریف لے گئے یا سیر و تفریح کے لئے روانہ ہوئے۔ عورت نے برتن پھر دھوئے، نہایا، جب جا کر کھانا نصیب ہوا یعنی صبح پانچ بجے سے گیارہ بجے دن تک پورے چھ گھنٹے وہ کام کرتی رہی۔ خدا خدا کر کے فرصت ملی تو اس نے سینے پرونے کا کام نکالا۔ دو تین گھنٹے اس میں کاٹے۔ یعنی نو گھنٹے کام کر چکی۔ اب ذرا لیٹی سوئی۔ تین بجے دن سے پھر چولھے میں لگی۔ سرکار کچہری دفتر یا کارخانے سے پلٹتے ہوں گے۔ آپ منہ پھلائے چار پانچ بجے پاؤں پٹکتے آئے۔ اس نے جلدی سے کچھ ناشتہ سامنے رکھا۔ اگر قسمت کی اچھی رہی تو سیدھے منہ بات کی، ناشتے کی تعریف ہوئی۔ پان پتا کھا کر باہر یار دوستوں سے ملنے گپ لڑانے تفریح کرنے چل دیئے۔ اگر صبح صبح انہیں کا منہ دیکھنا نصیب ہوا تھا تو اچھے سے اچھا پکوان زہر مار کرنے پر بھی ناک بھوں چڑھائی۔ ایک آدھ برتن توڑے۔ دو چار صلواتیں سنائیں اور جیسے آئے تھے ویسے ہی پاؤں پٹکتے باہر چل دیئے۔ عورت غریب روتی بسورتی پھر چولھے میں گھسی اور پھر اس نے اپنے کو تپایا اور جلو کے اس لئے سرتاج کیلئے روٹیاں سینکیں۔ اب ان کا جب جی چاہے تشریف لائیں۔ وہ غریب چولھے کے پاس کھانا لئے بیٹھی ہے۔ بارے آئے۔ ہاتھ منہ دھلایا گیا۔ کھانا کھلایا گیا۔ اب چاہے خود کھاؤ یا نہ کھاؤ ان کے ہاتھ پاؤں ضرور دباؤ۔ کسی طرح دس گیارہ بجے یہ سوئے تو اسے اطمینان کی سانس لینے کا موقع ملا۔ اب حضور ذرا انصاف کریں۔ نو گھنٹے تو پہلے ہی کام کر چکی تھی۔ ادھر تین بجے دن سے دس بجے رات تک کے گھنٹے بھی جوڑ لیجئے سات گھنٹے ہوئے۔ یعنی چوبیس گھنٹوں میں سولہ گھنٹے روزانہ کام۔ کیا دنیا کا کوئی کارخانہ آج کل مردوں سے سولہ گھنٹے روزانہ کام لے سکتا ہے۔ پھر مردوں کو تو ہفتے میں ایک دن کی چھٹی بھی ملتی ہے۔ یہاں ان کی چھٹی کے دن اور بھی کام بڑھ جاتے ہیں۔"

عورتوں نے "ہیر! ہیر!" کہہ کر تالیاں بجائیں۔ عدالت نے ڈانٹا "یہ عدالت ہے! اسکول اور کالج کا لکچر ہال نہیں ہے!"

وکیلہ:۔ "حضور عالی! لیگ آف نیشنز (مجلس بین الاقوام) نے مزدوروں کے لئے ابھی ہفتہ میں ۴۸ گھنٹے کام مقرر کیا ہے۔ لیکن یہ ہفتے میں ۱۱۲ گھنٹے کام کرنے والی عورتوں کا کوئی پرسان حال نہیں ہے۔ کوئی داد رسی نہیں۔ یہی تو وجہ ہے کہ گھر والیوں کی تعداد کا استقبال کیا جاتا ہے [illegible]

یاد رکھیں کہ مرد لڑائیوں میں مارے جاتے ہیں تو بھی عورتیں ہی کا نتیجہ بھگتتی ہیں!"

ایک مرد: "لیکن یورپ میں تو یہ تناسب نہیں ہے!"

وکیلہ: ہاں، مگر یورپ میں اس لئے یہ تناسب نہیں ہے کہ وہاں کی عورتوں نے عورتوں کے حق میں آنکھیں ڈال کے لگے ہوئے حقوق بڑی حد تک نکال لئے ہیں۔ ایشیا والیاں ابھی تمہاری لونڈیاں ہیں۔ اسی لئے پٹا پٹ مرتی ہیں!

مرد: "اچھا ہے! خس کم جہاں پاک"

وکیلہ: ہاں، لیکن مردوں کی گرمیاں اسی خس کی چھاؤں میں کٹتی ہیں۔ یہ نہ رہیں تو مرد بھی جل بھن کر خاک ہو جائیں۔

عدالت: آپ ان لوگوں کی باتوں کا جواب نہ دیں۔ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

وکیلہ: بہت خوب حضور عالی! میں یہ عرض کر رہی تھی کہ غریب عورتوں کو کم سے کم سولہ گھنٹے روزانہ کام کرنا پڑتا ہے۔ اور اگر کہیں بچے ہو گئے تو پھر شامت آ گئی۔ نہ اپنی نیند سو سکتی ہے نہ اپنے سکھ اٹھتی ہے۔ پھر چوبیس گھنٹے کم از کم دو گھنٹے روزانہ کام بڑھا دیتا ہے۔"

ایک مرد: "تو پھر جہاں چار بچے ہو گئے پھر ایک سیکنڈ سونے کو نہ ملتا ہو گا"

وکیلہ: یقینی۔ اگر اپنے پورے فرائض ادا کرے تو ایک سیکنڈ نہیں سو سکتی۔ مردوں نے جس طرح کے کام اس کے سر پر ڈال رکھے ہیں وہ ایسے ہیں کہ بچے والی عورت کا انہیں ادا کرنا محال ہے۔ جو غریب ان کے پورے پورے ادا کرنے کی کوشش کرتی ہے اس کی قطع اس چراغ کی ہوتی ہے جس کی بتی خوب تیز کر دی جائے۔ پچاس برس کی جگہ بیس ہی برس میں اس کی زندگی کا تیل جل جاتا ہے۔ اور وہ مرض کے ایک ذرا سے جھونکے میں لوٹ پوٹ ہو جاتی ہے!

حضور عالی! میں نے یہ امر ثابت کر دیا کہ عورت دراصل کمزور ہے، بھولی ہے، مردوں نے اس کی اسی کمزوری اور بھولے پن سے فائدہ اٹھا کر اسے مقید کر لیا۔ اس کی ذہنی تربیت نہیں ہونے دی اور اس سے اس طرح کام لیتے ہیں کہ جیسے وہ انسان کی جگہ بیل ہے۔ یا کولہو کی ایک مشین۔ اب ہمارے ایک وکیل صاحب کی ایک تہمت کا جواب دینا باقی رہ گیا۔ وہ یہ کہ مردوں کی جگہ عورتیں عصمت دری کرتی ہیں!۔

حضور عالی! ہمارے محترم وکیل صاحب نے اس مغالطہ آمیز تقریر میں ایک مجہول منطقی استدلال پیش کیا ہے جو انہوں نے عورتوں کے قوی ہونے کے بارے میں پیش کیا تھا۔ یعنی انہوں نے مستثنیات سے ایک کلیہ ثابت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ بمبئی والے نوجوان نے پولیس میں رپورٹ پیش کی کہ ایک عورت نے اس پر دست درازی کی تھی لہٰذا دنیا کی ساری عورتیں مردوں پر دست درازی کرتی ہیں اور پہل ان ہی کی جانب سے ہوتی ہے۔

حضور عالی! میں وکیل صاحب کی دیدہ دلیری کی داد نہیں دے سکتی۔ سچ ہے اُلٹے چور کو توال کو ڈانٹے! انکی حالت بالکل ہٹلر کی سی ہے۔ لاکھوں بندگانِ خدا کا خون بہاتا چلا جا رہا ہے اور کہتا ہے ہم دنیا کو ظلم و جور سے پاک کر رہے ہیں!

مردوں کا وکیل: "حضور عالی! ابھی تک میری بات کا جواب نہیں ہوا!"

وکیلہ: ہاتھ چمکا کر بولی "جی آپ کی بات کا جواب تو ہو گیا یہی کہ آپ نے ایک بمبئی والے کیس کا حوالہ دیا اور بے سر و پا دعویٰ کر دیا۔ یہاں پر ہر روز عدالتوں میں سینکڑوں واقعات پیش ہوتے رہتے ہیں۔ ازل سے آج تک دنیا مانتی چلی آ رہی ہے کہ اس میں سراسر مردوں کا قصور ہے۔ صرف ایک واقعہ کے پیش کرنے سے دنیا نہیں بدل جا سکتی۔ سارے مسلمات میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ لیکن اگر اس پر بھی آپکی تسکین نہیں تو صرف اتنا ہی کر لیجئے کہ اپنا اپنے گھروں کی عورتوں سے پوچھ ڈالئے کہ بی بی تم نے کتنے مرد خراب کئے اور اپنے اپنے بھائیوں سے دریافت کر لیجئے کہ میاں تم نے کتنی عورتوں کی زندگیاں برباد کیں؟ یہیں سے راز کھل جائے گا۔"

ایک عورت بولی "ہاں، ہاں، پوچھیں بہنوں سے!"

ایک مرد نے کہا "اب گالی پر اُتر آئیں یعنی گالی پہ!"

عورت: "گالی ہوئی بھی تو عورتوں کے لئے ہوئی نہ کہ مردوں کے لئے۔ آخر تیرے کیوں مرچیں لگتی ہیں؟"

عدالت: خاموش! خاموش! یہ عدالت ہے، سرائے نہیں ہے!"

وکیلہ: حضور عالی! مجھے اس سلسلہ میں ایک بات اور عرض کرنا ہے۔ وہ یہ کہ اگر ہمارے وکیل صاحب کا دعویٰ درست ہوتا تو آخر آج تک مردوں نے اس کے بارے میں فریاد کیوں نہ کی؟ عورتوں پر ہزاروں تہمتیں لگاتے ہیں۔ کہتے پھرتے ہیں اگر ناک نہ ہو تو گندگی کھائے۔ اور ہزاروں طرح کی برائیاں بڑی بڑی کتابوں میں لکھ رکھی ہیں۔ منو کی شاستر ہو کہ سینٹ پال کی انجیل، موسیٰ کی توریت ہو کہ محمد کا قرآن۔ جہاں دیکھئے مردوں کو فوقیت اور عورتوں کی مذمت لکھی رکھی ہے۔ جھوٹے سچے سینکڑوں الف لیلہ کی طرح کے قصے بیان ہوتے رہتے ہیں۔ پھر آج تک یہ برائی کہیں بھی عصمت دری کرتی ہے کسی کو نظر نہ آئی ہمارے وکیل صاحب کے کیوں یہ سوجھی۔ بس معلوم ہوا کہ یہ ایک ان کا ذاتی تجربہ

بلکہ صرف ہمارے لائق فائق وکیل صاحب کی یاد ہے!"
عدالت میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں اور عدالت کو پھر ڈانٹنا پڑا۔

وکیلہ نے عدالت کی جانب سر جھکا کر کہا "حضور والا! ہمارے وکیل صاحب کے بیجا الزامات کا میں نے ایک ایک کر کے جواب دے دیا۔ اب میں جیوری (JURY) کے انصاف پسند ممبران کی یاددہانی کے لئے صرف چند اُن شکایتوں کو دُہرا دینا چاہتی ہوں جو ہم عورتوں کو مردوں سے ہیں اور میں جیوری اور عدالت کے انصاف پر اس بات کو چھوڑتی ہوں کہ وہ فیصلہ فرمائیں کہ آیا ہمارے حقوق ہم کو واپس ملنا چاہئیں یا نہیں؟

حضور عالی! ان مردوں نے ہمیں گھروں میں بند کر رکھا ہے۔ یہ ہمیں تعلیم نہیں دلاتے۔ یہ ہمیں اپنے بر کے انتخاب کا حق نہیں دیتے۔ یہ ہمیں شادی کے بعد اپنی طرح طلاق کا حق نہیں دیتے۔ یہ ہم کو نوکریاں اور مختلف طرح کے پیشے نہیں کرنے دیتے!

ایک مرد:۔ "جی ہاں! تو اب پیشہ کیجئے!" مرد بڑے زور سے ہنسے۔

عدالت نے اس مخل معقولات کرنے والے کی طرف بڑے غصہ سے دیکھا۔ وکیلہ نے کہا۔ دیکھئے حضور آپ نے ان کی ذہنیت! عورتوں کو اس قدر ذلیل اور کمینہ سمجھتے ہیں کہ جہاں اس نے پیشہ کا لفظ استعمال کیا اور ان کے ذہن میں بس ایک رکیک اور چھچھوری بات آگئی۔ گویا نہ اس کے ان کی طرح ہاتھ پاؤں ہیں، نہ دل و دماغ۔ اور نہ وہ سوسائٹی کے لئے مفید بن سکتی ہے اور نہ ملک و قوم کی خدمت کر سکتی ہے۔ یہ ساری باتیں صرف ان کی جاگیر ہیں۔

عدالت:۔ آپ اپنی ہی شکایتیں بیان کریں، جواب نہ دیں!

وکیلہ نے پھر تعظیماً سر جھکایا اور کہا بہت خوب، حضور عالی! مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ مجھے جو کچھ عرض کرنا تھا عرض کر چکی صرف اپنی نوکریوں اور پیشوں کے سلسلے میں [illegible] کہ اب [illegible] کی اجازت نہیں دی گئی۔ جب دیکھئے یہ بہت شان سے فرماتے ہیں کہ ہم کما کے دیتے ہیں اور تم کھاتی ہو۔ ہم محنت مزدوری کر کے لاتے ہیں اور تم پلنگ کے بادھ توڑتی ہو۔ تو میرے حضور! عورتیں بیٹھے رہنے کو تیار نہیں ہیں وہ دُنیا کا ہر کام کرنا چاہتی ہیں۔ وہ صرف بچے پیدا کرنے اور کھانا پکانے کی مشین بن کر نہیں رہنا چاہتیں۔ وہ مردوں کی طرح محنت مزدوری کر کے اب مردوں کی برابر کی حصہ دار بننا چاہتی ہیں۔ وہ گھر میں سولہ اور بیس گھنٹے کی جگہ، دفتروں، دوکانوں اور کارخانوں میں صرف سات گھنٹے روزانہ کام کرنا چاہتی ہیں۔ میں آپ سے اور ممبران جیوری سے انصاف و حق، عدل و انسانیت کے نام پر اپیل کرتی ہوں کہ ہمیں برابر کے حقوق دلوا دیئے جائیں۔ ہم سے اب ان کے ٹکڑے نہیں توڑے جائیں گے! ہم سے اب ان کی ڈانٹ نہیں سہی جاتی۔ ہم سے ان کی مار نہیں کھائی جاتی۔ ہم سے ان کے گھروں میں لونڈیاں، باندیاں بن کر نہیں رہا جاتا۔ ہم بہت دنوں ان کی جوتیاں سیدھی کر چکے، اب یہ ہماری جوتیاں سیدھی کریں!"

ایک مرد نے چیخ کر کہا "جوتیاں سیدھی کرائیں گی۔ مار مار کے جوتوں کے منہ سیدھا کر دیا جائے گا!" ایک عورت نے چیخ کر جواب دیا "چپ رہ بدزبان!"

وہ اس پر جھپٹ پڑا۔ میری کرسی درمیان میں تھی۔ میری کرسی سے اُس نے ٹھوکر کھائی۔ میں سارے جسم سے کانپ اُٹھی ......

آنکھ کھل گئی تو دیکھا کہ وہ سُرخ سُرخ دیدے نکالے کھڑے تھے "پانچ بج گئے تم پڑی سو رہی ہو نہ چائے ہے نہ ناشتہ! لاحول ولا قوۃ۔ کیا گھر ہے، کیا گھر والی!" میں دوپٹہ سنبھالتی جلدی سے باورچی خانے کی طرف چلی۔ اُدھر دھڑ سے کسی کو آواز آئی۔ اللہ جانے کس چیز پر غصہ اُترا پڑ گیا اور کس چیز کی شامت آئی! ✤

تاثراتِ تاثیر

میری وفائیں یاد کرو گے
روؤ گے فریاد کرو گے

مجھ کو تو برباد کیا ہے
اور کسے برباد کرو گے

ہم بھی ہنسیں گے تم پر اک دن
تم بھی کبھی فریاد کرو گے

محفل کی محفل ہے غمگیں
کس کس کا دل شاد کرو گے

دشمن تک کو بھول گئے ہو
مجھ کو تم کیوں یاد کرو گے

ختم ہوئی دشنام طرازی
یا کچھ اور ارشاد کرو گے

جا کر بھی ناشاد کیا تھا
آ کر بھی ناشاد کرو گے

چھوڑو بھی تاثیر کی باتیں
کب تک اس کو یاد کرو گے

محمد دین تاثیر

مُردوں کی بستیاں (دو)

مولانا ابو محمد امام الدین رام نگری

"تمہارے بغیر میں زندہ نہیں رہ سکتا"

آج سے ٹھیک چار مہینے پہلے اسی طرح شام کو کسی نے رامی سے یہی الفاظ کہے تھے، آج شکور انہی لفظوں کو دہرا رہا ہے۔ تمہارے بغیر ..

تمہارے بغیر ... رامی نے دہلیز سے دیکھا شکور دروازے پر کھڑا ہے اور کہہ رہا ہے۔

"یوں کب تک بیٹھی رہے گی رامی؟"

رامی بیٹھی رہی، نہ کچھ بولی، نہ اٹھی،

"تم جوان ہو، خوبصورت ہو، اور تم .....

اور تم اکیلی بھی ہو"

صرف تین روز پہلے کوئی رامی کو اس طرح کہتا تو بھلا رامی چپ رہنے والی تھی، مگر شاید شکور کا کہنا ٹھیک ہے، وہ بے شک اکیلی ہے، وہ شکور کے کہنے کا مطلب سمجھتی ہے،

رامی شکور کو خوب پہچانتی ہے، اگر اس مکان میں چار مہینے رہ کر بھی رامی شکور کو نہ پہچانتی جو دن بھر اپنی دکان میں سلائی کی مشین چلاتا رہتا ہے تو وہ اور کیا کرتی

اوپر کے حصے میں اپنے مالک کے ساتھ رامی رہتی، نیچے کا حصہ شکور نے کرایہ پر لے رکھا ہے جس میں اس کی سلائی کی دکان ہے،

جس روز پہلے پہل رامی اس مکان میں آئی شکور نے اسے اس طرح دیکھا تھا کہ رامی بے اختیار مسکرا پڑی تھی، شکور کو اتنی ... وہ بھولی مسکراہٹ ابھی تک یاد ہے

[illegible]

لئے نہ جانے کتنے کپڑے تیار کئے، مگر سلائی لیتے کے وقت وہ ہمیشہ متین ہو کر کہتا۔ بھائی، رہنے بھی دو، کیا بھابی پر میرا حق نہیں ہے"

رامی کو یہ بات بری معلوم ہوتی، مگر وہ کرتی کیا جگت ہنس کر جواب دیتا۔ ہاں ہاں کیوں نہیں

آتے جاتے کبھی شکور آنکھیں بچا کر ایک بار رامی کو حسرت بھری نگاہ سے دیکھ لیتا اور پھر جھومتا ہوا چلا جاتا،

رامی چھت پر ہوتی تو ریلنگ پکڑ کر جھک جاتی، اور نیچے بازار کی سڑک پر کھلونوں کی طرح موٹر دوڑ اور کٹھ پتلی کی طرح آدمیوں کو دیکھتی، اس سے زیادہ جاننے کی نہ اس نے کبھی کوشش کی اور نہ جان سکی،

آج شکور کو معلوم ہوا کہ رامی اکیلی ہے تو اس سے نہیں رہا گیا، وہ سہمتا ہوا رامی کے پاس آیا اور بولا۔ تمہارے بغیر رامی ....

رامی کو غصہ آ گیا، اس نے ایک سخت نفرت سے شکور کو گھور کر کہا۔ بھاگو یہاں سے ... کتے!"

شکور جس طرح آیا تھا اسی طرح واپس چلا گیا۔

۲

تین روز گذر گئے، رامی نے کچھ کھایا پیا نہیں، بھوک زیادہ ستاتی تو وہ پیٹ کے بل چٹائی پر لیٹ جاتی اور سسک سسک کر روتی تھی، رہ رہ کر ... گرا آتی تھیں جو اسی ... تھا، وہ اب بھی ... کرتی تھی ...

چپ ہی کرانے والا کون تھا،

ہاں آج کوئی نہیں تھا، لیکن کبھی تھا، اور ایسا تھا جو رامی کی ایک مسکراہٹ پر اپنا سب کچھ نچھاور کرنے کو تیار تھا، مگر اب تو رامی کے لئے ان دنوں کی یاد ہی باقی رہ گئی ہے جو کچھ تھا وہ تو صبح کے ستارے کی طرح نہ جانے کہاں غائب ہو گیا،

وہ تھا جگت، گاؤں کا ایک ہٹا کٹا خوبصورت نوجوان، ابھی مسیں ہی بھیگی تھیں کہ بہار کی ایک مخمور شام کو جگت رامی کی آنکھوں میں سپنا بن کر سما گیا،

اس گاؤں میں رامی کی ننہال تھی، اس کا گھر وہاں سے بہت دور تھا، رامی کے ماموں اسے بہت چاہتے تھے، انہوں نے بچپن ہی سے اس کو اپنے ہاں رکھ کر پرورش کی تھی اور اب وہ چودہ برس کی ہو گئی تھی،

ماں باپ کے بندھن سے ماموں کا بندھن کچھ ڈھیلا ہوتا ہی ہے، رامی اپنے گھر رہتی تو شاید اتنی آزاد نہ ہوتی، لیکن یہاں تو ماموں کا گھر ہے، اور ماموں بھی اسے آنکھ کا تارا ... پیار کرتے ہیں اس لئے وہ بالکل الھڑ ہیا کی طرح مطلق العنان ہو گئی تھی،

دن بھر سکھیوں کے ساتھ کھیلتی، ادھر ادھر بھاگی ... ٹولی کا سردار رامی کا ماموں تھا مگر کھلاڑیوں کی نظر بچا کر زمینداروں کے کھیت ... پھاند جاتی اور ... کی ... پر چڑھ کر کبوتر ... اڑاتی

اور کسے اپنے شکستہ دل کا مرہم بنا سکتی تھی، لیکن رامی کے لئے تو یہ سب کھیل تھا۔

…

یکایک دروازے پر کسی کے کھانسنے کی آواز آئی، رامی نے چونک کر کہا۔ "جیتے مرتے بچے تو نہیں؟ میں ہوں ٹھکرائن!" ادھیڑ عمر کا ایک آدمی کمرے میں آتا ہوا بولا۔ "گھبراؤ مت!"

رامی لیٹی تھی، اُٹھ کر بیٹھ گئی اور آنسوؤں سے تر گھونگھٹ کو چہرے پر کھینچ لیا۔

"ارے شرمانے کی کیا بات ہے؟" اس شخص نے کہا۔ "معلوم ہوتا ہے تم خوب روتی رہی ہو؟"

رامی پتھر کی مورت کی طرح خاموش تھی۔

"تم نے کچھ کھایا پیا یا نہیں؟ تین ہی روز میں کتنی سوکھ گئی ہو! اپنے کو سنبھالو جو ہونا تھا سو ہو چکا رونے سے کچھ فائدہ نہیں!"

رامی نے دیکھا اس کے سامنے جو ادھیڑ مرد کھڑا ہے اور جو اس قدر محبت و ہمدردی اور غمخواری و دلسوزی کا اظہار کر رہا ہے۔ اس کے مکان کا مالک ہے۔

"کیا آپ کو پتہ ہے کہ وہ کہاں گئے ہیں؟"

"ٹھکرائن!" اس نے کہا: "اگر مجھے پتہ ہی ہوتا تو کیا تم سمجھتی ہو کہ میں اسے اس طرح چلا جانے دیتا؟"

رامی نے سوچا یہ کتنا شریف آدمی ہے۔

وہ کہتا گیا۔ "اس کے ذمہ دو مہینے کا کرایہ باقی ہے۔ میں تقاضا بھی کرتا رہا مگر وہ برابر ٹالتا گیا اب تیسرا مہینہ چل رہا ہے۔ ٹھکرائن! میں نہیں جانتا تھا کہ جگت سنگھ ایسا نکلے گا!"

رامی نے سوچا، سچ مچ ان سے ایسی امید نہ تھی انہوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ ان کے بعد میرا کیا حال ہوگا؟

"جگت سنگھ گیا ٹھکرائن، اب وہ واپس آنے کا نہیں۔ ایسے لوگ بہت دیکھ چکے ہیں میں ان کو خوب جانتا ہوں تم دنیا سے واقف نہیں۔ اس لئے دھوکہ کھا گئیں۔ ادھر دیکھو! میرے یہ بال دھوپ میں نہیں پکائے ہیں!"

رامی سے ضبط نہ ہو سکا وہ سسکنے لگی۔

"رو رو مت ٹھکرائن! میں موجود ہوں۔ چلو میرے گھر میں تمہیں رکھنے کو تیار ہوں، وہاں تمہیں دنیا کا سارا آرام ملے گا۔ یہاں ایک کونے میں … تنہا تم کیسے پڑی رہو گی؟"

"آپ جائیے!" رامی نے روتے ہوئے کہا۔ "آپ ابھی چلے جائیے مجھے تنہا چھوڑ دیجئے۔ انہوں نے مجھے تنہا چھوڑ دیا ہے۔ تنہا رہوں گی۔ میں ایک بار جی بھر کر رونا چاہتی ہوں مجھے روتے دیکھئے!"

"یہ ٹھیک ہے رامی!" اس نے کہا۔ "لیکن تمہارے بغیر …"

"میرے بغیر کیا؟" رامی کے منہ سے نکل گیا۔ اور وہ سُونے گھر کے اندھیرے میں بھاگتی ہوئی بولی "آپ نہیں جاتے تو میں ہی چلی جاتی ہوں!"

کافی اندھیرا ہو چکا تھا۔ تمام شہر میں بجلی کی روشنی جگمگا رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا دُنیا کی تمام تاریکی روشنی کے خوف سے رامی ہی کے گھر میں آ چھپی ہے۔

— ۳ —

آسمان میں تارے چھٹکے ہوئے تھے، رامی ٹکٹکی باندھے ادھر دیکھ رہی تھی، رامی کو دُور آسمان پر تارے کانپتے ہوئے معلوم ہو رہے تھے، اور اسی طرح اس کا دل بھی دور نہ جانے کہاں بھاگا جا رہا تھا، جس کی نہ کوئی حد تھی نہ انتہا، آسمان ہی کی طرح اس کا دل بھی اداس اور سنسان تھا۔

جگت اس کے لئے گاؤں کا ٹھاکر تھا، اور رامی اس کے لئے کیا تھی اسے نہیں معلوم دونوں میں بچپن سے ملاقات تھی۔ کبھی آنکھوں سے کبھی اشاروں سے، کبھی سیدھے سے کبھی ترچھے سے کبھی دائیں سے اور کبھی بائیں سے پیار و محبت میں تو کیا دیکھی ہو چکی تھی ……

…… لیکن اس طرح کی دیکھا دیکھی کو سوائے تھوڑی دیر کی تفریح کے سوا اور کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

لیکن جگت اور رامی کے دلوں میں جو آرزوئیں اور تمنائیں پیدا ہو چکی تھیں وہ رنگ لائے بغیر نہ رہیں، رامی کھیلنے کودنے جوان ہو چکی ایسی جوان جو بالکل الھڑ اور نادان تھی۔ اسی وقت جگت نے بھی اسے جن نظروں سے دیکھا وہ شوق و تمنا اور عشق و محبت سے لبریز تھیں۔

رامی اپنے ماموں کے گھر سے سال میں ایک آدھ بار باپ کے گھر جاتی بھی تو اسکا ماموں وہاں دس پندرہ روز سے زیادہ نہ رہنے دیتا۔ اس کی زندگی کی سب سے بڑی آرزو یہی تھی کہ وہ رامی کو دولھن بنا ہوا دیکھے۔ اسی لئے اس نے رامی کو اپنے ہاں رکھ چھوڑا تھا۔

شادی کی بات چیت کرتے ہی کرتے رامی کی زندگی کا چودھواں بسنت آ گیا۔ ہاں جوانی ہی کا زمانہ تھا، کیونکہ ٹھاکر کے آموں کے باغ میں کیریاں آ گئی تھیں، اور کوئل بھی کوکنے لگی تھی، رامی کے نخلِ زندگی پر شباب کے بسنت نے اپنا دامن پھیلا دیا تھا، پھر بھی نہ رامی بچپن کو بھول سکی اور نہ بچپن رامی کو۔

ایک روز سورج ڈوبتے ہی رامی زمیندار کے باغ کی طرف چل پڑی، روز کی عادت نے اسے مجبور کر دیا اس کے پاؤں خود بخود باغ کی طرف اُٹھنے لگے، جن کو رامی روک نہ سکی۔

رامی کی چوری پکڑی گئی، بچپن کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے لیکن جوانی کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، رکھوالے نے اسے دیکھ لیا۔ رامی چار دیواری کے ٹوٹے حصے کو پھاند تو گئی، لیکن اس کی ساری کا ایک سرا کانٹوں میں بُری طرح اُلجھ گیا جس سے وہ بھاگ نہ سکی، رکھوالے نے اسے پکڑ لیا، اور اسے زمیندار

کی حویلی کی طرف بڑھ گیا۔
رامی کو دیکھا تھا نہیں، بھگا سوں سینکڑے جڑیاں کہیں گئے؟ کیسی لگی ہے؟..... کل جس کی شادی ہونے والی ہے آج اسکی یہ شرارت، بڑا در پڑوس کی سہیلیاں اکٹھی ساتھ ہیں وہ ان کا لطف اٹھائیں۔
رامی یہ سب سوچتی جا رہی تھی کہ راستے میں بھگت وہیں سے آ رہا تھا جہاں رامی جا رہی تھی۔
"اسے کہاں لئے جا رہے ہو بھکو؟" بھگت نے تعجب سے پوچھا۔
"تمہیں پتہ! یہ بڑی شریر ہو گئی ہے!" بھکو بولا "اسے مالک کے پاس لیجا رہا ہوں۔"
"آخر بات کیا ہے؟"
بھکو نے تمام حال بیان کیا۔ بھگت نے مسکرا کر رامی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "کیوں! تو واقعی بہت نٹ کھٹ ہو گئی ہے؟"
"ہاں سرکار" رامی کے بجائے بھکو نے ہی جواب دیا، رامی خاموش تھی، اسے امید ہو چلی تھی کہ شاید چھٹکارا مل جائے۔ مگر بھگت نے کہا "ہاں ہے بھکو اسے ضرور لے جا، یہ بڑی شیطان ہے۔"
جیسے اس نے رامی کے دل پر ہاتھ رکھ کر اس کی آنکھوں میں دیکھا، وہ کہہ ہی تھی مرد کتنے بے مروت ہوتے ہیں، بھکو جیسے ہی اسے سلام کر کے آگے بڑھا اس نے آواز دی "بھکو!"
"ہاں"
"اسے چھوڑ دے"
"مگر......" بھکو اور کچھ کہنا چاہتا تھا۔
"اس بار چھوڑ دے بھکو، پھر ایسا کرے گی تو جو جی میں آئے کرنا"
"اچھا آپ کہتے ہیں تو...." بھکو نے چھوڑ دیا
بھگت نے اپنے طور سمجھ لیا کہ رامی خوش ہو گئی ہے، مگر وہ نا خوش تھی اور نہ نا خوش، وہ گھر کی طرف واپس ہوئی، وہ کبھی بھگت سے بولی نہ تھی

اس لئے اس کے منہ سے شکریئے کا لفظ کیسے نکلتا، اسکی زبان کٹ کر گر نہ پڑتی؟
"ڈر گئی تھیں رامی؟"
رامی نے کچھ جواب نہ دیا
"میں پہنچا دوں گھر تک؟"
رامی اسی طرح چپ تھی۔
"ارے بولتی کیوں نہیں؟"
"آپ..... اس سے زیادہ وہ رامی کی زبان سے نہ نکل سکا، اتنا بھی وہ بہت ہمت کر کے بول سکی، بھگت نے اس کا جو مطلب سمجھا اس نے رامی کے دل میں نہ جانے کیسی آگ سی لگا دی وہ چپ چاپ چل پڑی بھگت بھی تھوڑی دور اس کے پیچھے چل کر اپنے مکان کی طرف مڑ گیا

~~~~~~~~

یکایک کسی نے کواڑ کو دھکا دیا، تھپتھپایا اور تالی بھی بجائی، پھر دھیمی سی آواز سنائی دی "کواڑ کھولو"
لیکن اس بار رامی نے طے کر لیا کہ جو کچھ بھی ہو وہ دروازہ نہ کھولے گی، یہ بدمعاش اسے جینے بھی تو نہیں دیتے، کیا سمجھ رکھا ہے؟ باپ کا گھر! ان کا میں نے کیا بگاڑا ہے؟ کچھ چرایا بھی تو نہیں ان کا"
"تو تم کواڑ نہیں کھولو گی؟" کافی انتظار کے بعد باہر سے کسی کی آواز آئی۔
رامی نے بھی اسی لہجہ میں کہا "نہیں"
"میں دروازے کو توڑ دوں گا"
"توڑ دو"
رامی کو یاد آیا، کل رات کو بھی اس بدمعاش نے دروازہ کھٹکھٹایا تھا جس کو اس نے کتا سمجھا تھا، آج پھر پہنچا..... اچھا آئے..... رامی بھی اس سے ڈرنے والی نہیں، ضرورت پڑنے پر دکھا دے گی کہ ایک عورت بھی مرد کا مقابلہ کر سکتی ہے۔

یکایک دروازہ کھل گیا اور جگل جھومتا ہوا اندر داخل ہوا، نشے سے اس کا عجیب حال ہو رہا تھا، پاؤں لڑکھڑا رہے تھے اور منہ سے تاڑی کی بدبو آ رہی تھی۔
"جانتی ہو رامی" جگل آتے ہی بولا "میں یہاں کیوں آیا ہوں"
"جانتی ہوں" رامی اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔
"کیا جانتی ہو؟ بتاؤ"
"کتے کی موت مرنے کے لئے"
"نہیں۔ نہیں، نہیں" جگل نے جھوم کر کہا "تم نہیں سمجھیں، بالکل نہیں سمجھیں! اور ابھی سمجھ بھی کیا سکتی ہو؟ ابھی تو تم بالکل کم سن اور بھولی بھالی ہو۔ اسی لئے تو....."
جگل آہستہ آہستہ آگے بڑھنے کی کوشش کر رہا تھا
"ٹھہرو" رامی نے تیز آواز میں کہا "وہیں کھڑے رہو"
"میں کھڑا ہوں رامی" جگل نے اپنے ڈگمگاتے ہوئے پاؤں کو سنبھال کر کہا "تمہارا حکم مانتا ہوں"
"اگر میرا حکم مانتے ہو تو یہاں سے فوراً چلے جاؤ" رامی بولی۔
"لو جاتا ہوں...." جگل واپس ہوا۔ مگر دروازے پر پھر کھڑا ہو گیا۔ اور للچائی ہوئی نظروں سے رامی کی طرف دیکھتے ہوئے بولا "مگر یوں کب تک......"
اس کا جواب رامی کے پاس نہیں تھا۔ اور تھا بھی تو اتنا تلخ کہ جگل کی تمام دنیا ہل جاتی
"میں تمہیں پیار کرنے کیلئے آیا تھا رامی" جگل بولا "تمہارے بغیر......"
پھر وہی فقرہ! اس کو رامی بارہا سن چکی ہے اور ہر بار فریب کھایا ہے، مگر وہ اب فریب نہیں کھا سکتی، اب وہ اس فقرے پر اعتبار نہیں کر سکتی، یہ دھوکہ ہے اور [illegible] مرا ہوا [illegible] سبز باغ ہے جو اب فریب
~~~~~~~~

نہیں دے سکتا جنگل بولکھلا رہا تھا، اس کے پاؤں قابو میں نہ تھے، وہ بے اختیار ہو کر رامی کے پیروں پر گر پڑا "رامی......؟"

رامی کو جیسے سانپ نے ڈس لیا، وہ چلّا کر بھاگی "میں جگت.... جگت نہیں.... میں تمہیں سچ مچ پیار کرتا ہوں"

مردوں کا فریب ہے یہ....

رامی جنگل کو بھی پہچانتی ہے وہ جگت کا دوست ہے چند ہی روز میں دونوں میں گہری دوستی ہو گئی تھی، گھنٹوں بیٹھک کمرے میں تاش کھیلتے، بیڑی پیتے، پان کھاتے۔ ہا ہا ہو ہو کرتے۔

"میں اکیلا ہوں رامی، گھر میں کوئی نہیں سُونا.... بالکل اندھیرا.... تم اس میں اجالا کر سکتی ہو.... اگر چاہو تو اسے آباد کر سکتی ہو"

رامی سوچنے لگی پہلے تو یہ اتنا اچھا نہ تھا اب اس میں یکایک اتنی تبدیلی کیسے ہو گئی اس نے کچھ سوچ کر کہا ——

"اچھا تو صبح آنا میں جواب دوں گی"

"اور ابھی نہیں؟"

"نہیں"

"تو صبح آؤں؟"

"تمہارا جی چاہے آؤ یا مت آؤ"

جنگل چلا گیا، رامی نے ایک بار آسمان کی طرف دیکھا اسے ایسا معلوم ہوا، تاروں بھرا آسمان آتش بار بن رہا ہے اور وہ زمین پر لیٹ رہی، جنگل چلا گیا

~~~~~ ~~~~~

تکلیف و مصیبت میں بھوک پیاس بھی نہیں لگتی پھر نیند ہی کیوں آئے، رامی کے لئے وہ رات پہاڑ ہو گئی، کروٹیں بدلتے بدلتے صبح کر دی۔ رامی کو اپنے گذرے بیتے دنوں کی یاد خواب سی معلوم ہو رہی تھی

رامی روز پانی کے لئے گھڑا لیکر ندی کنارے جاتی کبھی ساتھ میں سکھیاں ہوتیں کبھی اکیلی لیکن اس روز وہ اکیلی تھی اور گھڑے ایک کے بجائے دو تھے۔

اساڑھ کا مہینہ تھا، بارش کے پانی سے ندی میں سیلاب آ گیا تھا، تیز دھارے کی شوخ اور چنچل لہریں کنارے سے ٹکرا کر اٹھکیلیاں کر رہی تھیں ندی کے دھارا ہی کی طرح رامی کا شباب بھی جوش پر تھا، اور اسی کی طرح شوخ و بیباک اور مطلق العنان

آسمان میں کالے کالے گہرے بادل چھائے ہوئے تھے، ان بادلوں کی وجہ سے اس روز کی شام اور بھی کالی ہو گئی تھی۔

رامی نے دونوں گھڑے بھر کر ایک کو کمر پر رکھا اور دوسرے کو سر پر رکھنا چاہتی تھی مگر رکھ نہ سکی، پھر پہلے گھڑے کو سر پر رکھ کر دوسرے کو کمر پر رکھنا چاہا مگر یہ بھی نہ ہو سکا، آخر میں اس نے جھنجلا کر گھڑوں کو زمین پر رکھ دیا اور خود گھاٹ کی پختہ سیڑھیوں پر بیٹھ کر نہ جانے ایک ایک کر کے لہروں کا شمار کرنے لگی یا کیا.....

ندی کے اس پار بانسری کی ایک سریلی آواز سنائی دی، بانسری کی اس آواز سے رامی گوش آشنا تھی، وہ بارہا دور اور نزدیک سے اسے سن چکی تھی، برسات کی نشاط انگیز شام اور بانسری کی یہ کیف آور صدا۔ رامی کا دل ایک عجیب نشاط و سرور سے لبریز ہو گیا۔ وہ بیتاب ہو کر ندی پار کی طرف دیکھنے لگی۔

جگت کی کشتی آہستہ آہستہ کنارے پر آ لگی اور وہ چپو پھینک کر زمین پر کود پڑا، دیکھا رامی ٹکٹکی باندھے اس پار دیکھ رہی ہے اسے بہت تعجب ہوا

"یہاں کیا کر رہی ہو رامی" جگت نے نزدیک آ کر پوچھا "گھر نہ چلو گی کیا"؟

"گنگا آنے والی ہے" رامی نے جھوٹ کہا "اسی کے انتظار میں بیٹھی ہوں"

"اگر میں تمہارے گھڑے اٹھوا دوں؟...."

"رامی گنگا کے لئے کب تک بیٹھی رہو گی؟...."

شام ہو گئی چلو"

رامی سوچنے لگی کیا وہ گاؤں کے مخالف سے گھڑے اٹھوائے گی؟ لیکن چارہ ہی کیا ہے؟ گنگا تو اس کے لئے آئے گی نہیں"

"ایک بات کہوں رامی؟" جگت بولا۔

رامی نے جگت کے سوال کا جواب خاموشی سے دیا جس سے اسکا مقصد یہ تھا کہ اس میں اسے کوئی مضائقہ نہیں ہے"

اگر جگت شاعر ہوتا تو اسوقت بارش کی شام اور ندی کے کنارے پر ایک کیف پرور رومان آفرین نظم تصنیف کر ڈالتا۔

لیکن اسے کیا معلوم کہ شعر کسے کہتے ہیں اور شاعری کس کا نام ہے!

معلوم نہیں شام کے اس سناٹے اور ندی کے کنارے کی اس تنہائی میں رامی اور جگت کو کسی نے دیکھ لیا یا کیا ہوا کہ جس طرح پھوس کے گھر میں آگ پھیلے، تمام گاؤں میں ایک افواہ عام ہو گئی جگت اور رامی نے بھی اس افواہ کو سنا لیکن اس سے دونوں کی زندگی میں کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوئی، رامی کا صرف ندی کنارے جانا بند ہو گیا اور جگت تو پہلے ہی کی طرح سینہ تانے چلتا تھا۔

اس واقعہ کے کئی دنوں کے بعد خود جگت رامی کو تلاش کر کے رامی سے ملا اور بولا "تمہارے بغیر"

"تو کیا کہتے ہو بولو"

"چلو بھاگ چلیں" جگت نے کہا "یہاں اس گاؤں میں....."

"کہاں" رامی گھبرا کر بولی۔

"کہیں دور.... کسی شہر میں.... جہاں ہم دونوں کے درمیان کوئی تیسرا نہ ہو جہاں کوئی بندش اور قید نہ ہو"

"سمجھ کر جواب دوں گی"

"سمجھ کر کیا جواب دو گی؟ پھر نہ جانے کب
~~~~~

ملاقات ہو، تب تک کیا میں ...؟"
رامی نے جھجکتے ہوئے کہہ دیا، "اچھا"
"تو کب؟"
"تم جب کہو"
"آج رات کو"
"اچھا"
"تو ٹھیک ہے، رات میں کوئی بارہ بجے کے قریب گھاٹ پر ملوں گا، وہاں میری کشتی بندھی رہے گی"
رامی کے گھر والے سو رہے تھے، رامی چپکے سے اٹھی اور گھاٹ پر جاکر جگت سے مل گئی۔
جگت کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔
اندھیری رات میں کشتی پانی پر تیرنے لگی، آسمان پر گھنگھور کالی گھٹا چھائی ہوئی تھی، ٹھنڈے ٹھنڈے پانی میں ہلچل ہو رہی تھی اور دو دل دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ کسی نامعلوم مقام کی طرف چلے جا رہے تھے۔
گاؤں میں ایک ہنگامہ سا برپا ہو گیا۔
"ٹھیک ہے بابا" کسی بوڑھے نے اپنے سن کی طرح پکے ہوئے سفید بالوں کے زور پر کہا "اتنی بڑی چھوکری اور کنواری رہے ... اسی کا یہ نتیجہ ہے"
ایک بڑھیا جو اپنی جوانی کے دنوں میں کافی بدنام رہ چکی تھی بولی "کوئی لڑکی کو اس طرح نہال میں بھی چھوڑ دیتا ہے، آخر رامی نکل گئی اپنے ساتھ اپنے ساتوں پشت کو بھی نرک میں لیتی گئی، ایشور کسی کو ایسی بیٹی نہ دے"
رامی کے باپ کو جب یہ خبر ملی تو اس پر جیسے آسمان ٹوٹ پڑا۔ اس کی ماں زار و قطار روئی اور ماموں نے پولیس میں رپٹ لکھوا دی۔
دو تین ہفتے یونہی گزر گئیں، اور نوجوان لڑکے سے جل بھن گئے، بس قصہ ختم ہو گیا۔

~~~ ۵ ~~~

صبح ہوتے ہی رامی نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا

سوتے جاگتے کی ملاقات مشہور تھی کہ دیں ایسے گندگ ماحول کو جھانسے کی کوشش کرتے تھے، لیکن رامی تو وہ کلی تھی جو کھل کر مرجھانے کے لئے سر جھکا گئی تھی۔
رامی اول اول یہاں آئی تھی تو کس قدر خوش تھی، جگت اس سے کتنی محبت کرتا تھا۔
شکور درزی کے یہاں سے روز نئے نئے کپڑے سل کر آتے، رام کشن حلوائی کے ہاں سے روز تازہ مٹھائیاں پہنچتیں، پان کا ایک بیڑا ختم نہ ہونے پاتا کہ دوسرا مل جاتا، وہ کبھی کبھی جگت کے ساتھ سینما بھی دیکھنے جاتی اور راستے میں بازار کی بھی سیر کر لیتی۔ ماموں کے گھر دیہات میں یہ عیش و آرام اور یہ لطف و سرور کہاں، رامی سوچتی جگت کتنا اچھا آدمی ہے وہ جگت کے پانے کی خوشی میں انجام کو بالکل فراموش کر چکی تھی، لیکن جگت جس شوق اور حوصلہ سے اسے یہاں لایا تھا وہ زیادہ دنوں تک قائم و برقرار نہ رہ سکا، اس میں بتدریج کمی ہونے لگی، شروع کے چند ہفتے تو حسن و شباب کی نشاط انگیزیوں اور کیف آمیزیوں میں گذر گئے، لیکن اس کے بعد افسردگی اور کیفیت کا اظہار ہونے لگا۔
جگت نے دیکھا، رامی جو کچھ گاؤں میں تھی وہ یہاں آکر بالکل باقی نہیں رہی، اب نہ اس میں وہ شوخی و بیباکی نہ تھی وہ شرارت اور الہڑپن بھی نہیں بلکہ اب تو جگت کو رامی کے حسن و شباب میں بھی نمایاں تغیر نظر آنے لگا، جن رنگینیوں اور دلآویزیوں نے جگت کو رامی کا دلدادہ و شیدا بنایا تھا وہ نہ جانے کیا ہو گئیں۔
ایک مہینہ بھی نہ گذرنے پایا تھا کہ جگت کا دل رامی کی طرف سے سیر ہو گیا، اب اس کا بیشتر وقت گھر سے باہر گذرنے لگا، وقت کاٹنے کے لئے نئے نئے دوست بنائے جانے لگے دن دن بھر تاش کھیلے جاتے، کبھی کبھی ایسی

اور ہنسی مذاق کی صحبت گرم رہتی، کبھی کبھی شراب کا دور بھی چل جاتا۔
رامی ان باتوں سے ناواقف نہ تھی، لیکن وہ سمجھتی تھی کہ کچھ دنوں میں جگت کی حالت خود بخود ٹھیک ہو جائے گی، لیکن جیسے جیسے دن گذرتے گئے حالت بد سے بدتر ہوتی چلی گئی، یہاں تک کہ ایک روز کا واقعہ ہے ۔۔۔ جنگل تھا رات کے وقت جب رامی سونے جا رہی تھی، اس کے پاس آیا، جگت دوسرے کمرے میں نشے میں چور پڑا تھا، ادھر کچھ دنوں سے جنگل نے جگت کو اپنے پیسے سے شراب پلانی شروع کر دی تھی جس کا بدلہ وہ رامی سے چکانا چاہتا تھا۔
"رامی نے پوچھا" کیا ہے"
"آج ... جنگل بولا" جگت بھیلنے کہا ہے ..... آج میں ہی ..... میں تمہارے پاس"
رامی سب کچھ سمجھ گئی وہ حیران تھی کہ جگل کتنا پست اور ذلیل ہو گیا ہے اس نے کہا "اچھا تم یہیں ٹھہرو میں اس سے پوچھ کر آتی ہوں"
"تو پوچھو گی کیا؟ کیا میں جھوٹ کہہ رہا ہوں"
جنگل بولا ۔۔۔ مگر رامی نے اس کی بات نہیں مانی وہ پوچھنے کے بہانے چلی گئی اور کمرے میں جاکر اندر سے دروازہ بند کر کے سو رہی
رامی اسی روز سمجھ گئی کہ اس کے برے دن آ گئے، آج اسے پہلی بار باپ ماں اور ماموں کی یاد آئی اور اس پر جگت کی حقیقت ظاہر ہو گئی
جگت جو روپے لایا تھا وہ خرچ ہو گئے تو اس نے رامی کے زیور پر ہاتھ صاف کرنا شروع کیا، مگر چاندی کے وہ چار گہنے کب تک باقی رہتے، کچھ ہی دنوں میں وہ بھی ختم ہو گئے یہاں تک کہ ایک روز وہ نوبت بھی آ گئی کہ رامی کو بتانا تھا ...

[illegible]
~~~

[illegible]

"تم آگئے جنگل ... [illegible]

"ہاں ... [illegible]

[illegible]

"تمہارے ہاتھ میں کیا ہے جنگل؟" رامی نے کہا۔

"یہ تمہارے کھانے کے لئے لیتا آیا ہوں"۔ جنگل نے پوری مٹھائی کا دونا آگے بڑھا کر کہا "آخر تم نے دیکھ ہی لیا"۔

"میرے لئے تھا تو میں کیسے نہ دیکھتی"۔ رامی نے مسکرا کر کہا "مجھے بتاؤ یہ کیا چیز ہے"۔

"کچھ نہیں دو چار پوریاں ہیں اور کچھ مٹھائی"۔

"اتنا سامان؟"

"ہاں سوچا کہ کھانا نہ پکاؤ گی تو اسی کو کھا لو گی"۔

"لیکن میرا خیال ہے کہ تم ناشتہ کرو میں اپنے لئے کھانا پکاؤں گی"۔

"اور کیا میرے گھر نہ چلو گی؟"

"چلوں گی، ضرور چلوں گی، لیکن اس وقت نہیں رات کو"۔

"رات کو؟"

"ہاں رات کو، کیا تم رات کو نہ آسکو گے؟"

"آ کیوں نہ سکوں گا رامی!"

"تو تم دس بجے آنا میں چلوں گی"۔

"چھل تو نہیں کر رہیں؟"

"نہیں جنگل! ..... تم سے بھلا چھل" رامی نے ہنس کر کہا "اچھا اب تم جاؤ میں نہاؤں گی"۔

"میں پانی بھر دوں! ..... تم کیسے ....."

"نہیں، نہیں، تم جاؤ ٹھیک دس بجے آجانا میں منتظر رہوں گی" ... جنگل چلا گیا ...

[illegible]

... اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

[illegible] ... "شکور" [illegible] ناشپاتی اور کچھ سنترے ..... "

"لائے ہو اتنے پھل؟"

"میں مسلمان .... میرے ہاتھ کا چھوا کھانا تم کیسے کھاتیں، اس لئے سوچا پھل ہی لیتا چلوں"؟

"تمہاری کیسی سمجھ ہے شکور!" رامی نے کہا "جس کے جسم سے جسم مل کر ایک عورت کی پاکیزگی برقرار رہ سکتی ہے، کیا اس کا چھوا ہوا کھانا کھانے سے اسکی پاکیزگی میں کوئی فرق آسکتا ہے؟"

شکور ٹھٹھک کر رہ گیا۔

"اچھا ایک بات پوچھوں جواب دو گے شکور"؟

"پوچھو"

"میرے لئے دنیا میں کتنے آدمی بے چین ہیں؟ سچ سچ بتانا"

"صرف میں اور کوئی نہیں"

"اور کوئی نہیں؟"

"نہیں"

"لیکن اس نے بھی تو یہی کہا تھا"

"اس نے جھوٹ کہا تھا"

"اور تم سچ کہہ رہے ہو؟"

"ہاں میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں رامی کہ تمہارے بغیر ..." رامی کھلکھلا کر ہنس پڑی "ثبوت دو گے"

"ثبوت! تم کیا ثبوت چاہتی ہو رامی!"

رامی نے کہا "اچھا مجھے ثبوت کی ضرورت نہیں دس بجے رات کو آنا"

شکور خاموش کھڑا تھا۔

"جاؤ اب کھڑے کیا ہو؟" شکور چلا گیا

[illegible]

"... کرایہ بھی ... مگر ... مگر ..."

"میں سمجھ گئی بابو صاحب! مہربانی کرکے اس وقت تشریف لیجائیے، دس بجے رات کو آئیے گا، آپکا کرایہ ادا کر دیا جائیگا"

۶

رات کے دس بجے تھے، جگت نے آہستہ سے رامی کے مکان کا دروازہ کھولا، رامی سوئی نہیں تھی چونک کر پوچھ بیٹھی "کہاں چلے؟"

"کہیں نہیں ذرا جنگل کے یہاں سے ہو آؤں"

"کیا صبح نہیں جا سکتے! اس وقت ایسا کیا کام"

"تم سے کیا چھپاؤں رامی، آج دو روز سے شراب نہیں پی، بغیر پئے رہا نہیں جاتا، کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟"

اب رامی کے پاس کیا تھا جو تھی دولت اور جوانی دونوں تو جگت کے پیچھے برباد کر چکی تھی رامی چپ تھی اس نے کچھ جواب نہیں دیا۔

"میں جنگل کے یہاں سے ہو کر ابھی آتا ہوں" یہ کہکر وہ سیڑھیوں کے نیچے اتر گیا اور پھر واپس نہ آیا

رات کے دس بجے کا وقت تھا رامی کے آنگن میں تین آدمی کانا پھوسی کر رہے تھے۔

"تمہیں کچھ معلوم ہے شکور وہ کہاں گئی"

"بعض عورتیں بڑی شاطر ہوتی ہیں ایک گھر خالی کرکے گئی ہو گی کسی دوسرے گھر کو تو برباد کرنے کیسی جنگل دو"

"اس کے شاطر ہونے میں تو کوئی شک ہی نہیں ہے، میرا کلیجہ ... [illegible]

بقیہ صفحہ ۱۱۲ پر دیکھیے

دو آتشہ

رباعیاتِ حکیم عمر خیّام



جامے و مئے و ساقیے بر لبِ کشت،
ایں جملہ مرا و ہم ترا گشت بہشت،
مشنو سخنِ بہشت و دوزخ از کس،
کہ رفت بدوزخ و کہ آمد ز بہشت؟
(حکیم خیام)

ساقی ہو شرابِ ناب ۔ سرسبز ہو کشت
یہ سب ہوں تو پھر مجھے یہیں ہے بہشت
واہی ہے ۔ نہ سن بہشت و دوزخ کا ذکر
دوزخ گیا کون؟ کس نے دیکھی ہے بہشت

با مطرب و حور سرشتے گر ہست؟
با آبِ رواں و لبِ کشتے گر ہست؟
بہ زیں مطلب و دوزخ فرسودہ متاب
حقا جز ایں نیست بہشتے گر ہست
(حکیم خیام)

ہیں مطرب و مے ۔ پاس ہے گر ماہ لقا
سبزہ بھی لہک رہا ہے ۔ بہتا دریا
اب چاہیے کیا؟ پرانا دوزخ مت چھیڑ
جنت کو جا ہے بھی نہیں اِس کے سوا

مرد کا ایثار

اگرچہ پرکاش بابو کئی روز سے جانتے تھے کہ ان کا پڑوس آباد ہو چکا ہے، لیکن اپنے پڑوسی کو انہوں نے آج ہی دیکھا تھا، وہ دفتر سے لوٹے تھے اور پڑوسی اپنے چبوترے پر مونڈھا ڈالے بیٹھے تھے، ان کے سامنے ایک خوانچے والا کھڑا تھا، شاید انہوں نے ریوڑیاں خریدی تھیں، وہ خوانچے والے سے بڑی بے تکلفی سے باتیں کر رہے تھے،

پرکاش بابو نے سوچا آج ان سے تعارف و شناسائی کر لیں، اس لئے وہ وہیں ٹھہر گئے۔ مشکل سے ایک منٹ ہوا ہوگا کہ تنے پڑوسی نے پرکاش بابو کی طرف دیکھ کر کہا: "آپ اسی مکان میں رہتے ہیں بھائی صاحب!" ——— ———

پرکاش بابو بولے: "جی ہاں" ———

انہوں نے کہا: "مجھے آپ سے ملاقات کر کے بڑی خوشی ہوئی، میں آپ کا پڑوسی ہوں" ———

پرکاش بابو ہنس کر بولے: "بڑی خوشی کی بات ہے کہ آپ مجھے اپنا ہی سمجھئے" پڑوسی کے چہرے کا بے تکلفانہ انداز زائل ہو گیا اور ان کا دل جذبۂ تشکر سے لبریز ہو گیا ان کا چہرہ بہت ہی دلکش نظر آ رہا تھا اور آنکھوں سے پیار جھلکا پڑتا تھا، پیشانی اونچی تھی، کھدر کا سفید کرتا، اور گاندھی ٹوپی پہنے ہوئے تھے، ان کی اس دلکش شکل و شباہت اور پاکیزہ طور و طریق سے پرکاش بابو بہت متاثر ہوئے، وہ پھر کچھ کہنا ہی چاہتے تھے کہ پڑوسی بول اٹھے۔ "بھائی صاحب، آپ کی عنایت و نوازش ہے۔"

پرکاش بابو ہنس کر رہ گئے ———

پڑوسی نے پھر کہنا شروع کیا: "یہ آپ کا حسن اخلاق ہے جو آپ اس طرح فرما رہے ہیں ورنہ اس زمانے میں کون کس کی بات پوچھتا ہے؟ آج کل محبت و ہمدردی تو عنقا سی ہو رہی ہے" اس کے بعد انہوں نے بڑی بے تکلفی سے کہا: "آئیے بھائی صاحب ریوڑیاں چکھئے"

"آپ کی عنایت ہے" کہتے کہتے پرکاش بابو نے دو تین ریوڑیاں اٹھا لیں اور پوچھا: "آپ کا دولت خانہ کہاں ہے؟"

"میں رہنے والا تو میرٹھ ضلع کا ہوں مگر اس وقت پنجاب سے آ رہا ہوں"

"شاید بسلسلۂ ملازمت یہاں آپ کا آنا ہوا؟" ———

"جی نہیں، پہلے ایک کمپنی کا ایجنٹ تھا اب اس کام کو بھی چھوڑ دیا ہے"

ابھی گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ پرکاش بابو کے نوکر نے آ کر کہا: "آپ کو بی بی جی بلا رہی ہیں" ——— ———

پرکاش بابو جانے لگے انہوں نے کہا: "میرا نام پرکاش چند ہے میں ضرورت پڑنے پر آپ کی ہر خدمت کے لئے تیار ہوں"

پڑوسی نے ہاتھ جوڑ کر کہا: "آپ کی مہربانی ہے بھائی صاحب! آپ کے پڑوس میں آنے کی مجھے بڑی خوشی ہے، مجھے گوپی موہن کہتے ہیں"

پرکاش چند نے گھر آ کر بیوی سے کہا: "پڑوسی تو بہت بھلے معلوم ہوتے ہیں؟" ———

ہیم بولی: "ہاں میں سوچ رہی تھی کہ تم سے کہوں۔ سچ مچ وہ بڑے شریف آدمی ہیں، ابھی ایک ہفتہ بھی نہیں گزرا کہ محلے بھر کے بچوں سے میل جول پیدا کر لیا ہے، روزانہ دوپہر کو انہیں جمع کر کے بیٹھتے ہیں۔ "سب سے پریم کرو، سب کو اپنی طرح سمجھو، کسی سے نفرت نہ کرو۔ کسی کو حقیر مت سمجھو، اور اسی سلسلے میں نہ جانے کتنی اچھی اچھی کہانیاں سنا ڈالتے ہیں" ———

پرکاش چند نے کہا: "میں ابھی انہیں سے باتیں کر رہا تھا" "پیسے والے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ کوئی نوکری چاکری نہیں کرتے" بیوی بولی "کہتے تھے نوکری چھوڑ دی ہے" ———

"ضرور وہ امیر آدمی ہیں، ورنہ آج کل گھر بیٹھ کر اتنا کون خرچ کرتا ہے؟ دن بھر بچوں کو کچھ نہ کچھ بانٹتے ہی رہتے ہیں مگر ایک بات ہے..."

"کیا؟" ———

"پڑوسی جتنے ملنسار اور خوبصورت ہیں ان کی بیوی اتنی ہی بدمزاج اور تنہائی پسند ہے۔ سات روز ہو گئے گھر سے نہیں نکلی..."



گوپی موہن سے انہیں ایک طرح کی ہمدردی سی ہو گئی۔

۲

پرکاش کا جو دوست ملتا کہتا "پرکاش بابو آپکے پڑوسی بڑے اچھے ہیں"

ابھی ایک دوست آکر کہنے لگے "پرکاش بابو آپ گوپی موہن کو جانتے ہیں؟"

پرکاش بابو نے کہا "جانتا ہوں"

"بڑے خوش اخلاق اور نیک طینت آدمی ہیں"

"جی ہاں، ایسے آدمی آج کل بہت کم ملتے ہیں"

دوست نے خوش ہو کر کہا "وہ تو نہایت عجیب غریب قابلیت و صلاحیت کے آدمی معلوم ہوتے ہیں"

"بچوں کی نفسیات کے تو وہ خاص ماہر ہیں، رامو کتنا شریر تھا؟ مگر اب وہ کتنا مہذب اور شائستہ بن گیا، میں نے کل ہنس کر پوچھا تھا۔ بچے! اب تم لڑتے کیوں نہیں؟"

وہ بولا "چاچا جی کہتے تھے آپس میں لڑنا جھگڑنا اچھا نہیں"

"سچ"

"جی ہاں انہوں نے کہا ہے اب ہم سویرے گھومنے چلا کریں گے، وہ ہمیں کشتی لڑنا تیرنا اور لاٹھی چلانا سکھلائیں گے جو تیز ہو گا اسے انعام ملے گا"

"کیا انعام ملے گا رے!"

رامو بولا "چاچا جی نے ایک منظر بنایا ہے، وہی ملے گا، بتا جی سچ مچ بہت خوبصورت منظر ہے۔ جس میں بہت سے پھول ہیں"

پرکاش بابو کو روز ہی ایسی باتیں سننے میں آتیں، ایک صاحب کہہ رہے تھے "گوپی موہن نے ان کی مرتی ہوئی ماں کو بچا لیا ہے"

دوسرا شخص کہتا تھا "میرا بچہ ڈوب رہا تھا، گوپی موہن جان پر کھیل کر ندی میں کود پڑے"

گلی میں جھاڑو دینے والا بھنگی خوش ہو کر بولا "بابو جی آپکے پڑوس میں دیوتا رہتے ہیں"

"الٰہ آباد کے امرود ہی پر موقوف نہیں انہوں نے ناگپور کے سنترے ناگپور میں، سہارنپور کے آم سہارنپور میں، کلو کے سیب کلو میں، متھرا کے پیڑے متھرا میں، کشمیر کے سبز بادام کشمیر میں کھائے تھے۔ پرکاش بابو نے یہ سب باتیں خود انہیں کی زبان سے سنی تھیں"

پرکاش بابو نے ایک روز کہا۔ "گوپی موہن معلوم ہوتا ہے تم نے جگہ جگہ کی خوب سیر کی ہے"

"اسی لئے تو کمپنی میں ایجنٹ کی ملازمت کی تھی کہ خوب سیر سیاحت کروں گا"

پھر انہوں نے چہرے کو بھاری بنا کر کہا "بھائی صاحب بہت گھوما ہوں بہت سیر کی ہے لیکن میں نے لوگوں میں کہیں محبت و ہمدردی نہیں پائی، ہر جگہ خلوص و ایثار کا مادہ مفقود ہے لوگ ہر جگہ خود غرضی و خود پرستی میں مبتلا ہیں ہر شخص ایک دوسرے کو پھاڑ کھا جانا چاہتا ہے"

پرکاش بابو نے کہا۔ "ٹھیک کہتے ہو گوپی موہن! آج کل دنیا کا یہی حال ہو رہا ہے خلوص و ایثار محبت و ہمدردی پریم اور پیار یہ سب تو الفاظ ہیں جو کتابوں میں مذکور ہیں کتابوں کے باہر واقعی ان کا وجود نظر نہیں آتا"

گوپی موہن نے چاہا وہ پرکاش بابو کے جواب میں کہیں کہ اس کلیہ سے کچھ لوگ مستثنے بھی ہیں، مگر وہ کہتے کہتے خاموش ہو گئے۔ ان کے چہرے پر حیا سی طاری ہو گئی وہ مسکرا کر رہ گئے۔

پرکاش بابو کو گوپی موہن کے چہرے کا یہ انداز دیکھ کر بہت تعجب ہوا مگر وہ کچھ بولے نہیں،

ہیم اکثر گوپی موہن کی بیوی کے پاس جایا کرتی ان میں بہناپا قائم ہو گیا تھا، اس لئے دونوں ایک دوسرے کو اپنے دل کی بات بتا دیا کرتی تھیں، یہی وجہ تھی کہ ابھی پرکاش بابو اور موہن میں اتنا ہی تعلق ہوا تھا کہ دفتر سے لوٹتے وقت پرکاش بابو موہن سے دو ایک باتیں یا محلے کا ایک آدھ واقعہ سن لیتے لیکن ہیم کو گوپی موہن کے سات پشتوں کا حال معلوم ہو گیا تھا۔

ایک روز راجو کو جب پرکاش بابو نے [illegible] ہیم [illegible]
"پرکاش بابو نے پوچھا کیا؟"

"گوپی موہن ایک دولتمند خاندان کا بیٹا ہے۔"

"ہوگا لیکن وہ تو کہتا تھا وہ ایجنٹ کا کام کرتا تھا۔"

اس کام کو تو اس نے بعد میں شروع کیا تھا، ہیم آج اس کی بیوی سے ساری باتیں معلوم ہوئی ہیں کہ اس نے عورت کے لئے کس طرح دولت وثروت اور عیش و آرام پر لات ماردی۔

پرکاش بابو نے بڑے اضطراب سے پوچھا۔ "کیا کہتی تھی اس کی بیوی؟"

اس کے جواب میں ہیم نے جو کچھ کہا اس کا خلاصہ یہ تھا۔

گوپی موہن ضلع میرٹھ کے ایک مشہور رئیس کا بیٹا ہے، اسے تکلیف زدوں اور مصیبت کے ماروں سے ہمیشہ محبت و ہمدردی رہی ہے، اور وہ تمام انسانوں کو رنگ و نسل اور کسی تفریق و امتیاز کے بغیر ایک نظر سے دیکھتا ہے اس کے نزدیک ایک انسان کو دوسرے انسان سے نفرت کرنے کا یا اس پر حکومت جتانے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ اس کے اس اصول کی بنا پر کتنے تو اس کی قدر و منزلت کرتے اور کتنے اس کا مذاق اڑاتے۔

اس کے پڑوس میں ایک معمولی درجے کے گرہستھ رہتے تھے، ویسے تو انہیں کھانے پینے کی کوئی تکلیف نہ تھی لیکن ان کے ایک لڑکی تھی جو نہایت بدصورت اور کریہہ المنظر تھی یہی وجہ تھی کہ اس کی شادی کے لئے ہمیشہ فکرمند رہتے تھے بعض لوگ ان کا مذاق اڑاتے کہتے۔ اس لڑکی کے لئے کوئی اچھا لڑکا تو ملنے کا نہیں کسی بوڑھے کے سر منڈھ کر البتہ چھٹکارہ پا سکتے ہو، واقعی اس لڑکی کے لئے کوئی اچھا لڑکا نہ ملتا تھا بہت تلاش و جستجو کے بعد ادھیڑ عمر کا ایک آدمی مل گیا جو خود بھی اس لڑکی کی طرح بدصورت تھا لیکن عین شادی کے وقت ایک جھگڑا اٹھ کھڑا ہوگیا۔ دولہے نے کہا "میں اس وقت شادی کروں گا جب لڑکی کو دیکھ لوں گا۔"

لڑکی والوں نے کہا: "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

دولھا کو یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ لڑکی بہت بدصورت ہے اس لئے وہ لڑکی کے دیکھنے پر مصر رہا، جس وقت یہ مسئلہ زوروں پر چھڑا ہوا تھا کسی نے دولہے سے کہا: "ذرا پہلے آپ آئینے میں اپنی صورت دیکھ لیجئے۔"

یہ کہنا تھا کہ جیسے آگ پر تیل پڑ گیا لڑکے والے یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے کہ "ہم اس توہین اور بے عزتی کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔"

لڑکی والے [illegible]
والوں سے بہتیری منت سماجت کی لیکن اسی دوران میں گوپی موہن نے مداخلت کرکے کہا "آپ لوگ یہ کیا کر رہے ہیں؟" پھر لڑکی والوں کی طرف مخاطب ہو کر بولے "آپ لوگ جلد سے جلد بیاہ کی تیاری کیجئے۔" دولھا ہکا بکا سا رہ گیا۔

گوپی موہن نے غصے سے کہا "تم لوگ چلے جاؤ نہیں تو میں ایک ایک کو دھکے دے کر نکلوا دوں گا۔" باہر یہ سب ہو رہا تھا اور اندر لڑکی کی جان پر بن رہی تھی وہ چاہتی تھی کہ زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں دھنس جائے۔ اس سے زیادہ وہ اس وقت گھبرائی جب اس نے سنا

گوپی موہن کہہ رہا تھا۔ "پنڈت جی اپنا کام کیجئے دولہا میں ہوں۔"

گوپی موہن نے اصول اور ایک بدصورت لڑکی کی ہمدردی میں دنیا کی ہر محبوب اور عزیز شے پر لات ماردی، باپ ماں کی محبت پر، انکی دولت وثروت پر، عیش و آرام پر، پھر اتنے بڑے ایثار کے باوجود اس کی پیشانی پر شکن نہ آئی۔ اس سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ اس نے اپنی بدصورت بیوی کی کبھی توہین و ناقدری نہیں کی۔ ہمیشہ اس سے محبت کی اور دل سے محبت کی۔

گوپی موہن کی بیوی ہیم سے یہ سب حالات بیان کرتے کرتے رو پڑی تھی اور اس نے کہا تھا "نہیں! وہ دیوتا ہیں سچ مچ کے دیوتا۔"

ان حالات نے پرکاش بابو کے دل میں گوپی موہن کے متعلق اور بھی قدر و عزت پیدا کر دی، انہوں نے طے کیا کہ کل چل کر گوپی موہن سے کہوں گا "تم سورگ کے دیوتا ہو، انسان میں اتنا خلوص و ایثار کہاں؟"

لیکن دوسرے روز وہ دفتر سے واپس آئے تو گوپی موہن نہیں ملا۔ ہیم نے کہا "آج آپ کے پڑوسی کہیں گئے ہیں دن بھر بہت سونا سونا معلوم ہو رہا تھا۔"

"کہاں گئے ہیں کیا؟"

"معلوم نہیں ان کی بیوی کہتی تھی، وہ اکثر اسی طرح چلے جاتے ہیں، دو تین روز میں واپس چلے آئیں گے۔"

پرکاش بابو اداس ہوگئے، اس کے بعد ان کے پاس محلے کے اکثر مرد و عورت آئے اور سب نے یہی سوال کیا کہ "گوپی موہن چلے تو نہیں گئے؟"

پرکاش بابو نے سب کو اطمینان دلایا کہ "ان کی بیوی یہیں ہے۔"

سب کے آخر میں پڑوس کا ایک چھوٹا سا بچہ آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک کاپی تھی، پرکاش بابو نے کہا۔ "یہ کیا ہے بیٹے؟"

"کاپی ہے۔" "کہاں تھی؟"

چاہا ہی کب ہے کہ اس نے پیار کرنے کی ذرا بھی ہمت نہیں کر دکھاؤں گا؟

"ذرا میں تو دیکھوں ہے؟" یہ کہہ کر پرکاش بابو نے کاپی لے لی، کاپی کو پڑھ کر وہ حیرت ہی رک گئے، اور انہوں نے بچے سے کہا۔ تمہیں پیار ہی تو لکھنی ہوتی ہے میں تجھے دوسری سادی کاپی دیتا ہوں۔ انہوں نے ایک دوسری کاپی لا کر بچے کو دیدی۔

— ۳ —

وہ گوپی موہن کی ڈائری تھی پرکاش بابو نے اسے ہیم سے چھپا کر رکھی۔ ایک بار انہوں نے چاہا ذرا کھول کر دیکھوں اس میں کیا لکھا ہے۔ لیکن پھر دل سے کہا۔ نہیں کسی کی ڈائری پڑھنا پاپ ہے، انہوں نے ڈائری بند کر کے رکھدی، دو روز گذر گئے گوپی موہن واپس نہیں آئے، پرکاش بابو کے اضطراب میں اور بھی ترقی ہو گئی، تیسرے روز ہیم کہیں گئی ہوئی تھی، پرکاش بابو نے ڈائری نکال کر پڑھ ڈالی۔ بعض مندرجات حسب ذیل تھے۔ ———

۷۔ جنوری ۱۹۳۵ء

...... میرے خیالات میں پھر ہیجان ہو رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں ایک سال پہلے میں نے جو کام کیا تھا وہ غلط نہیں تھا لیکن نہ جانے کیوں مجھے اپنے اوپر غصہ آرہا ہے، جی چاہتا ہے پاس میں لیٹی ہوئی اس لڑکی کا گلا دبا دوں...... میں اُٹھ کھڑا ہوا دیکھا۔ کتنی بدصورت اور کریہہ المنظر لڑکی تھی...... ایسی لڑکی کے لئے میں نے دولت۔ ثروت اور عیش و آرام پر لات ماردی۔ ...... ———

۸۔ جنوری ......

نہ جانے کس نے کل میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ میں پاپ کرتا کرتا بچ گیا، لیکن کیا یہ پاپ ہے؟ ایسی بدصورت لڑکی سے پیچھا چھڑانے کے لئے آدمی اس کا خاتمہ نہ کردے تو اور کیا کرے؟ ایسی عورت کو تو اپنے ہاتھ سے اپنا گلا گھونٹ لینا چاہیئے جو اس لائق نہ ہو کہ اس سے کوئی محبت کرسکے اس کو جینے کا حق ہی کیا ہے؟ ...... میں نے طے کر لیا ہے میں اسے چھوڑ کر چلا جاؤں گا، ———

۹۔ جنوری ......

میں اسے یقیناً چھوڑ دونگا۔ میں اس کے ساتھ کیسی زندگی گذار سکتا ہوں۔ مجھ سے اس کی طرف دیکھا نہیں جاتا، یہ صحیح ہے کہ وہ خدمت گذار ہے وہ مزاج کی بھی شریف اور نیک ہے لیکن میں کیا کروں؟ میں اس سے محبت نہیں کرسکتا۔ میں آج ہی چلا جاؤں گا۔

۱۲۔ جنوری ......

دو روز سے دھرم شالہ میں پڑا ہوں کل آگے بڑھوں گا۔ وہ سوچتی ہوگی، کام کر کے دو چار دن میں لوٹ آئیں گے لیکن اسے کیا معلوم کہ مجھے اس سے انتہائی نفرت ہے۔ اسے معلوم ہو بھی کیسے؟ اسے تو میری محبت پر کامل اعتماد ہے، کہا کرتی ہے تم مجھ سے کبھی جدا نہیں ہوسکتے تم میرے لئے پرمیشور کا اوتار ہو۔ ———

اسے بات کرنے کا کتنا اچھا سلیقہ ہے معلوم نہیں ایسی اچھی لڑکی کو پرمیشور نے اس قدر بدشکل کیوں بنایا، بہرحال کچھ بھی ہو میں تو اب جا رہا ہوں وہ روئے گی ممکن ہے کہ وہ روتے روتے اپنے کو ہلاک کر ڈالے، وہ جو چاہے کرے میں کیا کروں؟ ———

۱۳۔ جنوری ......

آج میں جاؤں گا، کہاں جاؤں گا گھر؟ پتاجی کتنے خوش ہوں گے؟ ماں آنچل پھیلا کر مجھے اپنی گود میں چھپا لے گی، ماں! میں نے ماں کو بھی چھوڑ دیا! وہ مجھ سے کس قدر محبت کرتی تھی۔ اُف بدصورت عورت نے کس کس کو مجھ سے چھڑا دیا، میں یہ کیا کہہ رہا ہوں؟ اس نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔ میں نے خود اس کا ہاتھ پکڑا، وہ مصیبت میں پڑی ہوئی تھی اس کی اعانت و دستگیری میرا انسانی فریضہ تھا۔ کیا بدصورت عورت کو زندگی کا حق حاصل نہیں ہے۔ خود وہ کتنا بدشکل تھا؟ ———

لوگ اپنی حالت پر تو غور نہیں کرتے دوسروں کو دیکھتے ہیں۔

۱۴۔ جنوری ......

میں اسی کے پاس جا رہا ہوں میں اسے دھوکہ نہیں دے سکتا۔ دنیا سے کہوں گا میں خوبصورت ہوں تو کیا؟ میں نے جس طرح ایک بدصورت لڑکی کا ہاتھ پکڑا ہے ہمیشہ پکڑے رہوں گا۔ میرے سامنے اس کا ظاہر نہیں اس کا باطن ہے، میں جانتا ہوں کہ اس کے سیاہ جسم کے اندر کتنا روشن اور پاکیزہ دل ہے، میں حسن کا پرستار ہوں مگر بدصورتی سے نفرت نہیں کرتا۔ پانچ مہینے بعد کے کچھ مندرجات اس طرح تھے۔

۶۔ جون ......

میں نے اسے دیکھا ہے وہ بہت حسین ہے۔ میرا دل میرے قابو سے باہر ہوتا جا رہا ہے...... گھر آکر میرا دل نفرت و بیزاری سے لبریز ہو گیا۔ اُف۔ یہ کس قدر بدہیئت اور بدرنگ ہے۔ ———

...... میں جا رہا ہوں۔ اسے اپنانے کے لئے! اس میں میرے لئے کوئی دشواری نہیں ہے...... یہ تو پڑی رہے گی۔

۷۔ جون ......

آج اس نے مجھے پھر دیکھا، اور دیر تک دیکھتی رہی وہ کتنی حسین و دلفریب

[illegible] چاہیے [illegible] ورنہ [illegible]

موجود [illegible] وقت [illegible] کا [illegible]

ہیں اس کا سرخ [illegible] چہرہ کتنا دلکش ہے۔ آج وہ مجھے جس وقت دیکھ رہی تھی، معلوم ہوتا تھا اس کی آنکھوں سے شوخیاں ٹپک رہی ہیں اس کے لمبے کالے بال پشت پر لہرا رہے تھے.....

وہ یکایک بول اٹھی "آپ کو بچوں سے بڑی محبت ہے"

میں کانپ گیا تمام بدن میں ایک سنسنی سی پیدا ہو گئی، میں نے کہا۔ "میں اس طرح انسانی زندگی کا مطالعہ کرتا ہوں" وہ مسکراتی ہوئی چلی گئی میرا دل پکار اٹھا "میں تو تم سے محبت کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا"

۸۔ جون.........

میں کیا کروں؟ مجھ سے ضبط نہیں ہوتا۔ لیکن اس بدصورت لڑکی کا کیا انجام ہوگا؟ میں اس لئے اسے ساتھ لئے گھومتا پھرتا ہوں کہ مجھے سکون و اطمینان میسر آئے لیکن جہاں جاتا ہوں دل کو ایک نیا روگ لگ جاتا ہے..... یہ مرے ہیں اس کے لئے اپنی بقیہ زندگی کو بھی تباہ نہیں کر سکتا۔ یہ شادی نہیں ہے شادی تو دو آزاد روحوں کے ملاپ کا نام ہے میں اس کے لئے آزاد ہوں کہ اپنے لئے ایک شریک زندگی کا انتخاب کر لوں..... اور میں اس کا انتخاب کروں گا۔

یہ بھی چاہے تو رہ سکتی ہے میں اسے خود علیحدہ نہ کروں گا، کھانا کپڑا بھی دوں گا اس سے زیادہ اسے چاہیئے کیا۔

۹۔ جون.........

آج میری بیوی میرے پاس آئی بولی "میں دیکھتی ہوں تم بہت اداس ہو، کہیں گھوم کیوں نہیں آتے، مجھے ہنسی آگئی اس موقع پر مجھے ہمیشہ ہنسی آجایا کرتی ہے۔ لیکن اس ہنسی کی تہ میں ایک رونا پوشیدہ ہوتا ہے، میں نے کہا۔ کوئی خاص بات نہیں ہے اپنا کام دیکھو" لیکن کوئی خاص بات نہیں ہے اسکی حقیقت سے میں بھی واقف ہوں اور شاید وہ بھی۔

۱۰۔ جون.........

آج وہ پھر آئی اس کا چہرہ اداس ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے حزن و ملال ہویدا تھا۔ بولی "آپ بتاتے کیوں نہیں۔ کیا بات ہے؟ میں آپ کو اس طرح افسردہ اور فکرمند نہیں دیکھ سکتی...."

میں چپ چاپ اس کی صورت دیکھتا رہا،

وہ رو کر کہنے لگی "آپ کے دل میں جو بات ہو بتا دیجئے، میں وہی کروں گی جس میں آپ کی خوشی ہوگی میں آپ کو کسی کام سے روکوں گی نہیں"

[illegible] گئی، میں نے کانپتے [illegible]

[illegible] کی گئی

عجیب ہے کہ اس کے استقلال میں اب بھی فرق نہیں آیا پرکاش بابو نے بے تکلفی سے [illegible] کہ [illegible] نہیں میں اپنے [illegible] کے لئے سب کچھ کر سکتی ہوں آپ خوشی سے جا سکتے ہیں"

میں اس کی آنکھوں کی طرف دیکھ کر کانپ اٹھا میرا دل پانی پانی ہو گیا میں نے کہا "میں پاپی ہوں تم مجھے معاف کر دو....."

معلوم نہیں میں کب گرا اور اس نے مجھے کب اپنی آغوش میں اٹھایا میں نے صرف اس کا اتنا کہنا سنا۔

"تمہیں تو پاپ کی ہوا بھی نہیں لگ سکتی، تم دیوتا ہو اور دیوتا کو پاپ سے کیا واسطہ؟"

یہاں پہنچ کر ڈائری ختم ہو گئی پرکاش نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے اسے بند کر دیا ان کا دل بھر آیا وہ خیالات کی ایک عجیب کشمکش میں مبتلا ہو گئے، لیکن ان کے لئے کسی فیصلے پر پہنچنا دشوار ہو رہا تھا، ڈائری کا گوپی موہن پڑوسی گوپی موہن سے بالکل جدا نظر آ رہا تھا، شاید تمام انسانوں کا یہی حال ہے، سب کے ظاہر و باطن میں اسی طرح اختلاف و تفاوت ہوتا ہے۔

ان کا دل شکوک و شبہات سے لبریز ہو گیا وہ آہستہ آہستہ کمرے میں ٹہلنے لگے، وہ آپ ہی آپ سوال کرتے کہ گوپی موہن ایسا ہے اور خود ہی جواب دیتے کہ ہاں ایسا ہی ہے' خیالات کا اسقدر ہجوم تھا کہ وہ اس سے زیادہ کچھ طے ہی نہ کر سکتے تھے۔

یکایک کسی نے نیچے سے کہا "گوپی موہن آگئے"

ہیم بھی ہانپتی ہوئی بولی "ان کی بیوی ابھی ابھی کہہ رہی تھی، کہ وہ آج ضرور آئیں گے لو وہ آ بھی گئے"

پرکاش بابو نے اسی طرح کھڑے کھڑے کھڑکی سے نیچے دیکھا گوپی موہن تانگے والے کو پیسے دے رہا تھا، اس کی آنکھیں اسی طرح خوشی سے لبریز تھیں، اس کا چہرہ ہمیشہ کی طرح شگفتہ تھا،

پرکاش بابو نے چلا کر کہا "گوپی موہن آگئے تم؟"

گوپی موہن نے اوپر دیکھا جیسے وہ سراپا شکر و امتنان ہو رہا ہو۔ بولا "پرنام بھائی صاحب! گھر گیا تھا دل نہیں لگا اسی واپس چلا آیا"

پھر وہ بیگ سنبھال کر اپنے گھر میں چلا گیا"

عجب زندگی ہے

ریڈیو اسٹیشن دہلی ۱۴ نومبر ۱۹۳۸ء | محترمی ایڈیٹر صاحب
سلام مسنون۔ والا نامہ کئی دن سے آیا ہوا ہے۔ سچ میں شرمندہ ہوں گیا ہوں۔ ایک نظم ہو گئی ہے جو محض مستقبل کے لئے ہے اور غیر مطبوعہ ہے۔ بھیج رہا ہوں۔ قبول فرمائیے کوئی اور خدمت۔
آپ کا بہزاد لکھنوی

خلش میں مزا ہے نہ غم میں مزا ہے
نہ اب عشق کے زیر و بم میں مزا ہے
تڑپ میں نہ اب کیف و کم میں مزا ہے ۔ عجب زندگی ہے

جو آہیں بھروں بھی تو تسکیں نہیں ہے
دعائیں کروں بھی تو تسکیں نہیں ہے
یقیناً مروں بھی تو تسکیں نہیں ہے ۔ عجب زندگی ہے

یہ رنگین منظر بھی بے کیف سے ہیں
قسم ہے گل تر بھی بے کیف سے ہیں
وہ بام اور وہ در بھی بے کیف سے ہیں ۔ عجب زندگی ہے

زمانے کی رنگت سے گھبرا رہا ہوں
ہر اک رنج و راحت سے گھبرا رہا ہوں
کسی کی محبت سے گھبرا رہا ہوں ۔ عجب زندگی ہے

جہانِ محبت میں ناشاد ہوں میں
خدا جانتا ہے کہ برباد ہوں میں
کسی کے تصدق میں بہزاد ہوں میں عجب زندگی ہے

قرب و دوری

از جناب ظفر زبیری صاحب (گورکھپور)

دوڑتا جاتا ہے منزل کی طرف طوفان میل
دیکھتی ہیں میری نظریں سینکڑوں قدرت کے کھیل
فلم ہی کی طرح منظر دیکھتا ہوں بے شمار ———
وادیاں، کہسار، میداں، کھیت، ٹیلے، مرغزار ———
——— پاس ہو کر جو کسی شے سے گزر جاتا ہوں میں
——— اک جھلک کیا، اک جھلک سی دیکھنے پاتا ہوں میں
دور ہوتا ہے نگاہوں سے اگر منظر کوئی ———
محو نظارہ مجھے رکھتا ہے کچھ عرصہ وہی ———
قرب ہوتا ہے تو ہو جاتا ہوں فوراً ہی جدا
اور لطفِ دید کو کرتی ہے دوری دیرپا
زندگانی کا سفر درپیش ہے تجھ کو ظفر ———
کوئی منظر راہ میں آئے جو فردوسِ نظر" ———
——— دعوتِ نظارہ دیں رعنائیاں جس کی تجھے
——— مائل بیخود کریں زیبائیاں جس کی تجھے
دید سے جس کی چمک اٹھے ترا ذوقِ نظر ———
مسکرائیں دیکھ کر جس کو ترے قلب و جگر ———
——— تجھ کو خواہش ہو کہ دل کی بے کلی کچھ دور ہو
——— تیری چشمِ شوق آسودہ ہو اور مسرور ہو
ہو اگر منظور کچھ لمحات تسکینِ نگاہ ———
ہے اگر یہ آرزو صدموں سے مل جائے پناہ ———
——— گر نہ چاہے اپنے چشم و دل کی مرگِ ناگہاں"
——— یک بیک گر شوق کا برہم نہ کرنا ہو جہاں
گر نہ دے گر فریبِ قرب منظر دیکھنا
دیکھنا ہر شے کو لیکن دور رہ کر دیکھنا

مرد غلام ہے یا عورت

حضرت رام نحری کے قلم سے

دورِ حاضرہ کو تہذیبِ نسواں کہا جائے تو غلط نہ ہوگا جہاں دیکھئے اور جس پہلو سے دیکھئے آپ کو عورتوں کا رسوخ و اثر اور غلبہ و تصرف نظر آئے گا، قدرت نے عورتوں کے لئے زندگی کا ایک میدان مخصوص کر دیا تھا مگر اس زمانے کی عورتیں کسی حد و تعین کی پابند نہیں، وہ تمام حدود تعینات کو توڑ ڈالنا ہی کمالِ نسوانیت سمجھتی ہیں، اور بغیر کسی امتیاز و تفریق کے زندگی کے ہر شعبے پر چھا جانا چاہتی ہیں، ———

اب سے پہلے عورتوں کو گھر کی چہار دیواری کے باہر کی دُنیا سے کوئی تعلق نہ تھا، مگر موجودہ دور کی عورت پہلے گھر سے نکل کر اسکولوں اور کالجوں میں پہنچی، وہاں سے اس نے دفتروں اور کارخانوں کا رُخ کیا اسکے بعد عدالتوں اور کونسلوں پر حملہ آور ہوئی اور اب تو وہ آسمان پر بھی اُڑ رہی ہے، ———

ایک طرف عورتوں کی یہ حوصلہ مندی اور اولوالعزمی ہے اور دوسری جانب مردوں کی پست حوصلگی و پست ہمتی کہ وہ جیسے عورتوں کے بغیر کچھ کر ہی نہیں سکتے، وہ ہر کام میں عورتوں کے محتاج نظر آتے ہیں، اُن کا عقیدہ سا ہو گیا ہے کہ جس کام میں عورتوں کا حصہ نہ ہوگا وہ کامیاب ہو ہی نہیں سکتا ساری دُنیا کو جانے دیجئے، اربابِ جرائد و رسائل ہی کو دیکھئے، وہ جب تک عورتوں کی تصویروں سے سرِ صفحہ کو زینت نہ دیں اور سادہ و رنگین تصویریں نہ لگائیں اپنے جرائد و رسائل کو کامیاب بنا ہی نہیں سکتے۔ اور اب تو ہر اخبار اور رسالہ کے لئے ضروری ہو گیا ہے کہ جہاں وہ سال میں سالگرہ نمبر، خاص نمبر، بہار نمبر، قلم نمبر، افسانہ نمبر، ڈرامہ نمبر، ضبطِ تولید نمبر، دق نمبر، بچہ نمبر، یہ نمبر، وہ نمبر، چنان نمبر، چنیں نمبر، وغیرہ وغیرہ نمبر نکالتا ہے وہاں ایک عورت نمبر بھی شائع کرے لیکن مرد نمبر نکالنے کی کسی بندہ خدا کو توفیق نہیں ہوتی یہ مردوں کی پرلے سرے کی نامردی اور عورت پرستی نہیں تو اور کیا ہے؟ ———

میں مبارک باد دوں گا اور پسند قدر کروں اور تعریف کروں گا انکی [illegible]

"مرد نمبر" بھی شائع کر رہے ہیں اور عورتوں کے حامیوں کی طرح مردوں کے حامیوں کو بھی اظہارِ خیال کا موقع دے رہے ہیں۔ ———

مردوں اور عورتوں کے باہمی تعلقات کے مسئلہ نے فی زمانہ حد درجہ غلط اور خلافِ حقیقت حیثیت حاصل کر لی ہے ایک عالمگیر ہنگامہ برپا ہے کہ مرد نے عورت کو لونڈی بنا رکھا ہے لیکن اس ہنگامے کو اصلیت سے اتنا ہی بعد ہے جتنا مشرق سے مغرب کو، شمال سے جنوب کو، بلکہ زمین سے آسمان کو، واقعہ تو یہ ہے کہ عورت مرد کی لونڈی نہیں بلکہ مرد عورت کا غلام ہے۔ ———

یہ پروپیگنڈے کا زمانہ ہے ہر فریق اپنی مقصد برآری کیلئے پروپیگنڈے سے کام لیتا ہے اس کی مطلق پروا نہیں کرتا کہ حق کیا ہے اور ناحق کیا؟ اسے محض اپنے کام سے کام ہوتا ہے۔ مردوں کے خلاف اور عورتوں کی حمایت میں جو شور و غوغا کیا جا رہا ہے وہ بھی ایک غلط اور بے اصل پروپیگنڈے سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔

لیکن تعجب ہے مردوں کی واڑھوں دماغی پر کہ عورتوں سے زیادہ یہی عورتوں کی حمایت میں گلے پھاڑ رہے ہیں اور اپنے ہی ہاتھوں اپنی آزادی اور اپنی عافیت و سلامتی کا خون کر رہے ہیں۔

مجھے معلوم ہے کہ عورتوں کی حمایت میں چیخنے چلانے والے اور آزادیٔ نسواں کا نعرہ لگانے والے مرد کس قماش کے ہیں یہ وہ حضرات ہیں جو ایک طرف تو عورتوں کی آزادی کے حامی بن کر دُنیا سے روشن خیالی اور فراخ دلی کا طرۂ امتیاز حاصل کرنا چاہتے ہیں اور دوسری طرف عورتوں کو مطلق العنان اور ہر قید و بند سے معرا کرکے اپنی شہوانی تحریکات و تحریصات کو کامیاب بنانے اور بروئے کار لانے کے خواہشمند ہیں، ———

مجھے یہاں ایک قصہ یاد آتا ہے، کسی کالج میں ایک نوجوان پڑھتا تھا جو اپنے دوستوں میں ہر وقت عورتوں کی حمایت و ہمدردی پر لکچر دیتا رہتا تھا، ———

اس کالج کے پروفیسر کی ایک حسین و جمیل لڑکی تھی [illegible]

[illegible] اس نوجوان کو جو اچھے خاصے [illegible] حامی بنا تھا، اس نے پروفیسر صاحب کے پاس جا کر کہا کہ اگر آپ پسند کریں تو میں آپ کی لڑکی سے شادی کر لینے کو تیار ہوں۔

پروفیسر صاحب کو بھی معلوم تھا کہ وہ عورتوں کا حامی و ہمدرد ہے اس لئے وہ اس کے ساتھ اپنی لڑکی کی شادی کرنے کے لئے تیار ہو گئے، کالج کے دوسرے نوجوانوں کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے بھی اس کے خلوص و ایثار کی بہت تعریف کی اور انہوں نے چندہ کر کے اس کی بارات کا نہایت شاندار جلوس نکالا، اس کے نام کے نعرے لگائے بڑی دھوم دھام سے شادی کی تقریب انجام پائی، لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ وہ اس لڑکی کو بہت دنوں سے چاہتا تھا اور اسی لئے اس سے شادی کرنے پر تیار ہو گیا۔

کالج کے اسی نوجوان کے قسم کے لوگ آزادی نسواں کی حمایت کر رہے ہیں، عورتوں کی حمایت کے غلط پروپیگنڈے نے مردوں کو جس طرح غلط فہمی میں مبتلا کر رکھا ہے اس سے میں بے خبر نہیں ہوں اس لئے مجھے تعجب ہو گا اگر کچھ لوگوں کو میری باتیں عجیب سی معلوم ہوں اس خیال کے پیش نظر میں ضروری سمجھتا ہوں کہ بعض حقائق کو ذرا وضاحت کے ساتھ پیش کر دوں،

ایک باپ کو جب اپنی بیٹی کے لئے شوہر کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ ایک ایسے نوجوان کا جویاں ہوتا ہے جو علم و فضل عقل و رائے، دولت و شہرت، ثروت و عزت، غرض ہر امتیازی شے کا مالک ہو مگر وہ ایسا ہو کہ اپنی تمام صلاحیت و قابلیت کو اس لڑکی کی محکومیت و غلامی اور رضا و خوشنودی کے لئے وقف کر دے، جس باپ کی لڑکی زیادہ نازپروردہ اور لاڈلی ہوتی ہے، وہ اپنی لڑکی کے لئے زیادہ سے زیادہ غلام قسم کے نوجوان کی جستجو کرتا ہے تاکہ وہ بیل کی طرح محنت و مشقت کرے، بیل کی طرح کمائے اور بیل ہی کی طرح اس کی بیٹی کے سامنے ہمیشہ گردن جھکائے رہے۔

شادی بظاہر ایک نہایت رنگین اور دلکش لفظ ہے، ہر مرد جب سے ہوش سنبھالتا ہے جوان ہونے تک اپنے دل میں شادی کے متعلق نہ جانے کتنی تمنائیں اور امنگیں کی پرورش کرتا رہتا ہے، لیکن [illegible]

[illegible] کا جواب کو [illegible]

شادی کے بعد بتدریج مرد پر عورت کا غلبہ ہوتا چلا جاتا ہے اور فرائض غلامی سخت سے سخت تر ہوتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ بیوی کی رضا و خوشنودی اس کی زندگی کا واحد نصب العین بن جاتی ہے مگر وہ مرتے دم تک اس نصب العین تک پہنچ نہیں سکتا، بیوی کی لامتناہی فرمائشیں کبھی ختم ہی ہونے کو نہیں آتیں، مرد تجارت کرتا ہے۔ لڑکے پڑھاتا ہے، دوا بیچتا ہے اخبار نکالتا ہے۔ مضمون لکھتا ہے ریڈیو پر گاتا ہے "میرا خدا کہاں گیا میرے خدا کو کیا ہوا؟" پارٹ کرتا ہے، چوری کرتا ہے، ڈاکے مارتا ہے، ملازم روزی تک بن جاتا ہے، مگر بیوی کو خوش اور مطمئن کرنے میں کامیاب نہیں ہوتا، تیوری کے ایک نئے بل، پیشانی کی ایک نئی شکن، ہونٹوں کی ایک نئی بناوٹ کے ساتھ، ساری، جمپر، جوتی، چپل، اوڑھنی، لہنگا، قمیص یا جامہ، کڑے چھڑے، کنگن چوڑی۔ ایرنگ بالی۔ طوق و گلوبند، تیل کنگھی، لپ سٹک لیونڈر وغیرہ وغیرہ کی ایک نئی فرمائش وارد و صادر ہوتی رہتی ہے۔

اب آپ ہی خدا لگتی کہئے کہ عورت مرد کی لونڈی ہے یا مرد عورت کا غلام؟

اب ذرا ایک نظر ان خرابیوں پر بھی ڈال لیجئے۔ جن کی بنا پر مردوں کو منہ بھر بھر کر کوسا جاتا ہے۔ اور مورد طعن و تشنیع بنایا جاتا ہے ان خرابیوں میں کمسنی کی شادی، پردہ، ناخواندگی۔ مردوں کا تعدد ازدواج وغیرہ وغیرہ کو امتیازی حیثیت حاصل ہے،

کمسنی کی شادی کی حقیقت پر غور فرمائیے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ اس کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ لڑکی کے لئے جلد از جلد ایک ناخریدہ غلام کا بندوبست ہو جائے۔ والدین جہاں بیٹے کو بچپن ہی سے پڑھاتے لکھاتے اور صنعت و دستکاری کی تعلیم دلاتے ہیں تاکہ اس کی آئندہ زندگی آئندہ آرام و اطمینان سے گزرے وہاں بیٹی کو کمسنی ہی میں بیاہ دیتے ہیں تاکہ جب وہ بلوغ کی عمر کو پہنچے، تو اسے کھلانے پہنانے اس کی زندگی کی دوسری ضرورتیں پوری کرنے اور اس کے ناز اٹھانے کے لئے ایک قانونی سماجی اور مذہبی غلام تیار رہے۔

آپ پردے کا کیا مطلب سمجھتے ہیں؟ اس کی حقیقت کیا ہے!

آپ اس پردے کے پیچھے جھانک کر دیکھیں [illegible]

کا [illegible] عورت [illegible] کی [illegible] ہے
کہ عورت [illegible] کی [illegible] مرد [illegible]
موم، گھونگھٹ [illegible] بیگم صاحبہ [illegible]
اور خدا جانے کیا کیا بنی آرام و عافیت سے گھر میں بیٹھی رہے گی پان کھائے گی، بال بنائے گی، چوٹی گوندھے گی۔ ناخن رنگے گی پوڈر لپ سٹک لگائے گی، فونوگراف بجائے گی۔ ریڈیو سنے گی "مست قلندر" کا عورت نمبر پڑھے گی" مرد نمبر ملاحظہ فرمائے گی۔ کرسی پلنگ توڑے گی مرد پر حکم چلائے گی۔ مرد اس کا غلام تو ہے ہی وہ باہر جائے گا تجارت اور کاروبار کریگا۔ ملازمت اور چاکری کریگا محنت و مشقت کرے گا۔ لڑے گا جھگڑے گا پٹے گا دھکے کھائے گا اور سو جتن کر کے عورت کے تحت حکومت کو برقرار رکھے گا ـــــــ

ہاں صاحب یہ صحیح ہے کہ مردوں کی نسبت عورتوں میں تعلیم کم ہے اس میں بھی شک نہیں کہ باپ بیٹے کی تعلیم پر جس قدر خرچ کرتا ہے بیٹی کی تعلیم پر خرچ نہیں کرتا۔ لیکن قابل غور امر یہ ہے کہ بیٹے کو تو پڑھ لکھ کر عورت کی غلامی کرنی ہے۔ بیٹی کو کیا کرنا ہے؟ باپ جہیز کے زور پر اس کے لئے شوہر خاوند پتی دلہا وغیرہ کے نام کا ایک اچھا سا غلام خرید دیگا۔ جو اس کی تمام ضرورتوں کا کفیل اور ذمہ دار ہوگا، اس کے لئے کھانے پینے پہننے سنورنے سیر و تفریح غرض ہر ضرورت کی چیزیں اور ہر ضرورت کے سامان فراہم کرے گا۔ ـــــــ

ان حالات میں عورتوں کی تعلیم کی ضرورت ہی نہ تھی۔ موجودہ زمانے میں البتہ تعلیم نسواں کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے وہ یوں کہ مردوں میں تعلیم ترقی کر گئی ہے، اور تعلیم کا معیار بھی بلند ہو گیا ہے مردوں پر ناخواندہ عورتیں اچھی طرح حکومت نہیں کر سکتیں، اس لئے ضرورت ہے کہ اب عورتیں ملا رموزی کی بیوی نمبر وَن کی قسم کی پڑھی لکھی ہوں تاکہ مردوں پر اچھی طرح حکومت کر سکیں۔ ـــــــ

اب آئیے تعدد ازدواج کے مسئلے پر غور کریں، تعدد ازدواج کیلئے غریب مردوں کو لعنت و ملامت کرنا کتنا بڑا ظلم ہے۔ وہ بدنصیب ایک سے زیادہ شادی کر کے ایک سے زیادہ عورت کا غلام بن جاتا ہے اس کی محکومیت و غلامی کی ذمہ داریاں اور بڑھ جاتی ہیں پہلے اس پر ایک عورت کی حکومت ہوتی ہے اب ایک سے زیادہ عورتیں اس پر حکمراں ہو جاتی ہیں۔ بتائیے تعدد ازدواج میں مردوں کا فائدہ ہے یا عورتوں کا؟ ـــــــ

پھر یہ بھی تو سوچئے کہ جو مرد ایک سے زیادہ شادیاں کرتا ہے کیا وہ

عورتوں کی [illegible] حکومت [illegible] کی [illegible]
اگر آپ مفلس [illegible] ہیں اور آپ کے گھر میں [illegible]
کے لئے کافی مال و دولت نہیں ہے تو بھلا آپ کو [illegible]
شادی۔ دیکھیں تو کون عورت آپ کی بیوی [illegible]
ہوتی ہے۔ میں تو کہتا ہوں آپ ایک شادی کے [illegible] رہ جائیں گے۔ کوئی عورت آپ کی بیوی بننا منظور نہ کرے گی ہاں اور بات ہے کہ آپکے نصیب سے آپ سے بھی گئی گذری کوئی عورت مل جائے اور وہ آپ سے شادی کر لے،

آخر مردوں پر حکومت کرنے کا جذبہ تو ہر عورت میں موجود ہی ہوتا ہے خواہ وہ امیر زادی ہو یا کسی گداگر کی چھوکری۔ اس لئے اگر اسے کوئی اور مرد نہیں ملتا تو آپ ہی سہی، اسے ایک نہ ایک غلام تو بہرحال چاہیئے، غلام کے بغیر تو وہ رہ ہی نہیں سکتی۔
جہاں مٹھائی ہوتی ہے مکھیاں خود بخود پہنچ جاتی ہیں۔ جس مرد کے پاس دولت و جائیداد ہوتی ہے ایک سے زیادہ عورتیں خوشی سے اسکی بیوی بننے پر تیار ہو جاتی ہیں۔ میں اور آپ ایک سے زیادہ شادیاں کرنی چاہیں اور ہمیں عورتیں مل جائیں تو ہم جانیں، جو چیز تعداد ازدواج کے نام سے آپ کی سوسائٹی اور آپکے جرائد و رسائل کے عورت نمبر میں حد سے زیادہ بدنام ہو چکی ہے وہ درحقیقت عورتوں کی ایک پرائیویٹ جمہوریہ ہے لیکن یہ عورتوں کی ہشیارانہ ڈپلومیسی ہے کہ وہ مردوں کے خلاف شور کرتی رہتی ہیں۔ وہ سُنا نہیں ہے آپ نے تریا چرتر، یہ عورتیں ہمارا ہی کھاتی ہیں ہمارا ہی پہنتی ہیں اور ہمارے ہی خلاف جلسے اور کانفرنسیں کر کے ریزولیشن پاس کرتی ہیں۔ ہماری بلی اور ہمیں کو میاؤں۔ کہاں ہیں بھی عزائیں بھی، بہرحال۔
آپ عورتوں کے خلاف مردوں کی جس شکایت کا بھی تجزیہ کریں گے اس میں عورتوں کا مفاد مخفی پائیں گے۔ سوسائٹی اور سماج کی اس قسم کی کوئی خرابی نہیں جو عورتوں کے مفاد کی بنا پر وجود میں نہ آئی ہو، یا جو عورتوں کے مفاد سے خالی ہو، اور اب جن مراسم و مروجات کے خلاف آواز بھی اٹھائی جا رہی ہے تو وہ بھی عورتوں ہی کے مفاد کے پیش نظر، لڑکیوں کی شادی کمسنی میں نہ کی جائے تاکہ وہ خود اپنے لئے بہتر سے بہتر غلام کا انتخاب کر سکیں، انہیں تعلیم دلائی جائے تاکہ مردوں پر بہتر سے بہتر طور پر اور حکمت عملی کے ساتھ حکومت کر سکیں انہیں پردے سے آزاد کر دیا جائے تاکہ وہ حدود و تعینات سے [illegible] ہو کر اپنے قبضہ و تصرف کو وسعت دے سکیں یا یوں سمجھئے کہ [illegible]

(بقیہ صفحہ ۳۱ پر ملاحظہ کیجئے)

مرد

قالب خاکی میں تیرے رُوحِ فطرت ہے نہاں!
محفلِ عالم ہے جلووں میں ترے کھوئی ہوئی؛
تیری ہستی ہے سراپا نازشِ بزمِ جہاں!
گرمی آغوش میں فطرت بھی ہے سوئی ہوئی!

باعثِ کیف و نظر تیرا ہر اک انداز ہے!!
نغمہ پرواز مسرت زندگی کا ساز ہے!!

لیکن اے مردِ جہاں کیا بات ہے تُو وہ نہیں؛
باعثِ صد فخر تھی عظمت تری رفعت تری!
معترف تھی ساری دُنیا شان و شوکت کی ترے؛
حوصلہ عالی، ترا عزم و ارادہ استوار!
اپنے بل بوتے پہ کمزوروں کا رکھتا تھا خیال؛
جس کی عظمت میں جھکائی تھیں فرشتوں نے جبیں!
چارسو عالم میں تھی پھیلی ہوئی شہرت تری!
پاسداری تھی جہاں والوں کو عزت کی ترے!
تھا زمانہ میں ترا مانا ہوا رعب و وقار!
تیرے آگے طاقتوں کا سر اٹھانا تھا محال!

جُرأت و ہمت تری فطرت کا جزوِ خاص تھا!!
سچ تو یہ ہے تجھکو بھی مردانگی کا پاس تھا!!

رفتہ رفتہ پھر تری فطرت بدلتی ہی گئی
کیوں ہوا پھر ننگِ عالم دہر میں تیرا وجود؟
کس لئے ہے آج دُنیا میں ذلیل و خوار تو؟
کس لئے بدلا ہوا ہے تیری فطرت کا مزاج؟
کیا ہوئی وہ تیری رفعت کیا ہوا عزم و وقار!
تیرا قول و فعل ممنونِ عمل ہوتا نہیں
پست نالے کس لئے ہیں، حوصلے کیوں مضمحل؟
برتری و افضلیت کا تو ہے تجھکو وثوق؟
کس لئے رہتی ہے نالاں تجھ سے دُنیائے لطیف؟
اپنی طاقت پر ہے تجھکو ناز بیجا کس لئے؟
اقتضائے فطرت کا تیری رامش و رنگ و نشاط؛
بزمِ رقصاں، کیف ساغر اور تو صہبا بہ لب
خود پرستی نفس کے سانچہ میں ڈھلتی ہی گئی
کیوں نظر کی وسعتیں پھر ہوئیں پابندِ حدود؟
فطرتِ آزاد کو کیوں بھا گیا طوقِ گلو؟
کیوں ترا ہر ہر نفس ہستی سے لیتا ہے خراج؟
کس لئے دُنیا نہیں کرتی ہے تیرا اعتبار؟
"اشرف المخلوق" کہلانیکا تجھکو حق نہیں
کیوں عرق آلود پیشانی ہے تیری منفعل؟
پھر غصب کیوں کر لئے ہیں صنفِ نازک کے حقوق؟
نام تیرا رکھ دیا ہے کس لئے "صنعتِ کثیف"؟
ہر عمل منت کشِ فردا ہے تیرا کس لئے؟
زیست کو سمجھا ہے کیوں کیف و سرود و انبساط؟
سچ بتا اے مردِ غافل ہوش میں آئیگا کب؟

مرد ہے تو مرد! اسکا پاس ہونا چاہیئے!!
اور تجھ کو فطرت شناس ہونا چاہیئے!!

ــــــ سیفی

۱؎ مصوری لعنت ہے [illegible] میں اس کی تانیہ کو جائز سمجھتا ہوں۔ کنور [illegible]

میری بیداری

اثر خامہ جنابہ بیگم فروغ صاحبہ تسنیم لکھنوی

"مرد ایک بے وفا۔ خود غرض مطلب آشنا۔ جابر۔ ظالم۔ خود سر، جامۂ انسانی میں چھپے ہوئے ایک خونخوار درندے کا نام مرد ہے" مہ جبیں جہاں نے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے نفرت و حقارت کی جملہ علامات کا اپنے چہرہ سے اظہار کرتے ہوئے کہا ——————

"مرد وفا کیش۔ غیرتمند، خاموش طینت۔ شریف فطرت۔ رحم دل۔ کم سخن۔ فیاض منش۔ بلند حوصلہ۔ دور اندیش۔ پابند صلاح پیکر عصمت و یزدانی کا نام مرد ہے" جوان العمر مسز نعیم نے نہایت متانت سے مہ جبیں جہاں کے چہرہ کی طرف جس کا رنگ مسز نعیم کے ہر ہر لفظ پر متغیر ہوتا جا رہا تھا اپنی سکون آمیز نظریں جماتے ہوئے کہا۔

"میں آپ کے تخیلات کو غلط کہنے کی جرأت نہیں کرتی" مہ جبیں جہاں نے ذرا بگڑتے ہوئے کہا "کیونکہ ہر شخص اپنے زاویۂ نظر کا مختار ہوتا ہے۔ لیکن واضح رہے کہ فیصلہ ہمیشہ کثرت پر ہوتا ہے۔ نہ کہ قلت پر آج اس دنیا میں ان عورتوں کی تعداد جو سکون و مسرت لمحاتِ زندگی سے ہمکنار ہیں۔ انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے۔ برخلاف اس کے آماجگاہِ تیر حوادث مبتلائے مصیبت۔ پیکر درد و غم، وقفِ سوز و درد ناآشنائے مسرت ناواقف سکون عورتوں کی صحیح تعداد معلوم کرنا ویسی ہی مشکل ہے جیسے آسمان کے تاروں کی اور ان حالات کو جانتے ہوئے میں تو کیا غالباً کوئی ذراسی عقل رکھنے والی ہستی آپ کے شخصی خیالات کو کلیۃً نہیں قرار دے سکتی"

"بہن خفا نہ ہو" مسز نعیم نے اپنے خوشنما لبوں سے تبسم کا اظہار کرتے ہوئے کہا "دنیا میں مختلف ذہنیت کے لوگ پیدا ہوئے ہیں بعض ایسے ہیں جو دوسروں کے الفاظ سے متاثر ہو کر اعتراف شکست کرتے ہیں۔ مگر کچھ ایسے بھی ہیں جو یہ دیکھ کر کہ ایک ہستی غلط فہمی کا شکار ہوتے ہوئے عدم معلومات کے گہرے اور خوفناک سمندر میں ڈوبی جا رہی ہے۔ اسکو سہارا دیکر ابھارتے اور بکوشش ساحل حقیقت پر لے آتے ہیں، ایسے موقع پر گو ان کو بہت کچھ تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مگر وہ ان تکالیف کا بصبر و سکون مقابلہ کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ تم کو یقین نہ آئے اور شاید تم اسے تعلّی سے تعبیر کرو۔ مگر اظہار حقیقت سے گریز کرنا ایک اخلاقی گناہ ہے اس لئے میں بلا تامل کہنے پر آمادہ ہوں کہ میں ان لوگوں میں سے ایک ہوں بہن اگر ہم دھوپ کو دھندلے رنگ کا چشمہ لگا کر دیکھیں اور اسکا درخشاں جلوہ ہم کو تابندہ نظر نہ آئے تو یہ دھوپ کا نہیں بلکہ سراسر ہماری عقل کا قصور ہے برخلاف اس کے کمزور نظر بھی صاف و شفاف شیشہ والی عینک کی مدد سے اسکے نظارہ زریں سے بہرہ اندوز ہو سکتا ہے، اسی طرح مرد کی صفات دیکھنے کے لئے اگر ہم خود پرستی، ضد، حسد، اسراف بیجا، فضول خرچی بد مزاجی۔ خود ستائی، نا فرض شناسی اور خود داری کو دور کر دیں۔ تو یقین فرمایئے کہ مرد انہیں اوصاف سے مزین نظر آئیگا جنکا میں پہلے ذکر کر چکی ہوں۔ بہن جو تم نے مرد کے متعلق رائے قائم کی ہے وہ سراسر تمہاری کمزوری ہے، یاد رکھو اگر آئینہ صاف ہے تو اس میں پڑنے والا عکس بھی شفاف ہوگا۔ لیکن اگر آئینہ مکدر ہے تو اس میں دیکھی جانیوالی صورت کسی طرح صاف نہیں ہو سکتی، عام طور پر لوگ اپنے تجربات زندگی کے درخشاں پہلو کو بیان کرتے ہیں، مگر میرا مقصد قطعی مختلف ہے۔ اسلئے سنو میں تم کو ہی نہیں بلکہ اپنی موجودہ تمام بہنوں کو (سب پر ایک نظر ڈالتے ہوئے) ایک اصلاحی لحدس دینے کی نیت سے اپنی ذمہ دار زندگی کی سرگزشت سناتی ہوں۔ اور ساتھ ہی ساتھ یقین کرتی ہوں کہ جملہ خواتین اسے بگوشِ ہوش سننے کی زحمت گوارا فرما دیں گی"

"میں اپنے والدین کی اکلوتی اور آخری لڑکی ہوں، میرے تمام بھائی صغر سنی ہی میں گلزار جنت کی معصوم فضاؤں میں گلگشت کرنے کے لئے سدھار کر ماں باپ کے دل کو لالہ زار بنا چکے تھے اس صورت میں کس قدر ناز و نعم سے میری پرورش ہوئی، اسکا تصور آپ بآسانی کر سکتی ہیں، صرف جا ہی نہیں بلکہ ہر بیجا خواہش بھی پوری کی جاتی تھی۔ تادیباً اشارۃً بھی مجھے کچھ نہ کہا جاتا تھا، میری خود سری دیکھ کر ابا جان اکثر دبے الفاظ میں میرے مستقبل کو روشن بنانے کو اماں جان کو ہدایت کرتے تھے۔ مگر وہ میری ایک ہی تو بچی ہے یہ کہکر

ابا جان کرنا معمول کر دیتی تھیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ میری فطرت اور مزاج میں شگفتگی کا عنصر بالکل ہی معدوم ہو گیا۔ مگر اماں جان کے خوف سے کوئی بھی میرے خلاف لب کشائی پر آمادہ نہ ہوا۔ عمر کے ساتھ ساتھ ضد اور سرکشی اور خود سری میری طبیعت میں راسخ ہوتی گئی۔ معمولی ضد بد کے سوا اس لاڈ اور پیار کی بدولت میں زیور علم سے بھی عاری رہی۔ یہاں تک کہ وہ زمانہ آگیا جبکہ دوسروں نے یہ کہا کہ میں سیانی ہو گئی ہوں مگر عادات کے اعتبار سے میں ایک کمسن بچہ کی حیثیت سے متجاوز نہیں ہوئی۔

اماں جان اور ابا جان دونوں کو میری شادی کا بڑا ارمان تھا۔ چونکہ اماں جان اپنی شادی کے دورِ اولین میں اپنی خوشدامن کے ساتھ رہکر بہت تلخ تجربات حاصل کر چکی تھیں۔ اس لئے ان کا یہ خیال تھا کہ میری نسبت اس گھر میں کی جائے جہاں ان ہولناک مناظر سے مجھے سابقہ نہ پڑے۔ بہت کوشش کے بعد ایک جگہ ان کی حسب مرضی میری بات چیت طے پائی۔ اور نہایت شان و شوکت و فراخدلی سے میں ایک ہستی کی شریک زندگی بنادی گئی۔ لیکن پاس پڑوس اور خاندان کی اکثر جاہل ناعاقبت اندیش لڑکیوں نے شادی سے قبل میرے کان میں یہ افسون پھونک دیا تھا کہ عورت وہی مرد پر حکمرانی کر سکتی ہے جو روز اول سے مرد کے زیر نگیں نہ ہو جائے۔ میری افتاد طبیعت خود ہی کیا کم تھی۔ ان الفاظ نے اور سونے پہ سہاگہ کا کام کیا، میں سسرال آئی اور بخیال خود بہترین دانائی یعنی اپنی بد مزاجی سے اپنے ناخدائے کشتی حیات پر قابو پانے کی کوششیں کرنے لگی۔ ان بیچارے کے والدین کچھ عرصہ پہلے انتقال کر چکے تھے۔ لے دے کے صرف ایک بڑی بہن کا دم تھا اور وہ بھی اپنے گھر کی مصروفیتوں سے اس قابل نہ تھیں کہ ان کی خانگی زندگی میں معاونت کر سکتیں۔ شروع شروع میں تو میرے ہر نازِ بیجا کی بسر و چشم تعمیل ہوتی گئی۔ مگر زمانہ عروسی گذرنے پر مجھ پر آہستہ آہستہ پابندیاں عاید ہونے لگیں۔ بھلا میرا دماغ اسکا کہاں عادی تھا؟ اس لئے نتائج برے برآمد ہونے لگے، میں نے ترک غذا اور اشکباری کا سہل الاصول حربہ استعمال کرنا چاہا، چند دنوں تک اس میں کامیابی ہوئی، مگر آخر کار یہ بھی کند ثابت ہونے لگا، اور نتائج بد سے بدتر ہو گئے، مختصر یہ کہ وہ زمانہ بھی آگیا کہ کہاں تو وہ ایک دن گذر جانے پر مجبوری شکست قبول کرتے ہوئے صلح کے لئے ہاتھ بڑھاتے تھے اور اب یہ صورت اختیار کی گئی کہ بدمزاجی کا دورہ مجھ پر پڑتے ہی صرف نشست و طعام ہی نہیں۔ بلکہ شب گذاری بھی مردانے میں ہونے لگی، اس سے جھگڑا اور معدہ پہنچا، میکہ پہنچ گئی۔ وہاں والدین کے سامنے شکایات کا دفتر کھولا، چاروناچار والدہ کے اصرار سے والد کو بیچ میں پڑ کر جھگڑا ختم کرنا پڑا، مگر دو چار بار ایسا ہونے پر تحقیق حال کرنے کے بعد انہوں نے مجھے قصوروار ٹھہرایا جسکا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ میری ذات سے میرے والد اور والدہ کے درمیان میں اختلاف رائے ہونے کی صورت میں رول میں رنج آگیا۔ مگر اس موقع پر والدہ کی ایک نہ چلی اور ابا جان نے میرے سرتاج کی اصلاح مزاج کا وعدہ صرف میرے بہلانے کے لئے کرتے ہوئے مجھے سسرال رخصت کر دیا، میں نے یہ دیکھکر کہ اب میکہ کی عدالت سے بھی میری حسب منشاء داد نہیں ملتی۔ ان کو ستانے کا دوسرا طریقہ اختیار کیا۔ مثلاً ان کو میرے اوپر ہلکی نیلی اور گہری سرخ ساڑی بہت اچھی معلوم ہوتی تھی، وہ مجھے ایسے رنگین لباس میں ملبوس دیکھکر نہایت مسرور ہو جاتے تھے، میں نے انکی منشا کے خلاف رنگ کو منتخب کیا ان کی خواہش تھی کہ میں علی الصباح بیدار ہو کر شگفتہ چہرہ سے ان سے ہمکلام ہوں، میں ان کے دفتر کے جانے کے وقت تک خواہ مخواہ بستر پر منہ لپیٹے پڑی رہتی تھی، وہ ناشتہ۔ چا اور کھانا میرے ساتھ چاہتے تھے، میں ان مواقع سے پہلے ہی کھا پی کے علیحدہ ہو جاتی تھی، غرضیکہ ہر طرح سے ان کے خلاف کرنیکی کوشش کرتی تھی۔ اور اگر وہ کبھی وقت بھی حرف شکایت زبان پر لاتے تو میں ادھر ادھر کے بے سروپا واقعات کو چھیڑ کر اشکباری کا حملہ کرتے ہوئے ان کو شکست دینے کی کوشش کرتی تھی، میں چاہتی تھی کہ میری کدورت کو دور کریں۔ مگر وہ بجا خموشی مردانے میں یا کہیں اور تفریح کے لئے چلے جاتے تھے غرضیکہ اگر دوزخ نہیں تو سماجی روایات کی بناء پر ہم لوگوں کے لئے ہمارا مکان نمونہ دوزخ سے کم نہ تھا۔ اب رفتہ رفتہ یہ صورت ہونے لگی کہ وہ دفتر سے آتے ہی چائے پی کر بغرض تفریح چلے جاتے تھے اور رات کا ایک بڑا حصہ صرف کرنے کے بعد مکان پر آتے ہی مصروف خواب ہو جاتے تھے اور کبھی کبھی تو پوری شب ہی باہر گذار دیتے تھے اور میری طرف نظر بھر کر دیکھنا ایک گناہ سے کم نہ سمجھتے تھے۔ ان کا محبوب ترین مشغلہ یعنی گراموفون بھی انہوں نے ترک کر دیا تھا۔ اخبار اور رسائل کی تعداد میں اضافہ ہو گیا۔ گھر پر ہلکے ہلکے ادبار کے بادل چھانے لگے۔ کیونکہ اب آمدنی کا ایک بڑا حصہ ان کی تفریح کی نذر ہونے لگا تھا۔ نوکروں کو اب بے باندی تنخواہ بھی نہ ملتی تھی، اکثر قرضخواہ بھی دروازہ کھٹکھٹانے لگے، ان کے مزاج میں چڑچڑاپن پیدا ہو گیا۔ کیا اس سے مجھے مسرت ہوتی تھی ہرگز نہیں۔ میں آتش پہار سینہ دل میں سلگتی تھی، میری صحت پر بھی بد نما اثر پڑا۔ چہرہ کی شگفتگی مفقود

ہوگئی۔ آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے نمودار ہونے لگے۔ خواہش خدا میں بھی مستقل مزاجی تھی، اس لئے سب کچھ ہوا۔ مگر ہائے ری نادانی کہ پھر بھی اپنی غلطی کو نہ محسوس کرتے ہوئے انہیں قصوروار ٹھہراتی رہی۔

موسم سرما اپنے پورے شباب پر تھا۔ آسمان پر کالی کالی گھٹائیں چھائی تھیں ۹ بجے شب سے مسلسل بارش شروع ہو گیا وہ ۱۲ بجے رات کے بعد مکان واپس ہوئے، نوکر نے مجھے اطلاع دی کہ وہ بھیگے ہوئے ہیں، میں نے کچھ پرواہ نہ کی، صبح کو دیر تک وہ اپنے کمرہ سے برآمد نہ ہوئے۔ نوکر کی زبانی معلوم ہوا کہ انہیں بخار ہے میں ایک اندرونی تڑپ کے زیر اثر ان کے کمرہ تک بڑھی مگر جتنا جتنا کمرہ کا فاصلہ کم ہوتا جاتا تھا میری خودداری طاقت ارادی پر غالب آتی جاتی تھی، یہاں تک کہ دروازہ پر پہنچی اندر جھانک کر دیکھا وہ سو رہے تھے۔ غالباً زیادتی تپ کی بنا پر غافل تھے۔ ان کی بہن کے یہاں سے خدمتگار نی خیریت معلوم کرنے کے لئے آئی تھی، حسب معمول آئی میں نے بتلایا کہ انہیں رات سے بخار ہے وہ واپس گئی اور تھوڑی دیر کے بعد ہی میری نند صاحبہ پریشان حواس تشریف لے آئیں۔ آتے ہی مجھ سے گھبرا گھبرا کر سوالات کی بوچھار شروع کر دی، میری معلومات ہی کیا تھی، میں نے لاعلمی کا اظہار کیا وہ مجھ پر ایک افسوس آگیں نظر ڈالتے ہوئے کمرہ کی جانب بڑھیں، ظاہری حالت سے تپ کا اندازہ کیا، ڈاکٹر بلایا اور علاج جاری ہوا۔ مگر میری خودداری خلاف وضع کوئی بات کرنے سے مانع ہوئی، خدا خدا کرکے پانچ دن کے بعد بخار اترا، اس عرصہ میں میرے نندوئی صاحب بھی اپنی فرصت کا بڑا حصہ میرے یہاں صرف کرتے تھے۔ اپنی نند اور نندوئی کی پر خلوص باہمی گفتگو سن کر مجھے رشک ہوتا تھا لیکن پھر بھی اپنی غلطی نظر نہ آتی تھی۔ بخار اتر جانے کے تیسرے دن جب میں رسماً بیمار پرسی کے لئے ان کے کمرہ کی جانب بڑھی، میں نے اپنی نند کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ کیونکہ ذکر میرا تھا اس لئے خاموش کھڑی ہو کر سننے لگی، خیر سے یہ مذموم عادت بھی مجھ میں تھی کہ دوسروں کی باتوں کو بشوق چھپ چھپ کر یہ معلوم کرنے کے لئے سنتی تھی کہ کہیں میری برائی تو نہیں ہو رہی ہے، میں نے یہ سُنا۔

"آخر کیا بات ہے کہ تم دونوں میں موافقت نہیں ہوتی۔ تم الگ گھلے جاتے ہو اور میں دیکھتی ہوں کہ وہ بھی جل جل کر خاک ہوئی جا رہی ہیں، دیکھتے ہی دیکھتے آدھی نہیں رہی، نہ وہ ڈیل ڈول ہے نہ وہ رنگ روپ، ایک عجیب عالم ہے۔ آخر معلوم تو ہو قضیہ کیا ہے"

"باجی کیا بتاؤں، امکانی طور پر تو میں رفع کر سکتا تھا، [illegible] کسی صورت سے اصلاح پر نہیں آتیں۔ اب سوائے تقدیر پر صابر و شاکر رہنے کے اور کیا کروں، اس خیال سے کہ کچھ دیر تو سکون میں بسر ہو گھر سے غائب ہو جاتا ہوں" ——————

"مگر یہ صورت کب تک رہے گی" ——————

"جب تک ان کی عادتوں میں تبدیلی نہ ہوگی" ——————

"لیکن اسکا انجام؟" ——————

"میری ہولناک تباہی" ——————

(یہ سنتے ہی جیسے کسی نے میرے دل پر گھونسہ مار دیا، جی چاہا کہ فوراً اندر جا کر ان کے قدموں پر سر رکھ دوں۔ مگر خودداری نے پھر پیر پکڑ لئے)

"آہ تمہاری تباہی یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

"پھر اس کے سوا اور کیا ہوگا، جب انسان کو گھر میں دوزخ کا منظر دکھائی دے تو سوائے اس کے کہ گھر سے باہر نکلکر اس کلفت ذہنی کو غلط کرنے کی کوشش کرے اور اس کے پاس چارہ ہی کیا ہے اور خریدی ہوئی مسرتیں ہمیشہ گراں قیمت ثابت ہوتی ہیں، مگر خوگر ہو جانے پر وہ گرانی گراں بار نہیں ہوتی۔ لیکن اسکا انجام سوائے تباہی کے اور کیا ہو سکتا ہے"

"مگر تم ایک شریف الخیال والدین کی اولاد ہو، تم خاندانی عزت کے پاسبان ہو۔ کیا ان مذموم حرکات سے خلد آشیاں والدین کی روح متاثر نہ ہوتی ہوگی۔ آہ! تمہاری ذات سے انہیں کیا کیا توقعات تھیں۔ وہ ارمان لے کر چلے گئے اور تم نے یوں ان کے نام روشن کرنے کی کوشش کی بہت خوب کیا" ——————

"تو پھر میں کیا کرتا" ——————

"نیکی اور راستبازی پر قائم رہتے" ——————

"کب تک" ——————

"زندگی کے آخری لمحہ تک" ——————

"میں شرمسار ہوں" ——————

"کیا سچے دل سے" ——————

"ہاں" ——————

"خدا تمہیں برکت دے" ——————

"لیکن پھول کا جواب پتھر ملنے سے دامن سکون تار تار ہو جاتا ہے"

"مگر فتح ہمیشہ نیکی کی ہوتی ہے" ——————

گفتگو کے آخری حصہ میں چونکہ درپردہ میری شکایت تھی اس لئے مجھے حرارت محسوس ہوئی اور میں بقیہ حصہ کو سننے کی تاب نہ لا کر بعجلت اپنے

کو میں چلی گئی، اور غم و غصہ میں بستر پر لیٹ کر خود کو ہلاک کرتی رہی وہ دن ختم ہو گیا، قریب شام ساڑھے آٹھ بجے میری نند کا بڑا لڑکا بیمار ہے وہ بکمال محبت رخصت ہوئے مجھے چند نصیحتیں کر کے سوار ہو گئیں لیکن قبل اس کے کہ میں ان پر عمل پیرا ہونے کے متعلق غور کرتی ایک واقعہ پیش آگیا، سردی شدت پر تھی، اس روز بارش بھی ہو رہی تھی، اتفاق سے میرے طوطے کے پنجرے کی کھڑکی کسی کی غفلت سے کھلی رہ گئی طوطے نے اپنے کو دروازوں سے جانب صحن پرواز کی۔ میں یہ دیکھ کر تیزی سے لپکی، صحن میں پھسلن تھی، میں اپنا توازن قائم نہ رکھ سکی اور گر پڑی کو معمولی سی چوٹ آئی۔ مگر سب کپڑے لت پت ہو گئے، یوں تبدیلی لباس مناسب نہ معلوم ہوئی اور باوجود نزلہ ہونے کے میں نے شام کے وقت غسل کیا، ابھی غسل کئے زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ سردی معلوم ہوئی اور بخار آگیا، وہ بخار کچھ ایسی ساعت سے چڑھا کہ بڑھنے کے سوا مطلق نہ گھٹا۔ یہاں تک کہ نمونیہ ہو گیا، زمانہ علالت میں مجھے ہوش بہت کم رہا، مگر جب کبھی خدا سے حواس بجا ہوئے، یوں تو میرے والدین بھی تیمارداری میں مصروف تھے۔ مگر خواہ وہ دن ہو یا رات میں نے ان کو ہمیشہ اپنی پٹی کے پاس بچھی ہوئی کرسی پر بیٹھا ہوا پایا۔ انہوں نے میری بیماری کے زمانہ میں میرے لئے کیا کیا۔ یہ بعد صحت معلوم ہوا لیکن ان کے تارک تفریح و خواب ہونے نے مجھے واقعی حد درجہ شرمسار کیا بحالی صحت کے ساتھ ساتھ میری فطرت میں بھی تبدیلی پیدا ہو گئی اپنی نند کی زریں نصیحتیں یاد آئیں۔ آئینہ انصاف میں اپنی غلطیاں صاف نظر آنے لگیں، جتنا جتنا میں غور کرتی تھی میری خجالت بڑھتی جاتی تھی، اور آخر میں یہ خیال کرتے ہوئے کہ اس ساری تباہی و بربادی کی میں ذمہ دار ہوں، سچ کہتی ہوں کہ اپنے داغہائے معصیت کو دھونے کے لئے دل کھول کر اشکبار ہوئی۔ ابھی اسی عالم میں مصروف تھی کہ باہر کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا، معلوم ہوا کہ سیٹھ کندن لال بسلسلہ تقاضہ ادائیگی رقم آئے ہیں، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ رقم دو ہزار سے زائد ہے، سنتے ہی پیروں تلے کی زمین نکل گئی اور خیال کرتے ہوئے کہ اس ساری بربادی کی وجہ میں اور صرف میں ہوں ادائیگی رقم کے متعلق سوچنے لگی، میرے پاس روپیہ موجود نہ تھا، میرے سرتاج اپنے دفتری کام کے سلسلہ دورہ باہر گئے ہوئے تھے، ان کی بغیر اجازت قرضہ کے بالعوض زیور پیش کرنے کی میرے ضمیر نے اجازت نہ دی، گو خدا گواہ ہے کہ میں بخوشی آمادہ تھی کیونکہ حقیقت میں میں خود کو مقروض کہتی تھی۔ مجبوری میں نے والد صاحب کو بلوایا اور رو رو کر اپنی داستان حماقت و انفعال ان کو سنائی، وہ میرے خیالات سے بہت مسرور ہوئے اور خوشی سے آنسو بہا کر میرے سر پر ہاتھ پھیر کر دعائیں دیتے ہوئے دوسرے دن رقم قرضہ ادا کر دینے کا وعدہ کر کے رخصت ہوئے، قرض ادا ہو گیا۔ رسید مجھ کو مل گئی۔ اور یہ خیال کرتے ہوئے کہ میں نے اپنا ایک فرض ادا کیا ہے ایک گہری اور اطمینانی سانس لی تین دن کے بعد وہ دورہ سے واپس آئے ان کا رخت سفر مکان پر آیا، چپراسی کی زبانی معلوم ہوا کہ وہ دفتر کی برخاستگی کے بعد مکان آئیں گے، یہ سنتے ہی میں آرائش مکان کی جانب زندگی میں پہلی بار متوجہ ہوئی۔ ان کے مذاق طبیعت کے مطابق چیزوں کو باسلیقہ رکھنے کی کوشش کی۔ چاء کی میز کے قریب گراموفون رکھوایا ان سب کاموں سے فرصت پا کر اپنے جسم کی زیبائش میں مشغول ہوئی اور بکمال کوشش اپنے چہرہ کو بہتر سے بہتر بنا کر ان کی پسندیدہ پوشاک یعنی ہلکے نیلے رنگ کی ساری زیب تن کر کے سراپا انتظار ہو کر بیٹھ گئی۔ وہ آئے میں مسکراتی ہوئی آگے بڑھی ان کے ہاتھ سے ہیٹ (Hat) اور چھڑی لیکر با قرینہ رکھتے ہوئے ان کو کوٹ اتارنے میں مدد دی۔ میری اس تبدیلی پر ان کے چہرہ پر مسکراہٹ پیدا ہوئی مگر فوراً ہی انہوں نے غالباً بکوشش ادھر اُدھر منہ پھیر کر سنجیدگی پیدا کی۔ یہاں تک کہ وہ منہ ہاتھ دھو کر کرسی پر بیٹھ گئے۔ میں نے چاء بنا کے ان کے سامنے رکھتے ہوئے گراموفون پر ان کا محبوب ریکارڈ چڑھا دیا، نغمے نکلے اور ان کا دل کھل گیا۔ وہ مسکراہٹ ضبط نہ کر سکے اور میرے ہاتھ کو بکمال محبت دباتے ہوئے بولے "کیا میں خواب تو نہیں دیکھ رہا ہوں"۔ میں نے مسرت کے تمام اثرات کا اپنے چہرہ سے اظہار کرتے ہوئے کہا "نہیں یہ بیداری ہے اور آپ کی نہیں بلکہ یہ میری بیداری ہے"۔ انہوں نے بہت غور سے میری جانب دیکھا اور خاموش ہو گئے کچھ دیر گذرنے پائی تھی کہ یاران طریقت نے آکر آواز دی وہ کپڑے پہن کر چلے گئے، مجھے افسوس ہوا مگر خاموش ہو گئی، حسب معمول قریب گیارہ بجے رات کو واپس ہوئے، میں اسوقت تک جاگ رہی تھی۔ سہ پہر کی طرح پھر میں نے ان کا خیر مقدم کیا۔ اپنے ہاتھ سے ان کے سامنے کھانا پیش کیا اور خود شریک طعام ہوئی، وہ کھانا کھاتے جاتے تھے اور میرے چہرہ کی جانب دیکھتے جاتے تھے، کھانا ختم ہوا، میں نے سگریٹ و پان پیش کیا وہ اب بھی خاموش رہے۔ غالباً وہ میری اس تبدیلی کو برسات کی چاندنی سمجھ رہے تھے، دو دن چار دن یہاں تک کہ دو ہفتے گذر گئے اور میں ایک فرض شناس بیوی کی حیثیت سے خدمت گذاری کرتی رہی، ان میں اب اتنی تبدیلی ضرور پیدا ہو گئی

کہ ... جانے تک ہمارے ان کی ملاقات ... یا ۹ بجے شب کو ہو جاتی تھی۔ مسلسل مشغل کبھی کبھی ضرور باعث کدورت ہوتی ہے۔ آخر ایک دن وہ بھی آگیا کہ جبکہ میں صبر و سکون سے انتظار کر رہی تھی، سنیچر کا دن تھا، سہ پہر کا وقت تھا ہم چائے پی کر بیٹھے ہی تھے کہ حسب معمول احباب تشریف لائے، اطلاع پاکر ان کے چہرہ پر ناگواری کے ہلکے اثرات پیدا ہوئے اور بجائے باہر جانے کے انہوں نے نوکر کو یہ کہنے کی ہدایت کی "یہ کہہ دو ایک ضروری کام سے گئے ہیں اور واپسی کی جلد کوئی امید نہیں" میں نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے دریافت کیا۔

"اس غلط بیانی کی وجہ" ——————

"مجھے اب ان کی صحبت میں وہ لطف نہیں ملتا"

"پھر آپ کی تفریح کیونکر ہوگی" ——————

"آپ کی معیت میں یعنی میری خوشی ہے کہ آج آپ میرے ہمراہ سینما چلیں"

"میں آپکی لونڈی ہوں اور لونڈی آقا کے حکم سے گریز نہیں کر سکتی"

"کیا میں ان الفاظ کو سچ سمجھوں" ——————

"میری تمنا تو یہی ہے" ——————

"اے کاش آپ کی فطرت اس سے قبل ظاہر ہو جاتی، تو میں اسقدر پریشان نہ ہوتا" ——————

"کیوں پریشانی کا سبب" ——————

"بار قرض" ——————

"آپ کسی کے مقروض نہیں" یہ کہتے ہوئے میں نے اپنے بکس سے رسید لاکر ان کے سامنے پیش کی۔ وہ بحیرت کبھی مجھکو اور کبھی رسید کو تکتے تھے۔

"اس کی ادائیگی کیونکر ہوئی" ——————

"جائز صورت سے" ——————

اور اس کے بعد گردن جھکا کر ... کا اظہار کر ... ہاتھ کو پکڑ کر دونوں ہاتھوں میں لیکر اپنی غلطیوں کا اعتراف ... شدت گریہ سے بے قابو ہو کر ان کے ہاتھ پہ اپنا سر رکھ دیا۔ ... کیا اثر ہوا، اس کو معمولی ذہنیت رکھنے والا آدمی بھی بآسانی سمجھ سکتا ہے، اس دن کے بعد سے آجتک ہمارا گھر صحیح معنوں میں جنت ہے، اور جو بات میں بد مزاجی و سخت گیری سے حاصل کرنا چاہتی تھی۔ آج اس سے بہتر مجھے نرمی اور فرض شناسی کے باعث حاصل ہے۔ یعنی بظاہر وہ حاکم مگر حقیقتاً میرے محکوم ہیں۔ ہماری پریشانیاں دور ہو گئیں۔ سکون دفتر میں کام کرنیکی وجہ سے ان کو ایک نمبردار اچھا عہدہ مل گیا۔ قرض پھر قرض تھا۔ ہم نے ایک قلیل عرصہ میں بکوشش والد صاحب قبلہ کی رقم ادا کر دی۔ جو پھر تحفۂ سالگرہ کی حیثیت اختیار کر کے میرے پاس واپس آگئی، یہ ہے میری مختصر سرگزشت، جس کے اختتام پر میں دعا کرتی ہوں کہ خداوند تعالیٰ ہر عورت کو اس سے سبق لینے کی توفیق دے۔ ہم سب کے منہ سے بے اختیار صدائے "آمین" نکل گئی ——————

شام ہو چکی تھی، کلب میں بے رونقی سی پھیل رہی تھی، سب اپنی اپنی سواریاں منگا کر رخصت ہوئیں، دوسروں کی نسبت تو میں نہیں کہہ سکتی مگر ہاں مسز نعیم کے واقعہ سے میرے قلب و دماغ پر ایک خاص اثر پڑا اور بے ساختہ میری زبان پر آگیا ؎

تصنع کچھ نہیں اس میں سراسر یہ حقیقت ہے۔
کہ شوہر کے تبسم میں نہاں بیوی کی جنت ہے

(مرد غلام ہے یا عورت "صفحہ ۲۸ سے آگے) سماج پر اپنا سکہ چلا سکیں، غرض میں نے معاشرت و منزل کے جس مسئلے اور جس پہلو پر غور کیا میں اسی نتیجے پر پہنچا کہ عورتیں مردوں کی لونڈی نہیں بلکہ مرد عورتوں کے غلام ہیں، اور میں اُمید کرتا ہوں کہ پہلے آپ کا کچھ بھی خیال رہا ہو مگر اب تو آپ بھی میرے ہم خیال و ہمنوا ہونگے، اور ایسی کوئی بات نہ کریں گے جس سے مردوں کی محکومیت و غلامی کی زنجیریں مزید بوجھل ...

ہندی گورکھپوری

لڑائی مجکا ہوں کی جی کی کلیلیں
یہ چاند اور بھی انکے چہرہ سے چھپکے
ہے مرضی اگر، یہ بھی جاتا رہے گا
دکھا کر جھلک چھپ گئے ہیں وہ کب کے
کہیں آس بھی ٹوٹ جائے نہ میری
شتنا اگر مجھے ہنس کے منہ پھیر لینا
سسکنا، بلکنا، یا چپ سادھ لینا

وہی پریم کے آؤ پھر کھیل کھیلیں
بھری چاندنی ہیں اگر ڈوب لے لیں
ہے جب تکتے ہی چوٹ پھر چوٹ دیکھیں
مگر جی ابھی کر رہا ہے کلیلیں
وہ سمجھے ہیں بس ہو چکا اب جھیلیں
وہ جو چاہے کر لیں وہ جو چاہے کر لیں
پڑے گی یہی آپ جھیلیں نہ جھیلیں

شوہر کی ڈائری

شریمتی راجیشوری نہرو کا ایک دلکش اور بلند پایہ فسانہ اردو لباس میں

۵ مارچ ۱۹۳۹ء ———

میری بیوی کچھ ایسی زیادہ پڑھی لکھی نہیں ہے، نہ بی اے نہ ایم اے نہ اسکول اور کالج کی کسی اور ڈگری سے ممتاز اس نے جو کچھ لکھا پڑھا ہے گھر ہی پر لکھا پڑھا ہے، البتہ میں تو اس نے کافی مہارت حاصل کر لی ہے تھوڑی سی انگریزی بھی سیکھ لی ہے۔ لیکن ہے بہت ذی فہم اور ذی تمیز مند کسی بات کی تہ تک پہنچنا، کسی چیز کی اصلیت سمجھنے میں اسے کوئی دقت پیش نہیں آتی، اس کی دنیا کچھ بہت زیادہ وسیع نہیں ہے، وہ نہ لیڈر ہے نہ پبلک کارکن اس لئے اس کے جاننے والوں کی تعداد بھی کچھ زیادہ نہیں ہے، ہماری خاندان اور اعزہ و احباب ہی اسے جانتے ہیں، پھر بھی نہ جانے اس میں ایسی کیا بات ہے کہ جو بھی اس سے ملتا ہے اسکی قدر و عزت کرتا ہے، قدر و عزت ہی نہیں محبت بھی کرنے لگتا ہے، میں بھی اس سے محبت کرتا ہوں، لیکن ایسی بیوی پا کر بھی میرے دل کو سکون و اطمینان میسر نہیں ہے، میں اس پر بہت غور کرتا ہوں کہ آخر اسکی کیا وجہ ہے کہ دوسرے لوگ تو اسے ملکر اسکی باتیں سن کر اس کے سلوک اور برتاؤ کو دیکھکر اسکے گرویدہ اور مداح بن جاتے ہیں، لیکن مجھے اسکی بات چیت اسکے طور طریق اور اسکے اخلاق و کردار میں کیوں کوئی کشش و جاذبیت اور مسرت و شادمانی محسوس نہیں ہوتی ——— ؟

۱۵ مارچ ۱۹۳۹ء ———

مجھ سے اور میری بیوی سے کبھی کسی بات پر جھگڑا نہیں ہوتا، نہ لڑائی ہوتی اختلاف نہیں ہوتا، برسوں گذر گئے مگر مجھے یاد نہیں کہ اس نے میری کسی بات کو ناپسند کیا ہو، کسی بات پر اپنے رنج و غصہ کا اظہار کیا ہو، کسی معاملے میں ضد، اصرار اور رد و انکار سے کام لیا ہو، پھر بھی نہ جانے کیوں میں اسکی طرف سے غیر مطمئن رہتا ہوں، مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ پورے طور پر میری نہیں ہے، اگر وہ میری نہیں ہے تو کیا اسے کسی اور مرد سے محبت ہے لیکن میں یہ بھی کہوں تو کیسے، میں نے تو اسے کبھی کسی غیر مرد سے بے تکلف ہو کر بات چیت کرتے نہیں دیکھا، علاوہ ازیں وہ اتنی پاکباز اور عفت مآب ہے کہ میں اسکے متعلق یہ تصور بھی نہیں کر سکتا کہ وہ میرے سوا خواب میں بھی کسی غیر مرد کا خیال کر سکتی ہے، پھر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اس کے اور اپنے درمیان کیوں ایک پردہ سا محسوس کرتا ہوں وہ میرے پاس بھی بیٹھی ہوتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے گویا وہ مجھ سے دور اور بہت دور ہے اس میں اور مجھ میں ایک بہت بڑا تفرقہ ہے، اس تفرقہ کی حقیقت کیا ہے یہ تو میری سمجھ میں نہیں آتا، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہم دونوں دو الگ الگ دنیا کے بسنے والے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ ہم دونوں دو قالب اور ایک جان بنکر رہیں، جس بات کو میں پسند کروں۔ اسے وہ بھی پسند کرے۔ جو بات مجھے ناپسند ہو وہ اسے بھی ناپسند ہو، وہ میری تفریح و مشاغل میں میرے کام کاج میں اور میرے نیک و بد میں دل سے شریک ہو، لیکن میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ وہ میرے ان جذبات و خیالات کی پروا نہیں کرتی، اس لئے کہ وہ میرے اکثر مشاغل میں بھی شریک رہتی ہے، مگر مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اسکی معیت و رفاقت محض جسمانی ہوتی ہے وہ دل سے حق رفاقت ادا نہیں کرتی مجھے اسکا بہت رنج و ملال رہتا ہے میری خواہش تو یہ رہتی ہے کہ جس جوش اور ولولے سے میں کوئی کام کروں اسی جوش و ولولے سے وہ بھی اس کام میں حصہ لے اور جو چیز جس قدر میرے لئے ناخوشگوار ہو اسی قدر وہ بھی اسے ناپسند کرے، مگر میری بیوی کے طرز عمل میں ایک قسم کی بے تعلقی اور بے دلی سی پائی جاتی ہے، کسی کام کے نہ کرنے یا کسی چیز کے نہ ملنے سے اسے رنج نہیں ہوتا اور کسی کام کے کرنے یا کسی چیز کے ملنے سے اسے کچھ زیادہ خوشی بھی نہیں ہوتی۔

۲۵ مارچ ۱۹۳۹ء ———

مجھے سیر و تفریح اور کھیل تماشے وغیرہ سے بہت دلچسپی ہے، لیکن اپنی بیوی کے ساتھ کسی مشغلے میں مجھے اتنا لطف و سرور حاصل نہیں ہوتا جتنا دوسری عورتوں کے ساتھ کھیل تماشے اور تھیٹر سینما وغیرہ کے دیکھنے سے دوسری عورتوں پر جو اثر ہوتا ہے ———

——— ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اثر میری بیوی پر نہیں ہوتا، نہ دوسری عورتوں کی طرح اس میں زندگی اور زندہ دلی پائی جاتی ہے۔ نہ وہ دوسری عورتوں کی طرح جوش و ولولہ، کھیل کود کے شوق میں

کوئی ذوق و شوق نہیں پایا جاتا، وہ لڑکیاں جو کہ صنف نازک میں ہی جان ڈال دینے والا جوہر ان میں نہیں ہے۔

ہندوستانی عورتوں کو ان چیزوں کی تعلیم و تربیت ہی نہیں دی جاتی اگر میری بیوی اسکول و کالج گئی ہوتی، وہاں کے ماحول میں رہی ہوتی اور وہاں کے کھیل کود میں شرکت کا موقع ملا ہوتا تو شاید اس میں یہ نقائص موجود نہ ہوتے، اس لئے میرا خیال ہے کہ عورتوں کے لئے اسکول اور کالج کی تعلیم از بس ضروری ہے، اس کے بغیر ایک عورت میں وہ زندگی اور زندہ دلی پیدا نہیں ہوتی جو کسی عورت کو عورت بنانے کے لئے ضروری ہے، ایسی عورت ایک تعلیم یافتہ نوجوان کو ہرگز خوش اور مطمئن نہیں بنا سکتی اور اسی نقص اور خامی کی بدولت میری بیوی میری سچی رفیقہ حیات نہ بن سکی"۔——

۱۵ اپریل ۱۹۳۹ء——

میری بیوی مجھ سے کسی چیز کی طالب بھی نہیں ہوتی، میں اپنے گھر کا بغیر شرکت غیرے مالک و مختار ہوں۔ میرا روپیہ پیسہ سب میرے ہی ہاتھ میں رہتا ہے اور میرے ہی ہاتھ سے خرچ ہوتا ہے، بعض مرد اپنے مال و دولت اور املاک و جائداد عورتوں کے اختیار میں دیدیتے ہیں، مگر مجھے یہ پسند نہیں ہے، خود خون پسینہ کر کے کمانا اور گاڑھی کمائی کے پیسے کو دوسرے کے ہاتھ میں دیدینا خواہ وہ دوسرا اپنی بیوی ہی کیوں نہ ہو میرے نزدیک کسی طرح درست نہیں، میں اپنی دولت کو اپنے ہی اختیار میں رکھنا اور اپنی ہی مرضی کے مطابق خرچ کرنا صحیح سمجھتا ہوں اور اس کے مطابق میرا عمل بھی ہے، جس کو جس طرح مناسب سمجھتا ہوں دیتا لیتا ہوں، میرا خیال ہے کہ میں بخیل نہیں ہوں، روپے پیسے جوڑ جوڑ کر رکھنا مجھے پسند نہیں، شاید یہی وجہ ہے کہ میرے پاس روپیہ پیسہ رہتا بھی نہیں ایک طرف سے آتا ہے اور دوسری طرف سے چلا جاتا ہے۔

میری بڑی خواہش ہوتی ہے کہ میں کبھی اپنی بیوی کو بھی کچھ دوں مگر کیا دوں یہ میری سمجھ میں نہیں آتا، اس لئے کہ وہ مجھ سے کبھی کوئی چیز طلب ہی نہیں کرتی، صرف یہی نہیں بلکہ میں تو یہ دیکھتا ہوں کہ اسے کسی چیز کی خواہش ہی نہیں ہوتی، دنیا اسی کو اچھا معلوم ہوتا ہے جو دی ہوئی چیز کو خوشی سے قبول کرے اور اسے شوق سے کام میں لائے، لیکن جس کے نزدیک کسی چیز کا ملنا نہ ملنا یکساں ہو اسے کوئی چیز کیا دی جائے مجھے یاد نہیں کہ آج تک میں نے اسے کوئی زیور یا کپڑا لا کر دیا ہو، لیکن مجھے یہ بھی یاد نہیں کہ اس کے لئے اس نے کبھی رنج و ملال کا اظہار کیا ہو۔ میرا دل چاہتا ہے کہ وہ اس کے لئے مجھ سے شکوہ و شکایت کرے کہ کوئی چیز مانگے اس کیلئے ضد کرے اور لڑے تاکہ مجھے اطمینان ہو کہ اسکی خواہش پوری کرنے کا موقع ملے مگر یہ دیکھ کر کہ اسے کسی چیز سے شوق و رغبت ہی نہیں ہے، میں یہ فیصلہ ہی نہیں کر سکتا کہ اسے دوں تو کیا دوں، اسکی یہ بے ذوقی اور سرد مہری مجھ پر بہت شاق گذرتی ہے، میں نے آج اس سے اس کی شکایت کی —— تم ماشاءاللہ کہ کبھی مجھ سے کوئی چیز نہیں مانگتیں، تم بڑے باپ کی بیٹی ہو کیا اس بات کا غرور و گھمنڈ ہے کہ تم مجھ سے کسی چیز کے لئے کیوں درخواست کرو، تم اسی خیال سے ایسا کرتی ہو ورنہ کیا یہ ممکن ہے کہ کبھی کسی چیز کے لئے تمہارا دل ہی نہ چاہے؟ —

اس نے میری اس شکایت کا نہایت متین اور محبت آمیز جواب دیا مگر اسکے جواب سے میری مطلق تشفی نہیں ہوئی اس نے کہا ——

"تم یہ کیسی باتیں کرتے ہو؟ بھلا کوئی شریف عورت اپنے شوہر کے مقابلے میں غرور اور شان کا تصور بھی کر سکتی ہے، تم میرے مالک ہو تم خود میری ضرورتوں کا خیال رکھتے ہو، جب مجھے بغیر مانگے کھانے پہننے اور دوسری ضرورت کی چیزیں مل جاتی ہیں، تو میں تم سے کوئی چیز مانگوں کیوں؟ ہم دونوں کچھ دو تو ہیں نہیں تم جو خرچ کرتے ہو میں تو سمجھتی ہوں کہ وہ میں ہی خرچ کرتی ہوں، ایک ہاتھ سے خرچ ہو چاہے دوسرے ہاتھ سے بات تو ایک ہی ہے، میں تو تمہارے ہاتھ کو اپنا ہی ہاتھ سمجھتی ہوں، اور تمہاری خوشی کو اپنی ہی خوشی خیال کرتی ہوں ہم دونوں کے درمیان لین دین تو کوئی چیز ہی نہیں ہے جو میں تم سے مانگوں اور تم مجھے دو، یا تم کچھ طلب کرو اور میں اسے پورا کروں میں تو خود کو تمہارا ہی ایک جزو سمجھتی ہوں، جو کچھ تمہارا ہے وہ سب میرا ہے نہ میں کچھ اور خیال کرتی ہوں نہ تمہیں کچھ اور خیال کرنا چاہیئے"

بھلا اس کے اس چکنے چپڑے جواب سے مجھے کیونکر اطمینان ہوتا، میں تو جو کچھ کرتا ہوں کبھی اس سے رائے لیکر خرچ نہیں کرتا اور اکثر و بیشتر حالت میں اسے خبر بھی نہیں ہوتی کہ میں نے کہاں کیا خرچ کیا، پھر میں کیسے سمجھوں کہ میں جو کچھ خرچ کرتا ہوں اس کی پسند اور رائے سے خرچ کرتا ہوں اور میرے مال و دولت میں وہ برابر کی حصہ دار ہے، میں نے تو ایسے مالک کا کبھی ذکر بھی نہیں سنا جسے اتنی بھی خبر نہ ہو کہ اس کے روپے پیسے کہاں اور کیونکر خرچ ہوتے ہیں، اگر وہ میرے مال کو اپنا مال یا اس میں اپنا حصہ سمجھتی تو کبھی تو مجھ سے حساب پوچھتی، کبھی تو میرے لین دین کے طریقے پر اعتراض کرتی کبھی تو کچھ اپنے ہاتھ سے خرچ کرنا چاہتی وہ اس سے

میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ وہ مجھ سے عزیز شان کا اپنی چاہا ہتی ہے کہ یہاں تک کہ جیب خرچ کے پیسے اور میری چیزیں کم سے کم اپنے کام میں لائے یہ بات مجھے بہت گراں معلوم ہوتی ہے کہ اسکی میری کوئی بھی ضرورت نہیں جو میرے بغیر پوری نہ ہو سکے اسلئے وہ کچھ یا نہ کہے لیکن ایک طرح وہ مجھ سے بے پروا اور بے نیاز ہے پھر اسکی بے پروائی اور بے نیازی مجھے کیونکر گوارا ہو سکتی ہے میں تو چاہتا ہوں کہ اسکی زندگی اسی طرح مجھ پر موقوف ہو جس طرح بیل شاخ کے سہارے زندہ رہتی ہے۔

ممکن ہے کہ یہ میری اقتدار پسندی کا نتیجہ ہو جو اسکے متعلق میں ایسی خواہش رکھتا ہوں، بہر حال یہ اسکی خودداری ہو یا میری اقتدار پسندی جو کچھ بھی ہو لیکن یہ حقیقت ہے کہ اسکا یہ انداز مجھے پسند نہیں میرے نزدیک تو میری بیوی سے وہ عورتیں کہیں اچھی ہیں جو رات دن زیور اور کپڑوں کے تقاضوں سے شوہروں کی عافیت تنگ رکھتی ہیں کیونکہ اس سے مرد کو اپنی بیوی کی رضا جوئی و دلدہی کا کچھ تو موقع ملتا ہے ———

۱۵ / اپریل سنہ ۱۹۲۹ء ———

میری بیوی کبھی مجھ سے لڑنے جھگڑنے کا نام بھی نہیں لیتی، میں مناسب اور نامناسب بہت سے ایسے کام کر جاتا ہوں جن کی بدولت دوسرے گھروں میں بڑے بڑے جھگڑے فساد برپا ہوتے رہتے ہیں، میں اکثر اس سے الجھ جاتا ہوں، معاملات خانہ داری کی رائی برابر خامی کو بھی پہاڑ بنا کر گھنٹوں بکتا رہتا ہوں، آج میں نے اس سے بگڑ کر کہا "تمہیں گھر کے انتظام کا کچھ سلیقہ نہیں، دیکھو تمہاری ہمسائی کس خوبی سے خانہ داری کا انتظام کرتی ہے، تمہیں چار آدمیوں میں بیٹھکر بات کرنیکا بھی سلیقہ نہیں، بخلاف تمہارے تمہاری پڑوسن کس نزاکت سے بات چیت کرتی ہے، اور کس طرح دس آدمیوں کو اپنی طرف مائل کر لیتی ہے، ڈرائنگ روم میں مجلس اور سوسائٹی میں بات چیت کرنا بھی ایک ہنر ہے، جس سے ہر عورت کو واقف ہونا چاہیئے۔ مگر تم تو بات چیت کا ڈھنگ سیکھنا ہی نہیں چاہتیں"

وہ خاموشی سے میری تمام بکواس سنتی رہی، اس نے ایک بات کا بھی جواب نہیں دیا۔

۱۹ / اپریل سنہ ۱۹۲۹ء ———

آج میں غسل کرنے جا رہا تھا مقررہ جگہ پر مجھے تولیہ نہیں ملا تنی سی بات پر میں نے اسے نہ جانے کس قدر سخت و سست کہہ ڈالا مگر اس نے چوں بھی نہ کی، اسی طرح میں اکثر اس کے ساتھ ناروا سلوک کر بیٹھتا ہوں، مگر اس کے صبر و ضبط میں کبھی فرق نہ آیا اسکی یہ عادت مجھے بہت بری معلوم ہوتی ہے یہی وجہ ہے جو میں چھوٹی چھوٹی باتوں پر اس سے الجھ جاتا ہوں اور خشکی منافقی برا بھلا کہنے لگتا ہوں ——— اچھی بری کسی بات سے اسکے اثر پذیر نہ ہونے پر میں سوچنے لگتا ہوں کہ عورت گوشت پوست سے بنی ہوئی ایک عورت ہے یا کوئی بیجان سی پتلی جیسے کوئی بات اچھی لگتی ہے نہ بری جس سے ٹکرا کر نہ کوئی آواز پیدا ہوتی ہے، نہ جس سے کوئی جواب ملتا ہے میں نے سنا ہے اور میرا ذاتی مطالعہ بھی ہے کہ عورتوں میں رشک و رقابت کا مادہ بہت قوی و زبردست ہوتا ہے۔ وہ اپنے شوہر کا غیر عورت سے ہنسنا بولنا، اور لطف و محبت کی باتیں کرنا کسی حالت میں برداشت نہیں کر سکتیں، ذرا ذرا سی بات پر ان کے دل میں رقابت کی آگ بھڑک اٹھتی ہے میرے نزدیک اپنی بیوی میں زندگی کی تڑپ پیدا کرنے کے لئے یہ ایک بہترین صورت تھی، چنانچہ میں نے اس کی سہیلیوں سے ربط و ضبط پیدا کیا اور مختلف عورتوں سے اسطرح ملنا جلنا شروع کیا کہ میری بیوی کے دل میں رقابت کی آگ بھڑک اٹھے چنانچہ ان عورتوں کے ساتھ ہنسنا بولنا، مذاق اور تفریح کرنا میرا معمول سا ہو گیا، غیر عورتوں کے ساتھ تھیٹر اور سینما جانے، تاش اور شطرنج کھیلنے چائے پینے میں میں اپنا کافی وقت صرف کرنے لگا، مجھے یقین تھا کہ اب تو میری بیوی ضرور ہی برہم ہو گی، شکوے اور گلے کریگی اور عجب نہیں کہ لڑنے جھگڑنے اور رونے دھونے تک بھی نوبت پہنچ جائے، مگر میرا یہ خیال بھی بے حقیقت ثابت ہوا، وہ سب کچھ دیکھتی ہے سب کچھ سنتی ہے، مگر اس کی متانت و سنجیدگی اور سکون و اطمینان میں مطلق فرق نہیں آتا، ان باتوں کو دیکھکر مجھے شک ہوتا ہے کہ میری بیوی مجھ سے محبت نہیں کرتی، صرف نباہ کرتی ہے ورنہ بھلا ایسی کون عورت ہو گی جو اپنے شوہر کو دوسری عورتوں کی جانب مائل و ملتفت دیکھے اور رشک و رقابت کے انگاروں پر لوٹنے نہ لگے۔

میں خود اپنے دل پر ہاتھ رکھکر سوچتا ہوں تو محسوس کرتا ہوں کہ اگر میری بیوی دوسرے مردوں کے ساتھ وہی سلوک و برتاؤ کرے جو میں دوسری عورتوں کے ساتھ کرتا ہوں تو میں غم و غصے سے اپنے آپے سے باہر ہو جاؤں اور نہ جانے کیا کچھ کر گذروں، پھر وہ بھی تو انسان ہی ہے۔ اس کے پہلو میں بھی تو دل ہے، پھر کیا ان باتوں کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔

میں نے [illegible] اس سے پوچھا ــــ "کیا تمہیں میری کوئی بات بری نہیں معلوم ہوتی، تم کیوں میری کسی بات پر ناخوش نہیں ہوتیں، دوسری عورتیں تو [illegible] باتوں پر اپنے شوہروں سے لڑ پڑتی ہیں، محبت کی لڑائی میں بھی تو ایک لطف ہے، جھگڑے کے بعد جو مسرت و شادمانی حاصل ہوتی ہے، وہ ہم دونوں کو کبھی نصیب ہی نہیں ہوتی"

اس نے جواب دیا ــــ "مجھے تمہاری کوئی بات بری معلوم ہو ہی نہیں سکتی، تم میرے مالک ہو میں تمہاری خادمہ ہوں مجھے اس سے کیا بحث کہ تم کیسے ہو کیا کہتے ہو کیا نہیں کرتے تمہاری خوشی میں اپنی خوشی اور تمہاری رضا میں اپنی رضا سمجھنا میرا فرض ہے، میں جب اپنے کو تمہارے سپرد کر چکی ہوں، جس کے معنی یہ ہیں کہ میرے تمام جذبات و احساسات اور میری تمام خواہشیں اور تمنائیں تمہاری مرضی سے وابستہ ہو چکی ہیں، جب میں ہر طرح تمہاری ہو چکی ہوں تو تمہاری کوئی بات مجھے بری کیسے معلوم ہو سکتی ہے اچھا برا معلوم ہونیکا سوال تو اسوقت پیدا ہوتا ہے جب کوئی کسی کی ذات سے اپنی ذات کو الگ رکھتا ہے، لیکن جب تم سے جدا میری کوئی شخصیت ہی نہ رہی تو مجھے تمہاری کوئی بات کیسے بری اور ناگوار معلوم ہو سکتی ہے"

میں نے جواب دیا ــــ "اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ میرے ساتھ تمہاری شادی ہو گئی ہے، اس لئے تم نے مجھے اپنا مالک مان لیا ہے، تم میرے ساتھ جو کچھ کرتی ہو اپنا فرض سمجھکر کرتی ہو تم سے مجھ کو محبت نہیں ہے، اگر میری بجائے کوئی اور تمہارا شوہر ہوتا تو اس کے متعلق بھی تمہارا یہی طرز عمل ہوتا؟"

وہ بولی ــــ "ہاں تمہارا خیال بالکل درست ہے، اگر تمہاری بجائے کوئی مرد میرا شوہر ہوتا تو وہ بھی میرے لئے تمہاری ہی طرح لائق اطاعت و فرمانبرداری ہوتا، میں تمہاری رضا کو خدا کی رضا اور اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتی ہوں، میرے نزدیک جس طرح خدا کی عبادت فرض ہے اسی طرح تمہاری اطاعت واجب ہے اور یہی میری زندگی کا نصب العین ہے، لیکن ان سب باتوں کے یہ معنی نہیں ہیں کہ میں تم سے محبت نہیں کرتی، میں تم سے محبت کرتی ہوں اور ایسی محبت کرتی ہوں جو محبت [illegible] کا دائرہ تو جتنا بھی وسیع ہو بہتر ہے"

بیوی کے اس جواب سے میری مطلق تسلی نہیں ہوتی [illegible] ہوں میرے نزدیک اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں، میں تو اس محبت کا تشنہ ہوں جس میں میرا کوئی شریک نہ ہو، وہ مجھے اپنی نجات اور خدا کی خوشنودی کا ذریعہ سمجھتی ہے، لیکن میرے لئے اس کے ان جذبات و تخیلات میں کوئی سامان تسکین و مسرت نہیں، میں تو یہ چاہتا ہوں کہ وہ میری رفیقہ، میری شریک زندگی اور میری محبوبہ بنکر رہے اور مجھے اپنا شریک حیات اور رفیق سمجھے، مجھے ایسی حور خصلت بیوی کی ضرورت نہیں، میں تو ایک ایسی بیوی چاہتا ہوں، جس میں ایک عورت کے تمام فطری معائب و محاسن موجود ہوں۔

مرد لطف و سرور اور عیش و نشاط کی زندگی کا طالب ہو اور بیوی نجات اور خدا کی خوشنودی کی جویاں تو دونوں میں کیسے نبھ سکتی ہے، اسطرح تو دنیا کی راحت و خوشی بھی خاک میں مل جاتی ہے اور آخرت بھی ہاتھ نہیں آتی، اس لئے میرا تو خیال ہے کہ میری بیوی کا طرز عمل انتہائی خود غرضی پر مبنی ہے جو مجھ پر صریح ظلم ہے۔ اس نے میرے لطف حیات کو خاک میں ملا دیا ہے، اگر اسے خدا کی ہی خوشنودی مطلوب تھی اور وہ نجات ہی کی جویاں تھی تو مجھ سے رشتہ جوڑنا کیا ضروری تھا وہ اپنے ہی گھر کے ایک گوشے میں بیٹھکر اپنے اس ملکوتی نصب العین کو بہترین طور پر حاصل کر سکتی تھی سادی دنیا میری بیوی کی تعریف کرے اس کی نیک دلی اور پاک طینتی کے گن گائے مگر میں اپنی بیوی کو بالکل پسند نہیں کرتا جسطرح میں ایک انسان کی طرح نیک و بد کا مجموعہ ہوں ویسی ہی میں بیوی بھی چاہتا ہوں جس میں معائب و محاسن سب موجود ہوں میں انسانیت سے بالاتر عالم ملکوت میں پرواز کرنے والی ہستی کو لیکر سکون قلب اور اطمینان خاطر حاصل نہیں کر سکتا، حور صفت عورت کے لئے فرشتہ خو مرد کی ضرورت ہے اور میں ایک معمولی انسان سے زیادہ کچھ نہیں۔

رومان، شادی اور حقیقت

فیل کا مضمون جو حال ہی میں ایک موقر انگریزی اخبار میں شائع ہوا ہے، ہندوستان کی ایک مشہور انشا پرداز خاتون کی تراوش قلم کا نتیجہ ہے چونکہ اس مضمون میں مردوں کے بعض نفسیاتی پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے اسلئے اسکا ترجمہ ناظرات ناظرین ست کلند کیا جاتا ہے

افسر ماہ پوری

مجھے اعتراف ہے کہ وہ بعض ایسی دلکش اور غیر معمولی خصوصیات کا حامل تھا جو اسے عام مردوں سے ممتاز و ممیز کرتی تھیں —— میں نے یہ رائے کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو کر قائم نہیں کی تھی بلکہ واقعات و حقائق میرے ہمنوا تھے۔ اس لئے مجھے اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کرنیکی ضرورت کبھی محسوس نہیں ہوئی میں اسے دیوانہ وار چاہتی تھی .... چاہتی ہی نہ تھی بلکہ اسکی پوجا کرتی تھی ——

اس نے بھی اپنی محبت کا پورا پورا یقین دلایا لیکن ایک دفعہ جب میں نے اس سے کہا کہ میں تمہاری محبت میں دیوانی ہو گئی ہوں تو اس نے سنجیدگی سے جواب دیا تھا "محبت میں عقل و خرد کھو ناکوئی قابل فخر فعل نہیں، بیشک میں بھی تمہیں پیار کرتا ہوں —— اور بہت پیار کرتا ہوں مگر میں دیوانہ نہیں ہوں" ——

اگرچہ اسکا یہ جواب میرے لئے صد درجہ مایوس کن اور حوصلہ شکن تھا، لیکن میں سچ مچ پاگل ہو گئی تھی قلق ضرور رہا، مگر اس کے روح فرسا اثرات پریم کی ترنگ میں گم ہو گئے، جب کبھی میں کسی بات سے مسرور ہوتی اور اسے بھی اپنی مسرت میں شمولیت کی دعوت دیتی تو وہ متین بنا بیٹھا رہتا اور اس کے انداز سے معلوم ہوتا کہ اس نے کچھ سنا ہی نہیں —— سمجھا ہی نہیں —— یہ اعتنائیاں مجھے کل با وقت ہوشیار کرنے کے لئے کافی تھیں لیکن میں بالحقیقت دیوانی ہو گئی تھی —— ایک سال ہوگئے ازدواجی دھاگے میں منسلک ہو گئے، مجھے دنیا بھر کی دولت مل گئی، وہ دل کا بہت اچھا تھا، مخلص شوہر اس سے زیادہ مجھے کیا ملتا، ضرورت بھی کیا تھی، ہنسی خوشی دن گذرنے لگے، وقت کو پر لگ گئے، وہ میرا پیارا شوہر تھا اور میں اسکی پیاری بیوی۔

مہینوں پر مہینے گذرتے گئے اور ہمیں یقین ہو گیا کہ ہماری ازدواجی زندگی مستحکم بنیادوں پر استوار ہو چکی ہے، لیکن اب ہر روز ایک نہ ایک بات ایسی ہو جاتی کہ سارا دماغی سکون خاک میں مل جاتا، پہلے میں نے خیال کیا تھا کہ میں نے اپنے شوہر کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے، اس کے مزاج کا صحیح اندازہ لگا لیا ہے، اسکی طبیعت سے بخوبی واقف ہو گئی ہوں، لیکن گئے دن کے نئے نئے واقعات نے میری خوش فہمی کا پردہ چاک کر دیا مثال کے طور پر میں چند ایسے واقعات بیان کرتی ہوں جنسے مجھے سخت روحانی اذیت پہنچی

ایک روز میں نے اسکے ٹوتھ برش کو چھو کر دیکھا بال اتنے سخت تھے کہ معلوم ہوا کہ انگلیوں میں چھپے پتلے تار چبھ گئے، برش کے بال اتنے سخت ہونیکی وجہ یہ تھی کہ اس نے اسے سرے سے استعمال نہیں کیا تھا، اگر کیا تھا تو ایک دو دفعہ اور کوئی تیسری وجہ نہیں ہو سکتی تھی، جب میں نے اس کے متعلق دریافت کیا تو نہایت ملائمت سے بولا۔

"آخر کرتا بھی کیا، صبح کو برش تلاش کیا مگر کمبخت کہیں ملا ہی نہیں، انگلیوں ہی سے دانت مانجھ لئے، اس میں حرج ہی کیا ہے"

میرا دل کٹ کر رہ گیا، پھر تو میں اس دن سے ٹوتھ برش اور پاؤڈر ایسی جگہ رکھنے لگی کہ اسکی نظر فوراً پڑ جائے ——

"پیارے" اس سے ایک روز میں بولی "حجامت بنوالو نا! بال بہت بڑھ گئے ہیں، بد نما معلوم ہوتے ہیں"

"اتنی عجلت کیا ہے بنوا لوں گا"

"لیکن ہمیں آج رات کو تو ایک پارٹی میں جانا ہے یاد ہے یا نہیں ذرا آدمی بن کر چلو"

"میں تو آدمی بننا نہیں چاہتا، آدمیت آپ ہی کو مبارک ہو، آپ کو دعوت قبول کرنیکی اجازت ہی کس نے دی تھی، خیر میں آج حجامت تو ہرگز نہیں بنواؤں گا چاہے آپکے احباب مجھے گنوار ہی سمجھیں" ——

اس ہٹ کا کیا علاج تھا؟ اس واقعہ کے چند روز بیتنے کے بعد میں نے ایک دن اسے اخبار پڑھتے دیکھا، میں سینما کے ایک اشتہار پر انگلی دھرتے ہوئے بولی "یہ فلم دیکھنا چاہیئے، اچھی معلوم ہوتی ہے" کہنے لگا "میں تو آپکی قیاس آرائی سے اتفاق نہیں کرتا، میرا جہاں تک خیال ہے یہ فلم تیسرے درجہ سے بھی گری ہوئی ہے، اگر بفرض محال اچھی ہو بھی تو میرا دل اسے دیکھنے کو نہیں چاہتا" ——

جی جل گیا، جزبز ہو کر بولی۔

"آپ جائیں یا نہ جائیں میں تو اس فلم کو دیکھنے ضرور جاؤں گی"

—— وہ صرف [illegible]

کرتے ہوئے بولا "خیر میں تمہاری خاطر آج کی خاطر دیکھنے کیلئے کیا کرنا پڑتا ہے"

ہم دونوں سینما گئے۔ لیکن وہ کچھ دیر تک تماشائیوں کی بدذوقی پر قہقہے لگاتا رہا، ان تماشائیوں میں سے میں بھی ایک تھی، فلم اچھی خاصی تھی، لیکن اسے وہ ہر نقطہ نگاہ سے مہمل اور لغو ثابت کرنے پر تلا ہوا تھا ــــ صرف مجھے چڑانے کے لئے۔ ایک سہانی شام کو ہم دونوں تنہا بیٹھے تھے، فضا بڑی خوشگوار اور سحر انگیز تھی، دل میں عجیب عجیب جذبات امنڈے آرہے تھے، میں دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ بولی "ایک بات بتاؤ گے؟ کیا تم سچ مچ مجھے پیار کرتے ہو؟" ــــــــ

"کیوں نہیں" ایکا یہ خشک چھوٹا سا جواب تھا

"تم اقرار کیوں نہیں کرتے کہ تمہیں مجھ سے محبت ہے، مجھے عزیز نہیں سمجھتے ہو میں تمہاری رفیقہ حیات ہوں نا!" ــــــــ

"ایسی فضول باتیں کرنے سے کیا فائدہ ہے کیا تمہارے خیال میں بار بار اظہار محبت کرنا حد درجہ مضحکہ خیز ہے، میں تمہاری محبت میں دیوانہ ہو گیا ہوں، میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا، کتنی فضول باتیں ہیں، میں جانتا ہوں تم مجھے بہت چاہتی ہو، لیکن میں نے اس طرح کا کبھی کوئی سوال نہیں کیا، پھر تمہیں ایسے سوالات کرنے کا کیا حق ہے؟"

"اچھا جانے دو اِن باتوں کو، دوسری باتیں کرو، خطا ہو گئی" میں دل برداشتہ ہو کر بولی۔

"دوسری باتیں کیا کہوں، کوئی نئی بات ہو تب تو کہوں" ــــــــ

"نئی بات کیا ہوگی خاک، کتابوں ہی سے کب فرصت ملتی ہے، ایک کونے میں شوہر صوفے میں دھنسا کتابوں میں گم ہے اور دوسرے کونے میں بیوی بیچاری کتابوں کے حروف تکا ہوں سے چاٹ رہی ہے ــــ پھر نئی بات کا کہاں پتہ"

میں نے جلا کر اس پر طنز کیا۔

اس پر وہ ذرا مسکرایا اور بولا "دل کے پھپھولے خوب پھوڑ لو اسوقع غنیمت ہے"

میں نے سوچا تھا کہ وہ میرے دلی جذبات کو سمجھنے کی کوشش کریگا، لیکن اسکی ......

میرے شوہر کا یہ مرض لاعلاج ہے، میں نے اسے بدلنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا، مگر وہ خدا کا بندہ ٹس سے مس نہیں ہوا، اب میں عاجز آکر کوشش کرنے سے باز آئی ہوں، اگرچہ میرے اوقات حد درجہ بے کیف ہیں، مگر مجھے یہ سوچکر گونہ اطمینان ہو جاتا ہے کہ کیا عجب میرے شوہر سے بھی زیادہ تکلیف دہ دوسری عورتوں کے شوہر ہوں ــــــــ بہرحال کبھی کبھی اسکا طرز سلوک مجھے نشاط و سرور کی دنیا میں پہنچا دیتا ہے ــــــــ اور یہی ایک بات ایسی ہے جس کے سہارے پر اب تک جی رہی ہوں ــــــــ

ایک بیوفا شوہر کو ایک باوفا بیوی کا پیام!

از علامہ رسا ہمدانی گیاوی ٹرپل ایم اے گولڈ میڈلسٹ ایڈوکیٹ

نہ کسی سے راز کہہ کے مجھے شرمسار کرنا
نہ مرا خیال دل میں سرِ بزم آنے دینا
مرے زخم خوردہ دل کا ہے کچھ لحاظ تجھ کو
نہ کسی کو مسکرا کر کبھی دیکھنا ادا سے
تری بانکی چتونوں پہ نہ فریفتہ ہو کوئی
ترے گیسوؤں کے پھندوں نہ پھنسائیں دل کسی کا
ترا دامنِ محبت ہے پاک خارِ غم سے
مرا دل نثار تجھ پہ مری جان تجھ پہ صدقے

کہ گناہ کچھ نہیں ہے تجھے دل سے پیار کرنا
نہ حسین انکھڑیوں کو کبھی اشکبار کرنا
نہ نظر کی تیغ کا اب کسی دل پہ وار کرنا
نہ مری طرح کسی کو کبھی بے قرار کرنا
نہ خدنگِ ناز کو اب کسی دل کے پار کرنا
نہ سکھائے مہ وشوں کو ترا حسن پیار کرنا
نہ عدو کو اے سمن بر تو گلے کا ہار کرنا
مجھے تجھ سے ہے محبت نہ ذلیل و خوار کرنا

نہ کہوں میں کچھ زباں سے مگر آرزو یہی ہے ✻ جو کسی کو پیار کرنا تو مجھی کو پیار کرنا

قاتل کون؟

سی آئی ڈی چیف انسپکٹر مسٹر جمیل کے کارنامے نمایاں کی داستان عجیب انکے اپنے قلم سے

نہایت سنسنی خیز دلچسپ افسانہ

میں (سی، آئی، ڈی چیف انسپکٹر جمیل) صبح سے چند مقدمات کی تفتیش میں مصروف رہنے کے بعد خستہ و پریشان واقعات کی رپورٹ لکھنے کیلئے اپنے دفتر پہنچکر ہیٹ (ٹوپی) اتارتے ہوئے کرسی پر بیٹھا ہی تھا کہ ٹیلیفون کی گھنٹی بجی، میں نے رسیور اٹھایا، فون سے معلوم ہوا کہ سپرنٹنڈنٹ صاحب ایک قتل کے سلسلہ میں مجھے فوری اپنے بنگلہ پر طلب فرما رہے ہیں، میں اپنی خستگی کی بنا پر بددلی کے ساتھ اٹھا، ٹوپی پہنی اور دفتر کے ملحقہ بنگلہ کی جانب روانہ ہوا، اسوقت ۱ بجنے میں ۵ منٹ باقی تھے، مجھے دیکھتے ہی سپرنٹنڈنٹ صاحب باہر نکل آئے اور ہم دونوں موٹر پر بیٹھکر روانہ ہوئے۔ مجھے راستہ میں سپرنٹنڈنٹ صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ میونسپل گرلس ہائی اسکول کی پرنسپل کے دفتر کے کمرہ میں ایک مرد اور ایک نوجوان لڑکی کا قتل ہوگیا تھوڑی دیر میں ہماری موٹر اسکول کے کمپاؤنڈ میں پہنچ گئی، ایک پولیس مین نے "ادھر تشریف لے چلئے" کہتے ہوئے ہم کو اسکول کی اوپری منزل کے زینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، ہم لوگ اوپر پہنچے کمرہ کے باہر ایک کانسٹبل کھڑا تھا، جس نے ہمکو مطلع کیا کہ پولیس میں اطلاع ہونیکے بعد سے کوئی چیز چھوئی نہیں گئی ہے، ہم لوگ کمرہ کے اندر گئے، بڑی میز سے ۳ فٹ کے فاصلہ پر ایک ۳۰ سال کا خوبصورت آدمی پڑا تھا، جس کے بائیں ہاتھ کے قریب پستول تھا، اس سے قریب ۲ فٹ کے دوری پر ایک حسین لڑکی بہترین لباس میں ملبوس پڑی ہوئی تھی، دیکھنے پر معلوم ہوا کہ مقتولہ کے سینہ میں ریوالور کی گولی نے پورا پورا کام کیا ہے، جبکہ حسین نوجوان (جس کو دیکھتے ہی میں نے پہچان لیا کہ وہ کامتا پرشاد مشہور وکیل ہیں) کی کنپٹی میں گولی لگی تھی، اس عرصہ میں ڈاکٹر آگیا اور حسب قاعدہ مردہ جسموں کے معائنہ میں مشغول ہوا، میں نے چند باتیں اپنی نوٹ بک میں درج کیں، سپرنٹنڈنٹ صاحب نے اسکول کے چوکیدار کو طلب فرمایا، جس نے حسب ذیل بیان دیا۔

"تمہارا نام" ———

"ایشوری" ———

"تم کتنے عرصہ سے یہاں ملازم ہو" ———

"قریب بیس ۲۰ سال سے" ———

"قتل کے واقعہ کے متعلق تم کیا جانتے ہو سچ سچ بیان کرو"

چوکیدار کچھ دیر خاموش رہا، پھر گلا صاف کرتے ہوئے بولا:———

"تعطیلوں میں کبھی کبھی ضروری کام کرنے کے لئے بڑی مس صاحبہ (پرنسپل صاحبہ) اور بابو جی (کلرک اسکول) آتے ہیں، ان کی آمد کے خیال سے میں پرنسپل صاحبہ اور بابو جی کے کروں کو صاف کر دیتا ہوں آج بھی صبح اٹھ کر میں نے دونوں کے کمرے صاف کئے گیارہ بجے تک ان کا انتظار کرتا رہا، اس کے بعد کھانا پکانے میں مصروف ہوا ساڑھے ۱۲ بجے مس صاحبہ (مس کملا کماری مقتولہ) آئیں اور یہ کہتے ہوئے کہ انہیں ہفتہ آئندہ کی تیاری کے لئے چند کتابیں دیکھنی ہیں اوپر چلی گئیں، جس وقت وہ آئی ہیں میں اپنے پلنگ پر بیٹھا ہوا تھا، اسکے بعد میں کچھ سو گیا۔ کہ ایک گولی ایک زنانہ چیخ اور اس کے بعد پھر ایک گولی چلنے کی آواز سنی، میں جاگا مگر فوراً کچھ نہ سمجھ سکا، قریب دو منٹ گذرنے پر میں اپنے کمرہ کے باہر آیا، اور مجھے خیال ہوا کہ مس صاحبہ کے کمرہ میں ہیں، یہ خیال کرتے ہی میں اوپر چڑھا، جب اس کمرہ کے قریب پہنچا تو دروازہ کھلا ہوا تھا اور میں نے ان لاشوں کو اسی طرح پڑا ہوا دیکھا جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں، میں قریب آیا اور یہ دیکھ کے کہ یہ بالکل ختم ہو گئے ہیں، پولیس کے سپاہی کو اطلاع کرنے کیلئے گیا"

سپرنٹنڈنٹ - تم نے کسی کو زینے سے اترتے نہیں دیکھا۔

چوکیدار - جی نہیں ———

سپرنٹنڈنٹ - تمہارا خیال ہے کہ گولی چلنے کے دو منٹ کے بعد تم اوپر آ گئے تھے؟ ———

چوکیدار - میں اس کو نہیں کہہ سکتا میں ایک بڈھا آدمی جلد زیادہ تر نہیں چل سکتا، شاید گولی کی دوسری آواز سے اوپر پہنچنے تک مجھے پانچ منٹ لگ گئے ہوں ———

سپرنٹنڈنٹ - کیا تمہارے پاس گھڑی ہے؟

چوکیدار - اسکول کے ہال میں گھڑی لگی ہوئی ہے جو میرے کمرے

بالکل سامنے ہے اور عام طور پر میری نظر اسپر پڑتی رہتی ہے۔

سپرنٹنڈنٹ ۔ جب تم پولیس مین کو اطلاع کرنے گئے تو اسوقت کیا وقت تھا

چوکیدار ۔ ۲ بجکر ۵۰ منٹ ہوئے تھے۔ ——————

سپرنٹنڈنٹ ۔ اچھا غور کرکے کمرہ کو دیکھو، تمہارے خیال میں جب تم پولیس مین کو اطلاع کرنے گئے، اسوقت سے اسوقت تک کمرہ میں کوئی تبدیلی تو نہیں ہوئی ہے۔ ——————

چوکیدار (ادھر ادھر بہت غور سے دیکھکر) جی نہیں جہاں تک مجھے خیال ہے کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ ——————

ڈاکٹر نے اپنا معائنہ ختم کر دیا، وہ ہمارے قریب آکر کھڑا ہو گیا تھا کہ سپرنٹنڈنٹ نے مجھکو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "کیا خیال ہے، میں تو سمجھتا ہوں یہ قتل اور خودکشی کا واقعہ ہے، جسکا محبت سے تعلق ہے، مرد نے کسی وجہ سے اپنی محبوبہ کو قتل کیا اور اسکے بعد خودکشی کر لی" میں گردن ہلاتے ہوئے جی نہیں میں آپ سے متفق نہیں ہوں، ظاہراً واقعات کچھ بھی ہوں لیکن میرا تو یہ خیال ہے کہ یہ دونوں قتل کئے گئے ہیں" ——————

سپرنٹنڈنٹ (چیں بہ جبیں ہوکر) قتل کئے گئے ہیں تو پھر قاتل اسقدر جلد کیسے غائب ہو گیا، پھر صرف قتل خیال کرنے کی کوئی خاص وجہ؟

میں ۔ قاتل کے فرار کے متعلق میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا (اور لاش کے قریب جھک کر مقتولہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) مقتولہ کے چہرہ اور مقتول کے سر کے قریب بارود کے نشانات کا نہ ہونا اس امر کی روشن دلیل ہے کہ یہ دونوں قتل کئے گئے ہیں اور خودکشی سے ان دو میں سے ایک کو ذرا بھی تعلق نہیں ہے، اسکے علاوہ نشاناتِ زخم سمت کو ظاہر کر رہے ہیں کہ پرنسپل صاحبہ کی کرسی کے پشت والے دروازہ کی جانب سے گولیاں چلائی گئی ہیں ——————

سپرنٹنڈنٹ (بارود کے نشانات کی بے سود تجسس کے بعد غصہ کو ضبط کرتے ہوئے) نشاناتِ بارود کے متعلق تو آپ کا خیال درست ہے مگر سمت کے متعلق تو جب تک ماہر کیمیا آپ سے اتفاق نہ کرے، میں آپکے خیال کو وقعت نہیں دے سکتا، اگر بارود کے نشانات نہ ہونے کے متعلق کوئی اور بات سمجھ میں آجائے تو یقیناً آپ اپنی رائے کو تبدیل کرنے پر مجبور ہو جائیں گے، اور اس واقعہ کو قتل و خودکشی سے منسوب کریں گے کیونکہ اگر ایسا نہیں ہوا تو جبکہ چیخ اور دوسری گولی کی آواز سن کر چوکیدار پھاٹک سے آکر سیڑھیوں پر قدم رکھتا ہوا اوپر آیا تو وہ قاتل کو ضرور دیکھ لیتا۔ مگر وہ بھی کہتا ہے کہ اس نے کسی کو جاتے نہیں دیکھا۔

میں ۔ جی ہاں چوکیدار تو یہی کہتا ہے، لیکن اس کے علاوہ ایک اور بات ظاہر کرتی ہے کہ قاتل مرد نہیں ہے، وہ یہ کہ مرد کی بائیں کنپٹی پر زخم کا نشان ہونا دلالت کرتا ہے کہ اگر اس شخص نے خودکشی کی تو یقیناً یہ اپنے بائیں ہاتھ سے کام لیتا تھا، اور یہ بات ناممکن ہے کہ سیدھے ہاتھ سے کام لینے والا آدمی اپنے سیدھے ہاتھ سے پستول پکڑ کر بائیں کنپٹی پر رکھ کر گھوڑے کو دبا سکے اور اس سے اس قسم کا زخم پیدا ہو جیسا کہ اس وقت موجود ہے۔ ——————

سپرنٹنڈنٹ ۔ تو اس سے کیا ہوتا ہے، ممکن ہے کہ یہ شخص بائیں ہاتھ سے کام لیتا ہو، اس کے بائیں ہاتھ کے قریب پستول کا پڑا ہونا بھی اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ یہ شخص بائیں ہاتھ سے زیادہ کام لیتا تھا"

میں ۔ جی ہاں ان واقعات کی بنا پر میرا بھی یہی خیال ہونا چاہئے تھا مگر اول تو میں مقتول وکیل سے بخوبی واقف ہوں ان کو میں نے کبھی غیر معمولی طور پر بایاں ہاتھ استعمال کرتے نہیں دیکھا، دوسرے کوٹ کی جیبوں میں رکھی ہوئی چیزیں مثلاً پنسل، فاؤنٹن پن، نوٹ بک، گھڑی بھی اس کے خلاف گواہی دیتے ہیں، یعنی وہ انہی مقامات پر ہیں جہاں ایک داہنے ہاتھ کو کام میں لانیوالا آدمی رکھتا ہے، اور اگر بائیں ہاتھ کو استعمال کرنیوالا ان چیزوں کو اسطرح رکھے تو یقیناً اسے سخت تکلیف ہوگی۔

سپرنٹنڈنٹ (طنزیہ لہجہ میں) تو جو کچھ آپ خیال کر رہے ہیں اگر درست ہے۔ اور بڈھے چوکیدار نے قاتل کو بھاگتے ہوئے نہیں دیکھا تو یقیناً قاتل ابھی تک اس عمارت میں موجود ہے، بہتر ہوگا کہ آپ اسے فوراً ہی گرفتار کر لیں۔ ——————

میں نے سپرنٹنڈنٹ صاحب کے الفاظ کی پروا نہ کی اور دوسرے ملحقہ کمروں کے معائنہ کے لئے متوجہ ہو گیا، اس کے بعد ہی ماہر نشاناتِ انگشت آ گیا ملحقہ کمروں کا فرش پختہ تھا، اور نشاناتِ قدم کا معلوم ہونا نہایت ہی دشوار تھا، میں نے کسی نتیجہ پر پہنچنے کے سلسلہ میں سراغ لگانے کی بہت کچھ کوشش کی، مگر سود مند نہ ہوئی، ماہر نشاناتِ انگوٹھا نے اپنی رائے ظاہر کی کہ پستول پر انگلی یا انگوٹھے کا کوئی نشان نہیں ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قاتل دستانہ پہنے تھا، مقتول مرد یا عورت میں سے کوئی دستانہ نہیں پہنے تھا، اور نہ مرد کی جیب یا عورت کے ہینڈ بیگ میں دستانے تھے، اس سے بھی ثابت ہوتا تھا کہ قتل کرنیوالا ان دونوں مقتولین کے سوا کوئی اور تھا، اب سپرنٹنڈنٹ صاحب نے ایک حد تک رنگِ شکست قبول کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب سے دریافت کیا۔

"کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ان دونوں میں سے پہلے کس نے جان دی؟"

ڈاکٹر ۔ صحیح طور پر معلوم کرنے میں بہت وقت لگیگا، مگر معمولی

طور پر معائنہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گولی تھوڑے سے فاصلہ سے چلائی گئی ہے اور مقتولین میں پہلے مرد نے جان دی ہے، یہ معلوم کرتے ہوئے سپرنٹنڈنٹ صاحب نے فرمایا "اچھا انسپکٹر صاحب میں باقی تحقیقات آپ کے سپرد کرتا ہوں اور خود مقتول کی بیوی اندرشاء کو اطلاع دینے جا رہا ہوں" ـــــــــــــــ

سپرنٹنڈنٹ صاحب کے تشریف لے جانے کے بعد میں نے ایک پولیس کانسٹبل کو سڑک پر بھیجا کہ وہ دوکانداروں سے یہ دریافت کرے کہ انہوں نے وقتِ واردات کے بعد کسی شخص کو مشتبہ طور پر اُدھر سے گذرتے تو نہیں دیکھا، اس کے بعد پھر میں نے چوکیدار کو طلب کرکے نہایت نرمی سے اس سے پھر واقعات بیان کرنے کو کہا جس نے بلا پس و پیش پھر وہی واقعات دہرائے۔

میں ـ تمہارا بیان ہے کہ مقتولہ استانی یہاں ۲½ بجے آئی اور اس کے بعد سے ۳ بجکر ۲۵ منٹ تک تم نے کسی آدمی کو گذرتے نہیں دیکھا، یہاں دو آدمیوں کا قتل ہوتا ہے اور قتل کے بعد تمہارے بیان کے مطابق اس عمارت میں صرف ایک تم ہی جاندار تھے اب تم ہی بتاؤ کہ اس کے کیا معنی ہو سکتے ہیں؟

چوکیدار ـ صاحب جب مقتول وکیل صاحب آئے اسوقت غالباً میں سو رہا تھا اور چونکہ میں نے قاتل کو نہیں دیکھا اس لئے اس واقعہ کو سوائے قتل اور خودکشی کے کچھ نہیں کہہ سکتا۔

میں ـ نہیں، نہیں یہ دونوں قتل کئے گئے ہیں، کیا یہ ممکن نہیں ہو سکتا کہ جب تم نے دوسری گولی کی آواز سنی اور نیند سے ہوشیار ہونے کے بعد تمہارے حواس درست ہوئے، اس عرصہ میں کوئی شخص زینہ سے اتر کر چلا گیا ہو اور تم نے نہ دیکھا ہو"

چوکیدار ـ "نہیں جناب یہ ناممکن ہے"

اس عرصہ میں کانسٹبل واپس آیا اور اس نے بتایا کہ اول تو اس نواح میں دوکانات کم ہیں، دوسرے مہینہ کا آخری اتوار ہونے کی بنا پر بہت سی دوکانیں صبح سے بند تھیں، دو ایک چھوٹی دوکانیں کھلی تھیں ان کے دوکانداروں سے کوئی مفید مطلب بات نہیں معلوم ہوئی مجبوراً تحقیقات کو فی الحال ملتوی کرکے میں اپنے دفتر واپس گیا اور اپنے اسسٹنٹ مسٹر بنسی لال کو ہدایت کی کہ وہ وکیل اور مقتولہ کے رشتہ داروں اعزہ سے ملکر ان دونوں کی گذشتہ زندگی کے متعلق مفصل باتیں معلوم کرکے رپورٹ کریں، کچھ دیر دیگر ضروری کام کرنے کے بعد ٹیلیفون پر معلوم کرکے کہ سپرنٹنڈنٹ صاحب واپس آ گئے ہیں، میں ان کے بنگلہ پر گیا، سپرنٹنڈنٹ صاحب نے بیان کیا کہ ـ میں مقتول وکیل کے مکان پر گیا، وہاں معلوم ہوا کہ انکی بیوی ۲ بجکر ۳۰ منٹ پر کسی خیراتی کمیٹی کی شرکت کے لئے جس کی وہ ممبر ہے اپنے ایک رشتہ دار کے یہاں گئی ہے، اس رشتہ دار کا پتہ معلوم کرکے میں وہاں گیا، اور جب میں نے اس سے بیان کیا کہ اسکا شوہر قتل کر دیا گیا ہے، پہلے تو اس نے مجھے ایسی نظروں سے دیکھا گویا اسے میرے کہنے کا یقین نہیں ہے اور اس کے بعد میری بات کو سچ سمجھتے ہوئے بیہوش ہو گئی، کچھ دیر گذرنے کے بعد جب وہ ہوش میں آئی، تب میں نے اِدھر اُدھر کی باتیں کرکے اس سے دریافت کیا کہ کیا اسے علم ہے کہ اس کے شوہر کا کسی اور عورت سے کچھ تعلق تھا وہ یہ سنکر ایک تعجب کے انداز میں میری طرف دیکھنے لگی پھر بولی "نہیں یقینی نہیں" انسپکٹر صاحب میں مسز کاستا پرشاد کے حسن و جمال کو دیکھتے ہوئے سمجھ نہیں سکتا کہ باوجود ایسی حسین بیوی کے مقتول وکیل کسی طرح ایک استانی کی جانب ملتفت ہو سکتا تھا، اس کے بعد جب میں نے بجائے قتل پر استانی کے قتل ہونے کا واقعہ اس کو سنایا تو وہ شدتِ غم سے چیخ مارکر بیہوش ہو گئی۔

میں ـ میرا خیال ہے کہ قاتل پرنسپل کے کمرہ سے ملے ہوئے کمرہ میں چھپا تھا، چوکیدار نے پہلی اور دوسری گولی کے درمیان میں چیخ کی آواز سنی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے وکیل پر فائر کیا گیا، اب غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قاتل وہی شخص ہو سکتا ہے جو وکیل اور استانی کے تعلقات سے واقف ہو اور کسی ذریعہ سے معلوم کر چکا ہو کہ وہ فلاں وقت اور فلاں جگہ پر یہ ایک دوسرے سے ملیں گے، چوکیدار پر بھی شبہ کیا جا سکتا ہے مگر وجہ ہم سمجھ میں نہیں آتی، اگر ہم کو یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص اس خفیہ ملاقات سے واقف تھا تو یقیناً صحیح راستہ پر پہنچنے میں ہم کو آسانی ہوگی۔ ـــــــــــــــ

سپرنٹنڈنٹ (سر ہلاتے ہوئے) ہاں یہ تو ٹھیک مگر یہ معلوم کس صورت سے ہو؟ ـــــــــــــــ

میں مسلسل کوشش سے یقیناً ہم آج نہیں تو کل صحیح راستہ پر پہنچ جائینگے

اتنی گفتگو کے بعد میں سپرنٹنڈنٹ صاحب سے اجازت حاصل کرکے مکان آیا، تھوڑی دیر کے بعد میرا اسسٹنٹ آگیا، جس نے یہ بتلایا کہ مقتول حسینہ ایک نہایت نیک لڑکی تھی، اس کے بہت سے دوست ہیں جو اس واقعہ سے بیحد رنجیدہ ہو گئے، اس کے قریبی عزیزوں میں صرف ایک بڑا بھائی مسمی گورنداس ہے جو ایک کالج

ظاہر ہے جب انسداد کی بہن کے قتل کی خبر دی گئی وہ نہایت مغموم ہوا۔ وہ پہلے اسی اسکول میں تعلیم دیتی تھی لیکن دو سال ہوئے کہ یہاں کی ملازمت ترک کر کے ایک دوسرے چھوٹے شہر کے اسکول میں چلی گئی تھی۔ اسکے بعد صرف کل اس کی خدمات اس اسکول میں دوبارہ لی گئی تھیں۔ اس کے تمام دوستوں مردوں اور عورتوں میں سے کسی نے بھی مقتولہ کی زبان سے مقتول وکیل کا نام نہیں سنا تھا۔ ان لوگوں کا خیال ہے کہ اتفاقیہ طور پر وہ دونوں پرنسپل کے کمرہ میں مل گئے ورنہ کسی قسم کے نازیبا تعلقات کا انہیں گمان بھی نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح جوان العمر وکیل کے رشتہ دار اور احباب بھی پر زور الفاظ میں کہتے ہیں کہ مقتول وکیل ایک نہایت نیک دل آدمی تھا اور سوائے اپنی خوبصورت بیوی کے دنیا کی کسی عورت سے محبت نہیں کرتا تھا۔ میں نے یہ واقعات سنکر چند اور ہدایات دیکر اپنے اسسٹنٹ کو رخصت کیا اور کچھ دیر سوچنے کے بعد اپنی کار پر بیٹھکر مسٹر گرنزائن مقتولہ کے بھائی کے یہاں گیا، اپنا کارڈ بھیجا کچھ دیر کے بعد وہ باہر آیا، اس کے چہرہ کی علامات ظاہر کر رہی تھیں کہ وہ مجھ سے ملنا پسند نہیں کرتا، بہرحال مجھے تو اپنا فرض ادا کرنا تھا اسلئے میں نے بکمال ملامیت کہا، مجھے افسوس ہے کہ میں نے آپ کا قیمتی وقت ضائع کیا مگر کیا کہوں کچھ ایسے ہی واقعات ہیں جنکی بناء پر میں آپ سے ملنے پر مجبور ہو گیا ہوں۔

وہ۔ (ایک پھیکا مسکراتے کے انداز میں) مجھے جو کچھ معلوم تھا آپ کے اسسٹنٹ سے بیان کر دیا اب سمجھ میں نہیں آتا کہ اب مجھ پریشان کو اور پریشان کیوں کرنے آئے ہیں، پولیس کا یہ عام قاعدہ ہے کہ تکمیل مقدمہ کے لئے بے سروپا واقعات کو بھی شامل کر دیتے ہیں، جیسا کہ موجودہ واقعہ میں آپ لوگوں کو گمان ہے کہ مقتول وکیل میری بہن سے محبت کرتا تھا مگر میں کہہ چکا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ آپ لوگ غلطی پر ہیں، میں یہ دیکھتے ہوئے کہ وہ مجھ سے زیادہ بات کرنے پر آمادہ نہیں ہے، یہاں تک کہ اس نے مجھے بیٹھنے کو بھی نہیں کہا، اپنے فرض پر غور کرتے ہوئے خود ہی کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا اور جیب سے سگریٹ نکال کر اس کو پیش کیا جس کو اس نے نفی نہیں، شکریہ کہکر واپس کر دیا، میں نے زیادہ اطمینان سے بیٹھتے ہوئے کہا، اچھا اب آپ مہربانی فرماکر یہ بتلائیے کہ جب آپ کی بہن کو یہاں ایک معقول مشاہرہ ملتا تھا تو دو برس گذرے وہ مقابلتاً کم تنخواہ پر یہاں سے کیوں واپس چلی گئیں۔

وہ۔ اس لئے کہ یہاں سے بہتر اسکا ایک انتظام ہو گیا تھا۔

میں نے مطلب بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

مگر آپ کی مرحومہ بہن کو ایک تبدیلی نے تو اپ ... بیان کیا ... یہ تبدیلی آپ کے اشارہ سے ہوئی۔

وہ (خفا ہو کر پیش کرتے ہوئے) نہیں نہیں بھلا اس بات سے کوئی تعلق نہیں ہے، یہ تبدیلی اسی کی خواہش کی بناء پر ہوئی۔ ہاں میں نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔

میں اس کی ذہنی حالت کا اندازہ کرتے ہوئے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسٹر گرنزائن کیا اب بھی آپ انکار کریں گے کہ آپ اپنی بہن اور وکیل کے دوستانہ بڑھے ہوئے تعلقات سے لاعلم تھے۔

وہ۔ نہیں میں اسکا اقرار کرتا ہوں کہ وہ ایک دوسرے کے شناسا ضرور تھے مگر تعلقات ایسے گہرے نہ تھے جیسا کہ آپ خیال فرما رہے ہیں۔

میں۔ دیکھئے آپ اپنی مقتولہ بہن کے سلسلہ میں پولیس کو پوری پوری مدد نہیں دے رہے ہیں، جس سے ہر قسم کے شبہات پیدا ہو سکتے ہیں کیا میں آپ سے دریافت کر سکتا ہوں کہ آپ تین اور چار بجے شام کے درمیان کہاں تھے، میرے ان الفاظ سے اسکا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا اور اس نے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا "آپ جانتے ہیں آج ہم کاروباری آدمیوں کی تعطیل تھی، دوپہر کے کھانے پر میرے ایک دوست نے مجھے مدعو کیا تھا اور بھی احباب تھے، کھانا کھانے کے بعد ہم لوگ تاش کھیلتے رہے، یہاں تک کہ شام کے ۵½ بج گئے آپ میرے ان دوستوں...... سے دریافت کر سکتے ہیں۔ کسی مفید مطلب بات کی توقع نہ پاتے ہوئے میں وہاں سے رخصت ہو کر ان دوستوں کے پاس گیا اور ان سب نے اس کے بیان کی تائید کی، کوئی ایسی بات نہ معلوم ہوئی جس سے اس تاریکی پر روشنی پڑتی، آخر کار ایک ہلکی سی امید کی جھلک پر میں اتنی رات گذر جانے پر بھی خاموش نہ رہ سکا اور مسٹر مچا پرشاد کے مکان پر پہنچا، اطلاع کے قریب پانچ منٹ کے بعد وہ کمرہ ملاقات میں آہستہ آہستہ قدم رکھتی ہوئی آئیں، میں نے انہیں اپنے تخیلات سے کہیں زیادہ خوبصورت پایا، بیچاری کی آنکھیں روتے روتے سوج گئی تھیں۔ سب سے پہلے میں نے اس نا وقت ملاقات کی معافی چاہی، انہوں نے نہایت شیریں کلامی سے کہا۔ "کوئی بات نہیں آپ اس کا کچھ خیال نہ فرمائیے، اپنے مرحوم شوہر کے قاتل کے پتہ لگانے میں جو کچھ بھی میرے احاطہ قدرت میں ہوا اس سے دریغ نہ کروں گی، آہ کیا کہوں میں کس قدر دل شکستہ ہوں، میں نے جناب کرۂ خواب کی طرف رخ بھی نہیں کیا۔" میں نے چند تسلی کے الفاظ استعمال کرنے کے بعد کہا، کیا آپ کو معلوم تھا کہ آپ کے مقتول شوہر اور مقتولہ لڑکی میں کسی قسم کے نامناسب تعلقات تھے؟ اس نے نہایت

جو دیکھنے سا تھ مسز کامتا پرشاد کے ہوتے ہیں کہ بات نہیں ایسا ہرگز نہیں تھا وہ اپنے وفادار شوہر سے ایسی بے وفائی نہیں کر سکتی تھی اور اب بھی کہتی ہوں کہ یہ سب غلط ہے ۔

میں ۔ آج وہ کس وقت مکان سے روانہ ہوئے ۔

وہ ۔ چونکہ آج تعطیل تھی ، اس وجہ سے وہ عدالت نہیں گئے ، قریب دو بجے تک ہمارے ساتھ رہے اور چونکہ آج ۴ بجے ٹھیک انہیں ایک میٹنگ میں شریک ہونا تھا جس کو وہ جانتے تھے ، اس لئے انہوں نے اپنا یہ ارادہ ظاہر کیا کہ وہ اس وقت اپنے دوستوں میں وقت گذاری کیلئے جاتے ہیں اور شام کو میری واپسی تک آجائیں گے ، میرے لئے کار (موٹر) چھوڑ کر وہ فوراً گھر پر چلے گئے ، قریب ۳ بجکر ۴۰ منٹ پر میں مکان سے روانہ ہوئی ، قریب بیس منٹ مجھے راستہ میں گذرے ٹھیک ۴ بجے میٹنگ تھی اور مجھے کچھ دیر پہلے وہاں پہنچ جانا ضروری تھا ۔

میں ۔ کیا آپ کے علم میں آپ کے شوہر نے کوئی تار ، ٹیلیفون یا کوئی تحریری پیغام کسی سے ملنے کیلئے وصول کیا تھا ۔

وہ ۔ نہیں مجھے اسکا علم نہیں ، آپ نوکروں سے معلوم کریں ، ممکن ہے وہ جانتے ہوں ۔ اب ان کے پاس ٹھیرنا بیکار سمجھکر میں باہر آیا نوکروں سے کچھ سوالات کئے ، مگر ہر ایک نے وہی بیان کیا جو مسز کامتا پرشاد کہہ چکی تھیں ، یہاں بھی کچھ سراغ نہ پاکر میں مکان واپس ہوا ، بہت دیر تک سوچتا رہا اور صبح کو بذریعہ موٹر اس ضلع کو گیا جہاں مس کملا کماری یعنی حسین مقتولہ نے دو سال تک بحیثیت استانی فرائض انجام دیئے تھے ، وہاں کے تمام لوگوں نے مقتولہ کے حسن اخلاق کی حد درجہ تعریف کی ، وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ ان دو برسوں میں سوائے مسٹر گرنزائن مقتولہ کے بھائی کے اور کوئی اس سے ملنے نہیں آتا تھا ، کبھی کبھی اختتام ہفتہ کی تعطیل میں وہ دونوں (بہن اور بھائی) بغرض تبدیلی آب و ہوا باہر چلے جاتے تھے ، میں نے مسٹر گرنزائن کا حلیہ دریافت کیا ، مگر میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ جب مسٹر گرنزائن کا حلیہ ہو بہو مقتول وکیل کا حلیہ ثابت ہوا ۔ اس سے اس بات کا پتہ چلا کہ بہ نیبال سوئے ناتی مقتولہ مقتول اس کے بھائی کا نام ظاہر کرتے ہوئے اپنی محبوبہ سے ملاقات کرتا تھا اور اسی بنا پر وہ لوگ مقتولہ کے حسن اخلاق کے اس درجہ معترف تھے ، اب میں بغرض فراہمی ثبوت گرد و نواح کے چند دلچسپ مقامات پر گیا وہاں کے ہوٹلوں کے رجسٹرات دیکھے ، مگر ان رجسٹرات سے ان دونوں کا وہاں قیام ثابت نہ ہوا ۔ مایوس ہو کر واپس ہوا ۔ دوسرے دن میں خود کو ایک بیکار نوکر کی ملازم کی حیثیت میں تبدیل کرتے ہوئے مسز کامتا پرشاد کے مکان کی جانب روانہ ہوا ، تھوڑی دیر بعد مجھے معلوم ہو گیا کہ ان کا شوفر ہے جو گھنٹہ بھر کے لئے باہر نکلا میں بھی اس کے ساتھ ہو لیا ، اپنی بیروزگاری کا اظہار کرتے ہوئے میں نے اس سے نوکری دلانے میں مدد چاہی ، کچھ دور تک ہم بازار میں گئے میں نے پان اور سگریٹ سے اس کی تواضع کی اور تھوڑی ہی دیر میں ہم ایک دوسرے کے دوست ہو گئے ، اس نے بازار سے مطلوبہ چیزیں خریدیں اور میں نے اس کو مکان تک ان چیزوں کے لانے میں مدد دی ، اس نے مجھے اپنا نام سنتو بتلایا ، باتوں باتوں میں میں نے ظاہر کیا کہ میرا ایک سینما میں نوکر ہے اور بآسانی ہم دونوں کے لئے سینما سے پاس مل سکتا ہے ، اگر وہ چلنا پسند کرتا ہو تو مجھ سے ملے وہ راضی ہو گیا وقت اور مقام طے ہو گیا اور شام کو میں ٹھیک وقت پر پہنچ گیا ، ۸ بجے وہ مجھ سے ملا ، میں نے وقت ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ ابھی وقت بہت ہے کیوں نہ ہم اس کو کسی ریسٹورنٹ میں بیٹھ کر گذاریں وہ آمادہ ہو گیا ہم ریسٹورنٹ پہنچے ، میں نے اس کے لئے شراب اور اپنے لئے چائے طلب کی ، دو گلاس پینے کے بعد جب میں نے دیکھا کہ اسے اچھی طرح نشہ ہو گیا ہے ، تب اس کے مقتول آقا کے متعلق ادھر ادھر کی باتیں کرتے ہوئے میں نے کہا ، کیا تم خیال کرتے ہو کہ تمہارے مالک اور اس استانی میں محبت تھی ، اس نے پہلے ادھر ادھر دیکھا اور اس کے بعد دبے لہجہ میں کہا ” ہاں میرا خیال ہے کہ وہ ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے “

میں ۔ لیکن تم ایسا کیوں خیال کرتے ہو ؟

وہ ۔ کیونکہ وہ بعض اوقات اپنی بیوی سے بہانے کر کے نکلتے تھے وہ کبھی کبھی باہر چلے جاتے تھے ، لیکن کسی کو یہاں تک کہ مالکن (مسز کامتا پرشاد) کو بھی نہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ کہاں گئے ہیں ؟

میں ۔ کیا تمہارے آقا اور ان کی بیوی میں کبھی جھگڑا ہوتا تھا ، اس نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا بلکہ متعجبانہ الفاظ میں میری جانب مخاطب ہوتے ہوئے بولا ” آخر تم کو ان باتوں سے کیوں اتنی دلچسپی ہے ؟ “

میں ۔ تم اگر ظاہر نہیں کرنا چاہتے تو نہ بتلاؤ ، مگر واقعہ یہ ہے کہ تمہارے آقا نے ایک مرتبہ جبکہ میں مصیبت میں مبتلا تھا میرے ساتھ بڑا اچھا سلوک کیا تھا ، ان کی بے وقت موت سے مجھے بہت رنج ہوا اسی لئے میں تم سے یہ باتیں پوچھ رہا ہوں ۔

وہ ۔ اچھا یہ بات ہے ، ہاں شروع شروع میں معمولی جھگڑا تو ضرور تھا مگر اس کے بعد سے کوئی ایسی بات نہیں ہوئی جس پر جھگڑا ہو سکتے ۔

میں ۔ جس روز وہ قتل ہوئے ہیں کیا دو بجے سے پہلے ان کے پاس

کوئی تحریری پیغام آیا تھا؟

وہ۔ ہاں ایک ۔۔۔ وہ خاموش ہو گیا کچھ دیر تک میں انتظار کرتا رہا۔ اس کے بعد میں نے کہا "تم ابھی کہہ رہے تھے کہ ایک تحریری پیغام اسے ملا تھا۔ وہ پیغام کے کر اس کے پاس آیا تھا۔

وہ۔ مجھے تم سے یہ کہنا نہیں چاہئے کیونکہ پولیس کو بھی میں نے اس بات کو نہیں بتلایا

میں۔ تم نے پولیس سے کیوں نہیں بتلایا۔؟

وہ۔ بات یہ ہے کہ میرے آقا نے مجھے منع کر دیا تھا کہ میں کسی بھی حال میں یہ بات ظاہر نہ کروں جب میں نے ایک مرتبہ جھوٹ بولا تو پھر اس کو نبا ہنا پڑا۔ کیا تمہارے خیال میں میں نے غلطی کی؟

میں۔ ہاں پولیس سے کوئی بات چھپانا نہیں چاہئیے۔ وہ رقعہ کے بجے آیا تھا اور اسے کون لایا تھا

وہ قریب دو بجے دن کے کسی کھاتے پیتے گھر کا ایک لڑکا ایک رقعہ لیکر آیا تھا۔ میں نے اس سے رقعہ مانگا۔ مگر اس نے کہا۔ نہیں وہ اسے صرف وکیل صاحب کے ہاتھ میں دے گا۔ مجبوراً مجھے وکیل صاحب کو بلانا پڑا۔ وکیل صاحب نے خود آکر رقعہ لیا اور میں اتنا جانتا ہوں کہ وہ اسے پڑھ کر بہت خوش ہوئے اور تھوڑی دیر کے بعد تانگہ منگا کر چلے گئے۔

میں۔ تو تمہارے خیال میں وکیل صاحب کے جانے کے بعد ہی انکی بیوی چلی گئیں

وہ۔ نہیں وہ ۲ بجکر ۳ منٹ کے بعد گئی ہیں

میں۔ تمہیں وقت کے متعلق کیسے یقین ہے

وہ۔ بات یہ ہے کہ ان کا خیال تھا کہ انہیں میٹنگ کیلئے دیر ہو گئی ہے اسلئے انہوں نے مجھے پکار کر کہا تھا کہ کمرۂ ملاقات کی گھڑی دیکھ کر میں بتاؤں کہ کیا وقت ہے۔ اسوقت ۳ بجکر ۲ منٹ ہوئے تھے اور اس کے بعد ہی وہ موٹر پر بیٹھ کر چلی گئیں۔

یہ معلومات حاصل کر کے میں نے ریسٹورنٹ کی گھڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، اب دس بج چکے ہیں تماشہ شروع ہو چکا ہے، کل چلیں گے۔ میں نے بل ادا کیا اور ہم دونوں ایک دوسرے سے رخصت ہو گئے۔

دوسرے دن صبح میں نے پولیس مین کو سپیکر سنٹر کو کوتوالی میں طلب کیا اصلات کا واقعہ بتلاتے ہوئے اسے ہدایت کی کہ وہ سچ سچ بتانے اس نے اپنا بیان لکھا دیا۔ اس کے علاوہ میں نے چند اور باتیں بھی اس سے دریافت کیں اور اس کے ساتھ ایک کانسٹیبل کو بھیج دیا اور کچھ دوسرے ضروری کام انجام دینے کے بعد میں پرنسپل گرلس ہائی اسکول کو روانہ ہوا۔ یہاں پہنچکر سب استانیوں کو پرنسپل کے کمرہ میں طلب کر کر ان سے درخواست کی کہ وہ اپنی اس مقتول ساتھی کا قاتل کا سراغ لگانے میں میری مدد کریں

اور انہیں واقعات سے آگاہ کر کے بتلایا کہ ہر ایک سے پوچھ گچھ ہو گی۔ ۔۔۔ ہو ۔۔۔ اس رقعہ لے جانیوالے کا نشان نہ معلوم ہو سکا جو اپنے ۔۔۔ کا اظہار کیا اور کہا اگر ان میں سے کسی کو اس کے متعلق کچھ معلوم ہو تو شام تک بذریعہ ڈاک مجھے مطلع کریں۔ میری اس مختصر تقریر کا بہت اچھا اثر ہوا۔ شام کی ڈاک سے مجھے ایک استانی کا خط موصول ہوا۔ جس میں تحریر تھا کہ خاتون مقتولہ کو مقتول سے محبت تھی۔ مگر اسکا علم اسے (اطلاع دہندہ) کو صرف قتل کے دن ہوا جب کہ مس کملا کماری نے اس راز کو ظاہر کرتے ہوئے اپنی پریشانی کا اظہار کیا اور یہ ظاہر کیا کہ وہ آج سے تعلقات کو ہمیشہ کیلئے ختم کر دے گی۔ اگر کوئی اسکا یہ رقعہ وکیل صاحب تک پہنچا دے تاکہ وہ اس سے مل لیں اور وہ زبانی ان سے کہدے کہ وہ اب اس سلسلہ کو قائم نہیں رکھنا چاہتی۔ وہ اسکی بیوی کے خوف سے ٹیلیفون استعمال کر سکتی تھی اور نہ بذریعہ ڈاک مطلع کر سکتی تھی، چونکہ یہ ایک اچھا خیال تھا اس لئے اس نے (اطلاع دہندہ) اپنے کم عمر بھائی کو جو وکیل مقتول کا لڑکا بھی جیسا تھا رقعہ لے جانے کیلئے کہا، کاش اسے معلوم ہوتا کہ یہ خطرہ نما ہوگا تو وہ ایسا ہرگز نہ کرتی۔ مس کملا کماری نے یہ ظاہر کیا تھا کہ چونکہ وہ (وکیل) بیوی بچوں والا ہے، ایسے شخص سے محبت کرنے پر اس کا دل اسے ملامت کرتا ہے، اس خط سے تمام واقعات صاف ہو گئے اور قریب قریب میں قاتل کو سمجھ گیا، لیکن پھر بھی بغیر ثبوت اس کا نام لینا مشکل تھا اور دوسرے دن صبح کو میرے اشارہ سے اخباروں میں یہ خبر مشتہر ہو گئی کہ اسکول کی چوکیدار نے بسلسلہ قتل ابھی تک مکمل بیان نہیں دیا تھا اور جو بات کہنے سے رہ گئی ہے وہ اسے کل صبح کو کوتوالی میں آکر بیان کرے گا۔

میں نے قاتل کو پھانسنے کیلئے یہ پھندا تیار کیا تھا، قریب ۸ بجے سہ پہر کو میں اور میرا اسسٹنٹ اپنی صورت میں کچھ تبدیلی کر کے میونسپل اسکول کے قریب جا کر کونوں میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ ابھی کہ شام سے رات ہو گئی اور کوئی واقعہ رونما نہ ہوا۔ قریب ۹ بجے میرا اسسٹنٹ میرے پاس آیا اور کہنے لگا "ممکن ہے آپ کی تدبیر کارگر نہ ہو کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ اب ہم چلیں" میں نے کہا نہیں صبر کئے جاؤ۔ آج کی رات اسی طرح سہی، تم میرے قریب رہنا میرے بغیر کوئی حرکت کروں، بامشکل میرے پیچھے چلے آنا میونسپل اسکول کے چوکیدار کے کوٹھے میں ابھی تک روشنی ہو رہی تھی، یہاں تک کہ رات کے گیارہ بج گئے اور وہ روشنی بھی گل ہو گئی ۱۲ بجے اور رات کا ایک بج گیا امید اور ناامیدی کی درمیان میری عجیب حالت تھی ۱ بجے رات کے قریب ایک موٹر اس کے سامنے کی روشنی بھی بجھی ہوئی تھی میری سے آگے کہ ایک ... بہت خاموشی سے تیزی سے نکلتا ہوا، چوکیدار کے کمرہ کی طرف روانہ ہوا

[illegible] پستول
[illegible] کھڑے ہوئے
[illegible] بائیں دیوار سے لگ کے کھڑے
ہو گئے [illegible] منٹ کے بعد [illegible] ایک سایہ کوارٹر کی جانب سے
واپس ہوا، [illegible] قریب سے گذرا میں نے جھپٹ کر اس کی
داہنی کلائی پکڑ لی [illegible] اسسٹنٹ نے اسکی بائیں کلائی پکڑ رکھی تھی
جیب سے ٹارچ نکال کر روشنی کی اور بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا
"ارے کون مسز کامتا پرشاد" مسز کامتا پرشاد نے ایک بار اپنی
پوری طاقت سے خود کو چھڑانے کی کوشش کی، میں نے کہا "آپ کی
نازک کلائیاں ان سخت ہاتھوں کا مقابلہ نہیں کر سکتیں" ہماری آواز
اور ٹارچ کی روشنی کی بنا پر بڈھا چوکیدار اپنے ہاتھ میں نوٹوں کا
بنڈل لئے ہوئے اپنے کمرے سے نکلا اور گڑگڑا کر کہنے لگا "میں نے
یہ روپیہ ان سے نہیں مانگا تھا یہ خود دیکر گئی تھیں، میں برابر کہتا رہا
کہ میں کچھ نہیں جانتا اور کوئی نئی بات پولیس کو نہیں بتا سکتا مگر یہ
نہ مانیں اور روپیہ مجھے دیکر یہ کہتی رہیں کہ جو کچھ میں نے اب تک بیان
دیا ہے اس کے علاوہ نہ بڑھوں" میں نے جیب سے سیٹی نکال کر بجائی
جس کی آواز سنتے ہی پولیس کانسٹبل آیا۔ میں نے اس کو ہدایت کی
کہ وہ فون کرکے پولیس لاری بلائے، کچھ دیر کے بعد لاری آگئی اور
ہم سب اس پر سوار ہو کر کوتوالی آئے مسز کامتا پرشاد حراست میں لی
گئیں اور تب میں نے ان سے واقعات اس طرح بیان کئے۔

"تحقیقات کرنے پر مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ کے شوہر اور مقتولہ میں محبت
تھی اب قاتل کون ہو سکتا ہے، یا تو مقتولہ کا کوئی دوسرا عاشق یا آپ۔
کچھ پرسش کرنے پر معلوم ہوا کہ مقتولہ کبھی کہیں پر سوائے آپ کے شوہر کے
اور کسی کے ساتھ نہیں دیکھی گئی اب صاف صاف ظاہر ہو گیا کہ سوائے
آپ کے اور کوئی قاتل نہیں ہو سکتا آپ کے نوکر رستو کی زبانی یہ معلوم
ہوا کہ آپ کے شوہر کے پاس وقوعۂ قتل والے روز دو بجے کے قریب ایک
خط آیا تھا جس کو پڑھ کر وہ بہت خوش ہوئے اور اس کے کچھ دیر کے
بعد روانہ ہو گئے۔ آپ بھی تھوڑی دیر کے بعد چلی گئیں اس سے پتہ
چلتا ہے کہ آپ نے گھڑی کی سوئی آگے بڑھا دی تھی اور اپنی صفائی کی
غرض سے منشی کو وقت دیکھنے کے لئے کہا، اس کے بعد آپ روانہ ہوئیں
اسکول آئیں اور اپنے شوہر اور اس کی محبوبہ کو قتل کرکے ٹھیک وقت پر
میٹنگ میں پہنچ گئیں۔ مقتول کے قریب جو پستول پڑا ہوا پایا گیا ہے
معلوم ہوا کہ [illegible] کیا گیا تھا اور اس نے اقرار کیا کہ اسی طرح کا ایک
پستول آپ کے مکان میں موجود ہے [illegible]
[illegible] مکان میں منتقل [illegible]
ہوا اس جگہ گیا، مگر وہ پستول اس جگہ نہ تھا جس [illegible]
کہ مقتول کے قریب پڑا ہوا پستول وہی پستول ہے جو آپ کے مکان
میں تھا، اب صرف آپ کے جرم کا ایک اور ثبوت [illegible] تھا جو
اسوقت مل گیا، امید کہ اب آپ اپنا سچا سچا بیان لکھوائیں گی" یہ بات
سن کر مسز کامتا پرشاد نے ایک ٹھنڈی سانس لیکر بیان دیا۔ "مجھے
معلوم تھا کہ میرے شوہر اور مقتولہ میں محبت ہے، میں نے امکانی کوشش
کی کہ میرا شوہر اس سے نہ ملے مگر ساری کوششیں بیکار ہوئیں مجھے
یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ اس سے ملنے کیلئے دوسرے ضلع میں بھی جاتا
ہے، مگر میں خاموش ہو کر وقت کی منتظر رہی، اس دن قریباً [illegible]
وہ باہر نکلے اور واپسی پر میں نے دیکھا کہ وہ بہت خوش ہیں اور
کوئی چیز اپنی جیب سے نکال کر اپنی خاص میز کے خانہ میں بند کی اور
مجھ سے کہا کہ چونکہ میں میٹنگ میں شریک ہونے جا رہی ہوں لہٰذا
وہ بھی اپنے دوستوں میں وقت گذارنے جا رہے ہیں، اور شام تک
واپس ہوں گے، ان کے جانے کے بعد میں نے ان کی میز کے خانہ
کی دوسری کنجی سے جو میں نے بنوالی تھی خانہ کھولا اور خط نکال کر
پڑھا خط پڑھ کر میرے غصہ کی کوئی انتہا نہ رہی میری رگ رگ سے
انتقام لینے کی خواہش پیدا ہوئی میں نے گھڑی کی سوئی کو بیس
منٹ آگے بڑھا دیا، اپنے ہینڈ بیگ میں ریوالور کو چھپایا اور
اسکول کی جانب روانہ ہوئی تھوڑے فاصلہ پر میں نے موٹر کو روک
دیا، اور آہستہ آہستہ عمارت اسکول میں داخل ہوئی چوکیدار اسوقت
سو رہا تھا صرف اوپری منزل کا دروازہ کھلا تھا، میں اسی طرح
آہستہ قدم رکھتی ہوئی، اوپر چڑھ گئی، پرنسپل کے دفتر کا دروازہ
بند تھا، میں نے اندر جھانک کر دیکھا تو میرے تن بدن میں آگ لگ
گئی میں نے دیکھا کہ میرا شوہر کملا کے بائیں بازو پر اپنا داہنا ہاتھ رکھے
ہے میرے شوہر کے جسم کا داہنا حصہ کملا کے جسم کے بائیں حصہ سے
بالکل ملا ہوا تھا، میں ان کی گفتگو سننے کی غرض سے پرنسپل کے
پیچھے والے کمرے میں آ گئی میرا شوہر کملا سے کچھ آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا
جس کو سننے کے بعد کملا اس سے لپٹ کر [illegible] اور کہا
"تمہیں پیارے ہمیشہ کے لئے رخصت [illegible]
ہونٹ پیوست ہو گئے [illegible]
کملا نے کہا "تمہیں پیار [illegible]

نہیں پیارے تم کو یہ نہ کرنا چاہیئے، اچھا اب رخصت ۔ یہ سنکر میرا شوہر آگے بڑھا اور اس نے کملا کو اپنی آغوش میں لینا چاہا، اپنے شوہر کی اس بے وفائی پر مجھے تاب ضبط نہ رہی، میں نے نشانہ لیا اور گھوڑا دبا دیا، گولی میرے شوہر کی کنپٹی میں لگی وہ گرا، یہ دیکھتے ہوئے کملا کے منہ سے چیخ نکل گئی، میں نے دوسری گولی سے اس کو بھی ہمیشہ کیلئے خاموش کر دیا، اس کے بعد پستول اپنے شوہر کے پاس رکھکر دنیا کو اس فریب میں مبتلا کرنے کیلئے کہ میرے شوہر نے کملا کو قتل کر کے خودکشی

تھی، لیکن آج کے اخبار سے یہ سمجھتے ہوئے کہ شاید چوکیدار نے مجھے اسکول کے احاطے سے آتے دیکھ لیا ہے متفکر ہو گئی اور بغیر احتیاط رات کے سناٹے میں چوکیدار کو روپیہ کی لالچ دیکر اس کی زبان کو بند کرنے آئی تھی کہ پولیس کے جال میں پھنس گئی، میں نے جو کچھ بھی کیا ہوش و حواس میں کیا ہے، اس لئے مجھے دوسرے قاتلوں کی طرح سزا نہ ہونی چاہیئے مگر مقدمہ پیش ہونے پر عدالت نے اس کے عذرات پر توجہ نہ کی اور دوہرے قتل کے الزام میں بموجب قانون سزا دی گئی ۔

محبت اور احساسِ فرض

مردانہ زندگی کا ایک پہلو

مری ویرانیوں کو مدتوں تو نے بسایا ہے
مرے احساس کو سوزِ محبت سے جلا دی ہے
مری خاطر زمانے بھر کی تکلیفیں اٹھائی ہیں
ملی ہے مجھ سے ہیبت ناک تنہائی میں جھیلوں پر
مری شہ سے تعلق ہے تری رسوا کہانی کو
مجھے وادی کے وہ رنگین نظارے یاد ہیں اب بھی
تمہارے عل کے ابھاروں کا غم پہچانتا ہوں میں
مگر میں مرد ہوں، محکوم بنکر رہ نہیں سکتا
مجھے اپنے وطن کی عزتوں کا پاس ہے عذرا
وطن کے نوجواں جب کٹ رہے ہوں رزم گاہوں میں
پیامِ جنگ دیتا ہے مجھے دورِ بربادی،
مری تخئیل میں بستے ہیں منظر خوں فشانی کے
مری تلوار جب تک انتقام اپنا نہ لے لے گی
بسا ہے دہر جب تک عشق سے رنگیں نہیں ہوگی
بس اب اشکوں کو اپنے تھام لے اے تشنہ دو عذرا
وہ لمحہ وصال ساعت اب ہڑبڑانے والے ہیں
مجھے ساتھ محبت کی بچا لیں اپنی تیاری
محبت کا پلٹ جانے کیلئے بے تاب ہے ہستی
اگر مہلت ملی آ جا، تمہارا پیں لوٹ آؤنگا

مری تنہائیوں کو غیرتِ جنت بنایا ہے
متاعِ زندگانی میرے قدموں پر لٹا دی ہے
جوانی کی محبت آفریں راتیں گنوائی ہیں
ہجی آئی ہے تپتی دوپہر میں سخت ٹیلوں پر
مرے راتوں نے لوٹا ہے تری اٹھتی جوانی کو
کئے تھے تم سے جو پیماں وہ سب یاد ہیں اب بھی
زمانہ تیر برسائے گا تجھ پر، جانتا ہوں میں
مرا خود دار دل بارِ غلامی سہ نہیں سکتا
عزیزوں بچوں کے درد کا احساس ہے عذرا
تو سامانِ طرب بکھر چکیں میری نگاہوں میں
مرے دل میں کھٹکتی ہے مرے دشمن کی بالیدگی
بھڑکتے ہیں مری رگ رگ میں شعلے نوجوانی کے
وطن کے دشمنوں کو موت کی لوری نہ دے لے گی
قسم مردانہ جرأت کی، مجھے تسکیں نہیں ہوگی
وطن کی عظمت دیرینہ الفت میں نہ تھم عذرا
سپاہی سر بکف میداں کی جانب جا رہے ہیں
اجازت دے بس اب نظریں اٹھا اے دوا چلدی
مری تلوار کے دم سے تری قسمت چمکتی ہے
وگرنہ زندگی بھر پھر نہ اپنا منہ دکھاؤنگا

انجمن محافظ شوہراں

کھانوں کو کھلے چھوڑ کے حسب معمول میں نے کہا
اور شوہر کیوں ہر ایک چیز میں سبقت لیگئے
میری بیوی نے کہا۔ ڈیر تمہارا خیال درست ہے
میں نے کہا دیکھو نا انہوں نے یہاں ایک نیا
گل کھلایا ہے۔ شوہروں کی حفاظت کیلئے ایک
انجمن بنائی ہے جس کا نام انجمن محافظ شوہراں ہے
کیسا جاذب نظر نام ہے میری بیوی نے کہا۔
اچھا ایک انجمن شوہروں کی حفاظت کیلئے کیا
تم نے یہی کہا ہے نا؟ ——
میں نے جواب دیا ٹھیک۔ ——
بیوی نے سوال کیا کس سے حفاظت کیلئے؟
میں نے جواب دیا بالطبع ان کی بیویوں سے
ان کی حفاظت کیلئے ——
بیوی نے کہا ایک عجیب غریب نظریہ معلوم ہوتا
ہے۔ مگر انہوں نے اس کی کیا وضاحت کی ہے؟
میں نے جواب دیا اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے
کہ کن تلخ کامیوں سے ہمیں یہاں واسطہ پڑ
رہا ہے۔ وہ بھی انہی سے دوچار ہیں مگر فرق
صرف اتنا کہ وہ ان سے نجات حاصل کرنے کی
کوشش کر رہے ہیں اور آئندہ کیلئے ان تلخیات
کا ہمیشہ ہمیشہ کیلئے خاتمہ کر دینا چاہتے ہیں
اور کر رہے ہیں۔ ——
بیوی نے جواب دیا بہت خوب مگر وہ کن
تلخیات اور کونسی تلخ کامیوں کا سدباب کرنا
چاہتے ہیں؟ ——
میں نے جواب دیا وہ عذاب و مصائب جو
تمہاری جیسی بیویوں نے ہم پر ڈھائے ہیں وہاں
کس طرح سے ختم کر رہے ہیں ——

بیوی نے کہا کونسے عذاب؟ کونسی مصیبتیں
ذرا بتاؤ تو سہی؟ ——
میں نے کہا جو کچھ بھی سمجھو۔ اچھا اب میں تمہیں
اس قابل قدر انجمن کے اغراض و مقاصد
پڑھ کر سناتا ہوں تمام باتیں تم پر بخوبی واضح
ہو جائینگی۔ ——

انجمن کے مقاصد اعلےٰ یہ ہیں

اوّل۔ گھر میں شوہر کی حکومت قائم کرنا۔ گھر کو
تمام و کمال ایک مردانہ ادارہ بنانا۔
بیوی نے دریافت کیا پیارے اس کا کیا مطلب ہوا؟
میں نے جواب دیا۔ کہ مرد گھر کا سرتاج ہے اور
کنبہ کا اہم ترین رکن ہے اس لئے گھر کی ہر شے
اس کی دست نگر رہنی چاہیئے نیز گھر کی تمام
ممبروں کو اس کے اشاروں پر حرکت کرنی
چاہیئے۔ جیسے زمین۔ چاند۔ ستارے سورج
کے اردگرد گھومتے ہیں۔ ——
بیوی نے جلدی سے کہا۔ میں سمجھ گئی۔
میں نے شروع کیا۔ ——
دفعہ دوئم گھر کے کام کاج کی تکمیل ذرہ برابر
بھی شوہر کے فرائض میں داخل نہ ہو۔
بیوی نے دخل دیتے ہوئے کہا۔ پیارے کیا
اس سے یہ مراد نہیں کہ مردوں کو گھر کے کام
کاج میں بیویوں کا ہاتھ بٹانا چاہیئے۔
میں نے کہا ہرگز نہیں۔ کیوں تمہارا کیا خیال ہے؟
بیوی نے کہا کچھ نہیں میں یہ سوچ رہی تھی کہ
برسات کے موسم میں تم صفائی کرا دیا کرتے تھے
کرسمس کے موقع پر حلوا پکا لیتے تھے اور شاید
تمہیں یاد ہو کہ ایک دفعہ تم نے روٹیاں پکائی تھیں

اور سارا خمیر چولہے میں جھونک دیا تھا۔
میں نے کہا اب میں اس انجمن کے قوانین
میں سے تم کو ایک بہت ہی عاقلانہ دفعہ سناتا ہوں
دفعہ پنجم بیوی کو اپنے میاں کی کسی گذشتہ
غلطی یا کوتاہی کا حوالہ دینا قطعی ممنوع ہو
میں نے اپنی گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے کہا۔
تمہاری اس بات نے اور بھی یہ میرے ذہن
نشین کرا دیا کہ اس انجمن کے آئین کس قدر
عاقلانہ اور ضروری ہیں۔ دراصل یہ انجمن
شوہروں کی حفاظت کے لئے ایک اہم ترین
چیز ہے میں ضرور اس کا ممبر بنوں گا۔
بیوی نے جواب دیا ڈیر یہ تمہارے لئے
بہت بہتر ہوگا۔ اچھا یہ اور کیا ہے؟
میں نے کہا میں نے تم کو تیسری اور چوتھی دفعہ
نہیں سنائی وہ سنو؟ ——
دفعہ سوئم بیوی کو اپنے شوہر کے مشورہ اور
اجازت کے بغیر کوئی چیز خریدنی خواہ وہ
ادھار ہو یا نقد قطعی ممنوع ہے۔ بہت عاقلانہ
اور موزوں ہے؟ ——
دفعہ چہارم گھر میں ساس یا بیوی کے کسی رشتہ دار
کا داخل ہونا ماسوا انجمن کے کسی آفیسر کی
تحریری اور مستقل اجازت کے قطعی ممنوع ہے
نیز ہفتہ اتوار اور تعطیل کے دنوں میں ماہانہ
نامے ہرگز جاری نہیں کئے جا سکتے۔ بہت اچھا
بہت خوب۔ نہایت عاقلانہ اور قابل عمل
دفعہ پنجم شوہروں کے حقوق قائم رکھنے
کیلئے کے مخصوص وقت میں ...
کو دینے گھر ... اور ...

تمام [illegible] ———

بیوی نے [illegible] کہا ڈیر یہ دفعہ ایسی مفید ضروری اور لازمی معلوم ہوتی [illegible] میں نے [illegible] کر کہا [illegible] ضروری نہیں یقیناً یہ شوہر کے آرام اور خوشی کیلئے نہایت ضروری ہے کہ شوہر کبھی باتفاقیہ طور پر دیر سے گھر آسکے

بیوی نے نہایت محبت سے کہا۔ پیارے یہ تو ٹھیک ہے مگر جب شوہر کو ایک رات دیر سے گھر لوٹنے کی اجازت ملے تو بیوی کو بھی ملنی چاہیئے نا: ٹھیک ہے یا نہیں ؟

میں نے کہا۔ پیاری میں اسوقت ذاتیات سے بالکل جدا بحث کر رہا ہوں۔ لیکن یہ جاننا چاہیئے کہ عورتیں اپنے شوہروں کا شام کا باہر رہنا بھی گوارا نہیں کرتیں اور چاہے خود کتنے رات گئے گھر میں گھسیں۔ ———

اب ہم دفعہ سات پر پہنچ گئے ———

اکمل کھری۔ ضدی۔ حاسد اور غیر معقول بیویوں کی بہتر تربیت کے لئے غاری لوگوں کے اصولوں کو وسعت دی جائے۔

میں نے سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے کہا بظاہر یہ کیسا وحشیانہ فعل معلوم ہوتا ہے لیکن بنظر غایر اگر اس کی اصلیت پر نظر ڈالی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ چونکہ عورتیں بہت تیکھی مخلوق ہیں لہذا ان کو قدیمی علاج ہی کی ضرورت ہے

بیوی نے ذرا مسکراتے ہوئے کہا ہم عورتوں کے متعلق ہمیشہ یہی کہا جاتا ہے کہ ہم وحشیوں سے محبت کرتے ہیں۔ کیا یہ ہماری ایک نمایاں خوبی نہیں ہے؟ اگر یہ بات نہ ہو تو ہماری محبت کا احاطہ کس قدر مختصر رہ جائے اور جلدی سے اسی میں اضافہ کرتے ہوئے کہا پیارے اگر کسی موقع پر تم نے غاری لوگوں کے اصولوں کی پیروی پر عمل کی تو میرے بالوں کی تمام [illegible]

میں نے [illegible] کہا [illegible] اسی حالت میں [illegible] تمام [illegible] طریقہ نا[illegible] ہو جائیگے اور مجھے امید ہے کہ تم کسی حالت میں بھی مجھے سخت قدم اٹھانے پر مجبور نہ کروگی۔

بیوی نے کہا شکریہ۔ مجھے آپ سے یہی امید ہے اچھا اب اس کی کونسی دفعات باقی ہیں

میں نے کہا جو دفعات نہایت ضروری اور اہم تھیں۔ وہ میں نے سنائی ہیں۔ جسوقت میں باہر چلا جاؤنگا۔ اسوقت فرصت میں تم خود اس کا اچھی طرح مطالعہ کرلینا۔ میرا ارادہ ہے کہ میں نہ صرف نیویارک سوسائٹی کا ممبر بنوں بلکہ یہاں اس ایک شاخ بھی قائم کروں

بیوی نے جواب دیا۔ پیارے یہ آپ کیلئے اور بھی زیادہ بہتر ہوگا۔ اسوقت اس کے لہجے میں کچھ زود معانگی اور استہزا کا ترشح ہوتا تھا

میں نے کہا۔ میں یقین کرتا ہوں کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ حقیقتاً بالکل صحیح کہہ رہا ہوں اس میں کسی قسم کا مذاق یا دل لگی نہیں ہے اور تم غور کرسکتی ہو کہ اس انجمن کے اغراض مقاصد کس قدر انصاف اور دانشمندی پر مبنی ہیں۔ ———

بیوی نے جواب دیا۔ ڈیر واقعی یہی بات ہو

میں نے کہا اس لئے مجھے امید ہے کہ جو قدم میں اٹھانیوالا ہوں تم اسکی کسی طرح مخالفت نہ کروگی۔ ———

بیوی نے جواب دیا۔ پیارے شوہر میں آپ کے راستہ میں ذرہ برابر بھی رکاوٹ حائل کرنا نہیں چاہتی اور میں آپ کی بہترین "رفیق غار" بننے کی کوشش کرونگی۔

میں اپنی بیوی کی اس غیر متوقع مدد سمجھ پر خوش ہوتا ہوا اپنے کام پر چلا گیا۔

———

[illegible] کہا [illegible] اور میں گھر [illegible] دماغ سوزی سے [illegible] ہو گیا تھا۔ تیز تھکان کے ساتھ خفیف سی سردی [illegible] ہوئی تھی میرے دل میں خیال آیا۔ کہ گھر میں کیسی کیسی آسائشیں میرے لئے آغوش [illegible] وا کئے ہوئے ہونگی۔ دہکتی ہوئی آگ گرم گرم مرغن کھانوں سے سجی سجائی میز اور پھر خواب نوشین۔ بہت رات گئے میں گھر واپس لوٹا میری بیوی نے نہایت گرمجوشی کے ساتھ ہال میں مجھے خوش آمدید کہا۔ میں دارالمطالعہ کی طرف بڑھا۔ چونکہ رات کا کھانا اکثر میں یہیں کھایا کرتا تھا۔ بیوی نے میرے پیچھے پیچھے دارالمطالعہ کی طرف آتے ہوئے کہا۔ ڈیر اسوقت دارالمطالعہ میں آگ نہیں ہے

میں نے ناخوشگواری کے ساتھ نہیں بلکہ حیرت زدہ اور متعجب ہو کر کہا۔ او ہو۔ اچھا تو پھر آج کھانا میں ڈائننگ روم میں کھاؤنگا۔ بیوی نے جواب دیا پیارے شوہر مجھے افسوس ہے کہ نہ تو آج ڈائننگ روم میں آگ ہے اور نہ کہیں اور ہے کیونکہ آج ہمارے ہاں کوئلہ ختم ہو گئے۔ ———

میں نے ترش رو ہو کر جواب دیا۔ کوئلہ ختم ہو گئے تو کیا دنیا میں کہیں سے بھی تم کو کوئلہ دستیاب نہ ہو سکے۔ ———

مگر میں کیا کر سکتی تھی ؟ بیوی نے کہا آپ کے باہر جانے سے قبل مجھے معلوم نہ تھا کہ گھر میں کوئلہ نہیں ہیں اس لئے کوئلوں کی خریداری کے بارے میں میں آپ سے مشورہ نہ کرسکی۔

میں نے حیرت اور مایوسی کے ساتھ کہا میرا مشورہ ؟ ———

بیوی نے ذرا چلا کر کہا آپ جانتے نہیں کہ دفعہ تین میں نے کیا کہا ؟ دفعہ تین ؟

[illegible]

بچہ نہیں تھا۔ ———

میں نے کہا صبح سے یہ پیغام کو کوئلے کے متعلق ٹیلیفون کرنا ہے۔ ———

اچھا تو کھانے کیلئے بھی ٹیلیفون کر دوں؟ بیوی نے کہا۔ ———

میں نے کہا یقیناً جس چیز کی تمہیں ضرورت ہو فوراً تمہیں ٹیلیفون کرنا چاہئیے۔

جب میں نے دریافت کیا تو اس اجازت میں قصائی بھی شامل ہے۔ قصائی کو بھی میں فون کر سکتی ہوں؟ ———

میں نے کہا بیشک ———

بیوی نے کہا پیارے آپ گوشت سے بہت خوش ہونگے۔ چونکہ آج ان کو گوشت نہیں ملا میرے منہ سے یک لخت نکلا آج گوشت نہیں ملا

بیوی نے معذرت خواہانہ لہجہ میں کہا پیارے آپ کو معلوم ہے کہ گوشت کے بارے میں بھی صبح سے آپ سے مشورہ نہ کر سکی۔ ———

میں نے بے صبری سے کہا ہاں ٹھیک ہے مگر اب میں کھانا کھاؤنگا۔ بھوک کے مارے میرا دم نکلا جا رہا ہے۔ ———

کھانا؟ بیوی نے ٹھنڈا سانس بھرتے ہوئے کہا پیارے میں سمجھ رہی تھی کہ میں نے سب کچھ ضائع کر دیا حقیقت یہ ہے کہ پوری نے سب بچا کھچا کھانا بھی کھا لیا۔ . . . .

. . . . . اب تمہارے لئے کھانا بالکل نہیں ہے

میں نے چلا کر کہا۔ کھانا نہیں ہے؟

بیوی نے نہایت علیت اور اشتیاق کیساتھ کہا۔ پیارے اگر آپ پسند کریں۔ تو میں آپ کے

[illegible]

[illegible] خود روزانہ کی کارکردگی میرے [illegible] آپ سے دودھ کے حساب کے متعلق بھی مشورہ نہیں کیا اور سوسائٹی کی دفعہ نمبر تھا طور پر ———

میں نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔ ہاں ہاں ٹھیک ہے اچھا اب صبح ہم اس کے متعلق گفتگو کرینگے۔ شب بخیر۔ اوہ میرا کمرہ تو برف خانہ بنا ہوا ہے۔ میں کہاں سوؤں؟

بیوی نے جواب دیا آپ ڈریسنگ روم میں آرام کر سکتے ہیں مگر پیارے مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے۔ کہ وہاں بھی آپ کو ذرا تکلیف ہوگی۔ کیونکہ آج ٹیمپریری جب وقت بستر ٹھیک کر رہی تھی تو صوفہ کا پایا ٹوٹ گیا تھا اور اب پایا معمولی طور پر جڑا ہوا ہے ٹیمپی بھی کیسی بیہودہ عورت ہے۔

میں نے کہا۔ مگر خدارا یہ تو بتاؤ کہ تم نے کسی بڑھئی کو کیوں نہیں بلایا؟ ———

بیوی نے کہا مگر میں آپکے مشورہ کے بغیر کیسے بلا سکتی تھی۔ دفعہ تین ———

میں نے کہا ہاں ٹھیک ہے۔ تم صبح سویرے ہی بڑھئی کو بلا لینا۔ ———

بیوی نے کہا آپکی عنایت اور اس اثنا میں کمرے تک پہنچتے ہوئے کہا آج دوپہر کو خالہ اماں آئی تھیں۔ ———

میں نے چلا کر کہا۔ او ہو خالہ اماں آئی تھیں آخر ان کو رحم آ ہی گیا معاف کرنا اور فراموش کر دینا ہی بہترین اصول ہے آخر ان کو عمل پیرا ہونا ہی پڑا۔ ———

بیوی نے جواب دیا ایسا ہی معلوم ہوتا ہے میں نے خوش خلقی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا بہت خوب مرحبا اور آخر اس مختصر سے

[illegible] تھی چونکہ [illegible] خوش ہونگی کیونکہ ———

میری بیوی کی خالہ اماں سے کچھ عرصہ سے ان بن تھی [illegible] بات چیت کرنی ہی بند کر دی تھی اور ہم ان کی شفقتوں سے محروم تھے گو ہم ان کی ناراضگی استنے عرصہ تک ہم نے [illegible] میں اپنی طبیعت پر بے انتہا جبر کیا اور تکلیف اٹھائی مگر آخر ش۔ ان کو . . . آج ترس آ ہی گیا

مجھے افسوس ہے کہ حالات کے زیر اثر مجھے ان کو واپس کرنا پڑا بیوی نے کہا۔

میں نے کہا میرا خیال ہے کہ اب وہ تمام عمر ہم کو کبھی معاف نہیں کر سکتیں اصل ماجرا کیا ہوا ہے؟ ———

بیوی نے کہا میں آپ سے صحیح عرض کر رہی ہوں کہ خود میں نے ان کو نہیں دیکھا میری آنکھیں ان سے دوچار نہیں ہوئیں۔ مگر میں نے ٹوپی سے کہہ دیا کہ جس طرح ہو سکے ظاہر کر دے۔ ———

میں نے کہا۔ کیا تم نے خود ان کو نہیں دیکھا! کیا تم خود ان سے نہیں ملیں؟ کیوں؟

بیوی نے متاسفانہ لہجہ میں کہا پیارے تم کو معلوم ہے کہ سوسائٹی کی دفعہ چار کی رو سے ساس یا بیوی کے کسی رشتہ دار کا انجمن کے کسی آفیسر کی تحریری اجازت کے بغیر گھر میں داخل ہونا ممنوع ہے

میں نے جواب دیا مگر ٹوپی نے ان سے کیا ہوگا۔ مجھے امید ہے کہ وہ بالکل سمجھ سکیں ہونگی [illegible]

[illegible]

مردِ مجاہد

تیرے کمال سے ملے ، برقِ جمال کو ضیا
ذرّوں میں آج چمک کہاں ، پیکرِ آفتاب بن

چھوڑ طریقِ مے کشاں ، کیفِ سرور میں ہے جذب
توڑ دے رسمِ میکدہ ، خود ہی شرابِ ناب بن

تیری دعاؤں کیلئے ، بابِ اثر نہ جب کھلے
از سرِ ترکِ آرزو ، حسرتِ بار یاب بن

شوقِ نظر کے ساتھ ساتھ ، ذوقِ عمل سے کام لے
عشق میں بے بسی یہ کیا ، عشق میں کامیاب بن

دیکھ قدم بڑھائے جا ، راہ کی مشکلیں نہ دیکھ
جا کے فضائے ارض پر ، دامنِ صد سحاب بن

دوریٔ کارواں ہے اور ، باعثِ ازدیادِ شوق
تھک کے نہ بیٹھ راہ میں ، مائلِ اضطراب بن

حسن ہے خود ہی پردہ در ، راز و نیاز کیا چھپے
حسن و شباب کچھ نہیں ، کیفِ مئے شباب بن

وقفِ تغیرات ہے ، نظمِ جہانِ زندگی
ہونے نہ دے یہ زندگی ، وجہ فغانِ زندگی

پاؤں میں قوتِ عمل ، سر میں ہو شوقِ حریت
کانٹے جو راہ میں ملیں ، ان کو مسل مسل کے چل

آنکھوں میں نورِ ایزدی ، دل میں ہو روشنیٔ حق
راہ سے نابلد نہ بن ، دیکھ سنبھل سنبھل کے چل

کوششِ عیش بے محل ، بزمِ سرور بھی خراب
دونوں کو کر دے پائمال ، ان سے نکل نکل کے چل

ذات پہ اپنی ناز ہو ، اوروں سے بے نیاز ہو
منزلِ جد و جہد میں ، خوب مچل مچل کے چل

کچھ بھی نہیں اذیتیں ، ان کو سمجھ لے راحتیں
سیر میں ہو کوہ و دشت کی ، اور بہل بہل کے چل

طرزِ عمل میں ہو خودی ، روح ہو وقفِ خودی
ہے یہ وقارِ راہِ شوق ، چل تو مچل مچل کے چل

دورِ فلک ہو منتشر ، طورِ زمانہ دیکھ کر
طرزِ جہاں کا ساتھ دے ، رنگ بدل بدل کے چل

تجھ کو خدا نے کی عطا ، دونوں جہاں کی سروری
[illegible] ہاتھ سے ، کون و مکاں کی سروری

(قاسمی)

[illegible]

از جناب محمد قمر الدین قمر مخدومی

میٹرک پاس کرکے میں کالج میں داخل ہوا تو مجھ کو بڑی بڑی امیدیں تھیں، ان کا خیال تھا کہ بی اے پاس کرکے میں کلکٹر یا ڈپٹی کمشنر نہیں تو منصف یا مجسٹریٹ تو ضرور ہی ہو جاؤں گا اور پانچ سو روپے ماہوار سے کم کی ملازمت پر تو میں کبھی اپنے کو رضامند نہ پاتا تھا لیکن بی اے پاس کرتے کرتے تو زمانے کا حال ہی کچھ سے کچھ ہو گیا، گریجویٹ کی توقیر ہی باقی نہ رہی پھر بھی میرا خیال تھا کہ اس قدر پڑھنے لکھنے کے بعد بھی معمولی ملازمت کرنا انتہا درجہ کی نادانی ہوگی ایسی ملازمت سے تو بہتر ہے کہ پیٹ بھر لینا کہیں اچھا ہے، کالج سے امیدوں کے کیسے کیسے سبز باغ دیکھتا ہوا باہر نکلا تھا، لیکن ہوا یہ کہ تین سال کی مدت میں ایک پھوٹی کوڑی کی صورت بھی دیکھنی نصیب نہ ہوئی، جگہ جگہ نوکری کی تلاش کی درخواستیں بھیجیں، ملاقاتیں کیں، امتحانات دیئے لیکن کسی صورت کامیابی میسر نہ آئی، غالب نے تو وفا کے متعلق کہا تھا کہ سچ ہے یہ وہ لفظ کہ شرمندۂ معنی نہ ہوا، مجھے غالب کی طرح وفا کے بارے میں تو کوئی تجربہ نہیں، لیکن ملازمت کے بارے میں تو میرا پختہ خیال تھا کہ یہ ایک محض مہمل لفظ ہے، سو دو سو کی ملازمت کا تو ذکر کیا، اب تو مجھے کافی تجربہ ہو چکا تھا کہ پچاس کی ملازمت ملنا بھی آسان نہیں ہے، اتنے کی ملازمت کے لئے تو ڈبل گریجویٹ ولایت سے چار چار پانچ پانچ ڈگریاں لائے ہوئے نوجوان سر جھکائے تیار رہتے ہیں۔

پھر بھی جہاں کہیں جگہ خالی ہوتی فوراً عرضی اور سارٹیفکیٹ بھیج دیتا ہے اور پھر مہینہ ڈیڑھ مہینہ امیدوں اور خوابوں کی رنگین دنیا میں بڑے لطف سے گذر جاتا۔

"سٹریبیون" میں ایک ضرورت پڑھی تھی، ایک اعلیٰ خاندان کی لڑکی کو پڑھانے کے لئے ٹیوٹر مطلوب تھا، یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ پڑھانا کیا ہوگا لیکن یہ جتا دیا گیا تھا کہ ہندی اور انگریزی میں کافی مہارت لازمی ہے، ایک خاص شرط یہ تھی کہ چار سال کے اندر اندر ڈگری حاصل کی ہو، اس سے پرانے پہلے گریجویٹوں کی درخواست پر توجہ نہ کی جائیگی مشاہرہ سو روپیہ، کام کے تسلی بخش ہونے کی صورت میں ترقی کی امید بھی دلائی گئی تھی، درخواستیں ایم۔ این۔ سنگھ راس بہاری ایلینیو بالی گنج کلکتہ کے پتے پر مانگی گئی تھیں۔

ٹیوٹروں اور معلموں کی ضرورتیں تو بارہا دیکھنے میں آئی تھیں مگر سو روپے تنخواہ کا تو کبھی ذکر بھی نہ سنا تھا، ایسے کاموں کے لئے زیادہ سے زیادہ پچیس پچاس روپے ماہوار دیکھنے میں آئے تھے، میں نے سوچا مسٹر سنگھ خود صاحب علم و فضل ہوں گے اس لئے علم کی قدر و قیمت سمجھتے ہیں، انہوں نے خیال کیا ہوگا، پچاس روپے ماہوار پر دل سے کون اس کام کو انجام دے گا، مسٹر سنگھ میں ایک اور خوبی معلوم ہوتی ہے، وہ ہر معاملے کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھنے والے شخص بھی نہیں ہیں ورنہ وہ لڑکی کے لئے ضرور ٹیوٹر رکھنا [illegible]

اگر وہ آتا دشمن ہوتے تو بھی بہت سے کام نکل سکتے کسی بڑے کورٹ کی [illegible] سنگھ صاحب بالکل نئی روشنی کے آدمی ہیں، وہ اس طرح جانتے ہیں کہ پرانا گریجویٹ کیا خاک پڑھائے گا زمانہ بدل چکا ہے طرز تعلیم بدل چکا ہے، اور کیمبل کی جدید تعلیم کے لئے نیا گریجویٹ ہی مفید ہو سکتا ہے۔۔۔۔ لیکن سو روپے تنخواہ بہت تھی پھر یقین نہیں آتا تھا آخر بہت غور و فکر کے بعد کوشش پر پہنچ کے بعد میں نے ایک عرضی کے ساتھ سندات کے ایک بڑے پلندے کو صاف ستھرے لفافے میں بند کرکے پوسٹ آفس کے سپرد کر ہی دیا جانتا تھا ہزاروں عرضیاں گئی ہوں گی سفارشیں بھی پہنچی ہوں گی خود کلکتے میں بہت گریجویٹ بیٹھے ہیں جو مجھ سے کہیں زیادہ قابل ہیں، میں ایک معمولی گریجویٹ جس کے ساتھ کوئی سفارش بھی نہیں، میری درخواست تو شاید پڑھی بھی نہ جائے، لیکن قسمت کی کرشمہ آرائیوں کے بہت سے قصے سنے تھے اس لئے آس لگائے بیٹھا تھا، درخواست بھیج کر انتظار کرنا بھی ایک بہترین مشغلہ ہے، کچھ نہیں تو بیکاروں کی خشک اور بے کیف زندگی میں کچھ نہ کچھ شغل اور دلچسپی پیدا ہو ہی جاتی ہے [illegible] منظوری کی اطلاع آتی [illegible]

آنکھوں پر اعتبار نہ ہوا خط کو بار بار [illegible] [illegible]

[illegible]

لیکن ایسی بات مدنظر [illegible] ملنے گا، [illegible] نے مذاق کیا ہو لیکن آخر اتنا مذاق بھی کون کر سکتا ہے، سب جانتے تھے کہ میں بیکار ہوں ملازمت کی فکر میں ہوں، میں زندہ دل ہوں، لڑکیوں کے ٹیوشن سے زیادہ پسندیدہ کام اور کون ہو سکتا ہے، دوستوں کو معلوم تھا کہ میں فوراً ضرور پھنس جاؤں گا، لیکن اتنا بھونڈا مذاق کون کرے گا کہ کلکتہ سے اشتہار چھپوا کر اخبار میں شائع کرائے گا اور پھر میری درخواست کی منظوری کا خط بھیجے گا، اگرچہ یہ سب کچھ ناممکن نہیں تھا پھر بھی کیا محض اتنے سے خیال پر زندگی کے ایسے شاندار موقع کو نظر انداز کیا جا سکتا تھا

یہ سوچ کر میں نے ایک چھوٹے سے بیگ میں کپڑے رکھے اور معمولی سا بستر لیکر کلکتہ میل میں سوار ہو گیا۔ جس وقت میں کلکتہ پہنچا میرا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا، اس لئے کہ مجھے امید نہ تھی کہ زندگی میں مجھے کبھی اتنا اچھا موقع میسر آئے گا، میں پوچھتا پاچھتا اس بہاری ایونیو تک پہنچ گیا، دونوں طرف کے مکان گننے شروع کئے، آخر بائیں جانب ایک عالیشان بنگلہ دکھائی دیا، باہر دروازہ پر ایک نصب شدہ پتھر پر لکھا تھا، ایم این سنگھ۔ اب تو کسی شبہ کی گنجائش باقی رہی نہیں، تاہم میں نے مزید اطمینان کے لئے دربان سے پوچھا۔

"کیوں جی، سنگھ بابو کا بنگلہ یہی ہے"

میری بغل میں بستر تھا اور ہاتھ میں بیگ۔ کپڑے راستے ہی میں میلے ہو چکے تھے، دربان نے مجھے سر سے پیر تک کسی قدر شک کی نظر سے دیکھا اور پھر سر ہلا کر ہاں کہہ دیا، اپنے کپڑے دیکھ کر مجھے خود وحشت ہونے لگی، میں نے سوچا تھا کہ اسٹیشن ہی پر کپڑے بدل لوں گا، لیکن اصل میں وہاں کوئی ٹھکانے کی جگہ نہ تھی [illegible] کہ کہیں یہ سب مذاق ہی نہ [illegible] اٹھانا ہو گی، لیکن اب کیا ہو سکتا تھا میں نے کسی قدر تذبذب کے بعد دربان سے کہہ دیا

"میں بابو سے ملنے آیا ہوں"

دربان نے مجھ پر ایک تجسس آمیز نظر ڈال کر پوچھا "آپ سیٹھ صاحب سے ملنا چاہتے ہیں؟ کیا آپ کسی بیمہ کمپنی کے ایجنٹ ہیں، یا کسی آفت زدہ آشرم یا گئوشالہ کی طرف سے چندہ مانگنے آئے ہیں"

"نہیں نہیں، میں یہ سب کچھ نہیں ہوں مسٹر سنگھ نے مجھے بلایا ہے، ملاقات کے لئے ان کی ایک —— میں پوچھتا ہوں یہی انکی کوٹھی ہے نا؟ اچھا میں ان سے پھر مل لوں گا"

میں نے واپس آنا چاہا۔

"آپ کا نام"

"ہریش" یہ کہکر میں جیسے ہی واپس ہوا دربان نے مجھے ادب سے سلام کیا۔

"سیٹھ صاحب آپ کا بہت انتظار کر رہے تھے آپ دیر سے پہنچے، اسوقت وہ آرام کر رہے ہیں چلئے میں آپ کے رہنے کے لئے نمبل والی کوٹھی دکھا دوں، اب سیٹھ صاحب سے پانچ بجے شام کو ملاقات ہو گی، جب تک نہا دھو کر آپ کھا پی لیں" دربان نے بڑے ادب سے کہا۔

میں نے عمدہ سوٹ زیب تن کیا، گلے پر ٹائی باندھی، اسکی گرہ کو بار بار ہلا کر دیکھا اور ٹھیک پانچ بجے مسٹر سنگھ کی خدمت میں پہنچا، مسٹر سنگھ ایک آراستہ شاندار ڈرائنگ روم میں قیمتی صوفے پر بیٹھے اخبار پڑھ رہے تھے، سر کے بال چاندی کی طرح سفید تھے، بھرا ہوا شاندار چہرہ تھا، ہونٹوں میں ایک طرف کالا چمکدار قدرے جھکا ہوا پائپ تھا میرے اندر داخل ہوتے ہی انہوں نے اخبار کو ایک طرف ہٹاتے ہوئے بیٹھے ہی بیٹھے مجھے دیکھا میں نے اپنی گھبراہٹ کو چھپانے کے لئے کچھ بے تعلق سی اور بنی آواز میں انہیں نمستے کہی اور پھر ان کے [illegible] [illegible] کی کسی [illegible] دونوں سے [illegible]۔

"آپ بہت طویل مسافت طے کر کے [illegible] کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی راستے میں" بابو صاحب نے مجھ سے دریافت کیا۔

"جی نہیں کوئی تکلیف نہیں ہوئی" میں نے مودبانہ جواب دیا۔

"جو کوٹھی آپ کو دی گئی ہے وہ پسند ہے نا اور اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو نوکر سے کہہ کر منگوا لیجئے گا، تکلف نہ کیجئے گا"

"نہیں آپ کی عنایت سے سب ٹھیک ہے کسی چیز کی ضرورت نہیں"

"اچھا ہریش بابو کوئی مضائقہ نہ ہو تو آج ہی سے آپ ٹیوشن کا کام شروع کر دیجئے گا"

"جیسی آپ کی مرضی، میں ہر طرح سے تیار ہوں مجھے کیا کیا پڑھانا پڑے گا؟"

"میں ابھی بتائے دیتا ہوں، آپ کو ہندی اور انگریزی کی شاعری سے تو دلچسپی ہو گی ہی"

"جی ہاں ہے تو"

"خود بھی شعر لکھ لیتے ہوں گے"

"جی ہاں کچھ لکھ لیتا ہوں"

"مجھے آپ سے یہی توقع تھی، مجھے یقین تھا کہ میں نے انتخاب میں غلطی نہیں کی ہے، میرے لئے خوشی کی بات ہے کہ میں نے درخواستوں کے انبار میں سے مناسب ترین درخواست منظور کی"

"یہ آپ کی قدر افزائی ہے ورنہ من آنم کہ دانم" میں نے انکساری کے ساتھ کہا۔

"نہیں، نہیں ہریش بابو، اپنی جوانی میں میں خود لاہور رہ چکا ہوں، میں ان ایام کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا، اسی زمانے سے مجھے پنجابیوں سے انس ہو گیا ہے، مجھے لاہور گئے عرصہ ہوا، اب تو شہر کی آبادی اور رونق میں اور بھی اضافہ ہو گیا ہو گا"

"جی ہاں۔"
"آپ بجا فرماتے ہیں، میری سینہہ بہت سمجھدار لڑکی ہے، پھر بھی اسے ابھی اس کی بہت سی باتیں بتانی ہیں وہ ہندی بھی ٹھیک جانتی ہے، اسے ہندی شعر و شاعری سے خاص دلچسپی ہے۔"
"خوب۔"
"ویسے تو انگلش بھی سینہہ اچھی طرح سمجھ لیتی ہے لیکن اسے زیادہ دلچسپی ہندی اور انگریزی شاعری سے ہے، میں نے سوچا چلو تھوڑی سی رکھ دیں اس طرح وہ کچھ باقاعدہ تعلیم بھی حاصل کرے گی۔"
میں نے کہا "جی ہاں۔"
انہوں نے کچھ ٹھہر کر پھر کہا "میری سینہہ بہت ذہین ہے، آپ کو تو خود ہی پتہ چل جائے گا اور ہاں ہرش بابو ہندی شعراء میں آپ کو سب سے زیادہ کون پسند ہے؟"
"یوں تو سور داس، رحیم، تلسی اور بھوشن سبھی ہندی کے مسلم الثبوت شاعر ہیں، لیکن میرے خیال میں بہاری کا پایہ ان سب سے بلند ہے۔ صنفی شاعری میں تو بہاری اپنی نظیر آپ ہے۔"
"آپ کی رائے بالکل درست ہے لیکن آجکل پرانی شاعری کو کون پسند کرتا ہے، مگر میری سینہہ کو خشک مذہبی شاعری سے سخت وحشت ہوتی ہے، وہ بہت زندہ دل لڑکی ہے" سنگھ بابو نے ہنستے ہوئے کہا۔
"لیکن ہندی میں صنفیات پر آپ کو زیادہ کلام نہ ملے گا، انگریزی میں البتہ اس موضوع پر کافی مواد موجود ہے، شیلے، بائرن اور کیٹس اس موضوع کے عالی مقام شعراء ہیں۔"
"درست بالکل درست، آپ میرے مقصد کی تہہ تک پہنچ گئے۔ تو بس آپ کو بائرن، شیلے، کیٹس اور بہاری کا کلام پڑھانا پڑے گا، ان کے سوا اور کسی کے کلام کی ضرورت نہیں بس صاحب ایک دفعہ سینہہ میں امنگ پیدا کر دیجئے۔
پھر تو وہ خود ہی چل نکلے گی وہ بہت تیز ہے اور ہاں ابھی آپ کو سو روپیہ ماہوار ملے گا، میں سمجھتا ہوں یہ تنخواہ بہت کم ہے، لیکن کچھ فکر نہ کیجئے، جو سینہہ کہے گی تو اضافہ کر دیا جائے گا" مسٹر سنگھ ہنس کر بولے۔
"آپ مطمئن رہئے میں اپنے فرض کی انجام دہی میں کسی طرح کی کوتاہی نہ کروں گا" میں نے کہا۔
"ہاں ہرش بابو! میں نے آپ کو یہ تو بتایا ہی نہیں کہ آپ کو روزانہ کے گھنٹے پڑھانا ہوگا سینہہ کو کوئی امتحان وتحان تو دینا نہیں ہے، جو وہ دن رات پڑھتی رہے، اسے تو اپنا شوق پورا کرنا ہے، اس لئے ایک گھنٹہ روزانہ کافی ہے، دن بھر تو وہ اور اور کاموں میں مصروف رہتی ہے، لوگ آتے جاتے رہتے ہیں، دن میں تو اسے شاید ہی موقع ملے اس لئے رات ہی کا وقت ٹھیک سمجھئے، نو سے دس تک، شاعری کی تعلیم کے لئے اس سے موزوں وقت دوسرا ہو ہی نہیں سکتا، کیوں آپ کو یہ وقت پسند ہے نہ؟"
"جی ہاں مجھے کوئی عذر نہیں۔"
۔میں اپنی کوٹھی کی طرف جاتا ہوا سوچ رہا تھا سنگھ بابو بھی بڑے زندہ دل اور رنگین مزاج آدمی واقع ہوئے ہیں۔
اسی رات کو مجھے ایک چھوٹے سے آراستہ کمرے میں لے جایا گیا، بیچ میں ایک میز پڑی تھی جس کے ایک ہی جانب پہلو بہ پہلو دو کرسیاں رکھی ہوئی تھیں، میں ابھی بیٹھا ہی تھا کہ پچھلے دروازہ سے سینہہ آ کر میرے بائیں طرف والی کرسی کو میری کرسی سے ملا کر بیٹھ گئی۔ اور پاؤڈر اور لونڈر کی بھینی بھینی خوشبو سارے کمرے میں پھیل گئی۔
"نمستے ماسٹر صاحب" اس نے میز پر پڑی ہوئی کتاب کے ورقوں کو الٹتے ہوئے کہا۔
"نمستے سینہہ" میں نے جواب دیا۔
"آپ کو پہلے ہی میرا نام کیسے معلوم ہو گیا؟" ایک شیریں اور نغمہ ریز ہنسی کے ساتھ سینہہ بولی
"آپ کے پتا جی سے، انہوں نے یہ بھی بتایا تھا کہ آپ کو کویتا (شاعری) کا شوق ہے۔"
"میں جو کچھ ہوں اس سے پتا جی مجھے زیادہ سمجھتے ہیں، اس لئے ان کی ہر بات پر یقین نہ کیجئے گا، میں یونہی کچھ تک بندی کر لیتی ہوں لیکن آپ مجھے تعلیم دیں گے اس لئے ممکن ہے اچھی کویتا بھی لکھنے لگوں" یہ کہہ کر سینہہ مسکرا دی۔
"ہاں سنا ہے آپ صرف سنگھار رس (عشقیہ) کی کویتا پسند کرتی ہیں؟" سینہہ کے انداز گفتگو سے موقع پا کر میں نے کہا۔
"حقیقت تو یہی ہے، اس لئے کہ مجھے جنگ پر تو جانا نہیں ہے جو بیر رس (رزمیہ شاعری) سے بھی دلچسپی رکھوں اور جب بھگت بننا ہو تو بھگتی رس (تصوف) کی کویتا کہے، مجھے تو دنیا میں دنیا داروں کی طرح رہنا ہے اور اخلاق وغیرہ سے تو مجھے مطلق دلچسپی نہیں ہے، یہ بھی بھلا کوئی شاعرانہ موضوع ہے۔"
"یہ تو آپ درست کہتی ہیں، اچھا تو آپ کیا کیا پڑھیں گی؟ بائرن۔ بہاری، شیلے اور کیٹس کا تو۔"
"جی ہاں، اس کے ساتھ براؤننگ کا کلام بھی، وہ بھی خوب لکھتا ہے، آپ نے اس کی Last Ride Together پڑھی ہے؟" سینہہ نے سامنے کی دیوار ہی پر نظر گاڑے گاڑے کہا۔
"جی ہاں پڑھی ہے بہت اچھی کویتا (نظم) ہے"
یوں ہی ادھر ادھر کی باتوں میں دس بج گئے، وقت ختم ہوتے ہی نمستے کہی اور کھٹ کھٹ کرتی پچھلے دروازہ سے باہر چلی گئی۔
اس رات کو مجھے دیر تک نیند نہیں آئی، آتی کیسے؟ ایک ہی روز میں اتنے واقعات ایک ساتھ پیش آ گئے تھے جو میری تمام زندگی میں نہیں آئے تھے، میں ایک ایک کر کے تمام واقعات پر غور کرنے لگا کبھی کبھی تو یہ سب

خواب سا معلوم ہوتا ہے۔ تین سال کی [illegible] کے بعد بخت نامساعد کی ایسی سازگاری خواب کی باتیں نہ معلوم ہوں تو اور کیا معلوم ہو؟ حقیقت یہ سب قسمت کی کرشمہ آرائی ہے ورنہ مجھ میں ایسا کون سا کمال رکھا ہوا ہے، لوگ سچ کہا کرتے ہیں کہ قسمت پھرتے دیر نہیں لگتی، بہر حال سنگھ بلو اسمان کی بیٹی دونوں نہایت زندہ دل ہیں ہوں کیوں نہ! انہیں کچھ کھانے پینے کی مصیبتیں ہی نہیں، کتنا نشاط انگیز اور کیف پرور ذریعہ معاش ہے، شعر و سخن کی محض ایک گھنٹہ کی تعلیم اور وہ بھی ایک دوشیزہ کو دینے کیلئے سو روپے رہنے کے لئے شاندار کوٹھی اور اعلیٰ درجہ کا کھانا واہ رے بدقسمت ہرشی کی خوش نصیبی

یہ سینہہ بھی ایک پہیلی سی معلوم ہوتی ہے، کتنی شوخ کتنی چالاک، پھر ساتھ ہی کتنی مہذب اور شائستہ، کچھ سمجھ میں نہیں آتا باتیں تو مردوں کی طرح پوری بے تکلفی اور بے حجابی سے کرتی ہے، لیکن اسکی آنکھیں کتنی شرمگیں اور حجاب آلود ہیں، جوبات کرتی تھی سامنے دیوار کی طرف دیکھتے ہوئے یا سر نیچا کئے اس نے ایک بار بھی تو میری طرف نگاہ اٹھاکر نہیں دیکھا۔ اسے شعر و سخن کی تعلیم حاصل کرنی ہے، بحث و تنقید کے ساتھ اس میں شرمانے کی کونسی بات ہے، لیکن کبھی نگاہ بھر کر میری طرف نہیں دیکھتی، سنجیدگی کے ساتھ بیٹھکر زبان سے باتیں کرتی ہے اور کانوں سے سنتی ہے۔ لیکن کچھ سمجھ میں نہیں آتا، شعر و سخن سے اتنی دلچسپی وہ بھی بہ سیات و جمالیات سے شاعری سے محبت اور محبت سے کائنات کی تخلیق ہوتی ہے، کتنی زندہ دل اور رنگین مزاج ہے وہ جس وقت آئی تھی کیسی مست کن اور نشاط انگیز خوشبو اپنے ساتھ لائی تھی، اسے مجھے اسی کو پڑھانا ہے، سترہ سال کی دوشیزہ کو! یا شرتری بہاری شیلے کیٹس اور بڑے [illegible] بالکل پاس ہمارے بیٹھکر تنہائی میں رات کے وقت دو گھنٹے اور مجھے اپنی تنخواہ کی ترقی کے لئے اسی کو خوش کرنا ہے، وہ کتنی شوخ اور طرار ہے، بال کتنے گھنے اور لمبے ہیں اس کے دانت کتنے چمکدار تھے ناک بھی حسین تھی، رنگ سلونا سانولا سا

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ ٔ
باز میگوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش

مجھے دریا میں تختہ بند کرکے تاکید کردی گئی ہے کہ خبردار دامن تر نہ ہونے، گویا اسی کیلئے مجھے سو روپے ماہانہ ملیں گے، کیسی عجیب بات ہے!

اس کے بعد روزانہ رات کو ٹھیک نو بجے اس کمرے میں میری بائیں جانب کرسی سے کرسی ملاکر سینہہ میرے پاس بالکل مجھ سے سٹ کر بیٹھتی، گم سم خاموش بیٹھنا اسے پسند نہ تھا وہ ہر نظم کو بڑے شوق سے پڑھتی، بات بات پر بحث کرکے اسے سمجھنے کی کوشش کرتی، کسی بات کے کہنے میں وہ کبھی جھجک اور شرم محسوس نہ کرتی، بعض نظموں کے کسی نازک مقام پر میں شرم کے مارے خاموش ہو جاتا، ادھر اُدھر کی باتوں سے ٹال دینا چاہتا لیکن اس طرح اسے ٹال دینا ممکن نہ تھا، وہ ہر لفظ کی کامل تشریح و توضیح سمجھنا چاہتی تھی، جیسے وہ نظم کے عشق میں کھو جانا چاہتی ہو، میں ڈرتے ڈرتے اور شرماتے شرماتے اسے سمجھاتا، اگر کوئی شخص اس کے سوالوں کو سنتا تو نہ جانے کیا خیال کرتا، کم سے کم وہ غلط فہمی اور بدگمانی میں تو ضرور مبتلا ہو جاتا۔

ایک روز بہاری کے "دورگ یگ پونچھن کیلئے بھوشن پاانداز" (پائے چشم کے صاف کرنے کے لئے زیور پاانداز کا کام دیتے ہیں) پر بحث چلی جس کا سلسلہ دو روز تک قائم رہا ایک ایک لفظ کی توضیح و تشریح کی گئی، ان کے معانی اور مطالب پر گفتگو رہی، سینہہ کہتی تھی لوگ نہ جانے بہاری کی اتنی تعریف کیوں کیا کرتے ہیں ان کے اس میں کوئی ایسی خوبی نظر نہیں آتی۔ میں بہاری کی جتنی تعریف کرتا وہ اتنی ہی مذمت کرتی۔ وہ کہتی تھی بہاری نے بھوشن کی "پاانداز" سے کتنی غلط اور بھونڈی مثال دی ہے، کسی پاؤں گندے ہوں تو وہ پاانداز سے پونچھ کر کمرے کے اندر چلا جائے لیکن میلی نظر کے لئے بھوشن (زیور) کیسے انداز بن سکتے ہیں، یہ سمجھ میں نہیں، بھوشن تو گندی نظر کو اور بھی آگے بڑھنے کی ترغیب دیتے ہیں گندی آنکھ کو اور بھی گندی بنا دیتے ہیں لیکن پاانداز تو کسی کو بلاتے نہیں اور نہ وہ پیروں کو اور میلا کرتے ہیں، پھر اس کے علاوہ مرد کی نظر عورت کے کن اعضا پر پہلے پڑتی ہے اسپر شاید بہاری نے غور ہی نہیں کیا، آجکل کون عورت سر یا پیشانی پر زیور پہنتی ہے بتائیے حسن کی وہ پاکیزگی جس کے لئے بہاری نے زیور اور پاانداز کی بے تکی تمثیل گھڑی ہے وہ کیونکر ثابت ہو سکے گی؟ پھر جو مرد عورت کے ایک ایک عضو کو للچائی نظروں سے گھورتا ہے اس کی پاکیزگی اور پاک طینتی پر اعتماد کرنا صرف بہاری کی خصوصیت ہو سکتی ہے۔

میں طرح طرح کے دلائل و شواہد کے ذریعہ بہاری کے کمال و عظمت کے اظہار و اثبات کی کوشش کرتا، مگر سینہہ ایک نہ مانتی، آخر جاتے جاتے کہیں مذاقیہ لہجے میں کہا: سینہہ تم آنکھ اور پاؤں کی نازک اور حسین تشبیہ کو کبھی سمجھ ہی نہیں سکتی اگر بھوشن یا پاانداز کی ضرورت کو سمجھنا ہو تو ان کے پہننے یا رکھنے والے نقطۂ نظر سے سمجھو۔ اگر کوئی غیر مہذب آدمی پائے چشم کو صاف کئے بغیر آگے بڑھتا چلا جائے تو اس میں شاعری کا کیا قصور، لیکن تم اسے کیوں تسلیم کرنے لگیں عورتوں کی ہٹ تو مشہور ہے۔"

[illegible]
...ایک ... گیا جیسے ... سے قریب سے ... لیکن وہ ہمیشہ سے اسی طرح ناقابل فہم ... رہی، اس کی عادات و اطوار کے مشاہدے نے مجھے سخت الجھن میں ڈال رکھا تھا۔ اس کی شخصیت جیسے آگ اور پانی دونوں متضاد عناصر کے امتزاج سے ہوئی تھی، وہ شاعری کے پردوں میں عشق و محبت ہجر و وصال اور دوسرے عشقی مسائل پر اس بے باکی و بے حجابی سے گفتگو کرتی اور جنسی جذبات و احساسات کی ایسی عریاں تصویر کھینچ کر رکھ دیتی کہ مجھ پر خود ایک سی طاری ہو جاتی لیکن اس سے زیادہ میں نے اس میں کسی بات کی جھلک بھی نہ دیکھی، جیسے وہ صرف بات چیت کرنے والی ایک طلسمی پتلی تھی، وہ رات کے وقت ہمیشہ ... کرتی ہے، اور اکثر ... بیٹھتی ہے کہ کبھی کبھی اس کا سر میرے کندھے پر کچھ دیر کے لئے ڈھلک پڑتا ہے وہ ایسا دانستہ کرتی ہے یا نادانستہ اس کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن ... کالی کالی دراز زلفوں سے نکلتی ہوئی خوشبوؤں کی لپٹ ہر وقت میرا پیچھا کرتی رہتی ہے، وہ بات کرتی ہے تو نہایت سادگی اور بے تکلفی سے لیکن وہ باتیں ہوتی ہیں ... معنی خیز کہ میں انتہائی غور و فکر کے باوجود ان کو ... نہیں سمجھ سکتا، وہ شعر و سخن کے علاوہ کسی اور مسئلے پر کبھی کوئی بات چیت کرتی ہی نہیں وہ ہمیشہ بیٹھتی تو ہے میرے ساتھ مگر کبھی میری طرف دیکھتی نہیں، اس نے کبھی ... سوال کر کے مجھے ... کا موقع دیا ہو، وہ بیٹھتی ... کرتی ہے، پڑھتی ہے مگر ... بے ... کے ساتھ وہ کبھی ... ہیں تو مجھ سے ملتی ہی نہیں، کوٹھی میں دن میں مجھے پڑھنے کا ... رہتی ہیں ... گھر کے کام کاج ہیں، ... سے فرصت ... جانوروں کی دیکھ بھال کا کام ہے۔

میں جس طرح اس کے بارے میں سوچا کرتا ہوں معلوم نہیں اسی طرح وہ بھی میرے متعلق کچھ سوچتی ہے یا نہیں، مجھے دل کی بات تو معلوم ہے لیکن دوسرے کے دل کا حال مجھے کیا معلوم؟ کون جانے اس کے گوشۂ دل میں کون کون سے جذبات پڑے سو رہے ہیں، اس کے متعلق کامل غور و فکر اور مطالعہ و مشاہدہ کے بعد میں نے جو کچھ نتائج فراہم کئے ہیں وہ یہ ہیں "ہاں نہیں" "نہیں ہاں" "دھوپ چھاؤں" "دن رات" "آگ پانی"

کاش میں ایک دفعہ بھی صحیح طور پر اسے سمجھ سکتا مگر بھلا مرد عورت کے دل کو کیسے سمجھ سکتا ہے؟ پھر میں کیوں نہ ایک روز اپنے دل کی بات اس سے کہہ دوں، اس طرح ہر وقت کی ذہنی کشمکش سے تو نجات مل جائے گی، لیکن اگر وہ ناخوش ہو جائے اگر کہہ بیٹھے "ہریش بابو! مجھے آپ سے ایسی توقع نہ تھی، آپ کو میرے متعلق ایسی رائے قائم کرنے کا کیا حق حاصل تھا، آپ خود ہی ... الطبع اور ... تھے اس لئے آپ نے میرے مذاق سخن کے آئینے میں جو صورت دیکھی وہ آپ ہی کی تصویر تھی۔"

میرے پاس ان باتوں کا کیا جواب ہوگا؟ اور اگر سینتھہ نے یہ بات سنگھ بابو سے کہہ دی تو کیا ہو؟ وہ میرے متعلق کیا خیال کریں گے، میں انہیں کیسے منہ دکھاؤں گا؟ نہیں نہیں میں ایسا ہرگز نہیں کر سکتا، ایک عرصے تک یہی صورت رہی، آخر ایک روز میں نے کتاب بند کرتے ہوئے کہا۔

"سینتھہ اب میں جلد ہی یہاں سے چلا جاؤں گا، تمہیں اب کسی اور ہی ٹیوٹر کا انتظام کرنا ہوگا۔"

اس نے چونک کر پوچھا، "اس کے کیا معنی؟"

"میں نوکری چھوڑ کر گھر چلا جاؤں گا۔"

"... کیوں؟"

"مجھے یہاں بہت الجھن ہوتی ہے۔"

"کیوں کیا گھر کے کسی کی یاد ستا رہی ہے" سینتھہ نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"گھر پر میرا ہے ہی کون جس کی یاد ستائے گی۔"

"تو اب کبھی تنخواہ کم ہے اسی لئے ...؟"

"نہیں نہیں یہ بات نہیں ہے، اس ... میری دنیا میں اور کیا قیمت ہو سکتی ہے۔"

"کیا آپ مجھ سے ناخوش ہیں؟"

سینتھہ کا سر نہ جانے کب جھک کر میرے شانے سے آ لگا

"نہیں نہیں میں تم سے ناخوش کیوں ہونے لگا"

"پھر اور کون بات ہے؟"

"تم کیا سمجھو گی، سینتھہ ان باتوں کو۔ بس میں جانا چاہتا ہوں، اب یہاں مجھ سے نہیں رہا جا سکتا۔" میں نے کتاب کے ورقوں کو یونہی الٹتے ہوئے کہا

"آپ مجھ سے عاجز آ گئے ہیں، میں اسے خوب سمجھتی ہوں۔" سینتھہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔

(نہ جانے کیسے اس کا ہاتھ میرے ہاتھ سے لگ گیا مگر اس نے اسے ہٹایا نہیں)

میں نے ہمت کر کے سر جھکائے ہی جھکائے ایک خشک ہنسی کے ساتھ کہا "ممکن ہے یہی بات ہو سینتھہ جسے تم سمجھ کر بھی نا سمجھ بنی رہنا چاہتی ہو" یہ بات کہنے کو تو میں نے کہہ دی مگر خوف اور حجاب سے زمین میں گڑا سا جا رہا تھا۔

اس نے آہستہ سے کہا "آپ شاعر ضرور ہیں مگر ... کوشش کر کے بھی عورت کے دل کو سمجھ نہیں سکتے" سینتھہ کی کانپتی ہوئی انگلیاں میرے ہاتھ سے پیوست ہو گئیں۔

"میں کیسے سمجھ سکتا ہوں عورت کے دل کی بات کو، عورت کا دل تو ہمیشہ سے ایک طلسم رہا ہے اور ہمیشہ ایک طلسم ہی رہے گا، مگر مرد کے صبر و ضبط کی آزمائش ... اس حد کے بعد وہ بے اختیار ہو جاتا ہے ..."

"لیکن مرد کی ... سننا چاہتا ہے۔ عورت اپنے جذبات کو ... چھپا سکتی ہے لیکن مرد کو عورت کے قلب کی گہرائیوں میں اتر کر تو دیکھے، عورت جن نازک اور لطیف جذبات کو اپنے دل میں انتہائی احتیاط و محبت سے پوشیدہ رکھتی ہے، انہیں وہ بیچاری زبان پر لا کر ان کی تحقیر و ناقدری کیسے کر سکتی ہے۔"

میں نے جرأت و حوصلہ سے کام لے کر سینہہ کے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں دبا لیا اور گلے میں جو کچھ پھنسا پھنسا سا معلوم ہوتا تھا اس کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہوا بولا "سینہہ! تم درست کہتی ہو، لیکن آخر مرد عورت کے جذبات سے واقف ہو تو کیونکر، مرد کو کیونکر معلوم ہو کہ وہ بھی اس کے لئے دن رات بے چین رہتی ہے، سینہہ کاش تمہیں معلوم ہو [illegible] میں کتنے دنوں سے.....!"

میں اس کے آگے کچھ نہ کہہ سکا، سینہہ نے ایک سرد آہ کھینچی، میں نے فرط جوش سے سینہہ کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں اور زور سے دبا لیا۔ اس وقت سینہہ نے نگاہ نیچی کئے کئے پہلی بار میری طرف دیکھا، فرط حیا سے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا...... اتنے میں نہ جانے کدھر سے سنگھ بابو کھانستے ہوئے سامنے آ کھڑے ہوئے میں جلدی سے سینہہ کا ہاتھ چھوڑ کر الگ ہو گیا سینہہ بھی اٹھ کر کھڑی ہو گئی میرے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا اور دوسرا جا رہا تھا میں پریشان تھا کہ دیکھئے اب کیا ہوتا ہے؟ -

سنگھ بابو نے خفیف سی ہنسی کے ساتھ کہا۔ "پڑھائی کا کام تو اچھی طرح ہو رہا ہے نا؟" میرے جواب کا انتظار کئے بغیر ہی سینہہ بول اٹھی "ہاں پتاجی بہت [illegible] ماسٹر صاحب بڑے قابل آدمی ہیں۔" "یہ تو مجھے [illegible] ہاں ہریش بابو [illegible] کس قلم پر گفتگو ہو رہی تھی؟"

"ابھی بڑی [illegible]" میں نے مشین کی طرح کتاب پر نظر ڈال کر دہرا دیا "بہاری ہے نہ خوب لکھتا ہے۔" سینہہ بے ساختہ بول اٹھی "خاک لکھتا ہے آجکل تو اپنے عزیز و آشنا کی ترقی کو دیکھ کر لوگوں کو رشک و حسد ہوتا ہے نہ کہ خوشی، بہاری کی شاعری تو بالکل فرسودہ ہو چکی ہے پتاجی۔"

سنگھ بابو قہقہہ مار کر ہنس پڑے۔ "سینہہ کو تو ہر بات میں بحث کی عادت ہے ہریش بابو اس کی بات کا برا نہ ماننا۔"

یہ کہہ کر سنگھ بابو چلے گئے، میں دھم سے کرسی پر بیٹھ گیا، میں نے گھبرا کر سینہہ سے پوچھا۔

"تمہارے پتاجی نے ہمیں دیکھ لیا تھا کیا؟"

"کیا اس میں بھی آپ کو کوئی شک ہے؟"

"لیکن انہوں نے کچھ کہا تو نہیں۔"

"اب نہ سہی پھر کبھی کہیں گے" سینہہ نے مذاق کرتے ہوئے کہا۔

"یہ تو بہت برا ہوا" میں نے فکر مندانہ لہجہ میں کہا

"ہاں برا تو ہوا، لیکن ہمت تھی تو ان سے بھی کہہ دیتے"

"کیا کہہ دیتا؟"

"جو اس وقت مجھ سے کہہ رہے تھے اپنے جذبات سے انہیں بھی تو آگاہ کر دیتے۔"

"تم شاید مذاق کر رہی ہو"

"مجھے مذاق کیوں سوجھے گا میرا مطلب یہ ہے کہ آدمی پکڑا جائے تو اسے اپنے جرم کا صاف صاف اعتراف کر لینا چاہئے ورنہ جرم کے اور زیادہ سنگین سمجھے جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔"

"اگر میں کہنے کی جسارت بھی کرتا تو تمہارے پتا مجھے کتنا ذلیل سمجھتے۔"

"میرے پتا ایسے خیال کے نہیں ہیں جو ایسی بات کا برا مان لیں، انہوں نے آج تک میرے کسی شوق [illegible] کی مخالفت اور ناقدری نہیں کی [illegible]"

"[illegible]" یہ کہہ کر [illegible] کچھ جھجکتے ہوئے کہا۔

"میرے پتاجی کافی دولتمند ہیں ان کے سامنے روپیہ پیسہ کوئی چیز نہیں وہ ایک دل کی قیمت کو سونے چاندی کے ٹھیکروں سے کہیں زیادہ سمجھتے ہیں۔"

یہ کہہ کر سینہہ تیزی سے چلی گئی۔

(۴)

نہ جانے کیسے بات چیت کا سلسلہ شروع ہوا مجھے صرف اتنا معلوم ہو سکا کہ سنگھ بابو نے خوشی سے اجازت دے دی شاید وہ اپنی لاڈلی بیٹی کی بات نہ ٹال سکے وہ سینہہ کی زندگی کو مسرت آگیں بنانے کے لئے سب کچھ کرنے کو تیار تھے، آخر ایک روز انہوں نے مجھ سے تنہائی میں کہہ دیا "یہ سب دولت و جائداد آج سے تمہاری اور سینہہ کی ہے اب میری زندگی ہی کتنی ہے، دیکھنا سینہہ کو ہمیشہ خوش رکھنا، اس میں کسی نقص اور عیب کو دیکھ کر اس سے فوراً دل برداشتہ نہ ہو جانا اسے چھوڑ نہ دینا"

میں نے نگاہ نیچے کئے ہوئے یہ سب کچھ سنا

..... میں شادی کے روز سوچ رہا تھا کہ میں کتنا خوش نصیب ہوں، میں نے پچھلے جنم میں ایسا کون سا پُن کیا تھا جو اس جنم میں سینہہ جیسی شریک زندگی مجھے ملی۔

سہاگ رات تھی!

میں جیسے ہی چپکے چپکے دبے پاؤں کمرے میں داخل ہوا، سینہہ نے [illegible] کر دی۔ میں نے کہا۔

"[illegible] کیوں کر دیا [illegible]"

[illegible]

[illegible] آپ کسی اور کو [illegible]

[illegible] آپ کا عیب [illegible] میرا [illegible] کر [illegible]

یہ کہہ کر [illegible] گئی اور [illegible] ادھر کی دوستوں کی سہیلیوں کی، ملک اور سماج کی، گھر کی باہر کی، حال کی مستقبل کی نہ جانے کتنی باتوں - پھر بیوی شوہر کے باہمی تعلقات کی گفتگو شروع ہوئی، سینہہ نے کہا:-

"شوہر بیوی کی زندگی تو بھی خوشگوار و مسرت آگیں ہو سکتی ہے جب دونوں کے دل ایک دوسرے کیلئے بالکل صاف ہوں، دونوں کے درمیان کوئی حجاب اور پردہ، کوئی رنج اور تکدر نہ ہو جہاں ایک کے خلاف دوسرے کے دل میں کوئی پردہ اور حجاب یا شک و شبہہ ہو وہاں محبت نہیں ہو سکتی۔"

میں نے ہنسی ہنسی میں کہا "مسرور و مطمئن زندگی کا ایک راز اور بھی ہے، وہ یہ کہ "ایک کہے دوسرا مانے" اگر بات بات میں بحث و گفتگو ہوتی رہی تو [illegible] زندگی بھی درست نہیں ہو سکتا لیکن تم [illegible] ممکن ہے سینہہ"

وہ [illegible] میں کھل کھلا کر ہنس پڑی، اس کے بعد [illegible] پڑوس میں رہنے والی لڑکی سے کئے گئے [illegible] کا عشق، اسکول میں پڑھتی ہوئی ایک لڑکی کو [illegible] محبت نامے بھیجنے کی بات، غرض اپنی گذشتہ زندگی کے تمام چھوٹے چھوٹے واقعے [illegible] سینہہ کو سنا دیئے، ان واقعات کو سن کر سینہہ نے مذاق میں کہا "آپ کی گذشتہ زندگی تو بہت رنگین رہی ہے، مجھے کیسے یقین ہو کہ آئندہ آپ ایسی حرکتوں کے مرتکب نہ ہوں گے"

"اس [illegible] کی [illegible] بہت [illegible] ہے سینہہ تمہیں پا کر کوئی ایسا کام کروں تو مجھ سے زیادہ ذلیل اور کمینہ ہوگا، میں زندگی کے اس پاکیزہ رشتہ کو ہمیں وفادار ہونے عہد کا ہے"

سینہہ بولی "آپ نے اپنے تمام راز مجھ سے ظاہر کر دیئے تو مجھے بھی آپ سے اپنا کوئی حال پوشیدہ رکھنا چاہئے مجھ میں بھی بعض ایسے نقائص اور معائب ہیں جن کو ظاہر کئے بغیر میرے دل کو تسکین نہیں ہو سکتی لیکن آپ پہلے مجھے یہ یقین دلادیں کہ انکے معلوم ہو جانے کے بعد آپ مجھ سے متنفر اور بیزار تو نہ ہو جائیں گے"

"میرے متعلق تم ایسا خیال رکھتی ہو سینہہ، جب تم نے مجھے معاف کر دیا تو میں تمہیں کیوں نہ معاف کر دونگا"

"مردوں کا دل بہت چنچل ہوتا ہے، لیکن عورت اپنے شوہر سے خواہ وہ کیسا ہی بدصورت اور بدکردار کیوں نہ ہو کبھی نفرت نہیں کرتی مگر مرد......"

میں نے بات کاٹ کر کہا "میری نسبت ایسا خیال نہ کرو سینہہ۔ یوں تو تم میں کوئی ایسا عیب موجود ہی نہیں ہے اور ہو بھی تو کیا میں اسکی بناء پر تم سے متنفر اور بیزار رہ سکتا ہوں! یہ ہرگز ممکن نہیں"

میں سوچ رہا تھا اگلے لوگوں میں یہ بات پائی جاتی ہو تو ہو مگر آجکل کی خشک اور بے کیف زندگی میں ہلکا ہلکا سرور و نشاط پیدا کرنے والے رنگین اور دلفریب خوابوں کے سے عارضی رومانس کو کون اہمیت دیتا ہے، کس کی ابتدائی زندگی میں اس قسم کے چھوٹے موٹے واقعات پیش نہیں آتے، سینہہ سے آخر ایسی کون بڑی لغزش ہو سکتی ہے - سینہہ بولی!

"جس زمانے میں میں اسکول میں پڑھتی تھی ایک دفعہ سخت بیمار ہو گئی تھی، اسی بیماری میں مجھے پائریا ہو گیا اس نے مجھے نیچے کے پانچ چھ دانت نکلوا دینے پڑے"

[illegible] اس [illegible] اوپر کے [illegible] چھ دانت ڈینٹسٹ نے نکلا دیئے، باقی جو دانت رہ گئے تھے وہ بھی خراب ہو گئے، پتا جی نے ڈاکٹروں کی رائے سے میرے تمام دانت نکلوا دیئے اور ان کی جگہ قیمتی دانتوں کا ایک مصنوعی سیٹ لگوا دیا، آپ نے [illegible] سے نہیں دیکھا بالکل اصلی معلوم ہوتے ہیں"

میں کچھ سوچ رہا تھا، تھوڑی دیر کے بعد میں نے کہا: "مصنوعی اصل سے نقل کا مقابلہ تو نہیں کیا جا سکتا [illegible] پھر اصلی ہیں لیکن اس سے کیا ہوتا ہے آجکل تو نقلی دانتوں کا کافی رواج ہے"

"اور ہاں جب میں [illegible] تو ایک بار مجھے زور کی چیچک نکلی تھی جس میں کئی مہینے بستر پر صاحب فراش رہی اسی چیچک کے اثر سے میری بائیں آنکھ بالکل ہی ضائع ہو گئی، اب اس میں چارہ ہی کونسا تھا، پتا جی نے دو اتنا سے پتھر کی قیمتی آنکھ منگا کر لگوا دی"

جیسے ایک آگ کا گولہ سا میرے گلے کی راہ کلیجے میں اتر گیا، سینہہ نہ جانے اپنے دل کے بوجھ کو ہلکا کر کے سو گئی، لیکن میں، خدا میری حالت پر رحم فرمائیے۔

بغیر دانتوں کی کانی بیوی سے مطمئن ہو سکوں گا، زندگی کی تمام تمنائیں، اور آرزوؤں کو پیروں تلے کچل کر خاک میں ملا دوں یا اس بوجھ کو سر سے پھینک کر ابھی لاہور روانہ ہو جاؤں لیکن کیا سینہہ میرے لئے واقعی بوجھ ہے کیا میرے نزدیک اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں! کیا میں [illegible] سکتا ہوں؟ لیکن بغیر دانتوں کی کانی [illegible] کیسے گذر سکوں گا، تو کیا تمام حقوق اور حوصلے کا خون کر ڈالوں یا سینہہ کو چھوڑ کر لاہور چلا جاؤں۔

[illegible] (قمر الدین [illegible])

رباعی

ہستی ہماری خواب ہے کیا اس کا اعتبار
پھر ناز ایسی ہستی فانی پہ ناز کیا

[illegible]

[illegible]

از جناب [illegible]

مجھے لے چل مجھے لے چل شفق کے لالہ زاروں میں
مجھے لے چل جہاں حسن کی رنگیں بہاروں میں
جہاں معصومیت کے گیت گاتے ہوں چمن زادے
جہاں دوشیزہ غنچے ہوں مئے الفت کے متوالے
شباب و شعر کی مستی برستی ہو فضاؤں سے
چمن کے پتے پتے گنگناتے ہوں ہواؤں سے
ترنم ریز چشموں سے حسیں نغمے اُبلتے ہوں
جہاں پر بے تکلف برق کے جلوے مچلتے ہوں
فروغِ حسن سے تاباں ہو ہر ذرے کی پیشانی
جہاں خورشید کی ہمسر ہو جگنو کی درخشانی
بہارِ عیش سے جنت بداماں ذرہ ذرہ ہو
جہاں کیف و نشاطِ زندگی کا دور دورہ ہو
جہاں کی زندگانی حاصلِ صد زندگانی ہو
جہاں نیرنگیٔ حسن و محبت غیر فانی ہو!
شمیم عطر افشاں رقص کرتی ہو فضاؤں میں
جہاں مستی کی ہوں رعنائیاں بہکی ہواؤں میں
جہاں لحظہ بلحظہ میکدہ بردوش ابر آئے
نسیمِ گلستاں آوارگی کے گیت برسائے
اسی [illegible]
[illegible]

[illegible] چلی آؤ

از جناب [illegible]

ایسے میں چلی آؤ اے جانِ تمنا تم
اودی سی گھٹائیں ہیں
بہکی سی فضائیں ہیں
مہکی سی ہوائیں ہیں
فطرت کی شعاعیں ہیں
ایسے میں چلی آؤ اے جانِ تمنا تم

یہ بھیگی ہوئی راتیں
یہ کیف کی برساتیں
فطرت کی حسیں گھاتیں
رنگین مدارائیں
ایسے میں چلی آؤ اے جانِ تمنا تم

معصوم تبسم میں
صد عیشِ جوانی ہے
کلیوں کے تکلم میں
پھولوں کی کہانی ہے
ایسے میں چلی آؤ اے جانِ تمنا تم

جذبات کی وادی میں
احساس مچلتا ہے
اور ساغرِ حسرت سے
اک چشمہ اُبلتا ہے
ایسے میں چلی آؤ اے جانِ تمنا تم

زریں ستاروں میں
رنگین نظارے ہیں
جنت کی بہاریں ہیں
گنگا کے کنارے ہیں
ایسے میں چلے آؤ اے جانِ تمنا تم

از جناب شمس مظفر پوری

ایک شاعر یا ادیب کا ذوقِ محبت اور جذبۂ حسن کسی گاؤں میں بیٹھکر ہی صحیح معنوں میں آسودہ ہو سکتا ہے جب وہ آرائش و زیبائش سے بے نیاز گاؤں کی معصوم لڑکیوں کو دیکھتا ہے تو وہ اپنی نگاہوں میں خلش اور سینے میں ایک انگیز کسک محسوس کرتا ہے ان الڑھ دوشیزاؤں کی حسین بے ترتیب کے سامنے شہر کی فیشن اور ظاہر داریوں کی پتلیوں کی دلکشی بے معنی اور غیر دلچسپ ہو کر رہ جاتی ہے یہ لڑکیاں صنعت عیش اور نمائش کی بجائے فطرت مشقت اور سادگی کی آغوش میں پرورش پاتی ہیں اس لئے وہ حسن و جمال کی نشوونما اور تکمیل کا کشش انگیز نمونہ ہوتی ہیں۔ عیاری اور عشوہ گری کی ہوا انہیں چھو تک نہیں جاتی وہ خود نیک اور پاکباز ہوتی ہیں، اس لئے دوسروں کو بھی ایسا ہی سمجھتی ہیں۔"

مادھو نے یہ چند سطور اپنی ڈائری میں اس وقت قلمبند کیں جب وہ اپنے گاؤں سے شہر میں آ پہنچا۔ مادھو ایک معمولی دیہاتی زمیندار کا لڑکا تھا۔ بچپن ہی سے اس کے باپ نے اسکو اچھی تعلیم دینے کیلئے اس کے ماموں کے پاس کلکتہ بھیج دیا تھا انٹرنس پاس کرنے تک وہ صرف چند بار اپنے گاؤں جا سکا تھا۔ کسی کی وجہ سے وہ گاؤں اور شہر کی فضا کے مابین کوئی امتیاز نہ کر سکا۔ جب اس نے انٹرنس پاس کیا تو اس کی عمر [illegible] سال تھی۔ چھ سال کے بعد وہ [illegible] اس چھ سال کے

اندر اس میں جو قابل ذکر تبدیلیاں ہوئیں وہ یہ تھیں کہ وہ انقلابی ذہنیت کا دلدادہ ہو چکا تھا۔ اسی جذبہ نے اسکو ایک مشہور ادیب کامیاب افسانہ نگار بنا دیا تھا۔ وہ پرانے زمانے کے لایعنی اور ظالمانہ رسم و رواج کا دشمن تھا وہ سماجی نظام کو درہم برہم کرکے اسکو مٹانا چاہتا تھا۔ وہ ہر بات میں انسانیت اور معقولیت دیکھنے کی خواہش رکھتا تھا۔ اس کے ہر افسانے کا منتہائے نظر ایسی ہی اصلاحات ہوتی تھیں سب سے زیادہ جس بات سے اس کو دکھ پہنچتا تھا وہ نوجوان لڑکیوں کی بیوگی تھی۔

مسلسل چھ سال تک ایک جگہ رہنے سے اس کی طبیعت اکتا چکی تھی امتحان ختم ہوتے ہی وہ اپنے گاؤں چلا گیا۔ وہاں پہنچکر اس نے ایک نئی ہی دنیا دیکھی —— سکون، سادگی اور فطرت۔ مطالعہ اور افسانہ نویسی کیلئے اس کو اپنا گاؤں بہت مناسب معلوم ہوا اس نے ارادہ کر لیا۔ کہ اب چند ماہ تک یہاں قیام کرنے کے بعد کلکتہ جاؤنگا۔ وہ سارا دن دالان میں بیٹھا پڑھتا لکھتا رہتا۔ گاؤں کے تمام لوگ اسکو پہچانتے تھے۔ مگر ایسے چند ہی آدمی تھے جن کو وہ بھی پہچانتا تھا۔ وہ غریب دیہاتیوں کی سادہ معصوم زندگی کا بنظر غائر مطالعہ کیا کرتا۔ دیہات کی شرمیلی دلہنوں اور لڑکیوں کو دیکھ کر اس نے اپنے ذہن میں چند بہترین افسانوں کا [illegible] فراہم کر لیا تھا۔ [illegible]

ہر روز دوپہر کو تالاب سے غسل کرکے گھر کی لڑکیاں اس کے دالان کے سامنے گذرتی۔ مادھو ان لڑکیوں کو اشتیاق بھری نگاہوں سے دیر تک اور دور تک دیکھا کرتا۔ اس کے دماغ میں عجیب عجیب خیالات ابھرتے اور ساز کے تار کی آخری لرزش کی طرح دھیمے ہوتے ہوتے پھر ڈوب جاتے اس کے ان خیالات میں ایک موسیقی ہوتی ایک ترنم ہوتا۔ اور وہ تھوڑی دیر کیلئے ایک طرح کی روحانی مسرت محسوس کرنے لگتا تھا چند روز تک اس کا یہی معمول رہا۔ وہ ٹولی کی ہر لڑکی کو پہچان گیا۔ یوں تو ہر لڑکی میں کوئی نہ کوئی کشش انگیز خصوصیت موجود تھی۔ مگر جس لڑکی کے متعلق مادھو جانے کیوں دیر تک سوچتا رہتا تھا وہ غیر معمولی طور پر جاذب نظر اور حسین تھی وہ ایک مرمریں پیکر تھی جس پر فطرت نے جی کھول کر حسن و جمالی کے نور کی بارش کی تھی۔ اس کی خوبصورتی ہی کچھ کم شکیب آزما نہ تھی کہ بھرپور جوانی نے اس کو اور بھی قیامت بنا دیا تھا مادھو نے دیہاتی [illegible] اور ماحول کے کتنے ہی افسانے لکھے اور پڑھے تھے۔ مگر اب وہ ان حقائق کا مشاہدہ کر رہا تھا۔

چند [illegible] ایک لڑکی کے متعلق وہ بہت [illegible] [illegible] نے اس [illegible]

[illegible] کی [illegible] کو سمٹی گئی اور مادھو ترنم رکے بیٹھ گئی [illegible] آنکھوں سے اس کو رنگین [illegible] گھونگھٹ پر باتیں کرتے دیکھا تھا — مادھو نے سوچا کہیں یہ وہی چندرا تو نہیں ہے جس کے ہاتھ چوڑیوں سے خالی رہتے ہیں۔ رنگین کپڑے بھی نہیں پہنتی ہے اور نہ جسم پر کوئی زیور نظر آتا ہے۔ اگر وہ چندرا ہی ہے تو وہ ہرگز ویسی نہیں ہو سکتی۔ جیسے گاؤں والے سمجھتے ہیں۔ آخر دوسرے ہی روز مادھو کو معلوم ہو گیا کہ یہ وہی چندرا تھی۔ مادھو کیلئے اس کی ذات میں گہری دلچسپیاں ہو گئیں۔ وہ چندرا کو پہلے سے زیادہ غور سے دیکھنے لگا۔ چندرا نے بھی اسکو کئی بار شرم آگین دزدیدہ نگاہوں سے دیکھا تھا۔ مگر ڈرتے ڈرتے اور یہ سوچ کر کہ مادھو زمیندار بابو کا بیٹا تھا اور ایک طویل مدت کے بعد وہ گاؤں پر چھٹیاں منانے آیا تھا۔

مشکل سے بیس روز گذرے ہوں گے کہ مادھو کے ماموں کا ایک تار آیا۔ مادھو کو ایک ملازمت کے سلسلہ میں بلایا گیا تھا۔ وہ بادل ناخواستہ چلا گیا۔ سارا راستہ وہ چندرا کے متعلق سوچتا رہا۔ اسے چندرا کی یاس انگیز زندگی پر بڑا ترس آ رہا تھا۔ آہ! یہ رس بھری جوانی اور بیوگی کے خشک ایام۔ آخر چندرا کے پہلو میں بھی تو دل ہو گا اور وہ دھڑکتا بھی ہو گا۔

زندگی کی رنگین مسرتوں سے ہمکنار ہونے کی آرزو اس کے دل میں بھی طوفان بن کر اٹھتی ہو گی۔ جوانی کی پیاس [illegible] اوروں کی طرح [illegible] کہ اس کی دنیا کسی کی [illegible] بسوں کو [illegible]

[illegible] مگر ظالم سماج [illegible] کمزور اور ذہنی [illegible] گھٹ گھٹ کر دم توڑ دینا چاہتا ہے۔ اس کا دل محبت کی پیاس سے تڑپ رہا ہے۔ اس کی روح مسرت و لذت کی تلاش میں آوارہ پھرتی ہے اور اس کی آنکھیں اپنی بیکسی اور مظلومی پر بزبانِ خاموشی مصروف فغاں ہیں کسی کو اس سے ہمدردی نہیں سب اس کی بھرپور جوانی کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہیں مگر اس کی زندگی کو سنوارنے کے لئے نہیں بلکہ تباہی کے طوفان میں پھینک دینے کیلئے رسوائی اور ذلت کے بھیانک غار میں دھکیل دینے کیلئے سب اسکو اپنی بنانا چاہتے ہیں — خواہش نفسانی اور جوش جوانی کو سرد کر لینے کے بعد اسکو ایک سڑی ہوئی بدبودار لاش سمجھ کر نفرت کرنے کیلئے — خود غرض کمینے — اب میں اس سے محبت کروں گا۔ وہ محبت کرنے کی چیز ہے۔ اسکو محبت کی ضرورت ہے۔ لیلیٰ مجنوں اور شیریں فرہاد والی محبت نہیں بلکہ وہ محبت جس سے ہماری زندگی تلخ ہو جانے کی بجائے شیریں تر ہو جائے اور کتاب انسانیت میں ایک رنگین اور سنہرے باب کا اضافہ ہو۔ میں گاؤں کے زمیندار کا بیٹا ہوں میرے پاس دولت ہے اور سماج دولتمندوں کے پاؤں چاٹتی ہے۔ میرے خلاف کوئی آواز نہ اٹھ سکیگی۔

کلکتہ پہنچکر مادھو کو اپنے مقصد میں ناکامی ہوئی۔ مگر اسے اپنی ناکامی کا کوئی افسوس نہ ہوا کیونکہ وہ فوراً گاؤں جاکر اپنے دوسرے مقصد کو کامیاب بنانے کی دھن میں لگ گیا۔ اسکو چندرا کی جوانی [illegible]

[illegible] سے اس کے [illegible] تھا کہ چندرا نے اب تک اس [illegible] چاہتیں کی تھیں سب سے پہلے مادھو نے اسکو مانوس کرنے کی فکر کی۔

اب مادھو اپنے گاؤں والوں سے ایک حد تک مانوس ہو چکا تھا۔ وہ اکثر کھیتوں اور باغوں کی طرف سیر کرنے نکل جاتا۔ اس کا باغ گاؤں تھوڑی دور پر تھا۔ اس کے تھوڑے ہی فاصلے پر چندرا کی کھلیان تھی۔ گھر کے کام کاج سے فرصت پاکر چندرا کا زیادہ وقت مویشیوں کی دیکھ بھال میں گذرتا تھا۔ مادھو ٹکٹکی لگائے اس کی طرف دیکھا کرتا اور چندرا مرعوب و مجبور ہو کر جھوٹ موٹ کسی کام میں مصروف ہو جاتی۔ ایک روز۔ دو روز۔ دس روز — آخر چندرا کوئی دودھ پیتی بچی تو تھی نہیں کہ کچھ نہ سمجھ سکتی اس نے بھی ایک روز مادھو سے آنکھیں چار کرکے مسکرا ہی دیا اور مادھو کی طرف سے محبت آمیز، حوصلہ افزا جواب پاکر وہ تو پھولی نہ سمائی۔ دن گذرتے گئے اور محبت کی پینگیں بڑھتی گئیں۔ چندرا سوتے جاگتے۔ اٹھتے بیٹھتے۔ ہر گھڑی مادھو کے خیال میں گم رہتی۔ اور مادھو اس دن کا خواب دیکھا کرتا جب دونوں ایک ہو جائیں گے۔ چندرا کے متعلق مادھو نے جو کچھ سنا تھا۔ وہ سب جھوٹ تھا۔ سچ صرف اسقدر تھا کہ گاؤں کے نوجوان لڑکے اس کو اپنی ہوس کا شکار بنانے کیلئے اس پر ڈورے ڈالتے رہتے تھے مگر وہ انہیں جھڑکتی رہتی اور جو بہت زیادہ پریشان کرتے انہیں ٹالتی رہتی۔ اس نے [illegible] کو بھی یہ بتا دیا کہ [illegible]

[illegible]

پیدا ہی خیال آیا کہ اس کے دل میں [illegible] ادھر ہے اتنا کہاں [illegible] تھا تو کہاں مادھو ایک زمیندار کا بیٹا اور کہاں وہ ایک غریب کی لڑکی پھر بیوہ! آخر اس محبت کا انجام کیا ہوگا یہی نا کہ شادی ہونے تک مادھو اس سے ضرور محبت کرے گا۔ جوانی کا لطف اٹھائیگا اور پھر اسے ٹھکرا دیگا۔ بھول جائیگا۔ اور کہیں کسی ناگہانی واقعہ سے دونوں کے پاپ کا بھانڈا پھوٹ گیا تو مادھو تو خیر مرد ہے مگر وہ ہمیشہ کے لئے رسوا اور بدنام ہو کر رہ جائیگی عاقبت اندیشی کے اس خیال سے چندرا آبدیدہ ہو گئی روتی رہی اور کچھ سوچتی ہوئی وہ سو گئی۔

دوسرے دن دوپہر سے پہلے مادھو تالاب سے غسل کر کے واپس آ رہا تھا۔ اور چندرا اوپلوں کی ٹوکری سر پر دھرے کھلیان سے لوٹ رہی تھی اس کا چہرہ کسی قدر اترا ہوا تھا۔ خلاف معمول اسکو مغموم دیکھ کر مادھو کو بڑا دکھ ہوا۔ وہ آگے آگے چل رہی تھی اور مادھو پیچھے پیچھے جا رہا تھا۔ چندرا! مادھو نے دھیمی آواز میں اسکو مخاطب کیا۔

"کہئے" وہ چلتے چلتے بولی۔

"آج بہت اداس نظر آ رہی ہو۔ کیا بات ہے؟"

"بات یہ ہے" رات کی سوچی ہوئی تمام باتیں شہاب ثاقب کی سی تیزی کے ساتھ اس کے ذہن میں آ گئیں مگر یہ جانتے ہوئے وہ لڑکھڑا سی گئی اگر ذرا نہ سنبھلتی تو اوپلوں کی ٹوکری زمین پر جا رہی تھی اپنے سر پر اس کو رکھ کے وہ بولی "بات تو کچھ نہیں۔" مادھو بابو [illegible] ہو؟ ذرا" وہ آبدیدہ ہو گئی۔

"کیوں مجھ سے چھپاتی ہو؟ [illegible] اپنے مادھو سے؟"

"نہیں آپ سے [illegible]"

"پھر بھی آپ۔ تم کہو کیا کہو؟"

"میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں"

"تو پھر کیوں بہت جھجک رہی ہو"

"تھوڑی۔ مگر ابھی نہیں"

"پھر کب؟"

"آج شام کو اندھیرا ہونے پر آپ کی پھلواڑی میں"

"بہت اچھا۔ میں جانتا ہوں تم کیا کہوگی"

"کیا کہوں گی؟"

"یہی کہ میں اب کبھی کلکتہ نہ جاؤں"

"اوں ہوں یہ نہیں"

"پھر کیا؟"

"اس سے بھی بڑی بات"

"ذرا سنوں تو وہ کیا . . . ." اسی اثنا میں ایک بوڑھا ان کے پیچھے پہنچ گیا۔ اور دونوں خاموش ہو گئے

اندھیرا ہونے سے پہلے ہی مادھو اپنے باغ کی طرف نکل گیا۔ چندرا بہت دیر کے بعد وہاں پہنچی۔ دونوں باغ کے وسط میں چلے گئے جہاں گھنی گھنی جھاڑیاں دور تک پھیلی ہوئی تھیں بوڑھا مالی کہیں دور بیٹھا پرانے زمانے کا کوئی گیت الاپ رہا تھا۔

"بہت دیر سے پہنچی ہو"

"ہاں میری بھابی بڑی شیطان ہے۔ ہر گھڑی میرے پیچھے پڑی رہتی ہے۔ کتنی مشکل سے ایک بہانہ ڈھونڈ کر آئی ہوں۔ وہ ماں سے ضرور کوئی نہ کوئی چغلی کھا رہی ہوگی"

"ہاں اب صاف صاف کہو تم مجھ سے کیا کہنا چاہتی تھیں"

"کیا کہوں کس طرح کہوں؟ مجھے ڈر لگتا ہے"

"ڈرنے کی کیا بات ہے مجھ سے کیا چھپاتی ہو؟"

"مادھو بابو" اس کی آواز بھرا گئی "آپ اتنے بڑے آدمی ہیں اور میں ایک غریب کی بیوہ بیٹی" . .

. . . . وہ آگے کچھ نہ بول سکی۔

"بس اتنی سی بات" مادھو مسکرانے لگا [illegible]

[illegible] دیکھ کر مادھو [illegible] ہو گیا

"آپ اور کچھ نہیں سمجھے مادھو بابو؟"

"کیا مجھے اور بھی کچھ سمجھنے کی ضرورت ہے . . .؟"

"تمہیں مجھ پر بھروسہ نہیں چندرا؟"

"ہاں ہے!"

"تو سنو میں تم سے اس لئے پریم نہیں کرتا کہ تمہاری آبرو خراب کر کے تمہاری زندگی خراب کر دوں گا بلکہ میرا ارادہ پاک ہے۔ میں تمہاری اس موت سے بھی بھیانک دنیا سے نکال کر زندگی کی دنیا میں لانا چاہتا ہوں سماج نے تمہیں منحوس سمجھ لیا ہے مگر میں تمہیں لکشمی بناؤنگا اپنے گھر کی رانی بناؤنگا۔ میں تم سے شادی کروں گا"

"چندرا شادی؟"

چندرا اس کی باتیں اس طرح بے حس و حرکت بیٹھی سن رہی تھی جیسے خواب دیکھ رہی ہو۔ مادھو نے اس کا شانہ جھنجھوڑ کر کہا۔ "ارے کیا سوچ رہی ہو اس طرح؟ کیا اب بھی تمہاری سمجھ میں نہیں آیا؟ میں خود ہی کب سے بے چین تھا کہ اپنے جی کی یہ آرزو تم سے کہہ ڈالوں۔ مجھے دنیا کی پروا نہیں۔ میں تمہاری بیوہ کی پھیکی زندگی نہیں دیکھ سکتا"

"نہیں آپ کی بیٹی [illegible] مادھو بابو" چندرا کی آواز حیرت و استعجاب میں ڈوبی ہوئی تھی "بیٹی نہیں رانی ہوگی؟"

"اف!" چندرا نے اپنا سر اس کے سینے پر جھکا لیا مادھو نے پیار بھرے انداز سے اسکا چہرہ تھام کر آغوش میں لیکر سنبھال لیا۔ میں تمہیں تمہارا وہ چیز واپس دینا چاہتا ہوں جو [illegible] نے زبردستی تم سے [illegible]

"وہ کیا چیز ہے [illegible]"

"تمہارا سہاگ [illegible]"

والی [illegible]
آنکھیں مادھو [illegible] پر [illegible]
کی چندرا کو [illegible] ایک [illegible] اور [illegible]
کر [illegible] انسان [illegible] جس کی [illegible] میں آ کے
جنت کا مزا اس رہا تھا۔ اس نے پہلی بار کسی
مرد سے اتنی شدید محبت کی تھی اس کی جوانی
جاگ اٹھی تھی۔ اس کا دل جھنس رہا تھا اس
کی روح مسرور تھی اور اس کی آنکھوں میں
ایک عجیب سرور انگیز چمک تھی۔ انتہائے
مسرت سے چندرا کا تنفس تیز ہو گیا۔ ابھرے
ہوئے سرکش سینوں کا اوتار چڑھاؤ سانسوں
کی ہم آہنگی کر رہا تھا۔ اس کی آنکھیں مادھو
کو ایک ماہر مصری ساحرہ کی مانند مسحور کر رہی
تھیں۔ اس تصور سے مادھو بیخود ہو گیا۔ کہ
ایک حسین اور جوان عورت کا شباب انگیز
وجود اس کی آغوش میں کسمسا رہا تھا۔ ایک
لمحہ کیلئے اس کے ہونٹ کپکپائے اور بھونرے
کی طرح پھول کی دو پنکھڑیوں سے چمٹ گئے
—— چاند ان کی بدمستیوں پر مسکرا رہا تھا
جوانی کے دو لبریز پیمانے ایک دوسرے
سے ٹکرا کر چھلک پڑے۔ چندرا کا مشاہدہ
اولین —— مگر کتنا رنگین۔ اسے ایسا محسوس
[illegible] نے اپنی کوئی چیز کھو دی ہے۔
جیسے باپ کہاں سے [illegible]
[illegible]
[illegible] کہ [illegible]
ہنس کر جواب دیا چندرا مسکرا [illegible]۔

چند ماہ بعد مادھو کی شادی کا سوال اٹھا۔
مادھو نے اپنے باپ سے صاف لفظوں میں
کہہ دیا۔ میں جب بھی شادی کرونگا۔ تو چندرا
سے۔ اگر آپ نہیں کرینگے تو میں خود کرونگا
یہ میرا آخری اور اٹل فیصلہ ہے۔ اگر چندرا
پر کسی قسم کا دباؤ ڈالا جائے گا تو میں خودکشی
کر لونگا۔

مادھو کے والد ذرا چالاک آدمی تھے پہلے تو
مادھو کی شدید مخالفت کی۔ مگر جب دیکھا کہ وہ
کسی طرح بھی اپنی ضد سے باز نہیں آنے کا تو
راضی ہو گئے۔ کلکتہ سے ایک جھوٹا تار منگوا کر
مادھو کو رخصت کر دیا۔ اور چندرا کو اپنے
گھر بلوا لیا۔

مادھو کی طبیعت زیادہ دنوں تک کلکتہ میں نہ
لگ سکی۔ وہ چاہتا تھا۔ کہ جلد از جلد چندرا کو
اپنی شریک حیات بنا کر مطمئن ہو جائے۔
اس فرض کو انجام دیئے بغیر وہ کوئی دوسرا
کام کو [illegible]
خبر کی اطلاع [illegible]
وہ گاؤں سے [illegible]
چندرا مر چکی تھی۔ اس کے پاؤں [illegible]
تھی [illegible] اس [illegible]
بھیانک راز معلوم ہوتا تھا۔ اپنے باپ کی طرف
سے وہ ہمیشہ خائف رہتا تھا۔ مگر جب اس نے
دیکھا کہ چندرا کے ہونٹ اور ناخن نیلے پڑ
رہے تھے۔ اسکو شبہ ہوا کہ چندرا کو کوئی
زہریلی چیز کھلا دی گئی تھی وہ جلدی
سے چندرا کو ہسپتال لے گیا۔ اس کا شک یقین
میں تبدیل ہو گیا۔ چندرا فوری علاج سے
شفایاب ہو گئی۔ مادھو اپنے باپ کو طنز آمیز
نگاہوں سے دیکھ کر بولا۔
"مجھے افسوس ہے۔ کہ میں ایک ایسے ظالم اور
بیدرد باپ کا بیٹا ہوں"
دو سپاہی ہتھکڑی لئے زمیندار صاحب کو
منتظر نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ مادھو کی
آنکھیں اشک آلود ہو گئیں۔ جب اس نے دیکھا
کہ اس کا باپ ایک سنگین جرم کا ذمہ دار تھا
وہ بے اختیار ہو کر چندرا سے لپٹ کر رو پڑا۔

(جملہ حقوق محفوظ)

ریل پر جاتے ہوئے

وہ مخمور آنکھیں وہ گیسوئے رقصاں
بہارِ جوانی سے یکسر گلستاں

گلابی وہ چہرہ کہ صبحِ خزستاں
کہ آنکھوں میں جنت نظر میں بہاراں

وہ مخمور پیکر میں اٹھتی جوانی!
چھلکتی ہو جیسے مئے ارغوانی!

وہ بازو وہ شانے مکمل کلائی
وہ آنکھوں میں لرزاں غمِ آشنائی

وہ زلفیں وہ نازک سی دستِ حنائی
وہ انگڑائی لیتے ہوئے اک جمائی

وہ ماہِ منور ثریا جبیں تھی!
وہ مخلوقِ خالق سے بڑھکر حسیں تھی!

پرواز الہ آبادی

سب میرین یا آبدوز

جس وقت جنگ ہو رہی ہو ایسے وقت جہاں ملک بحر میں آبدوز کشتی کو خاص اہمیت حاصل ہے اس مضمون میں کا علم کی واقفیت اور دلچسپی کیلئے آبدوز کشتی کے اہم اور تفصیلی حالات درج کئے جاتے ہیں۔

مختلف قسم کے بحری جہازوں اور ان سے متعلق کام کرنے والوں کے بارے میں آپ نے بہت کچھ معلوم ہو چکا ہے۔ لیکن سمندر کے سینے کے اندر چلنے پھرنے والی آبدوز کشتیوں کے کارکنوں کی زندگی کیسی ہوتی ہے، یہ ہنوز بڑی حد تک ایک راز ہے۔

ذرا آپ اس حالت کا تصور کیجیے کہ آپ ایک آہنی صندوق میں بند ہیں جس کی صورت تقریباً مچھلی نما سگار کی طرح ہے، جسے انگریزی میں سب میرین اور اردو میں آبدوز کشتی، تحت البحر کشتی، غوطہ خور اور پن ڈبی کہتے ہیں۔ اس آہنی صندوق کے اندر بجلی کے ذریعہ روشنی ہوتی ہے، اندر کا حصہ پہیوں، زنجیروں، کل پرزوں وغیرہ سے بھرا ہوا ہے، جگہ جگہ گھڑیاں سی نصب ہیں اور بٹن تو اتنے ہیں جو شمار میں نہیں آ سکتے، آبدوز کشتی اور اس میں رہنے والے انسان کی ہستی انہیں گھڑیوں اور بٹنوں کے صحیح کام کرنے پر موقوف ہے، اس آہنی صندوق کے چاروں طرف پانی ہی پانی ہے، جو شخص ان گھڑیوں کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے اس کو تو پانی کی موجودگی کا پتہ چلے گا ورنہ ناواقف آدمیوں کو تو ایسا معلوم ہوگا کہ وہ غلطی پر کسی کمرے کے اندر بند ہے۔

اتنا بتانے کے باوجود مجھے یقین ہے کہ آپ اس وقت تک قلب سمندر کی زندگی کا اندازہ نہیں کر سکتے، جب تک کچھ دنوں آپ آبدوز کشتی کے اندر رہ کر زندگی نہ گذاریں۔

آبدوز کشتی کوچ کی تیاری کر رہی ہے، آدھے سے کچھ زیادہ حصہ پانی کے اوپر ہے اس کی ناک اسی کے ذریعہ جیٹی سے بندھی ہوئی ہے، سب میرین یا غوطہ خور کشتی کے اوپر اس وقت کافی چہل پہل ہے، کشتی کا بالائی حصہ لمبے چپٹے پلیٹ فارم کے چبوترے کی طرح کا ہے، جس کے درمیان میں گنبد کی طرح اٹھا ہوا ہے، اس گنبد نما حصے کو کوننگ ٹاور کہتے ہیں اسی سے ہو کر اندر جانے کا دروازہ ہے، گنبد کے اوپر والے کھلے حصے میں ایک نوجوان افسر ایک قطب نما پر نظر جمائے کھڑا ہے، آبدوز کشتی کے اندر سے ایک دوسرا افسر اس میں رکھے ہوئے بڑے قطب نما کی سوئی کو دیکھ کر ایک ٹیوب کے ذریعہ بتاتا جا رہا ہے اور اوپر والا افسر اپنے قطب نما سے اس کا مقابلہ کرتا جا رہا ہے، اپنی ڈیوٹی کے اندر سبھی کافی پر چل رہے ہیں کا تمام عملہ بھی اپنے اپنے کل پرزوں کی جانچ پڑتال کر رہا ہے ۲۵۰ فٹ لمبے سگار (آبدوز کشتی) کے اندر انسان پیچے کس رہے ہیں، گھڑیاں پڑھ کر نوٹ لکھ رہے ہیں اور پیچ کس رہے ہیں، انہیں کل پرزوں کی صحت و درستی پر ان کی زندگیاں منحصر ہیں۔

آگے کے نچلے حصے کے اندر ایک چھوٹا افسر دو ملاحوں کے کاموں کی نگرانی کر رہا ہے، وہ دونوں ایک لمبے تارپیڈو (از خود چلنے والا گولہ) پر گریس چپڑ رہے ہیں، افسر کے پاس رنچ ہے اور وہ خود ایک ایک پیچ کو کس کس کر ٹھیک کر رہا ہے، پیچوں کے کسنے سے پاس کی گھڑیوں پر جو اثر پڑتا ہے اسی سے وہ ان پرزوں کی درستی کا اندازہ لگاتا ہے۔

ایک بڑا افسر تارپیڈو کے پاس آتا ہے اور چھوٹے افسر کے ذریعہ تمام پرزوں کی جانچ کرتا ہے، تارپیڈو کی تمام مشینوں کا اچھی طرح درست ہونا ضروری ہے، اس لئے کہ تارپیڈو تقریباً پچاس میل فی گھنٹے کی رفتار سے چلتا ہے، تقریباً آٹھ فٹ پانی کے اندر رہتا ہے، اگر نشانہ خطا کر گیا تو غوطہ خور کی موجودگی کا علم فوراً دشمن کے جنگی جہاز کو ہو جاتا ہے اور غوطہ خور کی جان پر آ بنتی ہے۔

سب میرین کے اندر تارپیڈو نال میں لگا دیئے جاتے ہیں تاکہ دفعتاً چھوڑے جا سکیں، بڑا افسر گھوم گھوم کر پورے سب میرین کا معائنہ کرتا ہے اور گنبد کے دروازے سے نیچے اترتے ہوئے کپتان کے سامنے معائنہ کی رپورٹ پیش کرتا ہے، کپتان کے نیچے آتے آتے ایک الگ شعبوں کی علیحدہ علیحدہ رپورٹ دی جاتی ہے، ہر رپورٹ تمام کارکنوں کی حفاظت جان کے لئے از بس ضروری ہوتی ہے۔

"چھوڑ دو" کپتان نے اجازت دی اور رسی کھول کر جیٹی سے اندر کھولی گئی، آہستہ آہستہ غوطہ خور پانی کی طرف کھسکتا ہوا آگے بڑھا اور غوطہ خور بندرگاہ کی لائن سے نکلتے ہی مڑ کر سمندر کی طرف ... ٹٹتی ہوئی تاریکی میں غائب ہو گئی

سمندر نیچے ... کے خالی کمروں میں پانی بھر دیا جاتا ہے یہاں تک کہ پیٹ ... سطح پر پانی آ جاتا ہے گنبد ہی صرف ... ہے اس سے غوطہ لگانے میں آسانی ہوتی ہے اور دشمن کے دیکھے جانے کا امکان کم ہو جاتا ہے

ملاح اپنے ایک آدمی گنبد کے اوپر رہتا ہے، ایک نیچے والے انتظامی کمرے میں رہتا ہے، اور دو یا تین انجن کے کمرے میں رہتے ہیں باقی سب سوتے رہتے یا آرام کرتے ہیں۔

کام سے خالی ملاحوں کو ہمیشہ آرام کرتے رہنا پڑتا ہے، کیونکہ نہ معلوم کب کیسی ڈیوٹی پڑ جائے، سب میرین جب بالکل پانی کے اندر چلتا ہے تو خالی ملاحوں کے لئے سونا نہایت ضروری ہے، کیونکہ سوتا ہوا انسان سانس کے ذریعہ ہوا کم خرچ کرتا ہے۔ غوطہ خور میں رہنے والوں کو اسکے اندر کی محفوظ ہوا ہی سے کام چلانا پڑتا ہے، کچھ دیر کے بعد ہوا گرم اور ہلکی ہو جاتی ہے، ہوا کے صاف کرنے کی کچھ صورتیں ضرور ہیں مگر وہ زیادہ کام میں نہیں لائی جاتیں، کشتی کے اندر سگریٹ پینا قطعاً منع ہے، پانی کے اندر چلتے وقت پٹرول کا انجن بالکل بند کر دیا جاتا ہے۔ اور بجلی کے انجن سے کام لیا جاتا ہے۔

آبدوز کشتی کے اندر سب سے زیادہ دقت جگہ کی کمی کی ہوتی ہے، تمام آدمیوں کے سونے کے لئے الگ الگ سیٹیں نہیں ہوتیں، خالی ملاح کام کرتے ہوئے ملاحوں کی جگہ سوتے ہیں، ضرورت سے زیادہ کپڑے ساتھ نہیں رکھے جاتے، کیونکہ ان سے جگہ پھنستی ہے، کام کرنیوالے جن کپڑوں میں ڈیوٹی ادا کرتے ہیں، انہی کو پہنے پہنے سوتے بھی ہیں اندر کی گرمی بھی بہت تکلیف دہ ہوتی ہے، بحر شمالی کے سفر میں زبردست سردی کا بھی سامنا ہوتا ہے خط وسطی کے پاس ایک سب میرین میں حرارت ۱۵۰ ڈگری تک پہنچ گئی تھی۔

غوطہ خور کے ایک ایک سفر میں کئی ہفتے صرف ہو جاتے ہیں، مسافت اکثر دس ہزار میل کی ہوتی ہے، اس زمانے میں ملاحوں کو بہت کم کام کرنا پڑتا ہے، یہ بھی ایک تکلیف دہ صورت ہوتی ہے۔

"غوطہ لگانے کو تیار" نلکی میں سے اوپر والے افسر کا حکم آیا ہے سوتے ہوئے آدمی جگا دیئے جاتے ہیں، سب اپنی اپنی جگہ پر کھڑے ہو جاتے ہیں ایک افسر میز پر نقشہ پھیلا دیتا ہے۔ اپنی حالت کی پوری کیفیت قطب نما اور گھڑی سے معلوم کر کے بڑا افسر چھوٹے افسر کے ساتھ نقشے پر نشان لگا جاتا ہے، ایک گھنٹہ بجتے ہی سب کام پر لگ جاتے ہیں، الگ الگ حکم دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی ... کام سب جانتے ہیں اور مستعدی سے کرتے ہیں، ... غوطہ خور ... کرتا ہوا سمندر

کا پانی خالی کمروں میں بھرنے لگتا ہے، انجنوں کی ... بند ہو جاتی ہے اور بجلی کا انجن چلنے لگتا ہے ... پانی ... طرح اپنے قطب نما کی جلدی جلدی گھما کر اندر باہر اور دائیں بائیں کے پتواروں کو سنبھالتے ہیں، ان کے ذریعہ سمت بدلنے اور اوپر نیچے اٹھنے میں مدد ملتی ہے، گہرائی بتانیوالی گھڑی کی سوئی آگے بڑھنے لگتی ہے، اوپر گنبد کا دروازہ بند کر کے کپتان بھی نیچے اتر آتا ہے اب پورا غوطہ خور پانی کے اندر چلا جاتا ہے۔

سب میرین کے غوطہ لگانے پر کیسا معلوم ہوتا ہے، کوئی خاص بات نہیں معلوم ہوتی صرف کچھ ترچھا ہو جانے کی وجہ سے آگے جھک جانا پڑتا ہے، غوطہ لگاتے وقت زیادہ سے زیادہ ۲۰° کا گوشہ بنتا ہے۔

جتنے خالی کمرے پانی سے بھر جاتے ہیں سب کے پورے طور پر بھر جانے کی رپورٹ کپتان کے پاس آتی ہے، خاص کمروں کے ایک بار بھر جانے کے بعد اسی بھرنے کی وجہ سے سب میرین بھاری ہو کر ڈوبتا ہے اوپر کے کمروں کے بلب بند کر دیئے جاتے ہیں، اب ضرورت پڑنے پر غوطہ خور کو سطح پر لانے کے لئے صرف یہ کرنا پڑتا ہے کہ بہت زیادہ دباؤ پر ہوا بھرے ہوئے خاص کمروں میں پمپ کے ذریعے پہنچائی جاتی ہے، بس پانی باہر نکل پڑتا ہے اور سب میرین اوپر آ جاتا ہے

بڑے افسر کا اب فرض ہوتا ہے کہ کمروں میں پانی بھر کر اور کچھ کو خالی کر کے سب میرین کو مناسب وزن پر لے آئے، ایسی حالت میں غوطہ خور نہ ڈوبتا ہے اور نہ باہر آتا ہے، یہاں تک کہ دم پر لگی ہوئی پتوار تک بیکار سی ہو جاتی ہے، اب ذرا بھی کل پر نہ چلانے پاس مناسب وزن کی حالت فوراً بگڑ جاتی ہے، اس کے لئے پیرسکوپ کو ذرا سا اٹھا دینے کی ہی ضرورت ہوتی ہے، پیرسکوپ پانی کے اندر سے اوپر کی چیز دیکھنے کے لئے آنکھ ہوتی ہے، غوطہ خور کے بالکل ڈوبے رہنے پر بھی یہ سطح کے اوپر نکلی رہتی ہے اور گھوم گھوم کر چاروں طرف دیکھ سکتی ہے اور سمت کو جاننے کے لئے نقشوں اور قطب نما وغیرہ پر موقوف رہنا پڑتا ہے، پیرسکوپ کو ہمیشہ اوپر نہیں رکھا جاتا ہے کیونکہ پانی کے کٹنے کی وجہ سے جو جھاگ کی لکیر سی پیچھے پیچھے بنتی چلتی ہے وہ ہوائی جہاز کے ذریعہ بہت بلندی سے دور دور تک دیکھی جا سکتی ہے، اس سے غوطہ خور کے گرفتار ہو جانے کا خطرہ رہتا ہے، مناسب وزن کی حالت میں بجلی کے انجن پر زور بھی کم پڑتا ہے، اور بیٹری زیادہ وقت تک چلتی ہے۔

اچھے وزن پر آنے کے بعد دو تہائی ملاح آرام کرنے کے لئے ...

[illegible] ہے تو ہر

[illegible] ہو گئی ہیں مگر دیکھ

[illegible] ہونے کی ہوتی ہے جیرت

[illegible] ہوتی ہے کیونکہ آنکھ پر بہت زور پڑتا

[illegible] پیری سکوپ پکڑ کر افسر حکم دیتا ہے اور سینہ پھیلا

[illegible] کھڑا ہو جاتا ہے۔

یہ کیا ہے ؟ کپتان ایک لمحے میں پیری سکوپ کے پاس پہنچ جاتا ہے۔

پیری سکوپ سے دکھائی دیتے ہیں ۔ کس جہاز کے ؟ کپتان پیری سکوپ میں دیکھتا ہے " پورا دکھائی دینے کے لئے اپنے مقام پر" کپتان آہستہ سے حکم دیتا ہے " تارپیڈو ٹیوب تیار رکھو"

ملاح اپنی اپنی جگہ پر تیار ہو جاتے ہیں، بالکل سناٹا چھا جاتا ہے۔ سب میرین میں چلا کر حکم نہیں دیا جاتا اور نہ زور سے پیر ٹیک کر سلام کیا جاتا ہے۔ غوطہ خور کی حکومت اس حکومت سے مختلف ہے۔ سب اپنا اپنا کام جانتے ہیں اور ایک دوسرے پر اعتماد کرتے ہیں، سب اس بات کو بخوبی سمجھتے ہیں کہ ایک کی غلطی سے سب کی جان جا سکتی ہے۔

غوطہ خور کے ذریعے دشمن پر حملہ کرنے کا طریقہ بھی انوکھا ہے۔ غوطہ خور دشمن کے پاس نہیں جاتا بلکہ دشمن کا جہاز ہی جو گھات لگائے رہتا ہے آتا ہے سب میرین کی رفتار پانی کے اندر صرف دس بارہ میل فی گھنٹہ ہوتی ہے۔ اس لئے وہ دشمن پر حملہ آور ہو کر کامیاب نہیں ہو سکتا، اگر اکثر حالتوں میں غوطہ خور تیز رفتار سے چلائی جائے تو بیٹری بہت زیادہ خرچ ہو جائے اور انجن کے چلنے سے پیری سکوپ بھی بیکار ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ پیری سکوپ کے جھاگ سے گرفتار ہونے کا بھی خطرہ رہتا ہے۔

غوطہ خور دشمن کے راستے میں گھات لگائے پانی کے اندر ڈوبا بیٹھا رہتا ہے اور اپنا نشانہ ٹھیک کر لیتا ہے، جہاز کے نکلنے کے وقت اس کی حفاظت کے لئے تباہ کن جہازوں کا ایک بیڑہ ساتھ رہتا ہے اور اس کا راستہ ٹیڑھا میڑھا بنایا جاتا ہے۔ نشانہ لگا کر ٹھیک ہونے میں اس کی وجہ سے اور بھی دشواری پیدا ہو جاتی ہے سب سے زیادہ تعریف کی بات یہ ہے کہ جب ذرا دیر کیلئے بھی پیری سکوپ اٹھایا جائے تو اوپر کے جہاز کا کوئی انسان اسے دیکھنے نہ پائے، اتنی تیزی سے اندازہ کر لینا چاہیئے۔

حملے کے وقت کپتان کو اوپر کا تمام منظر اپنی آنکھوں میں رکھنا پڑتا ہے دشمن کے جہاز کی رفتار اسے اندازے سے معلوم کرنا ہوتا ہے اور پھر اپنا [illegible] ہے تو پیری سکوپ نیچے ہو [illegible] فٹ اندر، دونوں انجن نصف [illegible] پیری سکوپ کے پاس کھڑے ہوئے نقشے کا کپتان مطالعہ

[illegible] بچ نکلا [illegible]

ہوتا [illegible] تباہ کن جہاز [illegible] ہو کر بیٹھے بیٹھے جانب حملے کی تیاری کر رہا ہے۔ [illegible] ہوئی تو تباہ کن جہاز کی تیز ترین [illegible] لمحے میں ہو جاتا ہے۔ کپتان کی نظر گہرائی کی گھڑیوں پر ہے۔

" نیچے رکھو" یہ حکم دیتا ہے، وہ اندازے سے سمجھتا ہے کہ اوپر [illegible] جہاز اپنی رفتار کی وجہ سے نیچے چلتے ہوئے غوطہ خور کو خواہ مخواہ اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں " دونوں انجن سست کر دو گہرائی تیس فٹ۔ تارپیڈو کی نالیں تیار رکھو" غوطہ خور تباہ کن جہازوں کے نیچے سے نکل آیا ہے اور اب اپنے شکار پر نشانہ لگانے کی ترکیب کر رہا ہے لیکن ٹھیک پتہ نہیں کہاں نکلیں گے، کیونکہ شاید دشمن نے اپنا راستہ بدل دیا ہو اور اب غوطہ خور اوپر اٹھتے ہی اس سے دب جائے۔

" پیری سکوپ اوپر" " نیچے" کپتان نے ایک نظر میں سب دیکھ لیا وہ اب مطمئن ہے۔ دو بار پھر غوطہ خور کی آنکھ اٹھی اور ڈوبی۔ ایک منٹ کے لئے سناٹا ہوا، پھر حکم دیا " چھوڑ دو"

نال سے تارپیڈو کے نکلتے ہی غوطہ خور ایک بار ہل جاتا ہے۔ سب تارپیڈو نشانے پر چھوڑ دیئے جاتے ہیں [illegible] بل چل مچ جاتی ہے۔ حملے کا بھونپا بجنے لگتا ہے، سب میرین [illegible] ہو کر پوری رفتار سے بھاگ نکلتا ہے۔ تارپیڈو چلتے ہی تباہ کن جہازوں کا گروہ غوطہ خور کے پیچھے پڑ جاتا ہے۔ مسلسل کئی دھماکوں سے معلوم ہو جاتا ہے کہ تارپیڈو نشانے پر لگے ہیں۔ غوطہ خور کا حملہ کامیاب ہوا۔ اب بچ کر نکل جانا چاہیئے۔ تباہ کن جہاز سمندر میں پانی کے اندر پھٹنے والے بم برسانے لگتے ہیں، پانی میں دھماکوں کی کثرت سے غوطہ خور الٹنے پلٹنے لگتا ہے، دھماکے ایک کے بعد ایک ہوتے جاتے ہیں، اور ملاحوں کو گرنے سے بچنے کے لئے مشین کو مضبوطی سے پکڑ لینا پڑتا ہے، پیمانہ گھڑیوں کی سوئیاں بے شمار چکر لگاتی ہیں۔ بجلی کے بلب پھوٹنے لگتے ہیں اور دھماکوں کے دھکوں کی مار سے دباؤ ناپنے والی مشینوں کی سوئیاں ناچنے لگتی ہیں۔

" نقصان کی رپورٹ کرو" کپتان کی آواز میں سکون ہے، سب ملاحوں کی جرات و دلیری واپس آ جاتی ہے [illegible] پیری سکوپ کے سامنے کپتان کھڑا ہے " دونوں انجن [illegible]"

رکتا ٹھیک [illegible] سب کی [illegible] جاتا ہے لیکن [illegible] معلوم ہوتا ہے کہ [illegible] گھر [illegible]

مصوّرِ فطرت کا شاہکار

[illegible] شفق کی شراب [illegible] رنگینی [illegible] ہوا کی ہلکی ہلکی سرسراہٹ سے ایک ترنم لطیف پیدا، اور فضا سے ایک تبسم محبوب ظاہر ہا۔ ماحول کا یہ نکھار، یہ پیغام زندگی!۔ یقیناً ضبط محل تھا۔۔۔ اور اضطراب لازمۂ احساس!! شاعر اٹھا۔ لذت الم اور تکلیف ومسرت کا بھکاری جبکہ وہ فطرت کی عریاں جلوہ گاہ کی طرف بڑھا۔ شاعر اپنی بستی سے دور سنسان اور معصوم پہاڑی کی آغوش میں چلا گیا۔۔۔۔ اسوقت وہ اپنی پلکوں کی محدود اور نازک وسعتوں سے تمام جلوؤں کی حفاظت کر رہا تھا۔ اور اس کا دل تکمیل پیغامبری کیلئے مصروف درس تھا۔ آسمان کی پہنائی میں زمین کی کشادہ میں اور منظر شام کی آغوش میں دفعتہً اس کی جلوؤں سے معمور نظریں "مصوّر فطرت" پر پڑیں: دونوں ہاتھ مصروف کار تھے اس نے اچھی طرح محسوس کیا۔ سرخیٔ شفق اور تاریکیٔ شام کے امتزاج میں فنا اور بقا کے لاتعداد نقوش پیدا ہوتے تھے۔ اور مٹ جاتے تھے! مصوّر فطرت کا موقلم مسلسل مصروف کار تھا۔ شاعر مچل گیا؟ معصومیت کی ایک تصویر!! اس نے چلا کر کہا۔ مصوّر کے ہاتھ تھوڑی دیر کیلئے رک گئے اور پھر معاً ایک حرکت سریع کے ساتھ چادر افق پر ایک تصویر ابھر آئی ہر نسائیت کی تمام حلاوتیں، محبت وخلوص کی تمام صلاحتیں۔ آنکھوں میں تخریب وتعمیر کے لاکھوں انداز پیشانی میں صباحت کے تمام زندگی بخش آثار۔ کالے دراز گھونگھریالے بالوں میں تمام برساتی راتوں کی روح اور قدوقامت کے محدود خطوط میں شرم وحیا کی تمام ایمان نواز برکتیں!۔۔۔ یہ تھے تصویر کے مناظر عریان، اعتقادات کی تشکیل کی گئی تھی۔ نسائیت کی تفسیر لکھی گئی تھی یہ ایک عورت کی تصویر تھی۔۔۔۔ "مصوّر کا شاہکار تھا"

شاعر ایک دم مسرت [illegible] خود محو تصویر تھا اس کے قلم کی تمام ذوق نوازیں [illegible] کیلئے ساکن ہو گئی تھیں!!۔"

آگ سے حرارت، اور پانی سے خنکی اگر دور کی جا سکتی ہے تو یہ بھی ممکن ہے کہ انسان کی آرزوئیں اور آرزوؤں سے اضطراب علیٰحدہ کر دیا جائے! معصومیت کی تصویر دیکھ کر فطرتاً شاعر دلیں کچھ تمنائیں مچلیں اور اضطراب کی الجھنوں سے گھبرا کر اس کے لبوں کو جنبش ہوئی۔ اور فضائے ساکن کو چیرتی ہوئی ایک آواز محو تصویر مصوّر تک پہنچی ایک مجرم کی تصویر۔۔۔۔ یہ شاعر کی درخواست تھی ایک لمحہ میں تصویر مٹ گئی۔ سارا منظر تبدیل ہو گیا۔ دوسری گردش نظر کے ساتھ پردہ تاریک پر ایک اور تصویر پیدا ہو گئی، تخریب انسانیت کی تمام کثافتیں کبر ونخوت کی تمام پلاکتیں پستیٔ اخلاق کی تمام ذلتیں۔ آنکھوں میں شعلۂ گناہ کی تمام مہلک حرارتیں پیشانی کی ناآشنائے سجدہ شکنیں بالوں کے الجھاؤ میں تمام اہرمنی خباثتوں کی روح، اور قدوقامت کے محدود خطوط میں بے شرمی اور بے حیائی کی تمام ایمان فروش رسوائیاں — یہ تھے تصویر [illegible] فطر منظر عریاں، بداعمالیوں کی تشکیل کی گئی تھی۔ جرم کی تفسیر لکھی گئی تھی یہ ایک نوجوان مرد کی تصویر تھی۔۔۔۔ مصوّر کا شاہکار تھا! شاعر عرق انفعال میں غرق ہو گیا مصوّر نے تصویر کی طرف دیکھا — اس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں —، معاً تمام فضا پر ایک گہرا سیاہ پردہ پڑ گیا۔۔۔۔ دنیا تاریک ہو گئی۔۔۔۔۔ اور شاعر کی مضطرب گریہ آواز مصوّر فطرت کے دو شاہکار "دو شاہکار" کے نعرے لگاتی ہوئی دامن کہسار کی وسیع فضا میں جذب ہوتی چلی گئی۔

نشانے لگا کر گولے چلاتے رہیں تو خطرہ خود کا تباہ ہو جانا یقینی ہے خاموش چلنا بے حد ضروری ہے اور آب دھوکے کی جنگ بھی ہوتی ہے، کپتان سمجھتا ہے گولے بہت نزدیک پھٹ رہے ہیں اور خود ابھی فریب لانے پر سب کھیل ختم ہو جاتا ہے وہ فریب کا کام لیتا ہے، تھوڑا سا تیل نکال کر بہا دیا جاتا ہے، جو تیر کر سطح پر آ جاتا ہے، تب دشمن جہاز سمجھتے ہیں کہ خطرہ خود ٹھیک ڈوب گیا — [illegible] بالکل بچ جاتا ہے، گولے پھٹنا بند ہو جاتے ہیں، دشمن خوش ہوتے ہیں کہ سب میرین غرق کر دیا گیا، لیکن ایک میل کے بعد سو فیٹ پانی کے اندر تحت البحر جہاز نئے راستے پر چلا جاتا ہے، اس کے ۴۳ ملاح اور افسر بالکل مطمئن ہیں ان کے چہرہ سے ذرا بھی نہیں معلوم ہوتا کہ وہ ابھی ابھی موت کے منہ سے نکل کر آ رہے ہیں، اب شام ہونے تک پانی کے اندر چھپے رہنا ہے، کیونکہ دن میں اوپر اٹھنا خطرے سے خالی نہیں ہے۔

دو بیویوں کا شوہر

غریب بابا نام انسان کا ادھیڑ عمر ہے جس نے ابھی ابھی ایک بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی کی ہے، عام رواج کے مطابق پہلی بیوی بڑی کا نام سے اور دوسری "چھوٹی" کے نام سے پکاری جاتی ہے

مرد خود کہتا ہے ابھی چھوٹی کو آئے ہوئے تھا
ہی دو روز ہوئے ہیں اتنے ہی دنوں میں بڑی اور
چھوٹی کے درمیان پانی پت کی جنگ چھڑ گئی ہے
گھر والے کہتے ہیں کہ ہر وقت کے شور و ہنگامے
نے ان کی عافیت تنگ کر رکھی ہے۔ ہوں لیکن
میں تو ان باتوں سے گھبرانے والا نہیں۔ میں نے
دونوں عورتوں کو سمجھا دیا۔ کہ تم ایک دوسری
سے علاحدہ کرو۔ اپنے اپنے کام سے کام رکھو
جب دونوں ایک دوسرے سے واسطہ ہی نہ
رکھیں گی۔ تو جھگڑا بکھیڑا کاہے کو ہوگا۔ میں نے
بڑی عقلمندی سے کام لیا۔ کہ جلد ہی حالات کی
اصلاح کی۔ اگر دو بیویاں رکھی ہوں تو بیری طرح
بیدار مغزی اور مستعدی سے کام لینا چاہئے
(مرد خود چونک کر) ارے انہیں باتوں پر غور
کرتے کرتے اتنی دیر ہو گئی ابھی میں نے داتون
بھی نہیں کی۔"
(ببول کی داتن لیکر داتون کرنا شروع کرتا ہے۔
اتنے میں چھوٹی بیوی آجاتی ہے)
چھوٹی بیوی (شوہر کے ہاتھ سے داتون چھین
کر پھینک دیتی ہے) میں تین چار روز سے
تمہاری اس طرح کی باتوں کو دیکھتے دیکھتے عاجز
آ گئی لیکن اب مجھ سے نہیں دیکھا جائیگا۔ تم
[illegible] ایک گندا ٹکڑا منہ میں
ڈال لیتے ہو آخر تم کیسے آدمی ہو لو یہ برش لو
[illegible]

بڑی بیوی (شوہر کے ہاتھ سے برش چھین کر
پھینک دیتی ہے) گھوڑے کے بال کا بنا ہوا
برش منہ میں ڈالتے ہوئے تمہیں برا نہیں معلوم
ہوتا آدمی داتون منہ کی صفائی کیلئے کرتا ہے
یا اور گندا کرنے کیلئے یا پھر ببول کی داتون سستی
بھی کتنی پڑتی ہے۔
شوہر: اچھا تم دونوں کی بات رکھنے کیلئے میں
نمک کے پانی سے کلی کر لوں گا۔ چلو اب تو تمہارا
جھگڑا ختم ہوا۔
(تھوڑی دیر بعد تینوں ایک ساتھ چائے پینے
بیٹھتے ہیں)
چھوٹی بیوی (شوہر کو چائے کے ساتھ بسکٹ
کھانے کیلئے دیتی ہے) خالی چائے نقصان
کرتی ہے۔ اسی لئے انگریز لوگ چائے کیساتھ
بسکٹ استعمال کرتے ہیں۔ دیکھو وہ کیسے توانا
و تندرست ہوتے ہیں۔
(شوہر بسکٹ کو منہ تک لیجاتا ہے لیکن ساتھ
ہی بڑی بیوی ہاتھ مار کر بسکٹ کو گرا دیتی ہے)
بڑی بیوی۔ یہ کیا کر رہے ہو؟ تم اتنا بھی نہیں
سوچتے کہ یہ بسکٹ بنائے کس نے ہوں گے؟
کھانا ہے تو کچوری کھا کر دودھ پی لو۔
چھوٹی بیوی۔ خبردار جو کچوری کو ہاتھ لگایا۔ کچھ
جانتے ہو۔ کچوری کتنی ثقیل اور دیر ہضم ہوتی ہے
شوہر (پریشان ہو کر) میں بسکٹ اور کچوری دونوں
سے باز آیا۔ بس میرے لئے چائے کافی ہے۔
(شوہر چائے پی کر اور پرانی ساڑی کا ایک ٹکڑا

لیکر منہ پونچھنے باہر جانا چاہتا ہے۔ چھوٹی بیوی
اس ٹکڑے کو چھین لیتی ہے۔ اور ایک فیشن
ایبل جھولا دے دیتی ہے)
چھوٹی بیوی۔ یہ گندے کپڑے کا ٹکڑا لیکر بازار
جاتے تمہیں برا معلوم نہیں ہوتا؟ اس کی بدبو
کتنی نکلتی ہے اس میں لائی ہوئی ترکاری اور
سبزی کس کے منہ میں پڑے گی؟
(اتنے میں بڑی بیوی آکر شوہر کے ہاتھ سے جھولا چھین کر
پھینک دیتی ہے)
بڑی بیوی۔ تم بھی نرے بچے ہی بن جاتے ہو
بھلا اس جھولے میں کتنا ساگ آئیگا؟ اگر چھوٹی
کا یہ ٹکڑا بدبو کر رہا ہے تو میں دوسرا ٹکڑا دیتی
شوہر: آج تم دونوں صبح سے خواہ مخواہ ملکر
کہ ایک دوسرے سے لڑ رہی ہو۔ میری جیب
میں رومال موجود ہے۔ میں اسی میں ساگ لے آؤنگا
کہو اب تو جھولے اور کپڑے کا جھگڑا طے ہوا۔
بڑی بیوی۔ لڑائی کی پہل تو چھوٹی نے تمہارے
ہاتھ سے داتون چھینکر کی ہے۔
چھوٹی بیوی۔ تم بڑی کی مرضی پر تو نہ جانے
کتنے زمانے سے چل رہے ہو۔ لیکن اب تو تمہیں
میری مرضی کے مطابق چلنا ہوگا۔ اگر اب بھی
تمہیں بڑی ہی کے اشارے پر ناچنا تھا۔ تو
مجھے بیاہ کر لانے کی کیا ضرورت تھی!
(شوہر کچھ جواب نہیں دیتا بڑی اور چھوٹی
بیوی ایک دوسرے کو [illegible]
شوہر۔ تم سب [illegible]

بانہیں؟
[illegible]
ہے [illegible]
[illegible] پھینک دیتی ہے
چھوٹی بیوی۔ [illegible] پگڑی کیوں لا دی ہے
جو گھر میں جو بڑا بوڑھا ہو وہ پگڑی باندھے تاکہ چند سیٹھ کہہ سکتی ہے اور عمر میں بھی تم سے بڑا ہے وہ بھی ٹوپی پہنتا ہے اور تم ہو کہ چھ سے دس سیر کا بوجھ سر پر لادے پھرتی ہو۔ لو یہ نیا کی کالی ٹوپی پہنکر جاؤ۔
(وہ کہہ ٹوپی دیدیتی ہے)
بڑی بیوی (شوہر کے ہاتھ سے ٹوپی چھین کر پھینک دیتی ہے) اب اس عمر میں تمہیں ٹوپی کیا زیب دیگی۔ تم گرہستھ اور بڑے آدمی سمجھے جاتے ہو۔ اس لئے تمہیں اپنی حیثیت کا خیال کرکے چوبیسوں گھنٹے پگڑی پہننی چاہیئے۔
شوہر۔ چوبیسوں گھنٹے سے تمہارا کیا مطلب ہے؟ کیا گھر میں بیٹھے بھی سر پر پگڑی رکھے رہا کروں؟ اور سوتے وقت بھی سر پر پگڑی لاد کر سوؤں؟
(چھوٹی بیوی بڑی کی طرف تمسخر کے ساتھ دیکھ ہنس پڑتی ہے)
بڑی بیوی۔ تم تو بات پکڑتے ہو۔ میرا تو مطلب یہ ہے کہ جب کبھی باہر جاؤ تو پگڑی پہنکر جاؤ۔ جب ایک بیوی والا سماج میں گرہستھ شمار کیا جاتا ہے تو تمہاری تو دو بیویاں ہیں۔
شوہر (بڑی بیوی کی بات کاٹ کر) میرے دو بیویاں ہیں اس لئے مجھے تو ایک کے اوپر ایک دو دو پگڑیاں پہننی چاہئیں کیوں تمہارا مطلب یہی ہے نا؟
بڑی بیوی (ہنسکر) تم تو مذاق پر اتر آئے ارے میں کہتی [illegible] کہ تمہیں پگڑی استعمال کرنی چاہیئے۔
(شوہر سوچ میں پڑ جاتا ہے [illegible] ایک پگڑی کو

[illegible]
[illegible]
چھوٹی بیوی۔ پتا جی تو آکر [illegible] پہنتے ہیں۔ لیکن اگر تمہیں پسند ہو تو تم بھی سر بچا سکتے ہو۔ آج کل ٹوپی تو ایک عام فیشن ہے لوگ تمہیں بھی فیشن ایبل کہیں گے۔
بڑی بیوی۔ ہاں ہاں لگے ہی سر جاتا لوگ پوچھیں گے کون مرا؟ تو کہہ دینا میری چھوٹی...
چھوٹی بیوی (آپے سے باہر ہو کر) چھوٹی کاہے کو؟ پہلے تو بڑی ہی مرے گی۔ اس لئے کہ بوڑھی تو وہی ہے نا!
شوہر (بگڑ کر) کیوں میں نے تم دونوں کو آپس میں بولنے میں منع نہیں کیا تھا۔ پھر تم نے کیوں بولنا شروع کیا ہے؟ تم دونوں کی کشمکش میں اتنی دیر ہو گئی اب بازار کیا جاؤں خاک! تمہاری آپس میں لڑنے کی سزا یہی ہے کہ آج بغیر ساگ ہی کے روٹی کھاؤ۔
چھوٹی بیوی۔ تو کون لڑتا ہے۔ میں یا تمہاری بڑی....؟
بڑی بیوی۔ پہل تمہاری چھوٹی نے ہی کی ہے یا میں نے؟ وہ لڑائی کی راہ نکالتی نہ لڑائی ہوتی
شوہر۔ تم دونوں ایک دوسرے سے ڈاہ کرتی ہو۔ میں تم سے عاجز آ گیا ہوں۔
بڑی بیوی۔ اسی سے تو میں منع کرتی تھی کہ دوسری بیوی نہ لاؤ۔ اب لائے ہو تو اس کا مزہ چکھو۔
چھوٹی بیوی۔ اگر تمہیں اس کھوسٹ کو رکھنا ہی تھا تو مجھے کیوں لائے؟ اگر چین سے رہنا چاہتے ہو تو اس بڈھی کو نکال کر باہر کرو۔
بڑی بیوی۔ نکالی جائیگی تو۔ مجھے نکالنے والا کون ہے
چھوٹی بیوی۔ میں کیوں نکالی جاؤں گی۔ آدمی نکالتا ہے تو پرانی چیز کو نکالتا ہے اور پرانی تو تم ہو
شوہر (غصہ ہو کر) آخر تم دونوں کی لڑائی کا ختم

[illegible]
[illegible]
[illegible]
چھوٹی بیوی۔ آرام کا [illegible]
بلکہ شوہر کو بچاتی ہے [illegible]
سوتے ہو دن کو سست [illegible] لوگ سوتے ہیں۔
بڑی بیوی۔ سوؤ۔ سوؤ تمام عمر تو محنت اور دوڑ دھوپ میں گذری ہے اب بڑھاپے میں بھی آرام نہ کروگے؟ تو کب کروگے؟
چھوٹی بیوی۔ کون ہے ان کو ڈھلتی عمر کا کہنے والا؟ زبان کاٹ لونگی۔
بڑی بیوی۔ تو پھر کیا یہ جوان ہیں؟ میں بیاہ کے پہلے کو آئی تو یہ تو مجھ سے بڑے ہیں۔ کون کہے گا ان کو جوان؟ یہ بوڑھے ہیں اور سو بار بوڑھے ہیں۔ بھلا کاٹ تو میری زبان۔ دیکھوں تیری مجال۔
شوہر (غصہ سے) پھر میدان جنگ گرم ہو گیا۔ تمہیں ہر وقت اس طرح لڑتے ہوئے شرم نہیں معلوم ہوتی۔ میں آج صبح سے باہر نہیں جا سکا۔ اسوقت جانا ضروری ہے۔ صبح تم نے پگڑی اور ٹوپی کی بنا پر مورچہ بندی شروع کر دی تھی۔ اس لئے اسوقت میں بنگلہ ٹوپی پہنکر جاؤنگا۔
(شوہر بنگلہ ٹوپی پہنکر کلائی پر گھڑی باندھنے لگتا ہے اتنے میں بڑی بیوی آکر گھڑی چھین لیتی ہے)
بڑی بیوی۔ اس عمر میں چلے ہیں گھڑی باندھنے اگر گھڑی باندھنی ہی تھی۔ تو جوانی سے پہلے کے [illegible] میں باندھتے۔ چھڑا کیوں باندھتے ہو؟ پیروں میں چھڑا پہنتے پہنتے لگے ہاتھوں میں بھی چھڑا پہنتے۔
(شوہر بغیر [illegible] کے ہی چلا جاتا [illegible]

[illegible]

چھوٹی بیوی۔ کیوں [illegible]

[illegible]

[illegible] ہی سے ادھو۔ [illegible]

کی بات بات میں تم پر رعب جمانا چاہتی ہے!

شوہر کمیس لینے جاتا ہے چھوٹی بیوی کمیس کو ایک طرف پھینک دیتی ہے اور بگڑ کر کہتی ہے)

چھوٹی بیوی۔ بھلا بنگلہ ٹوپی پر کمیس کون پہنتا ہے؟ اور یہ دیکھنے میں بھی کیسا بھونڈا معلوم ہوتا ہے اور آجکل تو بگرلمبی صافہ پہننے والے پرانے زمانے کے بوڑھے بھی کمیس نہیں پہنتے

بڑی بیوی۔ کمیس کے بغیر تو تم بالکل بے حیثیت سے معلوم ہوتے ہو!

(شوہر غصہ سے گلا پھاڑ کر بڑی بیوی سے) اچھا رسٹ واچ نہیں باندھتا۔ اب تو تو خوش ہوئی؟

(پھر چھوٹی بیوی سے) بنگالی ٹوپی پر کمیس اچھا نہیں معلوم ہوتا اس لئے کمیس بھی نہیں پہنتا بتا اب تو تیری بات بھی رہی۔ تم دونوں نے آج تمام دن گھر سے نکلنے دیا۔ میں نے تمہیں آپس میں باتیں کرنے سے منع کر دیا ہے اس لئے تم اپنا غصہ مجھ پر نکالنا چاہتی ہو؟ اب میں جاتا ہوں چلو نہیں تو مندر میں ٹھاکر جی کے درشن بند ہو جائیں گے ایک نئے سنیاسی آئے ہیں دو گھنٹے ان کی کتھا بھی سن آؤنگا۔

بڑی۔ درشن کرنے جا رہے ہو؟ اور وہاں کتھا بھی ہوگی! تب تو تمہارے ساتھ میں بھی چلونگی۔

شوہر۔ تو میں منع کب کرتا ہوں چل جلدی چل

(شوہر یہ کہہ کر باہر نکلتا ہے اتنے میں چھوٹی بیوی آکر اس کا ہاتھ پکڑ لیتی ہے!

چھوٹی۔ واہ تم دونوں مل کر میرا بائیکاٹ کرنا چاہتے ہو۔ کتھا سننے جا رہے ہو اور وہ بھی بڑھیا

[illegible] آج [illegible] میں دیکھا تھا بہت اچھا سینما آیا ہے۔ چلو مجھے [illegible] دکھا دیں کیا رکھا ہے؟

بڑی بیوی (چلا کر)۔ میں اپنے پتی کو اس طرح خراب نہ ہونے دونگی۔ بھلا اس عمر میں بھی کوئی سینما دیکھتا ہے؟ اب تو ان کو ایشور پوجا کرنا چاہئے کہ پرلوک بنے۔

شوہر۔ (غصے سے بے اختیار ہو کر) چھوڑو تم دونوں میرے ہاتھ۔ تم نے تو مجھے اس طرح پکڑ رکھا ہے۔ جیسے میں نے تمہاری چوری کی ہو (زور سے جھٹکا دیکر دونوں سے اپنے ہاتھ چھڑا لیتا ہے) ابھی دوسری شادی کو چار روز بھی نہیں ہوئے کہ زندگی وبال ہو گئی۔ میں نے تم دونوں کو آپس میں باتیں کرنے سے منع کر دیا تھا۔ اور سمجھتا تھا۔ کہ میں بڑا عقلمند ہوں۔ نہ تم آپس میں باتیں کروگی نہ تم میں جھگڑا ہوگا۔ لیکن تم نے میری عقلمندی پر پانی پھیر دیا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس طرح میری زندگی کیسے گذریگی۔ میں نے تو سمجھا تھا کہ ایک شادی اور کرنے سے مجھے اور زیادہ آرام ملیگا۔ لیکن میرا رہا سہا آرام بھی خاک میں مل گیا۔

بڑی بیوی۔ ایک روز شاستری جی کتھا میں کہہ رہے تھے۔ کہ عورت مکار اور دغاباز ہوتی ہے تم نے بڑا برا کیا۔ جو ایک عورت کے رہتے ایک عورت اور لائے۔ اس لئے تمہیں اپنے کئے کا پھل تو بھوگنا ہی پڑیگا۔

چھوٹی بیوی۔ مجھے مکار اور دغاباز بتاتی ہو گدی سے زبان کھینچ لونگی۔ رانڈ کہیں کی

بڑی بیوی۔ اگر میں رانڈ ہوئی تو تیرا سہاگ کس کے بھروسے بنا رہیگا۔ کیا تیرا پتی کوئی اور ہے؟

(شوہر غصے سے بے اختیار ہو جاتا ہے)۔

اب تک تو تم ایک دوسرے کو کوس رہی تھیں

اب مجھیں بھی کوسنے۔

چھوٹی بیوی۔ [illegible] نے مجھے [illegible]

چھوٹی بیوی تو اس نے [illegible]

بتایا! تم مجھ بیاہ کر لائے ہو تو کیا اس [illegible] گالی دلانے کیلئے؟ مجھ سے کسی کی گالی نہیں [illegible]

شوہر (غصے سے ٹوپی اتار کر پھینک دیتا ہے) مجھ تم دونوں کی کوئی ضرورت نہیں! میں تم میں سے کسی کی بات سننا چاہتا ہوں۔ میری قسمت میں نہ تو باہر جانا لکھا ہے نہ مندر یا سینما میں۔ تم دونو آپس میں لڑو میں اپنے پوجا کے کمرے میں ایشور کا دھیان کرتا ہوں۔ اس دفعہ جس نے مجھے چھیڑا اسے گھر سے باہر نکال دونگا۔ لاؤ گیتا تھوڑا سا اس کا پاٹھ کرکے دل بہلاؤں۔

(دس پانچ منٹ تک سکون رہتا ہے اس کے بعد چھوٹی بیوی آتی ہے) چھوٹی بیوی۔ کب تک گیتا پڑھو گے؟ ابھی چار روز شادی کو ہوئے ہیں گیتا لیکر بیٹھ گئے گیتا لیکر تو وہ بیٹھے جسے دنیا سے کوئی مطلب نہ ہو

(شوہر سے گیتا لیکر ہاتھ میں افسانوں کا مجموعہ دیتی ہے) لو پڑھنا ہی ہے تو اسے پڑھو۔

بڑی بیوی (جلے بلے ڈنگ بھرتی ہوئی آتی ہے) اور اس کتاب کو پڑھیگے؟ یہ بھی کوئی اسکول کے چھوکرے ہیں۔ ان کے جیسے آدمی کو تو رامائن۔ گیتا اور مہابھارت وغیرہ پڑھنا چاہئے۔ (شوہر دونوں کو دروازہ پرے جاتا ہے اور دونوں کو دھکے دیکر باہر نکال کر دروازہ بند کر دیتا ہے) شوہر۔ جاؤ نکل جاؤ دونوں میرے گھر سے۔ مجھے تم میں سے کسی کی ضرورت نہیں۔ تمہیں لڑنے جھگڑنے کے سوا کسی کام سے واسطہ ہی نہیں۔

دروازہ بند کرکے جھولے پر آ بیٹھتا ہے اور آپ ہی آپ کہتا ہے ہمارے بزرگوں نے سچ سے [illegible] یہی ہو گے کہتے تھے [illegible] کوئی شخص ایک سے زیادہ شادی [illegible]

[illegible]

شرابِ سخن

دورِ جدید کی شاعری کے چند اچھوتے نمونے

قفس دیا مجھے بدلے میں آشیانے کے
یہ جان کر بھی نہیں مانتا خدا کی پناہ!
کتاب عمر ہے، ورقِ حیات ہے، میں ہوں
جہاں سے سُن نہ سکیں آپ میں فسانہ سکوں
کوئی بُری ہی گھڑی تھی ہوا ہے جب برباد
وہ اس خیال سے سوئے چمن نہیں جاتے
بہارِ زیست سے تعبیر جس کو کرتے ہیں
مری جبیں نے انہیں چُن لیا سمجھ کر پھول
معین یاد دلاتے ہو کیوں وہ دورِ شباب

بڑے کرم ہیں مرے حال پر زمانے کے
فنا پذیر ہیں نقش اس نگار خانے کے
الٹ رہا ہوں ورق روز و شب زمانے کے
وہی تو خاص ہیں ٹکڑے مرے فسانے کے
نہ جمع ہو سکے تنکے پھر آشیانے کے
نہ پھول سیکھ لیں انداز مسکرانے کے
یہ داغ ہیں اُسی گزرے ہوئے زمانے کے
ہوئے نصیب جو سجدے اُس آستانے کے
شرابِ شعر تھے عنوان جس فسانے کے

ذوقِ طلب نے یُوں مجھے عشق میں کیا مزا دیا
ان کو سنا تا کون اب دار و رسن کا واقعہ
ساقیٔ گلِ عذار سے لڑتے ہی آنکھ کھو گئے ہوش
تابشِ حسن در کنار جلوۂ یار ہر طرف
طور کو کچھ جھلس گئی آتشِ طور اے کلیم
ان کو تھا نازِ حسن اگر مجھکو نیازِ عشق تھا
جب مری زندگی اثر کٹ نہ سکی کسی طرح

منزلِ شوق کا ہر ایک نقشِ قدم مٹا دیا
آنکھوں ہی آنکھوں میں انہیں رازِ نہاں بتا دیا
چشمِ سیاہ مست نے مست مجھے بنا دیا
آتشِ شوق نے مجھے پھونک دیا جلا دیا
برقِ جمالِ یار نے دل کو مرے جلا دیا
اب یہ بھلا بتائے کون کس نے کسے بھلا دیا
مجھ کو غمِ فراق نے موت کا آسرا دیا

شمعِ ہستی مری خاموش کئے دیتے ہیں
اس قدر مجھ کو الم کوش کئے دیتے ہیں
اُن کی مخمور نگاہوں کا القرف توبہ
کیا قیامت ہے کہ بگڑے ہوئے تیور اُن کے
کیا تلون ہے طبیعت میں کہ شامِ وعدہ
اپنی مخمور نگاہوں سے مخاطب کر کے
اس طرح چھا گئے وہ دیدہ و دل پہ میرے
کروٹیں لینے لگا لب پہ تبسم اُن کے
عشرتِ شہود کا اظہارِ تصدق دیکھ لیا

ہائے کیا چیز فراموش کئے دیتے ہیں
مجھ سے بھی مجھ کو فراموش کئے دیتے ہیں
ساری دُنیا کو بلا نوش کئے دیتے ہیں
دونوں عالم کو ہم آغوش کئے دیتے ہیں
اپنے وعدوں کو فراموش کئے دیتے ہیں
اک مسلمان کو مدہوش کئے دیتے ہیں
جیسے بے واسطہ بیہوش کئے دیتے ہیں
دامنِ چشم کو گلپوش کئے دیتے ہیں
مجھ کو نظر دل سحر وہ خاموش کئے دیتے ہیں

[illegible]
[illegible]
[illegible] کو چھپا دیا
[illegible] اپنا مداوِ زندگی
[illegible] یہ ہے آلِ زندگی
[illegible] و حواس ہو رہے گر پڑیں گی بجلیاں
ہجر، تقدیرِ آبِ زندہ خضر کی کیوں ہو جستجو

یعنی ہجر کا خیال کیسے
تاب نظارہ جب نہیں مجھ میں
اصل مقصد ہے میرا ناکامی
عشق میں مٹ چکا ہوں پہلے ہی
(ق) قصۂ عشق شمع و پروانہ
کوئی یہ بھی نہیں بتا سکتا
عشق میں موت زیست ہے راشد

کہیں مایوس نہ ہو جائے طبیعت میری
چاندنی رات ہو آجاؤ گھڑی بھر کے لئے
غیر کا گھر چمنستان جہاں ہے افسوس
میں ہی مجرم ہوں تو جو چاہو سزا دو مجھ کو
کیا لحد میں بھی سوالات کریں گے اظہر

ہیں گلفشاں ہوائیں پھر فصلِ رنگ و بو کی
وہ بیخودی کا منظر تھا دیکھنے کے قابل
جو مجھ کو ڈھونڈتا تھا اب میں اُس کو ڈھونڈتا ہوں
دل بھی تڑپ رہا ہے اور روح بھی ہے بسمل
کچھ زخم بھر چلے تھے تسکین ہو رہی تھی
دل کی شگفتگی کو بیکار تم نہ جانو
بیکسی عزیز اور یہ تنہائی شبِ غم

کسی سے ناز ترے کب اٹھائے جاتے ہیں
یہاں تو جلتا ہے دل اور غیر کے گھر میں
حضور نقشِ وفا ہے نہیں یہ نقشِ قدم
الٰہی کیا شبِ فرقت کی اب سحر ہو گی
اٹھا یا کام محبت کی راہ میں جب سے
ہماری راہ میں کانٹے وہ بو رہے ہیں مگر
تری جفا کا نہیں ہے ملال نامی کو

ق ذرا حسنِ نظر [illegible]
[illegible]
[illegible] کو عشق کی آگ پھر بھڑکا دیا
توڑ کے میرا آسرا اس نے مجھے بھلا دیا
نقش بنایا خاک سے اور اسے مٹا دیا
نقش کو مٹا کے زیرِ لب اس نے جو مسکرا دیا
حق نے مجھے جہان میں عشق سا رتبہ دیا

جان بھی جائے تو ملال کیسے
پھر دکھاتے ہو یہ جمال کیسے
کامیابی کا ہے خیال کیسے
کر رہے ہو یہ پائمال کیسے
(ق) سن چکے سب مگر خیال کیسے
وصل کس کو ہوا وصال کیسے
موت آنے کا ہو ملال کیسے

داورِ حشر ترے ہاتھ ہے عزت میری
تاکہ رہ جائے نہ دل میں کوئی حسرت میری
اور دو پھول سے محروم ہو تربت میری
غیر سے تو نہ کریں آپ شکایت میری
جان کر کاتبِ اعمال حقیقت میری

رنگین ہیں فضائیں اُمید و آرزو کی
گم گشتہ ہو گئے جب اپنی ہی جستجو کی
یہ حد آخری ہے سودائے جستجو کی
رگ رگ کے چل رہی ہے برچھی رگِ گلو کی
پھر چڑھ گئیں کمانیں اُس چشمِ فتنہ جو کی
اس کی ہر اک ادا میں ہے شکل آرزو کی
کروٹ بدل بدل کر تاروں سے گفتگو کی

یہ اپنی وضع ہے اب تک نبھائے جاتے ہیں
چراغ غم کے ہر اک شب جلائے جاتے ہیں
اُبھرتے جاتے ہیں جتنے مٹائے جاتے ہیں
ستارے بخت کے یوں جھلملائے جاتے ہیں
قدم قدم پہ قدم ڈگمگائے جاتے ہیں
ہم اُن کے واسطے آنکھیں بچھائے جاتے ہیں
جو ناصح آزمانے کو آئے تھے [illegible]

طب جدید کے کرشمے

ہم تپ دق کے جراثیم سے کیسے محفوظ رہ سکتے ہیں

یہ بات اب یقینی طور پر پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ تپ دق کے محرک اسباب غذا کی خرابی سے گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ ریڈیو پر بھی جب کبھی اس مضمون پر تقریر کی جاتی ہے تو غذائیت کی خرابی ہی اس مرض کی ترقی اور اشاعت کا باعث قرار دی جاتی ہے۔

اگر اس بارہ میں کسی شک و شبہ کی گنجائش ممکن ہو سکتی تھی تو وہ ایک اور طریقہ پر بالکل رفع ہو گئی ہے۔ یعنی امریکہ میں ایسے مریضوں کو اچھے مکانوں میں رکھ کر ان کی حالت کا بغور معائنہ کیا گیا اور یہ جاننے کی کوشش کی گئی ہے کہ اس کا ان کی خرابی صحت پر کیا اثر پڑتا ہے چنانچہ دیکھا گیا کہ جب مریضوں کو خراب اور گندے مکانوں میں سے نکال کر اچھے مکانوں میں رکھا گیا۔ لیکن اس کے ساتھ ان کی غذا کی اصلاح پر توجہ نہ دی گئی تو ان بہتر مکانوں میں رکھنے کے باوجود ایسے شخصوں کی حالت میں کسی طرح کی بہتری پیدا نہ ہوئی۔ نہ یہی دیکھا گیا کہ صحت ور آدمی اس طرح کے اچھے مکانوں میں رکھے جا کر بغیر غذا کی اصلاح کئے بغیر اس مرض سے محفوظ رہ سکے۔ اس کے برعکس اگر غذا میں اصلاح کی گئی۔ اور سکونتی مکانوں میں کسی قسم کی تبدیلی نہ کی گئی تو اس ہیبت ناک مرض کی ترقی میں نمایاں فرق پیدا ہو گیا جس کا مطلب صاف لفظوں میں یہی سمجھا جا سکتا ہے کہ سوال کے غذائی اور سکونتی دونوں پہلوؤں کو سامنے رکھتے ہوئے جو اہمیت اول الذکر کو حاصل ہے وہ آخر الذکر کو ہرگز نہیں دی جا سکتی۔

مشہور رسالہ انڈین جرنل آف میڈیکل ریسرچ کی جلد نمبر ۱۹ میں نامی طبیب سر رابرٹ میک کیریسن نے صحت اور بیماری کے سوال پر بحث کرتے ہوئے اچھی اور بری صحیح اور غلط غذا کے اثر کو جس پیرایہ میں بیان کیا ہے وہ خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔ ان کا بیان ہے

"نہ صرف اچھی غذا سے آدمی کی صحت ترقی کرتی ہے اور طبعی تکمیل بڑھتی ہے۔ بلکہ اس کے برعکس خراب ناکافی غذا سے بالیدگی رک جاتی ہے اور طبعی ناقابلیت پیدا ہوتی ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اکثر اوقات اس سے بیماریاں بھی پیدا ہوتی ہیں۔ سب سے زیادہ قابل ذکر بیماریاں جو خراب غذا سے پیدا ہوتی ہیں امراض تنفس (سینہ) سے تعلق رکھنے والی ہیں۔ تنفس کی بیماریوں کے علاوہ معدہ اور آنتوں کی بیماریاں ظہور میں آتی ہیں۔

میک کیریسن صاحب نے اس موقعہ پر یہ بھی بیان کر دیا ہے کہ ان کی مراد اچھی خوراک سے کس قسم کی خوراک ہے مختصر لفظوں میں وہ خوراک یہ ہے۔ چکی کے پسے ہوئے آٹے کی چپاتیاں۔ دودھ جس میں سے بالائی یا مکھن نہ نکالا گیا ہو۔ مکھن۔ سبز ترکاریاں۔ کچے اور نہ پکائے ہوئے تازہ پھل اور گاہ بگاہ صرف اوقات بعید میں تازہ گوشت۔

ایک اور مقام پر یہی صاحب لکھتے ہیں اگر کوئی آدمی دودھ۔ دودھ کی تیار کردہ چیزیں (دہی۔ مکھن۔ گھی وغیرہ) اناج اور سبز پتے دار ترکاریاں استعمال کرے تو وہ نہ صرف پروٹین کو صحیح قسم اور صحیح مقدار میں حاصل کر سکتا ہے۔ بلکہ اس کو وہ تمام چیزیں میسر آ جاتی ہیں۔ جنکی ضرورت بدنی صحت طاقت اور بہتری کے لئے لازمی سمجھی گئی ہے۔

تازہ پھلی اور ہر کی قسم کے میوے بھی کسی حد تک سبز پتے دار ترکاریوں کا نعم البدل ہو سکتے ہیں۔ یہ سب بہترین قسم کی غذائیں ہیں جو ہماری روزمرہ کی خوراک میں شامل ہونے چاہئیں۔"

وسیع طور پر دیکھا جائے۔ تو کہنا پڑیگا۔ کہ اہل ہند کی خوراک بری قسم کی خوراک ہے اور اس سے پھیپھڑوں اور آنتوں میں دق کی بیماریاں پیدا ہونے کا احتمال غالب ہے۔

ایسا کیوں ہوتا ہے۔ اس کی وجوہات قابل غور ہیں۔ تحقیقات سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے۔ کہ تپ دق کے جراثیم کی چھوت سے بچانے والی غذا میں حسب ذیل صفتیں ہونی چاہئیں۔ ایک تو اس میں اے۔ بی۔ سی قسم کے وٹامن کافی ہوں۔ دوسرے کیلشیم۔ فاسفورس اور فولاد اور عمدہ قسم کے پروٹین موجود ہوں۔ انکے علاوہ کئی ایک حیوانی معدنی مادے بھی درکار ہیں۔ لیکن قدرت نے یہ چیزیں ہماری خوراک میں اس طریقہ پر شامل کر دی ہیں۔ کہ جب ہم کسی فی سے کیلشیم۔ فاسفورس اور فولاد کی مقدار بطور غذا حاصل کرتے ہیں تو ضروری معدنی مادے بھی ساتھ ہی شامل ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح معدنی مادوں کا سوال کوئی جداگانہ اہمیت نہیں رکھتا۔

[illegible] ہندوستان میں جتنی ان میں سے اکثر [illegible] باعث کہ انکو [illegible] بدولت ان کے اندر تپ دق کے خلاف مقابلہ کرنے کی طاقت قائم نہیں رہتی اسی نقص کی وجہ سے مختلف غذائیں اس [illegible] عمل میں لانے سے قاصر رہتی ہیں۔ جو صحت یابی کے عمل میں بھی [illegible] کی تعمیر جدید کے لئے ضروری ہوتی ہے۔ اگر کسی آدمی کے پھیپھڑے میں تپ دق کا زخم پیدا ہو گیا۔ تو اس کی درستی کا اور صورت یہی ہے [illegible] شدہ یا ناکارہ لحمی ریشہ کی از سر نو تعمیر ہو۔ فی الحقیقت جن ریشوں کو مرض نے تباہ اور ناکارہ کر دیا ہو۔ ان کو از سر نو تعمیر کر کے ہی متضرر پھیپھڑوں کی تکمیل ظہور میں لائی جا سکتی ہے۔ بعض خاص غذاؤں میں یہ تاثیر پوشیدہ ہے۔ کہ وہ اس قسم کا تعمیری اور شفائی عمل بوجہ احسن سرانجام دے سکتی ہیں۔ یہی وہ غذائیں ہیں جو مریض دق کو مہیا ہونی چاہئیں

تپ دق کے اثر سے محفوظ رکھنے والی دوائیں

ذیل میں ایک فہرست ان چیزوں کی درج کی جاتی ہے۔ جو آدمی کو نہ صرف تپ دق کے مہلک اثرات سے محفوظ رکھتی بلکہ ان اثرات کو زائل کرنے میں مدد دیتی ہیں۔ ساتھ ہی ان غذاؤں کے نام درج کئے گئے ہیں جن سے وہ حاصل کی جا سکتی ہیں۔

وٹامن اے ۔ مکھن۔ بالائی۔ ساگ۔ گاجر اور ٹماٹر سے حاصل ہوتے ہیں

وٹامن بی ۔ اکثر پھلوں۔ خصوصاً رسدار پھلوں۔ ثابت اناج ساگ بھوسی۔ گندم کے جوہر اور نشاستہ میں پائے جاتے ہیں

وٹامن سی ۔ اکثر تازہ پھلوں اور سبزیوں خصوصاً ٹماٹر۔ شلجم۔ بند گوبھی نارنگی اور گاجر کے رس میں دستیاب ہو سکتے ہیں۔ اس لئے یہ چیزیں آدمی کی روزمرہ کی خوراک میں شامل ہونی چاہئیں۔

وٹامن ڈی ۔ ساگ اور سبز ترکاریوں سے حاصل ہوتے ہیں۔ ان کو حاصل کرنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے۔ کہ غسل آفتابی لیا جائے اور جلد بدن کو دھوپ میں برہنہ کر کے رکھا جائے۔

کیلشیم یہ چیز دودھ میں ملتی ہے جس کا آدھا سیر روزانہ استعمال ہونا چاہئے اس کے علاوہ یہ ساگ سبز پتہ دار ترکاریوں اور لیموں کی قسم کے پھلوں میں پائی جاتی ہے۔

فاسفورس ۔ اسفناخ انڈے کی زردی اور دالیں اسکو حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں۔

[illegible]

اسکے علاوہ [illegible] قسم پر [illegible] اور گوشت [illegible] جاتے ہیں۔ اگر یہ مادے [illegible] مطابق ہوں تو ان کے ساتھ ساتھ سبزیوں [illegible] مجزرات استعمال ہونا چاہئے۔ کوڈ لیور آئل [illegible] بھی [illegible] لئے تپ دق کی محافظ غذاؤں میں شامل سمجھا جاتا ہے کہ اس کے اندر وٹامن اے اور ڈی موجود ہوتے ہیں۔ اس جگہ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ایسی کوئی دوا اب تک ایجاد نہیں ہوئی جو تپ دق کے جراثیم کو براہ راست ہلاک کر سکتی ہو۔ حالانکہ کئی اور خطرناک بیماریوں مثلاً ملیریا یا آتشک کے جراثیم کو تلف کرنیوالی دوائیں دریافت ہو چکی ہیں پس اس بیماری کا انسداد اسی طرح ممکن ہے۔ کہ آدمی کا بدن خود بخود حفاظتی تدابیر پیدا کرے جب ہم کسی مریض تپ دق کیلئے کوئی خاص غذا تجویز کرنے بیٹھیں تو ہماری سب سے بڑی کوشش یہی ہونی چاہئے کہ اس کے لئے قدرتی امداد کے ذریعے مجزرات مہیا کئے جائیں تاکہ نہ صرف آئندہ کے لئے جراثیم کا موثر مقابلہ کیا جا سکے۔ بلکہ جن لحمی ریشوں کو گزند پہنچ چکی ہے۔ ان کی شفایابی بھی ممکن ہو۔

ایک خاص بات اس سلسلہ میں یاد رکھنے کے قابل یہ بھی ہے کہ مریض کو موزوں قسم کی غذا کافی مقدار میں دیتے ہوئے اسکو ضرورت سے زیادہ کوئی چیز نہ دینی چاہئے۔ کیونکہ اس سے فائدہ کے عوض نقصان کا احتمال ہے۔

اس مرض میں بارہا ہاضمہ کی خرابی بھی پیدا ہو جاتی ہے اس لئے ضرورت پیش آنے پر سبزیوں کا عرق خواہ اس کی قدرتی حالت یا پکا کر دینا بھی مفید ہو سکتا ہے۔ سبزیوں سے حاصل کئے ہوئے یہ عرق وٹامن سی کی کمی کو بوجہ احسن پورا کرتے ہیں۔ جس کی ضرورت اس مرض کی ترقی کو روکنے اور چھوت کا اثر باطل کرنے کیلئے ہوتی ہے

پیشتر یہ خیال عام تھا۔ کہ تپ دق کے مریض کو جہاں تک ممکن ہو زیادہ اوقات میں اعلیٰ درجہ کی مقوی غذائیں مجتمع صورت میں دی جائیں ایسا کرتے ہوئے کئی لوگوں کو مالی مشکلات کا بھی سامنا کرنا پڑتا تھا۔ لیکن اب وہ لوگ جو غذا کے مسئلہ پر مستند مانے گئے ہیں اس خیال سے متفق نہیں۔ چنانچہ ان کی تصریحات میں آجکل یہی بات دیکھی جاتی ہے کہ [illegible] خیالات میں [illegible] عظیم پیدا ہو گیا ہے

[illegible]

کون بیوفا ہے
مرد یا عورت

مرد کو آج تک ہوس پرست۔ ظالم۔ بے وفا اور اسی قبیل کے مختلف اسماء سے یاد کیا گیا ہے۔ ادبی دنیا بلکہ عام سوسائٹی میں بھی جہاں مرد کا نام آیا۔ فوراً نگاہوں کے سامنے ایک نہایت گھناؤنی صورت تصور نے پیش کر دی۔ جو نفرت گناہ اور خباثت کا مجسمہ ہو۔ نہ جانے سوسائٹی کو مرد کی جنس سے اتنا بیر کیوں پیدا ہو گیا۔ کسی فرد کی برائی سے جنس کو برا نہیں کہہ سکتے۔ گو یہ ایک تلخ حقیقت ہے۔ کہ مردوں کا بیشتر حصہ ہنگامی محبت کو اصل محبت سمجھ لیتا ہے۔ مگر یہ یاد رہے کہ ؎

گلستانِ جہاں میں پھول بھی ہیں اور کانٹے بھی

جہاں مرد بدی کا مجسمہ ہے۔ جہاں وہ ریا کا سانچہ ہے۔ وہاں وہ نیکی و شرافت کا بھی پتلہ ہے۔ پاکیزگی و وفا کا بھی سراپا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ بری مجلس میں گم کر اپنا جوہر اصلی کھو بیٹھے۔ مگر اس کی روح ہمیشہ پاک و معصوم رہتی ہے۔

مرد کو ہمیشہ محبت کے معاملہ میں کھوٹا دکھایا گیا کم از کم عورت کے مقابلہ میں۔ مگر اس کی تہ میں جو حقیقت ہے۔ اس کو ہمیشہ نظر انداز کر دیا گیا۔ عورت جب خود کو مرد کے حوالے کر دیتی ہے۔ جب اپنا جوہر اصلی کھو بیٹھتی ہے۔ تو مجبوراً پابند وفا ہوتی ہے۔ مگر پھر بھی عورت اسی طرح وفا کی پتلی ہے۔ جن حالات کے ماتحت مرد۔

جلیل ایک ایسا نوجوان تھا جو شرم و حیا میں عورتوں کو بھی پیچھے چھوڑتا تھا اسے اگر مرد کی صورت میں عورت کہا جائے۔ تو بیجا نہ ہوگا۔ وہ حد درجہ شرمیلا اور خطرناک حد تک خوبصورت تھا میں نے خطرناک اس لئے لکھا ہے۔ کہ حسن بجائے خود ایک مکمل خطرہ ہے۔ وہ لڑکیوں سے ہمیشہ گریز کرتا۔ کئی بار ایسا اتفاق ہوا کہ اسے لڑکیوں سے دو بدو ہونا پڑا۔ مگر وہ تمام وقت نیچی نگاہیں کئے رہا اس کی غیر معمولی شرم لڑکیوں کی توجہ اپنی طرف ہمیشہ مبذول کر لیتی اور پھر آج کل کی لڑکیاں جو شرم و حیا کو پھبتی و فقرے کستی ہیں ان سے قربات کرنا [illegible] دوچار ہونے سے [illegible] تھا۔

بدقسمتی یا خوش قسمتی سے وہ اعلٰے ترین سوسائٹی کا فرد تھا اس سوسائٹی کا جو مغرب کی کورانہ تقلید کو عزیز جاں بنائے ہوئے تھے۔ مگر یہ ایک حیرت انگیز حقیقت تھی کہ جلیل اس مسموم فضا میں بھی معصوم تھا۔ وہ اس عالمِ رنگ و بو کی تہ کو کچھ کچھ پہچانتا تھا۔ وہ ظاہر کو نہیں بلکہ باطن کو دیکھنے کا عادی تھا۔ اور یہ عادت اس کی فطرتِ ثانی ہو چکی تھی۔ وہ عبدالحلیم سپرنٹنڈنٹ کا اکلوتا لڑکا تھا۔ گو اسے ہر طرح کی آزادی حاصل تھا وہ دولت مند تھا۔ جوان تھا۔ حسین تھا۔ مگر اس نے اپنی پاکیزگی کو کسی قیمت پر بھی دینا پسند نہ کیا۔

اوشا نے بہت کوشش کی کہ وہ اس پر مائل ہو۔ وہ ہر وقت یہی کوشش کرتی کہ مجلس میں جلیل کی طرف سے۔ وہ سب سے بڑھ کر جلیل سے باتیں کرتی ہفتہ میں ایک بار اسے ضرور جانے پر مجبور کرتی سیاسی تبصرات (جن کا جلیل بہت شائق تھا) کرتے کرتے موضوع کو کسی نہ کسی طرح محبت کی طرف لے آتی۔ مگر یہ سب باتیں اس کی یہ سب کوششیں بے سود تھیں۔ جلیل ایک یخ بستہ چٹان کی مانند تھا جس پر کسی کی باتوں کا گداز قطعاً بے اثر تھا۔

ایک دن جلیل اپنے ڈرائنگ روم میں بیٹھا حضرت اصغر گونڈوی کی سرودِ زندگی کا مطالعہ کر رہا تھا۔ کہ اوشا آئی وہ اس وقت آسمانی رنگ کی ایک مہین ساڑھی میں ملبوس تھی۔ اور بلا کی حسین معلوم ہو رہی تھی۔ کچھ حسن کچھ جوانی اور پھر اس پر مغربی تصنع ان سب نے مل کر ایک قیامت زا امتزاج پیدا کر رکھا تھا۔ اتفاقاً جلیل ایک شعر جو اسے بہت پسند آیا تھا گنگنانے لگا۔ شعر تھا

کائنات دہر کیا روح الامیں بے ہوش تھے
زندگی جب مسکرائی ہے قضا کے سامنے

اوشا کھلکھلا کر ہنس پڑی جلیل چونک گیا۔ سامنے اوشا مجسم زندگی بنی کھڑی مسکرا رہی تھی۔ کیا ایک روز کہنے لگی: جلیل تمہارا کون ہوا؟ میں زندگی بن کر مسکراؤں۔ تم قضا بن جاؤ۔ ہم اپنی دنیا [illegible] [illegible] کائناتِ دہر کیا روح الامیں بے ہوش [illegible]

[illegible] نہیں کر سکا [illegible] رہی تھی۔ وہ [illegible] ایک [illegible] کا سبب [illegible] تھیں [illegible] محبت کا آنسو ایک [illegible] جادو ہے جس کا کوئی [illegible] اور اوشا کو جو گمراہی چاہتی تھی [illegible] اوشا اس کے قابل ہے مگر شاید جمیل نے اوشا کو محبت سے اپنے ساتھ بٹھایا۔ عہد و پیمان ہو گئے۔ محبت کا پریشان کن شعلہ شروع ہو گیا۔

دو ماہ گزر گئے۔ اچانک جمیل بیمار پڑ گیا۔ اس قدر کہ بات کرنی محال ہو گئی۔ بخار اس شدت کا کہ جیسے تنور جل رہا ہو۔ اوشا ایک مہینہ تو آ کر تیمارداری کرتی رہی۔ مگر جب حالات سازگار نظر نہ آئے تو چھوڑ گئی۔ اپنی رنگ رلیوں میں محو ہو گئی۔ ٹینس۔ بیڈمنٹن۔ سینما پکنکس میں غرق ہو گئی۔ اس کی ہنگامی محبت جو جذباتی خواہشات کی ہنگامہ آرائی سے معرض وجود میں آئی تھی۔ اپنا گوہر مقصود پا کر بھی مطمئن نہ ہو سکی۔ وہ جمیل سے نہیں بلکہ اس کے خوبصورت جسم سے محبت کرتی تھی۔ جب اس جسم کی خوبصورتی میں فرق آ گیا تو وہ اسے چھوڑ گئی۔ جمیل کی پاک طینت نے اسے برباد کرنا گوارا نہ کیا۔ اس نے بجائے اس بات کی قدر کرنے کے جمیل کو چھوڑ کر کسی دوسرے محبوب کو ڈھونڈنے کا عزم کر لیا۔ آہ! اے تہذیب مغرب تو نے ہندوستانی لڑکی کو جس کی شرافت و عصمت ضرب المثل تھی۔ ننگ انسانیت کر کے چھوڑا۔ وہ عورت ہوتے ہوئے بھی عورت کے نام پر ایک دھبہ بن کر رہ گئی۔

جمیل کامل دو ماہ کے بعد صحتیاب ہوا۔ اس کی صحت کافی حد تک گر چکی تھی۔ وہ وفا کی حقیقت پہلے جمیل کا ایک مبہم سایہ رہ گیا تھا۔ وہ حسین جسم ہڈیوں کا ڈھانچہ بن چکا تھا۔ اوشا کی بے وفائی نے اس پر بہت اثر کیا۔ اس کا کمزور دل اس صدمہ کی تاب بڑی مشکل سے لا سکا۔ اوشا جمیل کی صحت یابی سے قبل ہی لاہور چھوڑ چکی تھی۔ اس کی رنگینیوں میں کچھ فرق نہ پڑا تھا۔ وہ اپنا دل بہلانے کے لئے ایک نئے شکار کو قعر ذلت میں گرانے کے لئے سرکش کی زینت آغوش ہو گئی۔ اب اس کے دماغ میں بھولے سے بھی جمیل کا خیال نہ آتا تھا۔ وہ اب دہلی کے کلبوں کی زینت تھی۔ ادھر وہ مصروف عیش و نشاط تھی۔ ادھر جمیل بیچارہ اس کی یاد میں گھل رہا تھا۔ مگر [illegible] بہترین مرہم ہے۔ جمیل کے دل

[illegible] کے ساتھ ساتھ [illegible] جمیل [illegible] اوشا نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا کہ خود کو [illegible] بھلانے کی بھی اوشا کو بھلانے کی کوشش کرتے ہیں نہ کہ [illegible] پر بیٹھا۔

ساجدہ جمیل کی ماموں زاد بہن تھی۔ جمیل کی بیماری کے دنوں میں وہ بھی بستر علالت پر دراز تھی۔ اسے بھی انفلوئنزا نے گھیرے رکھا تھا۔ ان کا مکان جمیل کے مکان کے قریب ہی تھا۔ ساجدہ کے والد ایک کامیاب بیرسٹر تھے جن کی لاہور میں اچھی پریکٹس تھی۔ ساجدہ کے کانوں میں یہ بھنک پڑ چکی تھی کہ اوشا نے جمیل سے بے وفائی کی ہے۔ وہ جانتی تھی کہ جمیل ایک نیک طینت نوجوان ہے۔ وہ بچپن میں اس کے ساتھ کھیلی تھی۔ وہ اس کے عادات و خصائل سے بخوبی واقف تھی۔ اور سچ تو یہ ہے اسے بچپن سے ہی جمیل سے لگاؤ تھا۔ اس لگاؤ کو ہم محبت نہیں کہہ سکتے۔ انس کہہ سکتے ہیں۔ گو یہی انس بڑھتے بڑھتے عام حالات میں محبت کا درجہ اختیار کر لیتا ہے۔ ساجدہ اور جمیل یکے بعد دیگرے صحتیاب ہو گئے۔ خاندان کی خوشی کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ جمیل کے والد نے دعوت کی جس میں سب احباب و رشتہ دار شامل ہوئے۔ ترقی یافتہ بلکہ یوں کہیئے نئی روشنی کے دلدادہ ہونے کی وجہ سے پردہ برائے نام تھا۔ ویسے تو آپس میں رشتہ دار تھے۔ دونوں جب ایک دوسرے کے سامنے ہوئے تو جمیل اندرونی احساسات سے شرمندہ ہونے کی وجہ سے آنکھ نہ ملا سکا۔ نیچی نگاہوں سے ساجدہ کے سلام کا جواب دیا۔ ساجدہ کو جمیل سے قدرتاً ہمدردی پیدا ہو گئی تھی۔ ایک تو پہلے ہی کافی انس تھا۔ دوسرے جمیل کی علالت اور پھر اوشا کی بے وفائی کا صدمہ ان سب باتوں نے مل کر ساجدہ کے دل میں جمیل کے لئے جگہ پیدا کر دی تھی۔ کھانے کے دوران میں ساجدہ برابر کن انکھیوں سے جمیل کو دیکھتی رہی۔ جمیل نے بھی اسے ایک آدھ بار دیکھا۔ اس کے دل میں شبہ ہوا کہ وہ اسے کیوں اس انداز سے بار بار دیکھ رہی ہے۔ چور کی داڑھی میں تنکا۔ اس نے خیال کیا کہ شاید میرے اور اوشا کے تعلقات کے متعلق پر وہ کن انکھیوں سے دیکھ کر میرا تمسخر اڑا رہی ہے۔ اس خیال سے اسے بہت صدمہ ہوا۔ آخر کھانا ختم ہوا۔

جمیل کے والد اور ساجدہ کے والد آپس میں باتیں کرنے لگے۔ ایک دوسرے کے بچوں کی صحت [illegible] جمیل اور ساجدہ کی [illegible] ایک ساتھ [illegible] تھوڑی [illegible]

[illegible] دوسرے [illegible]

دے کر جھک گئی [illegible] گفتگو میں مصروف تھے۔ کریمت [illegible] کے ماتحت جمیل کی والدہ کی نظریں انہی پہ تھیں۔ اس نے یہ خاموش گفتگو دیکھی۔ بوڑھی خاتون سمجھ گئی کہ یہ معصوم نظریں کسی انقلاب کا پیش خیمہ ہیں۔ اس کی ہمیشہ سے یہ خواہش رہی تھی کہ جمیل کی شادی ساجدہ سے ہو جائے۔ لیکن اس خیال سے کہ مبادا جمیل اور ساجدہ اپنی آزادی پہ رائے میں کچھ خلل محسوس کریں خاموش رہی۔ اب اسے محسوس ہوا کہ اس خواب کی تعبیر کا وقت آ رہا ہے۔

دن گزرتے گئے۔ ساجدہ اب عموماً جمیل کے ہاں آنے لگی جمیل کی والدہ کی خواہش یہی تھی۔ کہ ان کی آپس محبت ہو جائے۔ تاکہ ان کی شادی کر دی جائے۔ ہر روز کی ملاقات سے آہستہ آہستہ انس محبت میں تبدیل ہوتا گیا۔ وہ تو ایک دوسرے کیلئے کشش محسوس کرنے لگے مگر وہ ابھی تک یہ نہ سمجھ سکے کہ وہ کن حسین کڑیوں میں باندھے جا رہے ہیں جمیل کو ساجدہ کی مصاحبت میں اوشا آہستہ آہستہ بھولنے لگی اسکے دل میں اسکی صورت آہستہ آہستہ مٹنے لگی۔ ساجدہ کی محبت نے اسکی کھوئی ہوئی صحت پھر برقرار کر دی جو کام بڑی بڑی قوت آور ادویہ نہ کر سکیں معصوم ساجدہ کی بے لوث محبت نے کر دیا۔ جمیل کی صحت حیرت انگیز طور پر ترقی کرنے لگی آہستہ آہستہ اس کے چہرہ پر وہی رونق آنے لگی۔ اسکے چہرہ کی شادابی پھر عود کر آئی اسکی رگ رگ میں پہلے کی طرح شباب ٹھاٹھیں مارنے لگا۔

ایک دن وہ دونوں اسی ڈرائنگ روم میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ جس میں چند ماہ پیشتر کسی بے وفا نے جمیل سے پیمان وفا کیا تھا۔ دوپہر کا وقت تھا۔ گرمیوں کے دن ساجدہ اپنی پھوپھی کے ہاں صبح کی آئی ہوئی تھی۔ باقی گھر والے اپنے اپنے کمروں میں پڑے قیلولہ کر رہے تھے۔ پاکیزگی ملاحظہ ہو۔ کہ ایک مہینہ کی متواتر ملاقاتوں کے باوجود اور پھر دونوں کے آپس میں محبت کرنے کے باوجود زبانی کبھی حرف مطلب نہیں کہا گیا تھا۔ سچی محبت کو زبان کی ضرورت ہی کب ہوتی ہے۔ اگر باتوں سے کام لیا جائے تو وہ محبت نہیں ہوتی۔ ریاکاری ہوتی ہے۔ جس کا سچی محبت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ ان کی باتیں کیا ہوتی تھیں۔ جمیل اپنے کالج کی دلچسپیوں کا تذکرہ کرتا۔ ساجدہ اپنے سکول کی شرارتیں بیان کرتی رہتی۔ ان کی یہ معصوم ملاقاتیں کتنی خوشگوار ہوتی تھیں ان دو متوالوں کی محبت کا اندازہ کون کر سکتا تھا۔ دونوں [illegible]

[illegible]

[illegible] جمیل نے اس کی نبض پہ ہاتھ رکھا۔ ساجدہ [illegible] میں ایک برقی رو لہرا گئی۔ اس کا چہرہ تمتما اٹھا۔ اس نے شرم [illegible] ہاتھ پیچھے کر لیا۔ جمیل نے اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کو حیرت انگیز مسرت کے ساتھ مطالعہ کیا۔ اور بے ساختہ اس کے منہ سے نکل گیا "ساجدہ! کیا ہو گیا۔ تمہیں خیر تو ہے"! ساجدہ نے کچھ جواب نہ دیا۔ صرف نیچی نظروں سے جمیل کو دیکھا۔ جس کا مطلب سمجھنا اس کے لئے کچھ دشوار نہ تھا۔

جمیل نے بڑھ کر فوراً پیکر الفت کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور ایک ہلکی سی مہر الفت ثبت کر دی۔ ساجدہ سے اب وہاں ٹھہرنا دشوار ہو گیا۔ اور وہ جلد رخصت ہو گئی۔

دوسرے دن وہ نہ آسکی۔ جمیل کا انتظار میں برا حال ہوا۔ وہاں دن کالج بھی نہ گیا۔ تمام دن اسی ایک ساعت سعید کے تصور میں سر درد کے بہانے لیٹا رہا۔ اس کو یقین نہ آ رہا تھا۔ کہ ایک ایسا واقعہ اس کے ساتھ گزرا۔ وہ اوشا کے چلے جانے کے بعد اس قدر کمزور دل ہو چکا تھا کہ اس کی خود اعتمادی اس کو جواب دے چکی تھی۔ اُسے اس [illegible] میں بے وفائی کے احتمال کی ایک دھندلی سی لکیر محسوس ہوئی مگر ساتھ ہی ساجدہ کی معصوم صورت نے اس کے تمام شبہات ختم کر دیئے اس کا آئینۂ دل زنگ سے بالکل صاف ہو گیا۔

تین دن بعد وہ خود ساجدہ کے گھر گیا۔ معلوم ہوا اس کی طبیعت تین دن سے علیل ہے۔ جب ساجدہ کے بستر کے قریب گیا تو دیکھا ساجدہ اُداس لیٹی ہوئی ہے۔ جمیل کو دیکھ کر وہ شرما سی گئی دونوں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے ؎

آنکھوں ہی آنکھوں میں پیہم گفتگو [illegible]
محو ہو کر سب جہاں کو بھول جانا یاد ہے

مریض محبت حکیم الفت کے دیدار سے تندرست ہو گیا۔ صرف کرب کی وجہ سے طبیعت مضمحل تھی۔ ٹھیک ہو گئی۔

اب ان کی ملاقاتوں میں جھجک ہوتی جس بے باکی سے وہ پہلے ملا کرتے تھے۔ اب نہیں۔ وہ ایک دوسرے کو دیکھتے تو دلوں [illegible] دھڑکن محسوس کرتے۔ وہ بعینہ اس شعر کے مصداق [illegible] تھے ؎

وہ آتے ہیں تو دل میں ایک خلش سی ہونے لگتی ہے
میں ڈرتا ہوں کہیں اس کو محبت تو نہیں [illegible]

[illegible] محبت [illegible] کی [illegible]
[illegible] کی [illegible] ہوئی۔ دونوں
[illegible]
[illegible] چاہئے دونوں کا نکاح ہوگیا۔ اور
[illegible] اور ساجدہ نے میٹرک کر لیا۔ ان
کا [illegible] کر دیا گیا۔

اوشا کو ان کی شادی کی خبر اس وقت ہوئی۔ جب وہ اپنے گناہوں کا خمیازہ بھگت رہی تھی۔ جس بنا پر اس نے جمیل سے بے وفائی کی اس وجہ سے اس نے جمیل کی پاک محبت کو ٹھکرا کر سرتیش سے دوستی کی جس تہذیب کی گرویدہ ہو کر اس نے مرد کی اصلی محبت پر نقلی محبت کو ترجیح دی۔ اس کے خمیازہ میں وہ سماج کے سینہ پر پھوڑا بن کر رہ گئی۔ سرتیش نے اس کی جذباتی محبت سے جو جذبات جوانی کی مرہون منت تھی فائدہ اٹھایا۔ اور اسے جیتے جی دفن کر دیا جس طرح اوشا نے جمیل سے بے وفائی کی۔ بعینہ سرتیش نے اسے دھوکا دیا۔ اسے لبھانے والا شاندار مستقبل دکھا کر لوٹ لیا۔ برباد کر دیا۔ افسوس اوشا کی آنکھیں اس وقت کھلیں جب وہ

[illegible] کو [illegible] ہوئی۔ جب پانی حد سے گزر چکا تھا۔ اس نے جمیل کو خط لکھ کر اپنے گناہوں کے عذاب سے نجات حاصل کرنے مگر سب لاحاصل۔ وہ کتنی ہی بے شرم سہی کتنی ہی مغرب زدہ سہی۔ مگر پھر بھی وہ ایک ہندوستانی عورت تھی۔ اس نے جمیل کی پاک محبت کو محسوس کیا۔ اور خوب اچھی طرح کیا۔ اس کے والدین اس کی حد سے بڑھی ہوئی آزادی سے پہلے ہی نالاں تھے۔ ان سے تو کچھ مدد کی امید نہ تھی۔ وہ اس تصور سے ہی جب وہ کنواری ماں پکاری جائے گی۔ بوکھلا اٹھی۔ آخرکار اس نے جمیل کو ایک خط لکھا۔ جس میں اپنے قصور کی معافی مانگی اور خط بھیجنے کے بعد زہر کھا کر خودکشی کر لی۔ اور اس طرح دنیا کو اپنے حیا سوز وجود سے پاک کیا۔

جمیل کو اوشا سے کتنا ہی ذہنی کرب و انتشار پہنچا تھا۔ مگر پھر بھی وہ پہلو میں ایک مرد کا ہمدرد دل رکھتا تھا جس میں کبھی اس کی محبت بھری تھی۔ اس کو بہت صدمہ ہوا۔ اس نے صدق دل سے اسے معاف کر کے دعائے مغفرت کی۔ اور اس طرح اس المناک ڈرامہ کا ڈراپ سین وقوع پذیر ہوا۔

دو بیویوں کا شوہر "صفحہ ۶۸ سے آگے" سرکار کو اس طرح قانون بنانے کا خیال پیدا ہوا ہے۔ اگر یہ قانون پہلے ہی بن گیا ہوتا تو میں دوسری شادی کر کے کیوں مصیبت میں مبتلا ہوتا۔ سنتا ہوں طلاق کا قانون بھی بننے والا ہے۔ یہ قانون بھی بہت ضروری ہے، ہر وقت کے لڑائی جھگڑے سے نجات مل جاتی [illegible] بس طلاق دیکر قصہ پاک کیا، لیکن اگر طلاق کا قانون نہ بنا تو میرا کیا انجام ہوگا، میں تو بے موت ہی مر جاؤں گا، میں نے ایک بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری شادی کر کے اپنی زندگی برباد کر ڈالی۔ ایشور! یا تو دونوں میں سے ایک کو ٹھکانے لگا یا مجھے خودکشی کی ہمت دے۔"

قیامت سے پہلے قیامت کا منظر

از پروفیسر منظور علی صاحب لکچرار عربی اسلامیہ کالج گورکھپور

تڑپ رہا ہے دبائے ہوئے دلِ مضطر
تڑپ کے توڑ چکا ہے دم اسکے زانو پر
ہمک رہا ہے وہیں ایک نازنیں بچہ
لبوں پر اسکے تبسم ہے ایک معنی خیز

ستم زدہ ہے کوئی مرگِ ناگہانی کا
وہ حسن جو مترادف تھا زندگانی کا
بھنور میں جیسے کوئی بلبلا ہو پانی کا
کرہ میں مزار ہوں اب خواب نوجوانی کا

ہر ایک کام اگر مصلحت سے ہوتا ہے
عطا ہو مجھکو اجازت تو آپ سے پوچھوں
خطا معاف ہو اپنی تو مصلحت ہے ضرور
میں صدقے آپکے یوں خاک میں ملانے کے

نہیں ہے کوئی اگر اس کلیہ کا استثنا
کہ ایسے قتل عبث میں بھی مصلحت ہے کیا
کہ ایک وار میں دو [illegible]
[illegible]

داغِ معصیت

سماج کے [illegible]

ایک [illegible] افسانہ

وہ ایک چھوٹے سے گاؤں میں پیدا ہوئی۔ اور اسی گاؤں کی معصوم فضا میں پلکر بڑی ہوئی۔ اس کا بچپن پھولوں کی طرح سہانا اور کلیوں کی طرح معصوم تھا۔ اسی کو دیکھکر اس کا باپ زندہ تھا۔ اسی سے اس کے باپ کی آنکھوں میں روشنی تھی اور تنگ و تاریک جھونپڑی میں اُجالا۔

معصوم سندر بڑی بھولی اور حسین تھی۔ سیاہ آنکھیں جن پر سیاہ چمکدار پلکوں کی جھالر لٹک رہی تھی ریشمی بال۔ گوری گوری گداز بانہیں۔ بالکل ایسی جیسے سنگ مرمر کا مجسمہ ہو۔

سندر کا باپ نیتا غریب تھا۔ سرمایہ داروں کی ٹھوکریں کھایا ہوا ایک مفلوک اور مصیبت زدہ انسان —— اس نے بھی اس جھونپڑی کی چھوٹی سی دنیا میں ایک عورت سے محبت کی تھی۔ اور وہ تھی سندر کی ماں۔ اب اس کی یاد ہی باقی تھی جب وہ اس کے ایام علالت کی یاد تازہ کرتا تو وہ غصے سے پھول جاتا۔ آنکھوں میں آنسو چھلک آتے اور اس کا دل دُنیا اور دنیا والوں کو کوستا۔ گالیاں دیتا وہ سمجھ چکا تھا۔ کہ دنیا کا ہر باشندہ مطلبی ہے۔ اور اپنے مطلب کے پیچھے دوسرے کے نفع و نقصان کی ذرا پروا نہیں کرتا وہ سوچتا تھا کہ اس نے شہر کے ایک ڈاکٹر سے کہا تھا میں غریب ہوں مائی باپ فیس تو نہیں دے سکتا۔ لیکن اسکے بدلے میں اپنے آپ کو دے سکتا ہوں۔ آپ جسطرح چاہیں مجھے استعمال کیجیے لیکن بے رحم ڈاکٹر نے فوراً مسکرا کر کہدیا تھا۔ اگر اسی طرح ہم بغیر فیس لئے مریضوں کو دیکھنے جانے لگیں۔ تو ہماری ڈاکٹری تو ہولی۔

سندر کو نیتا کی مصیبتوں اور مجبوریوں کا ذرا احساس نہ تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اسے بیاجن کا کسقدر قرضہ ادا کرنا ہے اسے پچھلی گیہوں کی فصل میں کتنا خسارہ ہوا۔ اسے اگلے مہینے میں زمیندار کا لگان دینا ہے۔ چونکہ وہ ابھی معصوم تھی۔ اس نے مصیبت کے کسی بھی چہرے کا تجربہ نہ کیا تھا [illegible] سندر بڑی ہوتی گئی اور اسکے بچپن کا [illegible] ہوا چل رہی ہے کلی کھل رہی ہے جوانی سے طفلی گلے مل رہی ہے جوانی آپہنچا۔ وہ اب بارہویں سال میں تھی۔ اسکے جذبات میں گرمی مد ہوچلی تھی۔ اس کا باپ چاہتا تھا کہ اسکی شادی کردے۔ لیکن دنیا میں اسکا کوئی خریدار نہ تھا۔ چونکہ وہ غریب تھی اور اسکے باپ کے پاس سماج کے پیٹ بھرے ٹھیکیداروں کو کھلانے کو کچھ نہ تھا۔ جوں جوں اس کی عمر بڑھتی جاتی اس کی شادی کا سوال غریب نیتا کے دماغ پر چھاتا جاتا۔

جب گاؤں میں نیتا کا گزارا نہ ہوسکا تو کچھ عرصے بعد نیتا اور سندر شہر میں آگئے اور یہاں آکر نیتا کو ایک مل میں گیارہ روپے ماہوار پر نوکری مل گئی۔ اس نے شہر کی ایک غیر معروف گلی میں چھوٹا سا مکان دو روپے کرائے پر لے لیا۔ اور دونوں باپ اور بیٹی اسی میں رہنے لگے سندر کو چونکہ گاؤں کا سا وسیع میدان، کھلی ہوا اور پھلواری کی نعمت یہاں نصیب نہ ہوئی اس لئے ہر وقت اس کا سر چکرانے لگا۔ اسے رات کو نیند بھی بھرپور نہ آتی۔ اسکی چستی اور پھرتی ختم ہوچکی تھی۔ اسے گاؤں میں ساون کے بھیگے ہوئے وہ لمحات یاد تھے۔ جب وہ بجلی کی آغوش میں جھولا جھولتی۔ چاندنی راتوں کے لطیف سائے میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ ملکر گیت گاتی۔ وہ وہاں کی آزاد فضا میں کسقدر بے فکر تھی۔

یہاں نیتا کے کھانے پینے کا ڈھنگ ٹھیک تھا گیارہ روپے کی بندھی ہوئی آمدنی میں دونوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر روٹی مل جاتی اور کچھ جمع کرنے کو بھی بچ رہتا۔ نیتا مل میں اسطرح جتا رہتا تھا جسطرح کولھو میں بیل۔ اس پر بھی منیجر کی خفگی۔ جرمانے کی سزا۔ معطلی کا ڈر۔ اسکی طاقت لگاتار کام کرنے کی وجہ سے سرنگوں ہوجاتی لیکن غریب مزدور کو ذرا دم لے کر بیڑی کا دھواں اڑانے کی بھی اجازت نہ تھی۔ گیارہ روپیہ ماہوار میں اس کا خون چوسا جا رہا تھا گویا اس نے اپنے کو فروخت کردیا تھا۔

[illegible]

[illegible] پانی [illegible] اور حیا کی مت

[illegible] سکتی تھی۔ جب

[illegible] سے [illegible]

[illegible] جب وہ گھر سے باہر نکلتی ہے تو منچلے

[illegible] اور بوڑھے اسے گھورتے ہیں۔ کوئی سینے پر ہاتھ رکھ کر

[illegible] اسے محبت کا جواب دیتا ہے۔ اور کوئی اسکے پیچھے

پیچھے جا کر گنگنانے لگتا ہے "چھڑ جا رانی وہ مار دینا کے تیر ترچھے"۔ لوگ محبت کی آڑ میں اسکی دوشیزگی پر ڈاکہ ڈالنا چاہتے تھے یہ لوگ اسکے اڑتے ہوئے عصمت کا شکار کرنا چاہتے تھے۔

جس گلی میں سندر کا مکان تھا۔ اسکے آخر میں ایک مندر تھا یہاں کا پجاری ——— دھرم کا ٹھیکیدار ایک نفس پرور وحشی تھا۔ اسے شراب اور عورت بے حد عزیز تھی۔ نوجوان لڑکیوں کو بربادی اور تباہی کے راستے پر ڈال کر ان کو بھٹکنے کے لئے چھوڑ دینا اسکی تمام زندگی کا پروگرام تھا۔ لیکن اندھی دنیا اسکو شریف اور رحم دل انسان سمجھتی تھی۔ ایک ایسا انسان جسکے پہلو میں فرشتے کا سا معصوم دل ہو۔

سندر بھی شروع شروع میں اس مندر میں پوجا کیلئے آنے لگی۔ وہ جب گاؤں میں تھی تب بھی روزانہ شوجی کے درشن کو مندر میں جایا کرتی تھی۔ اس درندہ صفت پجاری نے جب اس حسین تیتری کو دیکھا تو اس کا دل اسے اپنے دام فریب میں پھانسنے کے لئے بیتاب ہو اٹھا۔ سندر یہ سب تاڑ گئی اور اس نے مندر میں جانا بند کر دیا۔

لیکن پجاری کے دل پر سندر کی اداؤں اور حسن کے نقوش پھر بھی جوں کے توں رہے۔ وہ چاہتا تھا کہ جلد از جلد سندر اسکے آغوش میں آ جائے۔ اور اسکے نفس کا شکار بنے۔ دھرم کا بیٹا بھڑوا اور بے غیرت ٹھیکیدار اور پجاری معصوم سندر کے دل کو ایک کھلونا سمجھ کر کھیلنا چاہتا تھا۔ اور پھر پاؤں تلے روند کر اسے تباہ کرنا چاہتا تھا۔ وہ اس جوانی کے ساغر کو ریزہ ریزہ کر ڈالنا چاہتا تھا۔ کلیوں کو مسلنا ——— ان سے دل بہلانا اور پھر مسل کر خاک پر پھینک دینا ہی اس کا دھرم تھا۔ کس قدر گناہ پرور تھی اسکی تاریک زندگی۔ پجاری کو سندر کے جوان ہونے کا احساس تھا۔ اور وہ جلد از جلد کسی کی زندگی کا مالک بنانا چاہتا تھا۔ دو سال میں [illegible] روپے جمع کر لیا تھا اور یہ روپیہ محض اسکی شادی

[illegible] گئی سندر [illegible]

[illegible] میں آکر پجاری نے [illegible] گزرنے کے ساتھ ساتھ پہنچ گیا

گلی ختم ہو ان تھا۔ ———

اب وہ زندگی کی راہ پر شباب کا بوجھ لیکر تنہا گامزن ہو رہی تھی اسے اب لٹیروں کا ڈر تھا۔

ایک شام سندر سامنے کے باغیچے والے کنویں سے پانی بھرنے گئی۔ گاگر لے کر۔ اس نے کنویں پر گاگر رکھی اور کنویں پر پانی بھرنے کو چڑھنے ہی والی تھی۔ کہ کسی نے پیچھے سے اس کے بازو پکڑ لئے اور ایک قہقہہ فضا میں بلند ہوا۔

"کون؟" وہ چونک کر بولی۔

یہ وہی پجاری تھا۔ جو بہت دنوں سے سندر کی نگاہوں کے تیر کا شکار ہو چکا تھا۔ جب سندر نے اسے دیکھا تو اس کا دل گھبرا اٹھا۔ معصوم چہرہ شرم میں شفق کی طرح گلابی رخسار غصے سے بھینچے ہوئے دانت۔ پیشانی پر پسینے کے قطرے اور نرگسی متوالی آنکھوں میں آنسوؤں کا رقص۔

"تو بڑی سندر ہے پیاری"۔ دھرم کا ٹھیکیدار اپنے بڑے بڑے دانت نکال کر بولا۔

"اس سے تمہارا مطلب؟" سندر نے چمک کر کہا۔

"میں تو تجھ سے پریم کرتا ہوں پیاری اور تو مجھ سے کھنچی ہی جاتی ہے"۔ پجاری نرم آواز میں بولا۔

"مجھے چھوڑ دو۔ چھوڑو مجھے . . . نہیں تو ——— اور وہ کانپتے ہوئے بڑی زور سے ہاتھوں کی گرفت سے زور لگا کر نکل گئی۔ اور بے تحاشہ دوڑی۔ اس کا دل دھک دھک ہو رہا تھا۔ نگاہوں میں لال لال ڈورے اور آنسو ——— چہرے پر وحشت اور پریشانی۔

"تو پانی بھر کر نہیں لائی سندر"۔ اسکے چچا نے کہا۔

سندر سسکیاں بھرنے لگی۔ اس کا چہرہ تمتما اٹھا۔

کیوں یہ کیا؟ تیرے ہاتھوں کی چوڑیاں کیسے ٹوٹ گئیں۔ اور یہ کلائی پر خون کیسا ہے سندر؟ ——— اس نے عجب لہجے میں زور سے کہا۔

معصوم سندر گھبرائی ہوئی [illegible]

پانی بھرنے نہ جا سکی گی۔

... وہ غصے سے کانپ اٹھا ... تو ہماری بی کو
بدنام کرتی ہے۔ جا نکل جا یہاں سے ... گھر میں اب تیرے لئے جگہ نہیں۔ تو بدمعاش عورت ہے۔ جا ہٹ یہاں سے منہ کالا کر۔ تو میری عزت پر ڈاکہ ڈال رہی ہے تو مجھے سماج میں ذلیل کرے گی۔" اور اس نے سندر کی گردن دبوچ کر زمین پر پٹک دیا۔ سندر کے ہوش و خرد پر بجلیوں کی بارش ہو گئی۔ وہ سوچ رہی تھی اگر میں اپنے آپ کو اس درندہ خصلت پجاری کے آغوش کے حوالے کر دیتی۔ تو میں مجرم نہ تھی اور وہ؟ ... اُسے کون پوچھتا ہے؟ ہزاروں دوشیزاؤں کو برباد کرنے کے بعد بھی وہ ابتک سماج اور دنیا کی نظروں میں مجرم نہیں ہے۔

سندر نے روتے ہوئے کہا۔ "میرا کیا قصور ہے؟ ..... میں بے قصور ہوں۔"

بس کہنے سننے کی کوئی بات نہیں ـــــ ہٹ جا میرے سامنے سے اور مجھے منہ نہ دکھا۔

وہ سوچ رہی تھی کیا سچ مچ میں نے اپنی عصمت لٹ جانے دی تھی۔ نہیں میں نے اپنے آپ کی حفاظت کی میں مجرم نہیں سماج مجھے دنیا کچھ کہے میں مجرم نہیں ـــــ میں نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ میں بے گناہ ہوں۔ بالکل بے قصور۔

یہ بات سماج کے کانوں میں پہنچی سماجی محافظوں کے منہ سکوڑنا۔ بڑے بڑے پنڈتوں اور پجاریوں نے آوازیں بلند کیں۔ اور سندر سماج سے ٹھکرا دی گئی۔ اسے اپنے پتی کے گھر گھسنے کا ادھیکار نہ تھا۔ سماج کے مدبر اس کی زندگی کی کشتی کو منجدھار میں چھوڑ کر خود کنارے پر کھڑے تماشہ دیکھ رہے تھے۔

"وہ کہاں جائے؟ ـــــ اپنے باپ کے ہاں لیکن وہ اس دنیا میں اب نہیں ـــــ کسی آشرم میں ـــــ نہیں ـــــ کسی

... جانکی کا آشرم اور ... آشرم میں بھی بے باکی سے عصمت ... نہ پہلی سکوں سے۔

عظیم آباد میں جانکی طوائف کے حسن و شباب کا بڑا شہرہ تھا نوجوانوں اور ادھیڑ بوڑھوں کی جماعتوں میں اسی کا تذکرہ تھا۔

رات ـــــ گناہ سے بھی تاریک رات ـــــ بازار سنسان ـــــ گلیاں تاریک ـــــ آسمان پر گھنگھور گھٹائیں ـــــ بجلی کی تڑپ ـــــ لیکن کریم گنج میں جانکی کے بالا خانے کی رونق شباب پر تھی جوں جوں رات گزرتی جاتی تھی۔ سماج کے بڑے بڑے ٹھیکیدار۔ شرافت کی کشتی کے کھیون ہار معصیت کدے میں داخل ہو رہے تھے۔ جانکی کون؟ ـــــ وہی سندر سماج کی ٹھکرائی ہوئی بے گناہ عورت ـــــ گناہ کے سمندر میں غوطے کھا رہی تھی کس لئے؟ ـــــ پیٹ کی آگ بجھانے کیلئے

تنگ و تاریک کوچوں میں سے ہوتے ہوئے سندر کا شوہر بھی جلد ہی کریم گنج پہنچ گیا۔ جانکی سے آج ملاقات کا شوق اسکے دل کی چٹکیاں لے رہا تھا۔ وہ بالکل بے خبر تھا کہ جانکی اسی کی ٹھکرائی ہوئی ایک بیگناہ عورت ہے۔ جس نے اپنا نام بدل لیا ہے وہ بالا خانے کی سیڑھیاں چڑھ گیا۔ قدم بڑھاکے دروازہ کھلا تھا سندر ایک بڑے آئینے کے سامنے بیٹھی اپنی ریشمی دراز زلفوں میں چمبیلی کے پھول اور ربن (Ribbon) لگا رہی تھی۔ وہ تڑپ اٹھا اور یکایک ایک چیخ نکل گئی ـــــ "سندر" اور وہ بیہوش ہو کر دھڑام سے زمین پر جا پڑا۔ سندر جواب جانکی تھی چونک پڑی کون؟ ـــــ "تم" اور پھر وہ زور زور سے قہقہے لگانے لگی۔ چونکہ وہ بے خوف تھی اور جانتی تھی کہ گناہ کا دھبہ اور داغ سماج کے دامن پر ہے اسکے دامن پر نہیں۔

محمد رفیق (علیگ)

[illegible]

از حاجی نبی احمد صاحب بریلوی

یہ مانا کل ہنر دانش سارے عالم کو سکھاتا ہے
مگر اک حسن ہے جو اس کو دیوانہ بناتا ہے

اُدھر دیتا ہے یہ دنیا میں تکبیرِ سر افرازی
اِدھر سرِ آستانِ حسن پر اپنا جھکاتا ہے

سبق دیتی ہے فطرت اسکی، ناز و کبر و نخوت کا
مذاقِ عشق اس کو عجز کا پُتلا بناتا ہے

رُلاتا ہے زمانے کو یہ اپنی سخت گیری سے
حریمِ حسن میں تا صبح خود آنسو بہاتا ہے

یہی اقصائے عالم میں ہے سرگرمِ جہاں بانی
یہی کوئے بتاں میں بھی مقدر آزماتا ہے

دلاور اور جری ہوتا ہے ثابت رزم گاہوں میں
شکستِ فاش ادائے حسن سے لیکن یہ کھاتا ہے

اِسی کے دم سے دنیا میں بچھی ہے صفِ ماتم
یہی سازِ محبت پر وفا کے گیت گاتا ہے

جسے کہتے ہیں مرد، اسمیں ہیں پنہاں قوتیں لاکھوں
مذاقِ عشق ہی اُسکے بنے بدل بہاتا ہے

[illegible]

از جناب سیفی گنوری

جمالِ حسن کے اعجاز کی قسم تم کو
شبابِ عشق کے آغاز کی قسم تم کو
تبسمِ نمکیں کے عنبر نثار کا صدقہ
حسینِ وحشت نظر کے خمار کا صدقہ

رُخِ جمیل کی رعنائیوں کے صدقے میں
سرور و کیف کی انگڑائیوں کے صدقے میں

— حیا نواز تکلم کا واسطہ لو لو —
— چمن فروش تبسم کا واسطہ ہو تو —

سکوت و ضبط کی دنیا بساؤ گے کب تک
نیازِ عشق کے سجدے مٹاؤ گے کب تک
شکیبِ صبر و وفا آزماؤ گے کب تک
حدیثِ درد خموشی سناؤ گے کب تک

وقارِ عشق کا احساس بھی نہیں تم کو
مری فضاؤں کو مجھ پہ ہنساؤ گے کب تک
مرے سکون کو برباد کر چکے ہو تم
رگِ حیات پہ نشتر لگاؤ گے کب تک

عطا کرو گے مجھے کب ساعتِ رنگیں
فضائے عشق میں پھر مسکراؤ گے کب تک

— غرور و ناز و تکبر کا واسطہ لو لو —
— فشارِ غم کے تاثر کا واسطہ ہو لو —

حسین تم کو بنایا ہے اس کے اپنے کو
حسین تم کو بنایا ہے غم مٹانے کو
شکیبِ عشق کے گناہوں سے کیا غرض تم کو
حیاتِ تلخ کی آہوں سے کیا غرض تم کو

بہارِ موجِ تبسم کو کھو رہے ہو تم
سکون نوازِ ترنم کو کھو رہے ہو تم

[illegible]
چڑھے شباب کی رنگینیاں مٹا [illegible]
بہارِ حسن کو اُن [illegible]
[illegible]

ہندوستان کے مشہور وید

اور ان کے

عجائبات



بنی نوع انسان کی جملہ امراض کیلئے آب حیات

ہندوستان کے لاکھوں انسان امرت دھارا کو جملہ امراض کی واحد دوا تسلیم کر چکے ہیں یہ جادو بھرا نام جسکے سننے سے جھٹ اعتقاد اور عزت کا جذبہ پیدا ہوا اٹھتا ہے اپنے ساتھ سالہا سال کی شہرت کا ریکارڈ رکھتا ہے اب اس شہرہ آفاق دوا کے موجد پنڈت ٹھاکر دت شرما نے اس کے مرکبات مختلف شکلوں میں تیار کئے ہیں جن سے زمانہ حال کے لوگوں کی تمام ضروریات حل ہوتی ہیں!



Everyday ailments

امرت دھارا

... کی اندرونی اور بیرونی تمام بیماریاں ... اور درد اس عجیب و غریب دوا کے سامنے سر جھکا دیتے ہیں۔ قیمت فی شیشی دو روپیہ آٹھ آنے ۸/۲ نصف ... نمونہ ... ۸/



Diseases

امرت دھارا مرہم

یہ ایک ایسی مرہم ہے جسکے تمام اجزاء ... صفائی اور صحت کو پیدا کرنے والے ہیں۔ جو پھوڑے کسی طرح سے بھرنے میں نہیں آتے وہ اسکے ذریعہ بہت جلدی بھر جاتے ہیں۔ قیمت ایک روپیہ ۱/ +



Sore Throat

امرت دھارا لوشن

گلے کی تمام خرابیوں ... رفع ... کی دوا۔ قیمت ایک روپیہ ۱/ +



Aches & Pains

امرت دھارا بام

گنٹھیا جوڑوں کا درد کمر درد ... تمام درد اور سوزشیں اس کے ذریعہ رفع ہو سکتی ہیں! قیمت ایک روپیہ ۱/ +



Healthy skin

امرت دھارا سوپ

جلد کی صحت و صفائی اور ساخت کی حفاظت کیلئے بہترین صابن ہے! قیمت چودہ آنے (۳ ٹکیہ کا بکس)



Love you.

امرت دھارا لوزنجز

خاص کر بچوں کیلئے تیار کئی گئی ہیں ان میٹھی ٹکیوں کو کھا کر بچے امرت دھارا کے تمام فوائد حاصل کر لیتے ہیں قیمت ... چار آنے +

امرت دھارا ... کا ڈاکٹر

امرت دھارا ... قیمت ... ۸/

امرت دھارا آپ کا سچا رفیق ہے!

خط و کتابت ... کا پتہ: امرت دھارا ... لاہور

بیوی شوہر کو کیونکر قابو میں رکھ سکتی ہے؟

ازدواجی زندگی کے وسیع ترین تجربات رکھنے والی ایک معزز اور شریف خاتون کے خیالات جنہیں حضرت الف الف راہم نگری نے مرد نمبر کے لئے قلمبند کیا۔

[illegible] سے بڑی خواہش مرد پر اقتدار اور قابو حاصل کرنے [illegible] عورت یہ کوشش کرتی ہے کہ وہ اپنے شوہر کو اپنے [illegible] میں رکھے لیکن نتیجہ اکثر برعکس ہی ہوتا ہے۔ عورت جس قدر شوہر کو اپنے قابو میں رکھنے کی کوشش کرتی ہے۔ مرد اسی قدر اس سے آزاد رہنا چاہتا ہے۔ عورت چونکہ کمزور ہوتی ہے اس لئے اس کشمکش میں اسی کو ناکامی و شکست کا منہ دیکھنا پڑتا ہے عورت کو اپنی یہ شکست و ناکامی نہایت گراں اور شاق گذرتی ہے اس لئے اسے اپنی زندگی ہی بے کیف و بدمزہ معلوم ہونے لگتی ہے۔

اکثر عورتوں کو اسی بات کا رونا رہتا ہے۔ کہ ان کے شوہر من مانی کرتے ہیں۔ ان کی بات نہیں مانتے۔ گھر بار اور بیوی بچوں کی پرواہ نہیں کرتے۔ میرے خیال میں ایسی عورتیں نادان اور غلط فہم ہوتی ہیں۔ ان میں حقیقت بینی کا مادہ نہیں ہوتا۔ مرد بیشک آزادی پسند ہوتا ہے لیکن وہ گھر بار اور اہل و عیال سے بے پرواہ نہیں ہوتا اگر عورت اس کے کاموں میں دخل انداز نہ ہو۔ تو وہ اپنی پسند کے مطابق سہی لیکن گھر اور گھر والوں کی ضرورتوں کی بآسانی کفالت کرتا رہتا ہے لیکن مصیبت یہ ہے کہ عورت میں صبر و ضبط کا مادہ نہیں ہے وہ تو چاہتی ہے کہ مرد اس کا مطلق غلام اور محکوم بنکر رہے اسی کی مرضی کے مطابق اٹھے بیٹھے اور اسی کے اشاروں پر رقص کرے۔ عورتوں کا یہ جذبہ تو اتنا بلند اور قوی ہوتا ہے لیکن ان میں مرد کی نفسیات کے سمجھنے کی بالکل اہلیت نہیں ہوتی اسی لئے عورتیں ناکام و نامراد رہتی ہیں۔ اور ان کی منزلی زندگی تلخ اور ناخوشگوار بن جاتی ہے۔

اگر عورت فہم و بصیرت سے کام لے اور اپنے شوہر کی نفسیات کو سمجھ کر اس پر قبضہ و تصرف حاصل کرنے کی کوشش کرے تو یقیناً اسے کامیابی حاصل [illegible] اس کے لئے [illegible] کی ضرورت ہے لیکن عورت کے مشورہ کا سمجھنا ہنسی مذاق نہیں [illegible]

مرد کو وہی عورت سمجھ سکتی ہے جو اس کی اہمیت کو سمجھے اور اس کے مطابق عقل و فہم کو عمل میں لائے۔

ناکامی کی وجہ!

مردوں کے دل کو سمجھنے کے بغیر جو عورتیں مردوں پر قابو حاصل کرنا چاہتی ہیں۔ وہ بالعموم ناکامیاب ہوتی ہیں۔ مجھے ایک جوڑے کے متعلق ذاتی طور پر علم ہے عورت مزاج کی شریف اور ملنسار تھی اور مرد طالب علمی ہی کے زمانے سے شراب نوشی کا خوگر تھا۔ عورت نے شوہر کے ہاں آتے ہی اس کی اس عادت بد کے چھڑانے کی کوشش شروع کر دی۔ عورت کو خود اقرار ہے کہ اس کا شوہر اس سے بڑی محبت کرتا تھا لیکن جیسے جیسے بیوی شوہر کی شراب خوری کی عادت چھڑانے کی کوشش کرتی گئی دونوں کے درمیان کشمکش اور کشیدگی بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ چار سال کے عرصے میں دونوں کے تعلقات اتنے ناخوشگوار ہو گئے۔ کہ ایک دوسرے کی صورت تک دیکھنے کا بھی روادار نہیں رہا۔ دونوں کی ازدواجی زندگی کی یادگار ایک بچہ بھی موجود ہے لیکن وہ بھی ان کے ناخوشگوار تعلقات کو خوشگوار نہیں بنا سکا۔

بیوی نے شراب خواری کی عادت چھڑانی چاہی کچھ برا نہیں کیا یہ اس کا فرض تھا لیکن میری رائے میں اسنے شوہر کی نفسیات کو سمجھکر اسکے مطابق عمل درآمد کرنے کی کوشش نہیں کی ورنہ اسے اس طرح ناکامی کا منہ دیکھنا نہ پڑتا۔ اور وہ یقیناً اپنے مقصد میں کامیاب ہوتی۔ ضرورت تھی حکمت و تدبر اور محبت و دلسوزی سے کام لینے کی اور اسنے کام لیا جبر و اقتدار اور نفرت و بیزاری سے۔ اس غلط کاری و غلط روی کا جو نتیجہ ہونا چاہئے تھا وہی ہوا۔ ان کی زندگی [illegible] اضطراب کی [illegible] سوا کچھ [illegible]۔

مرد اور خواہش [illegible]

اکثر دیکھنے میں آتا ہے۔ کہ شادی کے [illegible] شوہر اپنی بیوی

لگتے والہ و شیدا ہوتے ہیں جیکن شادی کے کچھ ہی دنوں کے بعد ان کی محبت کا دریا اتر جاتا ہے۔ ان حالات سے عام طور پر خواتین یہ نتیجہ نکالتی ہیں کہ مرد نفسانی جذبات و ترغیبات کے غلام ہوتے ہیں اسی لئے وہ کسی ایک عورت کے ساتھ قانع و مطمئن ہونے کی بجائے .... دوسری عورتوں کو اپنی تحریصات و ترغیبات کی تکمیل و تسکین کا ذریعہ بناتے رہتے ہیں۔

لیکن بہت سے مرد اپنی بیویوں سے متنفر اور بیزار ہو کر بھی دوسری عورتوں سے کوئی جنسی واسطہ نہیں رکھتے۔ پھر کیسے تسلیم کر لیا جائے کہ مرد محض اپنے جنسی جذبات و ترغیبات کی تکمیل و تسکین ہی کے لئے اپنی بیویوں سے علیحدگی اور بے تعلقی اختیار کرتے ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ مردوں کے دل جنسی جذبات سے خالی نہیں ہوتے لیکن یہ جذبات فطری جذبات ہیں۔ اور اگر کوئی عورت معمولی حد تک بھی حسین و خوبصورت ہو تو وہ اپنے شوہر کے ان فطری جذبات کی تسکین کر سکتی ہے۔

مرد صرف حسن و جمال کا ہی والہ و شیدا نہیں ہوتا۔ یہ صحیح ہے کہ ایک عورت اپنی جلوہ بھری چتونوں، گلابی رخساروں اور سحر آفرین مسکراہٹوں سے مرد کے دل پر قبضہ کر سکتی ہے۔ مگر یہ قبضہ عارضی ہوگا۔ مستقل قبضہ وہی ہو سکتا ہے۔ جو مرد کے جذبات پر نہیں بلکہ مرد کے دل پر ہو۔

بہت سے مرد ایسے ہوتے ہیں۔ جو اپنی ان بیویوں سے بھی محبت کرتے ہیں، جو حسین نہیں سمجھی جاتیں۔ سچ پوچھئے تو عورت کا حسنِ ظاہر مرد کے متوجہ کرنے کا ایک ذریعہ ہے لیکن جب مرد عورت کی جانب متوجہ ہو جائے تو ایک دانشمند عورت کا فرض ہے کہ وہ اپنے دل کو مرد کے سامنے کھول کر رکھ دے اور اس پر یہ ثابت کر دے کہ اسکی ظاہری خوبیوں سے زیادہ اس میں باطنی محاسن موجود ہیں۔

جس عورت میں یہ قابلیت موجود ہے اور جو اپنے اندر واقعی باطنی خوبیاں رکھتی ہے۔ وہ مرد کے دل پر بآسانی قابو حاصل کر سکتی ہے جو مستحکم اور دائمی ہوگا۔ ایسی بہت سی عورتیں ہوتی ہیں۔ جو شکیل و جمیل نہیں کہی جا سکتیں۔ مگر اپنی خدمت و محبت کی وجہ سے اپنے مردوں کی محبوبہ ہوتی ہیں۔ جن عورتوں میں باطنی محاسن نہیں ہیں یا جو اپنے باطنی محاسن کو کام میں لاکر ان سے مرد کو خوش کرنے کا سلیقہ نہیں رکھتیں وہ اپنے حسن ظاہر سے کچھ دنوں کے لئے مرد کو اپنی جانب مائل کر لیں۔ مگر وہ دیکھیں گی کہ ان کے شوہر جلد ہی ان سے سیر ہو گئے۔ اور ان کی اگلی سی التفات و توجہ باقی نہیں رہی تب وہ اپنی تقدیر کو ٹھوکیں۔

مرد کو جیسا بنا لیں ... یہ تمام ترکیں عمل کر ... ہوگا۔

مرد کے دل پر قبضہ کرنے کی ضرورت

بہر حال مرد پر قابو حاصل کرنے کے لئے محض اس کی نفسانی خواہش کی تسکین کافی نہیں ہے۔ اس کے دل کی بھی سیری ہونی چاہئے اور یہ نفسانی خواہش کی تسکین سے زیادہ ضروری ہے۔ مردوں کی نفسانی خواہش کی تسکین تو ہر عورت کر سکتی ہے خواہ وہ قابل ہو یا ناقابل لیکن مردوں کے دل کی تسکین کے لئے خاص صلاحیت کی ضرورت ہے۔ جو عورت مرد کے دل کو نظر انداز کرے یا اس سے بے اعتنائی برت کر صرف اسکی نفسانی خواہش کی تسکین کر دینے کے بھروسے پر اپنی ازدواجی زندگی کی کامیابی کی توقع کرتی ہے۔ وہ اپنے کو ناقابل تلافی نقصان پہنچاتی ہے۔

ایک عورت اگر مرد کی حالت کا بغور مطالعہ کرے تو اسے پتہ لگ جائے گا کہ اس سے مرد صرف اپنے نفسانی خواہش کی تسکین نہیں چاہتا۔ بلکہ وہ کچھ اور بھی توقع رکھتا ہے۔ اگر عورت مرد کی اس توقع کو پورا کر سکتی ہے تب تو مرد اس سے مطمئن ہو سکتا ہے لیکن اگر اس سے مرد کی وہ توقع پوری نہیں ہوتی تو وہ مرد کی جنسی ترغیبات کی تکمیل کے بعد اسے مطمئن نہیں کر سکتی۔

اگر ایک عیاش مرد سے دریافت کیا جائے کہ وہ اپنی بیوی سے زیادہ بازاری عورت کو کیوں پسند کرتا ہے؟ تو وہ یہی جواب دے گا کہ وہ اس کے دل کو بیوی سے زیادہ مطمئن اور خوش کر سکتی ہے حقیقت بھی یہی ہے۔ بہت سی بازاری عورتیں گھر کی عورتوں سے زیادہ حسین نہیں ہوتیں۔ پھر بھی مردوں کے دلوں پر بآسانی قبضہ کر لیتی ہیں۔ آخر اسکی وجہ کیا ہے؟ وجہ یہی ہے کہ وہ مردوں کی جنسی خواہش ہی کو نہیں مردوں کے دلوں کو بھی مطمئن اور سیر کرنے کا سلیقہ جانتی ہیں جس سے گھروں کی رہنے والی عورتیں عموماً ناواقف ہوتی ہیں یا عمداً ناواقف رہنا چاہتی ہیں۔ اور اس طرح اپنی ازدواجی زندگی کو ناگوار بنا کر خود بھی تکلیف اٹھاتی ہیں۔ اور مردوں کو بھی مبتلائے مصیبت کر دیتی ہیں۔

حسن کی کشش و جاذبیت

جیسا کہ اوپر کہا جا چکا ہے۔ خواہشات کا تعلق جسم سے ہے۔ لہٰذا خواہشات کی تسکین کے لئے جسمانی حسن ضروری ہے لیکن اس کے یہ معنی بھی نہیں ہیں۔ کہ مرد کی جنسی خواہش کی تسکین و سیری تب ہی ممکن ہے۔ جب بیوی اول درجے کی حسین و جمیل ہو ... میں

حسن کا مقصد کشش و جاذبیت ہے۔ جس چیز میں انسان کے لئے کشش [illegible] وہ چیز اسے حسین معلوم ہوتی ہے
جب [illegible] جو چیز انسان کو حاصل ہو جاتی ہے یا جس چیز کو انسان ہر وقت دیکھتا رہتا ہے اس کی کشش و جاذبیت رفتہ رفتہ کم ہو کر بالکل زائل ہو جاتی ہے۔ یہی حال عورتوں کے حسن کا ہوتا ہے مرد عورت کے حسن کو دیکھ کر اس کی جانب مائل ہو جاتا ہے۔ اس کے حسن کی بنا پر اسے محبت اور پیار کرتا ہے۔ لیکن گھر میں رہنے کی وجہ سے اسے ہر وقت دیکھتا رہتا ہے۔ اس لئے تھوڑے دنوں کے بعد مرد کے لئے اس میں پہلی سی کشش و جاذبیت باقی نہیں رہتی

جن عورتوں کو مردوں کے حالات کا علم ہوگا وہ جانتی ہوں گی کہ بہت سے مرد سڑک سے گزرتی ہوئی عورتوں کو جس شوق اور رغبت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اس شوق و رغبت سے اپنی گھر کی عورتوں کو نہیں دیکھتے خواہ گھر کی عورتیں ان عورتوں سے حسین و نازنین ہی کیوں نہ ہوں۔ آخر اسکی وجہ کیا ہے؟ یہی کہ گھر کی عورتوں کو ہر وقت دیکھتے رہتے ہیں۔ اس لئے ان کے حسن میں مردوں کے لئے کشش باقی نہیں رہتی۔

عورتوں کو اپنے حسن میں کشش و جاذبیت باقی رکھنے کے لئے دو باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ اول تو یہ کہ وہ ایسی کوشش کریں۔ کہ ان کے اندر مرد کے لئے ہمیشہ کشش و جاذبیت باقی رہے دوم انہیں اس بات کی کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ مرد ان کی جانب سے سیر نہ ہو جائیں۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ یہ ممکن کیونکر ہے کہ عورت میں مرد کے لئے ہمیشہ کشش و جاذبیت باقی رہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر عورت اپنے شوہر کے مزاج اور مذاق کا صحیح اندازہ کرلے تو وہ اپنے کو شوہر کی نظر میں ہمیشہ دلکش بنائے رکھ سکتی ہے۔ عورت کو اپنی دلکشی قائم رکھنے کے لئے سب سے زیادہ اس امر کا لحاظ رکھنا چاہیئے کہ وہ اپنے حسن میں جمود اور یکسانی نہ آنے دے اس میں ہمیشہ جدت اور اختراع پیدا کرتی رہے۔ عورت کو ہمیشہ نئے نئے انداز سے بناؤ سنگار کرنا چاہیئے۔ اور یہ کوئی مشکل امر نہیں۔ ایک عورت تھوڑی سی عقل و توجہ سے کام لے کر اپنی آرائش و زینت میں بہت و ندرت پیدا کر سکتی ہے۔ مثال کے طور پر یہ کہ وہ اپنی ایک ہی ساری کو نئے نئے انداز سے باندھ سکتی ہے۔ اپنے بالوں کو بار بار نئے نئے ڈھنگ سے سنوار سکتی ہے۔ انہیں دو مشکلوں پر پانچ شوہر کے مزاج کا مطالعہ کر لینا چاہیئے۔

سب سے پہلے عورت کو اپنے اندر شوہر کے لئے دلکشی باقی رکھنے کی ضرورت پیدا ہوتی ہے۔ کہ عورت اس بات کی کوشش کرے کہ شوہر میں اس کی جانب سے کچھ نہ کچھ شوق و آرزو کو ہمیشہ بیدار کرتی اور ترقی دیتی رہے۔ شوہر کو اپنی طرف سے سیر نہ ہونے دے۔

جسمانی حسن اور روانس

یہ ایک حقیقت ہے کہ جسمانی حسن انسان کے اختیار سے باہر کی چیز ہے۔ یہ تو قدرت کی دین ہے لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہر عورت اس حسن میں جو اسے قدرت سے ملا ہے۔ اضافہ و ترقی کر سکتی ہے۔

یورپ میں افزائش حسن کے لئے بیشمار چیزیں ایجاد ہو گئی ہیں لیکن ہندوستانی عورتوں کو وہ چیزیں کہاں نصیب ہو سکتی ہیں۔ اور میرے خیال میں تو ان چیزوں کے استعمال کی ضرورت بھی نہیں۔ اگر ہندوستان کی عورتیں فکر و توجہ سے کام لیں۔ تو وہ ان چیزوں کے بغیر بھی اپنے کو حسین بنا سکتی ہیں۔

عورت کے حسن و جمال کے لئے سب سے پہلی چیز صحت ہے۔ جوانی میں معمولی عورت بھی حسین معلوم ہوتی ہے۔ اسکی وجہ کیا ہے؟ یہی کہ اس زمانے میں اس کی صحت درجہ کمال کو پہنچی ہوئی ہوتی ہے اس لئے عورت کو سب سے پہلے اپنی صحت کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

صحت کے بعد جس چیز سے عورت اپنے کو دلکش اور جاذب توجہ بنا سکتی ہے۔ وہ اس کا ناز و انداز ہے۔ مرد کبھی کبھی عورت کے ایک تبسم اس کی ایک چتون۔ اسکے ایک غمزے اور اسکی رفتار کے ایک انداز پر قربان ہو جاتا ہے۔ اس کی ایک ادائے حیا اسکا دل چھین لیتی ہے۔

مرد رنگین مزاج ہوتا ہے۔ وہ ہر روز ایک نئی رنگینی و دل آویزی چاہتا ہے۔ بہت سے مرد کسی عورت کے پابند نہیں ہوتے وہ ہر وقت دوسری عورت کی تلاش میں رہتے ہیں۔ عورتیں نہیں کہتیں کہ ایسے مردوں کی آوارگی کیا ہے ان کو سا بذبہ کار فرما ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مرد ہر روز ایک نئے جسم کا جویاں نہیں رہتا۔ بلکہ ایک نئی رنگینی اور نئی دلچسپی کا شوق اسے در بدر لئے پھرتا ہے۔ اگر ایک عورت بھی [illegible] سے کام لے۔ اور مرد کے لئے اپنے اندر نئی دلچسپی [illegible] رکھے۔ تو مرد کبھی آوارہ نہیں ہو سکتا [illegible]

...ہوتا ہے کہ عورت ہمیشہ اسکے دل میں رومانس کی روح پیدا کرتی رہے۔ وہ ہر چند نئی عورت نہیں چاہتا۔ نیا رومانس چاہتا ہے۔ اس لئے عورت کا فرض ہے کہ وہ مرد کے دل سے رومانس کم نہ ہونے دے۔ مرد کی فطرت سے رومانس اور کشش کا زبردست تعلق ہے۔ ہوشیار عورتیں اپنے مرد کے رومانس میں کبھی کمی نہیں ہونے دیتیں۔

بدقسمتی کی بات ہے کہ ہندوستانی عورتیں رومانس کی طرف بہت کم توجہ کرتی ہیں۔ وہ رومانس کے قائم رکھنے کو اپنی شان کے خلاف سمجھتی ہیں۔ حالانکہ یورپین عورتیں بڈھی ہو کر بھی اپنے شوہر میں رومانس پیدا کرتی رہتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی ازدواجی زندگی نہایت کامیاب اور مسرت آگیں ہوتی ہے۔

مجھے معلوم ہے کہ یورپ میں آئے دن طلاق کے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں لیکن ان کے اسباب اور ہیں۔ جو خوش قسمتی سے ہندوستان میں موجود نہیں ہیں۔ ہندوستانی عورتیں نفس کی باندی نہیں بلکہ محبت کی دیوی ہوتی ہیں۔ اس لئے اگر وہ اپنے مردوں میں رومانس کو برقرار رکھیں۔ تو وہ اپنی ازدواجی زندگی کو کامیاب بنا سکتی ہیں۔ اور اپنے مردوں کو قابو میں رکھ سکتی ہیں

محبت اور شہوت

مرد پر قبضہ حاصل کرنے کے لئے اس سے محبت کرنا بھی ضروری ہے۔ ایک عورت محض مرد کی جنسی خواہش کی تکمیل کر کے اس پر قابو حاصل نہیں کر سکتی۔ بے شک مرد عورت سے اپنی جنسی خواہش پوری کرنا چاہتا ہے۔ مگر وہ اسکی محبت کا بھی طالب ہوتا ہے۔ اسے کسی عورت سے اپنی صنفی خواہش پوری کرنے میں کوئی خوشی حاصل نہیں ہوتی جس سے وہ محبت نہ کرتا ہو۔

ایسے حیوان صفت مرد دنیا میں زیادہ نہیں ہوتے جو محض نفس کے غلام ہوں۔ نہ ایسے لوگ اس لائق ہیں کہ ان کو انسان کا درجہ دیا جائے۔ محبت بدلہ چاہتی ہے اس کا مقصد ہی بدلہ ہوتا ہے اسلئے جب مرد عورت سے محبت کرتا ہے۔ تو وہ بدلے میں عورت سے بھی محبت کا طالب ہوتا ہے۔ عورت کی محبت مرد کے دل پر زبردست اثر ڈالتی ہے۔ اس لئے ایک عورت کے لئے یہی کافی نہیں ہے کہ اس کے اخلاق و اطوار اچھے ہوں۔ بلکہ اس میں اظہار محبت کا سلیقہ ہونا بھی ضروری ہے۔ محبت کر کے مرد کے ساتھ اس طرح عاشقانہ محبت کرنی چاہیئے کہ [illegible]

مرد کی یہی محبت کا [illegible] ہے [illegible] کہ وہ محبت [illegible] فطری طور پر محبت کرتی ہے۔ اس طرح کے اظہار محبت کا مرد پر خاص طور پر اثر ہوتا ہے۔ [illegible] عورت کی محبت کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ مرد اپنی جنسی خواہش پوری کرنے کے لئے بھی محبت کا سہارا تلاش کرتا ہے۔ اس لئے عورت اسطرح مرد سے محبت کرے کہ مرد کے دل میں بھی اسکی محبت کا چشمہ پھوٹ پڑے۔

مرد کے مزاج و مذاق کی شناخت

یا شک ہم نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے کہ ایک عورت اپنے شوہر پر کسطرح قبضہ و اختیار حاصل کر سکتی ہے۔ لیکن ابھی اس سے بھی ایک اہم مسئلہ بحث طلب رہ گیا ہے۔ مرد بیوی سے ایک قلبی تسکین دلسوزی اور ہمدردی کی توقع کرتا ہے۔ اگر بیوی سے کسی بات میں ان بن ہو جائے تو دونوں کی مسرت و شادمانی خاک میں مل جائیگی۔ شادی سے پہلے مرد اور عورت ایک دوسرے کے مزاج اور مذاق سے واقف ہو جائیں۔ اس غرض سے یورپ میں کورٹ شپ کا رواج جاری ہے۔ رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے سے پہلے مرد و عورت کچھ روز ساتھ رہتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تاکہ شادی کے بعد ان میں مزاج و مذاق کے اختلاف و تضاد کا اندیشہ باقی نہ رہے۔ اصولاً تو یہ طریقہ صحیح معلوم ہوتا ہے لیکن شادی سے پہلے مرد و عورت میں باہم جو سلوک ہوتا ہے شادی کے بعد بھی اسکی توقع رکھنا ایک فریب نفس سے کم نہیں۔

لیکن ہندوستان میں تو اتنا موقع بھی نصیب نہیں خصوصاً لڑکی کو وہ تو علی العموم ایک محض اجنبی اور ناآشنا مرد کے حوالے کر دی جاتی ہے۔ ایسی حالت میں عورت کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں کہ وہ اپنے شوہر کے مزاج و مذاق کو سمجھے اور اسکے مطابق اپنے مذاق و مزاج اور طرز عمل کو بنانے کی کوشش کرے تاکہ اسکی ازدواجی زندگی کامیاب اور مسرت بخش ہو سکے۔

عورت کو ہر وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ ایسا کوئی کام نہ ہو جس سے اسکے شوہر کو صدمہ پہنچے۔ اور اپنے طرز عمل سے شوہر کو ہمیشہ خوش رکھنے کی کوشش کرے۔ اگر شوہر کسی برائی میں مبتلا ہو۔ تو علی الاعلان برملا اسکی مخالفت اور برائی نہ کرے۔ بلکہ اس حکمت اور تدبیر سے رفتہ رفتہ اس کی اصلاح کرے۔ کہ مرد کو معلوم نہ ہو۔ وہ خود اس برائی کو چھوڑ سکتا ہے۔

عورت کو چاہئے کہ ہر حال میں شوہر کی خوشنودی کا خیال رکھے وہ باہر سے آئے تو اس سے خندہ پیشانی سے ملے نرم اور شیریں گفتگو کرے اور شوہر سے کوئی ایسی بات نہ کہے جو تشویشناک اور سنجیدہ ہو۔ وقت اور موقع دیکھ کر کہنی چاہئے۔ یہ نہیں کہ شوہر جس حال میں بھی آئے کہہ دے۔

شوہر کے خاندان والوں کے ساتھ محبت آمیز سلوک کرنا بھی شوہر کے دل پر قبضہ کرنے کا ایک طریقہ ہے۔ مرد چاہتا ہے کہ اس کی بیوی بھی اس کے خاندان والوں کا اتنا ہی خیال رکھے جتنا وہ خود خیال رکھتا ہے۔ جو عورت اپنے شوہر کے خاندان کے ساتھ اپنے خاندان والوں کی طرح سلوک نہیں کرتی وہ اپنے شوہر کے دل پر بآسانی قبضہ نہیں کر سکتی۔

حقوق واختیار کا غلط مظاہرہ

اس سلسلے میں ایک ضروری بات اور کہنی ہے اکثر عورتیں یہ دیکھ کر کہ شوہر ان کو مانتا ہے وہ جا و بے جا اپنے حقوق واختیار کا مظاہرہ شروع کر دیتی ہیں۔ ابتدا میں تو اس مظاہرے کو مرد خاموشی سے برداشت کر لیتے ہیں لیکن جلد ہی ردعمل شروع ہو جاتا ہے۔ اس وقت عورتیں مردوں کے چال چلن کی طرف سے بدگمان ہو کر دعا تعویذ اور جادو ٹونا شروع کر دیتی ہیں۔ مگر اپنے طرز عمل کی اصلاح نہیں کرتیں۔

عقل کی کمزوری کے متعلق یہ بات بھی ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ مرد فطرتاً آزادی پسند واقع ہوا ہے۔ اس لئے اس پر قبضہ و تصرف حاصل کرنا آسان نہیں ہے۔ تاہم جب وہ ایک بار عورت کے قابو میں آجاتا ہے پھر جو عورت ہوشیار ہوتی ہے وہ اس قبضے کو دائمی بنا لیتی ہے۔ لیکن نادان اور کج فہم عورتیں جلد ہی اس قبضے کو کھو بیٹھتی ہیں اس لئے دانشمندی کا تقاضا یہی ہے کہ عورتیں مرد پر اپنے اختیار کا اظہار نہ کریں اس لئے کہ جب مرد عورت کو اپنے اوپر اختیار جتاتے دیکھتا ہے تو اس کا جذبہ آزادی بیدار ہو جاتا ہے۔ اور اس کے دل میں مخالفت کی آگ بھڑک اٹھتی ہے دوسری طرف عورت اپنے اقتدار کو قائم رکھنے کی کوشش کرتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دونوں میں کشمکش شروع ہو جاتی ہے۔ اور بالآخر عورتوں کو شکست و ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔

میں نے مرد کو قابو میں رکھنے کے جو طریقے اوپر بتائے ہیں وہ بظاہر آسان معلوم ہوتے ہیں لیکن درحقیقت آسان نہیں ہیں ان کو عمل میں لانے کے لئے بڑے خلوص و ایثار، صبر و ضبط اور فہم و دانش کی ضرورت ہے تاہم ازدواجی زندگی کی حقیقی راحت و خوشی اسی میں ہے کہ ایک عورت کا شوہر اس کے قبضے میں ہو۔ اس لئے عورتوں کا فرض ہے کہ وہ مردوں کے مزاج و مذاق کو سمجھیں اور انہیں کامل احتیاط اور ہوشیاری سے اپنے قبضے میں کرنے کی

سفید پانی کی بیمار عورتیں

جو عورتیں سفید پانی کی بیماری میں مبتلا ہیں۔ یعنی وقت بے وقت ندوی وڈل یا سفید رطوبت ان کے خفیہ جسم سے نکلتی رہتی ہے۔ وہ اپنی ہری بھری جوانی کو چند روز میں خاک کر دیتی ہیں۔ کیونکہ سفید پانی کی بیماری سے غفلت برتنا اور اس کا علاج نہ کرنا بے حد خطرناک ہوتا ہے۔ یہی سفید رطوبت دراصل جوانی اور شباب کا جوہر ہوتا ہے۔ جو رفتہ رفتہ بدن سے خارج ہو جاتا ہے۔ اور عورت کو بیکار کر دیتا ہے۔ اس بیماری کے شروع میں عورت کے تمام بدن میں بے کلی اور پنڈلیوں۔ کمر ناف کے نیچے میٹھا میٹھا درد ہوتا ہے۔ پھر سر چکرانے لگتا ہے۔ کام کی زیادتی یا چلنے پھرنے سے بے حد تکان اور کمزوری محسوس ہونے لگتی ہے۔ اس کے بعد ماہواری ایام میں بھی ایسی گڑبڑ پڑتی ہے۔ جو بعض اوقات عورت کی صحت کا بالکل ہی خاتمہ کر ڈالتی ہے۔ پس ایسی حالت میں اس سفید بیماری (یعنی سیلان الرحم) سے عورت کو غفلت ہرگز نہ کرنا چاہیئے۔

سفید پانی کو روکنے کی ترکیب اگر کوئی عورت سیلان الرحم کی مریض ہے۔ اور اس کے خفیہ جسم سے سفید رطوبت یا پانی یا رطوبت نکلتی رہتی۔ تو اس کو روکنے اور اس کا علاج کرنے کی سب سے سستی ترکیب یہ ہے۔ کہ وہ ایک شیشی دوا "روک" استعمال کرے۔ یہ دوا تقریباً بارہ سال سے تجربہ میں آرہی ہے اور سیلان الرحم کی بیماری کو تیسرے دن ختم کر دیتی ہے۔ ہزارہا عورتوں نے اس دوا کے ذریعہ اس بیماری سے نجات حاصل کی ہے۔ دوا شروع کرنے کے تیسرے روز ہی مریضہ بول اٹھتی ہے۔ کہ دوا روک نے کتنی جلدی اسے صحت کا یقین دلا دیا کیونکہ استعمال شروع کرنے کے تیسرے روز سفید رطوبت کا خارج ہونا بند ہو جاتا ہے۔ اور پھر پوری شیشی ختم ہونے تک مرض کی بنیاد ختم ہو جاتی ہے۔ پس جن عورتوں کو سفید پانی کی بیماری ہو انہیں چاہیئے کہ اپنی جوانی کی حفاظت کریں اور

لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ پی۔ بکس ۱۳۳ دہلی کے پتہ پر خط لکھ کر دوا "روک" کی ایک شیشی بذریعہ وی پی پارسل منگا کر استعمال کریں۔ سفید رطوبت سے نجات مل جائے گی۔ ایک شیشی دوا "روک" کی قیمت صرف تین روپے ہے اور سات آنے محصول پارسل لگتا ہے۔

دو روپے میں ــــ اصلی فوٹو کیمرہ

اس فوٹو کیمرہ سے بہت صاف تصویر آتی ہے گھر کے بچوں اور گھر کی عورتوں کے فوٹو خود ہی تیار کیجئے ترکیب بہت آسان ہے۔ اتنی آسان کہ ایک معمولی سمجھ کا بچہ بھی اس فوٹو کیمرہ سے پورا کام لے سکتا ہے۔ اس فوٹو کیمرہ سے کارڈ کے ½ سائز کی تصویر آتی ہے۔ مگر بہت صاف اور روشن آتی ہے۔ اس فوٹو کیمرہ سے مناظر اور عمارات کے فوٹو بھی بہت صاف آسکتے ہیں۔ اسی لئے ہندوستان میں بڑی تیزی سے فروخت ہو رہا ہے۔ جہاں ایک فوٹو کیمرہ منگایا جاتا ہے۔ پھر وہاں سے درجنوں کی مانگ آتی ہے کیونکہ بہت خوبصورت اور مضبوط اور کارآمد چیز ہے اس لئے خریدار لے کر خوش ہوتا ہے۔ اور اب بجائے دس پندرہ روپے خرچ کرنے کے صرف دو روپے میں ویسا ہی کارآمد فوٹو کیمرہ مل جاتا ہے۔ اس فوٹو کیمرہ کے ساتھ اس کے فلم اور پرنٹنگ کارڈ اور فوٹو تیار کرنے اور دھونے کا مسالہ بھی ساتھ ہی مفت دیا جاتا ہے۔ تاکہ کیمرہ وصول کرتے ہی استعمال کیا جاسکے آسان ترکیب استعمال کا فارم بھی کیمرہ کے ساتھ روانہ ہوتا ہے۔ ایک عدد فوٹو کیمرہ کی قیمت صرف دو روپے ہے۔ تمام سامان اس کے ساتھ مفت ملتا ہے۔ محصول ڈاک سات آنے علاوہ۔

منیجر کامیاب بکڈپو پی۔ بکس ۱۳۳ دہلی کو خط لکھ کر بذریعہ وی پی پارسل منگا لیجئے۔ دو عدد کیمرہ ایک ساتھ منگانے پر محصول ڈاک معاف ہے۔

ایک شیشی کی قیمت تین روپے
اور اس کا عجیب و غریب اثر ناقابل یقین معجزہ

[illegible] بے قیمت پر مال کر دینے والی طاقت [illegible] کمالات پیش کر رہی ہے۔ سائنس کی بدولت انسانی [illegible] بہت سی مشکلات حل ہو گئی ہیں ۔ سائنس دان کامیاب ہو چکے تھے۔ مگر اب کچھ عرصہ ہوا انہیں ایک نہایت عجیب [illegible] عورت کو حمل ٹھہرانے کی ترکیب۔ دنیا اور خصوصاً ہندوستان میں ہزاروں لاکھوں ایسے گھرانے ہیں [illegible] [illegible] جن گھروں کے ہاں اولاد نہیں ہوتی یا عورت کو کسی وجہ سے حمل نہیں ٹھہرتا۔ مگر اب سائنس کی [illegible] [illegible] ایک مرکب دوا تیار کی گئی ہے۔ جس کے ذریعہ عورت کو حمل ٹھہر جاتا ہے۔ اس دوا کا نام "محافظ اولاد" ہے۔ تجربہ [illegible] [illegible] سات دن تک عورت کو کھلائی جاتی ہے۔ ان سات دن میں وہ مرد سے بالکل علیحدہ رکھی جاتی ہے اور ٹھیک آٹھویں روز یہ [illegible] توڑ دیا جاتا ہے یعنی عورت مرد ایک جگہ ہوتے ہیں۔ تو اسی رات عورت کو حمل ٹھہر جاتا ہے۔ کیونکہ سات دن کے اندر یہ دوا عورت کے [illegible] [illegible] اس قابل بنا دیتی ہے۔ کہ آٹھویں رات جب عورت مرد . . . . . . تو اسی رات عورت کو حمل رہ جاتا ہے یہ دوا اب [illegible] [illegible] ہے۔ لہٰذا جن عورتوں کے ہاں اولاد نہ ہوتی ہو انہیں چاہیئے کہ

لیڈیز ڈاکٹر زنانہ دواخانہ پی۔ بکس ۲۲ دہلی کے پتہ پر خط لکھ کر دوا "محافظ اولاد" کی ایک شیشی بذریعہ وی۔ پی پارسل منگا کر استعمال کریں۔ ٹھیک ایک سال بعد ان کی گود میں بھی بچہ کھیلتا نظر آئے گا ایک شیشی میں ایک عورت کے لئے پوری سات خوراک دوا ہوتی ہے۔ اور اس کی قیمت دو روپے آٹھ آنے ہے محصول پارسل سات آنے لگے گا۔

پیشاب کے بعد سفید قطرہ

اگر پیشاب کرنے کے بعد یا پیشاب سے پہلے سفید رنگ کا پانی خارج ہو تو یہ بہت خطرناک بات ہے۔ اسے جریان کی بیماری کہتے ہیں رفتہ رفتہ یہ مرض بڑھ جاتا ہے۔ تو پھر آدمی شادی کے مطلب کا نہیں رہتا۔ اس کی قوت مردمی ختم ہو جاتی ہے۔ اس واسطے جن مردوں کو یہ شکایت ہو یعنی پیشاب کرتے ہیں۔ پہلے یا پیشاب کے بعد یا بیوی کے قریب جانے سے پیشتر ہی سفید رنگ کی رطوبت خارج ہو جاتی یا رات کو سوتے میں احتلام ہو جائے (یعنی خواب ہو جائے) تو اس خطرناک مرض سے غفلت نہ کرنی چاہیئے۔ ورنہ ایک دن زندگی خاتمہ کر دیگا مگر یہ بعض ڈاکٹر یا حکیم اس مرض کو بہت مشکل بتاتے ہیں اور کہتے ہیں اس کے علاج میں کافی روپیہ خرچ ہوگا لیکن یہ ان کی بھول ہے

جریان کا مرض صرف ایک ہفتہ میں ختم کیا جا سکتا ہے

اور صرف ساڑھے تین روپے خرچ ہوں گے۔ دہلی کے مشہور زنانہ دواخانہ کی تیار کردہ "جوہر اعظم" اس مرض کے لئے حقیقتاً اکسیر کا کام کرتی ہے۔ صرف ایک شیشی جوہر اعظم سے بڑے بڑے پرانے مریضوں کو تندرستی ہو گئی [illegible] کے اندر ہی [illegible] میں بھی [illegible] [illegible] کہ جوہر اعظم جریان کے مرض کا بہترین علاج ہے۔ چنانچہ اس وقت سے آج تک اس دوا پر [illegible] [illegible] کو [illegible] **جنرل منیجر زنانہ دواخانہ پی۔ بکس ۲۲ دہلی** کے پتہ پر خط لکھ کر جوہر اعظم کی شیشی بذریعہ وی پی پارسل [illegible] ایک شیشی کی قیمت تین روپے آٹھ آنے ہے پارسل [illegible] ہندوستان [illegible] سے نہیں لیا جاتا۔

انسانیت تماشہ

اگر آپ میری جگہ ہوتے تو...؟

قیسی رامپوری

باہر ہیں اندر آجاؤں میں ؟

نہیں ؟

آپ کے کمرہ میں رنگ کر دی گئی ہے

تھا اور مزدوروں کے ساتھ آتا ۔ اسطرح میرے کمرہ میں کرکٹی دو کیا کرو"

کیوں ؟

بیوقوف سا کہہ دیا تجھ سے ۔ اس نے معصومانہ نظروں سے میری خفگی کو دیکھا ۔ اچنبھے اور شوخی کے ملے جلے جذبات سے گردن کو ہلکا سا خم دیا اور بھاگتی ہوئی سیڑھیوں پر اتر گئی ۔ انسان فطرتاً کسی نقصان پر شکوہ سنجی کا عادی ہے لیکن قبل از وقت شباب باخنگی پر نوحہ کرنے میں میں اسکو حق بجانب سمجھتا ہوں ۔ عدم ملاقات بھی کیسی بری چیز ہے ۔ اگر آپ کی شکل جاڑوں کی سی ہو اور جذبات سال خوردہ لوگوں کے سے (سال خوردہ میں نے اس لئے پسند کیا ہے کہ اس میں کسی قدر تجربہ کاری کی شان بھی نمایاں ہے) تو ایسا معلوم ہوتا ہے گویا ایک شیشہ بلوریں میں شراب بے کیف بھر دی گئی ہو بسنتی کو بھی میرے جوان چہرے تنومند جسم دیکھ کر یہی مغالطہ ہوا کہ میں جوان ہوں ۔ دیہاتی لڑکی نفسیات کو کیا سمجھ سکتی تھی وہ کس طرح تمیز کر سکتی تھی کہ تیس سال کا طویل مدت میں بھی روح کبھی انسان کا جسم میں سو جاتی ہے ۔

نسیمہ کے انتقال کے بعد میں بالکل بدل گیا تھا میرا نظریہ حیات بدل گیا تھا ۔ دل بدل گیا تھا ۔ جذبات بدل گئے تھے اور ان کے ساتھ سارا جہاں بدل گیا تھا اس کی دو سالہ رفاقت نے مجھے بالکل فتح کر لیا تھا کیسی محبت پرست بیوی تھی کیسی اطاعت شعار کتنی نیک ۔ اس نعمت کے چھن جانے پر میری زندگی قرین رہبانیت ہو گئی تھی ۔ حیات سوال کی شکل میں اکثر میرے سامنے آکر کھڑی ہوتی کہ اب اس کا لائحہ عمل کیا ہونا چاہیئے ۔ مگر میں ایسے تقاضوں اور سوالوں کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتا ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بھی ستم گر ہو گئی ۔ اس پر بھی افسردگی چھا گئی آلام کے تازیانے میرے لگتے تھے مگر جسم اسقدر سُن ہو چکا تھا کہ اثر بھی نہ ہوتا تھا ۔ مسرت اٹھلاتی ہوئی آتی اور میرے لبوں پر پھول برسانے کی کوشش کرتی لیکن دل کی ویرانی اسکو دھکا دے کر ایک طرف پھینک دیتی ۔ سینے کو خالی پاکر اور دل کو سنسان دیکھ کر کبھی میں اس کعبہ کا طواف کرنے کی جرأت کرتیں مگر کوئی فیض نہ پاکر مایوس ہو جاتیں ۔ تعطل کے بے معنی اور سرد جذبات نے ہر شے کی لطافت کو سلب کر لیا تھا ۔

بسنتی دو شیزۂ بیابان تھی لیکن پروردۂ جہاں جس گاؤں میں میں مقیم تھا اسی میں اسکی جھونپڑی تھی جو میرے مکان سے متصل گاؤں والے اسکو آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی گوارا نہ کرتے تھے کیونکہ اس کی پیدائش کے دو دن پہلے ہی دن اس کا باپ مر گیا تھا ۔ اور ایک ہفتہ بعد ماں ۔ بوڑھی نانی نے اسکو پالا تھا اب وہ جوان ہو گئی تھی اور محنت مزدوری کر کے اپنا اور اپنی نانی کا پیٹ پال رہی تھی ۔ دیہاتیوں کا نظریۂ محبت ہمارے سے بہل اور بے مبالغہ نظریۂ محبت سے مختلف ہے ۔ بسنتی کو بھی ایک نوجوان پسند کرتا تھا ۔ اور چاہتا تھا کہ اس کی شادی اسی سے ہو جائے ۔ بسنتی بھی گاؤں والوں سے تنگ تھی اس لئے وہ بھی اس نئی زندگی کے لئے رضامند تھی کبھی یہ دونوں نوجوان محبت کرنے والے راہ میں مل جاتے تو بسنتی گھونگٹ نکال کر آنکھ چھوڑ دیتی اور بڈھا اسکو ایک حسرت بھری نظر سے دیکھتا ہوا آگے گذر جاتا ۔

میں چونکہ اسکو دوسرے گاؤں والوں کی طرح دھتکارتا نہ تھا نہ چھیڑتا تھا ۔ اس لئے وہ اکثر میرے ہاں آکر کام کرتی تھی اور میں بھی ازراہ ترحم اسکو مزدوری کے علاوہ پیسے دیدیا کرتا تھا ۔ مگر میں اس کا روادار نہ تھا کہ ایک غریب لڑکی بیٹا کا نہ میرے ہاں آتی جاتی رہے گاؤں والوں نے مجھے شبہ کی نظر سے دیکھنا شروع کر دیا مگر وہ کچھ میرے رعب اور کچھ ساکھ سے دبے ہوئے تھے ۔ اور مجھ سے بسنتی کو منع کرنے کا کوئی بڑا موقع ہاتھ نہ لگا ۔

وہ جوانی اور معصوم لڑکی یا کہیں مجھے کچھ نہیں



[illegible] جل سکتے تھے [illegible] جہاں چھوڑ [illegible] گھبراہٹ ہوئی۔

ایک [illegible] زور کی آندھی آئی ایسے زور کی کہ میں نے اپنی عمر میں آج تک نہیں دیکھی تھی۔ بڑے بڑے تناور درخت جڑ سے اکھڑ کر دور جا گرے۔ اندھیری رات جنگل کا سماں [illegible] ایسا معلوم ہوتا تھا گویا عفریت کشتی لڑ رہے ہیں۔ طوفان کی دیوانگی کوشش کر رہی تھی کہ بادوباراں کے اہرمنوں کے غیظ کو ٹھنڈا کر سکے۔ مگر ان کا جنون بارش سے اور بھی بڑھ گیا تھا۔ بادل کی قیامت خیز گرج، بجلی کی خیرہ چشم چمک اور ہوا کے جھونکوں کی ہیبت خیز سنسناہٹ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آج کرہ ارضی کی خیر نہیں۔ پہر تناور درختوں کے گرنے کے دھماکے اور ان کے نیچے دب جانے والے انسانی چیخیں ایسا مہیب نظارہ تھا کہ میری روح لرز رہی تھی۔ میں نے تمام دروازے اور کھڑکیاں بند کر رکھی تھیں۔ مگر ہوا کے تیز جھونکوں سے معلوم ہوتا تھا۔ گویا کئی سو منڈی آدمی میرے قتل کے درپے ہوں کہ [illegible] کو جھنجھوڑ رہے تھے۔

دفعۃً میرے مکان کے سامنے والا تناور درخت [illegible] گرا اور اس کے ساتھ ہی ایک دہشتناک چیخ بلند ہوئی جس کو چشم زدن میں [illegible] غضب کر گئی اس کے بعد ایک مسلسل [illegible] بلند ہوا جو کسی مصیبت گرفتہ [illegible] کے سینے سے نکل رہا تھا۔ [illegible] ہے جو کرنے کے لئے بچا [illegible] دیواروں کو توڑتا ہوا۔ اور اپنے جسم کو پوری طرح دھکیلتا ہوا اسطرح آگے بڑھا گویا کئی ہزار آدمیوں کی زبردست بھیڑ کو چیرتا پھاڑتا چلا جا رہا ہوں بمشکل صحن کو طے کیا اور سخت تاریکی میں ٹٹولتا ہوا دالان میں پہنچا۔ باہر کا دروازہ کھولا۔ دروازہ کھلتے ہی ایسا معلوم ہوا۔ گویا ایک پوری انسانی لاش اڑ کر میرے اوپر آ پڑی ہے۔ میں گھبرا کر پیچھے ہٹا اور اندھیرے میں حیرت سے دیدے پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ وہ لاش آہستہ سے اٹھی اور اس کے کسی حصہ سے آواز آئی۔ "بابو جی"

بسنتی تھی وہ مجھے نہ معلوم کیا کہہ رہی تھی طوفان کے شور میں اس کی آواز کانوں تک پہنچتی ہی نہیں تھی۔ آخر میں نے اسکو سنبھالا اور دالان میں لے آیا۔ وہ تمام تر بھیگ رہی تھی۔ اندھیرے میں ہم دونوں گویا تاریکی کا ایک جزو بن گئے تھے۔ وہ بری طرح رو رہی تھی۔ آخر میں نے اسکو تسلی دیتے ہوئے کہا "بسنتی گھبراؤ نہیں اب تم محفوظ ہو۔ تمہاری نانی کہاں ہے؟"

"بابو جی ہماری جھونپڑی اڑ گئی ہم زمین پر اوندھے پڑے ہوئے تھے کہ پیڑ ہمارے اوپر آ گرا۔ نانی اس کے نیچے دب گئی میں نے اسکو بہترا جھنجھوڑا پر وہ بولی تک نہیں رام جانے جیتی ہے یا مر گئی؟"

"اچھا تم یہاں ٹھہرو۔ میں باہر جا کر دیکھتا [illegible]

وہ [illegible] گئی [illegible] مکان [illegible] سے بھیگا ہوا اور سردی سے کانپتا [illegible]

"بسنتی مجھے بہت رنج ہے کہ تیری نانی اب تجھے نہیں مل سکتی" وہ پہلے ہی سمجھ گئی تھی۔ زار و قطار رونے لگی۔

"رونے سے اب وہ زندہ نہیں ہو سکتی۔ بسنتی صبر کر۔ قدرت ہمیشہ سے ایسے ہی تماشے دیکھنے کی عادی رہی ہے کہ غریبوں کے وارث کو اٹھا لیتی ہے تاکہ وہ دربدر کی ٹھوکریں کھاتے پھریں" اس نے بے چارگی اور لاوارثی سے مغلوب ہو کر میرے پیر پکڑ لئے۔ میں نے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اور بڑی مشکل سے سکون پذیر کرنے میں کامیاب ہوا اسکو کمبل اور دری دی۔ غالباً اس کی زندگی میں یہ پہلا مکمل بستر ہوگا۔ جس پر وہ آج سوئی۔ اس کے پاس لالٹین اسکے پاس چھوڑ کر اوپر اپنے کمرے میں چلا آیا۔

صبح تک طوفان فرو ہو چکا تھا۔ عجیب حیرت خیز منظر تھا۔ جھونپڑیاں اڑی پڑی تھیں۔ بڑے بڑے درخت دور دور تک ٹوٹے پڑے تھے جن کے نیچے کچھ آدمی سسک رہے تھے کچھ مرے پڑے تھے۔ بہت سے لوگ مندروں اور کچے پکے مکانوں میں گھسے ہوئے تھے۔ مائیں آنسو بہاتی ہوئی اپنے اپنے بچوں کو ڈھونڈھ رہی تھیں۔ کہیں باپ کی [illegible] رونا ہو رہا تھا۔ کہیں [illegible] بھائی [illegible] اور کہیں مردہ شوہر کا ماتم کیا جا رہا تھا [illegible]

[illegible]

کا صفایا کر دیا۔

میں نے صبح بسنتی کو کچھ روپیے دیکر رخصت کیا اور کہہ دیا کہ کوئی دور دراز کا رشتہ دار ہو تو اس کے پاس چلی جائے یا کہیں اور جگہ جاکر محنت مزدوری کرے۔ وہ روتی ہوئی میرے پاس سے چلی گئی۔ اس کی مست چال آج ایک پابجولاں قیدی کی چال میں بدلی ہوئی تھی۔ اس کی شوخیاں اور دیہاتی الہڑپن آج یاس و بیچارگی سے دب کر بالکل زمین بوس ہو چکا تھا

ابھی بسنتی کو میرے پاس سے گئے ہوئے تین دن ہی ہوئے ہوں گے کہ وہ پھر روتی ہوئی میرے پاس آمری۔ خدا کرے میں نے دلمیں کہا

"کیا ہے؟" میں نے قدرے تلخی سے پوچھا۔

"بابو جی مجھے گاؤں والے نکال رہے ہیں اب میں کہاں جاؤں؟"

"کیوں نکال رہے ہیں تجھے گاؤں والے؟" میں نے بسنتی سے پوچھا۔

"وہ کہہ رہے ہیں کہ تو اسی کے پاس جا جس کے پاس تو رات کو رہتی تھی۔ میں تو تمہارے ہی پاس رات کو رہی تھی بابو جی؟"

"چپ پاگل کہیں کی؟" رات کو رہنے کا ناپاک مفہوم اس کے دماغ میں کیا آسکتا تھا جو بات اس نے سنی تھی وہ بیان کر دی میں شرم اور غصہ سے لرز اٹھا کس قدر پاجی ہیں یہ گاؤں والے وہ بیگناہوں کو مفت میں رسوا کرتے ہیں کیا کسی مصیبت زدہ جوان عورت کو پناہ دینا گناہ ہے؟ کیا یہ ثواب ہوتا کہ اس قابل حادث اس بیکس عورت کو طوفان میں مرنے کیلئے باہر چھوڑ دیا جاتا کیا انسانیت اس قدر پُرمعصیت شے کا نام ہے کہ اس کی آغوش میں پناہ لینے والی ہر ہستی معصیت کار بھی جانی لگتی ہے؟ کیا [illegible] [illegible]

نہ جھی پہنچیا اس خود غرض دنیا میں بےغرضی و پاک بازی لفظ بے معنی ہیں؟ استغفر اللہ!

"بابو جی۔ اب میں تمہارے پاس ہی رہوں گی" بسنتی کی معصوم آواز نے مجھے چونکا دیا۔

"اچھا اب زیادہ بکواس نہ کر نیچے دالان میں چلی جا۔ لیکن بات تو سن بدھا کے پاس جانے کو رضامند ہے تو؟"

"ہاں ہاں چلی جاؤں گی ان کے پاس تو اب تم ان سے میرا بیاہ کر دو ــــ"

"اچھا اچھا بلواتا ہوں اسکو تو نیچے جاکر بیٹھ" میں نے بدھا کو بلوایا۔ وہ اکڑتا ہوا آیا۔

"آؤ بدھا کہو اس رات کو طوفان سے تمکو تو کوئی دکھ نہیں پہنچا؟"

"میں اس رات کو گاؤں میں نہیں تھا"

"خیر اچھا اب ایک بات سنو تمکو معلوم ہے کہ بیچاری بسنتی کا اب دنیا میں کوئی بھی تو نہیں رہا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اب اسکو کوئی ٹھکانہ مل جائے تو اچھا ہے اب تم اپنا گھر آباد کر لو بسنتی تمہارے ساتھ بیاہ کیلئے راضی ہے۔ روپے پیسے کی فکر نہ کرو۔ میں سب انتظام کر دونگا"

"میں مافی (معافی) چاہوں سرکار۔ وہ اب میرے کام کی نہیں رہی" اس نے گستاخانہ کہا۔

"کیوں؟"

"وہ بیسوا ہے اور بیسوائیں آپ جیسے امیروں کا کھلونا ہوتی ہیں"

"بدتمیز، بیہودہ۔ اب تیری شامت تو نہیں آئی ہے نالائق۔ ایک بیگناہ بچی کو بیسوا بنا رہا ہے شیطان" میں نے غصہ سے کانپتے ہوئے کہا۔

"بابو جی بگڑتے کیوں ہو۔ اگر ایسے ہی بڑے آپ نیک ہو تو آپ ہی اس سے بیاہ کیوں نہیں کر لو [illegible]

نا معقول دیہاتی [illegible]

"کیوں بدھو" آخر میں نے [illegible] کو بلوایا اور اس سے کہا کہ [illegible] کہ سرکار تمہاری شادی کر دو۔ بولو تیار ہو؟"

"ہاں ہاں حضور"

"تم کو ہم دس روپے ماہوار دیتے ہیں شادی کے بعد پانچ اور بڑھا دینگے تاکہ تمہارا گذارہ ہو جائے"

"سرکار کی پرورش ہے۔ کہاں ہوگی میری شادی حضور؟" اس نے بیحد اشتیاق سے پوچھا۔

"دیکھو بھائی لڑکی اچھی ہے۔ شکل و صورت بھی خاصی ہے۔ صرف یہ بات ہے کہ وہ دیہاتی ہے"

"دیہاتیوں میں کیا برائی ہے آقا وہ بھی اللہ میاں کی مخلوق ہیں۔ اچھا تو کون لڑکی ہے حضور؟"

"بسنتی کو جانتے ہو نہ ــــ؟"

"جی جی بسنتی ــــ بسنتی حضور؟" اس نے اسطرح کہا... گویا بسنتی کو آپ کی ملکیت ہے اپنے ہی پاس رکھئے

"کیا مطلب ہے تمہارا اس جی حضور سے؟" میں نے گرجکر پوچھا۔

"سرکار مجھے معاف رکھیں۔ وہ بدچلن ہو کر رہی ہے"

"کیا تم اس کی بدچلنی کا کوئی ثبوت دے سکتے ہو؟" میں نے تیز ہو کر پوچھا۔

"وہ راتوں کو دوسروں کے ہاں [illegible] جاتی ہے۔ حضور" اس نے گستاخانہ کہا۔

میری آنکھوں میں خون اتر آیا "نکل جا مردود دور ہو میری آنکھوں کے سامنے سے اسی وقت نکل اور پھر کبھی میرے سامنے نہ آنا ورنہ جان سے مار دونگا۔ پاجی گستاخ!"

خوب۔ تو گویا دنیا ہے۔ غریب بسنتی کو کوئی محض اس لئے نہیں چھوڑتا تھا کہ اسکو اس طوفانی رات میں باہر مر جانے کیلئے نہیں چھوڑ دیا گیا۔ اور [illegible] [illegible]

اسکو اس ماحول سے نکالنے کے ... کر
مہیا ... کر دے۔
اب ... مجھے ... کا اظہار ... ضروری
... اسکو کسی ... کر یہاں تک
بڑی ... ملازمہ ... تو کسی دوسرے گاؤں
میں جانے کے لئے تیار تھی اور نہ کوئی اسکو
... وہ تھا۔ میں بھی اسکو
اپنے پاس نہیں رکھ سکتا تھا۔ وہ میرے پاس
... سکتی تھی۔ ایک جوان عورت ایک
جوان مرد کے ساتھ کس حیثیت سے رہ سکتی ہے
اگر اسکو ملازمہ کی حیثیت سے رکھتا ہوں
... ہوتا ہوں کہ جوان ملازمہ گھر میں ہے
... بات دونوں میں ضرور ہے۔ سوائے
ملازمہ کے بسنتی اور کسی حیثیت سے میرے
پاس نہیں رہ سکتی تھی اور نہ میں اسکو رکھ
سکتا تھا۔ ایک صورت اور ہے ہاں ایک شکل
تھی اور تھی معقول ترین شکل۔ وہ شکل جو لعد
ازاں سوسائٹی کا منہ بند کر دیتی ہے — میں
بسنتی کو اپنی بیوی بنا لوں۔ مگر میرے لئے یہ ایک
بہت قربانی تھی۔ کہاں ایک گنوار لڑکی
اور کہاں میرے مہذب اطوار۔ ایک تہذیب
یافتہ ماحول۔ میرے خیال میں اور عوام کے

... نسائیت و تہذیب ...
کہ انسان ... ہوتی ہے وہ ...
... کے بجائے ... ہر تکلف
اور سخت تکلیف دہ۔ خوائین کا ... جاتے
اور مہذب بن جاتے۔
مجھے ایک جاذب، تعلیم یافتہ اور دولتمند
بیوی ملنے والی تھی۔ جو میرے جذبات کو سمجھ
سکتی تھی جو میری تمام باتوں کو پڑھ سکتی۔
جس کی روح تک میری روح پہنچ سکتی تھی
ان تمام جذبات کے ساتھ جو خانگی زندگی
کو خوشگوار بنانے میں ممد ثابت ہوتے ہیں
بسنتی محض ایک مجسم مشکل تھی ایک گنگ
جذبات اور کورحسیات رکھنے والی ہستی تھی
جس کی سب سے بڑی خوشی۔ جس کے سب سے
زیادہ شگفتہ جذبات اور جس کی بہترین ..
خوش نصیبی اس میں تھی۔ کہ میں اسکو دونوں
وقت پیٹ بھر کر کھانے کو دیدوں۔
لیکن مرد قربانی کر سکتا ہے۔ مرد کی نفسیات
کا ایک اہم خاکہ یہ بھی ہے کہ وہ جنسی مشاغل
کی تسلی پر دیگر ضروریات کو وقتی طور
پر نظر انداز کر دیا کرتا ہے۔ چنانچہ میں نے
اپنے تہذیب یافتہ جذبات اور امید پرور

خیالات کو روندتا چھوڑ کر ... ایک ...
کہ اسکو اس کے اپنے قدرتی معانی ... کے
ساتھ قبول کر لیا۔ بسنتی دائمی طور پر میری
زندگی سے وابستہ ہو گئی۔ اور تہذیب
ہمیشہ کے لئے مجھ سے روٹھ کر کہیں
جا چھپی۔ بسنتی ایک وہ گنوار و ... تھی
تھی جو ہر پہلو چھری کی ضرب کو دبا ... تسلیم
قبول کر لیتا ہے۔
گاؤں کے لوگ اس ہمدردی کو اچھی نظر سے
نہیں دیکھتے۔ مگر میں ان لوگوں کے تفکرات
کا مطالعہ کرتا یا بسنتی کا شیدا بننے کی کوشش
کرتا میرے خیال (ا) ور شاید آپ کے بھی!
میری فلاح اسی میں تھی۔ کہ میں بسنتی کو کچھ
اونچا لے جا کر ایک قابل تحمل فضا میں اس کے
ساتھ ہی گم ہو جاؤں۔

اطلاع

بعض ناگزیر حالات کے باعث مسٹر آر۔ پی آنند ایڈورٹائزنگ ایجنٹ چاندنی چوک دہلی کو ... کے شعبۂ اشتہارات الگ کر دیا گیا ہے۔ لہذا آئندہ تمام خط و کتابت و ترسیل زر متعلقہ اشتہارات مستقلاً براہ راست ... کے پتہ پر ... ورنہ ادارہ ذمہ دار نہ ہوگا ...

مردانہ کمزوری کا علاج مفت

اگر آپ کی قوت مردمی کمزور ہے۔ اگر آپ کو بوقت خاص شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے۔ یا سرعت کی شکایت ہے یعنی وقت خاص میں جلدی فراغت ہو جاتی ہے۔ یا قوت مردمی کی ضرورت کے وقت پوری طرح توجہ نہیں ہوتی۔ یا جریان وغیرہ کے باعث جوانی کمزور پڑ گئی۔ یا جریان وغیرہ کے باعث جوانی کمزور پڑ گئی ہے۔ یا کثرت احتلام (یعنی خواب) کے سبب خفیہ طاقت میں کمی آگئی ہے۔ یا بچپن کی غلطی جلق وغیرہ کے باعث مردانہ طاقت سست ہے اور ان وجوہات کی بنا پر جوانی کی اصلی زندگی سے آپ اور آپ کی بیوی دونوں محروم ہیں۔ تو اس جائز حقیقت پر ہماری خدمات مفت حاضر ہیں ہم اس تحریر کے ذریعہ آج یہ اعلان کرنے میں خوشی محسوس کر رہے ہیں کہ ایسے ہر جائز ضرورت رکھنے والے شخص کا علاج مفت کیا جائے گا

ساڑھے چار روپے کی دوا مفت

لہذا اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ جو حضرات ایمانداری کے ساتھ اپنے جائز ضروریات کے لئے ہم سے دوا منگوانا چاہیں خط لکھ کر منگا لیں۔ ہم دوا مفت دینگے۔ مگر یاد رہے کہ کوئی صاحب عیاشی اور بدمعاشی کرنے کے لئے ہم سے یہ دوا طلب نہ کریں۔ بلکہ صرف اپنی گھریلو زندگی کو خوشگوار بنانے اور اپنی بیوی کے ساتھ خوش رہنے اور خوش رکھنے کے لئے اس رعایت سے فائدہ اٹھائیں۔ اس واسطے جو صاحب بھی ہم سے یہ دوا مفت منگائیں وہ صاف صاف لکھ کر انہیں محض اپنی جائز ضرورت کے لئے دوا چاہیئے یا اور کسی ضرورت کے لئے۔ اگر جائز ضرورت کے لئے طلب کی تو ہم معجون کاشمیری کی ایک شیشی مفت بھیج دیں گے یہ وہ دوا ہے جو گذشتہ نو سال کے عرصہ میں ہندوستانی مارکیٹ میں یہ ثابت کر چکی ہے کہ نامردی اور کمزوری کو دور کرنے کیلئے اس وقت سب سے بہتر اور جلد اثر کرنے والی یہی ایک دوا ہے۔ جس کے مقابلہ پر یورپ اور امریکہ سے آئی ہوئی دوائیں بھی بیکار ثابت ہو رہی ہیں معجون کاشمیری کی ایک ایک گولی مریض کو ثابت کرتی ہے کہ کتنی جلدی اپنی قوت مردمی واپس لے رہا ہے۔ یہ دوا براہ راست ان غدودوں پر اثر انداز ہوتی ہے جن کا تعلق مردانہ طاقت سے ہے۔ یہ انہیں پھر مضبوط کر دیتی ہے۔ طاقتور بنا دیتی ہے۔ اور انسان اپنے اندر ایک بار پھر جوانی کی تڑپ محسوس کرنے لگتا ہے۔

پندرہ دن میں مرد

ایک شیشی ایک مریض کے لئے کافی ہے۔ جس میں تقریباً پندرہ دن کی دوا ہوتی ہے۔ اس کے استعمال کے بعد انسان اپنے جسم میں وہ سب کچھ محسوس کرتا ہے جس کی نوجوان آدمی کو ضرورت ہے۔ قوت مردمی جوان ہو جاتی ہے۔ اور امساک کی طاقت بھی بڑھ جاتی ہے۔ یہ دوا تقریباً ۹ سال سے مارکیٹ میں ہے۔ اور ہزارہا آدمی اس کی بدولت سرعت اور کمزوری اور قوت باہ کی کمی کو پورا کر چکے ہیں۔ لاتعداد سارٹیفکیٹ ہمارے پاس اس دوا کے موجود ہیں۔ جن میں بڑے بڑے ڈاکٹر وید اور حکیم بھی شامل ہیں ایک شیشی کی قیمت چار روپیہ آٹھ آنے ہے۔ محصولڈاک گیارہ آنے لگتا ہے۔ مگر ہم اعلان کرتے ہیں کہ فی الحال دوا کی قیمت کسی سے نہیں لیں گے۔ بلکہ دوا مفت روانہ کریں گے۔ البتہ اشتہاری اور دفتری اخراجات کی مد میں منگانے والے کو کم از کم ایک روپیہ ضرور دینا پڑیگا۔ اور پارسل کا محصول بھی خود ادا کرنا ہوگا۔ لہذا جو حضرات ضرورت مند ہوں وہ فوراً

جنرل مینیجر زنانہ دواخانہ پی بکس ۳۴ دہلی

کے پتہ پر خط لکھ کر ایک شیشی معجون کاشمیری منگا سکتے ہیں۔ یا تو ایک روپیہ گیارہ آنے بذریعہ منی آرڈر بھیجدیں یا بذریعہ وی۔ پی پارسل منگا لیں سو دوا ہر صورت روانہ کر دی جائے گی۔

نوٹ:۔ جس مریض اپنی آنکھوں سے دیکھے کہ اسے صرف ایک شیشی معجون کاشمیری نے مرد بنا دیا۔ اور اس کی سوئی ہوئی جوانی جاگ اٹھی تو اس پر اخلاقی فرض ہو جاتا ہے کہ وہ پورا فائدہ اٹھانے کے بعد ہماری دوا کی قیمت بھی ہمیں بھیج دیں۔ ایک مریض کو صرف ایک شیشی مفت دی جائے گی تاکہ وہ دیکھ سکے۔ یہ اسکیم محض اس لئے پیش کی گئی ہے کہ آجکل اشتہاری دواؤں سے مریضوں کا ناک میں دم آ گیا ہے اور اکثر ہر مریض ... بیان کا اعتبار ایسی دواؤں سے اٹھ گیا ہے مگر امید ہے کہ ہماری یہ بے لوث خدمت قدر کی نظروں سے دیکھی جائے گی اور ضرورت مند اس سے جائز فائدہ اٹھائیں گے۔

یہ طلا ہے یا جادو

۳ منٹ میں اثر اب یہ بات ... ہندوستان بھر میں افغانی طلا پینے والے کے
... ایک منٹ میں یہ طلا انسان کو کیا سے کیا بنا دیتا ہے
[illegible] ڈاکٹروں سے پوچھو اب اپنے مریضوں کو صرف
افغانی طلا استعمال کراتے ہیں بجلی سستی اور لاغری کا واحد علاج
[illegible] ایک ہی شیشی کے استعمال سے پیڑو اور کمزوری اور سستی
ہمیشہ ختم ہو جاتی ہے اور اب تو یہ افغانی طلا اتنا مشہور ہو گیا ہے۔ کہ
سینکڑوں آدمی روزانہ خریدتے ہیں۔ اور استعمال کر کے اپنے
دوستوں سے اس ایجاد کا حیرت کے ساتھ ذکر کرتے ہیں
نمایاں ثبوت یہ ہے کہ پہلے ہی دن کا استعمال مریض کو صاف صاف
ظاہر کر دیتا ہے۔ کہ افغانی طلا کتنی حیرت انگیز چیز ہے۔ قوت مردی کو
لوہے کی طرح مضبوط کرنے کے لئے صرف افغانی طلا استعمال کرنا عقلمندی
ہے ایک شیشی جس میں پورا علاج ہے کی قیمت صرف دو روپے دو آنے ہے
دو بارہ پارسل پر محصول خرچ سات آنے لگتا ہے۔
ملنے کا پتہ منیجر آل انڈیا میڈیکل اسٹور پی بکس ۱۵ دہلی

دمہ کا مرض لاعلاج ہے

دمہ کے مریضوں سے آج کل کے حکیم کہہ دیتے ہیں کہ علاج مت کرو
کیونکہ دمہ کا مرض لاعلاج ہے۔ یعنی اس مرض کو آرام ہی نہیں ہوتا
یہ بالکل غلط بات ہے۔ دمہ کا مریض صرف سات روز میں تندرست کیا جا
سکتا ہے۔ یہ دعویٰ اگر آزمانا ہو تو دمہ کے کسی مریض کو دوا اسما انسول
استعمال کرا دو۔ ایک ہفتے کے بعد خود دیکھ لیں گے کہ دمہ کا مرض کس طرح
ایک ہفتہ میں دور ہو سکتا ہے۔ دمہ کی یہ دوا ہندوستان کے ایک بہت
بڑے طبیب کا زندہ کارنامہ ہے۔ ہزاروں مریض اس موذی مرض سے نجات
پا چکے ہیں۔ دمہ خواہ کسی قسم کا ہو سانس کی کیسی ہی تکلیف ہو دوا اسما انسول
چند روز میں مریض کو بالکل تندرست کر دیتی ہے ہزاروں جگہ کی آزمائی
ہوئی دوا ہے۔ قیمت بھی بہت کم یعنی ایک شیشی دوا اسما انسول ایک روپیہ
چھ آنے کی ہے۔ اور اس پر سات آنے محصول ڈاک کے خرچ ہوں گے
دوا منگانے کا پتہ

منیجر۔ زنانہ دواخانہ پی بکس ۳۴ دہلی

اولاد مت ہونے دو

بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ بچوں کی کثرت سے مرد پریشان ہوتا ہے
یا عورت کی تندرستی زیادہ بچے پیدا کرنے سے خراب ہو جاتی ہے تو ایسی حالت
میں عورت کو چاہیئے کہ کچھ عرصے کے لئے اولاد کا پیدا کرنا بند کر دے تا کہ اس کی
تندرستی پھر ٹھیک ہو جائے۔ اس کی ترکیب یہ ہے کہ ایک شیشی دوا "روسیل" منگا کر
عورت اپنے پاس رکھے اور خاص وقت سے پہلے اس دوا کی ایک خوراک
کھا لے حمل نہ ٹھہرے گا چنانچہ جب تک یہ عمل رہے گا عورت کو حمل نہیں
ٹھہر سکتا۔ اور جب اس دوا کا استعمال ترک کر دے گی حمل ٹھہر جانا ممکن
ہے اس دوا سے عورت کی تندرستی پر کوئی برا اثر نہیں پڑتا۔ ایک شیشی
[illegible] استعمال [illegible] دوا ہوتی ہے اور اس کی قیمت [illegible] ہے
[illegible] **لیڈی ڈاکٹرز زنانہ دواخانہ**
پی بکس ۳۴ دہلی کو خط لکھ کر بذریعہ وی پی منگا لیجئے۔ اور
[illegible] وقت سے پہلے ایک خوراک عورت کو کھلا دیجئے۔ حمل نہ ٹھہر
[illegible] گی۔

سوزاک کے مریض ختم ہو گئے

اندازہ کیا جا رہا ہے کہ دوا "کلوزول" اسی طرح سوزاک کے مریضوں کو
تندرست کرتی رہی۔ تو بہت جلد وہ وقت آ رہا ہے کہ جب ہندوستان بھر
میں سوزاک کا مریض نہ مل سکے گا۔ سوزاک نیا ہو یا پرانا ہو۔ ہر حالت میں
صرف ایک شیشی دوا "کلوزول" سوزاک کے مرض کو پوری طرح خاتمہ کر
کے مریض کو بالکل تندرست اور جوان کر دیتی ہے۔ آج تک کبھی
ایسا نہیں ہوا۔ کہ کسی سوزاک کے مریض نے دوا کلوزول استعمال کی ہو
اور اسے فائدہ نہ پہنچا ہو کیونکہ یہ دوا ہندوستانی آب و ہوا کے لحاظ سے [illegible]
ہے لوگ اسے [illegible] کہنے لگے ہیں۔ سوزاک کے مریضوں کو چاہیئے کہ وہ [illegible]
سے جلد جنرل منیجر زنانہ دواخانہ پی بکس ۳۴ دہلی کو
[illegible] خط لکھ کر دوا کلوزول کی ایک شیشی بذریعہ وی پی [illegible]
[illegible] استعمال کریں تمام ہدایات دوا کے ساتھ [illegible]
[illegible] قیمت صرف [illegible]

"شاید یہ ہماری آخری ملاقات ہے" اس نے کھڑکی کے قریب سرکتے ہوئے کہا۔

"ممکن ہے کہ یہ دنیا والے ہمیں ایک دوسرے کو پھر کبھی دیکھنے کا موقع نہ دیں۔ لیکن سماج اور مذہب کا قانون ہمارے جسموں کو جدا کر سکتا ہے روحوں کو نہیں" میں نے لرزتے ہوئے ہونٹوں سے جواب دیا۔ ——

"بھول تو نہ جاؤ گے؟" ——

"کاش میں تمہیں بھول ہی سکتا —— آہ ظالم جدائی محبت کو اور مستحکم بنا دیتی ہے"

گاڑی نے سیٹی دی —— اس نے اپنا کانپتا ہوا ہاتھ بڑھایا اور میں نے بھی۔ ایک لمحہ کے لئے دو ہاتھ آپس میں پیوست ہو گئے۔ اس کی خوبصورت آنکھوں سے آنسوؤں کے چند گرم قطرے نکل کر میرے ہاتھ پر گر پڑے۔ ——

گاڑی چل دی۔ ——

"خدا حافظ!" ——

"خدا حافظ!" ——

ہم نگاہوں کی حد تک ایک دوسرے کو دیکھتے رہے —— وہ چلی گئی۔ بہت دور، ایک نامعلوم مدت کیلئے۔ لیکن میرے کانپتے ہاتھ پر "ان خوبصورت آنکھوں کے بیش قیمت قطرے" اس شان کے ساتھ چمک رہے تھے۔

کاش میں انمول موتیوں کا ہار بنا سکتا۔
محبت کے اس بیش قیمت تحفہ کو سینے لگا کر رکھ سکتا —— آہ کاش!

ساحر قدوائی

عورت

اثر دیکھا گیا ہے کہ [illegible]

بچوں کو زیادہ دودھ پلانے کے [illegible]

ہیں۔ اعصاب میں نرمی پیدا ہو جاتی ہے۔ جسکی وجہ سے عورت کا چہرہ تو کسی قدر جان معلوم ہوتا ہے۔ لیکن سینہ یعنی پستان ضعیف اور ڈھیلے ہو جاتے ہیں۔ اس خطرناک حالت سے بھی خود غرض مرد عورت سے متنفر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ صرف عورت کی جوانی اور حسن سے محبت کرتا ہے۔ اور جب عورت کا سینہ ڈھیلا اور نرم ہو جاتا ہے۔ تو وہ بدصورت نظر آتی ہے۔ اس لئے نفرت کرنے لگتا ہے۔ لہٰذا عورتوں کو چاہئے کہ وہ اس خرابی کو فوراً دور کر دیں۔ اور اپنے سینہ کو خراب نہ ہونے دیں۔ اس کی بہت آسان ترکیب یہ ہے کہ

لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ نمبر [illegible]

دھلی کے پتہ پر خط لکھ کر ایک شیشی "سوابر یسٹن" منگا لیں اور اسے بتائی ہوئی ترکیب کے مطابق استعمال کریں ڈھلکا ہوا اور نرم سینہ پھر ٹھیک ہو جائے گا پستان گول اور سخت ہو جائیں گے۔ یہ بہت مجرب دوا ہے۔ نیچے کو گرے ہوئے پستانوں کو سخت اور دوبارہ گول کرنے کے لئے یہ دوا فوراً استعمال کرنی چاہئے۔ ایک شیشی کی قیمت چار روپے [illegible] آنے ہے۔ اور اس پر سات آنے محصول لگتا ہے۔ [illegible] وی پی منگا لیجئے اس دوا کے استعمال سے بچے کے دودھ پر کوئی برا اثر نہیں پڑتا یعنی اگر گود میں بچہ ہے تو وہ بلا تکلیف دودھ پیتا رہے گا۔

[illegible] تبسم نظر میں اشارے
محبت کی باتیں محبت ہی جانے

کبھی خود [illegible] کبھی خود ہی رونا
[illegible] کیا میرے جی کو نہ جانے

یہ ساغر یہ ساغر مئے ارغوانی
[illegible] میرا لگا مسکرانے

شب [illegible] شاید سحر ہو رہی ہے
فلک [illegible] تارے لگے جھلملانے

ابھی ان کی چاہت کا پہلا قدم ہے
ابھی سے لگا ہوں میں آنسو بہانے

ان آنکھوں پہ [illegible] دل و جاں تصدق
[illegible] آنکھیں کہ جن میں حیا کے خزانے

[illegible]

جادو بھری کہانی [illegible]

[illegible] تندرستی [illegible] پہنچا دو

بھارت [illegible] میں [illegible] سے وہ کرنا مے کر دکھاتے ہیں جن کو دیکھ کر آج کل کے سائنسدان اور ڈاکٹر حیران ہیں۔ آجکل کسی ایک بیماری [illegible] جب ڈاکٹر لوگ نہیں کر سکتے تو اسکو لاعلاج قرار دیتے ہیں۔ مگر پرانے زمانے کے سنیاسی تنگ دھڑنگ جنگلوں میں رہنے والے مُردوں کو زندہ کر دینے کی طاقت رکھتے تھے۔ ان کے کرشمے ایسے ہیں۔ کہ ایکدفعہ تو مُردے کو بھی اُٹھایا جا سکتا ہے گو زمانہ بدل چکا ہے۔ لیکن پھر بھی ہندوستان کا نام روشن کرنے والے سچے سنیاسی موجود ہیں۔ آپ میری کہانی سنئے۔ جوانی کی غلط کاریوں اور کم فہمی کی بدولت بُری صحبت کا شکار ہو کر طرح طرح کی بیماریوں میں پھنسکر اپنے ہاتھوں اپنی جوانی برباد کر بیٹھا اور طاقت مردمی سے محروم ہوگیا۔ جریان، احتلام، اور سرعت انزال وغیرہ نے جسم کو کھوکھلا کر دیا۔ چہرہ زرد پڑ گیا۔ آنکھیں اندر کو دھنس گئیں۔ دل دھڑکنا۔ سر چکرانا۔ سستی۔ نامردی وغیرہ وغیرہ سے تنگ آکر مایوس ہوگیا۔ مشہور مشہور ڈاکٹروں حکیموں اور اشتہاری دواؤں پر صحت کے لئے دھن کو برباد کر کے زندگی سے مایوس ہو بیٹھا۔ میری خوش قسمتی سمجھئے کہ مجھے سرینگر کشمیر جانا پڑا۔ انہی دنوں سری امرناتھ سوامی کا میلہ تھا۔ میں بھی وہاں چلا گیا۔ وہاں ہر سال ہزاروں سادھو سنیاسی میلہ کو آتے ہیں۔ ایک دن شام کو سیر کرتا کرتا ایک پہاڑی کے کنارے جا نکلا۔ سردی زیادہ بڑھ گئی تھی۔ وہاں اچانک جو سامنے دیکھا تو ایک جٹا دھاری مہاتما پہاڑی سے میری طرف آتے دکھائی دیئے۔ چہرے پر پورا جلال تھا۔ جب میرے نزدیک آگئے تو مجھ کو سردی سے کانپتے دیکھ کر پوچھا بیٹا کیا سردی زیادہ لگتی ہے؟ پہلے تو میں ڈرا پھر حوصلہ کر کے دھیمی آواز میں کہا۔ جی ہاں۔ مجھ پر ترس کھا کر ایک سبز رنگ کی بوٹی کھانے کو دی۔ پیارے ناظرین! اس پرم پتا پرماتما کو حاضر و ناظر جان کر سچ کہتا ہوں کہ ایک منٹ نہ گزرا تھا۔ کہ میرا جسم آگ کی طرح گرم ہوگیا۔ اس کرشمہ کو دیکھ کر میں نے مہاتما جی کے چرن پکڑ لئے۔ اور میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل پڑے۔ انہوں نے ہمدردی سے پوچھا۔ بیٹا شام کے وقت جنگل میں اکیلا اور رونے کا سبب؟ میں نے تمام دکھ بھری کہانی سچ سچ کہہ دی۔ اس جٹا دھاری سچے مہاپرش نے حوصلہ دیا اور مجھ کو اپنے ساتھ اپنے مقام رہائش پر جہاں وہ اُترے ہوئے تھے لے گئے اور کہا کہ اگر تم سچے دل سے عہد کرو کہ اب بُری باتوں سے بچو گے۔ اور دُنیا کی بھلائی کرو گے تب تمہارا بھلا ہو سکتا ہے۔ میں نے ہاتھ جوڑ کر سچے دل سے اقرار کیا۔ اس پر سچے مہا گورو نے مجھ کو ایک دوائی کھانے کی اور ایک مالش کی، دو نسخے لکھوا دیئے اور کہا بیٹا اب تم جاؤ اور نیک ہو کر اپنے جیسے دکھیوں کا بھلا کرو۔ ناظرین [illegible] کہاں تک بیان کروں [illegible] اس قدر حوصلہ تھا کہ خود بخود میرے منہ پر جوش پیدا ہونا شروع ہو گیا۔ میں [illegible] کے مطابق دونوں دوائیاں تیار کر کے استعمال کرنی شروع کر دیں۔ جس طرح میرا یقین تھا۔ اس [illegible] نے کرشمہ دکھانا شروع کر دیا۔ آپ یقین کریں کہ پانچ چھ دن بعد [illegible] گئی۔ سب تکلیفیں دور ہو کر کایا کی طرح طاقت اور جوش پیدا ہوگیا۔ اور میں [illegible] ایک قابل فخر خیال کرنے لگا۔ گو ضبط کرنا مشکل تھا۔ پھر بھی بموجب حکم گورو جی سولہ دن دوائی جاری رکھی۔ دودھ گھی خوب ہضم ہونے لگا۔ زیادہ [illegible] ہے۔ گیارہ سال ہو چکے ہیں۔ آج تک کسی دوائی کی ضرورت نہیں پڑی۔ [illegible] سے تین تندرست اور خوبصورت سنتان (بیٹے) ہیں۔ آج تک اس دوائی سے ہزاروں دکھیوں کا بھلا ہوا ہے۔ سینکڑوں کی مرادیں پوری ہو چکی ہیں۔ سورج مشرق کی بجائے مغرب سے نکل سکتا ہے۔ لیکن اس دوائی کا اثر خالی نہیں جاتا دیکھا۔ اسی دن سے گورو مہاراج کے ساتھ کئے ہوئے وعدہ اور دُنیا کی بھلائی کے لئے اس دوا کا پرچار گھر گھر کر رہا ہوں۔ اس سے ہر قسم کی نامردی، سستی۔ کمزوری، پیشاب میں شکر آنا، نیا پرانا جریان، احتلام، رگوں پٹھوں کی کمزوری کجی، لاغری، کوتاہی غرض ہر قسم کے خفیہ روگ جادو کی طرح دور ہو کر نئی جوانی کی سی طاقت اور جوش پیدا ہوتا ہے۔ دوائی میں کسی قسم کی مضر صحت یا ضرر والی چیز نہیں ہے۔ مالش سے کسی قسم کا آبلہ یا پھنسی نہیں ہوتی۔ ہر موسم میں کھانے کے لائق ہے۔ جوان سے لیکر بوڑھے تک فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ تندرست جوانی کا لطف لے سکتے ہیں۔ [illegible] میں لوہے کی لاٹھ بنکر جوانی جیسا مزہ آ سکتا ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ اس دوائی کے بعد عمر بھر کسی دوائی کی ضرورت نہیں پڑیگی۔ قیمت ۱۵ دن کی ۳۰ خوراک [illegible] جو کہ صحت کیلئے کافی ہیں پانچ روپے۔ کشمیری تیل رجسٹرڈ برائے مالش فی شیشی [illegible] روپے چونکہ مجھ کو اس کایا پلٹ دوائی نے موت کے منہ سے بچایا تھا اسلئے اپنا دھرم سمجھکر اس کی اشاعت کر رہا ہوں اور قیمت صرف خرچہ اور لاگت پر ہی رکھی ہے۔

ضروری گذارش - شکی مزاج اصحاب میری دوا طلب نہ کریں۔ کیونکہ جو شخص ہر چیز کو بے یقینی کی نگاہ سے دیکھتا ہے وہ موقع بموقع [illegible] اس دوا سے فائدہ نہ ہو وہ دھرم ایمان کو جان کر قیمت واپس منگائے۔ [illegible] دھرم بھی ہے کہ اگر تحریر سے بڑھکر نہ نکلے تو میرے گورو کے سندیش کی گھر گھر خبر کر دیں کوئی بھائی بھولے سے کسی اور دوا کیلئے نہ لکھے اور نہ ہی کوئی بھائی [illegible]

آپ کا فرض - آجکل کے زمانے میں سچائی کی قدر بہت کم ہوتی [illegible] تب خیال ہوتا ہے کہ کس طرح اس نایاب دوا کو کونہ کونہ میں پہنچایا جائے [illegible] بھائی زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں تو بھائیو بید کا وشٹ آپ کی [illegible] سکتی ہے اگر آپکو واقعی کسی تحفہ دوائی کی ضرورت ہے تو میرے گورو مہاراج کی دوا منگوا [illegible] آپکے آرڈر کے بعد [illegible] آپ کی [illegible]

پتہ: [illegible] بخش ۵۲ بمبئی نمبر ۱ - ایم - کے - ایل

یورپ کی ڈاک

"مندرجہ ذیل خطوط جو ہم ناظرین کی خدمت میں پیش کرنے والا ہوں وہ میرے ایک عزیز دوست کے تجربات یورپ پر مشتمل ہیں۔ غالباً یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ یہ خطوط اشاعت کی غرض سے نہیں لکھے گئے تھے۔ اسلئے ان میں بہت سی باتیں ایسی بھی موجود ہیں جن کو "خلوت کی کہانیاں" کہنا چاہئے یورپ کی تفریح گاہوں میں جو کچھ ہوتا رہتا ہے اس کا حال متعدد مرتبہ مختلف طریقوں سے اخبارات و رسائل میں شائع ہو چکا ہے لیکن صاحب کچھ شائع ہونے کیلئے لکھا گیا ہے اور اس لئے بہت سے ایسے لطیف پہلو ابھی تک زیر نقاب ہیں جو دلچسپ بھی ہیں۔ اور عبرت انگیز بھی ——— مجھے امید ہے کہ مغرب کی کورانہ تقلید کرنے والوں کیلئے یہ سطور خصوصی طور پر سبق آموز ہونگی۔" ——— "محمود سکون"

ایک رات جہاز پر

علی پالیس .... اپریل ۱۹۳۶ء

عزیز ....

بمبئی سے اپنی روانگی کی اطلاع تم کو اسی روز دیدی تھی جس روز جہاز روانہ ہونے والا تھا۔ خط ڈاک میں ڈالنے کے بعد تمہارا لفافہ ملا۔ میں تمہاری خواہش کے بموجب اپنے مشاہدات و حالات سفر مفصل لکھتا رہونگا۔ تمہارا خیال صحیح ہے کہ یہ تمہارے لئے دلچسپی سے خالی نہ ہوگا اور تمہارے آئندہ سفر یورپ کے لئے مفید بھی۔ خدا کرے تمہارا آنا بھی ایسے زمانہ میں ہو جب میں یورپ میں رہوں۔ بڑے لطف سے دن کٹیں اور پھر میں سمجھوں کہ میرا سفر کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔ اگر کوئی صدمہ ہے تو تمہاری جدائی کا۔ بمبئی تک تو احساس بھی نہ ہوا کہ تم لوگوں سے جدا ہو رہا ہوں۔ مگر جب جہاز پر آ چکا۔ لنگر اٹھائے جا چکے۔ روانگی کا آخری بگل ہو چکا۔ اور جہاز نے ساحل بمبئی کو الوداع کہا۔۔۔ اس وقت کا احساس ——— تم سب کے چھٹنے کا ——— ایک نامعلوم حسرت کے لئے ——— اے معاذ اللہ۔

وہ منظر بھی عجیب جگر گداز منظر ہوتا ہے جب عازمان سفر کو ان کے متعلقین رخصت کرتے ہیں۔ میں تو اس بین سے اسقدر متاثر ہوا کہ اگر اس جانکاہ تماشا کا مجھ کو پہلے تجربہ یا تصور ہوتا تو شاید زندگی بھر اس سفر پر جانے کی جرأت نہ کرتا۔ قریب قریب ہر مسافر کے عزیز و اقارب اور دوست و احباب اس کو خدا حافظ کہنے کیلئے ساحل پر پہنچے تھے۔ مسافر جہاز پر ——— اور جہاز سمندر میں ساحل سے بتدریج دور ہوتا جا رہا تھا۔ ہر شخص کی مایوسی قابل دید تھی۔ چونکہ میرے تو آنسو نکل آئے۔ میں تنہا تھا۔ اور مجھے رخصت کرنے والا کوئی نہ تھا۔ میری نظریں ڈھونڈ رہی تھیں مجمع میں تمہیں ——— اور صرف تمہیں تلاش کر رہی تھیں۔ اور ہر مرتبہ مایوس پلٹتی تھیں۔ کئی گھنٹہ اسکا احساس رہا۔ مگر رہا سہی اور حاصل ہونے والے تجربات کے شوق نے بہت جلد اس غبار کو دل و دماغ پر سے ہٹا دیا ورنہ بہت ممکن تھا کہ آئندہ سفر جس کے کامیابی پر ختم ہونے کا امکان ہے ناکامیاب ثابت ہوتا۔ پھر جس مایوسی کا سامنا ہوتا اس کا اندازہ تم خوب کر سکتے ہو۔ میرے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ بار بار اتنے کثیر مصارف برداشت کر کے اپنے اس شوق کو پایۂ تکمیل تک پہونچاؤں۔ تم خوب جانتے ہو کہ میں خود یہ سفر نہ کر سکتا تھا۔ مگر جس طریقہ پر غیب سے امداد ہوئی ہے تم سے پوشیدہ نہیں۔

گزشتہ خط میں تمہیں لکھا تھا کہ عدن سے گزرنے کے بعد خط تم کو لکھونگا۔ خیال تھا کہ جہاز عدن میں ٹھہرے گا۔ اور جو کچھ وقت ملیگا۔ یہاں کی سیر و تفریح میں صرف کرونگا۔ اور شاید اس طرح تم کو خط لکھنے کا کچھ مواد فراہم کر سکونگا۔ مگر عدن میں جہاز ساڑھے دس بجے شب میں پہونچا۔ گو کہ ڈاک اور مسافروں کے لینے کے لئے جہاز وہاں کوئی دو ڈھائی گھنٹہ ٹھہرا مگر رات ہونے کی وجہ سے جہاز کے مسافروں کو ساحل پر جانے کی اجازت نہ ملی۔ اسلئے مجبور ہوں کہ عدن کے متعلق تم کو کوئی معلومات بہم نہیں پہونچا سکتا۔

جہاز کی زندگی بھی کچھ کم دلچسپ نہیں ہے۔ اگر انسان دلچسپ بنانا چاہے۔ مگر ایک نئی بات معلوم ہوئی جس کا خیال بھی ہندوستان میں پہلے نہ ہوا تھا۔ انسان کو اپنی زندگی دلچسپ بنانے کے لئے ضروری ہے کہ وہ سوسائٹی میں داخل ہو۔ اور سوسائٹی میں خوش آمدید اس کو اس وقت تک نہیں کہی جا سکتی جب تک وہ سے فروشی کا حق لطیف نہ رکھتا ہو اور ڈانس کرنا نہ جانتا ہو۔ ہندوستان کا چپہ چپہ چھانا۔ عشق و عاشقی عشق کے سینکڑوں کھیل اپنی آنکھوں سے دیکھے [illegible] کیلئے شراب اور رقص کی مہارت کی ضرورت [illegible]

[illegible] بیچ رہا تھا

[illegible] ہندوستان نہیں ہے۔ اور اس لئے یہ خدشہ کچھ کرنا [illegible] تم تعجب کرو گے کہ یہ دونوں چیزیں جن سے بچنے کیلئے ہمیشہ پرہیز [illegible] کیلئے مزدوروں پر اعتراض و نکتہ چینی کرتا رہا میرے شعار میں کیسے داخل ہو گئیں ـــــ سنو ـــــ یہی ایک واقعہ تمہارے لئے کچھ کم دلچسپ نہ ہوگا ـــــ

بمبئی روڈ بمبئی سے چلا تھا اور جہاز پہ سوار ہوا تھا۔ جہاز میرے لئے ایک نئی دنیا تھی۔ مگر بستی مختصر کہ جس کی سیاحی کیلئے صرف تین چار گھنٹے کافی تھے۔ میری طرح میرے ہم سفر ایک اور صاحب مسٹر مشتاق بھی جہازی دنیا کیلئے بالکل اجنبی تھے۔ کھانے پر اتفاق سے ہم دونوں نے ایک ہی میز پر جگہ پائی۔ اس لئے قدرتاً ایک کو دوسرے سے تعارف ہوگیا۔ اودھ کے رہنے والے ہیں۔ بڑے خلیق اور خوش مزاج ہیں۔ بیرسٹری کی ڈگری حاصل کرنے لندن جا رہے ہیں۔ یہ بھی جہاز دیکھنے کے آرزو مند تھے۔ اسلئے کھانے سے فراغت کرکے ہم دونوں اس نئی دنیا کو حتی الامکان پورے طور سے دیکھنے کیلئے روانہ ہوگئے۔ پانچ بجے شام تک ہم دونوں خوب گھومے مشینری ڈیپارٹمنٹ میں تو نہ جا سکے۔ اور بقیہ خوب پھرتے رہے۔ آخر تھک کر اپنے اپنے کیبن میں چلے آئے۔ ہم دونوں کے کیبن بھی ایک ہی ڈیک پر ہیں۔

میں نے چائے پی۔ کچھ دیر آرام کیا۔ اٹھ کر خط بنایا۔ چونکہ شام کے کھانے کے لئے ضروری ہے کہ ڈنر سوٹ بھی پہنا جائے۔ اس لئے غسل کرکے لباس تبدیل کیا اور سات بجے کے قریب کیبن سے نکلا۔ میری طرح سے ہر کیبن سے مرد اور عورتیں لباس تبدیل کرکے نکل نکل کر "بی" ڈیک پر جہاں "بار" (شرابخانہ) ہے جا رہے تھے۔ مشتاق بھی آگئے۔ میں اور مشتاق بھی جانب چلے۔ میرے کیبن کے چار چھ کیبن بعد ایک کیبن سے ایک لڑکی نہایت حسین اور کمسن نکلی۔ میں نے مشتاق کا ہاتھ دبایا۔ ہم دونوں دیکھا کئے۔ وہ ایک خوبصورت تتلی کی طرح پاس سے گذر گئی۔ ہم لوگ "بار" میں پہونچے۔ یہاں آکر دیکھا۔ تماشے کی منڈی ہے جس میں مرد اور عورتیں سب شامل تھے مے نوشی میں مشغول تھے۔ البتہ میرے جیسے شکل سے دو چار زاہد خشک حسرت بھری نگاہوں سے ان مے نوشوں کی خوش فعلیاں دیکھنے کے لئے یوسف بے کارواں کی طرح ادھر ادھر چکر لگا رہے تھے۔ تھوڑی دیر تک تو ہم دونوں ٹہلتے رہے۔ آخر مشتاق نے مجھ سے کہا ـــــ

"آؤ کچھ پیو گے نہیں؟"

"نہیں ـــــ [illegible] بالکل نہیں پیتا" میں نے کہا۔ ـــــ

[illegible] پینے کو جی چاہتا ہے [illegible]

[illegible] تک حرام و حلال کے [illegible] خیال میں [illegible]

"اجی [illegible] ان باتوں میں کیا رکھا ہے" اس نے [illegible]

"نہیں" میں نے ہاتھ چھڑاتے ہوئے کہا۔ "یہ تو کوئی بات نہیں۔ کیا ولایت میں حرام و حلال کا لحاظ نہیں کیا جا سکتا ہے؟"

"مگر تکلف کیا؟" اس نے کہا۔ "لحاظ تو سب کچھ کیا جا سکتا ہے۔ مگر یہ بتاؤ کہ کیا کرو گے۔ وہ تو تمہیں خوش آمدید نہیں کہہ سکتی"۔

مجھے شراب کے بائیکاٹ پر نہ کوئی کچھ دیتا تھا۔ اور نہ اس کے حرام و حلال پر کوئی مناظرہ ہی کرنا تھا۔ اس نے بات کا پہلو بدلتے ہوئے کہا: "آؤ بیٹھیں" اور ہم دونوں کرسیوں پر ایک میز کے قریب بیٹھ گئے۔ اسٹورڈ کو بلا کر مشتاق نے ایک "چھوٹا وہسکی" مانگا۔ میں نے بھی ساتھ دینے کیلئے لیمونیڈ منگا لیا۔ ہم لوگ اس سے شغل کرتے رہے اور باتیں کرتے رہے۔ کچھ دیر کے بعد ڈنر کیلئے چلے گئے۔ کھانے پر بھی مشتاق برابر شراب کے جواز پر لکچر دیتا رہا۔ اور میں بیٹھا مسکراتا رہا۔ کھانا ختم ہوا اور ہم لوگ سگریٹ پیتے ہوئے "بی" ڈیک پر پھر آئے۔ یہاں اب ناچ گھر میں بینڈ بج رہا تھا ـــــ جو لوگ کھانے سے فراغت کرتے وہ یہاں آتے جاتے تھے۔ تھوڑی دیر میں اچھا خاصہ مجمع ہوگیا۔ اور ڈانس شروع ہوا۔ میں اور مشتاق دیر تک اس رقص کو دیکھتے رہے ـــــ انگریزی میں ڈانس، رقص کو کہتے ہیں لیکن سچ پوچھو تو رقص سے اُسے دور کا بھی لگاؤ نہ تھا۔ بس یہ معلوم ہوتا تھا کہ چند بکرے بکریاں اچھل کود رہے ہیں۔ میرے لئے اس میں صرف اتنی جاذبیت تھی۔ کہ اس گروہ میں چند حسین لباس والی کمسن لڑکیاں بھی شامل تھیں۔ مگر شاید مشتاق ہندوستان میں رہتے ہوئے بھی کافی انگریز بن چکا تھا۔ وہ اس ناچ سے بہت محظوظ ہوتا نظر آتا تھا۔ آخر اس سے نہ ضبط ہو سکا۔ اور "بھئی، کچھ بھی ہو۔ میں ضرور ڈانس کروں گا" کہتا ہوا مجھے تنہا چھوڑ کر چل دیا۔ میں نے بھی ارادہ کر لیا کہ کیبن میں چلوں۔ مگر یہ خیال آیا کہ مشتاق کی دل لگی بھی خالی از لطف نہ ہوگی۔ ٹھہر گیا۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ مشتاق دو لڑکیاں ہمراہ لئے ہوئے جہاں میں کھڑا تھا پہونچ گیا۔ ان میں سے ایک تو وہی قتالہ عالم تھی جو اس وقت اپنے کیبن سے نکلی تھی۔ اور دوسری بھی اسی کی ہمعمر اور لڑکی تھی۔ یہ بھی حسین تھی۔ مگر اتنی نہیں۔ میرا تعارف کرایا گیا۔ اور ہم لوگ ایک میز کے گرد کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ مشتاق نے اسٹورڈ کو بلایا۔ تین گلاس وہسکی اور میری فرمائش پر میرے لئے لیمونیڈ اور برف منگایا۔ میرے سوڈا پینے پر ان لڑکیوں نے منہ بنایا۔ [illegible]

[illegible] اور بینڈ کے ساتھ ساتھ ڈانس شروع ہوا۔ مشتاق [illegible]

[illegible] گھر میں [illegible] تھا اس سے

[illegible] کی وجہ سے باتیں [illegible] رہی تھی

[illegible] اس کے ہاتھ پیر بلکہ پورا جسم تھرک

[illegible] نہیں تھی۔ میں محسوس کر رہا تھا۔

[illegible] آخر وہ ضبط نہ کر سکی۔

"کیا آپ کو ڈانس کا شوق نہیں؟" اُس نے مجھ سے دریافت کیا۔

"میرے خیال [illegible] بیٹھ کر آپ کی باتوں سے حظ اُٹھانا اس [illegible] زیادہ اچھا ہے۔" میں نے کہا۔

"مگر [illegible] ہم اس وقت بھی کر سکتے ہیں۔ جب ڈانس کرتے ہیں۔" وہ بولی۔

"ہاں — مگر وہ لطف کہاں۔" میں نے جواب دیا۔

یہ میں اتنا بہادر نہیں ہوں۔ یا یہ کہو کہ اُس کے سامنے مجھ میں اتنی ہمت نہ تھی کہ ڈانس نہ جاننے کا اقرار کر کے اپنی نا قابلیت کا ثبوت دیتا۔ میں نے اس میں اپنی ہتک محسوس کی۔ مگر وہ انتہائی بے چینی و اشتیاق کا اظہار کرتی رہی اور میں سوسائٹی کی تہذیب کے بالکل خلاف اُس سے بیٹھا محض باتیں ہی کرتا رہا۔ جسے غالباً اُس نے توجہ سے سُنا بھی نہیں۔ ڈانس ختم ہوا۔ مشتاق اور اس کی "شریک" آکر بیٹھ گئے۔ شغل مے نوشی جس کا سلسلہ ڈانس کرنے کے لئے [illegible] ہو گیا تھا پھر سے شروع ہوا۔ مشتاق اور اُس کی ساتھی لڑکی شراب انتہائی لطف حاصل کر کے ختم کر رہے تھے۔ مگر میری "مایوس ساتھی" کا گلاس [illegible] اور برف کی طرح بدستور رکھا تھا۔ کبھی کبھی بے پروائی سے وہ ایک گھونٹ پی لیتی۔

"آپ لوگوں نے ڈانس نہیں کیا؟" مشتاق نے ہم دونوں سے مخاطب ہو کر دریافت کیا۔

"نہیں" میری ساتھی نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے طنزاً جواب دیا۔ "آپ کو باتوں میں زیادہ لطف آتا ہے۔"

"مگر اس مرتبہ یہ نہیں [illegible] سکتے۔ اِن کو بھی ڈانس کرنا پڑیگا" مشتاق نے کہا۔ [illegible] ہو گیا۔ جو گلاس ختم ہو چکے تھے۔ پھر لبریز کر لئے گئے شراب [illegible] شروع ہوا۔ میرے ڈانس نہ کرنے اور شراب نہ پینے پر وہ دونوں لڑکیاں میرا مذاق اُڑاتی رہیں۔ بینڈ پھر بجنے لگا۔ اور ڈانس شروع ہو گیا۔ مشتاق اور اُن کی پارٹنر ڈانس کرنے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ مجھ سے اور میری پرجوش ساتھی سے [illegible] کہا۔ وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔ میں بیٹھا رہا۔ مشتاق [illegible] پھر کہا۔ مگر میں نہ اُٹھا۔ اُس نے پشت پر آ کر مجھے ڈھکیلا اُس کے [illegible] دونوں لڑکیوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر کھینچا — اب میرے لئے [illegible] نا قابلیت کے اور کوئی چارہ نہ تھا۔ پھر بھی وہ لوگ جہاز کی

مجھے [illegible] پاس [illegible] سے [illegible] کا [illegible] جگہ بیٹھ کر [illegible] لیا اگر [illegible] دیا — اب کیا کرتا — کبھی زندگی میں ڈانس نہیں کیا تھا۔ مگر میری ساتھی نے فوراً ایک ہاتھ سے میرا [illegible] دوسرا ہاتھ میرے بکتدے پر رکھ کر اپنی جانب کھینچ کر اپنے بالکل چمٹا لیا۔ قدرتاً میرا دوسرا ہاتھ اس کی کمر کے گرد پہونچ گیا۔ اور اُس نے [illegible] طرف کھینچا۔ اُس نے ڈانس کرنے کے طریقہ پر سکھایا اپنے بدن سے ہم [illegible] ڈھکیلا۔ مجھ پر ایک عجیب بیہودہ [illegible] کیفیت طاری تھی — نہ جانے ہندوستانی غزلوں کے کتنے شعر ذہن میں آئے اور چلے گئے — وہ مجھے کتنی ذلیل ایک عاشقانہ غزل کہہ ڈالتا۔ میں ڈانس کرنا کیا جانوں — دو قدم بھی نہ چل سکا۔ وہ حقیقت [illegible] ہو گئی۔ ہم دونوں کرسیوں پر آ کر بیٹھ گئے۔ مجھے افسوس بھی تھا — اور شرمندگی بھی — میں خاموش تھا — چند منٹ میں وہ ڈانس ختم ہوا اور مشتاق اور اُس کی ساتھی بھی آکر بیٹھ گئے۔ تقریباً نصف گھنٹہ ہم لوگ اور بیٹھے رہے — وہ لوگ شراب پیتے رہے اور باتیں کرتے رہے۔ میں نے محسوس کیا کہ اب وہ لڑکیاں مجھ سے پہلے کی طرح مخاطب نہ تھیں۔

ڈانس تو خیر سیکھ سکتا ہوں۔ مگر شراب نوشی کے لئے میرا ضمیر اجازت نہ دیتا تھا — میری ساتھی حسین تھی — کمسن تھی — شوخ تھی — کم از کم جہاز کے سفر کے لئے اس کی ہمراہی اور اس کی سوسائٹی دلچسپی سے خالی نہ تھی۔ مگر مجھ میں دو باتوں کی کمی تھی۔ میں نہ شراب پیتا ہوں اور نہ ڈانس کرنا ہی جانتا ہوں۔ اسلئے اُسے مجھ سے کوئی دلچسپی نہیں ہو سکتی۔ میں اپنے میں اس کمی کو محسوس کر کے پژمردہ ہو گیا تھا — میری ساتھی بھی اب مجھ سے زیادہ مشتاق سے مخاطب تھی۔ مجھے مشتاق کی قسمت پر رشک تھا۔ گیارہ بج چکے تھے۔ ڈانس بھی ختم پر تھا۔ سب لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ مجھ پر شرمندگی کا اتنا اثر تھا کہ میں سب سے رخصت ہو کر سیدھا اپنی کیبن میں آیا۔ کپڑے بدلے کر سونے کیلئے لیٹ گیا۔ عرصہ تک کروٹیں بدلتا رہا۔ نیند نہ آئی۔ اور آئی تو اپنی یا زمانہ کی حماقتوں پر تاسف کرتے کرتے سو گیا۔ صبح استعجاب دیر سے سو کر اُٹھا کہ بریک فاسٹ کا وقت ختم ہو چکا تھا۔ غسل وغیرہ سے فراغت کر کے میں کیبن سے باہر آیا۔ ٹہلتا ہوا اسموکنگ روم کی طرف گیا۔ [illegible] رہا تھا۔ کوئی خط لکھ رہا تھا۔ کوئی ڈرائنگ روم میں برج کھیل رہا تھا۔ میں نے ایک جگہ پر مشتاق اور اُن دونوں لڑکیوں کو کھڑے دیکھا۔ مجھ پر رات کی شرمندگی کا کافی اثر تھا۔ میں اُدھر جانا نہیں چاہتا تھا۔ مگر کسی نامعلوم کشش کے تحت میں خود بخود کھنچتا ہوا ان لوگوں کے پاس پہونچ گیا [illegible] سب سے صاحب سلامت کی۔ ہاتھ ملایا۔ مشتاق تو خیر اخلاق سے ملا۔ مگر

وہ دونوں شراب سے اتفاق سے پیتی آئی ہیں۔ مجھے انتہائی تکلیف ہوتی۔ [illegible] کوئی وجہ نہ تھی سوائے اس کے کہ میں شراب نہ پیتا تھا۔ اور ڈانس کرنا نہیں جانتا تھا۔ [illegible] ساتھی [illegible] نہ تھی۔ [illegible] سفر کی آئندہ [illegible] کو نظر رکھتے ہوئے طے کر لیا کہ میں ڈانس ضرور سیکھوں گا۔ مگر شراب شروع کرنے کے خیال پر میری ضمیر نے انتہائی لعنت ملامت کی۔

میں [illegible] کوشش کرتا رہا کہ اگر میری ساتھی مجھے تنہا مل جائے تو ضرور اپنے [illegible] کا اظہار اس سے کرنے کے مجبور کروں گا۔ بلکہ التجا کروں گا کہ وہ مجھے ڈانس کرنا سکھا دے۔ مگر مجھے موقع نہ ملا۔ شام کو جب میں کپڑے بدل کر بار کی طرف آیا ہوں تو میں نے ایک جانب اس کو تنہا کھڑے دیکھا۔ ذرا جرأت سے کام لے کر میں اس کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔

"اگر کچھ حرج نہ ہو تو آئیے بیٹھیں۔ کچھ آپ کیلئے پینے کو منگاؤں" میں نے رسمی صاحب سلامت کے بعد کہا۔

"مگر آپ کے ہمراہ شراب نوشی کا کیا لطف جب آپ خود نہیں پیتے" وہ بولی۔

"ہاں یہ تو ضرور ہے" میں نے بحث کا پہلو بچاتے ہوئے کہا۔

"لیکن مجھے اگر آپ اپنی خاطر کا شرف بخشیں تو ممنون ہوں گا"

"کیا مضائقہ" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ہم دونوں [illegible] کر سیٹ پر بیٹھ گئے۔ اسٹیورڈ آیا۔ میں نے اس کے لئے وہسکی اور اپنے لئے لیمونیڈ منگایا۔

"میں ڈانس کرنا نہیں جانتا۔ میں اپنے میں بے کلی محسوس کرتا ہوں" میں نے اقرار کیا۔

"اور شراب بھی تو آپ نہیں پیتے" اس نے سادگی سے کہا۔

"خیر۔ شراب نہ تو پیتا ہوں اور نہ پیوں گا" میں نے کہا۔ اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ سے میں نے محسوس کیا کہ میری اس مستقل مزاجی سے اس نے اپنی شکست محسوس کی۔ اس خیال سے میں نے کہا "مگر ہاں ڈانس تک کوئی مضائقہ نہیں"

"پھر سیکھ لیجئے" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"سیکھ تو لوں مگر یہاں کون ہے جو سکھائے گا" میں نے مایوسی سے جواب دیا ——— وہ متاثر ہوئی ———

"میں سکھا دوں گی" وہ ایک دلربا انداز سے بولی "دو روز میں تو آپ ڈانس کرنے لگیں گے۔ گراموفون میرے پاس ہے۔ عرشہ جہاز پر اچھا رہے گا"

"مگر عرشہ جہاز پر تو ہر وقت کوئی نہ کوئی آتا رہتا ہے" میں نے کہا۔

"اونہہ! آئے گا بھی تو کیا کرے گا۔ کیبن میں تو گراموفون بجانے کی اجازت بھی نہیں۔ عرشہ پر دوپہر میں سناٹا رہتا ہے" اس نے کہا۔

طے ہو گیا کہ وہ مجھے ڈانس سکھائے گی۔ دوسرے ہی روز سے [illegible] ڈانس سیکھنا شروع ہو جائیں گے۔ [illegible] بہت [illegible] تو ایسی نصیب رہے گا۔ اور ڈانس بھی [illegible] ——— مشتاق [illegible] کی ساتھی بھی [illegible]۔ آج میری طرف سے دعوت تھی۔ سب کو شراب [illegible] خود میں نے [illegible] کرتا رہا۔ مشتاق اور اس کی ساتھی مجھے شراب پینے کی برابر ترغیب دیتے رہے۔

حسب وعدہ میری معلمہ نے دوسرے ہی روز سے ڈانس سکھانا شروع کر دیا۔ تم جانتے ہو میں بیوقوف نہیں ہوں۔ مجھے فاکس ٹراٹ سیکھنے میں زیادہ وقت صرف نہیں ہوا۔ دو گھنٹہ کی محنت میں میری سمجھ میں آ گیا۔ اور دو چار قدم بغیر الجھاوے کے چلنے لگا۔ دو دن کی مسلسل محنت نے مجھے ایسا کامیاب بنا دیا کہ گزشتہ شب میں میرا ریہرسل بھی ہو گیا۔

کل دوپہر کی مشق کے بعد اس نے حکم دیا کہ شب میں مجھے ڈانس کرنا پڑے گا۔ ناچ گھر میں ——— میں نے یہ زحمتیں کیوں برداشت کی تھیں ——— اسی دن کیلئے ——— آخر دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ دوپہر ہی سے شام کا انتظار شروع کر دیا۔ خدا خدا کر کے شام ہوئی ——— میں کپڑے بدل کر ڈیک پر آیا۔ جہاں مشتاق اور وہ دونوں لڑکیاں میرا انتظار کر رہے تھے۔

میری معلمہ اپنا بہترین لباس زیب تن کئے ہوئے تھی۔ بالوں کی زینت بھی نئی وضع سے کی گئی تھی۔ وہ اپنی خوشبوؤں میں بسی ہوئی تھی۔ اس کا [illegible] روز سے زیادہ جاذب نظر تھا۔ جو آج کسی خاص وجہ سے انتہائی خوش [illegible] میں نے بہت غور سے اسے دیکھا اور دیر تک دیکھتا رہا۔ میرے دل میں جذبات کا ایک طوفان اٹھ رہا تھا۔

میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ یہ لوگ شراب پی رہے تھے۔ میں نے حسب دستور لیمونیڈ منگا کر شغل میں شرکت کی ——— ایک ایک دو دو گلاس کے بعد کھانے کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ کھانا ہم لوگوں نے ایک ہی میز پر کھایا ——— کھانا ختم کر کے ٹہلتے ہوئے پھر ناچ گھر میں پہونچے ——— بینڈ بج رہا تھا ——— لوگ آنا شروع ہو گئے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد ڈانس شروع ہوا۔

پہلے کسی اور ڈانس کی طرز بجتی رہی ——— جس پر دوسرے لوگ ڈانس کرتے رہے۔ دوسری بار "فاکس ٹراٹ" کی طرز شروع ہوئی ——— وہ [illegible] مجھ سے اٹھنے کیلئے کہا۔ مگر مجھے شرم آ رہی تھی۔ آخر اس نے ہاتھ پکڑ کر زبردستی اٹھایا ——— اور دونوں مجمع میں پہونچے ——— میں اور وہ [illegible] مسکرا رہے تھے۔ اس کی آنکھیں فرط مسرت سے چمک رہی تھیں ——— ہم دونوں آگے بڑھے ——— اور ایک دوسرے میں گویا بالکل پیوست [illegible] اس کا گداز جسم اپنی پوری مقناطیسیت کے ساتھ میرے کانپتے ہوئے جسم [illegible] ملا ہوا تھا۔ اس کے خوبصورت لباس کی مستانہ خوشبو مجھے بیہوش کئے دیتی [illegible]

[illegible] کے سُروں پر [illegible] تھی
[illegible] تھی —— یکایک میں نے محسوس کیا کہ
[illegible] میں بالکل جھک
[illegible] تھا جب میں نے سمجھا کہ ڈانس اور رقص
[illegible] فرق ہے۔

میری مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ جب ڈانس ختم ہونے پر اُس نے میری تعریف کی اور بتایا کہ میں نے اس طرح ڈانس کیا ہے جس طرح ایک [illegible] ہے۔ مشتاق بھی معہ اپنے پارٹنر کے آ گئے۔ ان دونوں نے بھی میری تعریف کی —— میں نے اس خوشی میں سب کیلئے شراب منگائی میں بھی تشنگی محسوس کر رہا تھا۔ اپنے لئے سوڈا و برف منگایا۔ اب یہ دونوں لڑکیاں مجھ سے خوب بے تکلفی سے گفتگو کر رہی تھیں —— اور مجھ میں کافی دلچسپی محسوس کر رہی تھیں۔

میں ایک ایک گھونٹ سوڈا پی رہا تھا —— میرا گلاس میرے سامنے میز پر رکھا تھا۔ اور میں کرسی سے ٹیک لگائے آنکھیں بند کئے اس ماہ وش کی ہمراہی کا فخر حاصل ہونے اور اپنی کامیابی پر دل ہی دل میں مسرور ہو رہا تھا۔ ایک مرتبہ میں نے گلاس اُٹھایا —— ایک گھونٹ پیا —— گھونٹ حلق سے اُترا۔ سینہ میں ایک لکیر سی کھنچ گئی —— میں نے زبان کو ذرا محسوس کرنے کے لئے [illegible] ہیں۔ میں [illegible] ایک فرمائشی قہقہہ لگایا —— میں سمجھ گیا —— میرے [illegible] پارٹنر نے اپنے گلاس سے بدل لیا تھا —— مجھے انتہائی غصہ تھا —— کمبخت کی طرف میں یا ہوں [illegible] —— کیا ہوتا ہے —— میں شراب پی چکا تھا —— تم ہی بتاؤ اب کر ہی کیا سکتا تھا —— میری توبہ ٹوٹ چکی تھی —— آخر میرے ہاتھ بھی ایک جام چھلکی۔ [illegible] مشتاق صاحب کی باتیں بھی بے سود تھے۔ مگر سب سے زیادہ وہ خوش تھی —— [illegible] نے مجھے اپنے ہاتھ سے ایک ایک گھونٹ کر کے شراب پلائی —— مجھے [illegible] محسوس ہو رہی تھی —— اور اس طرح میں اب "پرفیکٹ جنٹلمین" (Perfect Gentleman) بن کر یورپ کی سمت بڑھ رہا ہوں۔

دیکھ لیا تم نے مغربی تہذیب کا اصلی رنگ و روغن؟ —— مگر اب بھی سفر یورپ کی آرزو ہے تو میرے اس تجربہ سے فائدہ اُٹھا کر پہلے "شراب اور ڈانس" کا ایک سرٹیفکٹ حاصل کر لینا —— ورنہ یورپ کی جنت میں تمہارے لئے کوئی جگہ نہ ہوگی۔

تمہارا ....

.. محمود سکون

کایا پلٹ

بڈھے گوالے نے جو بھوک لگی ماں شری رتنا گر جی کی دی ہوئی دوائی کی پڑیا کہیں غلطی سے ایک ہی دفعہ استعمال کر ڈالیں تو اس کی یہ حالت ہوئی کہ اس کا پورا حال بیان کرنے کی تہذیب اجازت نہیں دیتی قصہ مختصر اس بوڑھے گوالے نے تین شادیاں کیں اور ان شادیوں سے یکے بعد دیگرے جیتے جاگتے تندرست اور خوبصورت بچے حاصل کئے یہ خبر آناً فاناً چاروں طرف پھیل گئی۔ راجے مہاراجے نواب وغیرہ طرح طرح کی خوشامد کر کے اس نسخہ کو حاصل کرنیکی کوشش کرنے لگے نواب بہاولپور کے خسر حاجی محمد حیات خاں کی کوششیں بار آور ہوئیں اور بابا جی نے اس عجیب و غریب دوائی کا نسخہ انکو بتا دیا حاجی صاحب موصوف سے یہ نسخہ امرتسر ہارا کے موجد لوی و فود پنڈت ٹھاکر دت جی شرما کے ہاتھ لگا جنہوں نے اپنے دوا اور نسخوں کے ساتھ اس نسخہ کو اپنے اخبار دیس اپکارک میں شائع کر کے اس سے بہتر نسخہ بنانے والے کو ایک ہزار روپیہ نقد انعام دینے کا اعلان کیا۔ اس اعلان کو شائع ہوئے تقریباً سولہ سال گذر چکے ہیں۔ لیکن آج تک کوئی وید حکیم اس انعام کو حاصل کرنیکی جرأت نہ کر سکا پھر متھرا کے مشہور و معروف وید ہری داس جی نے اس نسخہ کو اپنی کتاب چکتسا چندر اودے میں شائع کر دیا جہاں سے لیکر ہم نے اسے تیار کر کے ہزاروں نامردی جریان۔ احتلام وغیرہ کے مایوس مریضوں پر اس کی آزمائش کی۔ اس کے حیرت انگیز کرشمے دیکھ کر خدا کی قدرت یاد آتی ہے۔ چند روز کے استعمال ہی سے انکے چہروں پر سرخی دوڑنے لگی۔ بھوک حیرت انگیز طور پر بڑھ گئی اور چالیس روز کے مکمل استعمال سے گئے گذرے مریض قابل فخر مریض بن گئے۔ وہ صاحبان موذی امراض کی بدولت زندگی سے تنگ آ گئے ہوں اور دواؤں سے جن کا اعتقاد بالکل اٹھ چکا ہو وہ مندرجہ ذیل نسخہ بنا کر استعمال کریں

اصل نسخہ حسب ذیل ہے

شدبرادہ فولاد ۱۰ تولہ۔ خالص سنکھیا سفید ایک تولہ۔ خالص کافور ۱½ ماشہ ان سب چیزوں کو گھوٹ کر گھیکوار کے گودے میں گھوٹ کر مٹی کے کوزے میں بند کر کے ۵ سیر اوپلوں کی آنچ میں ٹھنڈا ہونے پھر ایک تولہ ہڑتال ورقی اور ½ ماشہ کافور کے ساتھ تیسری بار ایک تولہ گندھک آملہ سار اور ½ ماشہ کافور کے ساتھ چوتھی بار ایک تولہ شدہ سنکلپ پارہ اور ڈیڑھ ماشہ کپور کے ساتھ پھونکیں۔ اسی طرح سوا آنچ دیکر سیر بھوٹی ڈالکر لوہے کی کڑاہی میں ڈالیں اور نیچے آنچ دیکر راکھ کر ڈالیں۔ بعد ازاں یہ راکھ پنکھے کی ہوا سے اڑا دیں۔

اب یہ مقویات کی سرتاج دوائی پوردشکتی دا تا تیار ہے خوراک نصف رتی صبح اور نصف رتی شام کو بالائی یا مکھن کے ہمراہ کھا کر اوپر سے دودھ پی لیں۔ گرم اور ترش اشیا سے پرہیز کریں۔ اس دوائی کی تعریف میں متھرا کے بابو ہری داس جی لکھتے ہیں کہ ایک ہفتہ کے استعمال سے مریض کا وزن چار پونڈ بڑھ گیا۔ اور اس کے چہرہ پر سرخی جھلکنے لگی۔ بھوپال کے وید راج بال کرشن جی شرما نے اسے ۲۰۰ مریضوں پر استعمال کیا اور امید سے بڑھ کر مفید پایا رتنا گر کے ایڈیٹر آیور وید اچاریہ چھوٹے لال جی جین نے اپنی مشہور کتاب گرہ چکتسا پتھ پردرشک میں لکھا ہے کہ ہم نے آج تک ایسا بہتر بیف اور مقوی نسخہ نہیں دیکھا رسالہ تنتر کے ایڈیٹر وید بھوشن شری شیام بہاری لعل جی وید کی رائے ہے کہ اس دوائی کے چالیس روزہ استعمال کے بعد اسّی سال تک بڑھاپا پاس نہیں پھٹکتا ہمارا اپنا تجربہ ہے کہ اسکے سات روزہ استعمال سے جسم میں تازہ خون دوڑنے لگتا ہے اور چالیس روز کے بعد نامرد سے نامرد اور مایوس سے مایوس مریض بھی صحیح معنوں میں مرد بن جاتا ہے۔ زیادہ تعریف فضول ہے۔ عورتوں کی تمام امراض ہسٹیریا۔ جریان الرحم اور ایام حیض کی خرابی کیلئے یہ دوائی نہایت اکسیر ثابت ہوتی ہے۔ دمہ۔ ذیابیطس جیسے موذی امراض کے لئے اس سے بہتر دوائی کا دستیاب ہونا بالکل محال ہے ہم نے مفاد عامہ پر اس کا نسخہ اور ترکیب بتا دی ہے۔ جو صاحب کسی وجہ سے اسے خود تیار نہ کر سکیں وہ ہم سے دام کے دام پر منگائیں۔ چالیس روز کی ایک خوراک پانچ روپیہ دس آنے (۵/۱۰) میں معہ خرچہ محصولڈاک روانہ کر دی جائے گی۔

نیاز مند — ویدیہ رتن ... دیو گپتا۔ روپ بلاس رسائن شالا نمبر ۲۰ ... آباد

انسانی قربانی

ہندوستان کی وہ حیرت انگیز نامعقول باتیں جن کو ہندوستانی ہونے کے باوجود بھی آپ نہیں جانتے

یہ مضمون چندر مترا ایک فاضل اجل اور معتبر ہندوستانی ہیں۔

ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہیں علی گڑھ کے ایک سادھو نے اپنے چیلے کو دیوی کی بھینٹ کر دیا تھا۔ بعد ازاں سادھو پر قتل عمد کا مقدمہ چلایا گیا۔ اور اس کو سزائے موت دی گئی۔ معلوم ہوا کہ اس سادھو نے دیوی کا ایک مندر بنایا تھا۔ اس کے نیچے ایک تہہ خانہ اس نے اپنے رہنے کیلئے تعمیر کرایا۔ اور وہیں وہ کچھ عرصہ تک اپنے چیلے کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ لیکن اس کے بعد ناگہاں وہ چیلا کہیں معدوم پتہ ہو گیا۔ پولیس نے سادھو کو حراست میں لیکر اس کی تلاشی لی تو اس کے قبضہ سے خون آلودہ پھل کا ایک چاقو برآمد ہوا پہلے اس نے بیان دیا۔ کہ دو چور مجھ پر حملہ آور ہوئے تھے۔ میں نے اپنے بچاؤ کیلئے ایک کو چاقو مارا تھا۔ لیکن بعد ازاں اس نے بیان پلٹ دیا۔ اور یہ کہا کہ مجھے خواب میں دیوی نظر آئی تھی، اس نے قربانی طلب کی تھی لیکن میں نے صرف ایک مرغ کی قربانی دی تھی چیلے کو میں نے بالکل نہیں مارا نہ مجھ کو معلوم ہے وہ کہاں چلا گیا۔

جو لوگ سائنس کے نقطہ نگاہ سے ایسی باتوں کو دیکھتے ہیں وہ خیال کرتے ہیں کہ اگر انسانی قربانیاں زراعتی پیداوار کی زیادتی کے لئے کی جائیں تو کوئی بات تو ان کی سمجھ میں بھی جا سکتی ہے لیکن یہ کیا اندھیر ہے کہ کسی لڑکی کو دیوداسی بنا کر مندر پر چڑھا دیا جاتا ہے اس جگہ رہتے ہوئے وہ دیوتاؤں کے نام پر ایک فاحشہ عورت کی سی زندگی بسر کرتی ہے۔ اگر وہ دیوتاؤں کو خوش نہ کر سکے تو اُسے قتل کر دیا جاتا ہے۔

دیوداسی کا طریقہ کسی زمانہ میں ہندوستان میں کسی کسی جگہ رائج تھا۔ لیکن اب مٹتا جا رہا ہے۔ تاہم وہ مندر اب بھی گوا کے جنگلوں میں ایسے ہیں جن میں دیوداسیاں اب تک موجود چلی جاتی ہیں قابل ذکر بات یہ ہے کہ ہندوستان کا یہی وہ علاقہ ہے جہاں سب سے پہلے عیسائیت کا پرچار ہوا اور یہ مذہب تب سے اب تک رائج چلا آتا ہے اس جگہ کلنگا پوری کے وہ بہت سے قدیم ہندو مندر واقع ہیں۔ جن میں دیوداسیوں کی تصویریں اور بت پائے جاتے ہیں جب سولہویں صدی میں پرتگیزوں کے بے رحم امیر البحر ابو قرق نے تلوار کے زور سے لوگوں کو عیسائی بنایا اور مذہبی دیوانے فرانسسکو نے پورے اس کام میں اس کی مدد کی تو بس یہی وہ مندر تھے جو پرتگیزوں کے ہاتھوں سے بچ گئے۔ اس جگہ قدیم ہندو تہذیب کے بعض حیرت انگیز نمونے پائے جاتے ہیں جن میں سے بعض کو مجھے دیکھنے کا موقع ملا ہے کیونکہ اس جگہ کے پجاری نے چند روپوں کے عوض جو بطور انعام اسکو دیئے گئے تھے۔ اپنے جی کو سمجھا لیا تھا۔ کہ اگر کوئی آثار قدیم کا مغربی محقق ان چیزوں کو دیکھنا چاہے تو ان کو دکھانے میں ہرج نہیں ہے۔

یہ مندر قریب قریب واقع ہیں۔ اور ان میں حسن و جمال کی دیویاں دیوداسیوں کے نام سے تعداد کثیر میں رہتی ہیں وہ ہر آنے جانیوالے کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ اور اگر کوئی شخص ان کے تیر نگاہ سے گھائل ہونے کے باوجود شربت وصل سے تشنہ کام رہ جاتا ہے تو اس کی وجہ محض یہ خیال ہوتا ہے۔ کہ ہندوستان میں ایسی اسی فیصدی عورتیں جنسی امراض میں مبتلا پائی جاتی ہیں۔

میں اور میرا ایک یورپین دوست دن کے وقت ان مندروں کے آس پاس کے علاقہ کو روندتے پھر رہے تھے۔ کہ اتفاقاً ہمیں شو کا ایک مندر نظر آیا۔ اس میں ایک تین فٹ اونچا چبوترہ بنا ہوا تھا۔ جس کی لمبائی چوڑائی بھی کم و بیش اتنی ہی تھی۔ اس مندر میں شو لنگ جو مرد کے عضو خاص کی مشابہت رکھتا ہے۔ بطور نشان موجود تھا۔ اس کی جسامت عضو انسانی کے مقابلہ میں کم و بیش تگنی تھی اور چونکہ اس پر خون کے تازہ داغ موجود تھے اور ہم پہلے قربانیوں کے متعلق کئی طرح کی افواہیں سن چکے تھے۔ اس لیے ہمارے دل میں شبہات پیدا ہو گئے۔ ہم نے درپردہ تحقیقات شروع کی۔ اور اسوقت ہم کو معلوم ہوا۔ کہ یہی وہ مقام ہے جہاں نئی دیوداسیوں کو شرف شمولیت بخشا جاتا ہے۔ مزید یہ کہ چند دن کے عرصہ میں پورنماشی کی رات کو نئی دیوداسیوں کی شمولیت کی رسم ادا ہو

[illegible] کو [illegible] سے [illegible] بین لیا
[illegible] کی [illegible] کے لئے [illegible] آزمائش کے [illegible]
[illegible] کہ ہم جنگل میں جا کر ایک ایسے مقام پر چھپ گئے جہاں سے ہم [illegible] کی رسم اچھی طرح دیکھ سکتے تھے۔

اسوقت جو [illegible] ہمارے دیکھنے میں آیا اس کو ہم عمر بھر [illegible] نہ بھولینگے رسم کا آغاز معمولی طریقہ پر ہوا۔ یعنی کچھ منتر پڑھے گئے۔ پھر اس طریقہ پر دیوداسی کی فرضی شادی شو کے ساتھ کی گئی۔ جس کی تیاری کیلئے ایک تلوار لاکر رکھ دی گئی تھی۔ اس کے بعد آزمائش کا عمل شروع ہوا۔ یعنی ایک ایک لڑکی کے متعلق یہ تحقیق ہونے لگا۔ کہ دیوتا اسکو اپنی دلہن بنانا منظور کرتا ہے یا نہیں۔ یہ طریقہ آزمائش اتنا شرمناک اور وحشت ناک تھا۔ کہ تہذیب اس کے بیان کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ المختصر باقی سب لڑکیاں تو جس طرح ممکن ہوا اس آزمائش میں ثابت قدم رہیں صرف ایک بدنصیب اس تکلیف کو نہ سہ سکی اور اس کے منہ سے ایک لمبی جگر دوز چیخ نکلی اور یہ امر چنداں حیرت انگیز بھی نہیں۔ کیونکہ دیوداسی کے لئے اس تختے باکرہ ہونے کی شرط ہے پجاری نے جھٹ اسکو وہاں سے اٹھالیا۔ اور اسی وقت چاقو سے اس کا گلا کاٹ کر اس کی لاش چبوترہ کے دامن میں شو کے آگے چڑھاوی ساتھ ہی اس نے اپنی طرف سے دیوتا سے معافی مانگنی شروع کردی۔ شو لنگ پر اس بدنصیب لڑکی کا خون ابھی بہہ رہا تھا۔ کہ ایک دوسرے پجاری نے ایک اور تھر تھر کانپتی ہوئی لڑکی کو جس کی باری اس کے بعد تھی اس ہیبت ناک لنگ پر بیٹھنے کے لئے مجبور کیا۔

اس کے بہت بعد میں نے درپردہ تحقیقات سے یہ بات معلوم کی کہ اگر کوئی بدنصیب لڑکی اس آزمائش کے دوران میں کسی طرح کی آواز منہ سے نکالے تو یہی سمجھا جاتا ہے۔ کہ دیوتا نے اسکو اپنی دلہن بنانے سے انکار کردیا اور اب صرف اس کی قربانی ہی اس کے غصہ کو فرو کرسکتی ہے عام طور پر یہ راز اتنے پوشیدہ رکھے جاتے ہیں۔ کہ کوئی ہندو ایسی باتوں کو ماننے کیلئے آمادہ نہیں ہو سکتا۔ میں نے بھی اپنے دوست کیساتھ پولیس میں جاکر خبر دینے کی ضرورت نہ سمجھی کیونکہ اگر ہم ایسی حماقت کے مرتکب ہوتے تو یقینی طور پر کسی نہ کسی دن خفیہ حالت میں ان پجاریوں کے ہاتھوں مارے جاتے علاوہ بریں ہمیں [illegible] میں [illegible] ہوئے کافی عرصہ گذر چکا تھا

[illegible] کو [illegible] سمجھ کر [illegible]
اس طرح [illegible] دنیاوی مصیبتوں سے [illegible]
کچھ [illegible] میں [illegible] زندگی بسر کرتے ہوئے وہ [illegible]
میں مبتلا ہو کر مرتی۔

انسانی قربانی کی ایک صورت وہ بھی ہے جو [illegible] کہا جاتا ہے اور جس میں کوئی بیوہ عورت اپنے متوفی شوہر کی چتا پر بیٹھ کر جل مرتی ہے انگریز حکام اسکو ذیشیاد خودکشی سمجھ کر اس کی روک تھام کر رہے ہیں۔ لیکن بعض ہندوؤں کا اس کے متعلق یہ خیال ہے کہ روح غیر فانی ہے۔ کیا ہوا اگر یہ ظاہری جسم جل کر راکھ ہوگیا عاشق ومعشوق کی روح بعداز مرگ بھی ایک دوسرے کی صحبت میں رہ کر نشاط حاصل کرسکتی ہے۔ پس یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر عورت اپنے شوہر کے انتقال پر آئندہ بھی اس کی صحبت میں رہنے کے لئے مہیا ہوتی ہے تو اس میں کسی کو کیا اعتراض ہوسکتا ہے؟ علاوہ ازیں یہ رسم اتنی ہیبت ناک نہیں ہے جتنا انگریز اہلکاروں نے اسکو ظاہر کیا ہے۔ کیونکہ براہمن پجاریوں کو بعض ایسی بوٹیوں کا علم ہے جن کا رس نکال کر صندل وغیرہ کے ساتھ آمیز کرکے عورت کے بدن پر مل دیا جائے تو اس کے جسم کو آگ وغیرہ سے کوئی تکلیف نہیں پہنچتی۔ میرا ایک دوست لیوانٹ جو اپنی شعبدہ بازی کیلئے مشہور ہے ثابت کرکے دکھا چکا ہے۔ کہ جو لوگ ننگے پاؤں آگ کے کوئلوں کے اوپر سے گذرتے ہیں اور بعداز ان پاؤں دکھا کر کہتے ہیں کہ ان پر کوئی آبلہ یا نشان نہیں پڑا وہ درحقیقت اس قسم کی دوائی پاؤں میں لگا لیتے ہیں۔

سچ تو یہ ہے۔ کہ ستی کی رسم کا خاتمہ آسانی سے نہیں ہوسکتا اس لئے کہ راسخ الاعتقاد ہندو برابر اس کے حامی چلے آتے ہیں بہت عرصہ نہیں گذرا کہ جون ۱۹۳۲ء میں مسولی پٹم میں ایک چندہ کی فہرست کھولی گئی تھی تاکہ ایک نوجوان ہندو عورت کی یادگار قائم رکھنے کے لئے ایک مٹھ بنایا جائے۔ اس عورت نے ماہ مئی میں اپنے شوہر کی لاش کے ساتھ ستی ہونا منظور کیا تھا۔ اور جس جگہ وہ ستی ہوئی تھی وہاں بے شمار یاتری ہر روز جایا کرتے تھے۔

ایک عجیب رسم انسانی قربانی کے متعلق اور بھی پائی جاتی ہے جس کا تعلق اس عقیدہ سے ہے کہ [illegible] کا مریض [illegible] طرح نہیں مرتا چنانچہ اس بیان کی تائید [illegible]

[illegible] ہیں [illegible] تک۔۔

[illegible] اور باقی سب ترکیبیں [illegible] کرنے کیلئے بیسود ثابت [illegible] کسی جذامی کی لاش اس کی قبر سے کھود [illegible] کے بعد جلا یا جاتا تھا۔ [illegible] جاتا تھا اس وقت وہ اس لاش کو قبر سے نکال کر یا تو جلا دیتے [illegible] ڈال دیتے ہیں یا دریا میں پھینک دیتے ہیں۔ [illegible] ہے کہ اس طریقہ پر انسانی قربانی کی رسم ادا ہو جاتی ہے کیونکہ جذامی کی لاش اگر اس کے دفن کئے جانے کے ایک مہینہ بعد [illegible] نکالی جائے تو جل کی توں ہوتی ہے۔ پس لوگ خیال کرتے ہیں کہ ہم نے ایک ایسے شخص کی قربانی دی جو امر ہے علاوہ بریں۔۔ ہندوستان میں جب کسی جذامی کی لاش کو دبانے لگتے ہیں۔ تو اس میں بہت سا نمک رکھ دیتے ہیں۔ تاکہ اس کی لاش بارش کے دیوتا کے کام آئے۔ اس کے بغیر یہ رسم مکمل نہیں سمجھی جاتی ممکن ہے نمک اس لئے رکھا جاتا ہو۔ کہ وہ گوشت کو سڑنے سے بچاتا ہے۔ لیکن میرے خیال میں اصل وجہ یہ ہوگی۔ کہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ ارواح جنگل سے بہت ڈرتی ہیں۔ اس لئے وہ اس لاش کو نہ کھائیں گی۔ دونوں حالتوں میں اصلی مطلب یہی نظر آتا ہے کہ ضرورت پیش آنے پر لوگوں کو کسی جذامی کی لاش اپنی اصلی حالت میں بگڑنے کے بغیر ہی دستیاب ہو جائے۔

ایک اور طرح کی قربانی اور ہے۔ جس میں انسان حالت جوش میں اپنی جان ضائع کر لیتا ہے اور چونکہ اس جوش کی تہ میں بھی مذہب کا اثر کام کرتا ہے اس لئے یہ خودکشی انسانی کے ہی مترادف سمجھی جا سکتی ہے اس قسم کی تین وارداتوں کا حال مجھے معلوم ہے اور ان سے پایا جاتا ہے۔ کہ مذہبی جوش انسان کو کس حد انتہا تک پہنچا دیتا ہے۔ پہلی واردات جو قرون وسطی کے کسی واقعہ سے ملتی جلتی ہے۔ قصبہ چاندہ سے تعلق رکھتی ہے جو ناگپور کے قریب واقع ہے اس جگہ مادر زمین کا ایک بت جہاکالی کی صورت میں ایک قدیم مندر میں رکھا ہوا ہے رامیشور کے نام کا ایک پجاری اس جگہ رہتا تھا۔ اس کو مالی مشکلات نے آگھیرا اس حالت میں اس نے امداد کیلئے دیوی سے پرارتھنا کی لیکن اس کی بات سنی نہ گئی۔ ادھر قرضخواہ اس کو برابر پریشان کرتا رہا۔ آخر ایک دن سخت غم و غصہ کی حالت میں رامیشور دوڑا دوڑا مندر میں گیا اور ایک پتھر اٹھا کر دیوی کی مورتی پر دے مارا اس سے [illegible] ذرا سا خراب ہو گیا۔ مگر اور کچھ نہ بگڑا۔ بعد ازاں رامیشور

[illegible] کو اپنے کئے پر سخت پشیمانی ہوئی۔ اور اس نے اپنی جان [illegible]

دوسرا واقعہ بمبئی کے ایک ہندو ہوٹل میں پیش آیا۔ اور اس نے خیر معمولی سنسنی پھیلی تھی سو واقعہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ ایک ہندو وکیل نے جو اس ہوٹل میں ٹھہرا ہوا تھا۔ خواب میں دیکھا کہ دیوتا بال بھیرو راس سے کہتا ہے کہ اپنا فانی جسم چھوڑ کر شوقگ لوک میں میرے پاس آجاؤ۔ وکیل نے اس واقعہ کی کیفیت ایک پرزہ کاغذ پر لکھ کر میز پر رکھ دی۔ تاکہ اس کے مرنے کے بعد دوستوں کو اصل حقیقت معلوم ہو جائے اور خود افیون کھا کر مر گیا۔

تیسرا واقعہ جنوبی ہند کے مقام پاپ نالم سے تعلق رکھتا ہے اس جگہ نوجوان براہمن وشنو کا پجاری ایک مدت سے رہتا اور سری رام چندر جی کی بھگتی کیا کرتا تھا ایک روز اس پر مذہبی جوش جو سوار ہوا۔ تو اس نے لکڑیاں جمع کرکے آگ جلائی۔ اور رام رام کہتے ہوئے اس جلتی آگ پر کود پڑا۔ ایک مسلمان پاس سے گذرا جاتا تھا۔ اس نے اسکو بچانے کی بہت کوشش کی لیکن وہ جانبر نہ ہو سکا۔ مرنے سے پہلے اس نے بھی ایک چٹھی لکھ کر چھوڑی تھی۔ جس میں تحریر تھا۔ کہ میں دیو لوک میں پہنچنے کے لئے اپنی زندگی کا خاتمہ کر رہا ہوں۔

کسی کی جان لینا یا اپنی جان ضائع کرنا تو خیر ایک بات ہے بہت سے ہندو مذہبی جوش کی حالت میں اپنے آپ کو طرح طرح کی اذیتیں دینے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ اس طرح کے واقعات عموماً جنوبی ہند میں دیکھے جاتے ہیں۔ اور ان کا تعلق زیادہ تر دیوی کالی کی پوجا سے ہوتا ہے۔ اس قسم کے واقعات عام ہیں کہ بعض ریاضت کیش سادھو۔ تختی پر نوکدار کیل گاڑ کر خود ان کی اٹھی ہوئی نوکوں پر لیٹ کر یا بیٹھ کر عبادت کرتے ہیں اور ان کیلوں کے چبھنے سے جو تکلیف ہوتی ہے اسے ذرا بھی خاطر میں نہیں لاتے لیکن کچھ لوگ اس سے بھی زیادہ اذیت بخش ریاضتیں کرتے ہیں اور ہمیں بتایا جاتا ہے۔ کہ عرصہ دراز تک یوگ کی مشق کرتے رہنے سے جب انسان اپنے آپ پر اچھی طرح قابو پانے کے لائق ہو جاتا ہے۔ تو اسے ذرا بھی تکلیف نہیں ہوتی۔

مئی [illegible] میں جنوبی ہند کے مقام [illegible] پر دیوی کے بعض بھگتوں نے مذہبی جوش کی حالت میں اپنے کو طرح طرح کی اذیتیں دیں اور ایک شخص نے تو اپنے بدن کو اس [illegible] کہ [illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible] آدمی [illegible] پر [illegible] تو تمام ملاحظات ایسی مذہبی رسوم میں [illegible] ایک راہب عورت اپنے بدن کو [illegible] ہے اور پولیس اسے [illegible] تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کچھ لوگ مذہبی جوش کے زیادہ [illegible] اذیت دیتے ہیں یا انہیں یا دوسروں کی قربانی کے ذریعہ سے ہندوستان کی آبادی کو کم کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو پولیس کو دخل اندازی کی کیا حاجت ہے؟ جنوبی ہند کے مقام تیرو کپور میں مری اماں کے تہوار پر لوگ اپنے آپ کو جن طریقوں پر بدنی اذیتیں دیتے ہیں ان میں قابل ذکر یہ ہے کہ وہ جگن ناتھ کے بھاری رتھ کو کھینچنے کیلئے اس میں رسیاں باندھ کر ان رسیوں کے سرے پر آنکڑے لگاتے اور ان آنکڑوں کی نوکدار سرے اپنی پیٹھ کے گوشت میں چبھو لیتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ ان لوگوں نے زمانہ حال کی جدتیں بھی پیدا کرنی شروع کر دی ہیں کیونکہ ایک موقع پر دیکھا گیا۔ کہ ایک شخص بھگتی کے جوش میں اس طریقہ پر یاتریوں سے لدی ہوئی موٹر بس اور دوسرا ایک بھری ہوئی لاری کو کھینچنے کی کوشش کرتا تھا۔ اس جگہ یہ بات قابل ذکر ہے۔ کہ مری اماں کا تہوار خاص طور پر دراوڑ تہذیب سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اس میں حصہ لینے والے دراوڑ نسل کے غیر براہمن لوگ ہوتے ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے کہ ان میں بھی کسی زمانے میں انسانی قربانی کا رواج تھا۔ رفتہ رفتہ وہ طریقہ تو مٹ گیا البتہ یہ رسمیں جاری ہو گئیں۔ اس سے راقم الحروف کا منشا یہ ثابت کرنا ہے۔ کہ جو لوگ ایسی رسموں کو جاری رکھے جانے پر براہمنوں کو مطعون کرتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں۔ درحقیقت اس قسم کی ریاضتیں ہنود مت کے پھیلنے سے بہت پہلے کی اور زمانہ سلف کی یادگار ہیں۔

بدنی اذیت کا ایک اور قابل ذکر طریقہ وہ ہے جسے چرخی ماری کہتے ہیں یہ بھی ایک طرح کا پوجا کا نشان ہے اسی طریقہ پر جنوبی ہند کے بعض ایسے حصوں میں عمل ہوتا ہے۔ جہاں مجسٹریٹوں کے اختیارات پوری طرح نہیں پہنچ سکتے اس حالت میں مندر کا پجاری یا کوئی دوسرا آدمی بھگتی کرنیوالے کی پیٹھ کے عضلات کو زدوکوب کے ذریعہ سے بے حس کر دیتا ہے پھر اس کی پیٹھ پر اس قسم کے لوہے کے آنکڑے داخل کر کے جن کی مدد سے قصاب گوشت لٹکایا کرتے ہیں اس شخص کو ہوا میں دس فٹ کی بلندی پر معلق کیا جاتا ہے [illegible] رہے کہ یہ عمل جبری نہیں بلکہ سراسر اختیاری ہے۔ چنانچہ جب کوئی شخص سمجھتا ہے۔ کہ اس کی فصل محض اس لئے تباہ ہو رہی ہے۔ کہ دیوتا ناراض ہیں۔ اور اب صرف دیوی مریاماں

[illegible] کسی اذیت [illegible] اس قسم کے [illegible] ریاضت کے [illegible] طریقوں پر [illegible] ان کی [illegible] جسم پایا جاتا ہے کہ انہیں اس عمل سے ذرا بھی [illegible] نہیں ہوتی یہاں تک کہ اس کام سے فارغ ہو کر [illegible] پیدل چل کر اپنے گھروں تک چلے جاتے ہیں۔

چونکہ اب پولیس ان معاملوں میں دخل انداز ہونے لگی ہے اس لئے زیادہ آباد حصوں میں ایسی رسمیں بند ہوتی چلی جاتی ہیں۔ طریقہ یہ ہے کہ آدمی کے بدلے کوئی لکڑی کا بت بنا کر اور [illegible] کا عمل اس پر کر دیا جاتا ہے۔ فروری کے مہینہ اور [illegible] کے دنوں میں جنوبی ہند کے بعض مقامات پر مذہبی دیوانے ایک اور طریقہ پر اپنے بدن کو اذیت دیتے ہیں اور اس طریقہ کو ان کی اصطلاح میں تانی پسان کہا جاتا ہے۔ یورپین لوگ تو ان ہیبت ناک نظاروں کو کبھی سکون خاطر سے دیکھ نہیں سکتے۔ لیکن وہ لوگ ہر طرح اس کے عادی ہوتے ہیں۔ طریقہ یہ ہے کہ ریاضت کش لوگ اس قسم کی کھڑاویں پہن کر جن میں نوکدار کیلیں لگی ہوتی ہیں اور ان کیلوں کی نوکیں پاؤں میں چبھتی رہتی ہیں میلوں سفر کرتے ہیں۔ بارہا اس پر کفایت نہ کر کے وہ لوگ اپنے کندھوں پر بھی ایک اسی قسم کا تختہ رکھ لیتے ہیں جس میں ایسی ہی کیلیں جڑی ہوتی ہیں اور ان کی نوکیں بدن کے بالائی حصہ کو مجروح کرتی چلی جاتی ہیں۔ کچھ لوگ ایسے بھی دیکھنے میں آئے ہیں۔ جو اپنے بدن کے ہر حصہ میں ترسول گھونپ لیتے ہیں جو کہ شو کا نشان ہے اور صرف اپنی ٹانگوں کو اس لئے چھوڑ دیتے ہیں کہ ان سے چلنے میں مدد مل سکے۔ ان بدن کے اندر گھونپے ہوئے ترسولوں پر وہ گھی کا بھرا ہوا ایک بھاری پیتل کا برتن رکھ لیتے ہیں تاکہ مندر پر پہنچ کر اس سے شولنگ کی مالش کریں۔ اپنی اذیت کو زیادہ بڑھانے کیلئے اسی پر کفایت نہ کر کے وہ روانہ ہونے سے پیشتر گرم سرخ لوہے کی سلاخوں سے اپنی ٹانگوں پر جا بجا داغ پیدا کر لیتے ہیں۔ ایک اور ہیبت ناک نظارہ ہندوستان میں یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ لوگ کوئی تیز نوکدار چیز لے کر ایک نتھنے میں گھونپ کے دوسرے سے باہر نکال لیتے ہیں تاکہ ان کا منہ حرکت نہ کر سکے اور وہ بالکل خاموش رہ سکیں ایسی حالت میں [illegible] ان لوگوں کی [illegible] حال محتاج بیان نہیں ان کے رشتہ دار زندگی قائم رکھنے کیلئے ان کے منہ میں فقط سیال چیزیں ان کو خوراک کے طور پر دیتے ہیں [illegible]

امتحانِ شوہری

کیا آپکی ازدواجی زندگی [illegible] اور آپ اپنی اہلیہ کا دل [illegible]

مندرجہ ذیل سوالات علم النفس کی بناء پر قائم کئے گئے ہیں۔ اُن کے ذریعے سے قارئین کرام اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اُن کی ازدواجی زندگی آئندہ کس حد تک خوشگوار رہ سکے گی ـــــــــ (ایڈیٹر)

[illegible] کی زندگی میں انقلاب کا زمانہ اس وقت [illegible] جب [illegible] ہوئے چند سال گذر جاتے ہیں [illegible] فرد ہونے لگتا ہے اور جذباتی کشش [illegible] شروع ہوجاتا ہے۔ اس انقلاب [illegible] میں جو مرد اپنے کو سنبھالے رکھتا ہے اور [illegible] اور تحمل و حلیم سے کام لیتا ہے۔ اس کی [illegible] ازدواجی زندگی میں [illegible] نہیں لگنے پاتا۔

مندرجہ ذیل سوالات کا جواب سچائی سے دے کر آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اپنے ازدواجی [illegible] کس حد تک بخوبی پا سکا ہیگا۔ اگر آپ کو بہت کم نمبر ملے تو چاہیئے کہ اپنی خامیوں کو درست فرمائیے۔ قبل اس کے کہ زن و شوہر کے قلوب ایک دوسرے سے پھر جائیں۔

سوالات :

۱۔ شب میں جب آپ کی اہلیہ محترمہ گفتگو شروع کرتی ہیں تو آپ کو اُن کی

(الف) باتوں میں زیادہ لطف نہیں آتا اور آپ بمشکل جاگتے رہتے ہیں، یا

(ب) باتیں اتنی خشک معلوم ہوتی ہیں کہ آپ سو جاتے ہیں۔ یا

(ج) باتیں خشک معلوم ہوتی ہیں لیکن ظاہر دلچسپی سے سنتے رہتے ہیں۔ یا

(د) باتیں دلچسپ معلوم ہوتی ہیں اور آپ لطف سے سنتے رہتے ہیں۔

۲۔ اگر آپ کے اور ان کے درمیان کچھ بات بڑھ جائے اور آپ کو یقین ہو کہ ان ہی کی غلطی تھی تو کیا آپ [illegible] تک کہ وہ معافی مانگ لیں

(ب) ان کے معافی نہ مانگنے پر گئی گزری بات پھر اُٹھائیں گے۔ یا

(ج) گذشتہ باتوں کو درگذر کرکے خوش و خرم ہوجائیں گے۔

۳۔ احباب کیلئے آپ نے پان طلب کیا اور اس کے آنے میں بیوجہ تاخیر ہوئی تو کیا آپ

(الف) ان سے ترش رو ہوکر جواب طلب کرینگے، یا

(ب) سختی سے آئندہ عجلت کرنے کو کہیں گے، یا

(ج) نرمی سے آئندہ عجلت کرنے کو کہیں گے، یا

(د) خاموش رہیں گے اور دوستوں کی ضیافت کے لئے دوسرا بندوبست کرینگے۔

۴۔ کیا آپ اُن کی غلطیوں اور نقائص کو

(الف) اپنے احباب، یا

(ب) اپنے اعزا سے، یا

(ج) اُن کے اقارب سے کہنا مناسب جانتے ہیں

۵۔ کیا آپ کے اور اُن کے درمیان کوئی مشترکہ دلچسپی ہے؟

۶۔ کیا آپ اس امر کے قائل ہیں کہ نرم جواب سے مخاطب کا غصہ بھی نرم پڑجاتا ہے؟

۷۔ کیا آپ کو باہر کی تفریح کے مقابلہ میں ان سے بیٹھے باتیں کرنا زیادہ دلچسپ معلوم ہوتا ہے؟

۸۔ کیا آپ کی شام بیشتر باہر گذرتی ہے اور آپ زیادہ رات گئے گھر واپس جاتے ہیں؟

۹۔ کیا سسرالی رشتہ داروں سے آپ کے تعلقات اچھے ہیں؟

۱۰۔ کیا آپ کو ان کی مناسب فرمائش پوری کرنے میں تامل ہوتا ہے؟

ہدایت

سوال نمبر ۱۔ الف کے لئے ۲ نمبر۔ ج کیلئے ۵ اور د کیلئے ۱۰ نمبر دیجئے۔

سوال نمبر ۲۔ ج کیلئے ۱۰ نمبر دیجئے۔

سوال نمبر ۳۔ ج کیلئے ۵ اور د کیلئے ۱۰ نمبر دیجئے۔

سوال نمبر ۴۔ ہر شق کے اثبات کیلئے ۰ نمبر دیجئے۔

سوال نمبر ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۹ اور ۱۰ کا جواب اثبات میں ہے تو ہر ایک کیلئے ۵ نمبر دیجئے۔

سوال نمبر ۸۔ جواب اگر نفی میں ہے تو ۵ نمبر دیجئے۔

نتیجہ

اگر آپ کو ۲۰ نمبر ملیں تو ازدواجی زندگی بمشکل خوش و خرم گذرے گی اور آپ اپنی اہلیہ کا دل نہ رکھ سکیں گے۔ اپنی طبیعت بدلنے کی کوشش کیجئے اور اپنے سے زیادہ اُن کا خیال فرمائیے۔

اگر آپ کو ۲۰ سے زیادہ ۵۰ تک کوئی نمبر ملے تو آپ کی ازدواجی زندگی غنیمت گذرے گی لیکن زیادہ خوشگوار نہیں۔ اپنے غصہ کو قابو میں رکھنے کی کوشش کیجئے اور درگذر کرنے کی عادت ڈالئے تاکہ بقیہ زندگی بخوشی تمام ہو۔

اگر آپ کو ۵۰ سے زیادہ ۸۰ تک کوئی نمبر ملے تو آپ کی ازدواجی زندگی نہایت لطف و فرحت سے بسر ہوگی۔ مبارک ہو۔ ہاں یہ شرط ضروری ہے کہ آئندہ آپ کا مزاج نہ تبدیل ہو۔

نقاب اٹھنے کے بعد

ذیل کی سطور کو آپ محض ایک افسانہ تصور فرمائیں یا ایک حقیقی انسان کا اعتراف نامہ۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ اس میں خود میرا ایک لفظ بھی نہیں، آج سے چند سال پیشتر یہ دلدوز تحریر مجھے ایک نامعلوم شخص سے موصول ہوئی تھی، معلوم نہیں میں نے کتنی مرتبہ اسے پڑھا ہے۔ مگر اتنا ضرور یاد ہے کہ ہر مرتبہ اسے پڑھنے کے بعد میرے ہوش و حواس لرزہ براندام ہو گئے ہیں اور میں بے اختیار یہ سوچنے پر مجبور رہا ہوں کہ کیا کائنات کے حدود میں مرد سے زیادہ خونخوار عفریت کوئی اور بھی ہو سکتا ہے — بہر حال زندگی کی یہ سچی کہانی اب آپکے سامنے ہے اور اگر آپ چند تلخ حقائق کو گوارا کرنے کی سکت نہیں رکھتے تو میں مشورہ دوں گا کہ ان سطور کا مطالعہ نہ فرمائیے۔

(مسعود جاوید)

جاوید صاحب! ——

اپنے افسانوں کے ذریعہ اگرچہ آپ مجھسے غائبانہ طور پر متعارف ہو چکے ہیں، مگر میری ذات آپ کیلئے یکسر اجنبی ہے اور اس لئے اپنی گناہگار زندگی کی یہ بھیانک کہانی آپ کے پاس بھیجتے ہوئے مجھے یہ خوف محسوس ہو رہا ہے کہ کہیں آپ مجھے ایک دیوانہ اور میری اس تحریر کو محض ایک ہذیان یا وہم خیال تصور نہ فرمائیں، بایں ہمہ آپ غالباً مجھ سے زیادہ اس حقیقت کو سمجھتے ہیں کہ زندگی افسانے سے زیادہ حیرتناک چیز ہے اور زندہ انسانوں کے کلیجوں میں چند ایسے خوفناک زخم بھی چھپے ہوئے ہیں، جو آجتک کسی افسانے کی نشتریت میں منتقل نہیں کئے گئے، میری اس کہانی میں مرد کی فطرت کا جو مکروہ پہلو بے نقاب نظر آتا ہے وہ صرف ایک میری ہی گمراہ اور عصیاں پرست شخصیت تک محدود نہیں، زندگی کے ان خوبصورت ہنگاموں میں جنکی شیفتگی و متنفر خیزی پر تہذیب و اخلاق کے حسین پردے پڑے ہوئے ہیں، اگر آپ ایک جسی دلیری کے ساتھ نظر ڈالیں گے تو مجھ جیسے کور باطن اور نفس پرست انسانوں کا ایک غول نظر آئے گا، جو اپنے وحشی قدموں کے نیچے اخلاق و انسانیت کے ہر ایک مقدس جذبے کو روندتا ہوا گناہ کے بھیانک اندھیارے میں منافقت کے طلسمی چراغ روشن کرتا پھر رہا ہے، ان کے چہروں پر رنگین و دلکش نقاب پڑی ہوئی ہے، ان کے سیاہ ہونٹوں پر حسین الفاظ کے سرچشمے ابل رہے ہیں اور ان کی صداؤں میں جادو بھرے گیت سکر و سرور کی آندھیاں لئے ہوئے انسانوں کی سماعت پر لپک رہے ہیں، لیکن اگر کبھی ان میں سے کوئی انسان فطرت کے اٹل قوانین سے مجبور ہو کر خود اپنے گناہوں کا اعتراف کرنے پر آمادہ ہو جائے تو آپ دیکھیں گے کہ ان کی نقاب کے نیچے خونخوار بھیڑیوں کی ہیبت ناک تھوتھنیاں پوشیدہ ہیں ان کے ہونٹوں سے ٹپکنے والا ہر ایک خوبصورت لفظ خون کی ایک بوند ہے، جو کسی فریب خوردہ زندگی سے حاصل کی گئی ہے۔ اور ان کے سحر انگیز نغموں میں متعدد معصوم جوانیوں کی آہ و بکا چھپی ہوئی ہے، میں بھی آج تک اسی غول صحرائی کے ہمراہ خدا اور مذہب کو دھوکہ دیتا پھرا ہوں اور کون جانتا ہے کہ حسن و جمال کے کتنے معصوم پیکر میری سنگدل ٹھوکروں میں خوبصورت کھلونے کی طرح چور چور ہو چکے ہیں —— اُف! —— اس زندگی کا تصور بھی آج کس قدر ڈراؤنا محسوس ہوتا ہے، سچ مانئے کہ اب میری باغیانہ مجرم قوتیں بھی اس منظر کی تاب نہیں لا سکتیں۔

میں اپنی زندگی کی یہ سچی کہانی آپ کے پاس کیوں روانہ کر رہا ہوں، سچ پوچھئے تو میں خود بھی اس کی حقیقی وجہ نہیں بتا سکتا بس یوں سمجھ لیجئے کہ ساری کائنات میں میرے پاس صرف ایک چیز تھی —— گناہ! —— اور آج جبکہ میں خود کو اس واحد شے سے بھی تہی دامن پاتا ہوں تو اب وہ کیا ہے، جس کے واسطے میں زندگی کو زندگی کہوں، میری روح اس بوجھ کے نیچے دبے ہوئے پتھر کا ایک ٹکڑا بن گئی ہے، جیسے جینے کی ساری قوتیں بجھتے بجھتے تھک چکی ہیں اور اب میں صرف ایک ٹوٹا ہوا ستارہ ہوں جو اپنی آسمانی رفعتوں کو چھوڑ کر گناہ کی کالی رات میں بجلی کی طرح روشنی کی ایک لکیر بناتا ہوا خلیج ہستی کی تہوں میں راکھ ہو کر گرنے والا ہے —— سمجھے آپ —— ہاں واقعی اب میں خودکشی کر رہا ہوں، مگر جی چاہتا ہے کہ اس اندھیری رات میں یوں چپ چاپ مر جانے سے پیشتر [illegible]

[illegible] کی سہولت میں [illegible] پر سحر جیسے بادل
[illegible] کے پیچھے کہیں [illegible] چھپ جاتے پھر اچانک
[illegible] کی [illegible] کے سامنے [illegible]
———
[illegible] ــــ کالے ناگ کی طرح پھنکارتی ہوئی
[illegible] ــــ فضاؤں میں ہواؤں کے [illegible]
[illegible] سیاہ جیسا ایک بادل بھوکی بلاؤں کی طرح لپک رہے ہیں
[illegible] کو نگلنے برقی لیپ پر محبت اور موت کا کھیل کھیل رہے ہیں
مرنے کے لئے کتنی اچھی رات ہے یہ!!
مگر آہ ــــ ابھی مجھے کچھ دیر اور زندہ رہنا ہے اور اپنے افسانہ
حیات کو بیان کرنے کے واسطے مجھے تصور ہی تصور میں ابھی ایک مرتبہ
اور اپنی پچھلی زندگی پھر بسر کرنا پڑے گی۔ ———
اُف! ــــ میرے معبود!! ———

تاج محل کی وہ دلکش رومانوی رات مجھے آج تک یاد ہے۔
دنیا کہتی ہے کہ "تاج" اور چاندنی رات "مناظر کی دنیا میں شاہکار کی حیثیت رکھتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ چاند کے سیمیں جام سے چھلکنے والی شراب جب کرنوں میں تبدیل ہو کر "تاج" کی مرمریں صباحت میں مسکراہٹوں کی ضیائیں بکھیر دیتی ہے تو محسوس ہوتا ہے کہ ساری دنیا ایک مخروطی سی خواب میں تحلیل ہوتی جا رہی ہے اور فطرت نے طے کر لیا ہے کہ "تاج" چاند کے لئے ہو یا نہ ہو، مگر چاند اب صرف تاج ہی کا ہو کر زندہ رہے گا۔ ———
یہ سب کچھ کا سہی مگر نہ جانے کیوں میں نے "تاج" کی اندھیری راتوں میں اس سے کہیں زیادہ جاذبیت پائی ہے، ابدی محبت کے اس خوبصورت مدفن کو جب کبھی میں نے کالی رات کی بھیانک آغوش میں چپ چاپ کھڑے ہوئے دیکھا ہے تو سچ مانئے مجھے محسوس ہوا ہے کہ شاہی سینوں میں دھڑکنے والی محبت ایک خوبصورت جوگن کے روپ میں اپنے سیاہ بال بکھرائے کھڑی ہے۔ ———
ایسی ہی ایک رات تھی وہ بھی۔ ———
میں اور رعنا باہوں میں باہیں ڈالے سبزہ پوش روش پر گھوم رہے تھے آپ رعنا کو نہیں جانتے شاید؟ ــــ میں بھی اسے صرف اتنا جانتا ہوں کہ ستارہ مقناطیسی آنکھوں اور رنگین پیکر والی یہ [illegible] ناگن [illegible] کو ہلاک کرنے کے لئے ایک عورت کی صورت میں اس لئے تبدیل

[illegible] کو تھی [illegible] کی پیاس میں [illegible]
[illegible] زہر کے قطرے شراب بنا کر پیتا [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] ایسی [illegible] ہے کہ [illegible]
پہ وقت کی رفتار کو روک کر کھڑا ہو جائے اور [illegible] کو
صرف ایک [illegible] سے ایک تڑپتا ہوا [illegible] سے آپ
شاید نہ سمجھ سکیں میرے اس ہذیان کو ــــ مگر آہ ــــ میں جانتا ہوں
کہ گناہ کی آندھیاں کیسے چلا کرتی ہیں اور ان کی بے پناہ زد میں آ کر [illegible]
کس طرح اندھی ہو کر رہ جاتی ہے ———
پھر اتنا ہی نہیں کہ رعنا ایک عصیاں فروش عورت تھی بلکہ اسے تو گناہ کا سلیقہ آتا تھا، اس نے جہاں یہ تعلیم حاصل کی تھی کہ [illegible] شاداب جسم کس طرح صرف ایک بار قوس قزح کی طرح بل کھا کر رقص کو شاعری میں تبدیل کر سکتا ہے، اور اس کے یاقوتی لب کس طرح صرف ایک جنبش سے شاعری کو شراب بنا سکتے ہیں وہاں اس نے یہ بھی سیکھا تھا کہ دل کے ساتھ کیسے کھیلا جاتا ہے ــــ اور آہ نہ پوچھئے کس قدر دلکش ہوتا تھا اس کا یہ کھیل ــــ سچ مانئے کہ وہ جس قدر تباہ کرتی تھی اتنی ہی زیادہ رحمدل نظر آتی تھی، وہ جس قدر رلاتی تھی اتنی ہی زیادہ خوبصورت محسوس ہوتی تھی، اس کی حنائی انگلیاں لوگوں کے مجروح قلب میں جتنا گہرا نشتر اتارتی تھیں اتنی ہی شدید لذت کا احساس ہوتا تھا، شاید اسی لئے دنیا کہتی تھی کہ رعنا کا حسن و جمال صرف اسی وقت بے پناہ ہوتا ہے جب وہ ایک حسین نازک ناگن کی طرح اپنے شکار کو ڈسنے کے لئے [illegible]
مگر رعنا کی سطوت و نہد شکن خلوت میں باریاب ہونے سے پیشتر میری گناہ گار جوانی نہ جانے کتنی ناگنوں سے کھیل چکی تھی اور میری پیاسی نفسانیت نے پھولوں کی معصوم شبنم سے لیکر زہر کے تلخ قطروں تک سے اپنی تسکین کا سامان حاصل کیا تھا، اس لئے شاید مجھے رعنا کی فسوں کاریوں سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہ تھی، اسے اس کے یہ سارے تباہ کن جادو خود مرد نے ہی تو سکھائے تھے اور نہ بھلا ایک عورت عقل کو یہ کیا معلوم کہ مرد کے لئے ایک حسین عورت صرف کچھ دیر کے لئے حسین رہ سکتی ہے وہ یہ کیا جانے کہ مرد کو ہمیشہ کے لئے اپنا بنانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ خود کسی مرد کی نہ بنے، اسے یہ کیا خبر کہ مرد کی جذباتی فطرت صرف کھیلنا جانتا ہے۔ تڑپنا نہیں!! ———
ہاں یہ سب کچھ اسے خود مرد نے ہی سکھایا تھا اور شاید آج رات وہ عزم کر کے آئی تھی کہ اپنی وہ ساری فسوں [illegible] مجھ پر [illegible]

جن سے مقصد دنیا کی ہر نعمت حاصل ہوتی ہے ۔ تجھے نہیں معلوم تھا کہ اس کے سینے میں جو کشش ہے کوئی دل اس سے بچ نہیں سکتا ۔ وہ ابھی سے بہت پہلے میرے سینے میں سجا کر گم ہو گیا ہو۔

" تاج شہر کے ایک گلپوش کنج کے نزدیک ایک آہنی بنچ پر ہم بیٹھے تھے، کچھ فاصلے پر تاج شہر کی روشنی حیات گہری تاریکی میں اضافہ کرتی معلوم ہوتی تھی ہوائیں تیز اڑنے والے چمگادڑوں کی سرسراہٹ سے یہ خیال ہوتا تھا کہ مردہ لوگوں کی آوارہ روحیں اس حیدرآباد کی زیارت کے لئے غول در غول چلی آرہی ہیں۔ مستقل خاموشی تھی ـــــ شاید وہ صبح وہی تھی کہ ابھی اس کے آخری زبردست حملے کا وقت آیا کہ اس ـــــ یکایک اس نے میری طرف سرکتی اور وہ حسرت بھری نظروں سے میں اپنی ساری دلربائیوں کے ساتھ میرے لبوں سے لپٹنے کو بے چین گرم گرم ہونٹ پیوست کر چکی تھی " شاہد " اس نے دھیمی سرگوشی آواز میں کہا۔

" کہو " میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے جواب دیا۔

" کیا ابھی تک یہ کہنے سننے کا زمانہ ختم نہیں ہوا " وہ بولی

" میں نہیں سمجھا "

" تم سمجھے نہیں! ـــ ابھی تک تم سمجھے ہی نہیں ؟ ـــــ وہ جس نے دنیا کے کسی مرد کے آنسوؤں کا جواب ایک بیدردانہ تبسم کے علاوہ نہیں دیا ـــــ ہاں وہی رعنا تمہارے لئے ہر ایک مسکراہٹ کو آنسو بنا کر بہا چکی اور پھر بھی تم ابھی تک کچھ سمجھے ہی نہیں ؟ ـــــ وہ جس نے لوگوں کے زخمی قلوب پر ہمیشہ نئی نئی طرح رقص کیا ـــــ ہاں وہی رعنا تمہارے استغنا کے ظالم تیروں سے سر سے پاؤں تک خود گھائل ہو چکی اور تم ابھی تک کچھ سمجھے ہی نہیں ؟ "

رعنا نے اسے پورے جوش کے ساتھ اپنی آغوش میں بھینچتے ہوئے کہا " میں کچھ سمجھا ہوں یا نہیں لیکن اب تم اسی طرح بیتاب ہو کر ایسے بے پناہ الفاظ میں مجھے سمجھا رہی ہو تو مجھے یہ کہنا پڑتا ہے کہ تمہاری عقل جواب دے گئی ہے ـــ جو تمہیں قبول بنا ڈالا

تمہیں معلوم نہیں کہ تمہاری زبان سے ایسے پرشور الفاظ سن کر کوئی انسان اپنے ہوش میں نہیں رہ سکتا "

" نہیں شاہد " وہ کانپتی ہوئی آواز میں بولی " مجھے کہنے دو ـــــ میں نہ جانے ابھی کیا کیا کہنا چاہتی ہوں ـــــ مگر تم نے میری ہنسی میری مسکراہٹوں اور میری نشاط انگیزیوں کے ساتھ ساتھ میرے سہارے الفاظ بھی چھین لئے ہیں اور میں سب کچھ کہنے کے بعد بھی محسوس کرتی ہوں کہ میں نے کچھ نہیں کہا "

میں نے اس کے بالوں سے اٹھنے والی بدمست خوشبو سے سرشار ہوتے ہوئے جواب دیا " مگر تمہیں الفاظ کی ضرورت ہی کب ہے تمہاری ستم انگیز نگاہیں قیامت خیز ادائیں، رسیلی مسکراہٹیں یہ سب کچھ تمہارے وہ الفاظ ہیں جن کو تم جیسی ہی خوبصورت عورت استعمال کر سکتی ہے، اور یقیناً کون ہے جو تمہارے ان الفاظ کو تم سے چھیننے کی جرات کر کے زندہ رہ سکے ۔ "

یکایک وہ مجھ سے علیحدہ ہو کر سیدھی بیٹھ گئی، بالکل جیسے ایک خوبصورت ناگن ڈسنے کے لئے سر اٹھاتی ہو۔

" یہ شاعری کا وقت نہیں شاہد " اس نے کہا، " ایسی غزلیں میں بہت کچھ سن چکی ہوں ـــــ میری خلوت میں ہر ایک مرد ایک شاعر ہی بن کر آیا ہے اور اپنے خوبصورت مگر بے معنی قصیدوں سے میری سماعت کو مجروح کر کے گیا ہے ـــــ مگر شاہد میں بالکل بیزار ہو چکی ہوں منافقت کے اس حسین کھیل سے، میرے جذبات کی وہ فطری پیاس جو ایک عورت کے لئے زندگی کے مرادف ہے، صرف خوشنما اور رنگین الفاظ سے تو نہیں بجھ سکتی ـــــ یہ صحیح ہے کہ میں ایک بازاری جنس ہوں اور ہر وہ شخص جس کی جیب وزنی ہے میری راتوں کو خریدنے کا مقتدر ہے، لیکن دنیا شاید ابھی تک نہیں سمجھ سکی کہ ایک رقاصہ کی زندگی میں بھی بعض اوقات ایسے لمحات آہی جاتے ہیں جبکہ وہ ایک عورت [illegible]

صبحِ جوانی!

از حضرت موج رفیقی علیگ

حسن کے معصوم جلووں کی جوانی دیکھ لی
ان کو کیا دیکھا حیاتِ جاودانی دیکھ لی
ان کی چشم کیف زا کی جنبشِ بدمستیاں
حسن دیکھا، عشق دیکھا اور جوانی دیکھ لی
میں نے کیا دیکھیں گلابی ڈبڈبائی انکھڑیاں
جیسے ساغر میں شرابِ ارغوانی دیکھ لی
کیا پسند آئے اُسے پھر رونقِ شامِ بہار
جس کسی نے آپ کی صبحِ جوانی دیکھ لی
موجؔ تکمیلِ محبت کا ارادہ ناتمام
ہر خلشِ عشق و جنوں کی غیر فانی دیکھ لی

[illegible] ماہتاب کے [illegible] پر حیرانی ہوئی یہ رنگین آنکھیں کبھی
[illegible] لڑکی خاموش کی تمنا بھی کرنے لگتی ہے۔
[illegible] بہت تیز تھا اور میرے شانے پاس کا ایک
[illegible] جھونکا آیا جیسے میں پھول کی نازک پنکھڑی۔
کیسا خوبصورت سماں تھا یہ!

پھول ایک [illegible] جواب کیا سوچ رہے ہو تم بولتے کیوں نہیں؟ ہو سکتا ہے [illegible] میرا کلیجہ چیر کر دیکھو کہ ایک بازاری جنس کس طرح عورت بھی بن سکتی ہے، میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ آج سے پہلے تم جذبات کے بہت سے کھیل کھیل چکے ہو، میری طرح تم نے بھی بہت سے انسانوں کو اپنے سامنے گڑگڑاتے ہوئے اور محبت کی بھیک مانگتے دیکھا ہے اور اس لئے شاید تم سمجھ رہے ہو کہ میں تمہارے ساتھ بھی وہی خوبصورت مگر فریب انگیز کھیل کھیل رہی ہوں جیسے میں نے کسب زر کیلئے ایک مقناطیس کی طرح استعمال کیا ہے، لیکن شاید اگر تمہاری فطرت کی پاکیزہ صلاحیت کو تمہارے گذشتہ رنگین و بے مثال تجربات نے بالکل مردہ نہیں کر دیا ہے تو یاد کرو کہ اب میں نفسانیت کے ان ہنگاموں سے بالکل بیزار ہو چکی ہوں اور دنیا میں صرف تم ہی وہ انسان ہو جو مجھے اس دلدل سے نکال کر زندگی کی شاہراہ تک لیجا سکتا ہے"

اب ہم دونوں آہستہ آہستہ روش پر چلے جا رہے تھے، میں خاموش تھا صرف اس لئے کہ رعنا جو کچھ کہنا چاہتی ہے ایک مرتبہ کہہ کر دل کا بوجھ ہلکا کرے، میں جانتا تھا کہ دنیا میں میری ہستی کبھی کسی ایک عورت کی پرستار ہو کر نہیں رہ سکتی میں ایک بھونرے کی طرح آزاد رہنا چاہتا تھا جو جب چاہے ایک نئی کلی پر منڈلائے اور دوسری کیطرف اڑ جائے، مگر رعنا ایک رقاصہ اور طوائف ہوتے ہوئے بھی آج مجھے اسی مسلک سے ہٹانا چاہتی تھی، کیا یہ سب کچھ محض ایک فریب تھا؟ —— آہ اس سوال کا جواب مجھے اسوقت معلوم ہوا جب مجھے موت کے علاوہ کوئی چارہ کار باقی نہ تھا —— مگر اس رات —— اس رات تو میں اسے ایک طوائف کے علاوہ کچھ نہ سمجھ سکتا تھا اور اس لئے میں نے فیصلہ کن لہجہ میں کہا۔

"تم ایک سانس میں بہت کچھ کہہ گئیں، میں حیران ہوں رعنا کہ تمہارے ان جذبات کا کیا جواب دوں، تم جن جذبات کے تحت اپنے موجودہ طریقہ زندگی کو چھوڑنا چاہتی ہو کون مرد ہے کہ ان کے سامنے سر تسلیم خم نہ کر دے مگر میں اتنا خود غرض نہیں کہ تمہیں تمہارے طوفان میں اور آگے دھکیل دوں —— سنو —— اگر تم اپنی زندگی کی تبدیلی پر کسی اخلاقی تقاضہ سے مجبور ہو کر آمادہ ہوئی ہو تو میں تمہیں بتا تا کہ تہذیب کے یہ خوبصورت پیشہ [illegible] ایک نظر اندر بھی دیکھ لو، سچ تو یہ ہے کہ کوئی چیز —— کہ [illegible] بات [illegible] ہوتا ہے —— [illegible] ہے کہ انسان مہذب بن کر بھی وحشی ہے [illegible] کی یہ عادت رکھتے ہوئے بھی فرشتوں کی طرح ہو سکے، مگر میں دیکھتا ہوں کہ تم صرف محبت کی خاطر، صرف اس لئے کہ میری روح کے ساتھ ساتھ میرا جسم بھی ہمیشہ کے لئے تمہارا بن سکے ایک [illegible] محبت [illegible] ہو جانتی ہو ایسی محبت کا انجام کیا ہوتا ہے۔"

"نہیں" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"سنو" میں نے راستے میں [illegible] کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "ایسی محبت ختم ہوتی ہے شادی پر اور شادی کا انجام ہوتا ہے آسودگی، اضمحلال، تلخی، بیزاری، علیحدگی، یہ ہے مرد کی فطرت کا وہ راز جو تمہیں اب سے بہت پہلے سمجھ لینا چاہیئے تھا، یہ اصل انسانی حقیقت ہے اور اس کو چھپانا نہیں چاہتا کہ جب تک مجھے یہ احساس ہے کہ تم میرے علاوہ کسی اور کی بھی ہو سکتی ہو اسوقت تک میرے جذبات تمہاری طرف دیوانہ وار بڑھ رہے ہیں، لیکن اگر تم نے کسی طرح مجھے یہ یقین کا موقع دیدیا کہ دنیا میں میرے علاوہ اب کوئی دوسرا مرد تمہارے جسم کی رعنائیوں کا مالک نہیں ہو سکتا اسوقت وہ پہلا لمحہ ہوگا کہ میری نظریں کسی اور حسین مرکز کو تلاش کرنا شروع کر دیں گی، یہ زندگی کے وہ نشیب فراز ہیں جن پر تمہاری طرح بہت سی عورتوں نے جست لگانا چاہی اور مصائب کی ٹھوکریں کھا کر گر پڑیں، میں چاہتا تھا کہ تم ......"

"بس بس" وہ ایک غضب ناک جھٹکے سے بولی "میں خوب سمجھ گئی ہوں کہ تم کیا چاہتے تھے اور کیا چاہتے ہو، تمہاری نفس پرستی نے تمہاری انسانیت کا ہر ایک جوہر جلا کر راکھ کر دیا ہے اور تم اب ایک خون آشام بھیڑیا ہو جو معصوم و فریب خوردہ زندگیوں کے خون سے کھیلتا پھرتا ہے..."

وہ آگے بڑھی اور میں نے لپک کر اس کے آگے بڑھتے ہوئے کہا "تم برہم ہو گئیں؟"

"چپ رہو" اس نے وحشیانہ طور پر چلا کر کہا "مجھے تمہارا فلسفہ، تمہارا وعظ و پند، تمہاری دلبری و تسلی کی ضرورت نہیں، تم چاہتے ہو کہ تمہارے شبستان عشرت میں ہر رات ایک نئی شمع روشن ہو اور تم صبح سے پہلے ہی اپنے گناہ کے جھونکوں سے اسے بجھا کر پھینک دو، تم کہ تمہاری حیوانی فطرت صرف کمینہ جانتی ہے تڑپانا نہیں —— ہاں تم شاید سمجھ سکو دیکھتے ہی دیکھتے ساری کائنات کا لطف جاتا رہے [illegible] میری [illegible] کی قدر تم نہیں کر سکتے جو میں نے محسوس [illegible] تھی [illegible] تمہارا سماج [illegible]

اور تم جو اپنی کوٹھی کے ذلیل دریچے سے ہٹ کر کسی شیشہ کی طرح اس غلاظت سے باہر نکلنے کو اپنی موت سمجھتے ہو، تم اپنی زندگی کو ان پیمانوں سے ناپتے ہو جن کو گناہ کے دیوتاؤں نے تمہارا خون پینے کے لئے ڈھال رکھا ہے تم اس راہ سے ذرا ہٹے اور تمہارا گلا گھونٹ دیا گیا، تم اسی کو زندگی سمجھتے ہو۔ میں نے ایسا نہیں سمجھا، اسی لئے میں ذلیل ہوں اور تم شریف ــ میرا ہر سچ جھوٹ ہے اور تمہارا ہر ایک جھوٹ سچ، مگر تمہیں اپنے ان آتشین جذبات کی قسم جو تم کبھی کبھی میرے ساتھ خلوت میں اپنے اوپر طاری کر چکے ہو ایک ساعت کے لئے یہ بھول جاؤ کہ میں کون ہوں اور جواب دو کہ مجھ غریب کو جینے کا کوئی حق بھی ہے کہ نہیں؟ میرے گناہ بے شک ناقابل عفو سہی مگر کیا گناہگار کسی اور خدا کی مخلوق ہیں؟ میں بقول تمہارے لاکھ "دشمن ایمان و آگہی" سہی لیکن کیا ایسا ممکن نہیں کہ کوئی خود مجھے لوٹ کر لے جائے! ـــــ مگر تو بہ میں نہ جانے کیا کیا کہہ گئی ـــ تم تو اپنا جواب دے ہی چکے، میں جس دلدل سے نکلنا چاہتی تھی تم نے مجھے پوری بیدردی سے اسی میں دھکیل دیا، اب جانتے ہو میں کیا کروں گی ـــــ گناہ ـــــ اور ایسے کہ کبھی تم جیسے بدکار کے بھی خواب میں نہ آئے ہوں ـــــ اور ان سب کے ذمہ دار اب تم ہو گے ـــــ صرف تم"

ایک لمحے کے لئے وہ خاموش کھڑی رہی اور اس سے پیشتر کہ میں کچھ کہوں، تیزی کے ساتھ تاریکی میں آگے بڑھ گئی۔

دوسرے ہی لمحے میں مجھے ایک ہلکی سی چیخ کی آواز سنائی دی، گھبرا کر میں آگے بڑھا اور ایک ساعت کے لئے میرا دل دھک سے ہو کر رہ گیا، درخت کے نیچے گہری تاریکی میں دو انسانی صورتیں کھڑی تھیں، ایک تو خود رعنا۔ ـــــ اور دوسری؟

"تم کون ہو؟" میں نے اس نامعلوم ہستی سے مخاطب ہو کر کہا "تم کون ہو؟" رعنا نے بھی اسی لہجہ اس سے پوچھا۔

وہ میری ٹارچ کی روشنی میں آگے بڑھی ـــ نقاب نے مجھے متحیر کر دیا، بوسیدہ لباس میں ملبوس میرے سامنے ایک حسین کمسن لڑکی ایستادہ تھی، اس کا چہرہ کنول کی طرح زرد تھا اور اس کے برہنہ سفید پاؤں گھاس کے سبز فرش پر بلّور کے ٹکڑوں کی طرح چمک رہے تھے۔

"میں ـــــ میں بھکارن ہوں" وہ کانپتی ہوئی آواز میں بولی۔

"بھکارن کو اسقدر حسین تو نہ ہونا چاہئے" میں نے ایک منٹ کے بعد مسکراتے ہوئے کہا "کیا تم جانتی نہیں کہ اگر تم نے یوں کالی راتوں میں آوارہ گردی کو ترک نہ کیا تو . . . . . تم بہت جلد بھکارن بھی نہ رہ سکو گی" معلوم ہوتا تھا کہ میرے الفاظ نے اس کے دل کے کسی چوٹ کو چھوتے ہوئے حقیقت کو چھو دیا ہے، وہ ایک قدم آگے بڑھی اور ایسی آواز میں جو بڑی درشت معلوم ہوتی تھی جواب دیا ـــــ

"ہاں میں جانتی ہوں ـــــ مگر کچھ سکھ تو مجھے بننا ہی ہے ـــــ بھکارن نہ سہی تو . . . . . ." اور یہ کہتے ہوئے اس نے رعنا پر ایک نظر ڈالی اور چپ ہو گئی۔

"تو کیا تمہارے لئے بھیک مانگنے کے واسطے بھی دنیا میں تمہارا کوئی سرپرست نہیں رہا؟" رعنا نے عجلت کے ساتھ پوچھا۔

"ہے کیوں نہیں ـــــ مگر صرف ایک" اس نے معنی خیز انداز میں کہا

"تو کیا وہ اپاہج ہے، یا سنگدل" میں نے پوچھا۔

"نہیں ـــــ یہ وہی تو ہے جو میرے واسطے بھیک مانگتا پھرتا ہے میں تو صرف اس کے ساتھ رہتی ہوں"

"وہ کون ہے؟" میں نے کہا۔

"وہ؟ ـــ میرا حسن" اس نے بیساختہ جواب دیا۔

"مگر تمہارے اس بھیک مانگنے والے کو یہاں تاج محل پر اندھیری رات کے سناٹے میں بھلا کیا مل سکتا ہے؟ تم اسے انسانوں کے ہنگاموں میں لیجاؤ تو شاید کامیابی ہو سکے" میں بولا۔

"ہاں ـــ صحیح ہے" اس نے کہا اور پھر ایک بار رعنا پر ایک نظر ڈالتے ہوئے بولی "لیکن کبھی کبھی حسن کو کالی کالی راتوں کے سناٹے کی بھی ضرورت ہو ہی جاتی ہے!"

~~~~~~~~~~~~

یہ تھی میری اور اس بھکارن کی پہلی ملاقات، پہلی اور آخری بھی، اس لئے کہ اس کے بعد وہ بھکارن نہ رہی، میں نے اولین نظر میں ہی یہ دیکھ لیا تھا کہ رعنا کے بعد اگر میرے گناہ کے ڈرامے میں کوئی عورت ہیروئن کا کردار اختیار کر سکتی ہے تو وہ اس دریدہ لباس دلکش دوشیزہ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتی اور اس لئے میں نے اس خوبصورت کھلونے کو خرید لیا، اپنے سیم و زر سے نہیں بلکہ ہمدردی و محبت کے اس باطل اظہار سے جس کے سامنے کوئی مصیبت زدہ فاقہ کش عورت تڑپے بغیر نہیں رہ سکتی، چنانچہ بہت جلد میں نے دیکھا کہ میرے حسن صورت و سیرت کی مصنوعی رنگینیوں نے بھکارن دوشیزہ کو میری محبت کے خوبصورت دھوکوں میں مبتلا کر دیا ہے۔

مگر توبہ! ـــــ میں ایک دم کہاں سے کہاں پہنچ گیا، افسانے کی دو ایک درمیانی کڑیاں تو میں بھول ہی گیا حقیقت یہ ہے کہ میں نے آج سے پہلے کوئی افسانہ نہیں لکھا، پھر اس کے علاوہ شاید آپ خوب
~~~~~~~~~~~~

جانتے ہیں کہ شعر یا افسانہ بیان کرنا ایک انتہائی دشوار چیز ہے۔ یہ وہ مرحلہ ہوتا ہے کہ دل میں چھپے ہوئے جذبات کے سرچشمے ابلتے ہیں اور الفاظ کی شکل میں [illegible] کی طرح بہا کر لے جانے کے بعد وہ ہم پر بوجھ بن کر رہ جاتے ہیں، جبکہ زندگی کے واقعات کسی فنی قانون کے پابند نہیں اسی طرح آپ میری اس بے ربط کہانی کو فن کی ترازو میں تول کر نہ دیکھئے گا کیونکہ ـــ "فریاد کی کوئی لے نہیں ہے، نالہ پابند نے نہیں ہے" یہ دل کے ٹکڑے ہیں جو آنسو بن کر کاغذ پر ٹپک پڑے ہیں

ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ اس روز کے بعد وہ بھکارن نہ رہی کئی روز کے انتہائی اصرار کے باوجود مجھے اس کی بابت صرف یہ معلوم ہو سکا کہ اس کا نام گلنار تھا اور اب وہ دنیا میں بالکل تنہا تھی اسکے حسن و جمال کی پاکیزگی و معصومیت کچھ ایسی لرزاں کر دینے والی چیز تھی کہ میری گناہ پرست فطرت بھی لڑکھڑا گئی اور مجھے اتنا بھی ہوش نہ رہا کہ اسکی بابت کچھ اور زیادہ معلوم کر سکوں، آہ نہ پوچھئے کہ گلنار نے مجھے ایک دم زندگی کے کس ہوشربا مقام پر پہنچا دیا تھا، جب وہ میری ناپاک فطرت سے قطعی بیگانہ ہو کر اپنی ملکوتی معصومیت کے ساتھ مجھے ایک نظر دیکھ لیتی تو محسوس ہوتا کہ کسی نے مجھے ایک بے پناہ سیلاب میں دھکیل دیا ہے اور میں کسی نامعلوم جذبے کی طوفانی موجوں پر اچھلتا تڑپتا بہا چلا جا رہا ہوں، اکثر ایسا ہوا ہے کہ راتوں کے سناٹے میں خوبصورت ستاروں کی طرف دیکھتے دیکھتے میں نے اپنی نیندوں کو بے چین کروٹوں میں تبدیل کر دیا ہے، میں اچھی طرح جانتا تھا کہ میں اسے بھیک کی گلیوں سے اٹھا کر یوں اپنے عشرت کدے میں لے آیا تھا، لیکن باور فرمائیے کہ اسکی معصومیت و بے خبری نے مجھ سے گناہ کی ساری جرأتیں چھین لی تھیں اور اگر میں کبھی اسے اپنی نفسانیت کی نظروں سے دیکھنے کی کوشش کرتا تو بے اختیار یہ احساس ہوتا تھا کہ ایک طوفان نور نے مجھے اندھا کر کے رکھ دیا ہے۔

مگر آہ ـ نیکی اور ہدایت کے لمحات ہمیشہ کیلئے ہمارے انتظار میں کھڑے نہیں رہ سکتے۔ گلنار سراپا ایک حور سہی، پیکر معصومیت و ملکوتیت۔ لیکن تھی تو وہ بھی ایک عورت ہی تھی ـــ اور عورت کا مفہوم میرے لئے ہمیشہ سے گناہ و سیاہ کاری ہی رہا تھا میرے واسطے پھول صرف دور سے دیکھنا اور سونگھنے کی چیز نہ تھے، میں نے تو اب تک صرف یہی سیکھا تھا کہ "کلی اسوقت ہی پھول بن سکتی ہے جب اسے شاخ سے توڑ کر اپنی انگلیوں کی گرفت میں مسل کر بے حس بنا دیا جائے" یہاں یہ گلنار کی سحر آفرینیوں نے ایک لمحہ [illegible] کہ میں رعنا کو تقریباً فراموش کر چکا تھا میرے شب و روز سے اب اس کا تخیل اس طرح معدوم ہو چکا تھا جیسے صبح صادق کی دھیمی روشنی میں ستاروں کی ضیائیں ماند پڑنے لگتی ہیں ـــــ تقریباً ایک ہفتہ بعد کا ذکر ہے۔

رات اندھیری تھی۔ میں اور گلنار تاج محل کی اسی آہنی بنچ پر بیٹھے ہوئے تھے جس پر آج سے ایک ہفتہ پہلے رعنا میرے ساتھ بیٹھی تھی۔

وہی رومانی اندھیرا ـــ وہی ہواؤں کا سناٹا ـــ وہی چمگادڑوں کی غول در غول خاموش پرواز ـــ سب کچھ وہی تھا۔ لیکن آج رعنا کی جگہ گلنار کے قبضے میں تھی، وہی گلنار جو اسی جگہ ایک بوسیدہ لباس بھکارن کے روپ میں ظاہر ہوئی تھی۔

ایک ساعت کے لئے مجھے رعنا کا خیال آیا ـــ اسکی وہ بینا بادہ و جذبات سے لبریز گرمجوشی ـــ اس کی مرمریں باہوں کا وہ سرور انگیز لمس ـــ اور آہ اس کے یاقوتی لبوں کا ـــ کانپتے ہوئے گرم گرم لبوں کا وہ جنون انگیز اقدام گنہ ـــ سچ جانئے کہ میں لرز اٹھا، مگر دوسرے ہی لمحے یہ سب کچھ ایک خواب کی طرح تاریکی میں تحلیل ہو چکا تھا۔ میں نے چونک کر نظر اٹھائی، سامنے ایک حسین جگنو جھلملاتا ہوا پھولوں کے کنج میں دیوانہ وار طواف کر رہا تھا۔

"دیکھتے ہو؟" گلنار کہہ رہی تھی۔

"کیا؟" میں نے گویا بیدار ہوتے ہوئے پوچھا۔

"گلاب کے کنج میں وہ جھلملاتا ہوا ننھا سا جگنو ـــ اُف کتنا پیارا کیسا حسین!" اس نے اپنے دونوں نازک ہاتھوں کو ایک دوسرے میں پورے زور سے دباتے ہوئے کہا "آہ آپ شاید نہیں جانتے کہ ایک عرصہ تک میں نے بھی فطرت کی حسین آغوش میں اسی طرح آزاد پرواز کی ہے، میں چاہتی تھی کہ زمین و آسمان کی بے پایاں وسعتوں میں ایک شوخ کرن کی طرح آزاد چھوڑ دی جاؤں اور فطرت کے تمام حسن و جمال میں ڈوب ڈوب کر اپنی روح کی تشنگی کو تسکین دوں ـــ مگر آہ ـــ انسان اپنی بھوک کا غلام ہے، یہ نہ ہو تو پھر آدمی اور فرشتہ میں کوئی فرق نہ رہ جائے، روٹی کا ایک حقیر سا ٹکڑا انسانی زندگی کی بنیاد ہے اور نہ جانے اس ذلیل بنیاد کی استواری کے لئے دنیا کیا کیا کچھ کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے!!"

میں نے محسوس کیا کہ گلنار کے خیالات آج ماضی کی طرف اُڑے جا رہے وہ ماضی جو میرے لئے ابھی تک ایک سربستہ راز ہی تھا میں نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا ـــ

"میں نہیں سمجھ سکا گلنار کہ تم کیا کہہ رہی ہو، کیا اچھا ہوتا کہ تم اب اپنی

بیگانہ وشی کو ترک کرکے مجھے اپنے ماضی کے معیار سے ہی ایک نظر دیکھنے کا موقع دیدیتیں، تم شاید ابھی نہیں سمجھ سکیں کہ بس ایک ہفتے میں تم نے میری دنیا کو کس رنگ میں شرابور کر دیا ہے، تم نے محسوس نہیں کیا کہ اب تمہاری ہستی میری روح سے اس قدر نزدیک آچکی ہے کہ میں تمہاری بابت کچھ نہ جانتے ہوئے بھی کچھ دریافت کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ مگر آہ گلنار ۔۔۔ آخر میں انسان ہوں ۔۔۔ اور انسان ہمیشہ کچھ نہ کچھ جاننے کیلئے تڑپتا رہتا ہے۔"

میں نے سنا اس نے ایک ہلکی سی آہ کی اور اسکا سارا جسم مجھے یوں کانپتا ہوا محسوس ہوا، جیسے ہوا کی نازک سی موج سے ننھی سی شمع کا شعلہ تھرتھرا جائے۔

"ہاں واقعی میں نے غلطی کی" وہ بولی "میں جس روٹی کے حقیر ٹکڑے کے لئے اپنی زندگی کی بلندیوں سے گر کر ایک بھکارن بنی تھی تم نے مجھے اسکی ضرورت سے ہی آزاد نہیں کیا، بلکہ اپنی پرخلوص فطرت کی ہمدردی سے نواز کر میری اسی زندگی کو خرید لیا جسے آج تک سیم وزر کے انبار نہ خرید سکے تھے، بایں ہمہ میں آج تک خاموش رہی، تم میری کہانی نہ سنتے تو اچھا ہی تھا، یقین کیجئے کہ اس میں سوزش وخلش کے علاوہ اور کچھ نہ ملے گا، اندھیری رات میں ٹوٹنے والے ستاروں کی کہانی ہی کیا ۔۔۔ ایک چمک ۔۔۔ ایک جست ایک یک لمحی جلوۂ نور ۔۔۔ اور بس ۔۔۔ مگر تم چاہتے ہو تو آؤ وہ بھی سن لو جسے نہ سننا ہی اچھا تھا ......"

وہ ایک ساعت کے لئے خاموش ہو گئی، میں نے دیکھا اس کا سانس تیز ہو گیا تھا، وہ کانپتی ہوئی آواز میں بولی۔

"یہ کہانی بہت طویل ہے قتادہ ۔۔۔ اور میں بہت دیر تک اس کو بیان کرکے اپنی زندگی کے زخموں سے کھیلنا نہیں چاہتی، مختصر یوں سمجھ لو کہ میری حیاتِ فطرت کا وہ شعر ہے جس کا صرف ایک مصرعہ کہہ کر چھوڑ دیا گیا ہے، محبت کو کون نہیں جانتا، کون ہے جو محبت نہیں کرتا، یا جس سے محبت نہیں کی جاتی، مگر میرے باپ نے میری ماں کو جن طوفانی جذبات سے چاہا تھا وہ محبت سے بلند کسی اور چیز سے تعلق رکھتے معلوم ہوتے تھے، وہ ایک حسن پرست معتقد تھا اور وہ ایک حسن فروش طوائف، فطرت نے اپنا تیر چلایا اور دونوں ایک دوسرے کے سامنے آئے اور ایک دوسرے کو یوں چاہنے لگے گویا ہمیشہ سے چاہتے رہے تھے۔ انہوں نے باہموں میں باہیں ڈالیں اور دنیا کے ہنگاموں کو چھوڑ کر وہاں جا بسے جہاں گناہ کو گناہ کہنے والا کوئی نہیں ہوتا، فطرت کی سہانی ویرانیوں میں وہ دونوں دو دیوانوں کی طرح محبت کا شغل کھیل کھیلتے رہے ۔۔۔ یہی حسین وادیاں تھیں، جہاں میں نے سب سے پہلے دنیا کو دیکھا ......"

"تو کیا تمہارے ماں باپ باہم شادی کے رشتے میں منسلک ہو چکے تھے"

"نہیں ۔۔۔ شادی سے مراد اگر وہ ظاہری رسم ہے جن کو صدیاں بار بار دہراتی چلی آتی ہے تو یقیناً ان کی شادی نہ ہوئی تھی، اور اگر دو روح و قلب کا دو سے ایک ہو جانا بھی شادی کا محتاج ہے تو واقعی میں ایک بھیانک گناہ کی پیداوار ہوں، ہاں یقیناً دنیا ابھی تک مجھے ایسا ہی سمجھتی ہے، اسی لئے تو کہتی تھی کہ یہ کہانی نہ سنئے، مجھے پہلے ہی خوف تھا کہ تم لاکھ ہمدرد و پرخلوص فطرت کے مالک سہی لیکن پھر بھی دنیا کے ان رسمی قوانین سے بغاوت نہیں کر سکتے، میری پیدائش گناہ سے ہوئی ہے اور سماج میں ماں باپ کے گناہوں کی سزا بھی اولاد ہی کو بھگتنا پڑتی ہے"

"مگر سماج کوئی خدا نہیں ہے" میں نے کہا۔

"نہ سہی ۔۔۔ مگر خدائی تو کرتا ہے" اس نے جواب دیا "میں سن و سال کے لحاظ سے بہت چھوٹی سہی لیکن اس مختصر زندگی میں میری آنکھوں نے جو کچھ دیکھا ہے اس نے میرے دماغ کو بوڑھا بنا دیا ہے، دور کیوں جائیے ذرا میری موجودہ پوزیشن ہی کو دیکھ لیجیے ۔۔۔ یہاں بالکل اندھیری رات میں ہم دونوں اسطرح بے تکلف بیٹھے ہیں ۔۔۔ میں ایک گناہگار انسانی جوڑے کی ذلیل یادگار ۔۔۔ اور تم شہر کے معزز دولتمند نوجوان ۔ کیا کبھی سماج اسکی اجازت دے سکتا ہے، تم ہزار جری و ہمدرد سہی لیکن تمہیں سماج کے حکم سے مجبور ہو کر ایک نہ ایک دن مجھے اپنے دروازے سے نکال دینا پڑیگا"

"مگر تمہارے والدین کہاں ہیں" میں نے دریافت کیا۔

"آہ نہ پوچھئے وہ کہاں ہیں ۔۔۔ ان دونوں کو ایک دوسرے سے وابستہ رکھنے والی چیز محبت تھی، مگر انہوں نے اس نازک ولطیف رشتے کو گناہ کے حسین خنجر سے پارہ پارہ کر ڈالا، نتیجہ وہی ہوا جو ہمیشہ ہوتا آیا ہے ۔۔۔ میرا باپ ایک دن کہیں گم ہو گیا ......"

"گم ہو گیا؟"

"جی ہاں ۔۔۔ مگر اس میں تعجب کی بات کونسی ہے؟ ۔۔۔ وہ مرد تھا ۔۔۔ اور ہر چیز کا اقدام مرد ہی کی طرف سے ہوتا ہے، خواہ محبت ہو یا نفرت ۔۔۔ میری ماں نے یہ سب کچھ دیکھا ۔۔۔ اور یہ دیکھ کر کہ اب ساری کائنات میں اس کے لئے درد ہی درد رہ گیا ہے اپنی زندگی کو ایک جگہ دو نہ چیخ میں سمیٹ کر ختم کر دیا یا وہ دیوانہ وار بھاگتی ہوئی [illegible]

گرمی اور میرا پیار بھی رخصت ہو گئی ـــــ اس کے نازک منہ سے شاندار خون ابل رہا تھا ـــ اس کا کلیجہ پھٹ گیا تھا ـــ آہ وہ منظر! میں کبھی نہ بھول سکوں گی وہ منظر! ـــ ایک سنگدل ستم گار مرد ـــــ ایک دم توڑتی ہوئی بے مایہ عورت۔ اور ایک ننھا سا معصوم بے سہارا بچی بیٹھی! ـــــ یہ ہے میری کہانی کا خلاصہ۔۔ ۔۔ ۔۔۔"

"اور تمہارا باپ پھر تمہیں نہیں مل سکا؟" میں نے پوچھا۔ میری آواز کانپ رہی تھی۔

"وہ پھر ملنے کے لئے گم ہوتا تو ملتا بھی ـــــ اور اچھا ہے کہ وہ ابھی تک میری نظروں کے سامنے نہیں آیا، یقین کیجئے اگر اس نے کبھی ایسا کیا تو وہ دن اس کی گناہ گار زندگی کا آخری دن ہوگا"

یکایک وہ خاموش ہو گئی، جذبات کی آندھیوں میں اس کا استقلال تھرسا رہا تھا، اندھیرے میں مجھے محسوس ہوتا تھا کہ اس کی حسین سیاہ آنکھیں انگاروں میں تبدیل ہو گئی تھیں ـــ یکایک وہ پھر بولی ـــ

"ہاں وہ اس کی زندگی کا آخری دن ہوگا۔ مجھے اپنی مرتی ہوئی ماں کی وہ آخری پکار یاد ہے، اس مظلوم و ستم رسیدہ عورت کی وہ چیخ میرے خون میں بجلی کی لہر کی طرح رواں دواں ہے، وہ مجھے پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ مرد کو عورت کی بےبسی سے کھیلنے کا انجام دکھا دوں، میری انگلیاں اینٹھنے لگتی ہیں، اس خیال سے کہ کب وہ مبارک ساعت آئے گی جب میں ان پر اس سنگدل شیطان کے خون کی مہندی لگاؤں گی جو کبھی میرا باپ تھا میں نہ جانے کب سے اس آخری ساعت کا انتظار کر رہی ہوں ـــ ٹھوکریں کھا رہی ہوں ـــ تھکی جا رہی ہوں۔ مگر جانتی ہوں وہ ساعت ضرور آئیگی۔ آکر رہے گی۔ اور۔۔۔۔"

اب وہ پوری طرح ہانپ رہی تھی، میں نے بولنا چاہا مگر بولنے کے لئے الفاظ نہ ملتے تھے محسوس ہوتا تھا کہ زندگی پر ناگہانی زلزلے آ رہے ہیں، اور مجھے ایک لمحے کے لئے بھی کھڑا نہیں ہونے دیتے، میں نے کچھ دیر خود کو سنبھالنے کی کوشش کی پھر نہ جانے کس طرح کہا۔

"چلو اب دیر ہو گئی ہے شمع"

ایک لفظ کہے بغیر وہ اٹھی اور ہم دونوں روش پر اندھیرے میں آگے بڑھے مگر دوسرے ہی لمحے چونک کر کھڑے ہو گئے

سامنے میری ٹارچ کی روشنی میں رعنا کھڑی تھی!!

"تم یہاں کہاں؟" میں نے بدحواس ہوتے ہوئے پوچھا۔

اس کے لبوں پر ایک طنزیہ مسکراہٹ ظاہر ہوئی اور بولی "میں یہاں بھیک مانگنے کے لئے آئی ہوئی ہوں"

"تم نے یہ گھناؤنا پیشہ کب سے اختیار کر لیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اس دن سے جبکہ تمہیں بدکاروں سے عشق ہونے لگا ہے" وہ بولی۔

"خاموش رہو" میں نے تیزی سے کہا۔

"نہیں اب خاموشی کا وقت گذر چکا" رعنا پوری بےبسی کے ساتھ بولی۔ "تمہاری سیہ کار زندگی کی اب آخری رات آگئی ہے، محبت و ہمدردی کے خوبصورت نقاب ڈال کر اب تم اپنے خون آشام چہرے کو نہیں چھپا سکتے"

"چپ رہو" میں نے پورے غیض کے عالم میں چلا کر کہا۔

"نہیں اور ہزار بار نہیں" اس نے ایک وحشی بلی کی طرح غرا کر جواب دیا۔ "شیطان کے پوجنے والے درندے! ـــ تو نے جن معصوم عورتوں کی حسین گردنوں کو اپنے خونخوار جبڑے میں مسل کر پھینک دیا ہے اب ان کی روحیں خدائی عذاب لیکر تیرے جگر کے خون سے ہولی کھیلنے آ رہی ہیں اور وہ وقت۔۔۔۔"

"کیا کہہ رہی ہو تم؟" گلنار نے سہمی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"ہاں تم ابھی نہیں سمجھ سکتیں کہ میں کیا کہہ رہی ہوں" رعنا نے گلنار کی طرف رخ بدلتے ہوئے کہا "ابھی تم محض سطح کو دیکھ رہی ہو، تمہیں ابھی معلوم نہیں کہ تمہارے اس گناہ گار پرستار شاہد کے جسم میں کتنی ڈراؤنی اور گندی روح پوشیدہ ہے، ابھی کچھ دنوں اور اس وحشی جانور کے جاں ستاں پنجوں میں کھیلتی رہو اور پھر تمہیں معلوم ہوگا کہ اس کے اس خوبصورت دستانوں کے نیچے بھیڑیئے کے ناخون چھپے ہوئے ہیں، اس کی اس عینک پوش آنکھوں کے اندر دوزخ کے دو انگارے دہک رہے ہیں، اس کے ان مسکرانے والے ہونٹوں کے پیچھے سانپ کی زہریلی زبان اور اس کے دلکش الفاظ میں کالے ناگ کی مہلک پھنکار چھپی ہوئی ہے، ابھی یہ کچھ دنوں اور تمہارے معصوم حسن و جمال کو شراب بنا کر پئے گا اور جب دیکھے گا کہ اب اس میں صرف تلچھٹ رہ گئی ہے تو تمہاری زندگی کے رنگین جام کو بیدردی کی چٹانوں پر پورے زور سے پٹک کر کوئی اور مینا خریدنے نکل جائے گا، میں کہتی ہوں گلنار کہ اس عفریت سے دور بھاگ جاؤ۔ خدا کے لئے جلدی کرو، یہ بہت جلد تمہاری معصومیت کا خون چوس کر تمہیں ہلاک کر ڈالے گا ـــ للہ بھاگ جاؤ اس وحشی درندے سے"

"بکواس بند کرو" میں نے لپک کر رعنا کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا "تم ایک طوائف۔ ایک بازاری جنس ہو کر بھی مجھے وحشی درندہ اور زہریلا ناگ کہنے کی ہمت کر رہی ہو اپنے آئینے میں میری صورت دیکھنے سے بہتر

زلیخا بنی اور منافی شکلیوں پر بھی تو ایک نظر صرف کی ہوتی، ان میں نہ جانے کتنے محبت بھرے جذبے دل تم نے مسل کر پھینک دیئے ہیں، گناہ گار جادوگرنی!۔۔۔ تیری زندگی ایک خوبصورت دلدل ہے جس میں تو نے انسانی ہستیوں کو دھکیلنے کا اجارہ لے رکھا ہے۔"

"ہاں اجارہ لے رکھا ہے" اس نے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے کہا: "مگر یہ سب کچھ میں نے تم مردوں سے ہی سیکھا ہے، جب تم میری فسوں گری کے قصیدے پڑھتے ہوئے میری جسمانی رنگینیوں پر ایک بھونرے کی طرح منڈلاتے آتے ہو تو میں یہ بخوبی جانتی ہوں کہ یہ سارے نغمے اب کچھ دیر بعد کسی اور کے لئے منتقل کر دیئے جائیں گے، پھر میں اس وقت کا انتظار کیوں کروں جب تم استغناء کی ٹھوکروں سے مجھے پامال کر کے تلملاتی ہوئی چھوڑ جاؤ۔۔۔ اور کیوں نہ اس وقت سے پیشتر خود تمہیں پیاسا چھوڑ کر اپنے پاؤں میں روندتی ہوئی گذر جاؤں؛۔۔۔ یہ سب کچھ تم نے ہی تو سکھایا ہے۔ مجھے۔۔۔ اور پھر بھی آج مجھے طعنے دے رہے ہو؟۔۔۔ شاہد یاد رکھو اب تمہیں اپنا یہ شیطانی کھیل بند کرنا پڑے گا، تم نے آج تک نہ جانے کتنی عورتوں کی زندگی کو اپنے نشاط پر قربان کیا ہے، مگر سمجھ لو کہ رعنا اب تمہیں کسی اور طرف نہ بڑھنے دے گی یہ میری آخری تنبیہ ہے۔۔۔ اسے معمولی نہ سمجھنا۔۔۔ یاد رکھو پھولوں میں کانٹے بھی ہوتے ہیں اور اب یہ کانٹا تمہارے کلیجے میں ڈوب کر رہے گا۔۔۔ رخصت۔۔۔ گلنار تم سے بھی رخصت!!۔۔۔ اگر ہوش باقی ہے اور نفسانیت کے جادو نے تمہیں بے بس نہیں کیا تو سمجھ لو کہ تم آگ سے کھیل رہی ہو۔۔۔ وہ آگ جسے جہنم سے لایا گیا ہے۔۔۔۔۔"

"ٹھہرو" میں نے چلا کر کہا۔۔۔ مگر رعنا ایک کالی ناگن کی طرح بل کھاتی ہوئی تاریکی میں غائب ہو چکی تھی۔

واقعات نے مجھے ذرا بھی دم نہیں لینے دیا، تیسرے روز ہی مجھے رعنا کا ایک خط موصول ہوا اور میرے رہے سہے ہوش و حواس کو تنکے کی طرح بہا لے گیا لکھا تھا

"شاہد!"

معاف کرنا کل رات تاج محل پر گلنار کے سامنے میری زبان سے وہ کچھ نکل گیا جو میں کہنا نہ چاہتی تھی، جانتی ہوں تمہیں ان الفاظ سے اذیت ہوئی ہوگی، تم لاکھ ظالم سہی، مگر میرا محبت بھرا دل تمہیں پریشان نہیں دیکھ سکتا تم شاید یقین نہ کرو، مگر یہ حقیقت ہے کہ میں اپنے کمرے میں آکر رات بھر روتی رہی صرف اس غم میں کہ میری دیوانگی نے تمہیں قلبی اذیت پہنچائی ہے۔

بہرحال مجھے معاف کر دو اور ٹھنڈے دل سے سنو کہ میں کیا کہنا چاہتی ہوں! تم آج تک جن سے کھیلتے رہے ہو، لیکن محبت کا کھیل اب سے پہلے تمہیں معلوم نہ تھا، ان آنکھوں کو ایک بار اپنے دامن میں پھینکنے کے بعد سلامتی کی تمنائیں کرنا حماقت ہے، تم نے ان تمام دلنشین تیروں سے مجھ پر حملہ کیا، جن کو عورت کی فطرت کبھی برداشت نہیں کر سکی اور جب تمہارے جذبات کی پیاس کو تسکین ہو گئی تو مجھے ٹھکرا کر کسی اور سمت چلے گئے، کاش تمہیں معلوم ہو جاتا کہ عورت کو تباہ کرنے کے تو اور بھی بہت سے طریقے ہو سکتے تھے۔

اگر تم ایک بھی زخم میرے کلیجے پر لگا دیتے تو تمہاری جراحت کاری کا کونسا حوصلہ تشنہ رہ جاتا، تم مجھے موت کی آغوش میں لوریاں دے کر سلا سکتے تھے، میری زندگی کو تمہارا کوئی شکوہ نہ ہوتا لیکن تم نے کیا وہ جو کہ موت سے بھی زیادہ تباہ کن تھا، مجھے محبت کے سہانے خوابوں میں ڈبو کر پہلے تو ساری زندگی کو ایک رومان بنا دیا اور پھر یوں یک لخت جھنجوڑ کر جگا دیا، تم نے محبت کے گیت دوسروں کو بہت سے سنائے مگر آج تک کبھی خود اپنے دل میں اس پھانس کو چبھنے نہیں دیا اور اس لئے شاید نہ سمجھو کہ جس عورت کے پاس عصمت نہ رہی ہو، اگر اس سے اس کی محبت کو بھی چھین لیا جائے تو پھر وہ کیا کچھ قیامت بن جاتی ہے۔

گلنار حسین ہے، نوعمر ہے، نوخیز، اور سر سے پاؤں تک ایک چھلکتا ہوا پیمانہ۔۔۔ مگر مجھ میں بھی تو تمہاری نگاہیں یہی سب سامان جمال حاصل کر چکی تھیں، تمہاری طرح میرا آئینہ مجھ سے جھوٹ نہیں بولتا، میں دیکھتی ہوں کہ میں آج بھی وہی دشمن ایمان و آگہی۔ ہوں جسے تم۔ رہزن تمکین و ہوش۔ بھی کہا کرتے تھے، پھر آخر یہ انقلاب کیوں؟۔۔۔ مجھ سے سنو، سچ یہ ہے کہ تمہیں گناہ سب سے زیادہ پیارا ہے اور یہی وہ شے ہے جس کیلئے تم سینکڑوں جلیں بدل کر "عورت" کو تلاش کرتے پھرتے رہے ہو، تمہیں نہ حسن سے غرض ہے نہ محبت سے۔۔۔ تمہیں تمنا ہے صرف ان چند لمحات کی جب انسان خدا سے بغاوت کر کے کائنات کے تمام قوانین کے خلاف چند گناہ آلود لذتیں خرید نے نکلتا ہے

آج تم گلنار کے حسن پر مائل ہو مگر کل میری طرح اس غریب کے دل میں بھی چند نہ بجھنے والی چنگاریاں بھر کے دنیا کی ٹھوکروں میں چھوڑ دو گے۔۔۔ مگر نہیں، اب تم ایسا نہیں کر سکتے۔۔۔ قدرت نے تمہیں ایک ایسے شکنجے میں جکڑ دیا ہے کہ اب اس سے نکلنا تمہارے بس کی بات نہیں، خدائی انتقام کا ہاتھ تمہاری گردن سے بہت قریب آ چکا ہے، اگر تم اب بھی کچھ نہیں سمجھے تو

میں تمہیں بتاؤں کہ تمہارے گناہوں نے تمہیں کہاں لا کر پہنچا دیا ہے۔

جانتے ہو گلنار کون ہے؟

وہ تمہاری اپنی لڑکی ہے!!

مجھے یقین نہیں کہ تم نے اسے نہیں پہچانا — شاید سن رہے ہو؟

— وہ جسے تم نے اب تک نہ معلوم کتنی دفعہ اپنی سیہ کار آغوش میں کھینچ کر اپنی محبت جتانے کی کوششیں کی ہیں۔ وہ جس کے جسم کی رنگینیوں پر تم نے اپنی ہیبت ناک نگاہیں صرف کی ہیں، وہ جسے تم نے اپنی سیہ مستی میں نہ جانے کس کس طرح جھنجھوڑا ہے — ہاں وہ گلنار — تمہارے گناہ کا ثمر — وہ تمہاری لڑکی ہے — اور آج صرف اس واسطے تمہارے پاس بھیجی گئی ہے کہ اپنا انتقام پورا کرے، تمہاری خوبصورت مختصر داڑھی، تمہاری سیاہ عینک اور تمہارے چہرے پر سن و سال کی غیر معمولی خفیف آثار گلنار کو بہت دنوں تک حقیقت سے دور نہیں رکھ سکتے۔

اس کی ماں کو تم نے جس بری طرح اپنی بیوفائی و بیدردی کے ذریعہ موت کے گھاٹ اتارا ہے، قدرت نے اتنے ہی خوبصورت انداز میں تمہیں فریب دیکر تمہاری موت کو ایک حسین لڑکی کے روپ میں بھیجا ہے

اپنے گناہوں کا یہ ہولناک انجام دیکھا تم نے؟

یہ نہ پوچھنا کہ مجھے یہ سب کچھ کیسے معلوم ہو گیا، ملکہ اب اس سے ڈرو کہ بہت جلد اس راز میں خود گلنار بھی شریک ہونیوالی ہے —

اور پھر کیا ہوگا؟ — یہ مجھے بھی معلوم نہیں۔

رخصت ہمیشہ کے لئے ———— دلشگار رعنا

رات اندھیری ہے اور طوفانی — کالے ناگ کی طرح پھنکارتی ہوئی مرگھٹ کی طرح بھیانک فضاؤں میں ہواؤں کے زناٹے سنائی دے رہے ہیں، سیاہ بھیانک بادل بھوکی بلاؤں کی طرح لپک رہے ہیں، سامنے پاگل پتنگے برقی لیمپ پر محبت اور موت کا کھیل کھیل رہے ہیں۔

مرنے کے لئے کتنی اچھی رات ہے یہ!

بہت کچھ لکھ چکا ہوں، آپ پڑھتے پڑھتے اکتا گئے ہوں گے۔ اب اتنا وقت نہیں کہ اسے دہرا سکوں، غلطیوں کی اصلاح آپکے ذمہ ہے

گلنار اپنے کمرے میں معصوم حور کی طرح سو رہی ہے — آہ میری بچی! — وہ اپنے سیاہ کار باپ سے انتقام لینے آئی ہے — مگر میں اپنے ناپاک خون سے اس کی پاکیزہ انگلیوں کو کیوں رنگین ہونے کا موقع دوں! — نہیں گناہ میرا ہے اور مجھے اس کی سزا خود ہی بھگتنا چاہیئے — اُف! — وہ سامنے میرے بالکل سامنے کوئی کھڑا ہے — کوئی عورت — اس کا چہرہ زرد ہے — بال پریشان ہیں اور منہ سے خون ٹپک رہا ہے۔

— وہ مجھے بلا رہی ہے —!!

بس — اب لکھا نہیں جاتا — ہاتھ کانپ رہے ہیں۔ آنکھوں میں اندھیرا ہے، اور ساری دنیا ناچتی ہوئی محسوس ہوتی ہے — آہ!

دل گمراہ کو اے کاش یہ معلوم ہو جاتا!

گنہ اُس وقت تک بچتے ہیں جب تک نہیں ہوتا"

(مردوں کی ہوس پرستیاں صفحہ ۱۱۵ سے آگے) "اجی تمہارے کرایہ کے عوض تو بہت کچھ سامان چھوڑ گئی ہے، لیکن میری سالی تو سولہ آنے نقصان کر گئی" — "سامان میں کیا دھرا ہے، اس سے تو پندرہ روپے کے عوض پندرہ آنے بھی وصول نہ ہوں گے" — "تو ہم دونوں نقصان میں رہے" شکور نے کہا۔ "شاید جگل نے کچھ فائدہ اٹھایا ہو" — جگل جواب تک چپ کھڑا تھا بولا "میری تو وہ سب سے قیمتی چیز لے گئی ہے" — شکور اور مالک مکان دونوں ایک ساتھ تعجب سے بولے "کیا؟" — جگل نے ایک ٹھنڈی آہ بھر کر کہا "میرا دل..."

لے لے شباب دے دے پروردگار بچپن



لگے بڑھنے جب سے کہ ہوش و خرد
لگیں ساتھ بڑھنے پریشانیاں
بڑھاپے کی دانائی لے کر کوئی
بدل دے وہ بچپن کی نادانیاں

(ادارہ)

مشرق اور مغرب کے مختلف ٹائپ کے مردوں کے نمونے



مجھے ہوا کیسے ہیں سے سفر کرنا تھا۔ [illegible]
پر آ گیا لیکن [illegible] پہنچا تو [illegible]
کا ٹکٹ لینا چاہیئے۔ کچھ اتفاق ایسا ہوا۔ کچھ جلد کی گرانی نے مجھے مجبور کر دیا کہ تیسرے درجے کا ٹکٹ جو کسی [illegible] خرید لوں۔ میں تیزی سے ٹکٹ لینے لپکا۔ لیکن گاڑی نے سیٹی دیدی مجبوراً مجھے بلا ٹکٹ سفر کرنا پڑا۔ اور میں عجلت میں بلا دیکھے ایک زنانے ڈبے میں بیٹھ گیا۔

چونکہ یہ ڈبہ بالکل خالی تھا۔ اس لئے میں نے بدلنا مناسب نہیں سمجھا۔ اور بیٹھا رہا۔ اگلے اسٹیشن پر ایک نوجوان حسین لڑکی اسی ڈبے میں داخل ہوئی۔ مجھے پاکر وہ کہنے لگی۔

"حضرت یہ زنانہ ڈبہ ہے۔ بالکل جاہل ہیں آپ"

آخری جملہ تیر و نشتر کی طرح میرے دل میں کھٹکنے لگا۔ یہ توہین میری خودداری کے منافی تھی میں اسے اتنا مبارک نہیں سمجھتا تھا۔ میں صرف "معاف کیجئے گا" کہہ کر رہ گیا۔

وہ میرے قریب بیٹھ گئی اور اپنے ہینڈ بیگ سے کوئی انگریزی کا پرچہ نکال کر پڑھنے لگی۔ سرورق پر میں نے نجمہ فرسٹ ایر آرٹس لکھا ہوا پڑھ لیا۔

میں سکوت قائم نہ رکھ سکا۔ کوئی چیز تھی جو مجھے اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ میرے ارادے متزلزل ہو چکے تھے۔ سمجھ میں کوئی بات نہیں آ رہی تھی۔ کبھی جی چاہتا کہ اس ڈبے سے نکل جاؤں۔ کبھی اپنے بے ٹکٹ ہونے کا خیال باہر نہیں نکلنے دیتا تھا۔ اور کبھی خود بھی جوان ہونے کی حیثیت سے اس کا نام و پتہ دریافت کرنے کی خواہش۔ اور کبھی اپنی اصلی نسبت اس پر ظاہر کرنے کی فکر۔ اس کے علاوہ اس سے متعارف ہونے کا خیال ہی کیا کم تھا۔ یہ سب باتیں کچھ اس قسم کی تھیں۔ جو مجھے مجبور کر رہی تھیں کہ کسی طریقے سے اس سے تعارف حاصل کیا جائے ــــ!

میں خاموش تھا۔ لیکن میرا دل بول رہا تھا۔ ہزار طرح کے خیالات دماغ میں چکر لگا رہے تھے۔ یکایک فضا میں جنبش ہوئی ــــ میں نے ایک ملکوتی آواز سنی۔

"آپ کا نام سرکار ــــ!"

سرکار میرے لئے بالکل نئی چیز تھی۔ میں نے غالباً پہلی بار اپنی زندگی میں کسی صنف نازک سے خود کو مخاطب کرنے کو سنا تھا ــــ! میں کچھ گھبرا سا گیا۔ انتہائی پریشانی میں میرے چہرے پر ایک رنگ آتا ایک جاتا ــــ میں اب بھی خاموش تھا۔

"میں سرکار ہی کا نام پوچھتی ہوں ــــ"

میں لڑکپن ہی سے شرمیلا واقع ہوا تھا۔ میں اپنے دل پر اور جبر نہ کر سکا۔ اس کی طرف سے اتنا سہارا کافی تھا۔

"مجھے نسیم کہتے ہیں ــــ! محترمہ!"

"نسیم ــــ نسیم تو بڑا شاعرانہ نام ہے"

میں نے ہمت کی ــــ "اور آپ کو؟"

"نجمہ"

جواباً میں نے بھی موقع غنیمت جان کر کہا۔ "بڑا رومان انگیز اور پیارا نام ہے"

"ہاں تو غالباً سلسلۂ تعلیم آپ کا اب تک جاری ہوگا۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کس کالج کی آپ زینت ہیں"

"کرسچین گرلز ــــ اور آپ؟"

نجمہ مغربی تہذیب و تمدن کی [illegible] مجھ سے ادھر ادھر کے سوالات کرتی [illegible] میں بھی جواب دیتا رہا۔

"مسٹر نسیم انداز سے آپ آدمی دلچسپ معلوم ہوتے ہیں۔ کہیئے آجکل آپ کیا کر رہے ہیں۔" "کچھ نہیں لکھنؤ یونیورسٹی میں ایم اے میں جھک مار رہا ہوں۔ یا یوں سمجھئے اپنی منزل تلاش کر رہا ہوں۔" میں اپنے آخری منزل والے جملے پر بہت خوش تھا اور اسکے جواب کا خاص طور سے منتظر تھا ــــ

"منزل ــــ! ہاں کوئی وجہ ہی نہیں ہے کہ منزل آپ ایسے باذوق اور سرگرم منزل شناس سے دور ہو" مجھے کچھ ڈھارس ہوئی۔ اور سلسلۂ گفتگو جاری رکھا گاڑی برابر چلی جا رہی تھی میں نے ان حوصلہ افزا جملوں کو سنکر محسوس کیا کہ میری باتوں سے وہ بہت زیادہ مرعوب ہوئی ہے اور میری طرف مائل ہو رہی ہے ــــ!

میں نے ہر ممکن طریقے سے اشاروں میں اس پر اچھی طرح روشن کر دینا مناسب سمجھا کہ میں رسم و رواج نیز سماج کے مضبوط بندشوں سے نکال کر اپنی رفیقۂ حیات بنانا چاہتا ہوں وہ آخر تک خاموش رہی اور برابر ہاں میں ہاں ملاتی رہی۔ لیکن میرے آخری جملے پر وہ رکی جب میں نے اس سے صاف صاف کہا "نجمہ کیا برا ہے اگر ہم تم ایک ہو جائیں؟" میں دم بخود رہ گیا۔ میری امیدوں پر پانی پھر گیا۔ جوانی پر مکمل دوشیزگی کا دھبہ لگا ہوا۔ میں اپنی زندگی کی ہر ناکامی بھول چکا ہوں لیکن نجمہ کا آخری جملہ مجھے اب تک یاد ہے!

"میری شادی تو ہو چکی ہے"

میں اگلے اسٹیشن پر ناامید ہو کر اتر گیا۔ نجمہ نے مسکراتے ہوئے طنزاً کہا "مسٹر نسیم کیا یہیں آپ کی منزل ختم ہے؟"

مرد کی فریب کاری

ایک مغربی خاتون کے قلم سے

موجودہ تہذیب و تمدن نے مغرب میں عورت اور مرد کے درمیان ایک ایسی کشاکش پیدا کر دی ہے۔ کہ اگر یہی کشاکش باقی رہی تو یہی دنیا جو مسرتوں کا گہوارہ سمجھی جاتی ہے۔ جہنم سے بھی بدتر نظر آئیگی۔ یورپ اور امریکہ میں تہذیب جدید کی بدولت مردوں اور عورتوں کی ایسی جماعتیں پیدا ہو گئیں ہیں۔ جو ایک دوسرے کے خلاف آزادی کے ساتھ زہریلا لٹریچر شائع کر رہی ہیں مردوں کے خیال میں عورت سرتاپا دھوکہ اور فریب ہے۔ جو اپنی آواز کی شیرینی اور قینچی کی طرح چلنے والی زبان کی طراری سے مرد کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتی رہتی ہے۔ جو مرد جتنا کسی عورت کے قریب ہے اتنا ہی وہ جہنم سے نزدیک ہے وغیرہ وغیرہ . . . . .
عورتوں کی جانب سے مردوں کے متعلق ایک مغربی خاتون کے ایک مضمون سے کچھ دلچسپ اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں جو دلچسپ بھی ہیں اور عبرت انگیز بھی۔ ذرا اندازہ کیجئے مغربی تہذیب کدھر جا رہی ہے۔ —— (مترجم) ——

"مرد" اس لفظ میں عورت کے لئے کتنی کشش ہے۔ اس کا سڈول جسم اس کے بھرے ہوئے بازو۔ اس کا پر وقار چہرہ کتنا خوش نما معلوم ہوتا ہے لیکن یہ کیا ہے؟ ایک فریب کا مجسمہ ایک عیاری کا ماڈل ہے جو عورتوں کو اپنی طرف بلاتا ہے اور عورتوں کی زندگی کو تباہ کر کے دنیا میں ٹھوکریں کھانے کیلئے چھوڑ دیتا ہے۔

مرد کی گفتگو میں کس بلا کی کشش ہوتی ہے۔ عورت کے دل پر مرد کی گفتگو جادو کا سا اثر کرتی ہے۔ مرد جس وقت اپنی داستانِ محبت بیان کرتا ہے۔ تو سیدھی سادی عورت اس کے بناوٹی اور جھوٹے افسانے کو سچ سمجھتے ہوئے اپنے آپ کو مرد کے حوالے کر دیتی ہے چند روز بعد ہی عورت کو معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ اُسے فریب دیا گیا ہے۔ لیکن اسوقت عورت کی زندگی برباد ہو چکی ہے۔

مرد جب عورت سے اظہارِ محبت کرتا ہے۔ تو سمجھ لیجئے کہ غرض کا بندہ عورت کو فریب دے رہا ہے۔ کیونکہ مرد جانتا ہی نہیں کہ محبت کیا ہے اس کا جسم سخت۔ دل کٹھور اور سراپا مجسم فریب ہے وہ کیا جانے کہ محبت کس چیز کا نام ہے؟ اس کی نظر میں عورت ایک پالتو کتے یا بلی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی اور وہ بھی اسوقت تک جب تک کہ عورت کا متاعِ حسن لوٹ نہیں لیتا اس کے بعد اتنا بھی نہیں۔

مرد عورت کے حسن کی تعریف کرتا ہے۔ عورت بیچاری سمجھتی ہے کہ وہ اس کے حسن کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ مگر مرد بڑا ہی ہوشیار ہے۔ وہ جانتا ہے کہ عورت کی کمزور فطرت اپنی تعریف سے خوش ہوتی ہے۔ اس لئے عورت کو بیوقوف بنا کر دل ہی دل میں مسکراتا اور خوش ہوتا ہے۔

مرد جب عورت سے شادی کرتا ہے۔ تو اسے ایک کھلونا اور اپنی دلچسپی کا ذریعہ خیال کرتا ہے اور جب عورت ماں بن جاتی ہے تو اُسے بچوں کی انّا خیال کرتا ہے اور جب عورت بوڑھی ہو جاتی ہے تو وہ اسے گھر کی ایک خادمہ سے زیادہ وقعت نہیں دیتا۔ مرد غرض کا بندہ عورت کو ایک ادنےٰ غلام کے سوائے اور کوئی درجہ دینے کو ہرگز تیار نہیں۔

اگرچہ نہ سب عورتیں بری ہیں اور نہ سب مرد لیکن مرد کی فطرت کی توضیح اس خاتون مغرب نے اس طرح سے کی ہے۔ ہر مرد میں کوئی نہ کوئی برائی ہوتی ہے۔ بعض ظالم ہوتے ہیں۔ بعض بے وفا اور بعض مطلبی۔

ابتدا میں مرد عورت کے لئے ہر قسم کی قربانی کرنیوالا نظر آتا ہے۔ لیکن جب ایک مرتبہ عورت کا ستیاناس کر لیا۔ تو پھر اس سے "چھٹکارا" حاصل کرنے کے لئے سب کچھ کر گذرتا ہے۔

یہی خاتون مغرب کی عورتوں کو مخاطب کر کے کہتی ہے۔ کہ "مرد سے جو کچھ بھی تمہیں ملے لے لو۔ لیکن جو کچھ تم نے اس کو دیا ہے۔ اس کی قیمت پھر بھی زیادہ ہے۔"

حضرت آدم پہلے مرد تھے۔ جسے عورت نے دھوکا دیا۔ اس کی اولاد عورتوں سے انتقام لے رہی ہے۔ مرد کبھی سیر نہیں ہوتا۔ جوانی میں یہ بڈھوں کی نقل کرتا ہے۔ اور جب بوڑھا ہو جاتا ہے۔ تو اپنی جوانی

(بقیہ صفحہ ۱۲۵ پر دیکھو)

[illegible]

جایا جاتا ہے۔ کچھ لوگ جاہل پیدا ہوتے ہیں کچھ بن جاتے ہیں (زیادہ کمائی کی وجہ سے) کچھ لوگ اپنے کو بڑا ظاہر کرتے جب ان سے کوئی عورت محبت کرتی ہے۔ شاعر بھی . . . . کچھ لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ کچھ بن جاتے ہیں اور کچھ پاگل ہو جاتے ہیں۔ شاعر پاگل کیوں ہو جاتے ہیں۔ اسکا ہمارے اس مضمون سے کوئی تعلق نہیں ہے چونکہ صرف برہنگی پر ہے۔

ہر شخص برہنہ پیدا ہوتا ہے۔ یہ مضمون لکھا، آپ پڑھنے والے اور وہ جو اخبار اور رسالوں کی ادارت کی کرسی کو رونق دیتا ہے۔ کسی کے جسم پر بھی بوقت پیدائش ایک بھی کپڑا نہ تھا البتہ اگر کچھ افواہوں پر اعتبار کیا جائے تو ایڈیٹر منہ میں ایک پرچہ ناپسندگی مضمون کا اور ایک سرخ اور نیلی پنسل کان پر رکھے ہوئے پیدا ہوا تھا۔ کچھ لوگ چاندی کا چمچ منہ میں لیکر پیدا ہوئے تھے مگر ان کا اس مضمون سے کیا واسطہ . . . ۔

برہنگی کی دو قسمیں ہو سکتی ہیں۔ برہنگی مکمل اور برہنگی جزوی۔ مکمل برہنہ لوگ کم نظر آتے ہیں سوائے اس کے خاص کلبوں میں۔ البتہ نصف برہنہ تمام غریب ملکوں میں خصوصاً ہندوستان میں دکھائی دیتے ہیں غسل خانہ میں ہر شخص برہنہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے ایک خاص محاورہ ہے۔ کہ اس حمام میں سب ننگے نظر آتے ہیں مگر کیا یہ واقعی برہنگی ہے۔ اسکو برہنگی وقتی تو کہا جا سکتا ہے مستقل نہیں۔

برہنگی کے بہت سے فوائد ہیں اور کچھ نقصانات بھی جنکو میں ذیل میں درج کرتا ہوں۔ برہنگی پتلون پائجامہ اور دھوتی کا خرچ بچاتی ہے۔ برہنگی قمیص شیروانی اور کوٹ کا خرچ کم کرتی ہے برہنگی ٹوپی اور جوتے کا خرچ بچاتی ہے۔ برہنگی امیری غریبی اور قومی ملکی امتیازات کو دور کرتی ہے وغیرہ وغیرہ

نقصانات۔ مالک مکان لات مار کر گھر سے نکال سکتا ہے۔ افسر دفتر سے بیوی طلاق لے سکتی ہے (اسکو فائدہ میں بھی شمار کیا جا سکتا ہے)۔ آدمی پاگل خانہ بھیجا جا سکتا ہے۔ آدمی کو سردی لگ سکتی ہے اور بیمار ہو سکتا ہے۔

برہنگی کا پرچار سب سے پہلے بہشت میں ہوا (اگر میرا حافظہ غلطی نہیں کرتا) سب سے پہلے آدم اور حوا برہنہ ہوئے جبکہ ان کے کپڑے بجبر اتروا لئے گئے اور ان کو زمین پر پھینک دیا گیا۔ ایکدن حوا کو خیال ہوا۔ اور انہوں نے اپنی زینت افزائی کے لئے اپنے بدن کیلئے ٹیلیفون ڈائرکٹری کے ورقوں سے اپنا لباس تیار کیا جس سے دو فائدے ہوئے اول حوا کو فینسی ڈریس میں پہلا انعام ملا دوئم تحریک برہنگی کو سخت نقصان پہنچا۔ اور اس کا قلع قمع ہو گیا۔

میں اپنے تجربات برہنگی یہاں تحریر کرتا ہوں کیونکہ وہ دلچسپ بھی ہیں اور ان لوگوں کیلئے سود مند بھی جو برہنہ کلب کے آئندہ چلکر ممبر ہونا چاہتے ہیں جب میں نے اس کلب کی ممبری کیلئے درخواست دی تو سب سے پہلے مجھے بہت سے ذاتی سوالات کے جواب دینے پڑے۔ جو غیر مہذب بھی تھے اور غیر دلچسپ بھی مثلاً۔ کیوں اس برہنہ کلب کے ممبر ہونا چاہتے ہو۔ سکرٹری نے دریافت کیا۔ جو ایک آرام کرسی پر بالکل برہنہ بیٹھا ہوا تھا۔

اس لئے کہ میں برہنگی کو پسند کرتا ہوں"

"ٹھیک ہے مگر آپ اس سے قبل بھی کبھی برہنہ رہے ہیں؟"

"ہاں میں برہنہ پیدا ہوا تھا"

"مذاق نہ کیجئے میرا مطلب یہ ہے کبھی برہنگی کا تجربہ کیا ہے"

"نہیں" میں نے کہا

"اوہو۔ تب آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ آپ اسے پسند کریں گے"

یہ ذرا بے ڈھب سوال تھا۔ مگر میں نے حاضر دماغی اور کہا۔ لوگ شادی کرنا چاہتے ہیں اور پسند کرتے ہیں۔ حالانکہ قبل اس کا پہلے سے تجربہ نہیں رکھتے سیکرٹری لاجواب ہو گیا اس نے مجھے اسی وقت کپڑے اتار دینے کے لئے کہا۔ آخرکار میں کلب کا ممبر بنا لیا گیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا اب کیسے کیسے نظارے دکھائی دیتے ہیں۔ اور کتنا مسالہ کتاب نویسی کے لئے ہاتھ آئیگا۔ وہ کتاب بڑے اہتمام سے بکیگی۔ مگر اب وہ کتاب نہیں لکھی جا سکتی ۔۔ میں اندرون خانہ داخل ہونے ہی والا تھا کہ سکرٹری نے جو از حد احمق تھا مجھے روک کر کہا۔ "یہ سو فیصدی برہنہ لوگوں کا کلب ہے؟"

"ٹھیک ہے" میں نے کہا۔

"اگر تم اس کے اندر جانا چاہتے ہو۔ تو تمہیں سب کچھ اتارنا پڑیگا"

میں نے اپنے ننگے بدن کو دیکھا۔ کیا میں نے تمام کپڑے نہیں اتار دیئے۔ میں نے اس احمق سے پوچھا تمہیں اپنا چشمہ بھی اتارنا پڑیگا اس نے مسکراتے ہوئے کہا

... میری اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی نیچے رہ گئی۔ ایک خوبصورت نوجوان لڑکی ایک درخت کے ...

... خاتون محترم! میں ... اتنے میں پیچھے سے سیکرٹری کی آواز آئی۔ "یہ تو الٹی ہوئی کشتی ہے۔ جس سے تم باتیں کر رہے ہو۔ ہمارے کلب کی عورتیں ممبر نہیں ہو سکتیں۔"

... ذرا خیال تو کیجئے اس کلب کا ... نہ ہوں ..... گناہ اور بے لذت.....؟

(ماخوذ)

مرد کے فریب سے بچو صفحہ ۱۲۳ سے آگے

کی مسرتوں کو تازہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ شادی ایک جوا ہے۔ جس میں ہار ہمیشہ عورت کی ہوتی ہے۔

جب کوئی مرد عورت سے کہتا ہے۔ کہ "مجھے تم سے محبت ہے" تو اس کا اعتبار نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ مرد محبت کے معنے نہیں جانتا اس کے نزدیک محبت کا مفہوم قبضہ کرنا ہے۔ بعض مرد تجربہ کی خاطر شادی کر لیتے ہیں۔

ایک بھونڈی شکل والی عورت کی زندگی خراب ہے۔ کوئی اسے منہ نہیں لگاتا لیکن ایک بدصورت مرد دنیا میں عیش کرتا ہے جب وہ کسی عورت کی طرف ترچھی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ تو عورتیں کہتی ہیں اسکی بدصورتی میں کتنا سحر ہے۔ جب وہ بالکل وحشی ہو کر عورت سے دیکھوں جیسا سلوک کرتا ہے۔ تو سب کہتے ہیں۔ کیسے زبردست دل کا مالک ہے۔ جب مرد عورت کو مار مار کر ہلکان کر دیتا ہے۔ تو لوگ کہتے ہیں خوب مرد کو مرد ہونا ... دور اولین کے مردوں کے حالات کا مطالعہ کیجئے تاریخ بتلاتی ہے کہ کسی زمانہ میں نیک سچے اور بہادر مرد اس دنیا میں آباد تھے ایسے مرد جنہوں نے ایک عورت کو دھوکا دینے کی بجائے مرنا قبول کیا مگر وہ نسل اب دنیا میں مفقود نظر آتی ہے۔ شاید اب کروڑوں میں ایک دو مثالیں ایسی ہوں ورنہ مجھے تو تمام مرد ایک ہی نسل کے.....

اشتہاری طلاؤں سے بچو!

نسخہ طلاء مردمی شائع ہو گیا

ناظرین! اس طلاء نے صدہا نہیں بلکہ ہزاروں مریضوں کی زندگی بدل دی اور ہزاروں کو بامراد و کامیاب بنا دیا۔ طلاء مردمی زخیرہ جو عرصہ بیس سال سے پبلک میں اپنی مسیحائی سے مردہ کو زندہ کی صفت اور صداقت کا سکہ جما کر شہرت اور قبولیت کا ڈنکا بجا رہا ہے اور مجرب اور پر اثر ثابت ہو رہا ہے۔ ہم نے پبلک کی تکلیف کا خیال کر کے عام مخلوق خدا کی ہمدردی اور اشتہاری دوائیوں کی شکایت کا خیال کرتے ہوئے عام انسانوں کے لئے مجرب اور شرطیہ طلاء بلا ہچکچاہٹ کے شائع کر دیا ہے اور جو عضو مخصوص (اندری) کی تمام خرابیوں کیلئے بیحد مفید ہے اور عضو مخصوص کی سستی کمزوری۔ پتلا پن۔ ٹیڑھا پن۔ چھوٹا پن۔ جھکاؤ۔ نیلی رگوں کا ابھر آنا۔ جو کہ کثرت مباشرت، اغلام اور جلق وغیرہ سے پیدا ہو جاتی ہیں اور جملہ تمام امراض کیلئے حیرت انگیز اور پر مفید ثابت ہو چکا ہے تمام شکایتوں کو رفع کر کے طوالت۔ فربہی اور تحریک قوت پیدا کرنے میں لاثانی ہے۔ زود اثر اسقدر ہے کہ اول مرتبہ کے لگانے سے نصف گھنٹہ میں فائدہ محسوس ہوتا ہے ہزارہا مایوسوں کی زندگی جو بے لطف تھی اس نے عیش و راحت کامیابی اور کامرانی کیساتھ بسر کرادی جو کہ دعائیں دیتے ہیں اور شکریہ کے خطوط لکھتے نہیں تھکتے ہیں۔ اس لئے اسکے استعمال اس کا جوہر معلوم ہوتا ہے۔ شوق سے اسکو تیار کریں اور دعائے خیر سے یاد کریں اگر کسی صاحب کو ضرورت نہ ہو تو اپنے دوستوں اور عزیزوں کو یہ نسخہ ملاحظہ فرما کر طلاء بنانے کی سفارش کریں یہ ردی کی ٹوکری میں پھینکا جانیکے قابل نہیں۔

نسخہ حسب ذیل ہے۔ مغز پستہ ایکتولہ مغز اخروٹ ایکتولہ۔ مغز بادام ایکتولہ مغز چلغوزہ ایکتولہ۔ سفید کنیر کی جڑ ایکتولہ۔ کائفل ایکتولہ لونگ ایکتولہ۔ جائفل ایکتولہ بیر بہوٹی ۲ ماشہ ریگ ماہی ایکتولہ۔ مالکنگنی ایکتولہ۔ سفید چرمٹی ایکتولہ تخم ... ایکتولہ ڈھاک بیج ایکتولہ ... ایکتولہ عاقرقرحا ایکتولہ جاوتری ایکتولہ دارچینی ایکتولہ اونٹ کٹارے کی جڑ ایکتولہ تخم پیاز ایکتولہ۔ کچلہ چھ ماشہ۔ زعفران چھ ماشہ۔ سونف چھ ماشہ کیچوے خشک چھ ماشہ کستوری ۳ ماشہ اندری بیربہوٹی چھ ماشہ۔ چربی چیتا ۵ تولہ چربی بیرہ ۵ تولے چربی سانڈہ ۵ تولے تیل چنبیلی ۵ تولے سم الفار سفید ۲ ماشہ آئل سنیمن (Oil Cinnamon) ۵ تولے آئل کلوو (Oil Clove) ۵ تولہ مندرجہ بالا خشک دواؤں کو پیسکر چربی اور تیل ملالیں۔ پھر کسی کھرل میں ڈالکر ۲۴ گھنٹہ گھونٹ کر بڑی آتشی شیشی میں بھرکر رکھالیں پاتال جنتر کی ترکیب سے تیل نکالیں اور شیشی میں بھر کر کارک لگادیں۔

حسب دستور مات کو سوتے وقت مالش کریں انشاءاللہ ایک ہفتہ کے استعمال سے وہ قوت حاصل ہوگی جو تا زندگی قائم رہیگی اور تمام نقائص جڑ سے رفع ہو جائینگے۔ لطف یہ کہ اس طلاء سے آبلہ نہیں پڑتا اور نہ کوئی تکلیف ہی ہوتی ہے۔ نازک سے نازک حضرات اس کا استعمال کرتے ہیں ہر موسم میں یکساں مفید ہے اگر کوئی صاحب بوجہ وقت یا عدم واقفیت سے خود تیار نہ کر سکیں تو ہمارے دواخانہ سے طلاء مردمی جو مریضوں کیلئے ہر ہفتہ تیار ہوتا ہے جس کی قیمت فی شیشی تین روپے آٹھ آنے معہ محصولڈاک ہے (منی آرڈر فیس دو آنہ) طلب کریں ایک شیشی ایک مریض کیلئے کافی ہوتی ہے اور اگر خود تیار کرنا چاہیں اور کسی دوا کے نہ ملنے سے مجبور ہو جائیں تو وہ بھی طلب کریں۔ غرضیکہ ہم کو دھوکہ باز اشتہاروں سے بچانا مقصود ہے جس طرح سے چاہیں اس نسخہ کا تجربہ کریں اور اگر جریان و قوت باہ کی شکایت ہو تو ہمارے ہاں وہ بھی نسخہ اکسیر جریان یا دوا ویر سنجیونی ست رجسٹرڈ جو کہ بیس سال سے مجرب مشہور ہے جس کے استعمال سے بلا مبالغہ بیس بیس سال کے لاعلاج مریض جو برسوں تک حکیموں اور ڈاکٹروں کے زیر علاج رہ کر دولت کو برباد کر چکے تھے آج وہ سب صاحب اولاد ہیں جس کی قیمت اکیس روزہ خوراک کی مبلغ دو روپے دس آنے (۲/۱۰) معہ محصولڈاک ہے منی آرڈر فیس دو آنہ طلب کریں جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ اور پتہ خوشخط تحریر کریں۔ ورنہ تعمیل جواب نہ ہوگی تاکید ہے (جملہ خط و کتابت کا پتہ)

قائم فرد رتن ستیہ دیو جی پروپرائٹر ورپ بلاس کمپنی نمبر ۲۲۰ کوچہ ... دہلی

مرد کی پیدائش [illegible]

از حمید سحرانی سمیرمی

صانع حقیقی نے تنہائی کی روح فرسا خلوت سے گھبرا کر کائنات عالم کو جلوت کا رنگ بخشا۔ سر بلند پہاڑ، ترنم ریز چشمے۔ نظر کش گلہائے رنگین کیف آور وادیاں، عنبریں شعاعیں، روح پرور نسیم۔ اور دیگر جاذب نظر مناظر بنائے۔ اس کے بعد جلوت گدا سروش اور حوران بہشتی کے مجسمۂ حسن کی تکمیل کی اور قلب مضطر کو اس صنعت عجیب سے مطمئن کرنا چاہا۔ لیکن وہ ابھی اپنی وسیع کائنات میں ایک ایسی کمی محسوس کر رہا تھا جس کے خیال نے اسے ایک مزید صنعت کی تشکیل پر مجبور کر دیا۔

اس نے دماغ اپنی صنعت کو شاہکار بنانے کیلئے ایک ایسی جدید ترکیب کا اختراع کیا کہ خود اس کے لب ہائے رنگین تبسم ریزی میں مشغول ہو گئے۔ وہ اس کمی کو پورا کرنے کیلئے ایسی شکل چاہتا تھا۔ جو انسان کہلانے کی مستحق ہو۔ اپنے تصورات کو عملی جامہ سے آراستہ کرنے کیلئے اس نے اجزا کی تدوین کرنی شروع کی اور ایک سنہری صبح کو انسانی مجسمہ کی تخلیق کا قصد کیا۔

اول آب و گل کے خمیر سے جسم انسانی کو مخمر کیا اور پھر اسمیں باد و آتش کے اثرات تحلیل کر دیئے یہ وجود تھا۔ لیکن شاہکار بنانے کیلئے ابھی گلکاریوں کی ضرورت تھی۔

صانع قدرت انواع و اقسام کی رنگینیاں اس ایک مرقع میں جذب کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ آفتاب دہر سے قہر و غضب کی چند شعاعیں لیں۔ دراز قامت سرو سے کچھ تکبر مانگا، ظلم و فلک کجرفتار سے اخذ کیا۔ خودغرضی ایک سبز پرندے سے مستعار لی۔ پیچ و خم سنبل سے لیا۔ چالاکی روباہ سے حاصل کی اور اس مجسمہ کے قلب کو سخت ترین پتھر سے تراشا۔

یہ سب کچھ اس مجسمہ میں حل کر دیا گیا . . . . لیکن شاہکار ہنوز نامکمل تھا۔

کچھ غور و فکر کے بعد اس پتلے میں مزید خصوصیات کا اضافہ کیا گیا۔ حسن پرستی پروانے سے مستی شراب ناب سے۔ بے التفاتی شمع محبت جکو سے۔ بدگمانی درندوں سے اور اپنا مطلب حل کرنے کے بعد پھر لینے کے جذبات طوطے سے حاصل کر کے اس نامکمل وجود میں تحلیل کر دیئے صانع نے تشکر آمیز نگاہ اس مجسمہ پر ڈالی اور فاتحانہ تبسم لبوں پر کھیل گیا۔ اب صنعت بہت کچھ پایۂ تکمیل تک پہنچ چکی تھی لیکن انقلاب زمانہ اور حوادث دہر کے صدمے برداشت کرنے کی صلاحیت اس میں موجود نہ تھی۔ خالق نے یہ نقص دور کرنا چاہا۔ چند لمحے بعد سنگ آبدار سے درستی جدا کی۔ پہاڑی چٹان سے مضبوط قویٰ تراشے۔ سپر سے جی داری لی۔ شمشیر سے شجاعت مانگی۔ زہر ناگن سے لیا۔ تلون ابر باراں سے طلب کیا۔ بیوفائی کا انتہائی جذبہ مہر درخشاں سے لیکر اس مجسمہ کو بخشا۔

اب یہ مرقع قدرت کا شاہکار تھا۔ ہر طرح مکمل اور تسلی بخش۔ لیکن مخصوص کرنے کیلئے نام منتخب کرنا ضروری تھا۔ صانع نے حوران جنت اور سروشان فطرت کی ایک مجلس طلب کی جو اس شاہکار کو کسی بہترین نام سے مخصوص کر سکے۔ تمام حاضرین نے ایک آواز ہو کر شاہکار کی تعریف کی اور گہرے مطالعہ کے بعد ایک قدسی نے کہا یا رب العزت! میں اسکو فریب رنگین کے نام سے موسوم کرنا چاہتا ہوں۔"

دوسرے نے دست بستہ عرض کیا

"اے کریم! میں خود غرضی کا مرقع کہنا چاہتا ہوں"

ایک سفید ریش نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔ "اے صانع حقیقی! اس مجسمہ کو کیوں نہ بیوفا، کہا جائے؟"

صانع ازل نے مشرقی گوشہ پر نظر ڈالی جو حوران بہشت کیلئے مخصوص تھا۔ ایک سیاہ آنکھ اور لالہ فام نے حرکت کی اور نہایت مودبانہ طور پر عرض کی

"اے باری تعالیٰ! میں محبت کا دیوتا کہتی ہوں"

عقب کی جانب ایک نشستہ حیا آلود چہرہ نے ترنم ریز لہجہ میں کہا۔

"اے پروردگار! میرے خیال میں اسے قابل پرستش وجود کے نام سے موسوم کیا جائے؟"

صانع ہنس پڑا۔ اور بولا "فرقہ بندی مناسب نہیں۔ میں اس مجسمہ کو ایک ایسے لفظ میں ادا کرنا چاہتا ہوں۔ جو تم سب کے مفہوم کا حامل ہے؟ ہر طرف گہری خاموشی مسلط ہو گئی۔ حاضرین میں سے سب نے صانع حقیقی کی جانب دیکھا۔ آواز آئی "مرد"



فرمائیں۔ مجلد بکم اور ذائقے کا قدم بڑھتا ہے

مجلد بھیج کر مندرجہ ذیل پتے سے طلب کریں

[illegible] چوہڑ منڈی [illegible]

صرف تھوڑی سی محنت کے بعد آپ

ماہانہ

دو سو روپیہ حاصل کر سکتے ہیں؟

تفصیلات کیلئے ۲ کے ٹکٹ بھیجئے آپ ہمارے دونوں کے فائدہ کی چیز ہے

منیجر "انڈین اسٹور" بریلی

آپکے بال سفید ہیں یا گر رہے ہیں

توروغن بھنگرہ سیاہ" اور "طلاء بالخورہ" استعمال کیجئے مفصل اشتہارات اسی رسالہ میں دوسری جگہ دیکھئے ✦

[illegible] صاحب نے [illegible]

ہے ... کوئی بات [illegible] کہ رسالے کے مضامین کس

شخص کے [illegible] صحت اور اخلاق کے متعلق بہت کچھ

[illegible] کی ضرورت محسوس کرکے یہ رسالہ جاری کیا جا رہا

ہے۔ اصل صحت اور اخلاق کا بالکل ہی نیا اور اچھوتا

تحفہ پبلک کے پیش کیا جانیوالا ہے۔ رسالہ ہذا مستورات

اور طلبیوں کا مرقع ہوگا۔ سالانہ چندہ ۱۲ آنے بھیجیں

وی پی ایک روپیہ دو آنے ہیں پہلے کا نمونہ کیلئے ۲ بھیجیں

(بندہ منیجر رسالہ)

پتہ۔ کوبراج ہرنام داس بی اے لاہور

خفیہ کوک پرانتی اسن ودو شاستر اصلی

اس میں عورت مرد کے پُرشباب جوراسی آسن کی جوڑوار ... پوشیدہ فوٹو بلاک کی رنگین تصویریں لطف شباب حاصل کرنے کے پُراسرار طریقے پنڈت کوکا کے ایسے ایسے خفیہ راز کہ جسکا تحریر کرنا خلاف تہذیب ہے درج ہیں سوائے ہمارے دوسری جگہ نہ ملیگا۔ ناپسند ہونے پر قیمت واپس کی شرط ہے سرورق رنگین قیمت فی جلد ایک روپیہ چار آنہ محصولڈاک علاوہ

برف جیسے سفید بالوں کو سیاہ کرنیوالا
بال کالا تیل نمبر (۱)

اس بال کالا تیل کے استعمال سے بال ہمیشہ کیلئے کالے ہو جاتے ہیں اور پھر تمام عمر کالے ہی پیدا ہوتے ہیں بینظیر سنیاسی تحفہ ہے، یہ کالا تیل دماغ کو طاقت دیکر آنکھوں کی روشنی کو بڑھاتا ہے، قیمت فی شیشی ایک روپیہ چار آنہ تین شیشی صرف تین روپے محصولڈاک علاوہ، غلط ثابت ہونے پر قیمت واپس

اصلی بادشاہی طلاء رجسٹرڈ

جن لوگوں نے بچپن کی غلط کاریوں میں پھنس کر اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو تباہ و برباد کر لیا ہو اور مندرجہ ذیل ہو چکے ہوں، آخری بار ہمارے بادشاہی طلاء کو استعمال کریں، اسکی صرف چند روزہ مالش سے تباہ شدہ رگوں پٹھوں کی کمزوری دور ہو کر پہلے سے بھی زیادہ طاقت آجاتی ہے، قیمت فی شیشی صرف ایک روپیہ چار آنے محصولڈاک علاوہ، غلط ثابت ہونے پر قیمت واپس

تصویر کارڈ

اگر عاشق و معشوق کی ملاقات اور حسن و جمال کھلم کھلا ... پوشیدہ نظارے دیکھنا چاہتے ہیں تو ایک سیٹ خفیہ تصویر کارڈ طلب کریں قیمت ایک سیٹ سو کارڈ سات روپے (اعلیٰ نمونہ پچیس کارڈ دو روپے (۲) محصولڈاک معاف ناپسند ہونے پر قیمت واپس۔

امساک مشہور گولیاں

ایک گولی وقت ضرورت ایک گھنٹہ پہلے کھا لینے سے امساک بقدر ہوگا کہ ضبط کرنا دشوار ہوگا جبتک ترشی یعنی کھٹائی کا استعمال نہ کیا جائے طاقت قائم رہیگی مسرت احتلام کبھی نہ ہوگا زیادہ تعریف خلاف تہذیب ہے، قیمت سو گولی دو روپے (۲) محصولڈاک معاف غلط ثابت ہونے پر دام واپس۔

بال عمر بھر نہ ہونگے

رجسٹرڈ جوہر کے استعمال سے نرم نرم جگہ کے بال بالکل صاف ہو جاتے ہیں اور پھر تمام عمر پیدا ہی نہیں ہوتے ایکٹر ایکٹریس یہی استعمال کرتے ہیں کوئی داغ نہیں پڑتا بہت اعلیٰ چیز ہے، قیمت فی بکس ایک روپیہ [illegible] محصولڈاک علاوہ غلط ثابت ہونے پر [illegible] قیمت واپس

تمام مال ملنے کا پتہ۔ نشاط فارمیسی پوسٹ بکس نمبر ۶۲ نئی دہلی

مردانِ خدا خدا نباشند — لیکن ز خدا جدا نباشند

از سلامت علی
جمال رامپوری

نظریں رکھنے والے اشخاص کی نظروں میں مرد کا اطلاق دنیا کی اس فرد پر ہوتا ہے جو بظاہر صورت میں ہماری سمجھوں کا حامل ہو کر ایک متحرک حیوان ہوتا ہے، جس کی زندگی کا نصب العین صرف یہی ہے کہ دنیا میں آکر کھانے پینے اور عیش و آرام سے زندگی بسر کرنے کے بعد ایک معین تک اپنی ہستی کو نیستی میں تبدیل کر دے، خواہشات نفسانی کے سوا وہ ماضی و مستقبل کی خبر نہ ہو۔

اپنی وسعت معلومات کو ذرا اور وسیع کیا جائے تو اچھی طرح واضح ہو جائے گا کہ یہ تعریف ایک چلتے پھرتے، بولتے چالتے حیوان کی تعریف کے سوا اور کچھ بھی نہیں، مرد کی تعریف بیان کرنے سے قبل دیکھنا چاہیے کہ مرد میں کیا کیا صفات ہونا چاہئیں، اور مرد، مرد کہے جانے کا کس وقت اور کس حالت میں مستحق ہو سکتا ہے۔

پیش نظر دو طرح کے انسان ہیں، مرد اور عورت، عورت اسوقت بحث سے خارج ہے، ہم کو صرف مرد سے بحث کرنا ہے۔

جاننے مرد کی یہ تعریف کی ہے کہ ہر شخص مرد کہے جانے کا اسی وقت مستحق ہوتا ہے جبکہ اس میں بدرجہ اتم اخلاق کریمانہ پائے جائیں، جاننے والی ہستیاں جانتی ہیں کہ انسان میں جہاں انسانیت سے بالاتر کمالات ہیں وہیں کچھ ایسے رذائل بھی موجود ہیں جو اس کو انسانیت کی صف سے نکال کر عالم کی جنس میں شامل کر سکتے ہیں۔

مسئلہ کو میں ایک مختصر مثال سے اسطرح واضح کرنا چاہتا ہوں کہ فرض ایک شخص میں سخاوت بالطبع موجود ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ... کرنے کا بھی عادی ہے، اور اس سرقہ سے اپنی فطری سخاوت ... کیا جاتا ہے، قطع نظر اس سے کہ وہ عوام الناس کی ظاہر بین نظروں ... کتنا ہی سخی اور حاتم ثانی ہی کیوں نہ مشہور ہو، لیکن بالغ نظر انسان ... نظروں میں وہ مرد کہلانے کا مستحق کبھی بھی نہیں ہو سکتا۔

ہماری (اردو) زبان کا ایک مختصر جملہ ہے کہ "فلاں شخص بڑا مرد ہے" ... موقع پر بولا جاتا ہے کہ جب کوئی شخص شدائد و آلام پر صبر ... یا دشمنوں کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو کر کھڑا ہو جائے اور ... و آلام ... اس کے پائے ثبات میں لغزش نہ ... لیکن میرے ... مرد کے واسطے اس سے بھی زیادہ

بلند ہونے کی ضرورت ہے کیونکہ اس لئے کہ مصائب و تکالیف پر صبر کرنا اور قوی سے قوی دشمن کے مقابلہ پر ڈٹ جانا، ہمت و استقلال کو ہاتھ سے نہ دینا ہی مرد کا طغرائے امتیاز نہیں جب تک کہ ایثار و قربانی کا جوہر نمایاں حیثیت سے اخلاق حمیدہ میں نہ چمک رہا ہو۔

اس اجمال کی تفصیل اس طرح ہو سکتی ہے کہ جب کسی مرد کی تخلیقی ترکیب پر نظر کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص مدنی الطبع پیدا کیا گیا ہے اگر انسان مدنی الطبع پیدا نہ کیا جاتا تو آج یہ دنیا جس کی چند روزہ زندگی کے واسطے ہر شخص جان دیتے ہوئے ہے ایک بھیانک صورت میں ہمارے دلوں کو دہلاتی ہوئی نظر آتی، ہمارے لئے آرام و آسائش سے رہنے کے لئے نہ مکان ہوتے نہ زرق برق لباس، نہ طرح طرح کے عمدہ اور لذیذ کھانے نہ مختلف آسائش کے سامان، اگر ہم اپنی آنکھیں بند کر کے عالم تصور میں انسان کو متفرق زندگی کا خوگر بنا کر مشاہدہ کریں تو ہماری نظروں کے سامنے ایک لق و دق میدان نظر آئے گا جس میں کہیں تو ناقابل گذر جنگل ہونگے اور کہیں خوفناک دریاؤں کے کنارے، انسان غاروں میں حیوانات کی طرح مادر زاد برہنہ بستے ہوئے نظر آئیں گے، گویا ہمارے سامنے عالم حیوانات کا ایک مکمل نقشہ ہوگا، جس میں تجارت، زراعت، سبزی، ماکولات، مشروبات، ملبوسات وغیرہ کا وجود کہیں سے کہیں تک نظر نہیں آئیگا، ایسی صورت میں پھر کوئی نہ مرد کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے نہ نامرد، اس سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ مرد جب ہی مرد کہے جانے کا مستحق ہوا، جس وقت اس نے عالم حیوانیت سے نکل کر تہذیب و انسانیت کی زندگی اختیار کی، جب یہ امر واضح ہو گیا تو یہ بات بھی مسلم الثبوت قرار پائی کہ دنیا میں مرد ہونے کی دعویٰ دار اسیوقت کوئی ذات قرار پا سکتی ہے، جب اپنی نوع کے واسطے نمونۂ انسانیت ہو اور اپنے افعال و اقوال سے تمدنی زندگی کو ٹھیس نہ لگنے دے، جس کا بالفاظ دیگر دوسرا نام ایثار، قربانی یا قومی ہمدردی ہے۔

اگر آپ کو مرد دیکھنا ہو تو آپ تلاش کریں کہ کن کن اشخاص نے اپنی بے لوث خدمات سے دنیا اور دنیا والوں کو فائدہ پہنچایا، اگر اس میں ذرا بھی خود غرضی کا شائبہ شامل ہو گیا تو مردمی غائب اور حیوانیت موجود ہوگی۔

آفرینش عالم سے اسوقت تک اور اب سے قیامت تک ... مرد کہلانے کے مستحق ہیں اور ہوں گے، جنہوں نے اپنی ذاتی اغراض

ہیں وہ ایسی ... کہ ان کی بزرگ و مقدس زندگی سے سبق
حاصل کر کے ہم بھی بہتر بن سکیں۔

زمانہ کی نیرنگیوں نے لاکھ چاہا کہ ان پاک و صاف ہستیوں کے پُر خلوص
کارناموں کو صفحۂ عالم سے نیست و نابود کر دے، لیکن ان کی بے لوث زندگی
کی خدمات اور ... کارنامے اور مکمل انسانیت کے ایثار نے ان کا نام ...

... دیکھتی ہیں، اگرچہ ان کے ... مستقبل کا ... مرقع ...
سیر کے عظیم صفحات ہی پر نقش جانتے ہوئے ہیں، لیکن حساس دل اب بھی
ان کو محسوس کرتا ہے اور پاک نام اب بھی ان کیلئے رطب اللسان ...

زندہ است نام فرخ نوشیرواں بعدل ٭ گرچہ بسے گذشت کہ نوشیرواں نماند

اگر خدا چشم بینا، اور دل شنوا دے تو وہ بزرگ و برتر ہستیاں آج تک ہمارے
سامنے کھڑی ہوئی کہہ رہی ہیں کہ ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما۔

اگر میں مرد ہوتی؟

(۱) کبھی ایک بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی نہ کرتی (۲) کبھی بیوی کو مبکہ کا طعنہ نہ دیتی (۳) کبھی بیوی پر ہاتھ نہ اُٹھاتی (۴) کبھی بیوی کی شوق سے پکائی ہوئی چیز پر اعتراض نہ کرتی (۵) کبھی بیوی کو خدمت گذار یا لونڈی نہ سمجھتی۔ بلکہ اُسے برابر کا ساتھی جانتے ہوئے انتہائی عزت کرتی (۶) ہمیشہ بیوی کی بے لوث محبت کی قدر کرتی (۷) ہمیشہ گھر میں گھستے وقت متبسم ہوا کرتی (۸) ہمیشہ باہر سے آنے پر بیوی کیلئے کوئی تحفہ ضرور لاتی (۹) ہمیشہ لڑکے اور لڑکی کو برابر کی تعلیم دلواتی (۱۰) اکثر بیوی کو گھریلو کاموں میں مدد و مشورہ دیا کرتی (۱۱) اکثر اپنی خوشی پر بیوی کی مسرت کو ترجیح دیتی (۱۲) اکثر بیوی کی شکل اور سلیقہ کی تعریف کیا کرتی (۱۳) عورت کو عضوِ معطل نہ سمجھتی بلکہ اُسے اپنے جوہر دکھانے کا موقع دیتی۔ اگر میں مرد ہوتی۔ اختر ...

بازارِ حسن

ایک مصری حسینہ کی آپ بیتی

لندن کی ایک حسین لڑکی کی سرگزشت جسے بازارِ حسن میں عصمت فروشی کیلئے مجبور کر دیا تھا۔

نئے پڑھنے والے یہاں سے شروع کریں ۔ تنگدستی کے ہاتھوں مجبور ہو کر معلی لالوش ۔ لندن کی ایک حسین ترین عورت بازارِ حسن میں اپنی عصمت کے بے بہا موتی کو فروخت کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہے ۔ اس کے پاس زہر تک کھانے کو بھی ایک چھدام نہیں ۔ گھر کا تمام سامان گروی رکھا جا چکا ہے مالکِ مکان کی طرف سے دو ہفتوں کے کرایہ کیلئے ۲۴ گھنٹہ کا نوٹس مل چکا ہے ۔ وہ کہتی ہے :۔۔۔ میں نے آمدنی کے سب ذرائع تلاش کئے لیکن افسوس کہ کام نہیں ملا اور نہ کام کے بغیر کہیں سے آمدنی کی کوئی صورت ہو سکی ۔ چنانچہ بیچارگی کی حالت میں میرے لئے گناہ کی زندگی اختیار کئے بغیر گذارہ ناممکن ہو گیا ۔۔۔۔ والد فرانس کی لڑائی میں مارے گئے اور چھ ماہ بعد خستہ حال والدہ بھی بعارضہ تپِ دق عدم آباد کو سدھار گئیں ۔ ان کی زندگی ہی میں ولیم فٹ لر بہارسے ایک نوجوان سے میری نسبت قرار پا چکی تھی ۔ ماں کے انتقال کے کچھ عرصہ بعد وہ رخصت لے کر فوج سے گھر آیا اور اس رات ...... مجھ سے بھاری فروگذاشت ہوئی تھی میں نے اس کی چکنی چپڑی باتوں میں پھنس کر شادی سے قبل ہی اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دیا ..... اور پھر وہ میدانِ کارزار میں جا کر زندہ واپس نہ لوٹا ۔ اس رات کی بھول سے کنوارپنے میں ہی ایک بچہ کی ماں بن گئی ۔ اس وقت اگر میں چاہتی تو حکومت سے اپنے بچے کا گزارہ بھی لے سکتی تھی ۔ کیونکہ اس کا باپ کارِ سرکار میں مرا تھا ۔ لیکن افشائے راز کے خوف سے ایسا نہ کر سکی ۔ ایک ماہ سے کچھ اوپر میں زچہ خانہ میں رہی ۔ مجھے اس ننھی سی جان سے اتنی گہری محبت ہو گئی تھی کہ اگر میرا بس چلتا تو اس کو اپنے کلیجے سے کبھی جدا نہ کرتی ۔ لیکن افسوس یہ ناممکن تھا ۔ میری سمجھ میں میرے واقفکار رہتے تھے ۔ میں نے کچھ رقم ماہوار دینے کا فیصلہ کر کے ان کو بچے کی پرورش پر آمادہ کر لیا ۔ ادھر سے فارغ ہوئی تو لیڈی بنگھم کی عنایت اور سفارش میرے آڑے آئی ۔ جن کی وساطت سے کچھ عرصہ تک میں اسلحہ کے کارخانہ اسلحہ سازی میں اور اس کے بعد مختلف پرائیویٹ فرموں میں کام کرتی رہی ۔ یہاں تک کہ مجھے ہولٹی تھیٹر میں بطور ایک اسٹیج ایکٹرس کے ملازمت مل گئی ۔ ایک تو جوانی اور دوسرے حسن ۔ کمپنی کے بعض چیدہ ارکان نے میرا ستیاناس کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی ۔ مجھے طرح طرح کے لالچ بھی دیئے گئے ۔ مگر جب کسی طرح نہ مانی تو مجھے ستانے اور ہر طرح سے تنگ کرنے میں ان لوگوں نے کمر باندھ لی ۔ یہ صورت حال کم و بیش تین ماہ تک رہی اور اس کے بعد معلوم ہوا کہ ہماری کمپنی مضافات کا دورہ کرنے جا رہی ہے ۔ میں باوجود راستے کے نشیب و فراز کے جادۂ مستقیم پر بڑھتی چلی جا رہی تھی ۔ اور بہت اغلب ہے کہ گمراہ نہ ہوتی ۔ **گذشتہ اشاعت سے آگے**

پانچواں باب

لیکن جو چیز مجھ کو انجام کار تباہ و برباد کرنے کا ذریعہ بنی وہ کمپنی کا دورہ ہی تھی ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس موقعہ پر کمپنی کے منیجر کی نظر خاص طور پر میری ہستی ناچیز کی طرف مبذول ہو گئی ۔ کمپنی کے دائرہ میں اس شخص کی ذات بڑی اونچی اور بلند سمجھی جاتی تھی ہماری نظروں میں وہ ایک مطلق العنان حکمران بلکہ یوں کہنا چاہیئے ۔ کسی مشرقی سلطان کا درجہ رکھتا تھا ۔ یہی وہ آدمی تھا جس نے رفتہ رفتہ مجھ پر نظرِ عنایت کرنی شروع کی ۔ دورہ کے پہلے ہفتہ میں میں نے دیکھا وہ کسی چھوٹی سی بات کے بہانے مجھ کو تنہائی میں اپنے پاس بلواتا اور جب چار و ناچار وقت کے کمرہ میں مجھ کو اوا کرنا ہوتا ۔ اس کے بارہ میں کئی کئی طرح کی تفصیلات بیان کرنا شروع کر دیتا ۔ آغاز میں نہ تو میں اس کے بلاوے کا صحیح مطلب ہی سمجھ سکی نہ میں نے اس طرح بار بار طلب کئے جانے کے سوال کو کوئی خاص اہمیت دی ۔ لیکن اس کے باوجود میں بار بار اس کے روبرو جاتے ہوئے ہچکچاتی تھی ۔ اس لئے کہ یہ شخص ہم چھوٹے درجہ کی ایکٹرسوں کے ساتھ غیر معمولی بے تکلفی کا برتاؤ کیا کرتا تھا ۔ کبھی کسی کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتا ۔ کبھی نیم پدرانہ شفقت کے برتاؤ کا بہانہ کرتا چنانچہ خود مجھ سے بھی اس کا سلوک عموماً اسی طرح کا ہوتا تھا ۔ لیکن اس پر بھی کوئی بات ایسی نہ تھی جس کو میں قابلِ اعتراض سمجھ کر اپنے لئے ناراضگی کا بہانہ پیدا کر سکتی ۔ اس کے علاوہ جب وہ آدمی جس کے ہم اپنے معاش کیلئے دست نگر ہوں ۔ کسی بہانے سے طلب کرے تو انکار کی گنجائش کہاں ہوتی ہے ؟ طوعاً و کرہاً مجھ کو اس کے پاس جانا پڑتا تھا ۔ مگر میں نے دیکھا کہ اس طرح کے بلاوے روز بروز کم ہونے کی بجائے بڑھتے ہی جا رہے تھے ۔ جیسا کہ ناظرین سمجھ سکتے ہیں ۔ اس کے بعد میری ہمجولی لڑکیوں کی چھیڑ چھاڑ نے اور بھی زیادہ ترقی کی ۔ وہ سارے حالات سے اپنے طور پر غلط نتیجہ نکال کر کبھی مجھ کو میری "چالاکی اور ہوشیاری"

[illegible] کبھی [illegible]
[illegible] سلوک [illegible]
اگر تم نے [illegible] تو
[illegible] اس سے بھی زیادہ
[illegible] بیشتر مجھ سے رکھا
برتاؤ کرتی اور سب مجھ سے پیش آتی تھیں۔ وہ
بھی دوستانہ برتاؤ کرنے اور مجھ سے میل جول کرنے
کو آمادہ نظر آنے لگیں۔ ان کے اس بدلے ہوئے
رویے کی اصل وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے دل میں ڈرتی
تھیں۔ جب ایک بار میں کمپنی کے منیجر کو اپنا گرویدہ
بنا لوں گی تو پھر ان سے جنہوں نے پیشتر مجھ سے
حقارت آمیز سلوک کیا تھا۔ خوب ہی کھو کر بدلے
لوں گی۔ حالانکہ دوستانہ تعلقات ہونے کی صورت
میں وہ مجھ سے اپنے حق میں طرح طرح سفارشیں
حاصل کرنے کی امید رکھتی تھیں۔ ان کا خیال تھا
کہ میری وساطت سے وہ بھی کوئی اونچا درجہ
حاصل کر سکیں گی۔ میں نے بارہا ان کی غلط فہمی
رفع کرنے کی کوشش کی اور سمجھایا کہ منیجر کے ہاں
میری آمد و رفت محض کاروباری سلسلہ میں ہوتی
ہے۔ نیز یہ کہ میں ہرگز اس خیال کی عورت نہیں
ہوں جیسا تم سمجھتی ہو۔ لیکن وہ کب ماننے والی
تھیں۔ وہ میری کسی بات کو خاطر میں نہ لا کر میرے
سارے اعتراضات کو ہنسی میں اڑا دیتیں اور کہتیں
واہ۔ تم نے کیا ہم کو ایسی ہی بیوقوف سمجھا ہے کہ
ہم اس حقیقت کو جو روز روشن کی طرح عیاں
ہے۔ معلوم نہیں کر سکتیں۔ اس پر میں جواب
دیتی کہ اگر تمہارے خیال کے مطابق در حقیقت
منیجر کا منشا یہ کچھ اور ہے تو میں بہر حال اس کیلئے
آمادہ نہیں ہوں۔ اور غیر ممکن ہے کہ وہ مجھ کو اپنا
ہم خیال بنا سکے۔ مگر وہ میری ان تمام باتوں کو
بناوٹ سمجھ کر ٹال دیتیں اور میرے کہنے کا ان
کے دل پر کچھ بھی اثر نہ ہوتا۔ ایسا معلوم ہوتا
ہے کہ یہ بات کبھی ان کے خیال میں نہ آ سکتی تھی

[illegible]
[illegible] تھا [illegible]
لیکن گو میں نے [illegible] کا حل تلاش
کرنے اور ان کے اندازوں کو بے بنیاد قرار دینے
کی انتہائی کوشش کی۔ تاہم واقعہ یہ ہے کہ اب
صورت حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں خود
یہ بات محسوس کرنے لگی تھی کہ ضرور اس معاملہ کی تہ
میں کوئی اور مصلحت کام کر رہی ہے۔ اور میرے
لئے بے سمجھ کبوتر کی مانند بہت عرصہ تک آنکھیں
بند رکھنا خطرہ سے خالی نہ ہوگا۔

لیکن میں کر بھی کیا سکتی تھی؟ بالفرض منیجر کا عندیہ
وہی ہو جو دوسری لڑکیوں کے خیال کے مطابق
در حقیقت تھا۔ اور میں نے اس کی مزاحمت کی
جرأت بھی کی تو سوال پیدا ہوتا تھا کہ اس کا انجام
کیا ہوگا؟ نہ صرف یہ کہ ناٹک کی لائن میں میرا
مستقبل تباہ ہو جائے گا۔ بلکہ شاید میرے لئے
اس ذریعہ معاش کا بھی خاتمہ ہو جائے اور اگر واقعی
اس طرح ہوا تو پھر میں کدھر جاؤں گی اور اپنے
گذر کا کیا سامان کر سکوں گی؟

بارہا میں یہ کہہ کر اپنے دل کو ڈھارس دیتی کہ میرا
اور دوسری لڑکیوں کا اندازہ غلط ہوگا میں بارگاہ
ایزدی میں دعا بھی کیا کرتی کہ اسی طرح ہو لیکن جی کی
دھڑکن ان تسلیوں سے رفع نہ ہوتی تھی۔ آخری
چارہ کار جو ذہن میں آیا یہی تھا کہ جہاں تک ممکن ہو
منیجر کی نظروں سے دور دور رہنا چاہیئے۔ نہ وہ
میری صورت دیکھے گا۔ نہ اس کی آتش شوق بھڑکے گی
نہ دوسروں کو چہ میگوئی کا موقعہ ملیگا۔

لیکن اس دنیا کے کچھ کام ایسے بھی ہیں جن کو کہنا
آسان اور کرنا سخت دشوار بلکہ ناممکن ہوتا ہے
انہی میں سے ایک میرے لئے کمپنی کے منیجر سے
الگ تھلگ رہنے کا تھا۔ میں لاکھ اس سے بچتی
اور کنارہ کش ہوتی۔ وہ خلاف امید حالتوں میں

[illegible] مجھ کو [illegible]
[illegible] اس کی [illegible]
[illegible] حرکت کا [illegible] کام
کرنے والی لڑکیوں میں سے وہ [illegible]
ستائش خیال کرتی اور منیجر کسی حالت میں کوئی
خفیف سا عذر تلاش کر کے بھی مجھ کو دوسروں کے
چلے جانے کے بعد ٹھہرنے کا حکم دیتا۔ کہتا مجھ کو تم
سے علیحدگی میں ایک بات کہنی ہے۔ اس طرح کی
باتیں ہر چند اپنے اندر وقتی طور پر مضرت کا کوئی
پہلو لئے ہوئے نہ ہوتی تھیں۔ تاہم میرے لئے
یہ سمجھ لینا مشکل نہ تھا کہ وہ میرے مستقبل کو
تباہ و برباد کرنے والی ہیں۔

مختصر یہ کہ میں ہر طرح اس کے بس میں تھی۔ انتہائی
کوشش کرنے پر بھی میرے لئے اس سے دور رہنا
غیر ممکن تھا۔ وہ اپنے اختیارات سے کام لیکر
جس وقت چاہتا مجھ کو اپنے دفتر میں بلا لیتا اور
میں ہر طرح بے بس اس کے فرمان کی تعمیل پر مجبور
ہو جاتی۔ اس طرح وہ اپنے اختیارات سے کام
لیکر جس وقت اور جتنا عرصہ چاہتا مجھ کو تنہائی میں
اپنے پاس بٹھا لیتا اور میں حرف شکایت منہ پر لانے
کی جرأت نہ کر سکتی۔ کئی بار ایسا ہوتا کہ میں سٹیج کی
نہایت حسین پوشاک پہنے ہوئے اپنے پارٹ کی ایکٹنگ
کر رہی ہوں۔ میرے بازو، میری ٹانگیں، میرے
بدن کے وہ سب حصے جو نامحرم آنکھوں کے سامنے
نہ آنے چاہئیں، برہنہ ہیں۔ وہ اس حقیقت کو [illegible]
ہوا بھی مجھ کو طلب کرتا (اور اس طرح کے موقعے
ایک بار نہیں۔ کئی دفعہ پیش آتے تھے) اور میں
اس کے حکم کی تعمیل پر مجبور ہو جاتی۔

اس طرح رفتہ رفتہ نامعلوم مگر یقینی طور پر یہ بات
مجھ پر واضح ہونی شروع ہو گئی کہ دوسری لڑکیوں
کے بدترین قیاسات اور میرے [illegible]
اور [illegible] بے بنیاد نہیں [illegible]
اس نے اپنے [illegible]

کیا
ناٹک کمپنیاں اور فلمی ادارے
مہذب عیاشی اور لوٹ ڈھیٹ حرامکاری کے اڈے ہیں؟

اور وہاں آئے دن حسین دوشیزاؤں کی تباہی اور بربادی کے کھیل کھیلے جا رہے ہیں۔ منیجر اسٹیج ڈائرکٹر اور مالک کمپنی ان لوگوں کو دنیا والے کیا سمجھتے ہیں؟ مگر فی الاصل یہ ہیں کون؟

کا تھی۔ تو اب میں نے ... شروع کر دیا۔ وہ اب ... لگی۔ لیکن میں نے دیکھا وہ اس فن عشق بازی میں اناڑی یا ناتجربہ کار نہیں تھا۔ وہ غیر معمولی عجلت جو اس طرح کی حالتوں میں بنتے ہوئے کاموں کو بگاڑ دیتی ہے۔ اس کے برتاؤ میں قطعاً نہ پائی جاتی تھی وہ ایسا کوئی فعل نہ کرتا جو کسی با حیا لڑکی کو پیش از وقت ہی چونکانے یا سہمانے کے ذریعے ثابت ہو۔ معلوم ہو گیا وہ نئی نئی چڑیوں کو دام تزویر میں پھنسانے میں ایک ماہر فن شکاری ہے۔

گاہ بگاہ الفاظ یا اشارہ سے تعریف کرنا۔ پیار سے بدن پر ہاتھ رکھ دینا (اور وہ بھی پدرانہ شفقت کے انداز سے) کبھی کبھی میرے پیچھے میرے کمرے میں چلے آنا۔ یہ اور ایسی ہی بہت سی چھوٹی چھوٹی باتیں تھیں جن سے اس نے میرے لئے محبت کا اظہار شروع کیا۔ آغاز اس میں نیک ... دکھائی دیتا تھا۔ لیکن انجام کتنا مہیب تھا! اس کا اندازہ کرنا میرے لئے بہت دشوار نہ ہوا۔

سخت حیران تھی کہ کیا کروں؟ کاش کوئی ایسا طریقہ ممکن ہوتا کہ میں اس کو ٹال بھی دیتی اور اسے رنجیدہ ہونے کا موقع بھی نہ دیتی۔ کیونکہ اسے دشمن بنا کر ملازمت قائم رکھنا میرے لئے عملی طور پر ناممکن تھا۔ ایک بات تو خیر میں اپنے جی میں اچھی طرح طے کر چکی تھی۔ یعنی خواہ کچھ ہو جس وقت اس نے مجھ سے علانیہ اظہار مدعا کیا میں صاف انکار کر دوں۔ لیکن اس سے آگے ایک ہیبت ناک سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ جب میں نے حرف انکار زبان سے نکالا۔ اس کے سامنے جو کمپنی میں کسی مطلق العنان فرمانروا کا درجہ رکھتا تھا جس کا خیال تھا کہ سب خوبصورت لڑکیاں اس کی اپنی موروثی جاگیر ہیں۔ جو لفظ انکار سننے کا عادی نہ تھا بلکہ جس کو سوفی صدی اطاعت ہی کی حالت میں اپنا کہا

شش اور سنگدلی میں مشابہت کا تجربہ تھا۔ ہاں جب میں نے کہ ایک ایسے آدمی کے روبرو اس کی عمر میں پہلی مرتبہ کلمہ انکار منہ سے نکالا۔ تو اس کے دل کی کیا کیفیت ہوگی؟ ... اور اس کیفیت کا اثر منقلب میری اپنی ذات پر کیا ہوگا؟

میں نے اس سوال پر ہر ایک پہلو سے غور کر کے دیکھا۔ لیکن مجھ کو میرے شکوک کے رفع کرنے کا کوئی ذریعہ نظر نہ آسکا۔ اور اس کے بعد دفعتاً ایک ... اور سوال پیدا ہوا ... جی کو ہلکان کرنے لگا۔ یعنی مجھ کو اپنے انکار و مزاحمت کا آغاز کس موقع پر کرنا چاہیے کہ میری وہ کوشش بے وقت ثابت نہ ہو۔ یہ سوال پہلے سوال کی نسبت اور بھی زیادہ پیچیدہ اور مشکل دکھائی دینے لگا۔ اس لئے کہ منیجر کمپنی کی پیش دستیاں اس قدر بے معلوم۔ ناقابل تشریح۔ لطیف اور اس کے ساتھ ہی روز افزوں ترقی کن تھیں کہ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اس کی کس بات پر کب حرف اعتراض زبان پر لانا موزوں ہوگا۔ بہرحال میرے لئے یہ جاننا دشوار نہ تھا کہ اس کی دلیری اور بے باکی روز بروز بڑھتی چلی جاتی ہے۔ کوئی دن نہ جاتا تھا کہ اس کے ہاتھ کسی نہ کسی بہانے سے میرے بدن کو مس نہ کئے ہوں۔ پہلے اس کی حرکات

محض مشفقانہ ہوتی تھیں۔ اب ... عاشقانہ رنگ اختیار کرنے شروع کر دیا۔ لیکن ... گذرے ہوئے کل اور آج کے برتاؤ میں جو فرق تھا وہ اختلاف اتنا لطیف ہوتا تھا کہ ... کچھ سمجھتے اور جانتی ہوئی بھی کچھ نہ کر سکتی تھی۔ اور جو بات اس کی حرکات پر صادق آتی تھی وہی اس کے الفاظ کی نسبت کہی جا سکتی ہے۔ وہ عشق آمیز ہوتے ہوئے اس قدر مخلصانہ اور مشفقانہ ہوتے تھے اور ان میں تملق اور چاپلوسی کا اتنا لطیف عنصر ہوتا تھا کہ میں تہ دل سے خواہشمند ہوتے ہوئے بھی اس کو جھڑ ... سنانے کا کوئی موقع تلاش نہ کر سکتی تھی۔

کبھی کہتا تھا میری نظر خاص طور پر اس وقت سے تم پر لگی ہوئی ہے جب تم اول مرتبہ ہماری کمپنی میں آئی ہو۔ میں نے اسی وقت معلوم کر لیا تھا۔ تم اپنے درجہ کی لڑکیوں سے بہت زیادہ لائق ہوشیار اور اونچا درجہ رکھتی ہو۔ تمہارے اندر بعض ایسی خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ جو دوسری لڑکیوں میں عموماً نظر نہیں آتیں۔ کبھی وہ میرے چہرے کی دلکشی کا ذکر لے بیٹھتا اور میرے بدن اور اعضا کی موزونیت کی تعریف کرنے لگتا۔

معاملہ کو رنگین صورت دینے کیلئے وہ یہ بھی کہہ دیتا کہ اسی وجہ سے تمہارے خلوص میں ... پائی جاتی ہے۔ اور مجھ کو یقین ہے کہ تم بہت جلد ترقی کا درجہ حاصل کر سکو گی۔ ایک اور موقع پر ... یہاں تک وعدہ کیا کہ عنقریب جب ہماری کمپنی ... ختم کر کے لندن واپس جائے گی تو ... کھیل میں جو زیر تیاری ہے۔ میں تم کو نمایاں پارٹ دوں گا۔ اور اس طرح تم منزل ترقی کی طرف پہلا قدم ... میں گو اپنے دل میں اچھی طرح سمجھتی تھی کہ ان سب باتوں کے پوشیدہ معنی کیا ہیں۔ تو بھی بظاہر شکر گزاری کے سوا اور کیا کر سکتی تھی؟ ... جو

[illegible] ہوئی تھی یہ نہ ملا اظہار بے تکلفانہ
[illegible] ہوس کی وہ بین صورت نمایاں پائی جاتی ہے کہ [illegible] رہا ہے یا کیا چاہتا ہے اس کے [illegible] ہوگی کچھ کہنے سننے کی جرأت نہ کر سکتی تھی۔

اخلاق یہ سلسلہ یونہی چلا جاتا تھا۔ مجھ پر اس کی شفقتیں روز بروز بڑھ رہی تھیں لیکن میں تنہائی کی جستجو کے باوجود کوئی بات جو اس کو میرے منہ کی حقیقت سے آگاہ کرنے والی ہو۔ منہ سے نکالنے کا حوصلہ نہ کر سکتی تھی بلکہ سچ پوچھو تو مجھے ایسا کرنے کا موقع ہی نہ ملتا تھا۔ کبھی ایسا ہوتا کہ میں اسکا بلاوا پاکر اس کے کمرہ کی طرف چلی جا رہی ہوں اس نے پیچھے سے آکر اپنے ہاتھ میرے شانوں پر رکھ دیئے...... وہ بھی اس طرح کے مشفقانہ انداز سے گویا باپ اپنی نوجوان بیٹی کے ساتھ اظہارِ الفت کرتا ہو۔ اور اس کے ساتھ ہی کچھ اس طرح کے الفاظ کہتا۔

"مولی۔ تم کتنی حسین لڑکی ہو۔ بخدا کیا دلفریب چہرہ، کیا موزوں صورت اور کیسی قامت پائی ہے۔ تم مجھے لندن پہنچ لینے دو۔ پھر دیکھنا میں تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں۔ مجھ کو پورا یقین ہے کہ جب کوئی اچھا سا پارٹ تم کو دیا گیا تو زمانہ بھر میں دھوم مچ جائے گی۔"

اس طرح کے الفاظ کہتے کہتے وہ میرے شانہ پر ہلکی سی تھپکی دیتا اور دفعتاً گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے کہتا "ہاں۔ لیکن یاد آگیا۔ میں نے ایک کام سے تم کو بلایا تھا۔" اور اس تمہید کے ساتھ وہ چند اس طرح کی لاحاصل اور غیر ضروری ہدایتیں جاری کرتا جن کی باطنی اہمیت کچھ بھی نہ ہوتی تھی اور جن کے متعلق میرے لئے یہ جاننا کچھ بھی مشکل نہ تھا کہ محض بہانے کی چیزیں ہیں۔ ورنہ اس کا منشا ان ہدایتوں سے بجز اس کے مجھ سے چند منٹ علیحدگی کرنے کے سوا کچھ نہ تھا۔

اسی طرح ہوتے ہوتے وقت گزرتا گیا۔ ہمارا دورہ ختم ہونے کے قریب تھا اور فیصلہ یہ کیا گیا تھا کہ اس شہر میں (جس میں ہم مقیم تھے) کھیل ختم کرنے کے بعد کمپنی لندن واپس جائے گی۔ اس اثنا میں فیروز کی تعریفیں روز بروز بڑھتی گئیں اور یہ بات زیادہ نمایاں صورت اختیار کرنے لگی کہ وہ مجھ کو اپنے پاس بلا کر میرے بدن کو ہاتھ لگا کر اور میرے حق میں تعریفی الفاظ کہہ کر بہت خوش ہوتا ہے اب اس کی پیش دستیاں بھی زیادہ عریاں صورت اختیار کرنے لگی تھیں۔ میں بہت چاہتی کہ کوئی موقع تلاش کر کے اسے روکوں لیکن وہ موقع جس کی مجھ کو تلاش تھی۔ وہ بہانہ جس کو سامنے رکھ کر میں اظہارِ خیالات کر سکتی تھی۔ نہ ملتا اور نہ ہاتھ آتا تھا۔

جس شہر کا میں ذکر کر رہی ہوں اس میں ہمارا پہلا ہی کھیل ہوا تھا کہ خاتمہ پر اس نے مجھ کو بلا بھیجا۔ کہنے لگا۔ میں نے صرف اس لئے تم کو تکلیف دی ہے کہ پھر شاید لندن پہنچنے تک علیحدگی کا موقع نہ مل سکے اور میں چاہتا ہوں۔ تمہارے مستقبل کا ابھی سے فیصلہ کر دوں۔ اس میں تو شک نہیں کہ تم اپنی موجودہ حیثیت سے بہت بڑھ چڑھ کر ہو اور کوئی خاص ہی پارٹ تم کو ملنا چاہیئے۔ وہ پارٹ کیا ہو۔ اس کا فیصلہ بھی میں نے کر لیا ہے اور اب لندن پہنچتے ہی تمہیں اس کی ریہرسل شروع کرا دی جائے گی۔ چنانچہ اس نے اس بارہ میں کچھ تفصیلات بھی بیان کیں۔ جن کو سننے کے بعد میں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ لیکن جی اس خیال سے دھڑک رہا تھا کہ یہ معاملہ یہیں پر ختم نہ ہوگا۔ ضرور اس کی تہ میں کچھ باتیں اور بھی ہیں۔ جن کو وہ عنقریب ظاہر کرے گا۔

اور واقعی اسی طرح ہوا۔ اس وقت جب میں اس کے روبرو مہین ریشمی پوشاک میں ملبوس، نیم عریاں کھڑی تھی۔ وہ دو قدم آگے بڑھا اور اس سے پہلے کہ میں کسی طرح مزاحمت کچھ کر سکتی اس نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر مجھے اپنی طرف کھینچا اپنا بازو میری کمر کے گرد ڈال دیا۔ اور اپنے منہ لگاتے ہوئے کہنے لگا۔

"مولی۔ یہ سب تو میں نے تیرے لئے کیا اور ابھی اس سے زیادہ بہت کچھ کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن یہ بتا تیری طرف سے مجھ کو اس کا صلہ کب ملے گا؟"

میں نے ہاتھ چھڑا کر پرے ہٹنے کی کوشش کرتے ہوئے معنی خیز انداز نظروں سے دیکھ کر کہا۔ "صاحب۔ میں آپ کی تہ دل سے ممنون ہوں آپ میرے سرپرست اور محسن ہیں۔ اور میں ایک ناچیز ہستی آپ کی ان لامحدود عنایتوں کا شکریہ ادا کرنے کے سوا اور کیا کر سکتی ہوں"

یہ الفاظ میں نے اس طرح انجان بن کر کہے گویا اس کے منشائے دلی کو اب تک نہ سمجھی تھی حالانکہ میرے لئے اس کے عندیہ سے واقف ہونا کچھ بھی مشکل نہ تھا۔ اور میں اچھی طرح سمجھ گئی تھی کہ اس کا اشارہ کس مسئلہ کی طرف ہے۔

"مولی۔ ایسا نہ کہو" وہ بڑھتے ہوئے جوش کے لہجہ میں بولا۔ "تم کو اچھی طرح معلوم ہے میں کس درجہ تم کو چاہتا اور تم سے پیار کرتا ہوں۔ جو غیر معمولی حسن۔ اور دلکشی اور دلفریبی قدرت نے تم کو دی ہے۔ کیا میں اپنی امدادی کوششوں کیلئے ان چیزوں سے بہرہ اندوز ہونے کا حقدار نہیں ہوں؟ جانِ من۔ اب زیادہ نہ ترساؤ۔ میں نے بہت دن صبر اور اپنی جان پہ جبر کیا۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا تھا کہ تم میری درخواست کو سن کر ڈر جاؤ۔ لیکن مجھ کو یقین ہے...... میرا دل یہ کہتا ہے کہ تم نے میری محبت کی کشش کو ضرور اس سے پہلے محسوس کیا ہوگا۔"

یہ کہتے ہوئے وہ مجھ کو اپنی طرف کھینچ کر صوفہ تک لے گیا۔ اور مجھ کو زبردستی اپنے گھٹنوں پر بٹھا لیا۔ میں بے طرح [illegible]

ہوئی تھی۔ ہر چند مجھ کو اس طرح کا ایک عرصہ سے احتمال تھا۔ تاہم اب جو اقدامت نے آندھی کی سی رفتار اختیار کی تو میرے لئے اپنے حواس کو بحال رکھنا دشوار ہو گیا۔ حیران تھی کیا کروں اور کیا نہ کروں؟ انکار و مزاحمت کے بغیر چارہ نہ تھا۔ لیکن یہی دو باتیں میرے لئے کتنی مہلک ثابت ہو سکتی تھیں۔ اس حقیقت کو بھی میں نظر انداز نہ کر سکتی تھی۔

آخر ش میں نے لجاجت اور منت کا لہجہ اختیار کرنا ہی بہتر جانا اور نرم لہجہ میں کہا۔

"خدا کے لئے مجھ ابھاگن کو میرے حال پر چھوڑ دیجئے۔ یہ جو کچھ آپ فرماتے ہیں میرے لئے اس کو قبول کرنا ناممکن ہے۔ بس چھوڑ دیجئے میں جاتی ہوں۔"

"نہیں۔ ایسا نہ کہو میری جان۔ بڑی مدت کے بعد آج یہ موقع نصیب ہوا ہے اور میں اس کو چھوڑنا کسی حال میں منظور نہیں کر سکتا۔ اسلئے میں تب تک جانے نہ دونگا جب تک وہ چیز میں طلب کرتا ہوں۔ مجھ کو نہ دے دو گی۔ یہ تو میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم آخر کار میری درخواست ضرور ہی منظور کر لو گی۔ صرف اپنے حد سے بڑھے ہوئے شرمیلے پن کی وجہ سے تم کو انکار ہے۔ لیکن یہی تمہارا انکار میرے شوق محبت کو اور بھی تیز کر رہا ہے۔ مجھ کو امید ہے کہ رفتہ رفتہ تم اس حجاب پر غالب آ جاؤ گی۔ اور اس کے بعد تمہیں کسی طرح کا تامل نہ ہوگا۔ ہر چند میرے لئے عرصہ انتظار کو لمبا کرنا سخت تکلیف دہ ثابت ہوگا۔ تاہم میں اس کیلئے بھی آمادہ ہوں۔ میں اس وقت تک اور صبر کروں گا کہ تم ...... لیکن میں مجھ

ترقی اور کامیابی کس لئے ہو؟" یہ الفاظ اسوقت اس نے کہے جب میں نے اس کی گرفت سے چھٹنے کی زوردار کوشش کی۔ "میں تم پر سختی نہ کروں گا۔ میں تو وعدہ کر رہا ہوں کہ جب تک تم اپنے آپ آمادہ نہ ہو جاؤ۔ میں خوشی سے انتظار کرتا رہوں گا۔" یہ کہتے ہوئے اس نے مجھ پر اپنی گرفت اور بھی مستحکم کر لی۔ اور میرے لئے زوردار مقابلہ کئے بغیر اس سے چھٹنا غیر ممکن ہو گیا۔

بڑی مشکل میں پھنسی تھی۔ اس سے بگاڑ پیدا کرنا بھی مجھ کو منظور نہ تھا۔ لیکن سیدھی طرح معاملہ طے ہوتا بھی نظر نہ آتا تھا۔ خیالات آندھی کی رفتار کے ساتھ دماغ سے گذر رہے تھے۔ لیکن مجھے اپنی مشکل کا کوئی ممکن حل نظر نہ آتا تھا۔

"سنو۔ سونی!" وہ مجھ کو عارضی طور پر چپ دیکھ کر کہنے لگا۔ "تم خدا کے فضل سے جوان اور سمجھدار ہو۔ دور اندیشی سے کام لو۔ اور اپنے نیک و بد کو سمجھو۔ اس طرح کا موقع ہر کسی کو پیش نہیں آتا۔ ناٹک کی لائن میں تمہاری ترقی کا وعدہ بھی اس سے پہلے کر ہی چکا ہوں۔ اس کے علاوہ اور کونسی بات ہے۔ جو میں تمہارے لئے کرنے کو آمادہ نہیں؟

> اس حالت میں مینیجر کمپنی نے مجھ کو بڑے زور سے بھینچ کر اپنی چھاتی سے لپٹا لیا اور چونکہ میری طرف سے کسی طرح کی مزاحمت نہ ہو سکتی تھی میری بےبسی سے فائدہ اٹھا کر وہ اور بھی زیادہ گرم اور پرجوش بوسے...... یہ بات میرے لئے ناقابل برداشت ہونے لگی تھی اپنے منتشر حواس پر قابو پا کر میں نے کمزور بدنی طاقت میں عزم استوار کی قوت داخل کی اور ایک ایسے موقع پر جب اسکو بعید احتمال بھی نہیں تھا زور کا جھٹکا دیکر اسکی گرفت سے نکل گئی۔ اس وقت اتنا سخت غصہ مجھے اس نابکار کی بڑھتی ہوئی پیش دستیوں پر تھا کہ نتیجہ اور انجام کو یکسر نظرانداز کرکے میں نے ایک زور کا چانٹا اسکے منہ پر رسید کیا (مولی لاٹوش)

میں تمہارے حسن کو ایک شاندار جھلکا کر لے دوں گا۔ معقول گذارہ بھی تمام عمر کو دیتا رہوں گا۔ دنیا کی کوئی نعمت ایسی نہ ہوگی جس سے تم کو محروم رہنا پڑے۔ بس ایک بار ہاں کہہ دو۔ میں سمجھ لوں گا۔ سب کچھ مل گیا۔"

لیکن صبر و انتظار کے ان فرضی دعووں کے باوجود اس وحشی نے فوراً ہی چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ کبھی میرے برہنہ بازوؤں پر ہاتھ پھیرتا۔ کبھی مجھ کو گلے سے لگاتا۔ چھاتی سے لگاتا اور کبھی میرے منہ اور گردن کو ناپاک بوسوں سے ملوث کرتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ رفتہ رفتہ وہ اپنے جذبات نفسانی کے بس میں آنے لگا تھا۔ میں اس کی حرکات سے سخت نفرت کرتی اور ایک پل کیلئے اس کی بات سننے کو تیار نہ تھی۔ لیکن محض اس ڈر سے کہ ایک دفعہ بگاڑ ہو جانے سے اصلاح کی کوئی صورت باقی نہ رہے گی۔ چپ چاپ یہ سوچنے کی کوشش کر رہی تھی کہ وہ کونسی صورت ہو جس سے سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ مجھ کو سختی بھی نہ کرنی پڑے اور اس کے وحشیانہ چنگل سے چھٹنا بھی نصیب ہو۔ لیکن میری تجویز جو ترکیب میں نے بہتری کے خیال سے سوچی تھی وہ الٹا میرے حق میں زبوں کار ثابت ہوئی۔ اس نے غلط طور پر یہ سمجھ لیا کہ میں واقعہ میں رضامند ہوں اور یہ دکھاوے کی جدوجہد محض اس کی آتش شوق بھڑکانے کے لئے کر رہی ہوں۔

اسی حالت میں اس نے مجھ کو بڑے زور سے بھینچ کر اپنی چھاتی سے لپٹا لیا۔ اور چونکہ اس حالت میں میری طرف سے کسی طرح کی مزاحمت نہ ہو سکتی تھی۔ اسلئے میری بےبسی سے فائدہ اٹھا کر اور بھی

[illegible] جوش [illegible] بیٹھ گیا۔ مجھے [illegible] گرفت میں لیکر اس نے نفرت [illegible] کہا۔ "معاف! اب تم میری [illegible] نہیں [illegible] بیوی بنکر رہو گی۔"

میرے جذبات ناقابلِ برداشت ہونے لگے تھے۔ اپنے منتشر حواس پر قابو پاکر میں نے اپنی کمزور بدنی طاقت میں عزم استوار کی قوت داخل کی۔ اور ایک ایسے موقع پر جب اس کو بظاہر احتمال بھی نہیں تھا۔ زور کا جھٹکا دے کر اس کی گرفت سے نکل گئی۔ اس وقت اتنا سخت غصہ مجھے اس نابکار کی بڑھتی ہوئی پیش قدمی پر تھا کہ نتیجہ اور انجام کو یکسر نظر انداز کر کے میں نے ایک زور کا چانٹا اس کے منہ پر رسید کیا۔

چپت لگنے سے اس کے گال تو سرخ ہو گئے لیکن پیشانی پر غصہ اور جوش کی سیاہی چھا گئی۔

"آہ۔ بدذات! کمینی! یہ میری کی ہوئی نیکیوں کا صلہ ہے!" اس نے زوردار لہجہ میں کہا۔ "اچھا دیکھو اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔"

اس کا غصہ قدرتی اور قابل معافی تھا۔ بہر حال جو کچھ ہوا اس کے بعد اس نے مجھ کو دوبارہ اپنی گرفت میں لینے کی کوشش ترک کر دی اور میں دوڑتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔

اس وقت کے بعد جب کا یہ ذکر ہے۔ مجھے کئی طرح کے بدتر اور زیادہ ذلت بخش حالات سے گزرنے پر مجبور ہونا پڑا ہے۔ لیکن اس موقع پر وہ بدسلوکی ہی جو مجھ سے کی گئی۔ میری نظروں میں غیر معمولی عظیم تھی۔ واقعہ اپنی طرز کا نیا تھا اور اس سے اتنا بھاری صدمہ میرے دل کو پہنچا کہ روح تک لرز گئی۔ چنانچہ جس وقت میں کمرے سے باہر نکلی تو آنکھیں [illegible] اور اپنے آپ کو سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا۔ کسی طرح سے جبری [illegible] حالت میں [illegible] تبدیلی لباس [illegible] اور [illegible] زار زار رونے لگی۔

میرے خطوط۔ یہ میری سوچی ہوئی تدبیروں اور رکھی ہوئی احتیاطوں کا انجام تھا! کمپنی کے منیجر کو جو اپنے حلقہ میں کسی مطلق العنان فرماں روا کا درجہ رکھتا تھا۔ ناراض کرنا یا اس کو مایوسی کا صدمہ پہنچانا ہی کیا کم جرم تھا کہ میں نے اس کے منہ پر تھپڑ مار کر ایک ہی وقت میں اس کی ذلت کا پیمانہ لبریز کرتے ہوئے اپنی قسمت پر بھی مہر لگائی! کبھی ممکن تھا کہ وہ میری اس خطا سے درگزر کرنا منظور کرے۔ لندن پہنچتے ہی میرے لئے پھر وہی بیکاری اور بے زری کی مصیبت کا سامنا ہوگا۔ پھر مجھ کو کام کی تلاش میں سرگرداں ہونا پڑے گا۔ اور چونکہ اپنی موجودہ ملازمت کے دوران میں جو کچھ میں نے کمایا وہ سب کمایا اور صرف کیا جا چکا تھا۔ اس لئے اتنی بھی امید نہ تھی کہ میں چند دن حصول ملازمت کی تلاش کے عرصہ میں تنگی ترشی سے گزر کر سکوں گی۔

حالت ناگفتہ بہ تھی۔ یاس کے گھپ اندھیرے میں امید کی کوئی ہلکی سی شعاع بھی نظر نہ آتی تھی۔ یہی جی میں آتا تھا۔ دریا میں کود کر اپنی جان ضائع کر لوں تاکہ ان مصیبتوں کا کسی طرح خاتمہ ہو جائے۔

وہ ایک ہفتہ کا عرصہ جوں توں کر کے بسر ہوا اور اس کے بعد ایک دن وہ ساعت منحوس جس کا اندیشہ ہر وقت لگا رہتا تھا۔ پیش آ گئی یعنی مجھ کو منیجر کے حضور میں پیش ہونے کا بلاوا موصول ہوا۔ اس وقت جب میں اس کے کمرہ کی طرف جا رہی تھی۔ دل سینہ میں ڈوب ڈوب جاتا تھا۔ مگر آپ میری حیرت کا اندازہ کر سکتے ہیں جب اس نے مسکراتے ہوئے گفتگو کا آغاز کیا، کہنے لگا۔

"کیوں۔ نئے کھیل کے ریہرسل میں شریک ہونے کا ارادہ ہے کیا؟"

مجھ کو ایسا معلوم ہوا گویا اس دن کے واقعہ نے اس کے [illegible] ہمیشہ کیلئے [illegible] کر دیا تھا کیا [illegible] میری اس چپت کی یاد اس کے دل سے محو ہو گئی تھی یا کیا فرصت میں سارے معاملہ پر غور کرنے کے بعد اس نے میرے اس فعل کا [illegible] پر محمول کر کے نظر انداز کرنے کا فیصلہ کر دیا تھا۔

لیکن نہیں۔ یہ میری بھول ...... میرے اندازہ کی غلطی تھی۔ کیونکہ فوراً ہی اس نے اپنے آپ کو حقیقی رنگ میں پیش کرتے ہوئے کہا۔

"دیکھو۔ میں تمہیں ایک آخری موقع اور دیتا ہوں جو وقت گزر گیا۔ وہ تو اب ہاتھ آ نہیں سکتا۔ نہ وہ تجویز جو میں نے سوچی تھی۔ اب کسی حال میں عملی صورت اختیار کر سکتی تھی۔ وہ تھپڑ جو تم نے مجھ کو لگایا تھا۔ وہ تو فراموش ہو نہیں سکتا۔ البتہ میں تمہیں ایک چھوٹے درجہ کا کام دے سکتا ہوں۔ بشرطیکہ تم اب بھی میرا کہا مانو۔ نیا کھیل زیر تیاری ہے اور میں تمہیں اس میں چوتھے درجہ کی ایکٹرس کے طور پر شامل کرنے کو تیار ہوں لیکن شرط لازم یہی ہے کہ جو کچھ میں نے اس دن تم سے مانگا تھا۔ اس سے انکار نہ کرو۔ اور جب بھی میں حکم دوں۔ فوراً میرے پاس چلی آؤ۔ تمہارے لئے میرے دل میں وہ پہلی سی قدر و عزت تو باقی نہیں رہی۔ پھر بھی یہ ایک موقع ہے۔ اگر چاہو قبول کر لو۔ چاہو انکار کر دو مجھے بالکل پروا نہیں۔ بولو کیا کہتی ہو؟ یہ سابق کی نسبت کم حیثیت کی نوکری لیکن تمہاری اسی رضامندی کے ساتھ۔ اس کا جواب میں صرف ایک لفظ میں چاہتا ہوں۔ ہاں یا نہیں؟"

میرا اپنا خیال ہے کہ وہ میرے منہ سے "ہاں" کا لفظ سننے کا متوقع تھا۔ لیکن میں جو پیشتر نہ کہہ چکی تھی اب اس کو ہزار گنا زیادہ سختی کے ساتھ دہرانے کیلئے آمادہ تھی۔ اس پاجی نے اپنے آپ کو سب سے حد کمینہ رنگ میں پیش کیا تھا۔ اور اس [illegible] سے اس کی رہی سہی عزت بھی میرے دل [illegible] زائل ہو چکی تھی۔

[illegible] ... لڑکی کی ... میں ... بن جاؤ لیکن آپ کی علاوہ آپ کو مبارک ہو۔ میں اس ادنیٰ اخلاق کی [illegible] نہیں ہوں ... بھوکی ... قبول کر لوں گی۔ مجھ کو آوارہ ... پھرنا منظور ہوگا۔ لیکن تم اگر دولت کے لاکھ ہزار پونڈ بھی پیش کرو تو میں ... اس پر تھوک دونگی معلوم ہو گیا تم انسان نہیں۔ وحشی حیوان ہو۔ بے غیرتی نے تمہاری آنکھوں پر پٹی باندھ رکھی ہے۔"

اور اس طرح بڑبڑاتے ہوئے میں واپس جانے کیلئے دروازہ کی طرف بڑھی۔

لیکن میرے رخصت ہونے سے پہلے اس نے چند لفظ اور کہنے کا موقع نکال لیا۔ کہنے لگا۔

"تم جانتے آپ کو پری سمجھ بیٹھی ہو۔ اچھی طرح کان کھول کر سن لو کہ اس انکار کا نتیجہ کیا ہوگا میرے ہاں تو تمہاری ملازمت کا خاتمہ ہوگا ہی لیکن میں اس کا بھی انتظام کر دوں گا کہ لندن بھر میں کوئی دوسرا ... تم کو ملازمت نہ دے یہ میرا آخری اشارہ ہے۔ مانو یا نہ مانو تم کو اختیار ہے"

مگر میں نے اس کا جواب [illegible] نہ کیا۔ مجھے اس کی موجودگی میں کمرہ میں رہنے سے بھی نفرت ہوتی تھی۔ اسلئے میں تیز چلتی اس کمرہ سے باہر نکل آئی۔

اور اس دن کے بعد میری سٹیج کی زندگی کا عملی طور پر خاتمہ ہو گیا۔

میرا خیال ہے۔ اس سرگزشت کے پڑھنے والوں میں سے بعض لوگ میری تحریر کو بناوٹ اور مبالغہ آرائی پر محمول کریں گے۔ ان کا اعتراض یہ ہوگا کہ اس قسم کے واقعات محض فرضی اور خیالی ہیں اور فی زمانہ درحقیقت پیش نہیں آتے۔ کچھ لوگوں کا تو یہاں تک دعویٰ ہے کہ موجودہ زمانہ میں ناٹک کمپنیوں کے منیجر ملازمت پیشہ لڑکیوں سے پدرانہ شفقت اور حفاظت کا برتاؤ کرتے ہیں اور اس قسم کے واقعات کہیں ... ہیں۔ کوئی ... کہ غیر معمولی اور خاص حالات کا ... بلکہ غلط ... ان حضرت ... کے خیال ... میری اپنی ہستی کہ میں نے شروع ... رہ گئے کی کوشش نہ کی۔

اس کے جواب میں میں اسی قدر لکھنا چاہتی ہوں کہ ہر شخص اپنی رائے کا مالک و مختار ہے۔ لیکن میں نے جو حالات قلمبند کئے۔ وہ حرف بحرف صحیح ہیں۔ لہٰذا ان میں ایک نقطہ کی بھی بناوٹ نہیں ہے۔ رہ گیا ان کے غیر معمولی ہونے کا سوال۔ تو اس کے متعلق بھی میں خاص تجربہ کی بنا پر کہتی ہوں کہ یہ تمام باتیں مستثنیات میں نہیں۔ بلکہ ایک عام قاعدہ میں داخل ہیں۔ میری طرح بے شمار لڑکیاں اور ہیں جن کا حال دریافت و تحقیق کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان کو مجھ سے بھی بدتر واقعات دوسری کمپنیوں میں ملازمت کرتے ہوئے پیش

آگے کے واقعات اس سے بھی زیادہ دلچسپ اور سنسنی خیز ہیں آپ دنیا کی ہر ایک بات کو بھول سکتے ہیں پر تولی لاتوش کی سرگذشت آپ کے لوح دل پر پتھر کی لکیر کی طرح ثبت ہو جائے گی۔ اور اس لکیر کو آپ جوں جوں مٹانے کی کوشش کریں گے وہ اور بھی گہری ہوتی جائیگی اس لئے مست قلندر کی آئندہ اشاعت کا انتظار کیجئے

ہیرے جنگ فتح کرنے کی کنجی ہیں

تاج۔ تخت۔ زیورات اور آلات جنگ ہیروں کے محتاج ہیں

توپیں ہوائی جہاز ٹینک مشین گن دیگر صنعتی اور جنگی چیزیں ہیروں کی مدد سے تیار کی جاتی ہیں

دنیا میں معدنی اشیاء کی ہمیشہ سے بڑی قدر ہوتی رہی ہے، کیونکہ ان میں جو صفات قدرت نے ودیعت کی ہیں وہ بڑی کارآمد اور مفید ہوتی ہیں۔ معدنیات میں سے تین چیزیں زیادہ قیمتی مانی جاتی ہیں، ایک سونا ہے جسے سلطنتیں اپنے خزانوں میں جمع رکھتی ہیں، فی زمانہ دنیا میں تین بڑی سلطنتیں فرانس، برطانیہ اور ریاستہائے متحدہ امریکہ ہیں، ان کے پاس سونے کے اتنے بڑے بڑے ذخائر ہیں، جن کی قیمت عجیب ولا ب بھی بتائی جاتی ہے سونا جمع کرنے کی خاص غرض یہ ہے کہ مملکت کا وقار اور اقتدار عروج پر رہے، دوسری ریڈیم ہے جسے میڈم کیوری اور اس کے خاوند نے دریافت کیا۔ معدنیات میں سب سے قیمتی ہے، اب تک ریڈیم بہت ہی تھوڑی مقدار میں ہاتھ لگی ہے اور ایک اونس کی قیمت کئی کروڑ پونڈ قرار دی گئی ہے، یہ مہلک امراض کے ازالہ کیلئے تیر بہدف اکسیر ہے اس میں بلا کی حرارت پائی جاتی ہے ریڈیم سے جو چیز لگ جائے وہ چشم زدن میں خاک سیاہ ہو جاتی ہے، تیسری چیز جواہرات ہیں جن کی ہزاروں اور لاکھوں پونڈ قیمت ہوتی ہے، جواہرات میں برتری ہیرے کو حاصل رہی ہے، چونکہ وہ قیمت میں سب سے افضل ہوتا ہے، اس لئے فرمانروایان عالم اسے بہت عزیز رکھتے ہیں، ان کو تاج پگڑی اور کلاہ میں جڑوایا جاتا ہے، شہنشاہ بیگم اور دیگر بیگمات ان کو آرائشی زیورات میں استعمال کرتی ہیں۔

دنیا میں اس وقت تین ہیرے بڑے مشہور ہیں، اب تک گیارہ بڑے قیمتی ہیرے دنیا میں پائے جاتے ہیں جو مختلف سلطنتوں کے قبضہ میں ہیں، ہیرے کی قیمت فی اونس (نصف چھٹانک) کی دو لاکھ پچیس ہزار (۲۲۵۰۰۰) پونڈ قرار دی گئی ہے، ایک پونڈ اس وقت پاکستانی سکہ کے مطابق ۱۰ روپے کا ہوتا ہے اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ تین ہیرے کا وزن تین اونس ہو اس کی قیمت ۶۷،۵۰۰۰۰ یا بیس لاکھ ۰۰۰،۵۵،۱۰ روپے ہوتی ہے، جو تین ہیرے فی زمانہ مشہور اور قیمتی ہیں، ان میں سے ایک کوہ نور ہے اسے صدیوں پہلے کسی مندر کے دیوتا کی مورتی میں لگایا گیا تھا جہاں سے کسی نے اسے نکال لیا، وہ ایک ایک کے مختلف حکمرانوں کے قبضہ میں اور آخر کار اسکی ملکہ کیتھرین تک اسے رسائی حاصل ہو گئی اور وہ اب تک روس کے شاہی خزانہ میں نہایت حفاظت سے رکھا ہوا ہے، دوسرا ہیرا ریاست حیدرآباد دکن کے فرمانروا نظام کے قبضہ میں ہے اور نظام کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، کہا جاتا ہے کہ اسکی قیمت ۴½ کروڑ پونڈ ہے اور یہ کہ دنیا میں ہیروں اور دوسرے قیمتی جواہرات کا سب سے زیادہ ذخیرہ نظام کے پاس ہے، تیسرا اور سب سے مشہور ہیرا کوہ نور کہلاتا ہے، جو کسی دور دراز زمانہ میں ہندوستان میں ہاتھ لگا تھا اور وہاں سے دیگر ممالک کے فرمانرواؤں کے ہاتھوں تک پہنچتا ہوا کابل کے بادشاہ شاہ شجاع کے قبضہ میں چلا گیا، شاہ کو جنگ میں شکست ہوئی تو وہ اپنی جان بچانے کے لئے پنجاب بھاگ آیا، اس سے یہ ہیرا شیر پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ کو حاصل ہوا اور سکھ سلطنت کے زوال کے بعد وہ انگلستان کی ملکہ معظمہ وکٹوریا کے قبضہ میں آگیا اور تاج برطانیہ کی زینت بنایا گیا اور اب شہنشاہ برطانیہ کے قبضہ میں ہے۔

جواہرات میں ہیرے کو جو ہر دلعزیزی حاصل رہی اس کا ایک نمایاں ثبوت یہ ہے کہ ہندوستان کے مغل فرمانرواؤں میں شاہجہان کو ہیروں سے خاص اُنس تھا، اس نے اپنے لئے جو تخت طاؤس بنوایا تھا، اس میں ہیروں کے علاوہ دیگر بہترین قسم کے جواہرات جڑوائے تھے، تخت میں جو ہیرے جڑے گئے ان کا وزن ۵۰ ہزار مثقال تھا، ایک مثقال ۴½ ماشہ کا ہوتا ہے، تخت طاؤس میں چھ من جواہرات لگائے گئے جن میں زیادہ تر مقدار ہیروں کی تھی اس میں زائد از زائد ۱۴ من سونا بھی لگایا گیا، چھتری کے سہارے کے لئے بارہ ستون زریں بنائے گئے جن میں جواہرات جڑے گئے، ہر ستون پر دو مور بنائے گئے، جن کے درمیان سونے کے درخت بنائے گئے اور ان کی ڈالیوں میں بیش قیمت جواہرات جڑے گئے، وہ پہلو جن پر بادشاہ تکیہ کرتا تھا بہت بیش قیمت جواہرات کا تھا جس کو دیکھ... تخت میں جو لعل لگائے گئے تھے ان میں سے ایک لعل تھا جو شاہجہان...

[illegible] ایک لاکھ روپے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ایک لاکھ ۔۔۔۔۔۔ روپیہ تھی ۔

یہ تو ہے ہیروں کی شکل اور ظاہری شان و شوکت کی کیفیت، لیکن ہیرے نہ صرف دولت زینت اور اقتدار کے مظاہرے ہوتے ہیں، بلکہ دیگر طریقوں میں بھی بہت کارآمد ثابت ہوتے ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ جنگ کے زبردست آلات حرب و ضرب بنانے کے کام میں آتے ہیں، اگر ہیروں سے مدد نہ لی جائے تو یہ ہتھیار عمدگی کے ساتھ مکمل نہیں ہو سکتے، موجودہ جنگ کے زمانہ میں جرمنی میں ہیروں کا قحط ہے، جرمن ان کے حاصل کرنے کے لئے ہالینڈ کے شہر ایمسٹرڈم پہنچے جو دنیا میں ہیروں اور جواہرات کی سب سے بڑی منڈی تھی، ان کا عزم تھا کہ وہاں ہیروں پر قبضہ کر لیں، لیکن اس مہم میں انہیں ناکامی ہوئی، کیونکہ جنگ چھڑنے سے پیشتر ہی وہاں سے ہیرے دوسرے ملکوں میں بھیج دیئے گئے۔

جو ہتھیار ہیروں کی مدد سے تیار اور مکمل کئے جاتے ہیں ان میں سے ایک بڑی توپ ہے جو دور تک بڑے بڑے وزنی گولوں کی مار کرتی ہے۔ معدنیات میں سب سے سخت چیز فولاد ہے، جسے پگھلا کر ایک سانچہ میں ڈالا جاتا ہے تاکہ توپ کی نال بن جائے، نال تیار ہونے پر بالکل ناہموار اور کھردری ہوتی ہے، کسی دھات کے آلات اس قدر سخت نہیں ہوتے کہ فولادی نال کو چھیل کر، کاٹ کر اور رندہ کر کے ہموار بنا سکیں اور اس میں سوراخ کر سکیں، نال کی درستی کے لئے فولاد سے بھی زیادہ سخت چیز کی ضرورت ہوتی اور یہ چیز ہیرا ہے، اسے فولادی آری کے دانتوں میں لگانے یا برمہ کی نوک پر جڑ دینے سے نال کے ہموار کرنے اسے کاٹنے اور اس میں سوراخ کرنے کا کام بڑی آسانی سے انجام پا جاتا ہے۔

ہیروں سے طیاروں کی تعمیر میں بھی خاص مدد ملتی ہے اور ہوائی جہازوں میں جو انجن لگائے جاتے ہیں ان کے چھوٹے چھوٹے پیچیدہ اور مضبوط پرزے بنانے میں ہیرے ہی کام آتے ہیں، اگر یہ پرزے عمدہ اور درست قسم کے نہ ہوں تو طیارے اپنا کام خوش اسلوبی سے انجام نہیں دے سکتے، اگر یہ پرزے ہیروں کی مدد سے عمدہ قسم کے بن جائیں تو طیارے اپنا کام بڑی خوبی سے اور تسلی بخش طریقہ میں انجام دیتے ہیں ٹینکوں اور مشین گنوں کے بنانے میں جو جنگ کے دو بڑے زبردست ہتھیار ہیں، ہیروں سے مدد لی جاتی ہے، ان کے پرو پیلر (آگے بڑھانے والے پرزے) اور ان کے انجنوں کے پرزے اور [illegible] جہاں کے کل پرزے [illegible] تیار [illegible] کام لیا جاتا ہے۔ اسی طرح سرعت پھیلنے والے آلات ہتھیاروں کی تیاری میں ہیرے بہت کارآمد ثابت ہوتے ہیں، ماہرین جنگ کی رائے ہے کہ ہیروں کی کمی کے باعث جرمنی کی بڑی بڑی توپیں، طیارے، ٹینک، مشین گن اور دوسرے ہتھیار اچھے نہیں بنتے ہیں اور وہ اپنا کام عمدگی سے انجام نہیں دیتے، ان پر برطانیہ اور امریکہ میں بنائے جانے والے آلات حرب کو فوقیت حاصل ہوتی ہے کیونکہ ان کی تیاری میں ہیروں سے بڑی مدد مل جاتی ہے، اس وجہ کے باعث ہیروں کو جنگ ختم کرنے کی کنجی کا نام دیا گیا ہے۔

اب ہیروں کے متعلق بعض ضروری اور دلچسپ حالات بیان کئے جاتے ہیں، جرمن نازیوں نے لوگوں سے دولت حاصل کرنے کے لئے سخت طریقے اختیار کئے، ان کے باعث ہیرے دوسرے ملکوں میں پہنچا دیئے گئے، کیونکہ مرد اور عورت ان ہیروں کو کپڑوں میں چھپا کر جرمنی سے ملک سے باہر لے گئے، خاص کر یہودیوں نے یہ کام ایسی خوبی سے انجام دیا کہ کسی کو یہاں تک کہ کسٹم افسروں کو بھی کسی قسم کا شبہ نہ ہوا۔ اس کے متعلق دو مثالیں دلچسپی سے خالی نہیں ہیں، ایک شخص نے اپنی پشت پر چمڑے کا کوہان اس طریقہ میں بنا لیا کہ وہ قدرتی کوہان معلوم ہوتا تھا اس کے اندر اس نے ہیرے بھر لئے، وہ جنوب و مشرقی انگلستان کی ایک بندرگاہ میں جہاز سے اترا، کسٹم افسر نے سوال کیا کہ کیا تمہارے پاس کوئی ایسی چیز ہے جس پر محصول لگایا جائے، کبڑے نے کہا کہ کوئی ایسی نہیں۔ وہ کسٹم ہاؤس سے نکل گیا، دور جا کر اس نے کسٹم افسر کو اشارہ کیا اور اسے ایک الگ کمرے میں لے جا کر چمڑے کا کوہان اتار دیا، جس کے اندر سے متعدد ہیرے برآمد ہوئے، اسی طرح ایک یہودی نے اپنی ران میں زخم کر لیا اور اس کے اندر بڑا ہیرا رکھ کر مرہم پٹی کر لی، زخم مندمل ہو گیا تو وہ انگلستان پہنچ گیا، جہاں اس نے زخم میں شگاف کر کے ہیرا نکال لیا اور بڑی قیمت پر فروخت کر دیا۔

ہیرا سخت ہونے کے باعث کسی معدنی آلات سے تراشا نہیں جا سکتا، جب تک کہ اسے تراش خراش کر کے درست نہ کیا جائے، اس میں اصلی چمک دمک اور شعاع پیدا نہیں ہو سکتی اس لئے ہیرے کو خود ہیرے سے ہی تراشا جاتا ہے، جس سے اس کی قیمت بہت بڑھ جاتی ہے اور یہ کام خاص ماہرین کرتے ہیں۔

[illegible]

منروا رولڈ گولڈ کا گھر گھر میں چرچا

ناظرین [illegible] سونے کا تعلق دنیا کہتی ہے جس گھر میں نقلی سونا گیا ہے۔ وہاں سے دوبارہ منگانے فرمائشیں آگئی ہیں جناب [illegible] صاحب [illegible] یوپی سے مورخہ ۱۰ ستمبر کو تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کا منروا گولڈ کا تین تولہ کا پارسل ملا۔ دیکھ کر خوشی [illegible] اصلی جیسا ہیں کوئی فرق نہیں آپنے اس چیز کو تیار کر کے دنیا کی ایک بھاری ضرورت کو پورا کر دیا ہے۔ تین تولے میرے دوست [illegible] اور رولڈ گولڈ [illegible] یہ سونا کسوٹی پر اصلی سونے کا رنگ دیتا ہے اصلی سونے کی طرح کوٹا اور پگھلایا جاتا ہے۔ بالکل اصلی سونے کے برابر ہے [illegible] ہوشیار صراف بھی مشکل سے پہچان سکتا ہے۔ ہزاروں آدمی اس کی تعریف کے حق میں ہیں۔ ناپسند ہونے پر قیمت واپس ہوگی۔ ہر قسم کے زیور آجکل کے فیشن کے مطابق تیار ہو سکتے ہیں۔ مشہوری کیلئے رعایتی قیمت ایک تولہ تین روپیہ تین تولہ آٹھ روپیہ چالیس تولہ یکصد روپیہ محصولڈاک علاوہ آپ نمونے [illegible] کا آرڈر دیکر دیکھیں۔ پھر بعد میں اکٹھا آرڈر دیں۔ نوٹ:۔ ایجنٹوں کی ہر جگہ ضرورت ہے ہر قسم کی سہولت دی جاتی ہے۔

ملنے کا پتہ:۔ امریکن کمرشیل ہاؤس (M.L.O) نئی دہلی

دنیا بھر میں تہلکہ مچا دینے والی نئی ایجاد

بجلی کی عینک (رجسٹرڈ)

[illegible] لیمپ کی ضرورت ہے نہ بجلی کی۔ رات کو اندھیرے میں بوقت ضرورت بجلی کی عینک آنکھوں پر لگا کر جو کام کرنا چاہیں کریں خوب روشنی ہوگی کوئی خطرہ نہیں ناپسند ہونے پر قیمت واپس۔ مشہوری کے لئے قیمت صرف -/3 محصولڈاک معاف۔

امریکن کمرشیل ہاؤس۔ نئی دہلی

پنجاب میٹرک بالکل سہل ہو گیا

ایم۔ آر۔ ایس۔ اے سسٹم کی بدولت ہندوستان کے کونے کونے کے [illegible] [illegible] سے [illegible] پڑھائی سے اچاٹ ہو گیا ہو تعلیم کیلئے

ماڈرن انگلش کالج ۳۲ نسبت روڈ لاہور

میں بھیجتے ہیں اور [illegible] ایم۔ آر۔ ایس۔ اے سسٹم کی بدولت [illegible] ہوشیار ہو کر [illegible] اعلیٰ درجہ کا میٹرک پاس کر کے اپنے ملک یا صوبہ کے [illegible] سرکاری [illegible] حاصل کر لیتے ہیں ہوسٹل موجود ہے [illegible] کے [illegible] انتظام ہے ہر قسم کی سہولت [illegible] [illegible] [illegible] درخواست کریں۔ راجپال سنگھ [illegible] پرنسپل۔

امساک

اختیاری ہو تو ایک ہزار روپیہ انعام

فقیری نسخہ (رجسٹرڈ) امساک کیلئے مجرب کیپ جنگ [illegible] ہے.... نہیں ہوتا اور درد ہیں جوش [illegible] [illegible] سے سستی جریان احتلام سرعت رقت سرعت وغیرہ دور کر کے ناقابل برداشت باہ پیدا ہو جاتی ہے۔ [illegible] یہ کہ ایک گولی تمام عمر کیلئے کافی ہوتی ہے قیمت فی گولی [illegible] [illegible] ملنے کا پتہ:۔ منیجر کارخانہ فقیری [illegible] رجسٹرڈ امروہہ (یوپی)۔

محبت کے مارے ہوؤں کے لئے

دلربائے عالم

رجسٹرڈ مصفیٰ [illegible] اکسیر الاثر [illegible] اور صدہا کار آمد صفات سے لبریز صرف [illegible] آنے

پتہ:۔ منیجر کارخانہ دلربائے عالم رجسٹرڈ امروہہ یوپی

دلچسپ معمہ سے متعلق!

ایڈیٹر معمہ دلچسپ کی طویل علالت کے باعث ہمیں یہ سلسلہ عارضی طور پر بند کرنا پڑا۔ اب خدا کے فضل سے رو بصحت ہو رہے ہیں اور ہمیں امید ہے کہ اوّل تو اگلے مہینہ ورنہ دسمبر سے یہ سلسلہ بیش از پیش سرگرمی کے ساتھ جاری کر دیا جائیگا۔ معمہ نمبر ۱۵ کی مکمل فہرست انعام یافتگان بھی مرتب کی جا رہی ہے۔ انشاء اللہ آئندہ نمبر میں اسے شائع کر دیا جائے گا ہمیں بھروسہ ہے کہ ہمارے کرمفرما ہماری ناگہانی مجبوریوں کے پیش نظر [illegible] دل میں جگہ نہ دیں گے

(ایڈیٹر)

نوجوان لڑکے لڑکیوں میں فلم اسٹار بننے کا جنون!

اور اُن کی تباہی کی دلدوز داستان

از مسٹر [illegible]

ذیل کے مضمون میں ظاہر بیگ صاحب قریشی نے اُن نوجوان لڑکے لڑکیوں کے دردناک حالات کا نقشہ کھینچا ہے۔ جو فلمی ہیرو یا ہیروئن بننے کے خبط میں گھر سے نکل کر سیدھے بمبئی پہنچتے ہیں۔ ایک تو پردیس دوسرے ناتجربہ کاری وہاں پہنچکر ان بیچاروں کی جو گت بنتی ہے اور جس مصیبت سے دوچار ہونا پڑتا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ پردہ سیمیں پر نمودار ہونے کے شوق میں ہمارے جگر کے ٹکڑے اور قوم کے نونہال تباہی و بربادی کے غار کی سمت کشاں کشاں بڑھے جا رہے ہیں۔ خدا ہی جانتا ہے کہ اُن کا انجام کیا ہونے والا ہے۔ ابھی وقت ہے کہ سماج اس بدعت کا سختی کے ساتھ انسداد کرے ورنہ پھر کچھ نہ ہو سکے گا جب پانی سر سے گذر گیا۔

(ایڈیٹر)

اس مضمون کو قلمبند کرنے سے پیشتر مجھے لاہور کے ایک ممتاز جریدہ کا شکر گذار ہونا چاہیئے جس کی بدولت مجھے ان جوان ہستیوں کے متعلق آگاہی نصیب ہوئی جو نہایت رنجیدہ طریقہ میں برباد ہوئی ہیں۔ اسی کے اخبار میں یہ اشتہار شائع ہوا تھا۔

"پیارے ہری۔ میں تمہیں معاف کرنے کے لئے آمادہ و رضامند ہوں۔ براہ کرم یا تو واپس آجاؤ یا لکھو کہ تم کہاں ہو اور کس شغل میں۔ تمہاری دل شکستہ بوڑھی ماں اور تمہارا مصیبت زدہ باپ۔"

لیکن......

شاندار اور درخشاں فلمی زندگی کا ایک تاریک پہلو بھی ہے جو نظروں سے اوجھل رہتا ہے۔ وہ دن کی روشنی میں نہیں آتا اور اس کا اظہار نہیں ہونے پاتا تاریکی میں اس کے نشوونما کی بالیدگی ہوتی ہے اور وہ خلوت ہی میں چل بستا ہے اور اپنے ساتھ بہت سی بدنصیب زندگیوں کے درد و کرب مصیبت اور شکستہ دلی کو لے جاتا ہے۔ اُن باتوں کی حقیقت کبھی ظاہر نہیں ہونے پاتی۔

مگر یاد رہے آتی ہوتی کسی ہیروئن کے خط و خال اور حسن و جمال کو دیکھ کر ایک نوجوان کے دل و دماغ کی کیفیت ہوتی ہے جیسے اس شرابی کی سی جو تیز قسم کی شراب پی کر بہک گیا ہو۔ اس بہکانی کا آغاز کسی شو کے خاتمہ سے ہوتا ہے جبکہ وہ نوجوان ہستی یہ تصور باندھتی ہے کہ اسے ہیروئن کے ساتھ عشق ہوگیا ہے۔ وہ پہلے مجنوں کے انداز میں گھٹنے ٹیکتا ہے۔ سوز و گداز کی منزل شروع ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد اسے یہ القا ہوتا ہے کہ وہ بھی ہیروئن پر محبت کے ڈورے ڈال سکتا ہے۔ اس کی ناز آفرینیوں اور محبت سازیوں سے مسرت اندوز ہو سکتا ہے اور مخالفانہ باتوں کا قلع قمع کر سکتا ہے۔ اس وقت وہ آئینہ میں اپنا دیدار کرتا ہے۔ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اس کا چہرہ اسے حسین نظر آتا ہے۔ اس کے اپنے اور فلمی ہیرو کے درمیان کوئی فرق نظر نہیں آتا۔

یہیں سے اس کے عشق کی ابتداء ہوتی ہے بمبئی اس کے خوابوں کی آماجگاہ ہے اور وہ یہ عزم صمیم لیکر بمبئی پہنچتا ہے کہ اس عمارت میں کہ جس میں اس کی فلمی معشوقہ مقیم ہے پہنچکر اس کے دیدار سے فیضیاب ہو۔

وہ بمبئی تنہا نہیں پہنچتا۔ بلکہ اس کے ہمراہ دور دراز مقامات سے آتے ہیں۔ سری نگر کی برفانی چوٹیوں سے مدارس کے گرم و سوزندہ علاقوں سے۔ دہلی۔ پنجاب اور ہندوستان کے چاروں اطراف اور گوشہ گوشہ سے لوگ آجاتے ہیں۔ اس وقت اس کی ذات تنہا نہیں ہوتی بلکہ اس کی ہیروئن بھی پہنچ جاتی ہے۔ اس کے غازہ کی چمک دمک۔ اس کے ریشمی لباس کی سرسراہٹ اور تن آسانی و راحت والی زندگی کی ہموار جھلک۔ اس کی یہ باتیں تمام لوگوں کو ہمہ تن متوجہ کر لیتی ہیں۔ اور وہ اس کے گرد اس طرح جمع ہو جاتے ہیں۔ جیسے کہ بیشمار پروانے شمع کو محصور کر لیتے ہیں۔

بمبئی تک راستہ اکثر اوقات خواب میں ڈراؤنا معلوم ہوتا ہے۔ آنے والوں کے پاس روپیہ نہیں ہوتا۔ نہ ان کا کوئی دوست ہوتا ہے۔ نہ ان کے پاس کپڑے ہوتے ہیں۔ وہ پہلی ہی ٹرین میں سوار ہو جاتے ہیں۔ ابھی ان کے سفر کا تھوڑا ہی حصہ ختم ہوتا ہے کہ ٹکٹ چیک کرنے والے ان کو ٹرین سے اُتار دیتے ہیں۔ ان کے حوصلے میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ دوسری ٹرین کے منتظر رہتے ہیں اور ایک دن بمبئی میں وارد ہو جاتے ہیں۔ وہاں بمبئی میں جو دولت اور شان کا شہر ہے اور جوان کو اپنا اور سپنا کر وہاں کشاں کشاں لے آیا ہے۔

پردۂ سیمیں کا زائر

ایک مرتبہ ایک نوجوان میرے دفتر میں حاضر ہوا اس کی شکل سے عیاں تھا کہ وہ سراپا فتنہ ہے۔ میں نے اقبال کر لیا کہ اسے بمبئی تک پہنچنے میں چھ ہفتے

[illegible]

[illegible] تھی کیونکہ جب اس کا سن ۱۸ سال ہی تک [illegible] پہنچا تو [illegible] کسی دن مشہور کرتا تھا [illegible] میں اس نے گداگروں سے [illegible] ہو جاتی۔ ماں دوستوں سے بھی تنگ [illegible] کیا۔ کہا کہ میں اپنے ارادے اور فعل [illegible] ہوں میری التجا ہے کہ مجھے میرے دل [illegible] دیا جائے۔

اسے سبق حاصل ہو چکا تھا جب میں اسے ٹرین میں سوار کرا کر الوداع کہہ چکا تو اس نے سنجیدگی سے قسم کھائی کہ وہ اپنی تعلیم جاری رکھے گا اور فلم سٹار بننے کا خیال بھی کبھی دل سے دوچار نہیں ہونے دیگا۔

بدقسمتی سے اس قسم کے نوجوان شاذ و نادر ہی ہوتے ہیں جو آرام کے ساتھ بمبئی پہنچ جاتے ہیں۔ جن کے پاس وہاں پہنچ کر بھی کچھ نقدی رہ جاتی ہے ورنہ اکثر اور بیشتر نوجوانوں کو بدترین تکلیف دہ حالت کا مقابلہ رہتا ہے۔ اکثر اوقات نوجوان بمبئی تک پہنچنے کے لئے روپیہ یا تو والدین کے گھر سے چوری کرتے ہیں یا دوستوں سے قرض لیتے ہیں۔ وہ وہاں تک مقام سے یا تکلیف سے پہنچ جاتے ہیں۔

میری داستان سے اس کا کوئی واسطہ نہیں.... اُن کا انجام ایک جیسا ہوتا ہے۔ اُن کو پہلی مایوسی نگارخانہ کے دروازے پر ہوتی ہے وہ پٹھان جسے رومان کی ہوا بھی نہیں لگتی اور جو نگارخانہ کا نگران ہوتا ہے۔ نوواردوں پر حقیقت آشکارا کر دیتا ہے۔

پٹھان گرج کر کہتا ہے کہ "اندر آنے کی اجازت نہیں"۔ اور اپنا خدا سے ملا ڈنڈا ہلا کر اُن کو یقین دلا دیتا ہے کہ وہ نگارخانہ کے اندر شاید ہی جھانک سکتے [illegible] اس سلوک سے اُن کی ہمت ختم نہیں ہوتی۔ [illegible] نگارخانہ پر جا دھمکتے ہیں۔ یہ

[illegible] نیلی پتلون اور [illegible] اُن [illegible] ہوتا ہے [illegible] اُنہوں نے زیادہ فرق [illegible]

جو خوشنما جوان اپنی شکل ہی اس نگارخانہ [illegible] تھا اور کوٹ پتلون میں ملبوس تھا۔ اب اس میں جو نگاہ پڑنے والی تبدیلی واقع ہو جاتی ہے۔ پتلون میلی ہو جاتی ہے۔ کوٹ میں سلوٹیں پڑ جاتی ہیں۔ بعض اوقات اس کے جسم پر کوٹ بھی نہیں رہتا کیونکہ تنور شکم کی سیری کیلئے وہ اسے دیکر چند وقت کا کھانا بہم پہنچاتا ہے۔ جوتوں کی چمک دمک اور شکل بگڑ جاتی ہے۔ اب اس کی حالت قابل رحم ہو جاتی ہے اور بھوک کے آثار اس کی نگاہوں سے مترشح ہو کر اس کی صورت زیادہ مغموم اور متوحش بنا دیتے ہیں۔ اسوقت اس پر بھوک اور ناامیدیوں کا غلبہ ہو جاتا ہے۔

موہن - مجنوں

آؤ۔ اب ذرا موہن کی وہ داستان سن لو جو اُس نے مجھ سے بیان کی تھی۔ تاکہ تم خود ہی سمجھ سکو کہ فلمی چمک دمک ہمارے نوجوانوں سے کس قدر گراں ٹیکس وصول کرتی ہے۔ فریری روڈ پر جو تاریک ہوٹل ہیں اور جن پر افلاس برستا رہتا ہے۔ موہن سے میری ملاقات ایسے ہی ایک ہوٹل میں ہوئی۔ مجھے اس کی بابت اندازہ لگانے میں ذرا بھی دیر نہ لگی۔ اس کے لمبے لمبے بال اور پیلا رنگ اور شیلے رنگ کا رومال جو اس کی گردن میں لپٹا ہوا تھا۔ یہ سب نہایت اثر انداز پیرایہ میں بتا رہے تھے کہ وہ ایک ایسا نوجوان ہے جو پردۂ سیمیں پر نمودار ہونے کے شوق میں گھلا جا رہا ہے۔

یہ سنکر کہ میں اخبار والا ہوں۔ وہ خوشی کے مارے اچھل پڑا۔ اس نے مجھ سے سوال کیا کہ "کیا آپ میرا تعارف کسی فلم ڈائرکٹر کے ساتھ کرا سکتے ہیں؟"

میں۔ کیوں۔ کس لئے؟

[illegible] ہونے کا جب سے [illegible] کوئی کام [illegible] اس کے والدین معزز اور کھاتے پیتے لوگ تھے۔ اس کا بھائی ریلوے میں بڑا عہدیدار تھا۔

وہ کالج کے ڈراموں میں اداکاری کے کچھ جوہر دکھا چکا تھا۔ اس میں اسے جو کامیابی نصیب ہوئی اس سے اس کا دماغ آسمان پر چڑھ گیا تھا۔ اس نے ایک دن اکیتو روپے فراہم کر لئے اور سیدھا بمبئی آگیا۔ وہ یہ خواب دیکھتا رہا تھا کہ فلم کے ڈائرکٹر صاحبان اس کے گلے کا ہار ہو جائیں گے اور کسی ہیرو کا پارٹ دیدیں گے۔ مگر یہ خواب تھوڑے ہی دنوں میں کافور ہوگیا۔ اس نے چند کی جیب گھڑی جو اس کی والدہ نے اسے اس کی ۲۱ ویں سالگرہ پر نذر کی تھی۔ گروی رکھ دی۔ اس کے بعد ایک ایک کر کے اپنے کپڑے رہن کر دئیے۔ ہاتھ بیانتک تنگ ہوگیا کہ وہ مکان کا کرایہ بھی ادا نہ کر سکا اور جس ہوٹل میں وہ قیام پذیر تھا۔ اس میں خدمتگار کا کام کرنے لگا۔ جس ہوٹل میں وہ کچھ عرصہ پیشتر شاندار اور درخشاں فلمی خدمت کی بڑی بڑی امیدیں لیکر آیا تھا۔ اسی میں اسے ادنٰی خدمت اختیار کرنی پڑی۔

مجھے اس نوجوان پر ترس آگیا۔ وہ بالکل تنہا اور مصیبت زدہ معلوم ہوتا تھا۔ میں نے اس سے سوال کیا کہ اس کیلئے کس قسم کا کام موزوں ہوگا۔ تو اس نے بڑے شوق سے جواب دیا کہ "کوئی کام قلی سے لے کر اداکار تک کی خدمت۔ لیکن اسے کام فلمی نگارخانہ میں ملنا چاہئیے"۔

یہ تو ایک شخص کی کیفیت ہے۔ میں بہت سے لوگوں کے حالات بیان کر سکتا ہوں لیکن اس کی چنداں ضرورت نہیں۔ [illegible]

اور ایسے لوگوں کے ساتھ ... [illegible] ... کے پھاٹکوں کے باہر۔ تم کو ایسے سینکڑوں انسان ملیں گے جو دنیائے فلم میں نام و نمود کے خواہاں ہیں۔ وہ چوکیداروں سے التجا کرتے۔ آگے پھسلاتے اور دھکیاں ... نظر آئیں گے۔ اس غرض سے کہ وہ انہیں نگار خانہ میں ... کا موقع دیں۔

وہ وہاں بڑی تعداد میں حاضر ہو جاتے ہیں دھوپ ہو یا بارش وہ ہمیشہ اور ہر وقت وہاں منڈلاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔..... وہ انسانی مایوسی کی زندہ یادگاریں ہوتے ہیں۔

ہوا ہو گئیں

اب ان ... شہرت کے طلبگاروں کو نہ تو ہیرو کی خدمت انجام دینے کی آرزو ہے اور نہ فلمی دنیا میں حصول عزت کی خواہش ...... اب نوجوان کی آرزو یہ ہے کہ کوئی کام مل جائے۔ چاہے وہ کام قلی کا ہو۔ ملازم کا ہو۔ ہوٹل میں چائے چلانے والے لڑکے کا ہو۔

انسان کب تک تکالیف برداشت کر سکتا ہے؟ پیٹ کی آگ کو کب تک دبا سکتا ہے؟ افسوس زیادہ عرصہ تک نہیں۔ انسان کو خوراک ملنی چاہیئے اس کا مضائقہ نہیں کہ وہ کہاں سے ملتی ہے۔ اس کو حاصل کرنے کی خاطر کوئی کام حد سے زیادہ خراب نہیں۔ کوئی پیشہ حد سے زیادہ ذلیل نہیں اور کوئی مشغلہ حد سے زیادہ معیوب نہیں۔ شان اور چمک دمک کے خواب تو ہمیشہ کے لئے رخصت ہو چکے ہیں۔ نوجوانوں کے جن خوابوں کی حوصلہ افزائی کر کے بھرا ہوا پیٹ راتوں بے چین رکھتا تھا۔ وہی شکم اب خالی ہے۔ آتش شکم سے آنکھیں دن اور رات کھلی رہتی ہے۔ اب ان نا پکوں کو خوراک ہی بند کر سکتی ہے۔

مگر آپ کافی مشاہدات کر چکے ہیں اور اگر آپ کی طبیعت ویسی ہی محقق واقع ہوئی ہے جیسی کہ ہم ... آپ فلمی شہرت کا خواب دیکھنے والے کو بازاروں، پیدل سڑکوں پر یا تو اخبارات فروخت کرتے ہوئے یا ہوٹلوں میں گاہکوں کو چائے کی پیالیاں پہنچاتے ہوئے دیکھیں گے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ تاریک گلیوں میں اس خیال سے کھڑے رہتے ہیں کہ بگڑے دل رئیسوں کو قحبہ خانوں اور رنڈیوں کے عشرتکدوں تک پہنچا سکیں۔

ان بدنصیب لوگوں کا انجام یہیں تک محدود نہیں ہوتا۔ اس مایوسانہ اور پرتکلیف زندگی سے ارتکاب جرم کی منزل تک صرف ایک قدم کا فاصلہ باقی رہ جاتا ہے۔ اور جو نوجوان فلمی شان اور چمک دمک کے مارے ہوئے ہیں ان میں سے زیادہ تر جرم کرنے سے باز نہیں رہ سکتے۔ انہیں اس سے ہاتھ رنگنے نہیں پڑتے ہیں۔ میں اس چھوٹے سے مضمون میں اس بدنصیب نوجوان کی جو بمبئی میں فلمی شہرت کی جستجو میں وارد ہوتا ہے۔ رفتہ رفتہ گراوٹ اور تنزل کی رنجیدہ تفاصیل بیان نہیں کر سکتا۔ اس کا بے خانماں۔ بے یار و مددگار اور مفلس و قلاش ہو جانا۔ گو آہستہ آہستہ سہی مگر یقینی ہوتا ہے۔

کسی آغوش کی زینت

گھر سے فرار شدہ لڑکی کی داستان تو اس سے بھی زیادہ پیچیدہ اور الم افزا ہوتی ہے۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے۔ جس کا اثر سوسائٹی کی جڑوں تک پہنچ جاتا ہے۔ جو جوان لڑکی فلم سٹار بننے کے شوق میں پاگل ہو کر اپنے گھر کو چھوڑ دیتی ہے یا کالج زندگی کو الوداع کہہ دیتی ہے۔ اس کا خواب بھی جلد پریشان ہو جاتا ہے۔ مردوں کے برعکس اس کا خیر مقدم کھلے ہوئے آغوشوں اور بغل گیریوں سے کیا جاتا ہے۔ اُسے زینت آغوش اور آرام جان کا درجہ دیا جاتا ہے۔ بغیر محتاط مرد جو فلمی نگارخانوں میں گرسنہ شکاری بھیڑیوں کی مانند ہوتے ہیں۔ اس کے انتظار میں لگے رہتے ہیں اور اسے اپنی پسند اور انتخاب کا ... بنا لیتے ہیں۔

اس کی ... [illegible] ... دی جاتی ہیں۔ اور اس ... [illegible] ... ہے۔ ورغلانے والا اسے اپنی تمام عیارانہ تدابیر کا تختہ مشق بناتا ہے۔ وعدہ کیا جاتا ہے کہ اُسے فلمی دنیا میں بڑے عروج پر پہنچایا جائے گا اور اُسے یقین دلایا جاتا ہے کہ اسی سال وہ پردۂ سیمیں پر نئے فلم کی ہیروئن بنا دی جائے گی۔

وعدوں۔ امیدوں۔ اور خوابوں کا نشہ اس وقت اترتا ہے۔ جبکہ وہ کسی ... صبح کو بیدار ہوتی ہے۔ ان ... ہوتی ہے اور یہی انتہا۔ اس کے بعد اس کی داستان اور بھی ... رہتی ہے۔ وہ ایک کی آغوش سے نکل کر دوسرے کی آغوش میں جاتی ہے۔ چمک دمک اور شان کی تمام امید رفتہ رفتہ ماند پڑ جاتی ہے۔ اس کا حشر یا تو سرخ لالٹین کی روشنی میں کھوا جاتا ہے یا کسی ... جیسے پنجرے میں جو کسی عمارت کی کھڑکی میں آویزاں رہتا ہے۔ یہ ایک تعریفی لیبل بن جاتا ہے جو اس ہستی کی زندگی پر لگ جاتا ہے جو کبھی عورت کہلاتی تھی۔

بمبئی میں ایسی بے شمار عورتیں موجود ہیں جو آبدیدہ ہو کر آنسو بہا کر بتائیں گی کہ انہوں نے فلمی شہرت کی جستجو میں راحت اور مسرت بخش ... کو خیرباد کہا تھا۔ بعض کی طبیعت میں تلخی آگئی ہے۔ بعض شانے سکوڑ کر کہتی ہیں کہ قسمت میں یہی لکھا تھا اور ان عورتوں میں سے زیادہ تر ننگوں کا شکار بن گئی ہیں۔ یہی وہ مقام ہے جہاں ان کو فریب دینے والی فلمی چمک دمک ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی ان کا حشر بمبئی کے ان گندے مقامات میں ہوا جہاں خوراک کی قیمت کے طور پر انسانی گوشت اور خون طلب کیا جاتا ہے۔

میں ان عورتوں کی فہرست مہیا کر سکتا ہوں جنہوں نے فلمی زندگی کی تلاش کے سلسلہ میں اپنے گھر ... [illegible]

[illegible] ... کیا یہ شہرت صبا
[illegible] ہوتا ہے
[illegible] شہرت کے نہیں کرنے سے کوئی
[illegible] کوئی موتی بن گئی
[illegible] پری جمال بکرا [illegible]
[illegible] نوجوان لڑکے لڑکیاں بھی گرو
[illegible] میک اپ کا دوسرا

[illegible] ہے۔ احساس کو [illegible]
[illegible] کیا جا سکتا ہے
میک اپ کی پیدائش لڑکی کو فریب دینے کی
خاطر ہوتی ہے۔ تباہ ہونے والے نوجوانوں کے
خون سے سینچا جائیگا۔ ان بے شمار نوجوانوں کی
شکستہ امیدوں اور مایوسی سے پیدا ہونے والے
درد و کرب سے تقویت دی جائیگی۔ یہ حقیقت
ہے کہ وہ رنجیدہ [illegible] سے فریب کو [illegible]

[illegible]
تک چلا جائے [illegible]
نہیں نکال سکتا ہے [illegible]
چھوڑ گیا ہے۔ وہ [illegible] لڑکی [illegible]
نے بھی شہرت کی فکر کی تھا۔ [illegible]
اس کا جواب ہے۔ نہیں [illegible]
قدم [illegible] خوف [illegible]
[illegible] جانتے ہیں۔

سلام

تضمین بر اشعار حضرت ماہر القادری

[illegible] کے مست قلندر میں حضرت ماہر القادری کی غزل خط کے جواب میں سلام شائع ہوئی تھی جو اتنی مقبول ہوئی کہ ہندوستان کے ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک پہنچی اور گھر گھر گائی جانے لگی۔ دردمند دلوں اور حساس طبیعتوں نے سلام کو جس جوش اور شوق کے ساتھ اپنایا ہے اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ ابھی کل کی بات ہے میں صبح سویرے دریا کی سیر سے لوٹ رہا تھا کہ [illegible] سنتا۔ ایک عالی شان مکان کی بالائی منزل سے سلام کی [illegible] آواز آ رہی تھی۔ آواز زنانہ معلوم ہوتی تھی کیونکہ اس میں کچھ علاوہ [illegible] دلکشی اور شیرینی تھی کہ میں بے تاب ہو گیا اور مجسمہ کے بت کی طرح مبہوت کھڑا دیر تک سنتا رہا۔ یہاں تک کہ کیف و سرور کی دنیا میں کھو گیا۔ مجھے معلوم نہیں کہ کب گھر پہنچا ہوں مگر جب ہوش آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ قلم ہاتھ میں ہے اور سامنے میز پر رکھے ہوئے کاغذ پر میرے ہاتھ کی لکھی ہوئی یہ تضمین موجود ہے۔

(نتیجہ میرٹھی)

دلِ شکستہ کی آہیں سلام کہتی ہیں | غمِ نہاں کی صدائیں سلام کہتی ہیں
مسرتوں کی فضائیں سلام کہتی ہیں | تمہیں حرم کی دعائیں سلام کہتی ہیں
صنم کدوں کی ہوائیں سلام کہتی ہیں

خدا گواہ ہے کہ کیف [illegible] | ہر جام زہر کا [illegible] بغیر جام شراب
[illegible] | دبی زبان سے [illegible] پہ [illegible]
گلوں کی بند قبائیں سلام کہتی ہیں

ستم [illegible] کی کہانی تو مسکرا دینا | تو شماتت کی دنیا مری مٹا دینا
[illegible] | جو ہو سکے تو اسی طرح مسکرا دینا
کسی غریب کی آہیں سلام کہتی ہیں

خیال [illegible] کر دل کو کبھی [illegible] سکیں | ہزار چاہا مگر حالِ غم سنا نہ سکیں
[illegible] | [illegible] جو [illegible] سکیں
[illegible] سلام کہتی ہیں،

ہنسو اور موٹے ہو جاؤ

ایک شخص بازار میں ایک الو اور ایک الو کا بچہ بیچا چاہتا تھا۔ ایک آدمی نے اس سے پوچھا۔ کیوں جی ان کی کیا قیمت ہے؟ "الو کے آٹھ آنے اور بچے کے بارہ آنے" ۔ واہ عجیب بیوقوف آدمی ہے! بڑے کی قیمت زیادہ ہوتی ہے یا چھوٹے کی" ۔ جناب آپ ہی غور کریں، بڑا الو صرف الو ہے اور دوسرا الو ہے اور الو کا بچہ بھی"

ایک شخص گھڑی چرانے کے الزام میں گرفتار ہوا۔ اور جج کے پاس لایا گیا، جج کو یقین نہ آیا اس نے کہا۔ جاؤ تم چھوڑ دیئے گئے" قیدی نے متعجب ہو کہا۔ کیا میں چھوڑ دیا گیا؟" "ہاں" ۔ حضور! آپ گھڑی تو واپس کر دو [illegible]

ٹورسٹ (پارک میں پھول توڑنے کی غرض سے) کیوں مالی یہ پھول کھلا سکتے ہیں؟
مالی۔ جی نہیں یہ پھول میونسپلٹی کے ہیں۔

شاگرد۔ "ماسٹر صاحب میری ماں بہت بیمار ہے چھٹی دیدیجئے"
ماسٹر۔ "کیوں جی یہ کیا بات ہے، کہ جب کبھی میچ ہوتا ہے تو تمہاری ماں بیمار ہو جاتی ہے"۔
شاگرد۔ "ہاں ماسٹر صاحب۔ مجھے بھی بہت تعجب ہے معلوم ہوتا ہے وہ جھوٹ بولتی ہیں"

ایک روز ایک کانا آدمی سینما دیکھنے گیا، اس نے ٹکٹ آفس میں ہاف ٹکٹ مانگتے ہوئے کہا "میں ہاف ٹکٹ میں تماشہ دیکھ سکتا ہوں"، ٹکٹ دینے والا۔ "کیا آپ بچے ہیں جو ہاف ٹکٹ میں دیکھ سکیں گے"۔ "میں بچہ تو نہیں ہوں لیکن کیا تم دیکھتے نہیں کہ [illegible] میں ایک آنکھ سے ہی تماشہ دیکھوں گا"

ایک چھوٹا لڑکا اسکول میں پڑھنے کیلئے گیا، جب گھر واپس آیا تو اپنی ماں سے کہا۔ "تمہارے ماسٹر صاحب کو کچھ نہیں آتا"۔ ماں نے پوچھا "تمہیں کیسے معلوم"
لڑکا بولا۔ "وہ سب لڑکوں سے پوچھتے ہیں کہ شہر کیسا ہوتا ہے؟ ملک کیسی ہوتی ہے؟ خود کچھ جانتا ہی نہیں"

مردوں سے متعلق ایک عورت کا تجربہ

فریب محبت کی رنگین مگر عبرت انگیز داستان

سچے واقعات کی روشنی میں

از حضرت ماہر القادری

فرانس کی ایک عورت کی ڈائری کا ایک ورق ذیل میں پیش کیا جاتا ہے جس سے مردوں کے متعلق اس کے ذاتی تجربات کا اندازہ ہو سکتا ہے:—

میں "شام چین" کے انگوری باغوں میں بیٹھ کر یہ سطریں سپرد قلم کر رہی ہوں، میرے جذبے کیفیت میری نظروں کے سامنے لہلہا رہے ہیں، انگور کے شاداب خوشے، شراب بننے کی دعوت دے رہے ہیں، میں اپنی کتاب زندگی کے اوراق جلد جلد اُلٹ دینا چاہتی ہوں، اور یہاں جو کچھ لکھا جا رہا ہے، وہ افسانہ نہیں حقیقت ہے —— ایسی حقیقت جس میں میری تمناؤں کا خون ملا ہوا ہے۔

میں فرانس کے ایک چھوٹے سے قصبہ کی رہنے والی ہوں، میرے والد فوج میں سارجنٹ تھے، اور میرے ماموں کاشتکاری کرتے تھے، میں اپنے ماموں کے پاس ہی گاؤں میں رہا کرتی تھی، مجھے بچپن کی تمام باتیں ایک ایک کر کے یاد ہیں، میرا ماموں زاد بھائی کس شوق کے ساتھ بنفشہ کے پھولوں کے ہار مجھے پہنایا کرتا تھا، اور میری گردن میں ہار ڈالتے وقت کہا کرتا تھا "بہن! تم بنفشہ کا ہار پہن کر اور زیادہ حسین ہو جاتی ہو" میں اُس کمسنی میں جذبات جنسی سے یکسر نا آشنا تھی، لیکن بھائی کے اس کہنے پر میری آنکھیں بار حیا سے خود بخود جھک جاتیں، اور میرے رخساروں میں شرم کی سُرخی دوڑ جاتی۔ ایک دفعہ میں اور میرے ماموں زاد بھائی نے شلجم اور گوبھی کے ڈھیروں پر گھوڑوں کو کھول کر چھوڑ دیا گھوڑوں نے ذرا سی دیر میں ترکاری کو خراب کر دیا، ماموں نے اس پر ہم دونوں کو سزا دی، اُن کی غضبناک نگاہیں مجھے ابھی تک یاد ہیں۔

میری صحت بچپن ہی سے اچھی تھی، گاؤں کی فضا نے اس صحت کو اور چار چاند لگا دیے۔ میرا اُٹھان غضب کا اُٹھان تھا، میں عشق پیچاں کی بیل کی طرح بڑھنے لگی، اور اپنی ہمجولیوں سے بہت پہلے جوان ہو گئی میں خود ستائی کے خوف سے حقیقت کو نہیں چھپا سکتی، جب کہنے پر آئی ہوں، تو کوئی بات چھپا کر رکھوں گی؟ واقعی! آخر میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ میں گاؤں کی سب سے زیادہ خوبصورت لڑکی تھی، اور میرا حسن گاؤں والوں کا "مثال اور نظیر" کی حیثیت رکھتا تھا۔ مجھے اب تک اپنے رخساروں کی سُرخی یاد ہے۔ رخسار کا ہے کو تھے، سُرخ انار تھے، بلکہ دہکتے ہوئے انگارے کاش! زمانہ کا بے رحم ہاتھ میرے رخساروں سے سُرخی نہ چھین لیتا۔

میرے ماموں کے مکان سے تھوڑی دور کے فاصلہ پر ایک کسان کا مکان تھا، جس کا لڑکا "فریزر" ہمارے یہاں آیا جایا کرتا تھا، فریزر مجھ سے عمر میں کوئی چار پانچ سال بڑا ہوگا۔ لانبا قد، چھریرا بدن، نرگسی آنکھیں، شوخ و طرار اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خوش مزاج اور بذلہ سنج! فریزر مجھ سے گھنٹوں باتیں کرتا، پرانے زمانہ کے قصے دہراتا، اشعار گا گا کر سناتا اور باغیچوں کی روشوں پر ہنس ہنس کر ناچتا، مجھے اس کی باتوں سے دلچسپی ہو گئی تھی، لیکن اس دلچسپی میں جذبات کو ذرا بھی دخل نہ تھا، ایک دن ہم دونوں ناشپاتی کے باغیچہ میں ٹہل رہے تھے، میں گنگناتے ہوئے ناشپاتی کی ڈالی کو جھکا کر ناشپاتی توڑ رہی تھی کہ فریزر نے میرے پاس آ کر میرے رخسارے کو ٹھوکا دیتے ہوئے کہا:—

"تم تکلیف کیوں کرتی ہو، لاؤ میں ناشپاتی توڑ دوں"

فریزر کی یہ حرکت مجھے ناگوار معلوم ہوئی، زندگی میں پہلی مرتبہ اس انداز کے ساتھ میرے بدن کو چھوا گیا تھا، فریزر نے آج بہت سے عشقیہ افسانے سُنا ڈالے، اُن افسانوں میں عورتوں اور مردوں کی محبت اور بیوفائی کے واقعات تھے۔ پہلے تو میں نے ان افسانوں کو حیرت و نفرت کے ساتھ سُنا۔ مگر فریزر کی چرب زبانی کی بدولت ان افسانوی چٹخاروں میں مجھے بھی لطف سا آنے لگا، جب ہم ناشپاتی کے باغیچہ سے مکان کو واپس ہوئے ہیں، تو شام ہو چلی تھی، اور گڈریے اپنی بھیڑوں کے گلوں کو گاؤں کی طرف تیزی کے ساتھ ہانک کر لیجا رہے تھے۔

شب کو مجھے نیند خاصی دیر میں آئی، میں دن کے واقعات کو دل ہی دل میں دہراتی رہی، میری آنکھ اس وقت کھلی جبکہ دھوپ اچھی طرح پھیل چکی تھی اور محکمہ زراعت کا کمپرادہ گلی کے نکڑ پر کھڑا ہوا، زور زور سے تقریر کر رہا تھا۔ اور دیہاتی دلچسپی کے ساتھ اس کی تقریر سن رہے تھے

[illegible]
[illegible] ۔ فرزند بہت دیر تک
[illegible]
[illegible] بجتی رہی، اس پہ بانسری کے نغمے، میں بہت زیادہ متاثر
[illegible] فرزند کی سحر نوازی کی ایک مرتبہ تعریف کی تو [illegible]
[illegible] میرا منہ چوم لیا۔

"[illegible] فرزند!" میں نے جھنجلا کر کہا۔

"محبت، عشق، جذبات کی ترجمانی!" فرزند میری طرف بڑھتے ہوئے بولا۔

فرزند کی اس حرکت نے میرے بدن میں سنسنی پیدا کردی، میرے جذبات کے پردے ایک ساتھ چھڑ گئے، میں اپنے کو کھویا ہوا محسوس کر رہی تھی۔ فرزند بڑا تجربہ کار اور ہوشیار تھا، وہ میری من ہی من کی حالت اندر ہی کو سمجھ رہا تھا، اس نے پھر اسی حرکت کا اعادہ کیا، احساب میں بالکل بے قابو ہوگئی، میں ایسا محسوس کر رہی تھی جیسے کسی نے میرے بدن کے ہر رونگٹے کو شراب پلادی ہے اور مجھے مہینوں میں جاکر ہوش آئے گا۔

ہم چند گھنٹوں کے بعد مکان واپس ہوئے، میں دوسرے دن ایک عزیز کی شادی میں شرکت کیلئے دوسرے گاؤں چلی گئی، تین دن کے بعد واپس ہوئی تو فرزند نے شکایتوں کے دفتر کھول ڈالے۔ اور آنے کے بعد پھر وہی عالم، میر، تفریح، سحر نوازی، ہریالی اور فرزند اور میں!

فرزند تجربہ کار تھا اور میں اس منزل سے یکسر ناآشنا، میں جنسی میلانات سے بالکل ناواقف تھی، فرزند نے بہت سے شاعروں، بادشاہوں اور امیروں کے افسانے سُنا کر میرے دل میں یہ بات بٹھادی کہ محبت ان ہی چٹخاروں کا نام ہے اور تمام دُنیا محبت کا لطف لینے کیلئے ہی کرتی ہے۔ اس کی باتوں کا جادو آہستہ آہستہ مجھ پر اپنا کام کر رہا تھا۔ ہوس کاری اور معصیت کا درس دینے کے بعد اس نے میری طرف بڑھنا شروع کیا، میں اب اپنے قابو سے باہر ہو چکی تھی، کئی دن کی ہم جلیسی اور ہم نشینی کے بعد فرزند اور میں دونوں بے تکلف ہو گئے میں ہوس کے چٹخاروں میں، اتنی غرق تھی کہ دوشیزگی پر ماتم کرنے کا بھی خیال نہ رہا، اب میں زندگی کی اس منزل میں تھی، جہاں معصیت کا احساس بھی باقی نہیں رہتا، جذبات اور صرف جذبات میرا اوڑھنا بچھونا تھے، میں سمجھتی تھی اور ہاں سمجھتی کیا تھی، فرزند نے میرے دل میں یہ بات اُتار دی تھی کہ آدمی کو صرف ان ہی چٹخاروں اور لذتوں کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ حسن، عشق، کیف اور انگڑائی میری کتابِ شباب

[illegible]
فرزند [illegible] کہا، حسین کہاں ہو:—

"میں صرف تم سے محبت کرتا ہوں، اگر تم میری جان ہو، میرا ایمان [illegible] میری زندگی تمہارے ہی دم سے ہے، [illegible] ہو، تم ہی میری سب کچھ ہو——"

مجھے یقین ہوگیا تھا کہ فرزند مجھ سے محبت کرتا ہے، [illegible] اور گہرا ہے، میں اور فرزند اب تنہائیوں سے لطف اٹھانے لگے، کئی مہینے یہ صحبت گرم رہی، مگر کچھ دن کے بعد فرزند کے آنے جانے میں کمی ہوگئی میں نے کم آنے کا سبب پوچھا تو اس نے کہہ دیا کہ زمینداری کا کاروبار اس سے متعلق ہوگیا، اب فرزند تنہائی میں پہلے کی طرح شوق و بے تابی کے ساتھ مجھ سے نہ ملتا، اس کی دلچسپیاں آہستہ آہستہ کم ہوتی جارہی تھیں اور میں اس کے اس بدلے ہوئے انداز کو گہری نظروں سے مطالعہ کر رہی تھی

فرزند مسلسل چھ دن تک ہمارے یہاں نہ آیا، میں اس کے مکان پہونچی، تو معلوم ہوا کہ فرزند اپنے انگور کے باغ میں کسی کام سے گیا ہے۔ اس کا باغ گاؤں سے کوئی نصف میل کے فاصلہ پر تھا، میں اس کے باغ کی طرف روانہ ہوئی، راستہ میں مجھے چند کاغذ کے ٹکڑے ملے، میں نے ٹکڑوں کو اُٹھا کر پڑھا، یہ میرے خطوط تھے جو میں نے فرزند کو لکھے تھے، مجھے اپنے خطوط کی اس پامالی کا بیحد رنج ہوا، میں باغ کی منڈیر کے قریب سے گذر رہی تھی کہ مرد اور عورت کی بات چیت کی آواز میرے کان میں آئی، میں باغ کے دروازے سے دبے پاؤں، انگور کی بیلوں کی آڑ سے اس طرف پہونچی جس طرف سے آواز آرہی تھی، میں نے کیا دیکھا؟ اس منظر کو کس طرح الفاظ میں بیان کروں، اس منظر کو کاغذ پر پیش کرتے ہوئے، اب بھی میرا خون کھول رہا ہے، میں نے دیکھا کہ ہمارے گاؤں کی ایک نوجوان لڑکی کی باہیں فرزند کے ہاتھ میں ہیں، اور وہ لڑکی سے کہہ رہا ہے:—

"میں دُنیا میں صرف تم سے محبت کرتا ہوں، تم کتنی حسین ہو، گلاب اور بنفشہ سے بھی زیادہ حسین! ذرا ہونٹوں کو میری طرف جھکا دو۔"

میری آنکھوں کے تلے اندھیرا چھا گیا، وہی فرزند جو ہر وقت میری نگاہوں میں "حسن و محبت" بن کر بسا رہتا تھا، مجھے خونیں جلاد نظر آنے لگا، فریب کار، عیاش، معصیت اور سیاہکاری کا مُبلغ! مجھ سے فریب دیکر، میری سب سے قیمتی چیز مجھ سے چھین لی تھی، میں الٹے اُلٹے پاؤں گھر کو واپس ہوگئی، اور یہ داستان اسی نقطہ پر ختم ہوگئی۔

[illegible]

تھا، بیگانگی معلوم ہونے لگا۔ اکیسکے پاس بچپن سے مجھے اب کوئی دلچسپی نہ رہی، چند دن کے بعد میرے والد رخصت لیکر آئے اور مجھے اپنے ساتھ لے گئے، میں ان کے ساتھ خوشی خوشی چلی گئی، گاؤں چھٹنے کا مجھ پر اثر کیا ہوتا، میں تو خدا سے چاہتی تھی کہ اس منحوس گاؤں سے کسی طرح میرا پنڈ چھوٹ جائے۔ میرے والد ایک فوجی کوارٹر میں رہتے تھے۔ مکان زیادہ بڑا تو نہ تھا، مگر عمارت قرینہ کی بنی ہوئی تھی، اور ہم کو اس میں کوئی تکلیف نہ ہوتی تھی، ہاں! گاؤں کے مکان کے صحن کی برابر، صحن نہ تھا، لیکن دوسری خوبیوں نے اس کسر کو پورا کر دیا تھا۔

میرے والد فوج میں بہت زیادہ مقبول تھے، اکثر لوگ ہمارے یہاں آیا جایا کرتے تھے۔ فوج کا ایک نوجوان سارجنٹ بھی ہمارے یہاں آتا تھا، اس کو تصویر کشی کا بہت شوق تھا، اس نے میری بہت سی تصویریں کھینچ کر مجھے دیں۔ ایک دن اُس نے مجھے اپنے یہاں آنے کی دعوت دی، میں اس کے ہاں گئی، اُس نے اپنا خاص کمرہ مجھے دکھلایا، جس میں ہر طرف میری ہی تصویریں لگی ہوئی تھیں، اور ایک آدھ بنی ہوئی تصویر اُس کی میز پر رکھی تھی، میں اپنی اتنی بہت سی تصویروں کو دیکھ کر خوش ہو گئی، اور اس بات کا مجھے یقین ہو گیا کہ یہ نوجوان مجھے قدر و محبت کی نگاہوں سے دیکھتا ہے، نوجوان نے باتوں باتوں میں مجھ سے کہا:—

"تمہاری صورت میں ایک خاص جاذبیت ہے، تمہارا بھولا پن کیمرے میں آ کر 'جادو' بن جاتا ہے، تمہارا ہر پوز (Pose) بہترین ہے، یہ جو میں تمہاری تصویر کو (Enlarge) کر رہا ہوں، جب تیار ہو جائیگی، تو اس کو دیکھ کر تمہیں معلوم ہوگا کہ تم کیا ہو، ابھی میں نے تمہارے رخساروں میں تو رنگ ہی نہیں بھرا، اس کے بعد ہونٹوں کی باری آئے گی۔"

اس نوجوان کی باتوں سے میرے کانوں میں رس پڑنے لگا، اور سب سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ بہت دن تک اس نے اپنے کسی جذبہ اور خواہش کا اظہار نہیں کیا، کئی مہینہ اسی طرح گذر گئے، میں اس کی طرف مائل ہو چکی تھی، اُس کی باتوں نے مجھے یقین دلا دیا تھا کہ وہ مجھ کو چاہتا ہے، اور اُس کے چاہنے میں بناوٹ کا شائبہ بھی نہیں پایا جاتا۔ گاؤں کی محبت کے فریب کو میں بھول گئی، اس نوجوان سے بھی کچھ دن کے بعد بے تکلفی ہو گئی، اور اس کو بھی میں نے آخرکار جذبات کا پجاری پایا

[illegible] جو میں اس کے مکان میں گئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ اس کے کمرے میں [illegible] کے پاس کسی اور لڑکی کی تصویریں بھی لگی ہوئی ہیں، ایک تصویر کے نیچے [illegible] نوجوان کے قلم سے یہ عبارت لکھی ہوئی تھی۔—

"میری محبوب ترین"

مجھے احساس ہوا کہ میں نے پھر ٹھوکر کھائی! لیکن افسوس کرنے سے اب کیا ہو سکتا تھا، میری زندگی کا دوسرا سیاہ ورق، کردار کے قلم سے لکھا جا چکا تھا، میرا ضمیر مجھے ملامت کر رہا تھا مگر ملامت سے ہوئی بات انہونی نہیں ہو سکتی تھی۔

فریب پر فریب میں اب مردوں کو انتہائی شک شبہ کی نگاہ سے دیکھنے لگی تھی، انتہا یہ ہے کہ میرے والد جب مجھ سے شفقت کے ساتھ باتیں کرتے، تو میں بعض وقت سمجھنے لگتی کہ یہ بھی مجھے فریب دیا جا رہا ہے۔ مگر یہ سب کچھ جاننے اور سمجھنے کے بعد میں نے اپنی زندگی میں کتنی ہی بار فریب کھایا— میں کیا کروں، مرد جب انتہائی سادگی اور بناوٹی مسکراہٹ کے ساتھ کہتا ہے:—

"کہ مجھے تم سے محبت ہے!"

تو مجھے یقین ہو جاتا ہے کہ یہ سب کچھ سچ کہا جا رہا ہے، بس یہی یقین ہر بار میری تباہی اور بربادی کا باعث ہوتا ہے۔ شاید میرے جذبات بھی کوئی حیلہ اور آڑ چاہتے ہیں۔ میں ایک مرتبہ بیمار پڑی تو ایک ڈاکٹر نے انتہائی دلچسپی اور جانفشانی کے ساتھ میرا علاج کیا، میرے اچھے ہو جانے کے بعد، ڈاکٹر ہمارے یہاں آنے جانے لگا، ربط، ضبط بڑھا اور تاریخ پھر اپنے کو دہرانے لگی، ڈاکٹر کی ملتجی نگاہوں نے مجھ سے کہا کہ وہ ایک ہمدرد عورت کی تلاش میں ہے، اس کی التجا اور محبت کا جواب میں نے محبت سے دیا، چند دن تک پُر لطف صحبتیں رہیں لیکن دوسرے مردوں کی طرح ڈاکٹر نے بھی آخر میں چل کر سرد مہری کا برتاؤ کیا اور وہ بھی مجھے گناہ جذبات کی دلدل میں پھنسا کر بھاگ کھڑا ہوا۔

کلیسا کے ایک راہب سے میری ملاقات ہوئی، میں اس کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئی، میں اس کو انتہائی پاکباز اور نیک نفس سمجھتی تھی، اس کی لانبی سفید داڑھی، اس کی زمین پر گھسٹتی ہوئی عبا، اُس کے سینہ پر جگمگاتی ہوئی صلیبیں، اس کا حضرت مریم اور حضرت مسیح کے مجسموں پر عقیدت کے ساتھ آنکھیں جھکائے ہوئے روغن زیتون ملنا، یہ تمام باتیں ایسی تھیں کہ میں اس راہب کو فرشتہ سمجھتی تھی، لیکن بعد میں چل کر وہ راہب بھی ہوس کار ثابت ہوا [illegible]

[illegible]

[illegible] کی ایک [illegible] اور حسن [illegible] سامنے [illegible] پاؤں [illegible] کو دیکھ کر کہا :-

[illegible] سے ڈرنا کیا ! خدا کا بنایا ہوا سچ دار پر چڑھ کر تمام اشتیاق [illegible] پہنچا :

[illegible] میں اب دونوں لطف و لذت کی وادیوں سے گزرنے لگے۔ [illegible] مردوں کے مقابلہ میں کلیسا کا یہ راہب ذرا مستقل مزاج ثابت [illegible] وہ اس لئے کہ دوسروں کے مقابلہ میں اُسے اس قسم کے رنگین [illegible] بہت کم ملتے تھے۔ اُس کی قوت بڑی حد تک محفوظ تھی، لیکن بعد میں [illegible] ایک دوسری لڑکی پر مائل ہو گیا، اور اُس کی آغوش میں اب [illegible] گنجائش نہ تھی۔

[illegible] قریب [illegible] بناوٹ [illegible] حاصل ہوتی ہے۔ میرا یہ تجربہ ہے کہ مرد صرف برائی اور لذت [illegible] [illegible] اس کی لذت اور چٹخاروں کے عنوان جلد جلد بدلتے ہیں، وہ ایک لذت سے بہت جلد سیر ہو جاتا ہے۔ عورت کو قریب میں لانے کیلئے اس کے پاس بہت سے "انچھر" موجود ہیں۔ وہ بناوٹ کو حقیقت بنا کر پیش کرنے کی قابلیت اپنے اندر رکھتا ہے، مرد بھونرے کی طرح ہر پھول کا رس چوسنا چاہتا ہے، اس کی لذت کا نقطہ "تنوع" اور (Variety) ہے

میری زندگی کے سیاہ ورق شاید دوسری عورتوں کیلئے باعث عبرت ہو سکیں مرد میری داستان کو پڑھ کر خفا ہو گئے۔ مگر میں اُن کی خفگی کے خوف سے سچی بات کو چھپا نہیں سکتی۔ کاش عورتیں اپنے جسموں کی پنکھڑیوں اور

ایسا کہ واقعات ایسے ذہن میں رہ جاتے ہیں کہ لوگوں کی آنکھوں پر پردے پڑ جاتے ہیں اور وہ سوچ نہیں پاتے، وہ یہ کچھ بھی ہو گمر واقعات کا تانا بندھا رہتا ہے کوئی خوبصورت سفید ریش سادھو صاحب اپنے فاقہ کشی کا ڈھونگ رچاتے ہیں اور ایسے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں کہ ان کا سراغ نہیں ملتا کبھی گنگا کنارے دھاری ہاتھ سادھو اپنے چیلا کی دھرم پتنی پر ہاتھ ڈال کر جنگل، ناموس کا ناس کر دیتے ہیں اور اسے لیکر چلتے بنتے ہیں، حال ہی میں جنوبی ہند کے شہر ونڈیگا پٹم میں ایک شاندار جٹا دھاری گیروا لباس پہنے ماتھے پر ترسولی تلک لگائے، شانے پر کمنڈل ڈالے اور ہاتھ میں لمبا چمٹا بجاتے ہوئے گلی کوچوں میں "الکھ نرنجن" کہتا نظر آیا، ایک محلہ میں پتہ چلا کہ ایک شخص کی شادی ہوئے چند سال ہو گئے مگر اس کی بیوی کے نخل تمنا میں گل مراد نہیں کھلا، سیٹھ جی بڑے کروفر سے جیسے جاتے الکھ جگاتے ہوئے اس کے دروازے پر جا دھمکے، آواز دی کہ بچہ کچھ سنتوں کو بھی ڈالو، نئی نویلی جوان اور خوبصورت استری کچھ بھوجن اور پیسے لیکر حاضر ہو گئی، سنت جی اسے دیکھ کر کہنے لگے کہ بچہ تو بڑی دکھیا ہے۔ اگر سادھو سنتوں کی سیوا کرے تو تیری گود ہری بھری ہو جائے"۔ اندھے کو کیا چاہیئے دو آنکھیں، عورت اولاد کی بھوکی تھی، کہنے لگی کہ ہر طرح سیوا کے لئے حاضر ہوں، میں پتی جی سے ذکر کروں گی، شام کو آنا"۔ عورت نے خاوند پر سنت کی بات ظاہر کر دی، شام کو سنت جی بھی آ گئے، ان کی خوب آؤ بھگت ہوئی، عرض کیا گیا کہ اب اسی جگہ ڈیرہ لگا دیں اور ایسا جتن کریں کہ اولاد نرینہ مل جائے، سادھو جی نے یقین دلایا کہ ایسا علاج کروں گا کہ دو ہی ہفتہ میں حمل ہو جائے اور نویں مہینے چاند جیسا بیٹا تمہاری گود کی رونق بن جائے، سادھو جی کی ہستی نے وہ علاج کیا جسکے ذکر کی تہذیب مانع ہے، گھر کا مالک دن بھر کام پر رہتا اور سنت جی اور اولاد کی خواہاں عورت اپنے ستانہ دھندے میں لگے رہتے، کوئی دو ماہ نہ گذرے تھے کہ دونوں گھر کی نقدی اور زیورات لیکر غائب ہو گئے، فرزند کے بجائے خاندان کو داغ بدنامی نصیب ہوا اور گھر اگلے اجڑ گیا

~~~~~~~~~~

کہ یہ فطری جذبہ انسان کی فطرت میں قدرت نے پنہاں کر دیا ہے وہ جب ... رنگ و ... کو مفقود کر لیتا ہے ... ترک کے باعث ... ہر قسم کی شکلوں

کے مقابلہ میں ایک مرد رہ گیا، وہاں کا عورتوں کی سیری کے لئے طریقے ایجاد کئے گئے، ان میں سے تازہ ترین کی کیفیت ملاحظہ ہو ہنگری کی ایک جوان حسینہ کے بدت (الندماغ) نے تجویز کی کہ اگر شادی گوارا نہیں کر سکتے تو انہیں عارضی سفری بیوی کا طریقہ اختیار کر لینی چاہیئے، اس طرح قدرتی خواہشات پوری کر کے اس سے اخلاق کے ساتھ علیحدگی اختیار کی جا سکتی ہے، اس تجویز کو عام مقبولیت کا فخر حاصل ہو گیا، ہنگری اور اس کے نواحی علاقوں میں عورتوں نے اسے دل سے لبیک کہا، اور اب مرد اس راحت قلب نسوں سے فیضیاب ہو رہے ہیں، مثل مشہور ہے کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے یہ جس کا عملی ثبوت اس جنگجو حسینہ کی تدبیر سے ہاتھ آ گیا۔

~~~~~~~~~~

روئے زمین پر صرف امریکہ ایک ایسا ملک ہے جہاں ہر قسم کی آزادی کا من مانا رواج ہے، وہاں ہر انسان پر تاپا آزادی ہے، اس کے رنگ میں رنگا رہتا ہے اور اس میں زندگی کی راحت اور معراج تصور کرتا ہے امریکہ کے زن و مرد میں شوق آزادی نے ایک خاص تڑپ پیدا کر دی وہ اسی بات پر عمل کرنا اپنا شیوہ وشعار سمجھتے ہیں جس میں آزادی کی بو ہو، اگر سینما سے شوق آزادی کی سیری ہوتی ہے تو ہر روز پردے کے متحرک مناظر سے دل بہلاتا ہے۔ اگر کسی اور شغل سے راحت قلبی نصیب ہوتی ہے تو اسی کا ورد کرتا ہے۔ اگر عشق و محبت سے مسرت روحی ملتی ہے تو اسی کو مقصد حیات قرار دے لیتا ہے۔ غرضیکہ ہر بات ہر کام اور ہر مقصد میں اسے آزادی ہی کا رنگ نظر آتا ہے اور وہ اسی کے سانچے میں ڈھل جانا معراج زندگی تصور کرتا ہے۔

امریکہ میں ایک طرف تو عشق و محبت کا سودا ہوتا ہے اور دوسری جانب طلاقوں کی بھرمار ہوتی ہے وہاں ایک شہر رینو ہے جہاں طلاقوں کا فیصلہ کرنیوالی عدالت کا روز اجلاس ہوتا ہے اور جو بیوی یا مرد ذرا ذرا سی بات اور ذرا ذرا سے حیلہ کے ذریعہ سے ایک دوسرے سے جدا ہو جانے کیلئے طلاق حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں امریکہ میں سرکاری تحقیقات سے جو کیفیت شائع کی گئی ہے ... ان اسباب کے باعث جو طلاق حاصل کرنے کا باعث ہیں اور ...

[illegible] ہو جاتی ہے ۔ [illegible] ہی حال میں ہے [illegible] راحت کی [illegible] [illegible] ہو گیا ہے کہ وہ [illegible]

[illegible] طلاق بازیچہ طفلاں اور گڑیا گڈوں کا کھیل [illegible] راحت مفقود ہو جائیگی - اور راحت قلبی [illegible] ہو جائے گی ۔

[illegible] کے متعلق اہل امریکہ میں خاص نظریئے پیدا ہو گئے [illegible] اپنی نوعیت میں بالکل انوکھے ہیں ایک شخص کا بیان ہے [illegible] میں ایک عورت کی ذات میں جسے کسی کی بیوی بننے [illegible] حاصل ہو جائے نہ صرف خاوند کی اطاعت اور دلجوئی مدنظر [illegible] کا مادہ ہونا چاہیئے اسے نہ صرف رفاقت کا فرض ادا کرنا چاہیئے [illegible] صرف دلداری اور دلکشی کا وطیرہ روا رکھنا چاہیئے بلکہ اس [illegible] خاص اوصاف ہونے چاہئیں ایک بیوی کا اور دوسرا [illegible] دوسرے وصف کا مطلب یہ ہے کہ وہ ناز۔ انداز۔ کرشمہ [illegible] اور دلفریبی کے جذبات کی مرد کے سامنے عریانی کرتی رہے [illegible] نہایت بیباکی کے ساتھ دلربائی کی تمام باتوں سے کام [illegible] ہے ۔ جب تک کسی بیوی میں یہ دونوں اوصاف علیحدہ [illegible] نہ ہوں شادی کی زندگی مرد کے لئے مسرت بخش اور لطف انگیز نہیں ہو سکتی اور اس لئے خاوند اور بیوی کے درمیان شادی کا [illegible] اور استوار ثابت نہیں ہو سکتا ۔

عدالت میں ایک شخص نے اس سے بھی بڑھ کر اپنا محیر العقول نظریہ پیش کیا جسے سنکر نہ صرف حاکم عدالت بلکہ وکلاء اور دیگر حاضرین دنگ رہ گئے ۔ کیونکہ وہ نظریہ بالکل اچھوتا تھا ۔ اس شخص نے ایک حسین [illegible] عورت سے محبت کر کے اس کے ساتھ شادی کر لی لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد بیوی کے متعلق اس کا ولولۂ محبت بالکل سرد [illegible] ہم اس کے ساتھ وہ رفاقت کا تعلق نباہتا رہا اور بیوی کا احترام مدنظر رکھتا رہا لیکن اس نے واسطہ زناشوئی ترک کر دیا [illegible] ایک اور عورت کے ساتھ ناجائز تعلق قائم کر لیا ۔ بیوی نے خاوند [illegible] میں جو تبدیلی دیکھی اسکے باعث اسے سخت ترین پریشانی [illegible] وہ اس [illegible] میں لگی رہی کہ تبدیلی کا سبب معلوم کیا [illegible] اور اس کے ازالہ کی فکر کی جائے ۔

[illegible] کہ تمام نہ ملسکی مگر جوڑھ کر اپنی ہستی کا ڈنکا [illegible] پیش کرتے ہیں ۔

[illegible] خاوند ایک عورت کے [illegible] ہے [illegible] حسین ہے اور نہ [illegible]

یہ حقیقت آشکارا ہونے سے بیوی کے فرزند جیت کو [illegible] پہنچا ۔ اس پر ایسی کاری ضرب پڑی کہ اس کی روح تلملا گئی ۔ اس کے لئے سوائے اس کے اور کوئی چارہ کار نہ رہا کہ [illegible] لینے کیلئے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹائے بیوی نے [illegible] قطع کرانے کے لئے عدالت میں دعوےٰ دائر کر دیا ۔

خاوند نے حاضر ہو کر اپنا نظریہ پیش کرتے ہوئے کہا [illegible] والدہ جو قدامت پسند تھی اس نے میری تربیت میں یہ بات داخل کی تھی کہ عورت کا حد درجہ احترام کیا جائے ۔ اُسے جہاں زہرہ یعنی حسن وجمال کی مظہر سمجھا جائے وہاں اُسے مادرِ مریم کا مظہر مانتے ہوئے اس کا حد درجہ احترام کیا جائے ۔ مجھے اپنی بیوی کے ساتھ حد درجہ محبت ہے مگر میری محبت دو مظاہر میں منقسم ہو گئی ہے اس کا ایک مظہر تو زہرہ ہے جس کے حسن وجمال کی میں دل سے قدر کرتا ہوں لیکن دوسرا مظہر میڈونہ (حضرت مریم) ہے جس کا میں انتہائی احترام کرتا ہوں ۔ بیوی کے ساتھ مجھے جو قلبی محبت ہے اور اس کا جو احترام میرے دل میں ہے ان ہی کے زیر اثر میں نے بیوی کے ساتھ سرد مہری اختیار کی ۔ میڈونہ کے مظہر کے متعلق میرا نظریہ یہ ہے کہ بیوی ایک ایسی ہستی ہے جس کے ساتھ محبت کی جائے اس کا احترام کیا جائے لیکن جسے ہاتھ نہ لگایا جائے ۔ اس جذبہ ہی کی بدولت میرے دل میں اس کے متعلق سرد مہری اور [illegible] کے جذبات مشتعل ہو گئے ۔ اور میں نے ایک اور عورت کے ساتھ جو حسن وجمال اور دلجوئی کی مظہر ہے تعلق پیدا کر لیا ۔ مجھے اس کے ساتھ نہ تو جنسی رفاقت کا کوئی خیال ہے نہ اس کے [illegible] دل میں کوئی جذبۂ احترام ہے اور نہ خیال پرستاری ہے ۔

حاکم عدالت اور دیگر حاضرین اس شخص کا نظریہ [illegible] رہ گئے ۔ آخرکار عدالت نے بیوی کی درخواست طلاق کو شرف [illegible] شادی کا رشتہ فسخ کر دیا ۔ دونوں عدالت سے خوش خوش [illegible] چلے گئے ۔ یہ نظریہ شادی کو فسخ کرانے کیلئے [illegible] امریکہ والوں کو [illegible] دیکھنا یہ ہے کہ جدت طراز اہل امریکہ [illegible]

جادوگری [illegible]

انسان کے تحت الشعوری دماغ کا اقتدار

[illegible] مضمون [illegible] پریس خبر میں شائع کیا جا رہا ہے۔ انگلستان کا ایک نہایت ہی مشہور و معروف اور کامیاب شخص [illegible] [illegible] بیان کی ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ تحت الشعور کے پڑھنے والے اس بیان کے ایک ایک لفظ کا نہایت [illegible] [illegible] یہ ان کے لئے ایک بالکل نئی دنیا کا صدر دروازہ کھول دیگی، جس میں ایک مرتبہ داخل ہو کر پھر انسان، انسان نہیں رہتا [illegible] مافوق الفطرت انسان بن جاتا ہے اور اس کیلئے زندگی کے کسی مشکل سے مشکل کام کو بطور احسن سر انجام دے لینا آسان ہو جاتا ہے (ایڈیٹر)

[illegible] تحریر میں تحت الشعوری دماغ کی ماہیت اور فعل و عمل کے [illegible] ان امور کے اظہار پر اکتفا کی ہے جن کو سمجھ کر قارئین ان بے شمار [illegible] کی وجہ معلوم کر سکیں جن کا تذکرہ میں آئندہ کرنیوالا ہوں [illegible] کے دوران میں پیدا ہوں گے، ان کی تشریح مناسب [illegible] گی۔

[illegible] پیشتر تنویم یا ہپناٹزم کے متعلق چند مسلم حقائق کو بیان [illegible] معلوم ہوتا ہے، میں ان حقائق کو اپنے پیشے کے دوران میں [illegible] اور اس تصنیف میں موقع بموقع ان کی اہمیت پر [illegible] ان میں سے چند اصول فن تنویم کے بنیادی حقائق ہیں:۔

[illegible] کے ارادہ کے خلاف تنویم کا عمل نہیں کیا جا سکتا۔

[illegible] کی کشمکش کا نام نہیں اور نہ تنویم کا ماہر اپنی مضبوط [illegible] دوسرے شخص کی ضعیف تر قوت ارادی پر غالب کرنے کی [illegible] ہے، تنویم سے مسحور ہو جانا کمزوری کی علامت نہیں، اسکے [illegible] دماغ کے انسانوں کو مسحور کرنا اکثر ناممکن ہو جاتا ہے۔

[illegible] معمول اپنا علاج آپ کرتا [illegible] انسان جیسا سوچتا ہے ویسا ہی ہو جاتا ہے۔ [illegible] سوچتا ہے اس میں اسکی پوری مدد [illegible] کے ساتھ ذہنی اور قوی [illegible]

میں اس کا اثر ایک مدت خاص کے بعد جاتا رہتا ہے، اگرچہ یہ مدت غالباً چند سال سے کم نہیں ہوتی۔

عام لوگ بہت کم اس کا اندازہ رکھتے ہیں کہ تنویم کے ماہر کا اقتدار [illegible] کس قدر محدود ہے، شاید مندرجہ بالا امور میں سے چند باتیں [illegible] یقین دلا سکیں، مگر اس کی مجبوریاں صرف اتنی [illegible] نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ ہیں، تجربہ سے یہ بات ثابت کی جا چکی ہے کہ شعور و ہوش کی حالت میں انسان کے جو رجحانات ہوتے ہیں، تنویمی نیند یا بیہوشی کے [illegible] میں ان رجحانات کے خلاف اسے کام کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ میں نے خود اس کا تجربہ کیا ہے، میں نے ایک مناسب معمول کو تنویم کے عمل سے بیہوش کر کے اس بات کا حکم دیا کہ وہ اپنے [illegible] دوست کو خنجر سے ہلاک کر دے جو کہ اسی کمرے میں موجود تھا۔

معمول نے میرے حکم پر خنجر ہوا میں بلند کیا، مگر اس کا ہاتھ [illegible] حالت میں قائم رہ گیا، اٹھا ہوا ہاتھ حملے کے لئے ہرگز نیچے نہ آیا [illegible] میں اپنی پوری قوت کے ساتھ یہ حکم دے رہا تھا کہ خنجر کا کام کرے، غالباً مجھے یہ بتا دینا چاہئے کہ اس تجربے میں خنجر کا زخم کھانے کے [illegible] شخص مقرر ہوا تھا اس نے اپنی خوشی سے خود کو اس کام کے لئے پیش کیا تھا وہ پوری مستعدی کے ساتھ ایک طرف کو [illegible] ایک موٹے بکتر سے خود کو محفوظ کئے ہوئے تھا۔

اپنے پیشے کے دوران میں [illegible]

میں [illegible] شخص پر کیونکہ [illegible] بیداری کی حالت میں
معلوم [illegible] ہو گیا تھا جب تنویم کے عمل سے وہ نیند میں
کھو گیا تو اس نے [illegible] اور اسے کبھی بعد کو کوئی تکلیف
نہیں ہوئی۔ [illegible] واقعہ سے میرا یہ پہلا بیان غلط ثابت نہیں ہوتا کہ
تنویمی [illegible] کی حالت میں انسان کو اس کام پر مجبور نہیں کیا جا سکتا
جو وہ بیداری کی حالت میں کرنا نہیں چاہتا، اس کے خلاف یہ واقعہ
اس کے ثبوت میں استناد کرتا ہے۔

اگر میرے اس گذشتہ بیان سے بالکل لفظی مطلب اخذ کیا جائے تو اصطلاح
تنویم کا عمل بالکل مہمل و بیکار ہو کر رہ جائے گا، واقعتاً یہ ایک بنیادی
واہم حقیقت ہے۔ یہ بیان صرف انسان کی اخلاقی ذہنیت سے متعلق
ہے، اس کا تعلق اس شے سے بالکل نہیں جسے میں موزوں لفظ کی کمی
کی وجہ سے "حرکتی ساخت" کہوں گا۔

کسی شخص پر تنویم کے ذریعہ نیند طاری کر کے آپ اسے وہ چیزیں چکھنے
سننے، سونگھنے اور محسوس کرنے پر مجبور کر سکتے ہیں، جن پر وہ اپنی فطری
بیداری کی حالت میں کبھی تیار نہیں ہو سکتا، یہ چیز میرے گذشتہ بیان
کے لفظی مفہوم کے برعکس ہے۔ مگر درحقیقت آپ یہ ہرگز نہیں کر سکتے کہ
اس شخص کی اخلاقی ذہنیت کو تہ و بالا کر دیں اور اس کے اخلاقی رجحان
کو کمزور کر دیں، ہاں یہ ممکن ہے کہ آپ اس کے اخلاقی رجحان کو اور زیادہ
قوی بنا دیں، یعنی اسے اخلاقیات کی طرف زیادہ مائل کیا جا سکتا ہے لیکن
اس میں کوئی کمزوری نہیں پیدا کی جا سکتی۔

آپ تنویم کے ذریعہ کسی مرد یا عورت کے دل سے محبت کے جذبات
کو فنا نہیں کر سکتے، لیکن بعض نفسانی جذبے کو بیخ و بن سے اکھاڑ سکتے
ہیں، علاوہ ازیں کسی انسان کے مذہبی عقائد کو بھی تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔
مسز ہائینز نے کہا تھا "یہ ممکن ہے کہ عورتیں واقعی مضحکہ خیز
مخلوق ہوں لیکن قادر مطلق نے انہیں مردوں کے مقابلہ کیلئے بنایا ہے"
ایک نوجوان عورت نے جو ابھی مشکل حیات سے واقف تھی اپنی
محبت کے معاملہ میں چند سال پہلے میری امداد چاہی ——— اس کی نسبت
[illegible] ہو چکی تھی، مگر اس کے [illegible] ایک اور لڑکی
کی طرف اپنے جذبات محبت کے [illegible]
[illegible] اس کے [illegible] ہو سکتا تھا۔
یقیناً یہ چیز [illegible]

کے واسطے آمادہ ہو سکتا تھا۔
مگر اپنی دشواری کو اس عورت نے حل کر لیا، وہ ایک [illegible]
جیسے پاس [illegible] اور وہ شخص اس تجربہ کے لئے آمادہ ہو گیا
میں نے اس پیشینگوئی کو اور اسے آئندہ ورود احکام پہلے کر دیے
ان سے مطلق معلوم ہوتی تھی، لیکن جب وہ شخص بیدار کیا گیا تو
کوئی بھی اثر باقی نہ تھا۔ غالباً مجھے اتنا اور بتا دینا چاہئے کہ اس
بعد اپنی دوسری محبوبہ سے شادی کر لی اور آج تک اس کے ساتھ
انگیز زندگی بسر کر رہا ہے۔ اس واقعہ کے برعکس میں نے بعض [illegible]
جذبات کو اکثر مردوں اور عورتوں کے ذہنی سے معدوم کیا ہے
یہ وہ باریک باتیں ہیں جن کو میں اپنی موجودہ معلومات کے تحت تشریح
کے ساتھ بیان نہیں کر سکتا، بایں ہمہ یہ نازک و دقیق باتیں موجود
ہیں جو شاید مستقبل میں کسی محقق کے واسطے مفید ثابت ہوں، جہاں تک
میرا تعلق ہے، یہ باتیں ایک اہم نظریہ کی بنیاد ہیں، جس کی تشریح
میں اس تصنیف میں بعد کروں گا، اتنا ضرور ہے کہ یہ چیزیں محض
اتفاقی اہمیت نہیں رکھتیں، مذہب اور تحت الشعور کے درمیان
تعلق ہو سکتا ہے؛ خدا اور تحت الشعور کے درمیان کیا تعلق ہے؟
ان باتوں سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ تحت الشعور درحقیقت وہی شے
جسے روح کہتے ہیں؛ میرا نظریہ غالباً اس امر پر اتنی روشنی نہیں ڈالتا
جتنا کہ یہ واقعات، اس سلسلے میں ایک اور بات ہے جس پر جتنا
زور دیا جائے کم ہے اور جس کی طرف میں اس تصنیف میں باربار اشارہ
کروں گا ——— وہ بات یہ ہے کہ کامیاب علاج کے واسطے یہ ضروری نہیں
کہ مریض پر نیند طاری کی جائے، معمولی خود دیکھا اور تحت الشعور کے عمل
عمل کے متعلق میری گذشتہ تشریحات سمجھنے کے بعد یہ ظاہر ہو جاتا ہے
کہ واقعہ بھی یہی ہے۔ جیسا کہ میں پیشتر واضح کر چکا ہوں تنویم کی یہ
خصوصیت کہ اس سے امراض کا کامیاب علاج ہو سکتا ہے، درحقیقت
صرف اس چیز میں مضمر ہے کہ اس عمل سے تحت الشعوری دماغ جو کہ
ہمارے اجسام پر حکومت کرتا ہے، انسان کی شخصیت میں اپنی [illegible]
و مناسب جگہ حاصل کر لیتا ہے، یا دوسرے الفاظ میں [illegible]
فطری بیداری کی حالت میں تحت الشعور کو اپنا پورا کام کرنے [illegible]
نہیں ملتا، تنویم کا عمل اسے یہ موقع دیدیتا ہے۔
حواس خمسہ کے ذریعہ تحت الشعوری دماغ تک پیغامات [illegible]
ہیں ——— درحقیقت یہ عمل ہماری زندگی میں روزانہ [illegible]

[illegible] ناز یکے واسطے
[illegible] اور سلبی خیالات
[illegible] آپ اپنے تحت الشعور کو بیوقوف نہیں بنا
[illegible] شب باقی ہے تو تنویم کے عمل
[illegible] کے لئے تباہ ہو جائے گا۔

[illegible] کی وجہ عدم اعتقاد یا ناواقفیت سے
[illegible] انسان کے شعوری دماغ میں پیدا ہوتا ہے یہی وجہ ہے
[illegible] دماغ کو سلا دینا بہتر سمجھتا ہوں، یعنے اپنے مریض پر عمل
[illegible] نیند طاری کرنے کو ترجیح دیتا ہوں، اس حالت میں مریض
[illegible] کے ساتھ میں بغیر کسی درمیانی رکاوٹ کے گفتگو کر سکتا ہوں

[illegible] واقعہ ہے کہ میں نے بہت سے ایسے لوگوں کا کامیاب علاج
[illegible] تنویم کی نیند میں بیہوش ہونا نہ چاہتے تھے اور مجھے یقین

[illegible]
[illegible] سکے گا لیکن ہی [illegible] [illegible]
یقینا بیداری کی حالت میں [illegible]
قوت ارادی کے مالک ہیں، مگر یہی لوگ [illegible] جو اپنی [illegible] کی سب سے زیادہ صلاحیت رکھتے ہیں اور [illegible] اس پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔

تنویم کے عمل سے معمول پر جو نیند طاری کی جاتی ہے اس میں [illegible] کوئی شائبہ نہیں حیاتیات کے لحاظ سے اس نیند میں اور فطری [illegible] میں کوئی فرق نہیں، تنویمی نیند بذات خود مریض کا علاج نہیں کر سکتی، اس [illegible] کوئی شفا بخش خصوصیت موجود نہیں، علاج کے [illegible] اس کا کام صرف اتنا ہے کہ تنویم کے عامل کے احکام کو مریض کے تحت الشعور تک پہنچانے میں امداد کرتی ہے، اور تحت الشعور کو انسان کی زندگی میں اسکی واجب و

میرے پسندیدہ اشعار!

از خانزادہ [illegible] سلطان [illegible]

پھر مجھ کو آ کے کہتا ہے قفس کی تیلیاں
[illegible] پنے لگیں دم رک چلا ملنے لگیں پلکیں
یہ مانا نیند آئی ہے مگر ایسی بھی کیا سونا

باغباں اب تک سمجھتا ہے کہ ہمت دل میں ہے
ہٹو اے چارہ سازو لب پہ اسکا نام آتا ہے
ارے او بے خبر تکیے گرے جاتے ہیں بستر سے
(زہرہ [illegible] بیگم صاحبہ رام پور)

[illegible] ان کی شوخی تو دیکھنا لئے زلف خم شدہ ہاتھ میں
میرے پاس آ کے دبے دبے مجھے سانپ کہہ کے ڈرا دیا
(بیگم واجد علی شاہ، اودھ بالقابہ)

ضبط الم کا عہد مرا یاد ہے مجھے (بسمل چاندپوری)
پھر ساقی ملی نہ لاؤ سامنے میرے شراب
ارو گرد اپنے ہجوم نا امیدی دیکھ کر

کیا پوچھتے ہو درد کہاں ہے؟ کہیں نہیں
تشنۂ دیدار جاناں ہوں نہ دو پانی مجھے (شبنم بھوپالی)
یاد آ جاتی ہے شبنم اشک افشانی مجھے

دست شیریں سے شہادت نہ ہوئی ہائے نصیب (بیگم صاحبہ [illegible]) خون فرہاد سر گردن [illegible] رہا

نا واقف رموز جنوں اس طرح نہ پھیر
[illegible] اضطراب محبت کو پوچھیے
[illegible] سے یہ ظاہر ہے صاف صاف

دامن کی دھجیاں ہیں گریباں لئے ہوئے
چرچا رہا ہر درد کا احساں لئے ہوئے
پنہاں بھی دل میں ہے غم پنہاں لئے ہوئے
(پنہاں [illegible])

محبت کے خطوط

اکتالیسواں خط

جو ... فرا ... بعد ... باہی سلام کہتی ہیں ،

میں طوفان کا ... بجلیوں کی کڑک ، آندھی کی خوفناک سنسناہٹ اور طوفان کے شعلے کو برداشت کر سکتا ہوں ، مگر تمہاری "خفگی" اور "عتاب" کے صرف تصور سے میری قوت برداشت کو پسینہ آجاتا ہے - تمہارے نکھرے ہوئے ماتھے کی شکن ، اب تک دل پر نقش ہے ، خدا کیلئے تم خفا نہ ہوا کرو ، تم تو سراپا مقدم مسکراہٹ ہی مسکراہٹ ہو ، تم کو عتاب و خفگی کیلئے پیدا ہی نہیں کیا گیا ، ڈر رہا ہوں کہ کہیں محبت نامہ کے جواب کی تاخیر پر تم خفا نہ ہو جاؤ ، تاخیر کا ذمہ دار میں نہیں ، میری مجبوریاں ہیں ! اور مجبوریوں پر فتح پانا میرے بس کا روگ نہیں - تم میری مجبوریوں پر خفا ہو سکتی ہو ، میں بھی ان ظالم و سنگ مجبوریوں سے بیزار ہوں - قدرت کا عجیب راز ہے کہ "آرزو" کے پیدا ہوتے ہی ، بیشمار مشکلات اور رکاوٹیں رونما ہو جاتی ہیں ، شاعر نے شاید ناکامیوں اور مجبوریوں کی اسی منزل پر پہونچکر کہا تھا کہ ؎

اب آرزو یہ ہے کہ کوئی آرزو نہ ہو

مگر اس مجبوری کا کیا علاج کہ آرزو اور تمنا کے بغیر بھی نہیں رہا جاتا ، شاعروں نے "دل بے مدعا" کو بہت کچھ سراہا ہے ، لیکن یہ صرف کہنے کی باتیں ہیں ، مدعا تو دل کی جان ہے ، مدعا کے جاتے رہنے کے بعد "حسرت دل" کہاں باقی رہتے ہیں ! دل کی دنیا آرزو ہی کے سہارے تو قائم ہے ——— معاف کرنا میں تھوڑی دیر کیلئے فلسفی بن گیا ، محبت کی دنیا کو فلسفہ کی خشکی سے پاک ہونا چاہیئے ، محبت تو ایک ایسی رنگین حقیقت کا نام ہے جو اپنی جگہ خود دلیل ہے ، محبت کے بازار میں فلسفہ کا سکہ نہیں چلتا ، اور دل کی انجمن میں عقل کا چراغ جلتے ہی گل ہو جاتا ہے -

آج میں تمہیں ایک پر لطف داستان سنانا چاہتا ہوں ، داستان قدرے طویل ہے ، لیکن مجھے یقین ہے کہ تم اکتا دگی نہیں ! ہاں ! تو (... reading) تیار ہو جایئے " واقعات کا کیمرہ اپنا کام کر رہا ہے !

کل میں ایک شادی کی تقریب میں ... ... اور ... کا خاصہ مجمع تھا - مکان کی سجاوٹ دیدہ زیب پر تکلف اور خاطر تواضع ، صاحب خانہ خلیق ...

کھانے سے فارغ ہو کر ، دولہا کو مبارکباد دینے کیلئے ، بڑے کمرے میں ... وہاں جا کر کیا دیکھتا ہوں کہ قرینہ کے ساتھ محفل جمی ہوئی ہے دولہا مخملیں شامیانہ کے نیچے ، ایرانی قالین پر زریں گاؤ تکیہ سے ٹیک لگائے بیٹھا ہے ، اور اس کے عین محاذ میں ، آلات طرب کے ساتھ ... طوائفیں بائیں جنبش میں ہیں ، اور تمام مجمع کی نگاہیں اسی طرف ... میں بھی ایک طرف بیٹھ گیا ، اچھی صورت اور خوش آہنگ نغمے کسے برے نہیں لگتے ———

یہ شہر کی دو طوائفیں تھیں ، کھلتا ہوا رنگ ، ستواں ناک ، ... بدن کی ، اور دوسری کا جسم گداز ، بناؤ سنگھار کا یہ عالم کہ ... سے لیکر ، پیر کے ناخنوں کی مہندی تک ہر چیز اپنی جگہ بناوٹ کا ... نظر آتی تھی - آنکھوں کو بے قابو بنانے کیلئے جس "آرٹ" کی ضرورت ہے ، اس (Art) کو ان شاہدان بازاری نے اپنے اوپر طاری ... تھا ، گوری گوری برہنہ بانہیں ، پھول کی ٹہنیوں کی طرح لچکتی ہوئی ... کے نیچے کا حصہ ، سینے کے گولے تک کھلا ہوا ——— اس گریبان کے ابھرے ہوئے کناروں پر زہد و تقوی کے قدم بھی ڈگمگا جاتے ہیں -

یہ دونوں گانے والیاں عمر میں تیس سے کچھ اوپر ہی ہونگی ، ... بازاری زندگی ! ظاہر ہے کہ جذبہ و ہوس کی کس کس منزل سے ... نہ گزرنا پڑا ہوگا ! لیکن ان "آرٹسٹ رقاصاؤں" نے اس ... ساتھ چست لباس پہنا تھا ، جیسے ان کے جسم کو کسی نے ... لگایا ، اور ان کی جوانی ابھی تک اچھوتی ہے ، دھوکا ، کھلا ہوا ... مگر اتنا حسین کہ آدمی جان کر دھوکا کھانے کی کوشش کرے ، جھوٹ ... جھوٹ ، لیکن اتنا پر لطف کہ اس میں مبتلا ہونے کے لئے ... اقدام کیا جائے -

سنورتے ہوئے گیسوؤں سے ساریوں کو بالقصد ڈھلکا کر ... کی کوشش کرنا - لوگوں کے مزاحیہ جملوں اور اشاروں پر اس طرح ... مہین ساری سے برہنہ سینوں کو چھپانا جیسے یہ بیچاریاں کوئی ...

[illegible] میں سے عمر کے [illegible]
[illegible] کا اصل [illegible]

[illegible] ہو رہا ہے۔

[illegible] شروع کی :—

کہ [illegible] سر سے پاؤں تک چھائی ہوئی
[illegible] کا فرہوائی جوش پر آئی ہوئی

[illegible] بہا جاتا تھا۔ آنکھوں کو مخمور بنایا گیا جسم میں کوئی [illegible] کر پھیلا گیا۔ اور برہنہ سینوں کو ہلکی سی انگڑائی لیکر [illegible] — بناوٹ کا جادو اپنا کام کر رہا تھا۔ فضا میں فریب [illegible] رہی تھی، اور انجمن کی ..... رگ و پے میں پُرمکاری [illegible] جا رہا تھا۔

[illegible] بھی تھے، نوجوان بھی، ادھیڑ عمر کے لوگ بھی اور بڑے [illegible] کی نگاہیں آج اپنی تقدیر پہ ناز کر رہی تھیں اور سامعہ [illegible] تھا! کچھ نوجوان اپنے سروں کی ٹیڑھی مانگوں کو چھوتے [illegible] احساس کے ساتھ طوائفوں کی طرف دیکھ رہے تھے کہ ان [illegible] اور شکل و صورت کا جادو، گانے والیوں پر چل چکا ہے —
[illegible] کا اور رنگ دھکا —!

[illegible] نوجوان کی کلائی پر سنہری گھڑی بندھی ہوئی تھی، شیروانی کی آستین [illegible] تھی وہ بار بار آستین کو اُٹھا کر، گھڑی کو نمایاں کرنے کی کوشش [illegible] تھا۔ ایک صاحب نے گولڈ فلیک سگرٹ کا ڈبہ، بڑے غرور اور [illegible] کے ساتھ جیب سے نکال کر، چاندنی پر رکھا۔ اور اس انداز [illegible] سگرٹ سلگائی، جیسے یہ اپنے وقت کا " واجد علی شاہ " ہے!
[illegible] صاحب کی شیروانی تو معمولی کپڑے کی تھی، مگر قمیص کا کپڑا ذرا [illegible] حضرت شیروانی کے دامنوں کو سامنے سے ہٹا کر قمیص [illegible] کی کوشش کر رہے تھے۔

[illegible] نے جو دولہا کے قریب بیٹھا ہوا تھا، طوائفوں سے اپنی قدیم [illegible] کے لئے فرمائش کی :—
[illegible] کی وہ غزل تو گا نا جس کا ایک شعر یہ ہے کہ

[illegible] شرم مانع ادھر خوف مانع
[illegible] وہ دیکھتے ہیں، نہ ہم دیکھتے ہیں،

[illegible] صاحب طوائفوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے اُچھل اُچھل کر اور

[illegible]
[illegible]

جس محفل میں یہ تیری زلفیں پریشاں ہو گئیں!

بھئی کیا آواز پائی ہے اور پھر ترنّم! کیا کہنا!
شمیم میاں! زعفرانی ساری والی کی ہاتھ کی لچک تو دیکھئے!

بڑی عمر کے لوگ نوجوانوں کو قابلِ رشک اور [illegible] دیکھ رہے تھے کہ طوائفیں بس اُن کی طرف متوجہ ہیں، اور اُن کے ترکش ناز و ادا کے تمام تیر نوجوانوں ہی کی طرف چلے جا رہے ہیں، [illegible] قریب دو صاحب بیٹھے ہوئے تھے، دونوں کی عمر پچاس سے کچھ اوپر ہی ہوگی، ان میں سے ایک صاحب کا لباس ذرا بڑھیا قسم کا تھا، سانولا رنگ، دوہرا بدن، خشخشی داڑھی، گھنی مونچھیں، جیب سے پانوں کی ڈبیہ نکال کر، ہر پانچ منٹ پر پان کھاتے تھے اور پیکدان پر وہ اکیلے قبضہ جمائے ہوئے تھے۔ دوسرے صاحب نے ان سے بڑی آہستگی کیساتھ کہا :—

یہ گانے والیاں کہاں کی ہیں —

اُنہوں نے جواب میں گلفشانی شروع کی :—

ارے! تم نہیں جانتے ان کو! یہ دو طوائفیں جو حیدرآباد کی رہنے والی ہیں، ان کی ماں کا نام فیروزہ تھا۔ ڈیرے دار طوائف تھی، ہمیں نے اسکا مہینوں گانا سنا ہے۔ بڑی آن بان کی رنڈی تھی۔

غرض اُن ذاتِ بزرگ نے اس انداز کے ساتھ جواب دیا، جیسے ان طوائفوں کے خاندانی شجرے سے یہ واقف ہیں، اور چونکہ ان کی ماں کا گانا وہ سن چکے ہیں، اسلئے یہ لونڈیاں اُن کی نظروں میں نہیں جچتیں۔

دن کے بارہ بج چکے تھے، دن سے تو پیٹ [illegible] اپنی گھڑیاں دیکھنی شروع کیں، ایک صاحب نے جو شادی کے انتظام کرنے والوں میں سے معلوم ہوتے تھے، دولہا کے کان میں چپکے سے کہا :—

" چلو زنانہ میں چلو، وہاں تم کو بلایا جا رہا ہے "

طوائفوں نے غزل ختم کی، سازندوں نے اپنے سازوں کو سنبھالا، طوائفیں محفل سے بادلِ ناخواستہ اٹھیں، کیونکہ طوائف صورتوں ہی کو تاکتے ہوئے ہمیشہ سمجھتی ہے، اس محفل میں [illegible] اور اس کی مسکراہٹیں بیکار جاتی ہیں [illegible] اور پھر محفل رفتہ رفتہ [illegible]

بیالیسواں خط

جانِ آرزو! [illegible] بات کہکر چھوٹ گئے کہ مجبوریوں کے سبب خط نہ لکھ سکا، لیکن یہاں تو قیامت گزر گئی تھی تم سے زیادہ [illegible] تمہارے مقابلہ میں بہت زیادہ مجبور ہوں، لیکن کیا تم کہہ سکتے ہو کہ مجھ سے کبھی تمہارے جواب میں تاخیر ہوئی ہے! ایسا ضرور ہوا ہے کہ بعض دفعہ تمہارے طویل سے طویل خط کا جواب، میں نے تین چار سطروں میں لکھا ہے، لیکن جواب دیا ضرور ہے، اور بالکل بروقت! میرے عتاب سے تمہیں ڈر بھی لگتا ہے! تمہاری "معصوم سفاکی" کے قربان جائیے! خوب بنانا آتا ہے تم کو! اور یہ سب باتیں تم جان بوجھکر شامل کرتے ہو! —

سمجھ رکھا ہے ظالم نے پھنسا دل کب نکلتا ہے

محفلِ شادی کی تفصیل کو میں نے بہت غور سے پڑھا۔ تمہارا اندازِ نگارش کتنا دلچسپ ہوتا ہے! میں خط کو پڑھکر یہ محسوس کرنے لگی، جیسے میں اس محفل میں بیٹھی ہوئی سب کچھ دیکھ رہی ہوں۔ اُس محفل میں جس کا آپ نے پچھلے خط میں ذکر فرمایا ہے۔ ایسے بہت سے لوگ ہوں گے، جو اپنی بیویوں سے اظہارِ محبت کرتے ہوئے کہا کرتے ہیں! —

تم میری جان ہو، دل کا ٹکڑا ہو!
اب کی دہلی کے سفر میں تم بہت یاد آئیں۔
تمہاری صورت دیکھکر سارے غم بھول جاتا ہوں۔

نادان عورتیں، بلکہ معصوم عورتیں، یقین کر لیتی ہیں کہ جو کچھ ارشاد ہو رہا ہے، وہ ٹھیک ہے، اور واقعی اُن کے شوہر اُن پر جان چھڑکتے ہیں، اور اتنے ریجھے ہوئے ہیں کہ کوئی پری بھی سامنے آجائے تو اُس کی طرف نگاہ اُٹھا کر نہ دیکھیں! بتا سکتے ہو کہ مرد کی محبت اتنی گریز پا ہوتی ہے! اور ہاں! قیامت تو یہ ہے کہ عورت کو ناقص العقل اور متلون مزاج بتایا جاتا ہے، حالانکہ! —

ہم الزام اُن کو دیتے تھے، قصور اپنا نکل آیا

بات یہ ہے کہ ادب و تاریخ کا قلم ہمیشہ مرد کے ہاتھ میں رہا ہے اور [illegible] قلم نے ہمیشہ "صاحبِ قلم" کی حمایت کی ہے۔ عورت کی ادنیٰ [illegible] کمزوری نمایاں [illegible] مرد کے بڑے سے بڑے گناہ کو دلیلوں [illegible] چھپا دیا جاتا

ہے۔ کیا ظلم ہے کہ مرد اپنی [illegible] اور بے شمار [illegible] کرنے کے بعد بھی "کنوارا" رہ سکتا ہے، اور (باقاعدہ شادی [illegible] سے پہلے) اس لقب سے اس کو یاد کیا جاتا ہے، لیکن [illegible] عورت کی "دوشیزگی" کو پارہ پارہ کر سکتی ہے۔ عورت اور مرد کے معاملات پر، شاعر نے کتنے صحیح انداز میں روشنی ڈالی ہے —

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

عورت، اور اپنا حق طلب کرے تو زبان دراز اور بے شرم! مرد [illegible] سے بڑا ظلم ڈھا دے، پھر بھی بے گناہ اور خاندان کی ذمہ داریوں کا مالک و مختار! دُنیا کا کوئی گنہ، اُس کو اُس کے حق سے بیدخل نہیں کر سکتا!

آپ ہی اپنے ذرا جور و کرم کو دیکھیں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

اچھا! تم نے کبھی اس مسئلہ پر بھی غور کیا ہے کہ مرد اپنی [illegible] بیویوں کو چھوڑکر، طوائفوں اور بازاری عورتوں کی طرف کیوں [illegible] جاتے ہیں؟ میں جس محلہ میں رہتی ہوں، اُسی میں ایک صاحب [illegible] ہیں، جن کی بیوی میری ملنے والی ہے، اس کی شکل صورت بہت [illegible] انتہائی شریف اور شوہر سے بے انتہا محبت کرنے والی! مگر اس کے شوہر صاحب ایک طوائف پر ریجھے ہوئے ہیں۔ زیادہ راتیں [illegible] ہی بسر ہوتی ہیں۔

میں تو بہت کچھ غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہونچی ہوں کہ مردوں کو بناوٹ اور ریاکاری پسند ہے، اور طوائفیں بناوٹ اور تصنع کا فن خوب جانتی ہیں، اس لئے مرد، بہت جلد اُن کے دامِ تزویر میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ مرد کو تو ایسی مسکراہٹیں چاہئیں جن کی آڑ میں ریاکاری اور منافقت کا طوفان کروٹیں لیتا ہو، سیدھی سادی اور سچی مسکراہٹیں اُسے کہاں پسند ہیں! وہ تو چٹخارہ چاہتا ہے خواہ وہ کسی قیمت پر بھی کہیں ملے! مرد تنوع پسند، بلکہ آوارہ مزاج، آوارہ دماغ اور آوارہ نگاہ ہے۔ وہ ایک لذت سے بہت جلد سیر ہو جاتا ہے اور ایک نئی لذت کو اس کے جذبات ڈھونڈنے لگتے ہیں، یہ جو تم بہت سے مردوں کو خدا پاکیزہ اور مشتی قسم کا دیکھتے ہو، تو اس کی وجہ

[illegible] ... مطلب ... بہت
... [illegible] ... بیا حکیم ... ہے

[illegible] پارسیہ تائید بہ کار

... [illegible] معروضہ جواب تنقید کی ہے سکو ا۔
... [illegible] کا مطالبہ کیا جائے؟
... [illegible] یاد نہیں رہے، لیکن اُن کا مفہوم یہی ہے
... ہے۔

... [illegible] سی ہے جو ہر پھول کے رس سے لذت اندوز ... ہو کر جب موقع ملتا ہے تو اپنے وعدوں اور قراروں ... کے پرزے پرزے کر ڈالتا ہے۔ وہ عورت کے شباب ... ہے۔ اگر عورت کا شباب رخصت ہوا کہ مرد کی محبت کا ... [illegible]۔ تو ظاہر ہے کہ شباب کا باقی رکھنا کسی عورت کے بس کی بات نہیں، ہر عورت، اسی خیال سے، تمام عمر جوان رہنا چاہتی ہے، لیکن زمانہ کسی کی خواہش کی کب پرواہ کرتا ہے، بڑھاپا سیاہ ... [illegible] رخساروں پر جھریاں پیدا کر کے چھوڑتا ہے، میں ... [illegible] سوچ سوچ کر، خدا سے دعا کرتی ہوں کہ عورتیں کبھی ... نہ ہوں، وہ ہمیشہ جوان رہیں، مگر میں جانتی ہوں کہ میری کمزور ... دعائیں قانونِ قدرت کو ... نہیں بدل سکتی ہیں۔ خدا کا کارخانہ ... قدرت سے آدمیوں کی مختلف اور متضاد خواہشوں کا پابند ہو جائے تو ... دنیا بازی گر کا پٹارہ بن کر رہ جائے۔ ہم بعض وقت چھوٹی ... سے متاثر ہو کر، قدرت کے بے اصول بننے کی تمنا کرنے ... اسی لئے تو انسان کو "ظلوم و جہول" کہا گیا ہے۔

پیدا ہو جاتی ہے ... [illegible] ... کا اظہار ... اور نہ تم صرف الفاظ اور ... [illegible] ... ایسی بحثیں چھیڑنے سے فائدہ! اگر تم اس کے جواب میں ... کہ میں نے خط کو طویل بنانے کے لئے اس قسم کی بحث چھیڑ دی تھی۔ بہر حال تمہاری محبت کا شکریہ! کہ تم مجھ سے زیادہ سے زیادہ ... مخاطب رہنے میں مسرت محسوس کرتے ہو۔ خیر سے لو اب کچھ ...

کل ہمارے یہاں دعوت تھی، تم بہت یاد آئے، بے اختیار یاد آئے اور بار بار یاد آئے! تم کو میٹھے میں کھیر بہت پسند ہے، ہمارے یہاں خوب مزیدار کھیر پکی تھی، مٹی کے کورے سکوروں میں جمی ہوئی تھی پر چاندی کے ورق کتنے بھلے معلوم ہوتے تھے، بالکل تمہاری گولائی کی طرح روشن اور شگفتہ! تمہارے تصور میں کھیر کی طشتری ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گئی، سب عورتیں ہنسنے لگیں، کیا تمہارے تصور نے مجھے محفلوں میں تماشا بنانے کا فیصلہ کر لیا ہے! خیر!

تو نے جو چاہا کیا اب یہ بتا ہم کیا کریں

کل ایک رسالہ میں تمہاری غزل، نظر سے گذری، میں نے انتہائی دلچسپی کے ساتھ غزل کو بار بار پڑھا، تمہاری غزل کا مقطع تھا۔

دیکھ کے میری آنکھوں میں ابھرا آنسو کی بوندیں
غربت گھبرا کر بولی آپ دلی کب جائیں گے،

تو کیا تم سچ مچ اشکبار بھی ہو جاتے ہو، مجھے تو "غربت" کی قسمت پر رشک آتا ہے۔ کچھ اور لکھنا چاہتی تھی کہ ماما نے ابھی آواز دی کہ۔

"بیگم صاحبہ! حمام تیار ہے"۔

نہانے جا رہی ہوں، اب پھر ملیں گے!

پوجا کا مطلب!

تمام مندر میں گھومنا اور ستیا جی کی مورتی ان دونوں کو بہت پسند تھی۔

ان دونوں کے پوجا کا مطلب سمجھ میں نہیں آتا تھا تو وہ دونوں خود بھی ایک دوسرے کو یہ نہیں بتاتے تھے کہ وہ پوجا میں مورتی سے کیا کہتے ہیں ——— حالانکہ اکثر وہ پہلے سے ایک ہی بات سوچ کر آتے تھے

ہری اور شیلا مندر میں پہنچ کر اپنے اپنے بھگوان کی مورتی کے پاس جانے ہی والے تھے کہ ہری نے کہا

"آج ستیا جی پر میں پھول چڑھاؤں گا!"

"اچھی بات ہے!" شیلا نے آج پوجا کا ارادہ ملتوی کر دیا اور ستیا جی کی مورتی کے پیچھے چھپ گئی۔

ہری اپنی دیوی سے کہہ رہا تھا۔

"میرے سینے میں تیرا پردہ اس طرح چھپا ہوا ہے جیسے گلاب کی پتیوں میں عطر اور سندر رنگ

میرے دل میں تیری تصویر اس طرح آویزاں ہے جیسے اشوک کے درخت میں فاختہ کا گھونسلا

یا چاندنی ایسے سینے میں پھولوں کا گجرا لیے ہوئے براجمان!

میری دیوی! طلوع صبح تک یوں ہی آرام سے سوتی رہو۔ ہاں! اس وقت تک جب تک کہ سورج کی کرنیں باقی دنیا کی زمینوں پر اپنے خیمے نہ گاڑ دیں!"

شیلا ہزار کوششوں سے اس پوجا کا مطلب سمجھ سکی

"آج میں کرشن جی پر پھول چڑھاؤں گی!" شیلا نے کہا۔

"اچھی بات ہے!" ہری آج پوجا کے خیال سے باز رہا اور کرشن جی کی مورتی کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔

شیلا دیوتا سے کہہ رہی تھی

"میرے دیوتا! تیری آنکھیں ان بادلوں کی طرح خوش ہونے لگتی ہے جیسے بین کے آگے سانپ مست ہو کر جنبش کرتا ہے۔

جہاں ایک عاشق کی طرح رات کی نازک ہوا چمپا اور جوہی کی ڈالیوں پر اٹھلاتی ہے۔

جہاں حسین ڈالیوں پر خوبصورت طوطے بیٹھے رہتے ہیں . . . . . وہاں اے میرے دیوتا! میرا دل تیرے لئے دھڑکتا ہے!"——

ہری شیلا کی پوجا کا مطلب سمجھنے کے لئے بہت پریشان تھا۔

* * * * * * *

بہت دنوں کے بعد۔ بالکل اجنبی کی طرح۔ الگ الگ دو آدمی جھولا دیکھنے جا رہے تھے۔

راجہ جی کا محل بہت سجا تھا ——— مذہبی تہواروں اور پوجا پاٹ کے لئے بھی محل کی ضرورت ہوتی ہے نا!

برآمدے میں بہت سے دیوتاؤں اور دیویوں کی تصویریں ٹنگی تھیں

رات کے تین بج چکے تھے۔ محل کا جلسہ ختم ہو گیا تھا۔ بہت تھوڑے سے لوگ تھے جو محل سے نکل کر اپنے اپنے گھر جا رہے تھے۔

دو آدمی آتے آتے برآمدے میں رک کر تصویریں دیکھنے لگے ——— ایک مرد اور ایک عورت۔

زمیندار کی بیوی اور طوائفوں کا پرستار، شرابی بدمعاش ——— شیلا اور ہری

"اے دیوتا! تم بڑے بے رحم ہو۔ مجھے تم نے زمین دی۔ گاؤں دیئے۔ کوٹھیاں دیں۔ نوکر چاکر دیئے۔ مجھے امیر شوہر دیا مگر اس کے دل میں میرے لئے پریم نہیں ہے ——— دیوتا! دیا کرو، میرا جیون سکھی نہیں ہے!"

شیلا کرشن جی کی تصویر سے باتیں کر رہی تھی ——— ہری کچھ دور رادھا جی کی تصویر کے سامنے کھڑا ہوا تھا ——— ایک گوالن کے روپ میں "پریم دیوتا" کی حسین ترین تخلیق!

"..... مگر بسنتی سے جو کل پر سوں چوک میں آئی ہے، یہ تصویر اچھی نہیں ہے۔ کہاں گال۔ سینے۔ آنکھیں!! نہیں، ہرگز نہیں کہاں بسنتی"۔ کہاں یہ فرضی تصویر..... ہری اپنے جی میں کہہ رہا تھا مگر اسی قسم کے جملے اس کی زبان سے بھی نکل رہے تھے۔

شیلا تانگے پر اپنی کوٹھی کی طرف جا رہی تھی سڑک کے ایک چبوترے پر ہری کی نیند کی طرح خراٹے مار رہا تھا۔ رات ختم ہو رہی تھی۔

کیا یہ زمانۂ طالب علمی کے شیلا اور ہری تھے؟

ہری ایک بدمعاش کی زندگی کیوں گذار رہا ہے؟

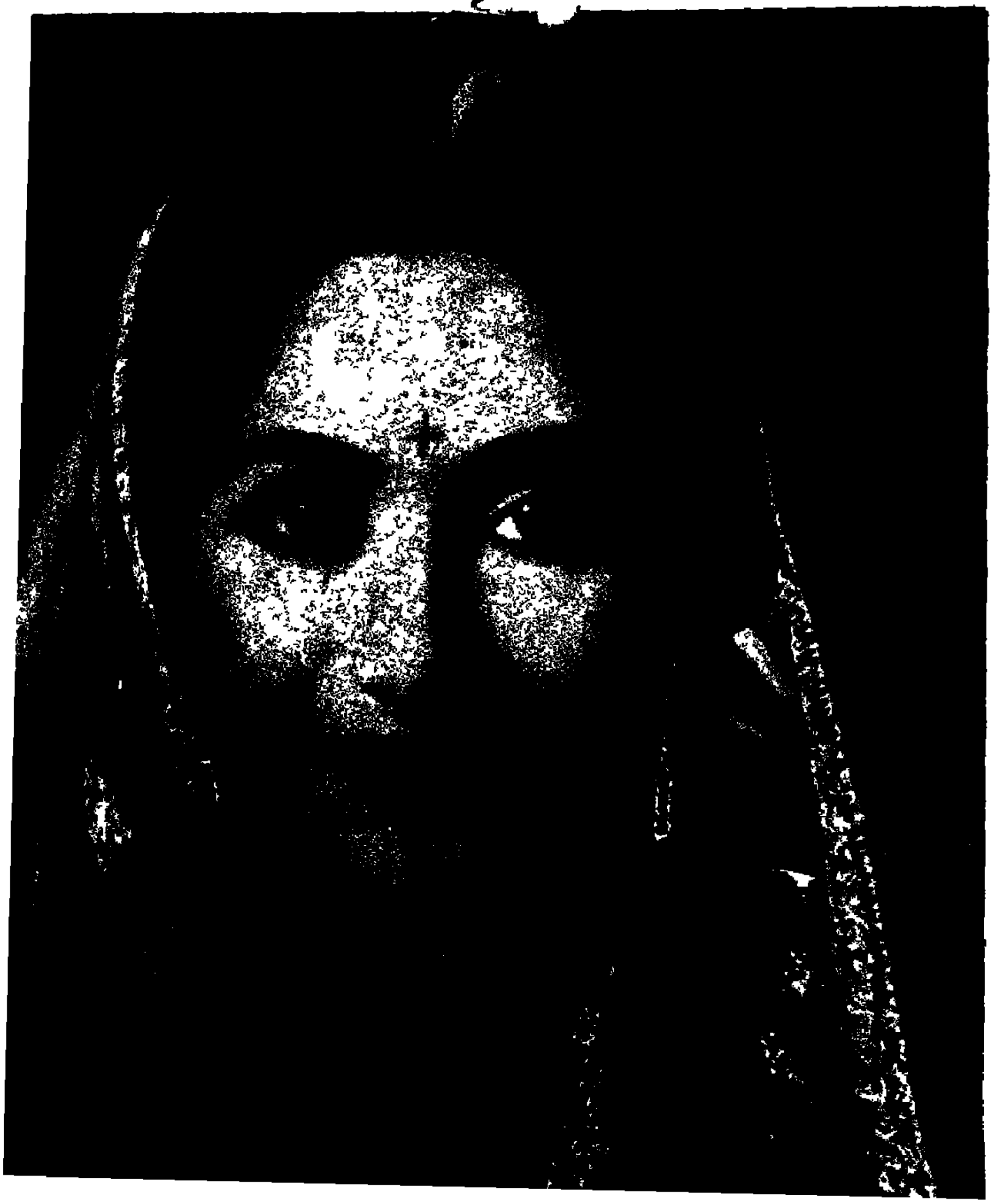
جب شیلا اور ہری میں پریم تھا تو شیلا نے ایک زمیندار سے کیوں شادی کر لی؟

اب وہ بالکل اجنبی اور ایک دوسرے کی زندگی سے بے پرواہ کیوں ہیں؟

بہت دن پہلے جب وہ مندر جایا کرتے تھے تو الگ الگ کس قسم کی پوجا کیا کرتے تھے؟ ان کی پوجا کا کیا مطلب تھا؟"

Mast Qalandar

مست قلندر





جانِ آرزو

نظم اندر دیکھئے

ماہانہ مست قلندر لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۱۸۸

ہندو ہے ایک آنکھ مسلمان دوسری

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۵۸۵

جلد ۲۴

خوش باش دمے کہ زندگانی این ست

نمبر (۲)

مست قلندر (لاہور)

نومبر سنہ ۱۹۴ء

اردو میں اپنی قسم کا واحد باتصویر کثیر الاشاعت ماہوار رسالہ

اُن زندہ دل انسانوں کے لیے جنہوں نے زندگی کا منتہائے مقصود تلاش کیا ہے ہمیشہ خوش رہنے اور دوسروں کو خوش کرنے میں جو خدا کی حقیر ترین مخلوق کو بھی محبت کی نظر سے دیکھتے ہیں جو اپنے قول یا فعل سے کسی کی دلآزاری نہیں کرتے جن کا مذہب ہے خدا کے ہر ایک بندے سے بلا امتیاز رنگ و قومیت محبت کرنا۔

قیمت فی پرچہ چار آنے (۴ر)

ایڈیٹر ڈاکٹر پرتھی سنگھ

سالانہ چندہ تین روپیے

(... باہتمام ڈاکٹر پرتھی سنگھ پرنٹر و پبلشر چھپ کر دفتر رسالہ مست قلندر ... لاہور سے شائع ہوا)

فہرست مضامین مست قلندر نومبر ۱۹۴۲ء

نگاہِ اوّلیں!

مردنمبر بے حد مقبول ہوا۔ اور ہماری توقعات سے بڑھ کر کامیاب رہا راولپنڈی۔ رنگون۔ کلکتہ۔ بمبئی۔ کراچی۔ کوئٹہ اور حیدر آباد (دکن) کے ایجنٹوں نے مکرر آرڈر بھیج کر مزید کاپیاں طلب کیں۔ حیدر آباد کے ایجنٹ نے لکھا کہ یہاں "مردنمبر" کی مانگ کا کچھ ٹھکانہ نہیں۔ اس لئے آپ جتنی کاپیاں بھیج سکتے ہیں فوراً بھجوائیے"۔ یہی حال دوسرے شہروں اور ریلوے بک اسٹالوں پر رہا۔

مردنمبر کے انعامات۔ افسانوں میں حسب ذیل افسانے چوٹی کے سمجھے گئے اور پانچ روپیہ فی کس انعام دیا گیا (۱) **ظالم مرد** جنابہ بیگم حامدہ حسینی صاحبہ (۲) **میری بیداری**۔ جنابہ بیگم فروغ صاحبہ تسنیم لکھنوی (۳) **نقاب اُٹھنے کے بعد** جناب مسعود جاوید صاحب۔ نظموں میں سب سے زیادہ کامیاب پنڈت اندر جیت صاحب شرما کی نظم "مرد" رہی جس کے ۱۰ روپیہ کا انعام پنڈت صاحب موصوف کو دیا گیا۔ علاوہ ازیں ۵-۵ روپیہ کے پانچ انعامات حسب ذیل اصحاب نے حاصل کئے۔ **مرد کا ایثار** پنڈت شیو نراین **قرب و دوری** جناب ظفر زبیری۔ **مرد غلام ہے یا عورت** جناب قمرالدین صاحب رام نگری۔ **انسانیت کا تقاضہ** جناب قیسی رامپوری اور **مردوں کے متعلق ایک عورت کا تجربہ** جناب ماہر القادری صاحب۔ لکی نمبر حسب ذیل ہیں۔ اگر آپکے پرچہ پر ان میں سے کوئی لکی نمبر چھپا ہوا ہے تو لکی نمبر والے مردنمبر کے صفحہ کو لفافے میں بند کر کے دفتر میں بھجوا دیجئے۔ اور اپنا مفصل پتہ بھی لکھئے۔ انعام گھر بیٹھے آپکے پاس پہونچ جائیگا ۱۳۹۳۹-۱۳۷۶۲-۱۴۴۴۰-۱۲۷۰۱-۱۴۹۹۹-۱۱۱۱۱-۱۴۸۸۵-۱۴۷۵۱-۱۴۶۶۳-۱۰۲۲۱+ ایڈیٹر۔

ناظرین کرام سے۔ اگر آپکو مست قلندر سے محبت ہے تو معمولی فروگذاشتوں کو نظر انداز کر کے نہ صرف خود اس کی سرپرستی جاری رکھئے بلکہ اپنے حلقۂ احباب میں اس کی توسیع اشاعت کے لئے کوشش کیجئے۔ یہ مسلّمہ بات ہے کہ مست قلندر کا ہر ایک شمارہ خاص خاص چیزوں کا حامل ہوتا ہے اور اس کا بیشتر مختلف مقامات کے دوسرے رسائل سے بھی زیادہ ٹھوس مفید اور دلچسپ۔ اس پر طرہ یہ کہ مستقل خریداروں کو سال بھر میں سالنامہ اور چار خاص الخاص نمبر مفت دیئے جاتے ہیں جن کی علیحدہ قیمت نہیں لی جاتی پھر آج کل مہنگی کے زمانہ میں آپکے ادبی ذوق کی سیری کیلئے دنیا جہان کی دلچسپیوں اور ادبی جواہر پاروں سے لبریز اتنا سستا رسالہ اور کہاں سے آپ حاصل کر سکتے ہیں؟ اگر نہیں — تو سوچ کیا رہے ہیں

پریس اور پبلک کی جانب سے
مردنمبر کا خیر مقدم

ہندوستان کا مشہور ترین ہر دلعزیز ماہنامہ "مست قلندر" اپنے نت نئے نمبروں کے لئے جو امتیازی شان رکھتا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ لہٰذا مست قلندر کا مرد نمبر بھی ایک ایسا حسین و جمیل مرقع ہے جو اپنی صوری و معنوی لفریبیوں کے باعث لاجواب چیز ہے۔ جس کا مطالعہ نہ صرف مردوں کیلئے ہی بلکہ خواتین کے لئے بھی از حد ضروری ہے۔ جنگ کے اس گرانقدر زمانہ میں جبکہ پریس کی دشواریاں بہت حد تک بڑھ چکی ہیں ایسی نادر چیز کا پیش کرنا اور وہ بھی معمولی رقم صرف آٹھ آنے میں ہمارے علم دوست ڈاکٹر پریم کلی سنگھ صاحب کا ہی حوصلہ ہے۔ ہم اس علم و ادب کے حسین گلدستہ کے لئے ڈاکٹر صاحب کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے اہل ذوق حضرات سے اپیل کرتے ہیں کہ جس قدر جلد ہو سکے مرد نمبر کو ضرور خرید کر پڑھیں۔ ظفر دیگلی بمبئی (۲) ڈاکٹر صاحب تسلیم۔ مست قلندر کا مرد نمبر ملا۔ کاغذ کی گرانی کے باوجود ایسا شاندار نمبر شائع کرنا آپ ہی کا کام ہے۔ یہ نمبر ظاہری و معنوی حیثیت سے بہت ہی ممتاز ہے۔ اور دنیائے صحافت کا شاہکار ہے جس کے لئے آپ کو مبارکباد نہ دینا یقیناً ایک ادبی فروگذاشت ہوگی۔ یوں تو ہر ایک مضمون اپنی جگہ پر نتیجہ خیز اور جدت طرازی کا حامل ہے۔ مگر حضرت قیسی رامپوری کا افسانہ "انسانیت کا تقاضہ" پرواز الہ آبادی کی نظم "ریل پر جاتے ہوئے" جناب قمرالدین رام نگری کا افسانہ "سہاگ کی پہلی رات" کنور برہمی کی نظم "مرد سے" جدید اُردو ادب میں گرانقدر اضافہ ہیں۔ "مرد کا ایثار" و شنو کے اس افسانہ کی تعریف کیلئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ بہرحال آپ کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ خدا کرے مست قلندر اسی طرح اُردو کی گرانقدر خدمات انجام دیتا رہے۔ سلمان الارشد فاروقی بھوپال (۳) مرد نمبر کا میں نے مطالعہ کیا۔ یوں تو ماہنامے اور ہفتہ وار بیسوں پرچے میری نظر سے گزرتے ہیں۔ پر مرد نمبر کا مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ اس سے بہتر نمبر آج تک میری نگاہ سے نہیں گذرا منشی عباس علی سیالدہ کلکتہ (۴) مست قلندر مرد نمبر زیر نظر ہے واقعی یہ جریدہ دُنیائے ادب کا ایک بے بہا تحفہ ہے۔ اس کی جاذب نظر تصویریں دلکش اور روح پرور افسانے اور وجد آفریں نظمیں ایک مرتبہ مطالعہ کرنے کے بعد بھی سیری نہیں ہوتی۔ بیگم حشمت علی عالم باغ لکھنؤ۔

اپنی اوّلین فرصت میں صرف تین روپیہ سالانہ چندہ بھیجکر مست قلندر کے مستقل خریدار بن جائیے۔ آپ سراسر نفع میں رہیں گے (مینیجر)

مست قلندر! لاہور

جلد (۲۴) ماہ نومبر ۱۹۴۷ء نمبر (۲)

جام!

از جناب نذیر الدین احمد مینائی

لبریز شراب الفت ہے پُرکیف یہ جامِ دل کردے
او مست نگاہوں کے مالک دُنیا سے مجھے غافل کردے

پھر حسن کرشمہ ساز بنے پھر درد مجھے بسمل کردے
پھر نیچی نیچی نظروں سے برباد سکونِ دل کردے

اے رس میں بھری آنکھوں والے اے لمبی سیہ زلفوں والے
جینا تو مجھے تھا ہی مشکل مرنا بھی مجھے مشکل کردے

ہر درد کو میرا درد بنا، ہر آہ کو میری آہ بنا
ہر پھول کو دل کا داغ بنا، ہر غنچہ کو میرا دل کردے

میں روتا ہوں تم ہنستے ہو پھر قدر محبت کی ہوگی،
اللہ کرے یہ عشق یونہی تم کو بھی کہیں مائل کردے

طے ہوگی کبھی راہِ الفت مینائی بہت ہی مشکل ہے
ہاں تھک کے جہاں پر تھم جائیں اے عشق وہیں منزل کردے

سیاح

ہر صبح سفر، ہر شام سفر، اس زندگی کا انجام سفر

از جناب آلِ حسن صاحب

وہ ایک نوعمر سیاح تھا، خوبصورت اور بیحد دلچسپ۔ سادگی، اخلاق کی ہمہ گیری اور ایسی ہی بہت سی خصوصیات کے ساتھ غیر معمولی دلکشی کا مالک تھا۔ ——————

وہ آزاد تھا۔ اُس کی زندگی سراپا انبساط تھی۔ اُس کا دل حوادث سے بیگانہ اور غم انگیز تاثرات سے بے خبر تھا۔ اُس میں رنج والم نہیں بلکہ مسرتیں آباد تھیں، کلفتیں نہیں بلکہ خوشیاں سانس لیتی تھیں۔ اُس کی آنکھیں زندگی کے کریہہ اور بھیانک مناظر سے ناآشنا تھیں۔ اُس نے دنیاوی پابندیوں سے تاحدِ امکان آزاد ہو کر زندگی کو خوشگوار اور قابلِ رشک بنا لیا تھا۔ ——————

اُسے ابھی سیاحت شروع کئے ہوئے زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا۔ اتفاقاً کاشی جاتے ہوئے ہماری ملاقات ہوئی۔ ایک عجیب طرح کی ملاقات۔ بے تکلف ہوتے تو کچھ دیر نہ لگی۔ کوئی دیکھتا تو سمجھتا بڑی پرانی دوستی ہے۔ باتیں کرنے سے جی ہی نہ بھرتا تھا جب تک کاشی نہ آ گیا ہم دونوں معلوم نہیں کیا کیا بکتے اور ہنستے رہے۔ —— ——

کاشی میں میرا ذاتی ایک چھوٹا سا بنگلہ ہے اس لئے کہ یہ مقام ہماری تجارت کا مرکز ہے اور آئے دن آمد و رفت رہتی ہے یہاں مجھے کچھ ذاتی امور کے سلسلے میں ٹھہرنا تھا اور ہریش کو بھی اپنی سیاحت کے سلسلے میں کچھ دن رہنا تھا۔ میں نے اُسے اپنے ساتھ ٹھہرنے پر مجبور کیا۔ اُس نے مان لیا۔

ہمیں کاشی آئے ہوئے قریب قریب ایک ہفتہ ہو چکا تھا۔ اس عرصے میں ہم نے اپنے تعلقات بہت کچھ وسیع کر لئے۔ ایک دوسرے سے کچھ ایسی غیر معمولی دلچسپی پیدا ہو گئی کہ ہر وقت ساتھ رہتے۔ الگ ہونے کو دل نہ چاہتا تھا۔ ——————

ایک دن ہم دونوں برآمدے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ شام کا وقت تھا، بلندیوں پر دُھوپ تھی اور ہلکی ہلکی بوند پڑ رہی تھی۔ میرا دوست کچھ گا رہا تھا، میں سُن رہا تھا لیکن کہیں کہیں سے خیالات منتشر تھے۔ کچھ دیر بعد اِدھر اُدھر کی باتیں ہونے لگیں۔ باتوں باتوں میں میں نے اس سے کہا۔

ہمیں ساتھ رہتے کچھ ایسے زیادہ دن نہیں گزرے پھر بھی مجھے معلوم ہوتا ہے جیسے تم میرے ہی گھر کے ایک فرد ہو۔ نہیں معلوم مجھے تم سے اتنا اُنس کیوں ہو گیا —— ہم دونوں ساتھ رہ سکتے تو کیا اچھا ہوتا۔ کیا تم سیاحت ترک نہیں کر سکتے؟ ——————

"سیاحت ترک کر دوں؟" اُس نے کسی قدر متعجب اور سنجیدہ ہو کر کہا۔ "دوست! میں دنیا میں ایک جگہ رہ کر شاید ہی خوش رہ سکوں ....

.... اور پھر رہوں کہاں۔ کس کے ساتھ؟ تم تو جانتے ہو۔"

"میرے ساتھ۔ ہم دونوں ساتھ رہیں گے"

"یہ تمہاری محبت ہے لیکن . اسے کیا کرو گے کہ اس سیاحت کی زندگی نے مجھے بے مروت سا بنا دیا ہے۔ جہاں پہونچتا ہوں نئے دوست ملتے اور دوستی ہے کہ ناتمام رہ جاتی ہے۔ ذرا دیر میں اُن سے کوسوں دور اور ایسی صورت میں کہ پھر کبھی ملاقات کے امکانات بہت کم ہو جاتے ہیں —— میری زندگی کم سے کم دیکھنے میں تو آزاد ہے۔ ملاقات، سفر اور حرکت کی زندگی!" یہ کہہ کر وہ جیسے کہیں اور پہونچ گیا۔

"لیکن کیسے بسر ہوگی یہ زندگی؟" ——————

"جیسے چاہے گی ہو جائے گی۔ اب ختم کرو" جیسے وہ اس بات کو زیادہ پسند نہیں کرتا تھا۔ ——————

ہم نے کپڑے پہنے اور گھر سے باہر نکلے، ایک طرف چل دیئے۔ آسمان صاف تھا، سڑکوں پر روشنی تھی۔ کہ ہریش دفعتہً رک گیا۔

"یہ کیا؟" میں نے پوچھا۔ ——————

"بھئی معاف کرنا —— کتنی عجیب لڑکی ہے۔ میں اسے کئی دن سے دیکھ رہا ہوں، اسی طرح گھورتی ہے۔ اس سے کچھ پوچھوں کیوں نہ"

"ارے نہیں! ایک اجنبی اور پھر وہ بھی عورت اور جوان، کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا —— ٹالو" —— ——

"وہ اجنبی تو نہیں ہے۔" ہریش نے کہا۔ ——————

"وہ کچھ بھی سہی عورت تو ہے نا، پھر بڑوں کا معاملہ ہے۔" یہ کہہ کر

میں نے اُسے اپنے ساتھ آگے کھینچ لیا۔

~~~~~~~~

ایک روز حسب معمول ہریش علی الصباح اُٹھا اور بغرض تفریح پائیں باغ میں چلا گیا۔ رات کو بارش ہو جانے کی وجہ سے صبح کو باغ کا منظر بڑا دلکش تھا۔ ہریش اِدھر اُدھر بہک رہا تھا اور گنگنا رہا تھا۔ ذرا دیر بعد اُسے محسوس ہوا کہ ایک مدھم سی آواز اُس کے ہلکے سروں کو سہارا دے رہی ہے۔ وہ قصداً خاموش ہو گیا اور سُننے لگا۔ گانے کی آواز لگاتار اُس کے کانوں میں آ رہی تھی لیکن معلوم ہوتا تھا کہ گانے والا کچھ ڈوبی ہوئی ہے آواز بڑی دلکش تھی۔ ہریش خود کو اُس طرف لے چلا۔ گنجان درختوں سے ہوتا ہوا پھولوں کی کیاریوں کی طرف نکلا، اِدھر اُدھر دیکھ کر بڑھنے لگا، اچانک پیر کیاری میں پھسل گیا اور ٹخنوں تک مٹی میں گھُس گیا۔ اُس کے کانوں میں بجائے گانے کے ہنسنے کی ایک ہلکی سی آواز آئی جو بالکل بے اختیارانہ معلوم ہوتی تھی، اُس نے گردن اُٹھائی تو دیکھا وہی غور سے دیکھنے والی لڑکی ہے جسے اُس نے اپنے بنگلے سے کچھ فاصلے پر آتے جاتے اکثر دیکھا تھا اور کبھی کبھی اُس کی اُداس سی صورت انتہائی سادگی اور معصومیت کے ساتھ اُس کے خیال میں بھی آتی رہتی ہے اور اُس نے سوچا ہے کہ اگر وہ لڑکی ملتی تو اُس سے کچھ باتیں کرتا۔ آج اتفاق سے وہ پھول چُننے آ نکلی تھی۔ ہریش اُس کی طرف بڑھا۔ اُسے دیکھ کر وہ گھبرا سی گئی۔ اور ساری سر سے اوڑھتی ہوئی پیچھے ہٹ گئی ہنسنے کو تو وہ ہنس پڑی تھی لیکن اب کچھ سہمی ہوئی سی تھی۔ ہریش بالکل اُس کے پاس کھڑا تھا۔ دونوں خاموش تھے۔ ہریش نے سکوت توڑنا چاہا لیکن وہ پہلے ہی بول اُٹھی۔ ——

"میں پھول چُن لوں؟ پوجا کے لئے ضرورت ہے" ——

"ہاں ہاں تم سارے پھول چُن لو" دونوں خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد کسی قدر جھجکتے ہوئے ہریش بولا ——

"تمہارا نام کیا ہے؟" ——

"لیلاوتی" ——

"لیلاوتی"! اُس نے دُہرایا۔ مگر اب وہ جانے کو تیار تھی۔ ہریش نے اُس طرح جلدی میں اُس سے پھر آنے کو کہا کہ شاید اُن دونوں کے سوا دُنیا میں کوئی اور نہ سمجھتا۔

~~~~~~~~

لیلا خوبصورت، نیک اور غیور تھی۔ وہ آج کل کی شوخ اور چنچل لڑکیوں جیسی نہ تھی، اُس میں سادگی تھی اُس کے اطوار و کردار اچھے اور اُس کی نظر بلند، وہ معصومیت اور بھولے پن کی تصویر تھی، پڑھی لکھی بھی تھی۔ اُس کی ان خوبیوں نے ہریش کو بہت کچھ اپنی طرف کھینچ لیا تھا۔ لیلا سے اِس خلافِ اُمید مُلاقات کے بعد ہریش کی مسرتوں میں ایک گونہ اضافہ ہو گیا تھا۔ باغ میں بار بار ٹہلنا بھی اُس کی سیاحت کے پروگرام میں داخل ہو گیا تھا لیکن پھر کئی دن کے بعد ملاقات ہوئی اور کبھی کبھی ہوتی رہی۔

دن یونہی گزرتے گئے۔ ہریش کا دل لیلا کی محبت سے معمور ہوتا گیا۔ اُسے اب اپنی سیر و سیاحت کا بھی اتنا خیال نہ رہا۔ کاشی میں رہتے ہوئے اُسے دو مہینے سے زیادہ عرصہ ہو چکا تھا۔ میں اُس کی موجودہ نقل و حرکت اور اُس کے اِس طویل اور خلاف معمول قیام کی علت سے بے خبر نہ تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ ہریش مندروں کے دیکھنے کے بعد اب پرستش میں مصروف ہے لیکن انسانوں کے بنائے ہوئے تمام مندروں سے دور ——

مجھے اُس سے دلی تعلق تھا اِس لئے میں خوش تھا کہ وہ کسی بہانے ہی میرے ساتھ تو ہے —— میں نے اُسے کبھی کبھی سمجھایا بھی۔

لیلا اُس سے بہت کچھ مانوس ہو چکی تھی اور وہ اُس کی بے لوث محبت کے لئے دل کی گہرائیوں کو وسعت دے رہا تھا۔ بیشتر دونوں ایک دوسرے سے ملتے لیکن ملاقات کی قلیل گھڑیاں زیادہ تر خاموشی میں گزر جاتیں۔ لیلا کی ابتدائی اُداسیاں اُسے اکثر یاد آ جاتیں لیکن اسباب سمجھ میں نہ آتے اور کبھی کبھی پریشان رہتا۔ اُسے دیکھتا تو وہ بشاش نظر آتی اور روز بروز پہلے سے زیادہ اُس کی مسرت کا احساس اُسکی مسرت ہوتی اور اُس کی ہلکی سی اُداسی جسے وہ بمشکل تمام سمجھ سکا تھا اور اب جسے عارضی تصور کرنے لگا تھا اُس کے آئے دن کے معمولی تفکرات پر محمول کرتا اور جب کبھی اُسے اپنی دُنیا میں دیکھتا رنج و الم سے کوسوں دُور پاتا۔

ہریش لیلا سے ایک طویل گفتگو کرنے کا متمنی تھا لیکن اب تک کچھ نہ کہہ سکا تھا۔ اُس کی پریشانیاں اِس طرف بڑھ چلی تھیں۔ وہ چاہتا تھا کہ لیلا سے محبت کی بھیک مانگ لے۔ اُس سے کہہ دے کہ اُسکی سادہ اور پُرمسرت زندگی محبت کی رنگین کشمکشوں میں مبتلا ہو چکی ہے اور وہ ایک اشارے میں ہمیشہ کے لئے ایک خوشگوار ایک انتہائی خوشگوار سکون حاصل کر سکتی ہے یا مستقل اضطراب۔ اُس کی آزادی محکوم ہو چکی ہے، اُس کا دل بیچین ہے۔ اور یہ بھی کہہ دے کہ وہ تنہا ہے اُس کا دُنیا میں کوئی نہیں۔ اُس کے سر بفلک مکانات عرصۂ دراز سے سنسان پڑے ہیں۔ ان کی ویرانی اُسے کاٹے کھاتی تھی۔ عزلت سے تنگ آ کر اور زندگی کو کسی قدر خوشگوار بنانے کے لئے اُس نے سیاحت اختیار کر لی لیکن اُسے تمنا تھی کہ وہ ان ویران اور تاریک گھروں کو آباد کرتا، اُن میں چراغ جلاتا، اُن کے

اُبھرنے والے [illegible] کو سنبھا [illegible] اور یہی کہہ سکے کہ وہ [illegible] کی [illegible] کر سکتے ہیں لیکن ہوتا ہے کسی دور یا جس کے بغیر [illegible] کی [illegible] کر سکا [illegible] ملے بسے بچھڑے اور [illegible] کرنے کے [illegible] تھا۔ اُس نے اپنی زندگی کے وہ نقشے تیار کئے اور ان [illegible] کے سامنے مزید پیش کر دیگا - وہ ان میں ہے جس [illegible] کرے رنج و الم کی تاریکیوں میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دے یا بچالے۔

ساون کا مہینہ شروع ہو چکا تھا۔ روح پرور دن تھے، فطرت شباب پر تھی، مستیوں کا مینہ برستا تھا جھومتے ہوئے درخت، لہلہاتے ہوئے سبزہ زار، اُمنڈتے ہوئے بادل، بہتے ہوئے دن اور برستی ہوئی راتیں دعوتِ گناہ دیتی تھیں - شام ہو رہی تھی - ہلکے ہلکے منتشر بادلوں سے دُنیا کچھ قبل از وقت دُھندلی ہو چلی تھی۔ ہرلیش اپنے انہیں خیالات میں غرق، ایک درخت سے لگا ہوا بیٹھا لیلا کی راہ دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد لیلا آئی وہ اُسے معمول سے زیادہ خوش نظر آئی۔ اُس کے ضمیر نے اُسے اپنے ارادوں سے باز رہنے کی ترغیب دی۔ ہرلیش سے نہ ہو سکا کہ وہ اپنی بے ہنگام گفتگو سے لیلا کے ہونٹوں کی مسکراہٹ چھین لے اور یک بیک ایک ایسا غیر معمولی راز طشت از بام کر دے جس کے متعلق اُس نے لیلا کو کبھی وہم بھی نہ ہونے دیا۔ چنانچہ ان باتوں کو کسی اور دن کے لئے چھوڑتے ہوئے کسی فوری خیال کے ماتحت بولا -

"لیلا! تم سے ایک بات پوچھوں؟" ————

"پوچھو" ————

"بتاؤ گی؟" ————

"ہاں" ————

"شروع شروع میں جب میں تمہارے مکان کی طرف سے گزرتا تھا تو تم مجھے بار بار [illegible] کیوں دیکھا کرتی تھیں؟" ————

"یہ میں نہیں بتا سکتی"، لیلا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ————

"لیکن میں اسے جاننا چاہتا ہوں تو؟" ————

"اسے پوچھ کر کیا کرو گے - جانے دو" لیلا نے عاجزی سے کہا۔

"بتاؤ لیلا!" ہرلیش نے انتہائی عاجزی سے کہا۔

"میں بتاؤں تو لیکن ———— لیکن تم ہنسو گے"

"نہیں [illegible] نہ کرونگا - یقین کرو" لیلا شرم سے گڑی جا رہی تھی اور [illegible] ایسے سوالات نہ کرتا تو اچھا تھا۔ وہ چپ کچھ کہنے کی ہمت کرتی حیا مانع ہوتی - اُدھر ہرلیش کا اصرار [illegible] تھا۔

"بولو لیلا!"

"میرے پتی بالکل آپ جیسے ہیں" بدقت تمام کہہ سکی۔

"اُف! کتنی غیر معمولی غلط فہمی، بھلی بھولی دُنیا اور بھولی لڑکی" ہرلیش نے سوچا - اُسے ایسا معلوم ہوا جیسے اُس پر بجلی گر پڑی ہو [illegible] عجیب حالت ہونے لگی لیکن اُس نے خود کو سنبھالا اور اُس وقت کے اُبھرتے ہوئے تاثرات اور احساسات کو ضبط کرتے ہوئے اُس نے کوئی ایسا رنگ اپنے چہرے پر نہ آنے دیا جس سے لیلا کو کسی قسم کا شک ہو۔

"وہ کہاں ہیں لیلا؟" ہرلیش نے ذرا دیر چپ رہ کر پوچھا۔

"پردیس" لیلا نے گردن نیچی کئے ہوئے کہا اور اُداسیوں میں کھو گئی۔ ہرلیش نے کچھ عجیب معنی خیز نظروں سے لیلا کو اور پھر بھری بھری پھولی پھلی کائنات اور اس کے تو یہ شکن مناظر کو بیک وقت دیکھا - ایک طرف لیلا اور اُس کی اُداسی، دوسری طرف فطرت کی رعنائیاں یکایک اُس کی آنکھوں میں رقصاں ہو گئیں۔ اُس کی تخیل آسمان سے باتیں کرنے لگی۔ کوئی پھندا جو وہ اپنے گلے میں کئی دن سے محسوس کر رہا تھا ڈھیلا ہونے لگا۔ اُس نے گھبرا کر ایک لمبی سی سانس لی، بالکل اس طرح جیسے اُس کا دم پھول رہا ہو۔ کیفیات اور تاثرات کے ان مراحل کو اُس نے بمشکل تمام جلد جلد طے کیا اور کسی قدر [illegible] ہو کر بولا -

"وہ یہاں کبھی آتے ہیں؟"

"کبھی نہیں - وہ مجھ سے پریم نہیں کرتے" لیلا نے بھرائی ہوئی آواز میں بڑی مایوسی سے کہا اور نظریں نیچی کر لیں۔

"پردیس ———— وہ مجھ سے پریم نہیں کرتے" ہرلیش نے ہونٹوں میں ان الفاظ کو دہرایا۔ پھر اُسے لیلا کی طرف دیکھا وہ انتہائی مایوسی کے عالم میں زمین کی طرف گھور رہی تھی۔

"کیسی خوبصورت، کتنی معصوم لیلا اور کتنی مایوس اور پُر حسرت زندگی" اُس کے دل نے کہا۔

"دل کیوں چھوٹا کرتی ہو لیلا - وہ تم سے پریم کرینگے۔ جو لوگ پردیس میں رہتے ہیں وہ ایسے ہو جاتے ہیں۔ ———— وہ تم سے ضرور پریم کرینگے" ہرلیش نے کچھ عجیب لہجے میں یہ جملے ادا کئے۔ اُس کے دل میں ایک طوفان اُٹھ رہا تھا۔ دُنیائے تخیل میں ایک ہلچل تھی۔ لیلا کی دُکھ بھری زندگی کو خوشگوار بنانے کے لئے اُسے کسی غیر معمولی طاقت کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی کوئی ایسی طاقت جو لیلا کو عمر بھر کے لئے مسرتوں سے ہمکنار کر [illegible] اُس کی اُداس [illegible] آنکھیں لیلا سے [illegible]

طویل خاموشی کے بعد اُس نے سر اٹھایا۔ وہ اس عرصے میں جانے کہاں سے کہاں جا پہنچا تھا۔ یکایک اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اُس نے لیلا کی طرف دیکھا، پھر گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ ——————

"یہ ہماری آخری ملاقات ہے" اس نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ لیلا چونک سی گئی۔ اُس کی آنکھوں میں مایوسی جھلکنے لگی۔

"میں سیاح ہوں، تم جانتی ہو۔ یہاں آئے ہوئے ایک مدت ہو گئی اور اب... اب مجھے جانا چاہیے۔ میں تمہاری کوئی خدمت نہ کر سکا۔ مجھے معاف کرنا لیکن میں سچے دل سے بھیک مانگتا ہوں، پرماتما ... جا تجھے بھی اچھے سکھ کی گھڑی کا انتظار کرو" وہ ہانپنے لگا۔

"مجھے معاف کرنا۔ میری ہر بات، میرا ہر کام نامکمل ہے، میرا سب کچھ نامکمل ہے لیلا! مجھے جانا چاہیے۔" ——————

"میں تو کچھ بھی نہ سمجھ سکی" ——————

"کچھ نہ سمجھو لیلا! کچھ نہ سمجھو!" ——————

اور پھر میں نے دیکھا کہ ہریش کلکتہ جانے کے لیے تیار ہو رہا ہے۔ میرے اصرار پر وہ ہنستا رہا، وہی پہلی سی ہنسی اور جاتے ہوئے اس نے کہا۔ "میرا سب کچھ نامکمل ہے دوست۔ میری محبت، میری دوستی، میرا سب کچھ!"

نکہت آئی!

از جناب پرواز مچھلی شہری

(۱)

وہ دیکھو میری نکہت پھول برساتی ہوئی آئی

—— وہ آئی یا کوئی جنت سی بل کھاتی ہوئی آئی

—— اُمنگوں سے جوانی کی وہ گھبراتی ہوئی آئی

—— جوانی مستیوں کے ساز پر گاتی ہوئی آئی

وہ دیکھو میری نکہت پھول برساتی ہوئی آئی ——

—— فضاؤں میں مہکتی اور مہکاتی ہوئی آئی

—— تبسم سے وہ ماہِ نو کو شرماتی ہوئی آئی

—— فضا کو کسبِ کرتی موسیقی گاتی ہوئی آئی

وہ دیکھو میری نکہت پھول برساتی ہوئی آئی ——

—— شرابِ حسن کے سو جام چھلکاتی ہوئی آئی

—— محبت کے ترانے دھن میں گاتی ہوئی آئی

—— شرابِ حسن کے لبوں سے برساتی ہوئی آئی

(۲)

—— وہ دیکھو میری نکہت پھول برساتی ہوئی آئی

وہ اپنے حسن کے عالم پہ اتراتی ہوئی آئی ——

وہ پائے ناز سے دنیا کو ٹھکراتی ہوئی آئی ——

نگاہِ ناز سے سو برق چمکاتی ہوئی آئی ——

—— وہ دیکھو میری نکہت پھول برساتی ہوئی آئی

پسینے میں نہائے اور شرماتی ہوئی آئی ——

وہ آنچل کو جھٹکتی اور بل کھاتی ہوئی آئی ——

نگاہوں کو بچا کر زلف بکھراتی ہوئی آئی ——

—— وہ دیکھو میری نکہت پھول برساتی ہوئی آئی

وہ اٹھلاتی ہوئی آئی وہ لہراتی ہوئی آئی ——

وہ آئی بھورے بھورے بال بکھراتی ہوئی آئی ——

وہ آئی یا کوئی جنت سی بل کھاتی ہوئی آئی ——

وہ دیکھو میری نکہت پھول برساتی ہوئی آئی!

ایک شیریں دو دیوانے

جناب سلطان احمد قریشی بریلوی !

وہ دونوں اس طرح جن کی شباب کی دُنیا کو عشق ناکامی کی افسردگیوں نے بے بہا بنا دیا اور جن کی جوانی کی رونقیں حسنِ جفا شعار کی بے اعتنائیوں سے مرجھا کر رہ گئیں کبھی دوست تھے۔ بہت گہرے دوست کہ ایک دوسرے کو دیکھ کر جیتے تھے۔ مگر کارخانۂ قدرت کی انقلاب آفرینیاں یکسانیت کی دشمن ہیں اور زمانہ کے نشیب و فراز کا خزانہ تبدیلیوں سے معمور ہے۔ چنانچہ واقعات نے انہیں ایک دوسرے سے بیگانہ کر دیا وہ دل جو کبھی محبت و اُلفت سے لبریز تھے نفرت اور حقارت سے بھر گئے، اور دونوں نے ارادہ کر لیا کہ جیتے جی ایک دوسرے سے کبھی نہ ملیں گے۔ پچھلے تعلقات کو فراموش کر کے انہوں نے دوستی کو دشمنی سمجھ لیا اور غلطی سے اپنی زندگی کی ناکامیوں کا ایک دوسرے کو ذمہ دار ٹھہرا کر الگ ہو گئے۔ اُن کی محبت کا آغاز بچپن کی سادگیوں میں ہوا اور شباب کی رقیبانہ شورشوں نے اُس کا خاتمہ کر دیا۔

یہ اُس زمانہ کا ذکر ہے جب وہ شیریں کے ساتھ دریا کے کنارے پر خشک اور تر ریتوں میں کھیلا کرتے اور بچپن کی تمام سادگیوں کے ساتھ اُس کے حسنِ معصوم کی پرستش کیا کرتے۔ صبح جب ملاح مسافروں کو پار اُتارنے کے لئے دریا پر آتے تو بچے بھی اپنے بزرگوں کے ہمراہ آجاتے، دن بھر بے فکری کے کھیلوں سے دل بہلاتے اور شام کو جب رات کی تاریکی دُنیا کے کاروبار پر آرام و سکون کے پردے ڈال رہی ہوتی تو ایک شیریں کا دایاں ہاتھ تھام لیتا دوسرا بایاں اور اُسے بیچ میں لئے ہنستے کھیلتے گھر لوٹ آتے۔ یہ اُن کا روز کا معمول تھا۔ اُن کے ننھے دل جو انسانی زندگی کی تلخیوں سے نا آشنا تھے نہیں جانتے تھے کہ یہ زندگی کا کھیل جس کی ابتدا دریا کے کنارے کی خاموشیوں میں ہوئی کن ہنگاموں پر ختم ہونے والا ہے۔ انہوں نے اپنی محبت کی [illegible] زندگی ایک ہی وقت اور ایک ہی جگہ شروع کی مگر جب [illegible] شیریں نے جذباتِ خفتہ کو بیدار کر دیا تو وہ [illegible] یہاں تک کہ شیریں کی محبتیں [illegible] دوسرے کی جان کے دشمن ہو گئے رقابت کے جوش نے انہیں اندھا بنا دیا اور ان میں سے ہر ایک نے شیریں کو اپنا بنا لینا چاہا، مگر اُس کے صلح پسند حسن نے کسی کو قبول نہ کیا اور اُن کی باہمی عداوت کی ہنگامہ آرائیوں سے بیزار ہو کر انکار کر دیا۔

ان بدبخت نوجوانوں کے دل ٹوٹ گئے۔ سنسان راتیں اُن کے شور و شیون سے آباد ہو گئیں۔ پامال شدہ جذبات کی کشمکش پشیمانی کی شکنوں میں تبدیل ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ ناکامیوں کی آندھیوں نے اُن کو وحشی بنا دیا اور لوگ اُن سے خوف کھانے لگے۔ لیکن دُنیا کے ہر ہنگامہ کا انجام سکوت ہے اور ہر شورش آخر کار خاموشی پر ختم ہوتی ہے، وقت کے سکوت پذیر ہاتھوں نے تڑپتے ہوئے جذبات کی تلاطم خیزی کو فرو کر دیا اور انہوں نے خاموشی اختیار کر لی۔ اس قدر گہری خاموشی کہ صرف سرد آہیں ہی اُس کی گہرائی کو معلوم کر سکتی تھیں۔ اور یہ اس طرح ہوا کہ شیریں کی شادی ہو گئی۔ اب وہ بالکل مایوس ہو گئے تو انہوں نے اپنی تمناؤں کو آنسوؤں کے سیلاب میں بہا دیا اور اپنے آپ کو ناکامی کی تلخیوں کے حوالے کر کے تنہائی کی زندگی بسر کرنے کا عہد کر لیا۔ دن گزرتے گئے اور آدم کے ان غمگین فرزندوں کے مقابلہ میں شیریں بامراد اور شادکام ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ اُس نے انہیں بالکل فراموش کر دیا۔ مگر بدقسمت ملاحوں کے دل اُس کی یاد سے آباد تھے اور وہ اکثر راتوں کو جب دُنیا کی رونقیں محوِ خواب ہوتیں اپنی ناکامی پر روتے اور مایوس آرزوؤں کا ماتم کرتے۔ کبھی کبھی اتفاق ہی تو ہے، اگر ان میں سے کوئی شیریں کو دیکھ پاتا تو اُس کا زخمی دل درد سے بیتاب ہو جاتا اور اُس کی کشتی کئی دن تک ساحلِ دریا پر بیکار پڑی رہتی۔ دوسرے کو جب اس کا کسی طرح سے علم ہو جاتا اور وہ دل ہی دل میں اپنے ناکام رقیب کی اتفاقی [illegible] کامیابی پر کڑھتا رہتا۔ حتیٰ کہ اُن کی رقابت [illegible] معمورہ [illegible] افسردہ [illegible]

ایک سال دریا کے [illegible]

ہونے کا [illegible]

[illegible] محبت اور نفرت کے جذبات سے یکسر خالی کر رکھا تھا۔ وہ دونوں حسبِ معمول اپنی اپنی کشتی پر سوار ایک ساتھ پانی کے زوروں کو چیرتے ہوئے بڑھے کہ اپنے بدنصیب ہم جنسوں کو دریا کے قہر و غضب سے چھڑائیں مگر حسبِ معمول خاموش تھے۔ برسوں کے بعد ایک مشترکہ مصیبت نے دونوں کو اکٹھا کر دیا تھا، اور وہ ایک ہی مقصد کے ماتحت اپنی کشتیوں کو اِدھر سے اُدھر لئے پھرتے تھے۔ مگر پانی کی غضب ناک روانی ان کی تمام ہی کوشش کو بےکار بنائے دیتی تھی۔ انسان جس کے اقتدار کے سامنے خشکی کی فراخی سمٹ کر تنگیوں میں بدل جاتی ہے اور جس کی ہمہ گیر قوتیں سطحِ زمین کے قدرتی نشیب و فراز کو اپنی صناعیوں کے زور سے مغلوب کر لیتی ہیں۔ اس کے سیکڑوں ہم جنس چیختے چلاتے بہتے چلے جا رہے تھے۔ اور کوئی نہ تھا کہ ان ڈوبتے جسموں کو سہارا دے۔ پانی کی طوفان خیز بلندیوں کے سامنے انسانی کوشش ناکارہ اور لاچار تھی، اور طغیانیوں کا زور لمحہ بہ لمحہ بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ جب مایوس محبت کی پیہم کوششیں موجوں سے ٹکرا ٹکرا کر رہ جاتی تھیں انہوں نے ایک چیخ کی آواز سنی۔ دونوں تڑپ اٹھے یہ بدنصیب شیریں کی چیخ تھی۔ اپنی جانوں کی پروا نہ کرتے ہوئے اور گویا ان میں سے ہر ایک دوسرے پر سبقت لے جانا چاہتا ہے انہوں نے کشتیوں کو پانی کے

[illegible] پاس پہنچ گئے۔ [illegible] تھا اور دوسرا بائیں کو۔ اسی طرح سے ایک نے اُسے دائیں بازو سے پکڑ لیا اور دوسرے نے بائیں سے اور چپ چاپ تیرتے ہوئے واپس لوٹے۔ سیلاب ترقی پر تھا اور کنارہ لحظہ بہ لحظہ دور ہوتا چلا جا رہا تھا مگر شیریں کو زندہ اور سلامت دیکھنے کی آرزو فاصلے کی درازی سے بے پروا اور طغیانیوں کی تندی سے بے نیاز تھی۔ طغیانی کی پُرخروش لہروں نے ہر چند چاہا کہ اُن حسرت نصیب ملاحوں کو اور ان کی قیمتی امانت کو بہا کر لے جائے مگر اُن کے تومند بازوؤں نے انہیں مار ہٹایا اور وہ شیریں کو بیچ میں لئے آخر خشکی پر پہنچ گئے۔ وہاں ایک کھیت کے کنارے پر انہوں نے پریشاں حال شیریں کو لٹا دیا۔ ایک اس کے دائیں طرف تھا اور دوسرا بائیں جانب مگر دونوں سر جھکائے چپ چاپ حسرت سے اُس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ کچھ دیر بعد جب اسے ہوش آیا اور اس نے آنکھیں کھولیں تو بچپن کے پرستاروں کو موجود پایا۔ اُس کے رخساروں پر حیا کی سرخی دوڑ گئی۔ اُس نے پہلے ایک کی طرف پھر دوسرے کی جانب دیکھا۔ دونوں ملاحوں کی آنکھیں چار ہوئیں، اور وہ نہ جانے کیوں ایک دوسرے سے لپٹ گئے اور رونے لگے۔ اور حسنِ محبوب کے حضور میں سر جھکا کر آنسوؤں کی تمام گرمیوں کے ساتھ انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ اپنی تلخ زندگیوں کو باہمی محبت

۱

"چشمے دریا سے ملتے ہیں —
اور دریا جا کے سمندر سے
جنت کی ہوائیں بہتی ہیں
اِک جذبۂ ہمدردی لے کر
تنہا دنیا میں کوئی نہیں
فطرت کا ہے قانون یہی
پھر کیوں میں تمہارے ساتھ نہیں؟"

۲

"دیکھو تو ذرا کہساروں کو —
آکاش کے ماتھے چومتے ہیں
موجیں بھی باہم ملتی ہیں گلے
سورج کی شعاعیں آ آ کر
چھوتی ہیں زمیں کے قدموں کو
اور چاندنی کرنیں کرتی ہیں
کس شوق سے پیار سمندر کو
تجھ سے یہ پیار [illegible]

فریب جمال!

پیرس کی ایک شباب انگیز کہانی

از جناب [illegible] مظفر [illegible]

دلفریڈ جوان تھا اور محبت اس کا مرغوب ترین مشغلہ۔ اس میں وہ تمام خصوصیات موجود تھیں جو ایک محبت کرنے والے نوجوان میں ہونی چاہئیں گرمئ جذبات اور دلکش حسن اسکا خاص جوہر تھا جو دیکھنے والوں کی پہلی ہی نظر میں اس کے قدموں پر اپنا دل رکھ دیتی تھیں گویا اس میں مقناطیسی کشش موجود تھی۔ ——

لیکن ان خصوصیات کے باوجود جو ناگوار حقیقت اس سے وابستہ تھی وہ یہ کہ وہ صنف نازک کی حلاوتوں سے تصور ہی میں لذت اندوز ہونے کا عادی تھا۔ فی الحقیقت وہ بہت شرمیلا واقع ہوا تھا۔ روبرو ہو کر محبت کرنے کی جرأت اس میں مفقود تھی۔ پری پیکر دوشیزاؤں کی موجودگی سے اس پر ایک ناقابل بیان کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ ——

ہر چند کہ جوانی کی سرمستیوں میں بھری ہوئی نوخیز لڑکیاں اس کو بیباک کر دیتی تھیں اور خود کو اس کے سپرد کر دیتی تھیں تاہم فطری شرم و حیا دلفریڈ پر غالب آجاتی تھی اور وہ محبت کی شدت، شوخی اور شرارت سے احتراز کرتا تھا۔ وہ اپنے ہاتھ میں کسی کے نرم و نازک ہاتھ کا لذت انگیز لمس محسوس کرتا تھا۔ کسی کے رس بھرے ہونٹوں کے تلطف خیز دباؤ کی کیف باریوں سے آشنا ہوتا تھا حسن و شباب کا ایک زندہ و متحرک پیکر اس کی آغوش میں کسمساتا تھا لیکن وہ آخری وقت تک جھجکتا ہی رہتا۔ اپنی کسی محبوبہ سے تنہائیوں میں وہ گستاخانہ جرأت سے اپنے کو معذور پاتا۔ وہ آزادی اور بیباکی سے محبت نہیں کر سکتا تھا لڑکیاں اس کی فطری شرم اور کمزوری کو ایک ہی نظر میں دور ہی سے تاڑ جاتی تھیں جو لڑکیاں نسبتاً بہت سیدھی سادی ہوتیں وہ بھی دلفریڈ سے کوئی بات نہ کرتیں اور بڑی آسانی سے اسکو مغلوب کر لیتیں۔ لڑکیوں کیلئے دلفریڈ سے زیادہ دلچسپ اسکی دولت تھی۔ دولت بھی اس کو دلیر اور بیباک نہ بنا سکی۔ ——

ایک مرتبہ دلفریڈ کو کسی خاص ضرورت سے پیرس جانا پڑا۔ اس شہرۂ آفاق شہر میں وہ پہلی مرتبہ نہیں آیا تھا بلکہ اس ہنگامۂ حسن و شباب کے بازار کی وہ کئی دفعہ سیر کر چکا تھا ——

دلفریڈ نے ایک شاندار ہوٹل میں قیام کیا۔ ابھی طعام کی میز پر بیٹھے ہوئے دس منٹ بھی مشکل سے نہ گزرے ہوں گے کہ اس کے دل میں ایک خلش انگیز کیفیت پیدا ہو گئی اس کے جذبات و محسوسات اندر ہی اندر پیچ و تاب کھانے لگے۔ اس کی اس بے چینی کا باعث صنف نازک کا ایک حسین و دلربا فرد تھی۔ وہ صد درجہ فسوں ساز اور کشش خیز تھی۔ فطرت نے نسائیت کی نزاکت و وجاہت سے اسے مالا مال کر دیا تھا۔ اس کے سامنے وہ یکا و تنہا بیٹھی تھی۔ دلفریڈ بھی اکیلا ہی تھا اسلئے اور بھی زیادہ پریشان۔ ——

اس حسین و نازنین کے بال گہرے بھورے رنگ کے تھے اور ترتیب وار پیچ و خم کھائے ہوئے بجلی کی روشنی اس کے بالوں پر سنہری دھوپ کا سایہ معلوم ہوتی تھی۔ موسم بہار کے گلاب کی طرح دہکتے ہوئے سرخ ہونٹ۔ پہلی نظر میں دلفریڈ نے یہ فیصلہ کر لیا کہ ایسی شکیب شکن لڑکی اس نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ اسکی آنکھیں خصوصیات کے لحاظ سے فطرت نے دلوں کو لوٹنے اور تباہ کرنے والی بنائی تھیں۔ ان آنکھوں میں وہ جادو خیز سحر تھا کہ دیکھنے والوں کے دل کو ایکبارگی اپنی طرف کھینچ لیتا تھا ہوا یہ جب دلفریڈ نے اسکی طرف نظر اٹھائی ان شریر آنکھوں کو اپنی طرف مرتکز پایا۔ ان آنکھوں میں خاموش سمندر کی مانند سکوت و جمود طاری تھا آخر پندرہ منٹ کے بعد جب دلفریڈ کو کھانے کی قیمت ادا کرنی تھی۔ خیال ہوا کہ اسے کھانے کے علاوہ ایک پلیٹ، ایک گلاس، قہوے کی پیالی اور ایک گلدان کی قیمت بھی چکانی تھی۔ دوران نظارہ کی بدحواسیوں میں اس نے یہ تمام چیزیں میز سے گرا کر توڑ دی تھیں بایں ہمہ وہ اس کی طرف دیکھے جا رہا تھا —— مسلسل —— متواتر! اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا اور ساتھ ہی وہ اپنی ریڑھ کی ہڈی میں چبھن سی محسوس کر رہا تھا۔ اس کی بے چینی بڑھ رہی تھی۔ ——

احمق! آج بھی اس کی فطری شرم و حیا اس کی خواہش کا ستیاناس کر رہی تھی۔ اس عورت کی نگاہ ہوس کا ایک پیام تھا —— محبت کا۔ انداز میں ایک [illegible] تھی [illegible] کی۔ وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں [illegible] محبت کا اقرار کر رہی تھی۔ وہ دلفریڈ کو جوانی کے [illegible] میں گم ہو جانے کی ترغیب دے رہی تھی۔ [illegible] حال سے دلفریڈ کو [illegible] کہ وہ لپک کر اسکو [illegible] اس کے [illegible]

تھوڑی دیر [illegible] کی [illegible] گیا۔ وہ [illegible]

کی داستانیں جس سنی پڑھی تھیں آج وہ رومانی اس کے سامنے زندہ شکل میں متحرک تھا۔ وہ خود ان کہانیوں اور داستانوں کا مشاہدہ کر رہا تھا۔ رفتہ رفتہ ولفریڈ کا شک یقین میں تبدیل ہو گیا۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد ولفریڈ کو اپنی ان چھوٹی چھوٹی فروگذاشتوں پر ندامت اور پشیمانی محسوس ہونے لگی جو کھانے کے دوران میں اس سے سرزد ہو گئی تھیں۔ اس کے سامنے بیٹھی ہوئی دیوی نے ایک گہری نگاہ اس پر ڈالی اور اس کے لبوں پر ایک شرمگیں مسکراہٹ پھیل گئی۔ ایک پریشان کن کشمکش کے بعد ولفریڈ بھی جواباً میں مسکرا دیا۔

نسائیت اور دوشیزگی کے حجاب سے دیوی کی بوجھل پلکیں دلکش انداز میں جھک گئیں۔ لانبی لانبی پلکوں کا مبہم سایہ آنکھوں کی پتلیوں پر کانپنے لگا یہ اس کا اقرار تھا اور اقرار بھی سحر آلود۔ اس کی پرشکن زلفوں کو اس کی پیشانی پر سایہ فگن دیکھ کر ولفریڈ کو یہ خیال گذرا کہ اس کے اپنے بال درست ہیں یا نہیں اور اس کی ٹائی ٹھیک بندھی ہوئی ہے کہ نہیں۔ پھر جو نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ زندہ فتنہ اپنے چست لباس کی شکنیں درست کر رہی تھی۔ اپنے بالوں کو سہلاتے ہوئے اس نے ایک بار پھر ولفریڈ کو گہری نظر سے دیکھا۔ ———

اس مرتبہ ولفریڈ شدید طور پر متاثر ہوا کیونکہ اس حسین ساحرہ نے جس خمار آگیں انداز میں اپنی ایک آنکھ بند کر لی تھی۔ وہ حد درجہ حوصلہ افزا تھا۔ ایک لمحہ کیلئے ولفریڈ کی حرکت قلب بند سی ہو گئی اور تنفس میں ہیجان پیدا ہو گیا۔ ———

خوبصورت عورت اپنے طعام سے فارغ ہو کر کرسی پر ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ آنکھیں پھر چار ہوئیں اور اس شوخ عورت نے اپنے ہونٹوں کو آگے کی طرف سکیڑ کر ایک گرم بوسے کی شکل بنائی اور پھر اندر کی طرف سمیٹ لیا۔ اب ولفریڈ۔ بزدل ولفریڈ اپنے جذبات کے [illegible] گیا۔ اب وہ اس رنگین رومال سے لطف اندوز ہونے کی تدبیر سوچ رہا تھا۔ مگر سب سے پہلی اور ضروری چیز تو جرأت و ہمت تھی۔

ولفریڈ کو پیچ و تاب کھاتے دیکھ کر عورت کے ہونٹوں پر تبسم کی لہر دوڑ گئی۔ اب ولفریڈ کا حوصلہ کسی قدر بڑھنے لگا اور اپنے کو وہ کسی حد تک اس عورت سے مانوس سمجھنے لگا۔ اس اثنا میں اس دلفریب عورت نے سگریٹ سلگایا اور ایک دلنواز لوچ اور لچک کے ساتھ باہر جانے کے لئے کھڑی ہو گئی۔ جاتے ہوئے اس نے جان بوجھ کر دانستہ ہاتھ سے اپنا رومال صحن میں چھوڑ دیا اور دو قدم آگے جا کر رومال لینے کیلئے ٹھٹک گئی تب تک ولفریڈ نے لپک کر اسکا رومال اٹھا لیا تھا۔

"شکریہ" یہ کہتے ہوئے اس نے ولفریڈ کے ہاتھ سے رومال لے لیا۔ ولفریڈ نے اپنی ہتھیلی میں کاغذ کا ایک پرزہ محسوس کیا۔ وہ حیران ہو کر جانیوالی عورت کی طرف دیکھ رہا تھا۔ گویا یہ سب کچھ ایک خواب تھا۔ جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو ولفریڈ نے کاغذ بغور دیکھا۔ لکھا تھا: "آج رات کو دس بجے کمرہ نمبر ۳۱۶"

ولفریڈ کا دل خوشی کے مارے اچھلنے لگا۔ دلِ دروماں کے مختصر مگر جامع پیغام کے تصور سے اس کی رگ رگ میں سرور و انبساط کی لہریں دوڑنے لگیں۔ اب وہ اپنے ارمان کو شرمندۂ تکمیل کر سکیگا۔ کتنی رنگین سرگذشت!

"آج رات کو دس بجے!" اس نے بار بار بلکہ ہر پانچ منٹ پر اس جملہ کو دہرایا جس بے چینی و اضطراب کے ساتھ اس نے شام اور شام کے بعد رات کا انتظار کیا۔ اس کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ رات کو نو بجے مسلسل ایک گھنٹہ تک خوشبودار صابن سے غسل کرنے کے بعد وہ بن سنور کر تیار ہو گیا۔ اپنے کپڑوں کو اس نے بہترین خوشبوؤں میں بسایا۔ ایک انوکھے انداز سے بال سنوارے اور بار بار اپنے لباس اور چہرے کو آئینے میں دیکھا۔ اس کا خون حرکت کر رہا تھا۔ جسم میں ایک عجیب سی مسرت اور بے چینی محسوس ہو رہی تھی۔ دس بجنے کیلئے وہ کتنا بیقرار تھا۔ اگر اس کا اختیار ہوتا تو دنیا کی تمام گھڑیوں کی سوئیوں کو کھینچ کر ایک لمحے میں دس بجا دیتا۔ بصد دقت اس نے دس بجائے اور چل کھڑا ہوا۔ ———

کمرہ نمبر ۳۱۶ تک وہ نہایت آسانی سے پہنچ گیا اور اس کا دروازہ بھی کھلا ہی ہوا تھا۔ اطمینان کی ایک لمبی سانس لے کر اس نے چوکھٹ کی طرف قدم بڑھایا۔ ———

"چلے آؤ" اندر سے ایک آواز آئی! اف اس آواز میں کتنی مٹھاس! کتنی حلاوت تھی۔ ایسی آواز اس نے پہلے صرف ایک بار اسی روز شام کو طعام کے کمرے میں سنی تھی: "شکریہ!"

وہ کھڑا ہو کر اپنی ٹائی اور لباس کی شکنیں درست کرنے لگا۔ پھر اس نے دروازہ کو کھولتے ہی چوکھٹ کے اندر قدم رکھ دیا۔ کمرے میں بالکل تاریکی تھی۔ ———

البتہ بائیں طرف سگرٹ کا دہکتا ہوا سرا کسی کی موجودگی کا پتہ دے رہا تھا۔ اس نے اسی طرف قدم بڑھایا۔ چند ہی قدم پر اس کا گھٹنا صوفے کے کنارے سے ٹکرا گیا اور اس نے ایک سانس لی جس کی ہوا خوشبو میں بھیگی ہوئی تھی۔ ———

"شب ——— شب بخیر!" اس نے ہمت کر کے کہا۔ اس کو یقین نہیں تھا کہ وہ یہ کچھ بول سکیگا۔

"شب بخیر میرے مہمان!" قریب ہی سے ایک ترنم ریز آواز نے اس کا خیر مقدم کیا۔

اس کے بعد ایک سرد اور نرم ہاتھ نے تاریکی میں اس کی انگلیوں کو اپنی مٹھی میں دبا لیا۔ ولفریڈ سرتاپا کانپ اٹھا۔ جونہی وہ صوفے پر بیٹھا دو نرم اور برہنہ بازو اس کی گردن میں حمائل ہو گئے اور فردوسی [illegible]

[illegible] کے [illegible] لگیں [illegible]
[illegible] پر [illegible] کسمانے [illegible] معلوم
کر سکا اس کے تعجب کی انتہا نہ رہی کہ اس کے
جسم پر شوں گوشت اور ملائم جلد کے سوا کہیں
کچھ نہ تھا۔ کپڑے کا ایک چیتھڑا بھی نہیں۔
ولفریڈ کی جوانی بھڑک اٹھی۔ اس نے میٹھے
میٹھے ہونٹ کا رس اپنے گرم بوسوں میں جذب
کرنا شروع کر دیا۔ وہ اپنے کو خواب کی دنیا
میں پا رہا تھا۔ ———

"میرے پیارے محبوب! ساری عمر تم کہاں
روپوش رہے جو میں تمہیں اب تک نہیں ڈھونڈ سکی تھی؟"
جوان عورت ایک سرد آہ بھر کر بولی۔

"مجھے ان زندہ حقائق پر یقین نہیں آتا۔" ولفریڈ
عالم بیخودی میں بکنے لگا۔ "مجھے ڈر ہے کہ کہیں
اس رنگین خواب سے چونک نہ پڑوں۔"

"تو کیا واقعی تم مجھ سے محبت کرتے ہو؟ گہری
محبت؟" وہ عورت اس کے کان کے قریب
منہ لے جاکر آہستہ سے بولی۔ ———

"میں تمہارے لئے سب کچھ کر سکتا ہوں۔
میری پیاری!" ولفریڈ نے جلدی سے اقرار کیا۔

"اف ——— اوہ!" یہ آواز اس شیریں
دہن مہ پارہ کی نہیں تھی بلکہ یہ آواز اس مہیب
تاریکی کے کسی گوشے سے بلند ہوئی اور ولفریڈ چونک
کر اچھل پڑا۔ اسے یہ آواز کسی مافوق الفطرت
ہستی کی معلوم ہوئی۔ بتی جلتے ہی ولفریڈ ایک
بیوقوف اور فریب خوردہ انسان کی طرح ششدر و
حیران بیٹھا تھا۔ ایک بلند قامت انسان اس کے
سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا۔ ———

"تم ..... تم کون ہو؟" اس نے ہکلا کر [illegible]
[illegible] پوچھا۔ ———

"میں اس عورت کا شوہر ہوں۔ یقیناً یہ سن کر
تم خوش ہوگے۔" غصہ و نفرت سے ہونٹ [illegible]
جلتے ہوئے بولا۔ "ابھی ابھی تم نے کہا ہے کہ
تم اس کے لئے سب کچھ کر سکتے ہو۔ پچاس پاؤنڈ
پیدا کرنے کیلئے تیار ہو؟ تمہاری چیک بک تو تمہارے
پاس ہی ہوگی؟" ———

ولفریڈ نے خاموشی سے عورت کی طرف دیکھا
جو ایک آرام کرسی پر ٹیک لگائے ہوئے بیٹھی
تھی۔ اور ایسی نگاہ سے اس کو گھور رہی تھی جو
حقیقت اور فریب کو بے نقاب کر رہی تھی۔

"اس کا مطلب کیا ہے آخر؟" اس نے
کھسیانا ہو کر پوچھا۔ ———

"یہ میرے شوہر جیک ہی سے پوچھو تو بہتر ہے"
وہ سگرٹ سلگاتی ہوئی بولی۔ اس کے انداز میں
انتہائی سرد مہری اور بے اعتنائی تھی۔

"یہ میں ہوں جو تم سے چیک کا مطالبہ کر رہا ہوں"
جیک ترش رو ہو کر بولا۔ "اگر دو لمحوں میں میرا
مطالبہ پورا نہ کر دیا گیا تو یہاں اسی وقت سوالات
اور جوابات کا ایک جہنم پیدا ہو سکتا ہے۔ چلو
جلدی کرو۔" ———

ولفریڈ پھٹی پھٹی آنکھوں اور کھلے ہوئے منہ
کے ساتھ عورت کو دیکھنے لگا۔ عورت اس کی
مایوسی اور بیچارگی سے ذرا بھی متاثر نہ تھی [illegible]

"آخر یہ کیسا مذاق ہے؟" وہ انتہائی
بیچارگی سے بولا۔ ———

جیک نے جواب دیا۔ "نادان لڑکے! اگر تم نے
دانائی سے کام نہ لیا تو تمہارا یہ عجیب کارنامہ
بچے بچے میں مشتہر کر دیا جائیگا۔ بیوقوف نہ بنو
صاحبزادے! جب تمہارے شریف اور دولتمند
باپ کے کانوں تک یہ بات پہونچے گی تو اس کا
کیا حال ہوگا یہ تو تمہیں معلوم ہی ہے۔ اب
بتاؤ کیا ارادہ ہے؟" ———

"لیکن ..... لیکن یہ تو دھوکا ہے، فریب ہے"
ولفریڈ بیچارگی سے بولا۔

"جناب جیسا بھی خیال فرمائیں [illegible]
فرما رہے ہیں شاید [illegible] مرتب
کر سکتا ہے۔ میرے پاس [illegible]
کے لئے وقت نہیں [illegible]
یا خوشامد قابل قبول ہوگی۔" ———

ایک عجیب کیفیت کے ماتحت ولفریڈ کا
ہاتھ از خود اپنی جیب میں گیا اور اس نے چیک
بک پیش کر دی۔ ———

"میں تمہیں ایک سو پونڈ دونگا۔" اپنا قلم
کھولتے ہوئے وہ بولا۔ ———

"سو پونڈ! توبہ! یہ تو ایک پارٹی کا خرچ ہو
سکتا ہے۔ اس رنگین رات کی قیمت کم از کم
پانچ ہزار پونڈ ادا کرنی ہوگی اور تمہارے لئے سو
پانچ ہزار برابر ہی ہیں۔ چلو جلدی کرو۔ آج کی رات
میں بہت عدیم الفرصت ہوں۔" ———

ولفریڈ اپنے پیروں پر یکایک کھڑا ہو گیا اور
غصہ سے ہاتھ مار کر بولا۔ "جناب! یہ تو ایک
لوٹ ہے!! میں آپ کو ایک شلنگ بھی نہیں
دونگا۔ مجھے اتنی بڑی رقم ادا کرنے سے صاف
انکار ہے!" ———

"اوہ!" جیک نے عورت کی طرف مخاطب
ہو کر کہا۔ جو اس دوران میں کپڑے پہن چکی تھی
"جاؤ اور منیجر کو بلاؤ اور اگر اخبار [illegible]
ملے تو اس کو بھی۔ جب تک میں اس بیوقوف کی
نگرانی کرتا ہوں۔" یہ کہتے ہوئے اس نے ولفریڈ
کو ایسی بے باکانہ نظر سے دیکھا کہ بیچارہ [illegible]
اس نے پکار کر کہا۔ ———

"ٹھہرو!" اور [illegible]
چیک لکھتے ہوئے بولا۔ "واقعی پیاری [illegible]
[illegible]
[illegible]

دیوالی کی رات

شامِ دیوالی تھی، روشن کوچہ و بازار سبھی — کثرتِ انوار سے تاباں در و دیوار سبھی
جگمگاتے تھے کہیں بجلی کے رنگیں قمقمے — جھلملاتے تھے کہیں مٹی کے چھوٹے سے دیئے
تھے مکاں نکھرے ہوئے سب اور نگیں مسرور تھے — مرد و زن جوشِ عقیدت کے نشے میں چور تھے
سج رہی تھیں کچھ دکانیں کچھ سجائی جاتی تھیں — کچھی اشلوک پڑھ پڑھ کر بلائی جاتی تھیں
کھل رہی تھیں جابجا کچھ دوستوں میں بازیاں — چھوڑی جاتی تھیں کہیں رہ رہ کے آتش بازیاں
زندگی۔ زندہ دلی کے ہر طرف آثار تھے — شہر کے چھوٹے بڑے سب رونقِ بازار تھے

جشنِ دیوالی کا یہ پُر لطف ساماں دیکھنے
جا رہا تھا میں بھی اک جانب چراغاں دیکھنے

دفعتاً اُس سمت جا نکلا میں پھرتا کو بکو — جس طرف محوِ خرامِ ناز تھے کچھ ماہرو
یوں تو اُس جمگھٹ میں ہر اک حُسن سے معمور تھی — لیکن اِک دوشیزہ ایسی تھی جو سچ مچ حور تھی
قامت رعنا وہ دلکش اور وہ ظالم شباب — حُسن بے پردہ تھا لیکن تھا نگاہوں میں حجاب
تازگی ایسی کہ رخ پر جیسے آئی ہو بہار — سادگی ایسی کہ ہوں رنگینیاں جس پر نثار
نازک اندامی اور اس پر ہلکا ہلکا سا اُبھار — یوں قدم رُک رُک کے رکھنا، ہو جوانی جیسے بار
لب ہی لب پہ آکے رُک جاتی ہنسی آئی ہوئی — ہر ادا میں سادگی ہی سادگی چھائی ہوئی
ساڑی اِک ہلکی سی تھی یوں زیبِ جسمِ مرمریں — جس طرح لپٹے ہوں آپس میں نظر دو نازنیں
وقف تھا اِک دستِ نازک زلفِ برہم کیلئے — دوسرا جھکے ہوئے آنچل کو تھا پکڑے ہوئے
وہ اچٹتی سی نظر اُس کی باندازِ حسیں — اُس نے یوں دیکھا مجھے گویا کہ دیکھا ہی نہیں
اُس کے غمزوں کا دلِ وحشی نشانہ بن گیا — جو تماشائی تھا وہ خود ہی تماشہ بن گیا

میں سرِ بازار یوں حیرت سے محوِ دید تھا
ماہِ رمضاں میں عیاں گویا ہلالِ عید تھا

دل میں سودا تھا کہ اُس کے نام کی مالا جپیں — اور جبینِ شوق کہتی تھی اسے سجدہ کریں
آہ لیکن کس طرح ماحول بدلا ناگہاں — جس طرح سے شمع بجھ جانے پہ پیدا ہو دھواں
ہو گئی وہ حسنِ مجسم یوں جو انظروں سے دور — جس طرح آکر تخیل سے نکل جاتی ہے حور
پھر تو باقی ہی نہ تھا کچھ بے قراری کے سوا — بے قراری کے سوا اور اشکباری کے سوا

جس کو میں سمجھا تھا انجمؔ آہ دیوالی کی رات
درحقیقت تھی وہ میرے اوجِ پامالی کی رات

۱۱ بجے رات — ۳۰ اکتوبر ۱۹۳۰ء

میری گوری

ابو محمد امام الدین صاحب رام نگری

آخر آپ روکتے کیوں نہ دیتے تھے سب کچھ تو میرا سا معلوم ہو رہا تھا۔ لیکن جب وہ زری کے سرخ ساری پہن کر آ کر سامنے کھڑا ہو گیا تو اوہ میرے میں کیسی میں نے اسے پہچان لیا، گوری تھی وہ روسی لباس میں میرے سامنے کھڑی تھی گوری میری گوری!.....

مجھے دفعتاً ایک روز کا واقعہ یاد آ گیا، ایک لڑکی نے ہنستے ہوئے کہا تھا "یہ گوری ٹھیک ہی کہتی تھی" "کیا کہتی تھی؟" میں نے بڑے شوق سے پوچھا "کہتی تھی آپ بڑے بے پرواہ ہیں" اس نے طنز کے ساتھ جواب دیا۔

"کیوں؟" میری سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ میری پیشانی پر بل کھینچ گئے "کیا؟ کیسے؟" "میں کیا جانوں؟ وہی کہتی تھی اسی سے جا کر پوچھئے۔"

"میں اب بھی کچھ نہیں سمجھا۔"

"آپ کیوں سمجھنے لگے، اسی سے تو آپ کو بے پرواہ کا خطاب ملا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ ہنس دی اور چٹکی لیتے ہوئے بولی "اگر سمجھ ہی ہوتی تو سمجھنے کے لئے گوری ہی کی باتیں کیا کم تھیں" "گوری کی باتیں! کیسی باتیں؟ اس نے تو آج تک مجھ سے کوئی بات ہی نہ کہی، پھر سمجھنے نہ سمجھنے کا کیا ذکر" "کسی کے محض چپ رہنے سے تو یہ کہا جا سکتا ہے اسے کچھ بھی نہیں" "میں نے اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے کہا۔

یہ تھا عجیب اور آرٹسٹ ہو کر بھی خاموشی کی زبان نہیں سمجھ سکتے تمہیں آتا نہیں معلوم کہ کتنی باتیں ہوتی ہیں، جبکہ سچ پوچھو تو خاموشی ہی...

بیاہ کر سکتی ہے"

"ہوں" یہ کہہ کر میں نے نگاہ اوپر اٹھائی تو اپنے کو گوری کے فلیٹ کے سامنے کھڑا پایا، ساتھ ہی وہ لڑکی کھٹ کھٹ کرتی اپنے فلیٹ پر چڑھ گئی، بات ادھوری رہ گئی میں اور سب کچھ برداشت کر لیتا ہوں مگر مجھ سے تذبذب میں نہیں رہا جاتا میں اسی ادھیڑ بن میں پڑا تھا کہ سامنے سے گوری آتی ہوئی دکھائی دی بولی "میں آپ ہی کے پاس جا رہی تھی......"

"کیوں خیریت تو ہے؟"

"پتا جی کی طبیعت زیادہ خراب ہے انہوں نے آپ کو بلانے کے لئے کہا تو تھا صبح ہی لیکن......"

"تو صبح ہی کیوں نہ آئیں؟"

گوری زبان سے تو کچھ نہ بولی مگر اس کی شرم آلود آنکھیں زبان کی ترجمانی کر رہی تھیں۔

"اچھا تو اندر خبر کر دو"

"اس کی کیا ضرورت ہے" وہ میرا ہاتھ پکڑ کر اندر کھینچ کر لے گئی۔

میں اندر گیا، دیکھا بوڑھے گھوشال بابو آنکھیں بند کئے ایک تختے پر لیٹے ہیں، میں سرہانے پڑی ہوئی ایک بنچ پر بیٹھ گیا، گوری نے بنگلہ میں اپنے باپ سے کہا "بابو جی وہ آ گئے ہیں"

"سونے دو" میں نے آہستہ سے کہا، لیکن اتنے میں گھوشال بابو نے آنکھیں کھول دیں۔

گوری نے پھر آواز دی "سریش بابو آ گئے ہیں بابا!"

وہ اول میری طرف دیکھتے رہے تھے لیکن میری زبان کو ہمدردی کا ایک لفظ بھی نہیں نکل سکا احتیاطاً میں نے ...

کسی طرح کوشش کر کے اتنا کہا "جس مرض نے آپ کو بیمار بنا رکھا ہے وہ آج دور ہو گئی۔ یہ لیجئے" یہ کہہ کر میں نے ایک ہزار کا چیک گھوشال بابو کے ہاتھ میں دے دیا۔

گھوشال بابو نے کانپتے ہوئے ہاتھ سے چیک کو پکڑ لیا، ان کا چہرہ حیرت آمیز مسرت سے چمک اٹھا آنکھیں جذبۂ تشکر سے لبریز ہو گئیں، گوری بھی سراپا تشکر و امتنان اور مجسم مسرت و ابتہاج بن گئی، اس کی آنکھیں شرم و حیا سے جھک سی پڑیں، جیسے وہ کسی خیال میں کھو سی گئی، ایک آن کے لئے سناٹا سا چھا گیا

"تو سریش بابو کن لفظوں میں آپ کا شکریہ ادا کروں" یہ کہہ کر بوڑھے نے اس سکوت کو شکست کیا "شکریہ! کیا شکریہ؟ کس بات کا شکریہ؟......" میں اس ہزار کے چیک کی تاریخ پر غور کرنے لگا۔

اس روز میں ذرا دیر سے گھر لوٹا خیال تھا کہ گھر پہنچ کر چپ چاپ پڑ رہوں گا لیکن گھر آیا تو دیکھا باہر ایک بوڑھے بنگالی میرا انتظار کر رہے ہیں، مجھے دیکھتے ہی نمسکار کر کے بولے "آپ ہی سریش بابو ہیں؟ سینما میں کام کرتے ہیں؟"

"جی ہاں، آئیے تشریف رکھئے"

میں نے دروازہ کھول کر انہیں اندر بلایا، میں نے اخلاق سے مجبور ہو کر انہیں بلانے کو بلا تو لیا لیکن غصے سے میرا برا حال ہو رہا تھا، جی چاہتا تھا کہہ دوں ابھی چلے جائیے یہاں سے۔

وہ بیٹھ گئے میں نے تصنع آمیز ہنسی ہنستے ہوئے کہا "فرمائیے" "آپ نہیں جانتے ہم اسی بلڈنگ میں نیچے کے فلاٹ میں رہتے ہیں، ہم نے سنا ہے آپ

سینما میں کام [illegible] تو وہاں ڈائریکٹر کہتے ہیں وہ "

میں نے کہا "آنتی چھوٹی جگہ تنگ ہے اور اس میں اتنے کرے ہیں میں اس میں رہنے والوں کو کہاں پہچان سکتا ہوں ؟ "

اس کے بعد میں نے انہیں اپنے کام اور اپنی پوزیشن کی تفصیل بتائی، بھوک کے مارے برا حال ہو رہا تھا پھر بھی میں ان کے متعلق بے اعتنائی سے کام نہ لے سکا کیونکہ وہ نہایت تہذیب و شرافت سے گفتگو کر رہے تھے میں نے پوچھا " اور آپ ؟ "

" میں — میرا نام ہنی کانت گھوشال ہے "
اس کے بعد انہوں نے بتایا کہ میں ایک اخبار کا ایڈیٹر تھا اس کے بعد میں نے سرکاری ملازمت کی جسے ترک موالات کی تحریک کے سلسلے میں چھوڑ دیا، اس وقت سے بیکار ہوں، دو ہزار کا بیمہ کرایا تھا اسی پر سے کام چل رہا ہے لیکن ایک لڑکی ہے جو سیانی ہو گئی ہے، اسی کی شادی کرنی ہے روپے کی سخت ضرورت ہے، ایک کہانی لکھی ہے اگر وہ بک جائے تو کنیادان کا سامان ہو جائے "

میں خاموش تھا، وہ مجھے چپ دیکھ کر بولے — " دیکھو بھئی مجھے نام کی ضرورت نہیں، نام آپ اپنا لے سکتے ہیں، مجھے تو صرف پانسو روپئے چاہئیں اور آپ کا یہ کام بآسانی ہو سکتا ہے "

ان کا مطلب یہ تھا کہ میں کہانی لیکر انہیں اپنے پاس سے پانسو روپئے دوں اور اسطرح ان کی مدد کروں لیکن میرے پاس روپئے کہاں تھے جو میں انکی مدد کرتا پھر بھی میں نے کہا " آپ اپنی کہانی سنائیے اگر کام کی ہوئی تو کوئی نہ کوئی انتظام ہو جائیگا "

" اچھا تو میں آتا ہوں " یہ کہکر وہ چلے گئے۔
میری نیند حرام ہو گئی، بڈھے کی فکر نے میرا دماغ پریشان کر دیا، لڑکی کی شادی ہے، جہیز دینا ہے روپئے کے بغیر کیسے کام چل سکتا ہے جس طرح بھی ممکن ہو مجھے ان کی مدد کرنی چاہئے۔

گھوشال بابو ہاتھ میں کہانی [illegible] آئے اور بولے " اس تکلیف دہی کے لئے میں آپ سے معافی چاہتا ہوں "

" نہیں کوئی مضائقہ نہیں آپ سنائیے "
انہوں نے کہانی سنانی شروع کی، کہانی بہت اچھی تھی، مجھے یقین ہو گیا کہ اگر ایک ہزار نہیں تو سات آٹھ سو روپے تو بآسانی مل جائیں گے، ڈائریکٹر تو سن کر پھڑک اٹھے گا میں انہیں امیدوں کی رو میں بہہ رہا تھا کہ ایک مترنم آواز سنائی دی " بابا "

گھوشال بابو نے بنگلہ میں جا کر پوچھا۔
" چائے لائی ہو بیٹی ؟ "
اور اس نے اسی زبان میں جواب دیا " لے آئی ہوں بابا "

" اندر لے آؤ "
چودہ پندرہ سال کی ایک لڑکی چائے لیکر اندر آئی۔
گھوشال بابو مجھ سے مخاطب ہو کر بولے " یہی میری لڑکی ہے گوری "

پھر گوری کی طرف مڑ کر کہا " یہی ہمارے [illegible] بابو ہیں، فلمی دنیا میں انہیں خاص امتیاز اور شہرت حاصل ہے، نہایت شریف اور نیک دل ہیں "

گوری نے ہاتھ جوڑ کر نمسکار کیا میں نے جواب دیا، اسکے بعد وہ واپس چلی گئی۔
اپنے سامنے چائے کی پیالی دیکھکر مجھے بہت شرم معلوم ہوئی، میں نے کہا " معاف کیجئے گھوشال بابو مجھے باتوں میں چائے کا خیال ہی نہ رہا آپ کو ناحق تکلیف اٹھانی پڑی "

" نہیں نہیں اس میں تکلیف کی کونسی بات ہے یہ چائے بھی تو آپ ہی کی ہے۔ آپ کی فیملی کہاں ہے ؟ "

" فیملی کیسی گھوشال بابو ؟ "
" آپ کی بیوی، آپ کے گھر کے لوگ "
" میں تنہا ہوں میرا اور کوئی نہیں ہے "
" ہاں واقعی ؟ "
" تو ابھی تک آپنے شادی نہیں کی، بڑے تعجب کی بات ہے پھر تو آپ کی [illegible]
" [illegible]
میں کیا کیا جائے ؟ "
" جیسی آپ کی مرضی "
" کہانی تو اچھی ہے مگر ذرا اسے درست کرنے کی ضرورت ہے "
" آپ جس طرح چاہیں اس میں اصلاح و ترمیم کر سکتے ہیں، مجھے کوئی اعتراض نہیں "
" تو کل سے روزانہ صبح کو آپ یہاں آجایا کریں تاکہ ہم باہمی رائے و مشورے سے اسے درست کریں "

اس پروگرام کے مطابق دوسرے روز سے کام شروع ہو گیا ہم دونوں آنا و انہ طور پر بحث و گفتگو کرتے اور جو بات طے پاتی اس کے مطابق تنسیخ و ترمیم کر دی جاتی، گوری روزانہ ناشتہ اور چائے لاتی اور اکثر وہ بھی بیٹھ کر ہماری بحث و گفتگو سنتی، میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ ہماری باتوں کو سمجھتی تھی یا نہیں لیکن اس کے چہرے کے انداز سے اسکی گہری دلچسپی کا اظہار ہوتا تھا، اگر کبھی وہ مجھکو اپنی اس دلچسپی میں مخل ہوتے دیکھ لیتی تھی تو فرط حیا سے اس کا چہرہ سرخ ہو جاتا تھا۔
اسی طرح دن گذر رہے تھے، کہانی نصف کے قریب درست ہو چکی تھی، میں پہلے دن بھر کا تھکا ماندہ گھر واپس آتا تو سونے سے سیری ہی نہ ہوتی، معلوم ہوتا رات ہوتے ہی صبح ہو جاتی ہے، جلد صبح ہو جانے پر مجھے غصہ آجاتا، مگر اب سوتا تو نیند کی جگہ صبح کی رنگینیوں اور نشاط انگیز آرزوؤں کی آنکھوں میں لیکر، اب صبح بھی جلد نہ ہوتی وہ بھی ایک معشوقہ کی طرح نہ جانے کتنے انتظار کے بعد کہیں آتی، میں جاگ کر افق مشرق پر سرخ خطوط دیکھنے کے لئے کروٹیں بدلتا رہتا۔
ایک روز صبح ہونے کے بعد بھی میرے لئے صبح نہیں ہوئی، آٹھ بجے، ساڑھے آٹھ بجے، نو بجے مگر گھوشال بابو نہیں آئے، جی چاہتا [illegible]

[illegible] باپ کیسا ہی نہیں گئے، اگر بھی چاہیں گے تو مجھے استعفیٰ کر رہی کیا ضرورت ہے جس کا کام ہے لے بیٹھی ہے پا بچپا کن دل بہلاتا۔ کہتا کہ انہیں کا کام ہے یہاں [illegible] ہے۔

اسی ادھیڑبن میں گوری ناشتہ اور چائے لے آئی، بولی: آج بابا نہیں آ سکے، انکی طبیعت ذرا خراب ہے۔

گوری کی ہندوستانی زبان کتنی پیاری تھی۔ میں اس سے کچھ پوچھنا ہی چاہتا تھا کہ وہ واپس چلی گئی، میں مایوس بیٹھا رہ گیا۔

اس کے بعد دو ہفتے گذر گئے، نہ گھوشال بابو آئے اور نہ گوری آئی، مجھے بہت تردد ہوا، میرا ملازم چائے لیکر آیا تو میں نے پوچھا کیا بات ہے، لڑکی سوداگوری تو مجھے دیکھنے نہیں آئی تھی؟

"نہیں، آجکل اسکا باپ بیمار ہے، ٹائیفائیڈ ہو گیا ہے"

"ٹائیفائیڈ ہو گیا ہے، تمہیں کیسے معلوم؟"

"کل انہوں نے مجھ سے دوا منگوائی تھی، ڈاکٹر کہتا تھا حالت اچھی نہیں ہے بہت احتیاط کی ضرورت ہے"

"ان کے پاس کوئی نوکر چاکر نہیں ہے کیا؟"

"گوری اور اسکی ماں کے سوا اور کوئی نہیں ہے"

یہ سنکر میں پریشان ہو گیا، پیسے کی تنگی بیماری میں اور بھی مصیبت بن جاتی ہے، دس پانچ روپے تو میں بھی دے سکتا تھا، لیکن اتنے سے کیا ہوتا، ابھی تک کہانی بھی فروخت نہیں ہوئی، کہانی اگرچہ مکمل ہو چکی ہے دو ایک سین باقی ہیں وہ آج پورے ہو جائیں گے، لیکن ایسا کون بھلا آدمی ہے جو کہتے ہی روپے دیدے پھر کیا کرنا چاہئے؟

پھر جاکر جلدی سے کہانی پوری کی، جی چاہا کہ گھوشال بابو اور گوری کو یہ خوشخبری سنادوں ساتھ ہی خیال ہوا اپنی [illegible] کی خوشخبری [illegible] کیا خوشی ہو گی، اس زمانے میں ساری خوشیاں پیسے کے ساتھ وابستہ ہیں، اس خیال کے آتے ہی میں گھوشال بابو کے ہاں گیا، دروازہ بند تھا۔ مجھے ایک طرح کی خوشی ہوئی، اللہ خود میری غلطی کی اصلاح ہو گئی، میں وہاں سے سیدھے آفس گیا، ڈائرکٹر سے ملا، انہیں کہانی بہت پسند آئی انہوں نے کہانی خرید بھی لی مگر روپے کے لئے کہا تین مہینے کے بعد ملے گا، میں نے تفصیل کے ساتھ مصنف کی ضرورتیں سمجھائیں، میری کوشش بیکار نہیں گئی، مجھے ایک ہزار روپے کا چیک مل گیا میں ہوا کی تیزی کے ساتھ گھر واپس ہوا، ایک ناقابل بیان مسرت سے میرا دل لبریز ہو گیا ہیں محلے میں داخل ہوا ہی تھا کہ کالج سے واپس آتی ہوئی لڑکیوں کا ایک غول ملا، تتلی سی لگی تھی۔ اور بھیڑ کی بھیڑ لڑکیاں، میں مجبوراً ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگا، لیکن مجھ سے اس طرح چلا نہیں گیا میں نے دیوار پر ہاتھ ٹیک کر اس طرح چھلانگ ماری کہ گرتے گرتے بچ گیا، لڑکیاں قہقہہ مار کر ہنس پڑیں، میں جھینپ گیا، میں لمبے لمبے قدم بڑھانے لگا، لیکن کسی نے پیچھے سے آواز دی "سوریش بابو" رک گیا، "آپ بڑی آرٹسٹک چال چلتے ہیں، ہم نے تو سمجھا آپ اب گرے اور اب گرے، ہمیں آپ کی مدد کرنی پڑے گی۔ لیکن آپ کیوں گرنے لگے؟ آخر تو آپ آرٹسٹ ہیں نا؟"

"اگر میں گر پڑتا تو آپ کو خوشی ہوتی، کیوں آپ کا یہی مطلب ہے نا؟"

"آپ کے گرنے کی خوشی تو شاید نہ ہوتی، لیکن ایک آرٹسٹ کی مدد کرنے کی خوشی تو ضرور ہی ہوتی"

"تو کیا یہ خوشی مجھے گرا کر ہی حاصل کی جا سکتی تھی؟ اگر ہمدردی ہی کرنی ہے تو آرٹسٹ کو اس قدر آپ کی دلچسپی کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟"

"آرٹسٹ سے ہمیں کو نہیں ساری دنیا کو دلچسپی ہوتی ہے، جب لوگ بیٹھ کر دیکھتے ہیں، آرٹسٹ کو سینما میں دیکھنے جاتے ہیں اور وہاں صرف پردے پر ان کے رنج و راحت کو دیکھ سکتے ہیں خواہش رکھتے ہوئے بھی ان کی کوئی مدد نہیں کر سکتے لیکن یہاں آسانی سے ہمیں یہ موقع مل جاتا ہے"

"اگر آپ چاہیں تو وہ موقع کسی حادثے کے بغیر ہی آپ کو مل سکتا ہے، بھلا ایسا کون شخص ہو گا جو آپ کی امداد کا خواہش مند ہو گا، لیکن ان باتوں کو جانے دیجئے۔ پہلے آپ لوگ اپنا تعارف تو کرائیے"

اسی لڑکی نے کہنا شروع کیا "ہم سب اسی محلے میں رہتی ہیں اور میں تو خاص آپ ہی کی بلڈنگ میں رہتی ہوں، ہم سب یہاں کے کالج میں پڑھتی ہیں، گوری میری سہیلی ہے اس نے اسی سے آپ کی تعریف سنی تھی، ایک روز اس نے آپ کو دکھا کر کہا تھا، سوریش بابو یہی ہیں، ہماری بہت مدد کرتے ہیں۔ بڑے نیک دل اور شریف وہ ہیں، واقعی سوریش بابو آپ کو گوری کے خاندان کی مدد کرنی چاہیئے، بیچارے بڑے مصیبت میں ہیں اور آجکل تو اسکے باپ بیمار بھی ہیں۔

"گوری۔ گوری" میں جیسے نیند سے جاگ اٹھا اور اپنے کو سنبھال کر بولا "ہاں ہاں چھا جا رہا ہوں، تم چلنے میں بھی وہیں چل رہی ہوں"

دوسری لڑکیاں اپنے اپنے گھر چلی گئیں، اور وہ گوری کی سہیلی میرے ساتھ ہو لی، وہ عجلت پسند لڑکی میری رفتار کو بھی ضرورت سے زیادہ تیز کئے دے رہی تھی میں بھاگا سا جا رہا تھا اور سوچ رہا تھا، کیا عورتوں کے ساتھ اسی طرح چلتے ہیں! میں بھی کیسا پاگل ہوں؟ میں اسی خیال میں اتنی بہت آگے نکل گیا، وہ دور ہی سے چلا کر بولی: "سوریش بابو آپ بھاگے کیوں جا رہے ہیں ساتھ ہی چلئے" میں ٹھہر گیا اور اپنی بات بنانے کے لئے بولا: "میں تو بھاگ نہیں رہا ہوں بلکہ آپ ہی آہستہ آہستہ چل رہی ہیں"

"لیکن آؤٹ ہوتے ہوتے بچی سریش بابو آپ کو
صرف ان کے ساتھ کھیلنا نہیں آتا۔"
"تو کیا آؤٹ کے لئے یہ ضروری ہے کہ دوسروں
کے ساتھ جھگڑا ہوا چاہئے؟"
"آپ بہت بے پرواہیں" گوری ٹھیک کہتی تھی
وہ ہنستے ہوئے بولی۔

میں نے گوری کے ہاں پہنچ کر دیکھا وہ اداس
بیٹھی تھی، اس نے میرا شکریہ ادا کیا، کیا اب بھی
شکریہ کی ضرورت تھی۔
میں نے کہا "شکریہ کی کیا ضرورت ہے گھوشال
بابو جیسے آپ کا کام ہے، ویسے میرا، آپ علاج
کس کا کر رہے ہیں؟"
یہ کہکر میں نے گوری کی طرف دیکھا۔
"کوئی آدمی ہی نہیں جو ڈاکٹر کے پاس جائے
ایک ہومیوپیتھک دوا کھا رہے ہیں، لیکن کچھ فائدہ
نہیں ہے" ——— "کوئی آدمی نہیں تو مجھے
کیوں نہیں کہا، میرے تو کبھی سے کہہ دیا ہوتا
آخر اس میں مضائقہ کیا تھا؟" میں نے تعجب سے پوچھا
"سریش بابو!..... سب آپ ہی کی
مہربانی سے تو ہو رہا ہے" ان کی آنکھوں سے
عجز و انکسار ٹپک رہا تھا، سب سے بڑا علاج روپیہ
ہے اور اب وہ موجود تھا، گھوشال بابو اچھے ہو گئے
اب صرف ایک بیماری باقی تھی اور وہ تھی گوری
کے لئے ایک اچھے لڑکے کی تلاش۔
ایک روز گھوشال بابو میرے پاس آکر کہنے لگے۔
"بھائی میں آپ کے احسان کو کبھی نہیں بھول سکتا
میں ایک مہینے کے لئے باہر جا رہا ہوں ذرا کبھی کبھی
گھر کی دیکھ بھال کرتے رہئے گا۔"
میں نے کہا "آپ فکر نہ کیجئے کسی بات کا حرج
نہ ہوگا، آپ گوری سے کہہ دیجئے جس وقت جس
چیز کی ضرورت ہو مجھ سے فوراً کہہ دے"
"ہاں ہاں میں نے پہلے ہی سمجھا دیا ہے" یہ
کہکر وہ چلے گئے۔

مدت روز گذر گئے لیکن گوری ایک دفعہ بھی
میرے پاس نہ آئی، میں نے سوچا وہ تو مجھے برا
سمجھتی ہے، پھر وہ میرے پاس کیوں آنے لگی
اچھی بات ہے پھر میں بھی کیوں جانے لگا، اگر
اسکا ایسا خیال ہے تو ایسا ہی سہی۔
اتنے میں دروازے پر کسی کی آہٹ پا کر میری نظر
اسطرف اٹھ گئی گوری کھڑی تھی میں نے کہا۔
"آؤ گوری!"
"ماں نے چائے پینے کے لئے بلایا ہے"
گوری نے اندر قدم رکھتے ہوئے کہا۔
میں نے کسی قدر تمکنت آمیز لہجے میں جواب دیا
"تم آج کیسے ادھر بھول پڑیں، میں کیسے تم
لوگوں کو یاد آگیا"
"میری بات چھوڑیئے، لیکن آپ نے بھی تو مجھے
یاد نہیں کیا، میں تو آپ کو یاد کرکے بھی مجبور تھی
لیکن کیا آپ بھی نہیں آسکتے تھے؟"
"کیا تمہارے یہاں آنے میں کوئی رکاوٹ تھی
کیا یہاں آنے سے کوئی ناخوش ہوتا ہے؟"
"نہیں ——— لیکن ———"
"لیکن میں پرواہ نہ کروں گا، اسی خیال سے؟"
"یہ بھی ہو سکتا ہے لیکن یہ سب آپ کس نے..."
"میرے دل نے ——— سچ کہو گوری کیا میں تمہاری
پرواہ نہیں کرتا؟"
"سریش بابو! ماں نے آپ کو بلایا ہے چلئے"
گوری اس طرح بولی جیسے اس نے میری بات سنی ہی نہیں
"جواب کیوں نہیں دیتیں؟"
"آپ چلئے ماں نے بلایا ہے دیر ہو رہی ہے"
کہتے کہتے وہ کمرے سے نکل گئی۔
میں نے چپل پہنی اور فوراً گوری کے یہاں پہنچا
گوری کی ماں سامنے چائے رکھتی ہوئی بولیں
"بیٹا تم ناراض ہو گیا؟"
"نہیں تو ماں جی! میں ناراض کیوں ہونے لگا"
دوسرے روز جب میں بستر سے اٹھنے کی کوشش
کر رہا تھا میرے دل میں ایک [illegible]
موجود تھی میری آنکھوں میں ایک سا [illegible]
گردش کر رہی تھی، میں سوچنے لگا میں نے کیا بے
پروائی کی ہے..... مجھ سے کوئی غلطی تو نہیں
ہو گئی ہے..... آج میں گوری سے صاف
صاف کہہ دوں گا کہ گوری میں تم سے بے اعتنائی
نہیں برتتا، میں سب سے زیادہ تمہاری پرواہ کرتا ہوں
کیا تم واقعی اپنی خاموش زبان میں مجھ سے
کہا کرتی تھیں، نہیں نہیں تم نے مجھ سے کبھی کچھ
نہیں کہا، اگر تم کچھ کہتیں تو میں ضرور اسکا لحاظ
کرتا، میں بے پرواہ نہیں ہوں..... نہیں
میں اس سے کچھ نہ کہوں گا، اگر میں نے کچھ بھی
کہا تو وہ سمجھے گی کہ اس کی تھوڑی سی مدد کی گئی ہے
اسکا اسقدر سخت بدلہ لیا جا رہا ہے، اس کے
دل پر زبردستی قبضہ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے
نہیں مجھے کسی سے اسطرح باتیں کرنے کا کوئی حق
نہیں ہے، لیکن اس نے اپنی سہیلی سے کہا کیوں
کہ میں بے پرواہ ہوں، وہ لڑکی کیوں کہتی تھی کہ
تم اس کی خاموش زبان کو سمجھ نہیں سکے، کیا
وہ جھوٹ کہتی تھی؟ اسے جھوٹ بولنے کی ضرورت
کیا تھی؟ اس نے جھوٹ نہیں کہا، گوری یقیناً
مجھے چاہتی ہے اسے ضرور مجھ سے محبت ہے
..... میں نہ جانے کب تک انہیں خیالات
میں محو رہا اور ابھی نہ جانے کب تک محو رہتا
اگر "سریش بابو" کہکر میرے خیالات کو کوئی منتشر
نہ کر دیتا، میں چونک کر اٹھ بیٹھا گھوشال بابو
دروازے پر کھڑے تھے، میں نے پرنام کرکے
کہا "آئیے آپ کب آگئے؟"
"ابھی آٹھ بجے کی گاڑی سے آیا ہوں" آپکی
امداد ہمارے لئے بہت مبارک ثابت ہوئی گوری
کے لئے ایک بہت اچھا لڑکا مل گیا، بی اے پاس
ہے اسکول میں ماسٹری کرتا ہے [illegible]
[illegible] خیال کا آدمی ہے [illegible] آپ ہی

[illegible]
[illegible]
[illegible] سے جیا شت
[illegible]

[illegible] سے کہا تو تم نے
جیا سعادت منانا [illegible] گیا، جو یہ کام ہو گیا
ہمیں تو تمہاری محبت ابھی کہاں تھی"۔
میں بالکل سچ بات کہہ کے بولا تو بڑی خوشی
کی بات ہے، کب تک شادی ہو گی؟"
"جلد ہی ہے" یہ کہہ کے خیال بابا اٹھ کر جانے
لگے تھے "ابھی تک اشنان بھی نہیں کیا جاتا
صبح پوجا کروں گا"۔
میں واپس ہو کے کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا جیسے
میرا سب کچھ لٹ گیا ہو۔ اتنے میں دبے پاؤں
گوری آکر پلنگ کے پاس کھڑی ہو گئی، چائے
ناشتہ لیکر آئی تھی، جی چاہا گوری کو مبارکباد دوں
دل کی بات دل ہی میں رہنے دوں، لیکن خود
گوری ہی کہنے لگی "کیا تم ایسے ہی چپ ہی رہو گے؟"
اس کے منہ سے لفظ تم کو سن کر مجھے بہت تعجب ہوا
وہ اپنے ہاتھ کی چیزوں کو میز پر رکھ کر کونے کے
پاس بیٹھ گئی اور سسک سسک کر رونے لگی۔
میں نے اسکے پاس جا کر دونوں ہاتھوں کے سہارے
سے اٹھایا وہ میرے شانے میں منہ چھپا چھپا کر رونے
لگی اسکے آنسوؤں سے میری قمیص تر ہو گئی میرا تمام

جس دن [illegible] ہے کہ ابھی تمہاری
تنہائی کی جب بات تھی میں خاموش کھڑا
تھا اتنے میں وہ کہنے لگی "تم بھی
دل کی بات کبھی نہیں کہتے، تم نے کبھی اپنے دل
کی بات اشاروں سے بھی مجھے نہیں بتائی مجھے
تو تم سے کبھی کچھ کہنے کا موقع ہی نہیں ملا اور ایسی
حالت اب سے دو منٹ پہلے تک میں اپنے جذبات
کا اظہار نہ کیا اسکے علاوہ میرے پاس ہے کیا؟ پیسے
پیسے ہیں نہیں مگر پیار کی میں نے کبھی صورت
نہیں دیکھی، کس بنا پر تم سے کبھی کچھ کہتا؟ اور اب
بھی تمہارے پتا جی سے کچھ کہوں تو کس بھروسے پر؟
چپ رہنے کے سوا چارہ ہی کیا ہے؟"
"میں پیسے پیسے کے لئے تمہارے پاس آنا نہیں
چاہتی، لیکن اس پر بھی تم اپنے کو دھوکے میں
رکھنا چاہو تو تمہاری خوشی"
گوری یہ کہہ ہی رہی تھی کہ نیچے سے اسکی ماں کی
آواز آئی "گوری"
"گوری جاؤ ماں بلا رہی ہیں" میں نے یہ کہا اور
گوری اٹھ کر چلی گئی۔
اس روز سے میں نے اپنا پروگرام بالکل بدل دیا
بارہ بجے رات کو گھر آتا، سات بجے سے پہلے اٹھ کر
چلا جاتا، وہ مکان وغیرہ سب کچھ مجھے کھانے کو
دوڑتا تھا، نوکر سے تقریباً روزانہ مجھے گوری
کا حال معلوم ہو جاتا، گوری بھی تقریباً روزانہ

[illegible] سے [illegible] میں سہاگ [illegible]
کی شادی کے بعد مجھ سے کس طرح ملا کرو گی
اس کے گھر جا کر گیا، گوری کے باپ شیام لال
نے مجھے گھیر کر پوچھنا شروع کیا "کیوں بھئی تم آج کل
کیوں نہیں آتے کیا بات ہے؟"
میں نے کسی طرح بات بنا کر ٹال دیا اور گوری
کے پاس گیا، دیکھا وہ انہیں کالج کی لڑکیوں سے
گھری ہوئی ہے۔ مجھ سے وہاں ٹھہرا نہیں گیا
سر کے درد کا حیلہ کر کے اپنے کمرے میں واپس
چلا آیا، چارپائی پر لیٹ کر دل کو سمجھانے کی
کوشش کرنے لگا لیکن دل تھا کہ کسی طرح مانتا
ہی نہ تھا، آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔
اب گوری سے میرا کوئی واسطہ نہیں رہا وہ جا رہی
وہ شادی کی سہاگ ساڑی میں کتنی حسین معلوم
ہو رہی ہے، حسن و شباب کی دیوی بنکر آئی ہے
"تم رو رہے ہو"
میں چونک پڑا "میں رو رہا ہوں" اس خیال
کے ساتھ ہی ایک ہلکا سا بوجھ میرے سینے پر تھا۔
گوری میرے سینے سے لگی رو رہی تھی۔
"مجھے بھول گئے تو نہیں ..... میں چاہتی
ہوں تم ہمیشہ مجھے یاد رکھو، بولو، بولو، بھولو گے
تو نہیں" وہ سسکنے لگی میں خاموش تھا کیا
جواب دیتا، آنسوؤں کی وجہ سے آنکھوں کا
دھندلا پن گہرا ہو کر اندھیرے میں تبدیل ہو جاتا تھا"

من مندر میں آؤ ....!

ساحر ودائی کے منتر بیت [illegible]

من مندر میں آؤ شیام
پریم کا ہے سنسار پجاری
چنتا چتا کی ماری
بھاگ بھیا [illegible]
[illegible] سناؤ شیام
من مندر میں آؤ شیام

۲
پریم میں جیون اپنا بتاؤں
پریت کا سندر گیت سناؤں
آؤ ہر دے میں بساؤں
پریمی ساجن تیرا نام .....
من مندر میں آؤ شیام

۳
جیون تم ہو اُجیارے
موری نیا تم رے سہارے
آؤ آؤ پریتم پیارے
تمہیں کروں پرنام
من مندر میں آؤ شیام

محبت بھرے خطوط

تینتالیسواں خط!

ہمیں بھی یاد کرنا جب ہنسیں کلیاں گلستاں کی
قسم ہے تجھ کو اے صبحِ وطن شامِ غریباں کی

آج صبح تمہارا خط ہمدم وصول ہوا، اور اس وقت گیارہ بجے جواب لکھ رہا ہوں، وطن کا ذکر چھیڑ کر، تم نے پرانے زخموں کو پھر سے ہرا کر دیا۔ وطن، مجھے کسی حال میں نہیں بھولتا، گاؤں کی وہ ناہموار گلیاں، جن میں میری نوجوانی نے ٹھوکریں کھائی ہیں، نگاہوں میں اب تک محفوظ ہیں۔ وہاں کے راستوں کے پیچ و خم دل پر نقش ہیں، اور تم حیرت کرو گی کہ کئی سال گزرنے کے بعد ایک نقش بھی دھندلا نہیں پڑا۔

برسات کی رت میں دوست، احباب مل کر باغوں میں جاتے تھے، مینہ برس رہا ہے، کپڑے پانی میں شرابور ہیں، تیز تیز ہوائیں چل رہی ہیں، اور درختوں کے جھنڈ میں بیٹھ کر آم کھائے جا رہے ہیں، ایک نے قریب کے بیٹھنے والے کی طرف آم کے رس کی پچکاری کا رخ کر دیا، اس نے جواب میں آم کی گٹھلی پھینک کر ماری، بس پھر کیا تھا "دیوانہ را ہوئے بس است"، چھلکے، گٹھلیاں اور آم چلنے لگے، شور، ہنگامہ، قہقہہ، نہ گذشتہ کا غم اور نہ فردا کی فکر، کئی گھنٹے لطف کے ساتھ گزر گئے۔

بسنت کے موسم میں، سرسوں کے پھولوں کے ہاروں کی تیاریاں، ہرے بھرے کھیتوں میں آنکھ مچولی کے لئے بھاگ دوڑ، ہمسر کی چھلیوں کی تلاش میں کھیت کھیت پھرنا، ریل کی پٹری پر احتیاط کے ساتھ، بازو سنبھالے ہوئے، دوڑ دوڑ کر چلنا!

صدائیں دو مجھے گذرے ہوئے زمانے کو

جاڑے کی رت میں الاؤ کے کنارے بیٹھ کر تاپنا، دوستوں کی پر لطف باتیں، گیت، غزلیں، ٹھمریاں، چو بولے، ایک کی ڈفلی دوسرے کا راگ، گاؤں کی معصوم اور بھولی لڑکیوں کے نغمے! ان کے قہقہوں کی چوڑیاں اور پیپیوں کے گاؤں کے نغمے اب تک میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔

شہر کی زندگی، گاؤں کی زندگی کے مقابلہ میں بہت زیادہ پر تکلف اور بلند ہوتی ہے، مگر اس معصوم سادگی کی بات کہاں آتی ہے! دنیا نے چند حسین گناہوں اور بناوٹی تکلفات کا نام "تمدن" رکھ دیا ہے۔ میں تہذیب کو "خوبصورت دھوکا" سمجھتا ہوں۔ شہروں میں تمدن و تہذیب کے نام پر کیا کیا نہیں ہوتا۔ رقص خانے، کلب گھر، تھیٹر ہال، قمار خانے، یہ سب تہذیب و تمدن ہی کے تو جلوے ہیں۔ کوئی ان سیاہ کاریوں پر حرف گیر ہوتا ہے، تو تہذیب کی خانقاہ سے فتویٰ صادر ہوتا ہے کہ اعتراض کرنے والا، گنوار ہے، اجڈ ہے، بد تہذیب ہے!

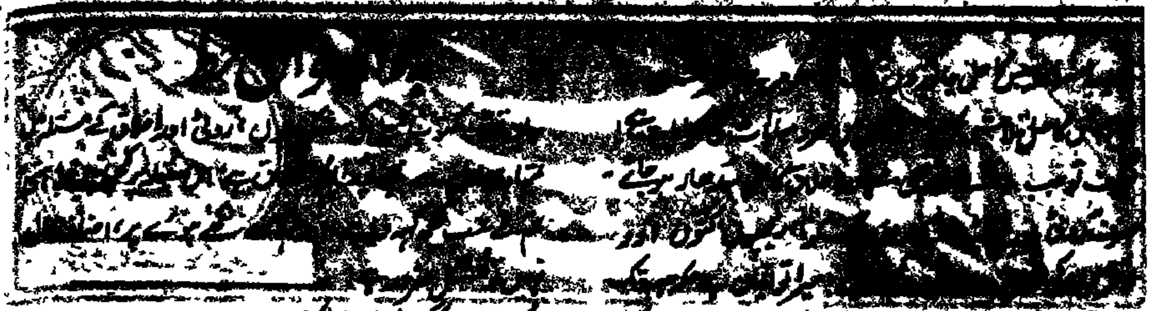
تم دیکھتی نہیں ہو کہ تمام دنیا اسی ایک رخ پر بھی چلی جا رہی ہے۔ مشرق بھی خراب اور مغرب بھی تباہ! علامہ اقبال مرحوم نے، دنیا کا یہی رنگ دیکھ کر اپنے نورِ نظر جاوید کو نصیحت کی تھی کہ:۔

حیا نہیں ہے زمانہ کی آنکھ میں باقی!
خدا کرے کہ جوانی رہے تری بے داغ

بے حیائی اور فحش کا نام "آرٹ" ہے! اور دنیا اس "آرٹ" پر فخر کرتی ہے۔ شاید ضمیر کی آواز لوگوں کے کانوں تک نہیں پہنچ سکتی۔

تمدن و تہذیب کی دنیا میں سب سے زیادہ جھوٹ بولنے والا شخص "مدبر" اور "ڈپلومیٹک" سمجھا جاتا ہے۔ یہی دنیا کے سیاست داں کبھی صاف اور واضح بات نہیں کرتے، جو کچھ کہتے ہیں ایچ پیچ سے کہتے ہیں، تاکہ موقع، محل کے لحاظ سے اپنی کہی ہوئی بات کی نئی نئی تاویلیں کر سکیں، جو لوگ انقلاب چاہتے ہیں، وہ پیٹ اور روٹی کی صدائیں لگاتے پھرتے ہیں، اخلاق و انسانیت کو انہوں نے بھی فراموش کر دیا ہے۔ "روٹی" کا مسئلہ اپنی جگہ یقیناً اہم ہے، مگر "اخلاق" کا درجہ "روٹی" سے بہت بلند ہے۔ میں تو ان نعروں کے "انقلاب" کو، دنیا کے لئے مفید نہیں سمجھتا۔

اپنی غذا تو درندے بھی حاصل کر لیتے ہیں اور بہت سے جانور بھی دانہ دنکا جمع کر کے اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پال لیتے ہیں



کہ دنیا کے اخلاق کا مستقبل روشن نہ ہوگا، انسانوں کی بے چینی دور نہیں ہو سکتی، انسانیت کی پیٹھ کا زخم، روٹی سے نہیں؛ اخلاق کے مرہم سے اچھا ہو سکتا ہے۔ ہمارا آجکل کے جوشیلے نوجوان جن کے دماغ پستانوں اور لینن کے نظریوں کی فضا میں پرواز کرتے ہیں، روٹی کے ساتھ "اخلاق" کا نام سن کر نصیحت کرنے والوں کو "قدامت پرست" "بزدل" "ملک کا دشمن" "غلام فطرت" اور No-Changers سمجھنے لگتے ہیں! کاش! یہ انقلاب کا صحیح مفہوم سمجھ سکتے۔ خدا کے ان نادان بندوں سے کوئی یہ پوچھے کہ بھائیو! دنیا میں ایسا کون عقل کا کورا ہوگا جو بھوکا رہنا چاہتا ہو؟ ہر انسان تن ڈھکنے کے لئے کپڑا اور پیٹ بھرنے کے واسطے روٹی چاہتا ہے۔ ہم میں اور تم میں فرق یہ ہے کہ تم صرف "روٹی" چاہتے ہو، اور ہم "اخلاق اور روٹی" چاہتے ہیں۔ روس نے روٹی کے مسئلہ کو تو بیشک حل کر لیا، لیکن "اخلاق" کے گلے پر چھری پھیر دی، اخلاق کے خون میں لتھڑی ہوئی روٹی ہمارے کس کام کی!

اسی قسم کے نوجوان جو "روٹی" "روٹی" چلاتے ہیں، خدا اور مذہب سے عام طور پر باغی نظر آتے ہیں — حالانکہ:—

جُدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

تو اماں! میں تم سے اپنے وطن کا ذکر کرتے کرتے، کہاں سے کہاں نکل آئی، معاف کرنا، خط خود طویل ہو گیا، اور کچھ خشک اور بے مزہ بھی مگر انسان رنگینیوں اور چٹخاروں سے بھی تو بیزار ہو جاتا ہے، دہان لذت و ذوق کا مزہ بدلنے کے لئے "خشکی" اور "بے کیفی" کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔ تم کو میرا یہ خط پرسوں مل جائے گا، اگر تم نے اسی دن جواب دے دیا تو میرے باہر جانے سے پہلے، تمہاری خیریت مجھے مل جائے گی۔

تمہاری سنجیدگی میں بھی عجیب دلکشی اور جاذبیت ہے، محبت بھرے خط میں معاشی اور اقتصادی مسائل سمو کر، تحریر کو متانت و سنجیدگی کا "صحیفہ" بنا دیا۔ لیکن جوشیلا آدمی جھک کر گلے سے پہلے نصیحت کو قبول نہیں کرتا، دنیا نے نصیحت کرنے والوں کا ہمیشہ مذاق اڑایا اور منہ چڑایا ہے۔ میرا یقین ہے کہ دنیا پھر پھرا کر، اخلاق و انسانیت کے آستانہ پر کبھی نہ کبھی آئے گی ضرور! دیکھتے نہیں ہو کہ مریض کو طبیب کی نصیحت ہمیشہ بری لگتی ہے، لیکن پرہیز توڑنے کے بعد، جب مرض کو ترقی ہونے لگتی ہے، تو اس وقت احساس ہوتا ہے کہ طبیب نے کچھ سمجھ کر ہی نصیحت کی تھی۔

جذباتِ حفیظ

مجھے شاد رکھنا کہ ناشاد رکھنا
مرے دیدہ و دل کو آباد رکھنا
ملیں گے تمہیں راہ میں بتکدے بھی
ذرا اپنے اللہ کو یاد رکھنا
بھلا دی تمہیں جا سکیں گی یہ راہیں
تمہیں یاد آئیں گے ہم یاد رکھنا
تمہیں بھی قسم ہے کہ جو سر جھکا دے
اسی کو تہِ تیغ بیداد رکھنا
الٰہی وہ برباد کرتا ہے مجھکو
الٰہی اسے شاد و آباد رکھنا

حفیظ جالندھری

تخریب کے بعد تعمیر ہوتی ہے۔ کمزور اور بوسیدہ مکان بنائے جانے کے لئے ہی توڑے جاتے ہیں، یہ قدرت کا اٹل قانون ہے، تو یہ تمدن و تہذیب کے آغوش میں پرورش پائی ہوئی دنیا بھی ڈوبنے کے بعد ابھرے گی، اس وقت شاید ہم اور تم نہ ہونگے، لیکن ہماری باتیں ضرور ہونگی، اور اگر مجھے "خود ستائی" کے الزام کا خوف نہ ہوتا تو میں ان جملوں کی پیش گوئی کر دیتی، جو ہمارے متعلق آنیوالی نسلوں کی زبانوں ادا ہونگے۔

کل سے طبیعت قدرے بے کیف ہے، تمہاری تصویر فریم کرانے کیلئے بازار بھجوا دی ہے، اب وہ "فریم ساز" یا "شیشہ گر" کی دکان کی زینت بنی ہوئی ہے، اس نے آج فریم بنا کر دینے کا وعدہ کیا تھا، اب اس وقت شام کے چھ بجے ہیں، اس نے اب تک تصویر نہیں بھیجی، لازم کو گیا آ گیا ہے، وہ نقل و حرکت کے قابل نہیں ہے، ورنہ اس کو فریم ساز کے یہاں بھیجدیتی۔ یہ آخر میرے ساتھ دنیا کس قسم کا مذاق کر رہی ہے؟ تم ان باتوں سے بے خبر تو نہ ہوگے۔ سورج ڈوب رہا ہے، اندھیرا پھیل رہا ہے، رات بھیانک دن کر آ رہی ہے، یا مجھ پہ غم اندھیرے کی چادر — میں تم سے رخصت ہو رہی ہوں،

[illegible]

فریبِ اعتماد

ہوا کا ایک بگولہ جو پچھ کھاتا، گرد و غبار اور پتوں کو سمیٹتا چلا جا رہا تھا، پیپل کے ایک درخت سے ٹکرایا اور اسے گھیر کر جھنجھوڑ ڈالا، اس شور و شر سے منگل کی آنکھ کھل گئی، اس نے درخت کی طرف دیکھا جو تھر تھر کانپ رہا تھا، ڈالیاں ہل رہی تھیں، پتے پھڑ پھڑا رہے تھے۔

منگل بڑبڑانے لگا، یہ پیپل بھی تو ایک طرح کا قیدی ہے مجبور قیدی!

ظلم و ستم اور جبر و تشدد سہنے کے سوا اور کر بھی کیا سکتا تھا؟ یہ کبھی کبھی شور و فریاد بھی کرتا ہے تڑپتا اور پھڑپھڑاتا بھی ہے، لیکن اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتا کون ہے! ہائے رے قید! اور ہائے رے مجبوری!

منگل ٹکٹکی باندھے درخت کی طرف دیکھتا رہا پھر ایک سانس لیکر بولا "میں بھی تیری طرح قیدی تھا، میں ایک قیدی کی مصیبت ناک زندگی سے اچھی طرح واقف ہوں، مجھے تیرے ساتھ دلی ہمدردی ہے"۔

ہوا کا جھونکا درخت کو جھنجھوڑ کر آگے نکل گیا اور اس کے ساتھ کچھ پتے بھی ٹوٹ کر ادھر ادھر منتشر ہو گئے، منگل نے پتوں کی طرف اشارہ کرکے کہا، میں بھی تیری طرح قیدی تھا، لیکن اب تیرے ان ٹوٹے ہوئے پتوں کی طرح آزاد ہوں یہ پتے جب تک تیرے ساتھ تھے یہ بھی تیری طرح قیدی تھے، لیکن اب وہ بالکل آزاد ہیں۔

اب یہ چاہے ہوا میں اڑ کر آسمان کی سیر کریں یا پانی میں پڑ کر موجوں سے کھیلیں یا افق تک پھیلے ہوئے میدان کی سیر و تفریح کریں، اب نہ ان کے لئے کوئی قید ہے نہ بند، کوئی ضابطہ ہے نہ قانون! ــــــ اب انہیں پتوں کی طرح میں بھی آزاد اور مطلق العنان ہوں، جہاں چاہے جا سکتا ہوں چل پھر سکتا ہوں، کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں ــــــ اب نہ میرے ہاتھوں میں ہتھکڑی ہے نہ پاؤں میں بیڑی جو چاہوں کروں، جہاں چاہوں جاؤں، اب میرے سامنے اب میرے ارد گرد جیل کی اونچی دیواریں بھی نہیں ہیں، جو نہ مجھے باہر کی کوئی آواز سننے دیتی تھیں نہ باہر کی کوئی چیز دیکھنے دیتی تھی۔

یکایک ہوا کا ایک اور جھونکا آیا، درخت سے گرے ہوئے پتے جو ادھر ادھر پڑے تھے، اڑ کر نہ جانے کہاں سے کہاں پہنچ گئے، کچھ پتے بچ رہے تھے ایک جانور آیا ان میں سے کچھ پتوں کو لقمہ بنایا گیا اور کچھ پتوں کو روند کر آگے بڑھ گیا، منگل بے چین ہو گیا کہنے لگا "ارے ان پتوں کی آزادی کی یہی حقیقت تھی ہاں ہاں جس کا کوئی وارث نہیں کوئی وسیلہ اور سہارا نہیں، جو کسمپرس ہیں، ان کی آزادی کیا! ان کی ہستی ہی بے حقیقت ہے"۔

ہوا کا ایک جھونکا اور آیا، درخت میں لگے ہوئے پتے کھڑکھڑانے لگے، ہرے ہرے اور چکنے پتے ہوا میں ہل رہے تھے اور دھوپ سے چمک رہے تھے، منگل پتوں کی طرف دیکھتا ہوا بولا ــ یہ پتے کتنے خوبصورت اور چمکدار نظر آ رہے ہیں لیکن ان کی یہ خوبصورتی اور ان کا وجود جبھی تک محفوظ ہے جب تک درخت سے ان کا تعلق باقی ہے اور انہیں درخت کا سہارا ہے، لیکن جن پتوں کا درخت سے تعلق منقطع ہو چکا ہے اور جن کا کوئی سہارا نہیں ان کی کوئی حقیقت اور ہستی بھی نہیں اب تو وہ ہوا کے جھونکوں کے ساتھ ادھر سے ادھر مارے مارے پھرتے کسی جانور کا لقمہ بن جاتے اور پیروں تلے روندنے کے لئے باقی رہ گئے ہیں"

یکایک درخت کی ٹہنیاں ہل گئیں جیسے وہ منگل کے خیال کی تائید میں سر ہلا رہی ہوں

یکایک منگل کے دل میں خیال گذرا کہ کیا درخت کے انہیں ٹوٹے ہوئے پتوں کی طرح میں بھی کسمپرس اور بے گھر بے در کا نہیں ہوں، تو کیا پھر اور گرد کے حادثات کے تھپیڑے اسی طرح مجھے بھی ادھر سے ادھر دھکیلتے پھریں گے، کیا اچھا ہوتا اگر میں زندگی بھر جیل ہی میں رہتا، کتنی اچھی تھی میری وہ جیل کی زندگی! ــ میں قیدی تھا لیکن تنہا اور کسمپرس نہیں تھا۔ بے ٹھکانہ اور بے سہارا نہیں تھا، وہاں میرے رفیق اور ساتھی تھے، رہنے کے لئے ٹھکانہ تھا، زندگی کے مشاغل تھے، اب کیا ہے؟ کچھ بھی نہیں!.......

ارے مجھے کیا ہو گیا؟ میں یہ کیا پاگلوں کی طرح بک رہا ہوں، بھلا ان پتوں سے میرا کیا مقابلہ! ان کا کوئی سہارا نہیں مگر میرے لئے تو سہارا موجود ہے، مجھے ابھی کل کی بات کی طرح یاد ہے جب میں جیل جا رہا تھا، اس وقت جیل خانے کے پھاٹک پر مجھ سے لپٹ کر سسکتے ہوئے کہا تھا منگل بھیا! تم میرے لئے جیل جا رہے ہو اس لئے وہاں سے واپس آنے کے بعد بھیا

[illegible]
گاؤں ہی میں ہو گی اور اب وہ کس حال میں ہو گی اور
خدا اس دنیا میں ہے بھی یا نہیں؟
منگل انہیں خیالوں میں الجھا ہوا آگے بڑھا۔
راستے کے ایک ٹیلے پر پہنچ کر اس نے ادھر اُدھر
نگاہ دوڑائی، ہرے ہرے درختوں کے درمیان
گھروں کی چھتیں صاف دکھائی دے رہی تھیں
۔ منگل نے پہچان لیا یہی اس کا گاؤں تھا، گاؤں
کی طرف سے ہوا کا ایک جھونکا آیا اور منگل سے
لپٹتا ہوا چلا گیا، منگل کے رگ و پے میں فرحت
سے بجلی سی دوڑ گئی۔
منگل نے آگے قدم بڑھایا آنکھوں کے سامنے
گاؤں تھا اور ذہن میں جیل خانے کی زندگی
وردی پہنے ہوئے سپاہیوں کے ہولناک چہرے
بھدی سیاہ اونچی دیواریں، لوہے کے
موٹے موٹے سیکچے اس کی نگاہوں میں پھر گئے
وارڈروں کی ڈانٹ پھٹکار، سپاہیوں کی گالیاں
کوڑوں کے تڑاقے، ڈیوٹی کی گھنٹیاں اسکے
کانوں میں گونج اٹھیں۔
منگل کانپ سا گیا، اس نے اور تیزی سے
قدم آگے بڑھائے، اس کے پاؤں لڑکھڑا رہے
تھے معلوم ہوتا تھا جیل خانہ منہ پھاڑے اس کا
پیچھا کرتے چلا آرہا ہے۔
منگل کو وہ واقعہ بھی یاد آگیا جو اس کی قید کا باعث
ہوا تھا، آج سے پانچ سال پہلے جب وہ بائیس
برس کا تھا، رات کو اپنے مکان میں سو رہا تھا اسنے
سنا کہ کوئی چلا رہا تھا "دوڑو۔ بچاؤ، ہائے
میری آبرو لٹتی ہے"

[illegible]
زمیندار [illegible] لے
جانے کی کوشش کر رہے تھے۔
رامی نے [illegible] منگل کی طرف
دیکھا، منگل اسکے بچانے کے لئے بے تاب ہو گیا
حالات نے اسے یہ سمجھنے کا موقع نہ دیا کہ وہ کیا کرنا
چاہتا ہے، اور وہ جو کچھ کرے گا اسکا نتیجہ کیا
ہوگا؟ اس نے رامی کے پکڑنے والے کو پوری
قوت سے ایک لاٹھی ماری وہ بیہوش ہو کر گر پڑا
اسکے ساتھی بھاگ کھڑے ہوئے
دوسرے روز پولیس آئی اور اسے گرفتار کر کے
لے گئی، اس پر مقدمہ چلا اور اسے عدالت سے پانچ
سال کی سزا ہو گئی، اسکا بڈھا باپ، رامی، اور
رامی کا بھائی سب اسے جیل کے پھاٹک تک پہنچانے
گئے تھے، اسی موقع پر رامی نے کہا تھا "منگل بھیا
تم میرے لئے جیل جا رہے ہو اس لئے وہاں سے
واپس آنے کے بعد دنیا میں تمہیں کہیں ٹھکانا
نہ ملے تو میں موجود ہوں، تم میرے ساتھ رہنا میں
محنت مزدوری کروں گی آدھا پیٹ کھاؤں گی
لیکن تمہارا بوجھ اٹھاؤں گی"
منگل کے مکان کے پاس ہی ایک گوالا کا گھر تھا۔
رامی اسی کی لڑکی تھی منگل اور رامی کا بچپن ایک
ساتھ کھیل کود میں گذرا تھا، دونوں ایک ساتھ
کھیت دیکھتے ایک ساتھ ڈھور چراتے، نہر کے
کنارے کے آم اور جامن کے درختوں کے نیچے
ایک ساتھ پھرتے، دونوں ساتھ ہی جوان ہوئے
جوانی نے ایک کے لئے دوسرے کے دل میں کشش
اور محبت پیدا کر دی لیکن اس جذبے کا ایک نے
دوسرے پر کبھی اظہار نہیں کیا، اس لئے کہ جیسے
جیسے آپس میں کشش و محبت ترقی کرتی جاتی تھی
شرم و حیا کی دیوار بھی اونچی سے اونچی ہوتی جاتی
تھی یہی وجہ تھی کہ دونوں ایک ساتھ رہتے ہوئے

رامی کی [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] پہنچ کر [illegible]
گاؤں کے بہت سے لوگ رامی کے گھر گئے
اپنے اپنے لفظوں میں سب نے رامی کے ساتھ ہمدردی
کا اظہار کیا، کسی نے کہا "ہائے یہ عمر اور رنڈاپا ابھی
تو اسکے دودھ کے دانت بھی نہیں ٹوٹے، یہ
زندگی کے اتنے لمبے دن کیسے کاٹے گی؟"
کسی نے کہا "بھگوان کی یہی مرضی تھی، اس میں
کسی کا کیا بس؟"
کسی نے کہا "جس نے اس پر یہ مصیبت ڈالی
ہے وہی اسے کاٹے گا بھی"
مگر رامی کا بچپن کا ساتھی منگل رامی کے گھر
نہیں گیا اس لئے نہیں کہ اب اسے رامی سے
محبت نہ تھی بلکہ اس لئے کہ وہ رامی کو بیوگی کی
حالت میں دیکھ نہیں سکتا تھا، رامی کی حالت
کے تصور ہی سے اسکا کلیجہ پھٹا جاتا تھا۔
اب رامی بہت کم گھر سے باہر نکلتی تھی، گھر میں بیٹھے
رہتے اسکا حسن اور بھی نکھر گیا تھا، گاؤں کے
منچلے نوجوانوں میں اکثر اس کی خوبصورتی کا چرچا
رہتا تھا، رفتہ رفتہ رامی کے حسن کا تذکرہ گاؤں
کے نو عمر زمیندار کے کانوں تک پہنچا۔
زمیندار نے چاہا رامی کو اپنے ہاں نوکر رکھ لے
اس کے لئے اس نے رامی کے بھائی کو طرح طرح
کے لالچ بھی دلائے، انعام و اکرام کے نام سے
روپے پیسے بھی دیئے، لیکن اس نے زمیندار کی
بات نہیں مانی، جب زمیندار نے اس طرح
کار برآری ہوتے نہ دیکھی تو ایک رات اپنے آدمیوں
کو بھیج کر رامی کو زبردستی پکڑوانا چاہا لیکن منگل
نے اس طرح بھی اس کی آرزو پوری نہ ہونے دی۔
منگل گاؤں میں پہنچا گھر کی طرف جانے



[illegible] سے [illegible]
[illegible] نے [illegible] اور [illegible] نے
[illegible]
[illegible] منگل نے دیکھا [illegible]
[illegible] ایک [illegible] جا رہا تھا ایک
دفعہ تو اسے خیال ہوا کہ وہ گاؤں کے کسی دوسرے حصے میں تو نہیں چلا آیا، لیکن ساتھ ہی اس نے دیکھا اس کے گھر کے پاس والے موڑ پر نیم والا درخت اور اسکے نیچے کا کنواں موجود تھا۔

اس نے رامی کے گھر کو دیکھنا شروع کیا، اس کے کچے گھر کی جگہ بھی پکا مکان تھا، اسکی سمجھ میں نہ آیا کہ یہ اب بھی اسی کا ہے یا کسی اور کا؟ وہ رامی کا پتہ لگانے کے لئے اسکے مکان پر گیا، وہاں اسے پڑوسی منوہر سے ملاقات ہوئی۔ ——————

منوہر نے منگل کو پہچان کر کہا "ارے منگل تم کب آئے"
منگل نے جواب دینے کے بجائے سوال کیا۔

"رامی کہاں ہے؟" ——————

"وہ تو یہاں نہیں رہتی" ——————

"اور اس کا بھائی؟"

"وہ زمیندار کی حویلی کے پاس رہتا ہے یہ مکان میں نے خرید لیا ہے۔ اور تم نے اپنے گھر کا حال تو دیکھا ہی ہوگا۔۔۔۔۔"

منگل نے درمیان ہی میں پوچھا "ہاں تو آخر رامی کہاں ہے؟"

منوہر بولا "منگل نہ جانے کب کے چلے آرہے ہو بیٹھو پانی لاتا ہوں، منہ ہاتھ دھو کر پانی پی لو پھر اطمینان سے بات چیت کرنا" یہ کہکر منوہر اندر گیا اور پانی لئے ہوئے باہر نکلا تو دیکھا منگل جا چکا تھا اس نے کئی بار آواز دی مگر منگل نے پیچھے مڑکر نہ دیکھا وہ سیدھا رامی کے بھائی کے مکان پر گیا [illegible] پانی [illegible]
[illegible]
منگل [illegible] رامی کہاں ہے"

پھر [illegible] منگل [illegible]
"رامی کہاں [illegible]"
[illegible] رہتی منگل [illegible]
"وہ کہاں رہتی ہے؟"
"پوچھ کر کیا کروگے؟" ——————

"میں اس سے ملوں گا" ——————

"مل کر کیا کروگے؟" ——————

"اس کے ساتھ رہوں گا" ——————

"تم اس کے ساتھ نہیں رہ سکتے" ——————

"کیوں وہ کہاں رہتی ہے؟ کیا وہ اپنے سسرال چلی گئی ہے؟" ——————

"نہیں" ——————

"پھر کہاں گئی" ——————

رامی کا بھائی کشمکش میں پڑ گیا، اس نے شرم آلود آنکھوں سے زمین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

"اب وہ شہر میں رہتی ہے" ——————

"شہر میں کس جگہ؟" ——————

رامی کا بھائی شرم سے پسینے پسینے ہوا جارہا تھا لیکن منگل نے ضد کرکے اس سے رامی کا پتہ دریافت کر ہی لیا۔

منگل نے شہر کے کوچہ و بازاروں میں پھر کر رامی کے مکان کا پتہ چلا لیا۔ لیکن اسے یقین نہ آیا کہ رامی ایسے شاندار مکان میں رہتی ہوگی۔ اس نے سوچا رامی یہاں ملازم ہوگی، اس کی سمجھ میں یہ نہ آیا کہ رامی سے ملاقات کیسے ہو۔ اس نے سامنے والے پان کے دوکاندار سے پوچھا، کیوں بھیا رامی کو جانتے ہو، میرے گاؤں کی رہنے والی ہے سنا ہے، اسی مکان میں رہتی ہے"

"کیا کام کرتی ہے؟"

"یہ تو مجھے نہیں معلوم"

"مجھے یہ تو پتہ نہیں کہ اس میں رامی رہتی ہے یا نہیں۔ رادھا بائی البتہ اس میں رہتی ہے"

رفتہ رفتہ شام ہوگئی، مکان کے سامنے ایک موٹر آکر ٹھہری جس پر منگل کے گاؤں کا زمیندار بیٹھا ہوا تھا، تھوڑی ہی دیر میں ایک دوشیزہ نفیس اور قیمتی کپڑے اور زیور پہنے خوب بنی ٹھنی مکان کے اندر سے مسکراتی ہوئی نکلی، ایک دفعہ تو منگل اسے دیکھکر ہکا بکا سا رہ گیا، پھر "رامی رامی" کہتا ہوا اس کی طرف لپکا لیکن اتنے میں وہ جاکر زمیندار کی بغل میں کار پر بیٹھ گئی اور کار اسٹارٹ ہوگئی منگل پاگلوں کی طرح "رامی رامی" چلاتا ہوا کار کے پیچھے دوڑا، سامنے سے ایک اور کار آرہی تھی منگل اس سے ٹکرا گیا، کار اسے روندتی ہوئی نکل گئی، لوگ "ارے ارے" کہتے ہوئے دوڑ پڑے کسی نے کہا کوئی بھکاری ہوگا، کسی نے کہا۔

"بھکاری نہیں پاگل ہے"

شکار

از ماسٹر عبدالباری صاحب نواب الہ آبادی

رکمنی! ارے تو یہاں کہاں؟

بابو جی! ماتا جی کل رات سے تپ میں پڑی پھنک رہی ہیں مجھ سے کہا کہ صفائی کرآ۔

ارے رکمنی تو تو اب جوان ہوگئی ہے ذرا ادھر آ تو۔ شرماتی ہیں۔ آ۔ ذرا میرے پاس آ۔

"دیکھ میرے کمرے کی صفائی کرکے وہ دیواروں کے جالے جھٹک دینا" یہ کہکر بابو جی کمرے سے چلے گئے رکمنی آگے بڑھی دیوار کی صفائی کرنے میں مصروف ہوگئی کام سے فارغ ہوکر جانا چاہتی تھی کہ بابو جی کو سامنے کھڑے مسکراتے دیکھا، رکمنی دروازے کی طرف بڑھی کمرہ بند۔

بابو جی اپنی جگہ کھڑے مسکرا رہے ہیں۔
"جانے دیجئے بابو جی [illegible]"

ایک خط

جو مکتوب الیہ کے پاس بھیجنے کو نہیں لکھا گیا

اے باعصمت لڑکی!

اگر تجھے معلوم ہو جائے کہ میں در پردہ کیسے کیسے تصورات باندھتا ہوں تو تو گھبرا اٹھے۔ اگر تجھے پتہ چل جائے کہ میں اپنے بالاخانہ کی کھڑکی سے چھپ چھپ کر تیرے جلوے چراتا ہوں تو تیرا کیا حال ہو؟ کیونکہ اے عزت و شرافت کی دیوی تو نے ہندوستان کے اس ماحول میں پرورش پائی ہے جہاں تجھکو چشم آفتاب سے بھی اوٹ کرنا سکھایا گیا ہے یقیناً میرا یہ جرم تیرے مذہب میں ناقابل عفو ہے۔

لیکن میں کیا کروں۔ ہر چند میرا یہ فعل معیوب ہے اور میں اس ارتکاب گناہ پر اپنے آپکو خود ہی ملامت کرتا ہوں پر افسوس کہ باوجود کوشش کے باز بھی نہیں رہ سکتا۔

تیری ایک ایک حرکت میری نظروں میں کھب جاتی ہے۔

آہ جب تو صحن چمن میں مصروف گلگشت ہوتی ہے اور طرح طرح سے فتنہ قیامت اٹھاتی ہے تو میں بیان نہیں کر سکتا کہ میرے دل پر کیا گذرتی ہے۔

جس وقت تو ایک شان استغنا سے پھولوں کو روندتی ہوئی تختہ چمن پر اٹھکھیلیاں کرتی ہے تو تیری ہر ادا میرے دل پر کس طرح چٹکیاں لیتی ہے۔

اُف میں تڑپ جاتا ہوں

بیشک تو یہ سمجھتی ہوگی کہ تو ایک آزاد و طیری کی طرح ہر قطعہ چمن پر پرواز کرتی ہے اور تیرا نگہبان کوئی نہیں ہوتا

لیکن میں تجھکو بتانا نہیں چاہتا کہ میں تیری ان بے ساختہ اداؤں کا مسلسل ہوں جو حالت اضطرار میں فطری طریقہ پر تجھ سے سرزد ہوتی ہیں۔

حقیقتاً ان میں ایک سادگی ہوتی ہے۔ ایک حجاب ہوتا ہے ایک معصومیت ہوتی ہے اور یہی وہ چیز ہے کہ جس نے مجھے ہر شغل سے بے نیاز کر دیا ہے۔

اکتسابی عشوہ پردازیوں اور فنی غمزہ فروشیوں میں یہ بات کہاں۔

میرے ساتھی حسب معمول ہر شام کو ٹینس کھیلنے جاتے ہیں مجھ سے اصرار کرتے ہیں ان کو معلوم ہے کہ یہ میرا محبوب مشغلہ ہے۔

لیکن میں ان کو فریب سے ٹال دیتا ہوں۔

آہ! میں ان کو کیسے بتاؤں کہ موجودہ انہماک میں جو سرمدی کیف و سرور مجھے حاصل ہوتا ہے تم اس کھیل میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں پا سکتے۔

سُنتا ہوں وہ میری غیبت میں کہتے ہیں کہ میں شاعر ہو گیا ہوں اور دیوان مرتب کر رہا ہوں۔ کوئی کہتا ہے کہ کیمیا کے خبط میں مبتلا ہوں اور ایک آنچ کی کسر دور کرنے کے لئے تجربات کر رہا ہوں۔ کوئی کہتا ہے۔ جب کے عمل کے لئے چلّہ کشی شروع کر دی ہے۔

اچھا ہے وہ اپنی اپنی سمجھ کے مطابق قیاس آرائیاں کرتے رہیں گے کیونکہ وہ اس غیر متوقع انقلاب کی حقیقت کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔

جب تیرا نوخیز شباب چمن کے کیف خیز منظر سے متاثر ہوتا ہے اور یہ ماحول تیرے جذبات کو ایک اضطراری کیفیت میں تبدیل کر دیتا ہے تو زندگی سے ڈرتی ہے۔

ہر چند تیرے الفاظ کا ترنم تیری آواز کی پنکھڑی کے قید سے سر نہیں اٹھاتا لیکن وہ میرے دل کے پردوں سے ٹکرا کر صدائے بازگشت کی صورت میں ہم آہنگ کر فضا میں بلند ہوتا ہے کیا ہی لطف آیا جبکہ ایک دن اچانک ایک آواز پیدا ہوئی۔ اور کسی تخیلی واہمہ نے تیرے سامنے کوئی تصویر پیش کر دی۔

جس سے تو سہم کر چھپ گئی۔

وہ واہمہ کیا تھا!

میری ضبط نہ ہونے والی آواز جو بطور داد اس وقت ایک غیر ارادی حالت میں نکل گئی تھی جب تو نے ایک گلاب کے پھول کو بیساختہ معہ ٹہنی کے جھٹک لیا۔ سونگھا اور طرح طرح سے اس کو گھمایا۔

بالکل اس وقت جبکہ تو اس کو شاخ سے جدا کر کے اپنی ساری کی زینت بنانا چاہتی تھی کہ اس مسہرے نے تیری انگلی میں کاٹ لیا اور تو نے جھنجھلا کر اس کی ایک ایک پنکھڑی کو صفحۂ بسیط میں منتشر کر دی اور ایک معصومانہ قہقہہ لگایا۔ پھر خود بخود احساس شوخی سے شرما کر سمٹ گئی

کون کافر ہو سکتا ہے جو یہ ستم ظریفی دیکھ کر اپنے دل پر قابو پا سکے۔

میری روح کی گہرائیاں تہ و بالا ہو گئیں۔

یہ تھی میری وہ پوشیدہ آواز بھی ہے۔ جس نے تجھے چونکا دیا تھا۔ لیکن جب کافی دیر کے بعد مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔

حالانکہ پھر بھی تو غلطی پر [illegible]

[illegible]



... ہوئی آجا
تجھے پھر عشق کے اسرار سمجھاتی ہوئی آجا

فضاؤں میں شراب نور چھلکاتی ہوئی آجا
ستاروں کی جواں تابش کو شرماتی ہوئی آجا

تجھے ہونٹوں پہ فردوسی بہاریں رقص کرتی ہیں
انہیں ہونٹوں سے تو پھر پھول برساتی ہوئی آجا

ترے عارض میں جلوہ ریز ہے رنگینیٔ گلشن
فضا میں آج موج کیف چھلکاتی ہوئی آجا

ترے سحر ترنم سے تجلی ہو گئیں داؤدی
مرے اشعار کو پھر اس طرح گاتی ہوئی آجا

بہاریں رقص کرتی جیسے آتی ہیں گلستاں میں
مری آغوش میں تو یوں ہی اٹھلاتی ہوئی آجا

مری راتوں میں تاریکی ہے اک تیرے نہ ہونے سے
تو ان راتوں میں کیف و نور برساتی ہوئی آجا

رخ مہتاب پہ لرزاں ہو جیسے ابر کا دامن
یونہی عارض پہ تو آنچل کو لہراتی ہوئی آجا

شب مہتاب میں اک دن جو نغمے تو نے گائے تھے
انہیں نغموں کی پھر تجدید فرماتی ہوئی آجا

سبک سا سرخ آنچل نرم و نازک دوش پر ڈالے
شفق کی لالہ سامانی کو شرماتی ہوئی آجا

شب مہ ہے فلک سے بادۂ نوریں برستی ہے
تو ان کیفیتوں میں روح دوڑاتی ہوئی آجا

مرے تاریک غمخانے کو پھر جنت نشاں کر دے
زبوں تقدیر کی قسمت کو چمکاتی ہوئی آجا

سیہ گیسو کو دوش ناز پر آزادیاں دے کر
گھٹا کو اشک حسرت آج رلواتی ہوئی آجا

قسم تجھ کو اداؤں کی حیاؤں کی جفاؤں کی
کہ اپنے سایہ سے خود آپ شرماتی ہوئی آجا

قسم ٹھنڈی ہواؤں کی قسم ابر بہاری کی
صبا کی مجھ مستی ناگن سی لہراتی ہوئی آجا

مجسم بن کے تفسیر ادائے نازِ محبوبی،
مجھے آداب حسن و عشق سکھلاتی ہوئی آجا

میں تجھ پہ اشک الفت آج بھی بھر کے چڑھاؤں گا
تری آمد پہ دل کھول کر گوہر لٹاؤں گا

اگر اب بھی نہ آئی تو تیرا کشتۂ حرماں دیدۂ دل کھول دے
... یہ پیماں کیا ہے عشق میں ایمان دے دوں

جمال حسن ذات کی تجلیاں لئے ہوئے
شراب خانۂ ازل کی مستیاں لئے ہوئے
جلو میں اپنے ملتہب جوانیاں لئے ہوئے
ہزار گلکدہ بدوش گلستاں لئے ہوئے
عروس خلد حور گلستاں بہار آگئی

تجلیاں مچل رہی ہیں جلوے بیقرار ہیں
فضائیں عطر بیز ہیں ہوائیں کیف بار ہیں
ادائیں فتنہ خیز ہیں نگاہیں مے گسار ہیں
قدم قدم روش روش پہ جلوے آشکار ہیں
برنگ شعلۂ شرر فشاں بہار آگئی

فروغ حسن گلستاں سے بام و در چمک اٹھے
نسیم و باد عطر زلف یار سے مہک اٹھے
گلوں پہ اوس پڑ گئی کہ جام مے چھلک اٹھے
چہک رہی ہیں بلبلیں کہ بادہ کش بہک اٹھے
بتا رہا ہے حسن بے کراں بہار آگئی

بہار بن کے چھا گیا ہے حسن شش جہات پر
برس رہی ہیں مستیاں بساط کائنات پر
شباب کی حکومتیں ہیں عالم حیات پر
ہیں نغمہ زن مسرتیں سر تفکرات پر
گیا چمن سے موسم خزاں بہار آگئی

نذرِ محبت

بلاسبب کی چھٹیاں پہلے ہی بند ہو رہی تھیں مجھے بڑے اصرار کے ساتھ اختر کا خط آیا کہ مجھے دس دن کی پوری چھٹیاں مراد آباد میں گذارنا ہیں۔ اختر میرا ماموں زاد بھائی ہے، ہم دونوں ہم عمر ہیں اور ہم مذاق بھی، یوں تو ہم دونوں بچپن کے دلدادہ ہیں، لیکن میں مراد آباد جاتا ہوں یا اختر لکھنؤ آتا ہے تو ہمارے سینما کے شوق پر اور تاز یادہ لگ جاتا ہے۔ ——————

میں نے اس دفعہ بڑے دنوں کی پوری چھٹیاں اختر کے ہاں گذاریں، اختر کی ایک ملازمہ ہے اسکا نام زینب ہے وہ جوان ہو چکی ہے، مگر ابھی اسکی شادی نہیں ہوئی ہے، باپ ماں مر چکے ہیں، بچپن ہی سے ماموں کے ہاں رہتی ہے ماموں کہتے رہتے کوئی ٹھکانے کا نوجوان مل جائے تو زینب کی شادی کر دیں۔ ——————

زینب کچھ ایسی خوبصورت نہیں ہے، نہ ایسی بدصورت ہی کہ کسی کو اس سے نفرت ہو پھر جوانی میں تو بدصورت عورت میں بھی ایک دلکشی پیدا ہو جاتی ہے، شباب نے زینب میں بھی ایک لطافت و رعنائی پیدا کر دی تھی۔ نہ جانے کیوں زینب کو مجھ سے انس ہو گیا تھا وہ ایک ملازمہ سے زیادہ میرے آرام و آسائش کا خیال رکھتی تھی، جہاں تک اس کے امکان کے اندر ہوتا تھا مجھے کسی طرح کی تکلیف نہ ہونے دیتی تھی، مجھے بھی اس سے ایک طرح کا تعلق خاطر ہو گیا تھا، اگر میرا بس چلتا تو میں اسے اپنے ساتھ لکھنؤ لے آتا۔ لیکن ماموں سے کہنے کی ہمت نہ ہوئی کہ خود وہ کیا خیال کریں گے، اگر زینب کے متعلق میرا خیال ہوتا بھی یا نہیں۔

میں اب تک ایک ایسی غلط فہمی میں مبتلا تھا میں نہیں سمجھتا تھا کہ انسان غریب یا امیر خادم ہو یا مخدوم، ملازم ہو یا آقا سب کے پہلو میں دل ہوتا ہے اور ہر دل میں محبت کا مادہ موجود ہوتا ہے، زینب نے میری غلط فہمی دور کر دی۔ ——————

واقعہ بالکل معمولی ہے اور بہت اہم بھی، کم سے کم میرا تو یہی خیال ہے۔ ——————

زینب کو معلوم ہوا کہ میں پرسوں گھر جانے والا ہوں تو اس نے کہا "تو آپ پرسوں چلے جائیں گا بھائی؟" میں نے دیکھا زینب کا شاداب و شگفتہ چہرہ افسردہ اور مضمحل سا ہو رہا تھا میں نے کہا "ہاں زینب"

"پھر کب تک آئیگا؟" ——————

"دیکھو کب تک آنا ہوتا ہے؟" ——————

"کچھ دنوں اور رہ جاتے" ——————

زینب کے لہجے میں ایک طرح کی تمنا اور درخواست سی جھلک رہی تھی میں نے کہا "مجبوری ہے زینب کالج کھلنے والا ہے" ——————

"ہاں یہ بات تو ہے" "معلوم نہیں پھر آپ سے ملاقات ہوگی یا نہیں۔" ——————

"کیوں ملاقات کیوں نہ ہوگی، میں کیا اب مراد آباد آؤں گا ہی نہیں؟" ——————

"آپ تو کیوں نہ آئیں گے لیکن شاید میں ہی نہ رہوں" "کیوں تم کہاں چلی جاؤ گی؟" ——————

زینب چپ ہو گئی، میں نے کسی قدر تعجب سے اسکے چہرے کی طرف دیکھا جس پر ہلکی ہلکی سی حیا جھلک رہی تھی، مجھے ماموں کی بات یاد آگئی کہ وہ اسکی شادی کی فکر میں ہیں، میں سمجھ گیا کہ زینب کو بھی یہ بات معلوم ہو چکی ہے۔ ——————

میں نے کہا "تمہارا یہ مطلب ہے زینب کہ تمہاری شادی ہو گئی تو تم دوسرے گھر چلی جاؤ گی" میں نے دیکھا زینب کے چہرے کی حیا کو ایک طرح کی افسردگی نے ڈھک لیا، قدرت نے انسانی جذبات کی نیرنگیاں ایک چھوٹے سے گوشت کے ٹکڑے میں جسے دل کہتے ہیں کیسے کیسے جذبات پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

~~~~~ ۲ ~~~~~

میں جس روز مراد آباد سے چلنے ہی والا تھا زینب نے مجھے ایک چھوٹا سا بکس لا کر دیا اور کہنے لگی۔

"یہ آپ کی نذر ہے اسے لیتے جائیگا" ——————

میں بکس کھول کر دیکھنے لگا، اس نے کہا "اسے کھولئے مت اسے رکھ لیجئے" ——————

"کیوں؟" ——————

"ہے ایک وجہ گھر جا کر کھولئے گا" ——————

"ابھی کھولنے میں کیا مضائقہ ہے" کہکر میں نے پھر بکس کھولنا چاہا۔ ——————

"کھولئے نہیں کھولئے نہیں" کہتی ہوئی زینب نے بکس کو میرے ہاتھ سے لے لیا، میں نے دیکھا اسکا چہرہ حیا آلود ہو رہا تھا۔ ——————

اس نے بکس کو ایک مضبوط رسی سے خوب کس کس کر باندھتے ہوئے کہا "وعدہ کیجئے کہ آپ اسے یہاں نہ کھولیں گے، تب تو میں دیتی ہوں ورنہ نہیں" "اچھا نہ کھولوں گا" مجھے وعدہ کرنا پڑا۔

میں نے بکس کو اپنے سوٹ کیس میں رکھ لیا، زینب کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی اس نے مسکراتے ہوئے کہا "ایک بات اور" ——————

"کیا؟" ——————

"اسے کسی دوسرے کے سامنے نہ کھولئیگا" ——————

"بہتر ہے" ——————

~~~ ۳ ~~~

میں رات کی گاڑی سے ...

[illegible]

چلتے کی [illegible] پہنچ ہی پاتی تھا

[illegible]

[illegible]

تھی نہ جانے کیوں [illegible] زینب کا خیال سا آ رہا تھا، میں جب تک اختر کے ہاں تھا، مجھے کبھی احساس تک بھی نہیں ہوا کہ زینب نے میرے دل کے کسی گوشے میں اپنی جگہ بنالی ہے، اب پلیٹ فارم پر ٹہلتا رہا اور اسی کے متعلق نہ جانے کیا کیا سوچتا رہا۔ ——————

اسی حالت میں پولیس کے دو سپاہی آکر میرے سامنے کھڑے ہو گئے، ایک نے پوچھا۔

"تمہارا سامان کہاں ہے؟" ——————

"کیوں؟" ——————

"پوچھتا ہوں"۔ ——————

میں نے اشارے سے اپنا سامان بتادیا، وہ دونوں مجھے سامان کے پاس لے گئے ایک نے کہا۔ ہم کب سے تمہیں اِدھر سے اُدھر ٹہلتے دیکھ رہے ہیں ہمیں تم پر کچھ شبہ ہے، ہم تمہارا سامان دیکھنا چاہتے ہیں"۔ ——————

یہ کہکر ایک نے میرا بستر کھولنا شروع کیا اور دوسرا میری جیبیں ٹٹولنے لگا۔ یہ دیکھکر پلیٹ فارم کے مسافر وہاں جمع ہو گئے۔

جیبوں کی کسی اور چیز پر تو سپاہی نے تعرض نہیں کیا، سوٹ کیس کی کنجی تھی اس کے بارے میں اس نے پوچھا یہ کیسی کنجی ہے؟"

[illegible]

[illegible] سوٹ کیس [illegible]

—— دیا ہوا بکس تھا، [illegible]

کھلا تو بکس کھلنے [illegible] اور [illegible]

کیا چیز ہے، لوگوں کے سامنے اس کا کھلنا مناسب نہیں۔ —————— میں نے کہا

تم میرا سوٹ کیس نہیں کھول سکتے۔

[illegible]

چاہتے ہیں [illegible]

پولیس افسر نے [illegible] کے ساتھ کہا۔

جی ہاں آپ کیوں تیار ہوں گے، لیکن پولیس تو پرائیویٹ ہی چیز کو دیکھنا چاہتی ہے"۔ ——

لوگ اس طرح مجھے گھور رہے تھے جیسے میں کوئی انقلاب پسند یا جرائم پیشہ ہوں، خود میں بھی ایک حد تک میں اپنے کو مجرم محسوس کر رہا تھا کون جانے زینب نے بکس میں کیا چیز رکھ کر دیدی ہو، آخر اس نے مجھے بکس کھولنے سے اسقدر روکا کیوں تھا! ——————

بہر حال پولیس کے سامنے میری ایک نہ چلی میرا سوٹ کیس کھول ڈالا گیا، میں نے جھپٹ کر زینب کا دیا ہوا بکس اٹھالیا، پولیس افسر نے میرے ہاتھ سے بکس چھینتے ہوئے کہا "یہ نکلی اصلی چیز"۔ ——————

اس نے بکس کے اوپر بندھی ہوئی رسی کو توڑ کر بکس کو کھولا، اندر سے ایک تہ کیا ہوا کاغذ نکلا، اس نے پلیٹ فارم کی بجلی کی روشنی میں پڑھا لکھا تھا "تذ ربیت"۔ ——————

کاغذ کے ساتھ بکس میں ہاتھ کا کڑھا ہوا ایک رومال تھا۔ ——————

وامتنر لکھنوی

التماس

ازجناب اُمید رضوی بریلوی،

اے عروسِ شعر و نغمہ اے مری یوسف جمال
ہوچکی اب انتہائے بے نیازی ہوچکی
—— وہ وفاداری کے دعوے کیا ہوئے اے غلط ناز
—— کیوں رہیں جورِ اَب وہ دلنوازی ہوچکی
آج کیوں عذرِ وفاسے تیرے لب ہیں آشنا ——
مخلصی کیوں آج عذرِ بے نیازی ہوچکی ——
—— تو سراپا پیکر اُلفت تھی جانِ آرزو
—— مہربانی بڑھ کے کیوں اب نیاسازی ہوچکی
مسکرا کر کیوں مجھے اب مضطرب کرتی نہیں ——
ختم کیوں میرے لئے جادو طرازی ہوچکی ——
اب علاجِ دردِ ممکن ہی نہیں تیرے بغیر
چارہ گر سے میرے غم کی چارہ سازی ہوچکی
اَب تجھے مجبورِ غم پر کچھ ترس آتا نہیں
تیری فطرت کیوں لئے بے نیازی ہوچکی

بندوق کی گولی سے بھی زندہ بچ نکلا!

خیال کی طاقت کا مشاہدہ تجربہ کی روشنی میں!

بات بکے دیں تک جاچکے تھے۔ ڈاکٹر اشرف نے چائے کی پیالی پیتے ہوئے کہا، "دوستو! میں نے آپ کو اس غیر مناسب وقت میں اس لئے تکلیف دی ہے کہ میں ایک بہت بڑا تجربہ کرنا چاہتا ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تجربہ بہت خطرناک ہے اور کوئی معمولی شخص اس کی جرأت بھی نہیں کر سکتا۔ لیکن میں یہ قدم اٹھانے کیلئے مجبور ہوں۔ کیونکہ اگر میں کامیاب ہو گیا تو علم طب کی تاریخ میں ایک نئے انقلاب آفرین باب کا اضافہ ہو جائیگا۔ اور اس سے بندگانِ خدا کو بہت فائدہ پہنچے گا۔"

ڈاکٹر اشرف کی زبان سے یہ الفاظ سنکر دونوں دوست حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ اس لئے نہیں کہ انہیں تجربے کے اہم ہونے میں شبہ تھا بلکہ اس لئے کہ ڈاکٹر اشرف اپنے حیرت انگیز اور خطرناک تجربات کیلئے تمام دنیا میں شہرت حاصل کر چکا تھا۔ اس کے متعلق مشہور تھا کہ وہ تجربات کے معاملے میں غیر معمولی طور پر دلیر اور بے باک ہے اور نتائج کی ذرہ برابر پروا نہیں کرتا۔ اسی لئے اس کے بہت سے معاصرین اس کے تجربات میں حصہ لینے سے گھبراتے تھے۔

ڈاکٹر اشرف نے پوچھا "آپ دونوں خاموش کیوں ہیں۔ یہ تو علم طب اور بنی نوع انسان کی خدمت ہے۔ اٹھئے اور میرے ساتھ لیبوریٹری میں چلئے۔"

دونوں دوست ڈاکٹر اشرف کے ساتھ چلے۔ یہ دوست کون تھے۔ ایک علم تشریح الاعضا (اناٹومی) کے نامور ترین ماہر ڈاکٹر جعفری اور دوسرے ڈاکٹر اکرم حیاتیات (بیالوجی) کے ماہر جن کے اہم مقالات نے غیر ممالک سے بھی خراج تحسین حاصل کر لیا تھا۔

ڈاکٹر اشرف کے عظیم الشان محل میں داخل ہو کر ڈاکٹر جعفری اور ڈاکٹر اکرم نے بجلی کی تیز روشنی میں بے شمار سائنٹیفک آلات کے علاوہ ایک بہت بڑا ٹب دیکھا جس میں پانی گرم ہو رہا تھا۔ اور ایک گوشے میں اسٹول پر ایک قوی ہیکل آدمی بیٹھا تھا۔ جس کے ہاتھ اور پیر رسی سے جکڑے ہوئے تھے اور اس کے پیچھے ڈاکٹر اشرف کا پرانا دیوپیکر سرحدی ملازم ارباب خان کھڑا تھا۔

ڈاکٹر اشرف نے اس آدمی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے اپنے دوستوں سے پوچھا۔ "آپ لوگ اسے پہچانتے ہیں؟" دونوں نے اسے بغور دیکھنے کے بعد نفی میں جواب دیا۔

ڈاکٹر اشرف نے کہا۔ "یہ راجپوتانے کا مشہور ڈاکو کھیم سنگھ ہے جو اب تک درجنوں بے گناہوں کے خون سے ہاتھ رنگ چکا ہے۔ اور جسے زندہ یا مردہ گرفتار کرنے کیلئے ان ریاستوں نے کئی ہزار روپے کے انعامات مشتہر کر رکھے ہیں ——"

دونوں ڈاکٹروں نے حیرت سے چونک کر پوچھا —— "یہ کھیم سنگھ ہے —— آپ کے ہاتھ کس طرح لگا؟"

ڈاکٹر اشرف نے پشت کی جانب سے اپنی قمیص اٹھا کر کہا۔ "یہ دیکھئے ان کی مہربانی بائیں پھیپھڑے کے پاس خنجر کا گہرا زخم تھا۔ ڈاکٹر نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ گذشتہ شب میں ایک دولتمند مریض کو جو جنم سے ہی [illegible] دیکھ کر موٹر میں واپس آ رہا تھا۔ جنگل میں میری موٹر خراب ہو گئی۔ میرے پاس تقریباً تین ہزار روپے [illegible] میں اپنی موٹر درست کر رہا تھا کہ ان ذات [illegible] شریف نے پیچھے سے آ کر مجھ پر خنجر سے [illegible] کیا۔ انسان کے جسم میں کوئی رگ ایسی ہے جس سے میں واقف نہیں۔ میں نے فوراً [illegible] کی ایک خاص رگ دبا دی اور یہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ میں نے اپنے رفیق ملازم ارباب خان کی مدد سے انہیں جکڑ لیا اور موٹر پر ڈال کر ساتھ لے آیا۔ اب یہ آپ کے سامنے موجود [illegible] آپ جانتے ہیں کہ پولیس مدت سے ان [illegible] ذات شریف کی تلاش میں ہے اور [illegible] انہیں غائبانہ سزائے موت بھی دی جا چکی [illegible] اب اگر میں اپنے دوست کھیم سنگھ کو پولیس [illegible] حوالے کر دوں تو مجھے کئی ہزار روپے [illegible] مل جائیں اور یہ پھانسی کے تختے پر لٹکا [illegible] جائیں تو کیا آپ اسے میری غلطی سمجھیں گے؟"

دونوں دوستوں نے ایک زبان ہو کر [illegible] دیا۔ "ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ آپ [illegible] بندگانِ خدا کو ایک بے رحم اور [illegible] عذاب سے نجات دلائیں گے۔"

ڈاکٹر اشرف نے کہا۔ "لیکن نہیں میرے [illegible] میں ایک بالکل ہی [illegible] ہے۔ آپ [illegible] ہیں کہ میں تجربات کا شیدائی ہوں۔ خدا [illegible] سے مجھے [illegible] فرصت نہیں [illegible]

[illegible] پھانسی [illegible]
[illegible] کھیم سنگھ ایک بہت مضبوط جیل میں
[illegible] نہیں تو پولیس کے خاص نگرانوں کا اندر ان
اپنے نام [illegible] بلکہ میں ان پر
کام تجربہ کرونگا۔ اور مجھے مسرت ہے
میرے دوست ٹھاکر کھیم سنگھ اس تجربے
میری مدد کرنے کیلئے رضامند ہو گئے ہیں"
ڈاکٹر جعفری نے حیرت سے بات کاٹ کے
کہا: "ڈاکو پر سائنسی تجربہ!"
ڈاکٹر اشرف نے جواب دیا: "جی ہاں آپکو معلوم
کہ میں حکومت سے کئی مرتبہ درخواست کر
چکا ہوں کہ جن مجرموں کیلئے سزائے موت تجویز
کی جاتی ہے۔ انہیں پھانسی کے تختے پر چڑھانے
کی بجائے میرے سپرد کر دیا جائے۔ تاکہ میں ان
پر تجربات کرکے بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچا
سکوں۔ افسوس ہے کہ دنیا ابھی اس قدر روشن خیال
نہیں بن سکی ہے۔ میری درخواستیں ہمیشہ مسترد
ہو گئیں۔ لیکن اب کئی سال کے انتظار کے
بعد یہ موقع میرے ہاتھ آیا ہے جبکہ کسی شخص
کی زندگی یا موت پر مجھے پورا اختیار ہو۔ لہٰذا
میں اپنے تجربے سے باز نہیں رہ سکتا۔"
"آپکو کس چیز کا تجربہ کرنا ہے؟"
"میں نے ایک خاص قسم کا سیرم تیار کیا ہے
جو انسانی خون کا نعم البدل ہے۔ بلکہ اگر یہ کہا
جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ میں نے جو مصنوعی خون
تیار کیا ہے وہ قدرتی خون سے بدرجہا بہتر ہے
میں آپ کے سامنے ایک تجربہ دکھاتا ہوں۔ میں
ابھی اپنے دوست ٹھاکر کھیم سنگھ کو نشتر
لگا کر ان کے بازو کی شریان کھول دونگا۔ اور جب
[illegible] میں خون کا ایک قطرہ بھی باقی نہ رہیگا یا
[illegible] الفاظ میں یوں سمجھیئے کہ وہ کئی منٹ
تک بالکل مردہ ہو جائیں گے تو میں انکی جسم کے
[illegible] سے ان کے جسم میں اپنا ایجاد کردہ سیرم منتقل
کرونگا جو خود ان کے نکلے ہوئے خون کا
نعم البدل بن جائے گا۔"
ڈاکٹر جعفری نے کہا: "تو یہ کہیئے کہ آپ اپنے
تجربات کے شوق میں کھیم سنگھ کی جان لینا چاہتے ہیں"
ڈاکٹر اشرف نے مسکرا کر جواب دیا: "اس
میں جان لینے کی کیا بات ہے۔ یہ تو انسانیت
کی خدمت ہے۔ ہمارے دوست ٹھاکر کھیم سنگھ
تو موت کے دروازے پر دستک دے ہی رہے
ہیں۔ ابھی پولیس کو خبر ہو جائے تو انہیں پکڑ کر
پہلے تو طرح طرح کی تکلیفیں دیگی۔ اور پھر پھانسی
کے تختے پر چڑھا دے گی۔ لیکن اگر میرا تجربہ کامیاب
ہو گیا تو میں صرف یہی نہیں کہ کھیم سنگھ کو رہا کر دونگا
بلکہ انہیں دو ہزار روپے دے کر کسی غیر ملک
میں بھیج دونگا مجھے یقین ہے کہ جب یہ خونخوار
ڈاکو باہر چلا جائیگا تو دنیا آرام کریگی۔"
ڈاکٹر اکرم نے کہا: "مجھے معاف فرمایئے
میں آپ کے تجربے میں شریک ہونا نہیں چاہتا۔
اس تجربے کے تو یہ معنی ہیں کہ آپ یا تو اس ڈاکو
کو قتل کر ڈالیں گے یا اسے بے گناہ بندگانِ خدا
کا خون بہانے کیلئے دوبارہ آزاد کر دیں گے۔"
ڈاکٹر اشرف نے جواب دیا: "کھیم سنگھ
نے مجھ سے وعدہ کر لیا ہے کہ رہائی کے بعد
وہ ڈاکہ زنی سے بالکل توبہ کر لیں گے۔ اور
اپنی زندگی شرافت کے ساتھ بسر کریں گے۔
— میرے دوستو آپ لوگ ذرا ذرا سی
بات پر الجھتے ہیں۔ یہ نہیں خیال کرتے کہ میرے
تجربے کی آزمائش سے بنی نوع انسان کو کس
قدر فائدہ پہنچے گا جو زخمی اشخاص جسم سے زیادہ
مقدار میں خون نکل جانے کی وجہ سے مر جاتے
ہیں وہ میرے سیرم کی مدد سے دوبارہ زندہ
کئے جا سکیں گے۔ آیئے اس قسم کے فضول
اعتراضات دل سے نکال کر ہم خدمتِ خلق
کے نام پر اپنے تجربے میں مصروف ہوں
— کیوں بھائی کھیم سنگھ تم نے سن لیا
سمجھ لو تمہیں میری شرطیں منظور ہیں" —
کھیم سنگھ کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی
اس نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے
ہوئے کہا: "مجھے منظور ہیں"

ڈاکٹر اشرف کے اشارے سے اس کے ایک
سوڈانی ملازم ارباب خاں نے کھیم سنگھ کو ٹب
کے اندر لٹا دیا۔ ڈاکٹر اشرف نے ٹھاکر سے کہا
"تم میرے تجربے کیلئے تیار ہو۔ وہاں ٹب
میں تم اٹھ کر بھاگ نہیں سکتے۔ تم ٹب میں بے
حرکت پڑے رہو گے"
ٹھاکر کھیم سنگھ نے کہا: "آپ اپنا کام کیجئے۔
میں خاموش پڑا رہوں گا"
ڈاکو کے ہاتھ پیر کھول دئے گئے۔ ڈاکٹر اشرف
نے اس کا بازو کھول کر نشتر لگا دیا ڈاکو
کے جسم کو ہلکی سی لرزش ہوئی اور بازو سے خون
کی دھار نکل پڑی۔
ڈاکٹر اشرف نے اپنے دوستوں سے بلند آواز
سے کہا: "آپ کو معلوم ہے کہ اب کیا ہوگا
اس شخص کی نبض کی رفتار تیز ہو جائیگی شریانیں
کی سختی کم ہو جائے گی۔ اس کا سر چکرائیگا۔
سخت پیاس معلوم ہوگی اور یہ عالمِ سکرات
میں آ جائے گا۔
ارباب خاں کھیم سنگھ کا سر پکڑے ہوئے تھا۔
ڈاکٹر اشرف نے ڈاکو کی نبض دیکھی۔ ایک آلے
کی مدد سے شریانوں کی سختی کا معائنہ کیا کھیم سنگھ
کے بازو سے خون کا اخراج برابر ہو رہا تھا ٹب
کا پانی سرخ ہوتا جا رہا تھا۔ ذرا دیر بعد ٹھاکر کی
آنکھیں بند ہو گئیں اور ٹب کا پانی بالکل سرخ تھا۔
ڈاکٹر اشرف نے کہا۔ "دباؤ کم ہو گیا نبض
چھوٹ گئی۔ اب اس کے خاتمے کا وقت
قریب آ گیا۔"

[illegible] پانی پانی [illegible] ڈاکٹر اشرف نے اس کی نبض پر ہاتھ رکھا۔ دوستوں سے کہا: "خون بالکل ختم ہو گیا نبض کا پتہ نہیں۔ اب یہ ختم ہونے ہی والا ہے۔"

ڈاکو نے آہستہ سے کراہ کر کہا: "اندھیرا، اندھیرا۔" اس نے دفعتاً آنکھیں کھول دیں ——— بھیانک پھٹی پھٹی آنکھیں ——— پھر اٹھنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بولا۔ "اشرف کیلئے مجھے نکال لو۔"

ڈاکٹر اشرف نے کہا: "نہیں، ہرگز نہیں۔"

احباب خاں نے جاں بلب ڈاکو کو زور سے پکڑ لیا۔ ڈاکو کے جسم پر تشنج کی ہلکی سی کیفیت طاری ہوئی اور سر ایک جانب کو جھک گیا۔

ڈاکٹر اشرف نے اپنے دوستوں کی طرف دیکھ کر کہا: "جسم سے خون نکل جانے کی وجہ سے یہ مر گیا۔"

ڈاکٹر جعفری نے آگے بڑھ کر ٹب پر نظر ڈالی اور ڈاکو کے سینہ وغیرہ پر ہاتھ رکھ کر کہا "درحقیقت یہ مر گیا ہے۔ آؤ اب اسے ٹب سے باہر نکالیں۔ ڈاکٹر اشرف صاحب، اب آپ پانچ منٹ کے بعد اپنے سیرم کا انجکشن دیجئے۔ آپ کا تجربہ اگر کامیاب ہوا تو سائنس کی دنیا میں انقلاب برپا ہو جائے گا۔"

ڈاکٹر اشرف نے مسکرا کر جواب دیا: "میرا تجربہ تو کامیاب ہو گیا۔"

معاصر ڈاکٹروں نے حیرت سے پوچھا۔ "یہ کس طرح؟"

ڈاکٹر اشرف نے جواب دیا: "میں نے آپ دونوں سے حقیقت پردۂ راز میں رکھی تھی۔ مجھے اس وقت اپنے کسی سیرم کا نہیں بلکہ "خود توجہی" (آٹو سجیشن) کا تجربہ کرنا تھا۔"

"خود توجہی ———!"

"جی ہاں، اس لیبوریٹری میں آپ کی تشریف آوری، بڑا سا ٹب اور نشتر، یہ سب کچھ محض ڈاکو کو متاثر کرنے کیلئے تھا۔ ورنہ واقعہ یہ ہے کہ اس کے جسم سے خون کا ایک قطرہ بھی نہیں نکالا گیا۔"

"ڈاکٹر صاحب، آپ کیا کہہ رہے ہیں۔"

"میں بالکل صحیح عرض کر رہا ہوں۔ یہ دیکھئے کھیم سنگھ کا بازو۔"

ڈاکٹر جعفری اور ڈاکٹر اکرم نے کھیم سنگھ کا بازو تولیہ سے صاف کر کے دیکھا۔ نہ نشتر کا زخم تھا۔ نہ خون نکلنے کی کوئی علامت، بہت ہی ہلکی سی برائے نام خراش تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ڈاکٹر اشرف نے کسی چیز سے اس کے بازو کو ذرا سا کھرچ دیا ہے۔ ڈاکٹر جعفری نے ٹب کے سرخ پانی کی جانب اشارہ کر کے پوچھا۔ "یہ کیا ہے؟"

ڈاکٹر اشرف نے [illegible] [illegible] کہا تھا کہ [illegible] اس کے [illegible]

ڈاکٹر جعفری اور ڈاکٹر اکرم حیرت سے ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ ڈاکٹر اشرف نے کہا: "جس وقت میں آپ لوگوں کے سامنے اپنے تجربے کے نتائج بیان کر رہا تھا کہ ڈاکو کے جسم سے خون نکلے گا۔ اسے سخت پیاس معلوم ہو گی اس کا سر چکرائے گا اور عالم سکرات میں آ جائے گا اس وقت میرا روئے سخن آپ لوگوں کی جانب نہ تھا بلکہ میں ڈاکو کو "توجہ" (سجیشن) دے رہا تھا۔ میری توجہ کے زیر اثر ڈاکو کو یقین ہو گیا کہ درحقیقت اس کے جسم سے خون نکل رہا ہے اور وہ مر جائے گا چنانچہ اس نے میری نشتر کی نوک کا نہیں بلکہ خود توجہی کا شکار ہو کر جان دی اور اس کی لاش آپ کے سامنے موجود ہے۔"

معاصر ڈاکٹروں نے پوچھا: "اب اس لاش کا کیا انتظام ہو گا؟"

ڈاکٹر اشرف نے قہقہہ لگا کر جواب دیا: "میں اس کی لاش پولیس کے حوالے کر دوں گا۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حکومت نے کھیم سنگھ کو زندہ یا مردہ گرفتار کرنے کیلئے کئی ہزار روپے کا انعام مشتہر کیا ہے۔"

مسلسل

ستارے ڈوب جاتے ہیں، چمکتی رہتی ہوں میں
ہر اک دم پر جلی کی آنچ مدھم ہوتی جاتی ہے

نظامِ عمرِ انساں بھی اسی سے ملتا جلتا ہے
کہ سانس آتے ہیں جتنے زندگی کم ہوتی جاتی ہے

بقا لکھنوی

روس کے شہرۂ آفاق فلاسفر اور ادیب ٹالسٹائی کی پرائیویٹ زندگی!

جناب محمد قمر الدین راہم نگری

...نظر میں آتا ہے کہ فلسفی بہت خشک مزاج ہوتے ہیں، اہل یورپ بھی فلسفیوں کے متعلق ایسا ہی خیال رکھتے ہیں چنانچہ وہاں کی عورتیں تو فلسفیوں کے نام سے ناک بھوں چڑھالیتی ہیں، لیکن ہر کلیہ کا ایک استثنیٰ بھی ہوتا ہے چنانچہ شہرۂ آفاق فلاسفر کاؤنٹ لیو ٹالسٹائے کو اس کلیہ کا استثنیٰ سمجھنا چاہئے۔

ٹالسٹائے روس کا سب سے زبردست اہل قلم سمجھا جاتا تھا اور اس وقت بھی نہ صرف روس میں بلکہ تمام دنیا میں اس کی علمی اور ادبی عظمت مسلم ہے۔

اکثر دیکھا جاتا ہے کہ اس طرح کی مشہور اور ممتاز شخصیتیں ابتدا میں محض معمولی حیثیت رکھتی ہیں، ٹالسٹا کا بھی یہی حال تھا، وہ اول اول ایک معمولی سپاہی کی حیثیت سے فوج میں بھرتی ہوا لیکن وہ جس وقت کریمیا کے جنگ عظیم میں حصہ لے رہا تھا تو اس نے اپنی فسانہ نگاری سے ایک امتیازی شہرت و قبولیت حاصل کرلی۔

وہ نہایت رحم دل انسان تھا، کسی کو تکلیف میں دیکھ کر اسکی امداد و اعانت کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا تھا، وہ اشتراکیت پسند تھا، اس نے سب سے پہلے اپنے فسانوں میں اسی مسئلے پر زور دیا۔

ٹالسٹائے نے اپنی زندگی میں تین عورتوں سے محبت کی، لیکن ایک ہی وقت میں نہیں بلکہ مختلف وقتوں میں اور تیسری عورت سے اس نے شادی کرلی، فوجی خدمات سے مستعفی ہوکر وہ مکان آیا اور اس نے ... فلسفیانہ خیالات کی نشر و اشاعت شروع کردی۔

... ایک ... لئے اسے جانے کی ...

... ایک پارٹی میں مدعو کیا، وہ پارٹی کی شرکت کے لئے جارہا تھا کہ اثنائے راہ میں اسے ایک باغیچہ ملا جس میں ایک حسین دوشیزہ مصروف گلگشت تھی، ٹالسٹائے ایک نگاہ میں اسے اپنا دل دے بیٹھا، دوشیزہ کی عمر ابھی محض سولہ سال کی تھی، اسکے جسم سے جوانی کے کیف و نشاط کا چشمہ ابل رہا تھا، زمین نے جیسے ٹالسٹائے کے پاؤں پکڑ لئے، بیخودی کا یہ عالم تھا کہ اسے ہوش ہی نہ تھا کہ وہ کہاں کھڑا ہے، یہی حالت دوشیزہ کی بھی تھی، وہ بھی ٹکٹکی باندھے ٹالسٹائے کو دیکھ رہی تھی، دونوں کی زبانیں خاموش تھیں مگر آنکھیں زبان بے زبانی سے تبادلۂ محبت کر رہی تھیں۔

جب دوشیزہ کو یہ معلوم ہوا کہ جو نوجوان اس کے سامنے کھڑا ہے وہ ٹالسٹائے ہے تو اسکی مسرت و شادمانی کی انتہا نہ رہی، وہ اسکے ادبی محاسن سے بخوبی واقف تھی اور اسکے لٹریچر کو نہایت دلچسپی سے پڑھا کرتی تھی، اس دوشیزہ کا نام ہیلن تھا۔

اس واقعہ کے بعد دونوں کی دوسری ملاقات ایک ہوٹل میں ہوئی، یہ ہوٹل ایک آباد اور بارونق خطے میں واقع تھا جس میں زیادہ تر اونچے ہی طبقے کے لوگ آتے تھے، اس ملاقات نے ٹالسٹائے اور ہیلن میں اور بھی ربط و ضبط بڑھا دیا، ہیلن ٹالسٹائے کو اپنی جانب مائل دیکھ کر خوش ضرور تھی پھر بھی اس کے دل میں خیال گذرتا تھا کہ اس طرح کے لوگ بہت خشک طبع ہوتے ہیں ان کے دل میں عشق و محبت کی لطافت اور رنگینی نہیں ہوتی، چنانچہ ہیلن سے صبر نہ ہوسکا اور اس نے اپنے اس خیال کا اظہار کرہی دیا جس کے جواب میں ٹالسٹائے نے ایک دفعہ مسکرا کر ...

... دوشیزہ کی طرف دیکھا، دوشیزہ کھل کھلا کر ہنس پڑی اور دونوں محبت کے جام سے بیخود اور سرشار ہوگئے۔

اس کے بعد ہیلن اس طرح غائب ہوئی کہ پھر ٹالسٹا کو اس کا پتہ ہی نہ چلا، ٹالسٹائے پر اس کی جدائی کا اتنا شدید اثر پڑا کہ وہ ہر وقت کھویا کھویا سا رہنے لگا اسے کھانے پینے تک کا ہوش نہ رہتا تھا، وہ کچھ دنوں تک اس طرح کی بے کیف زندگی گذارتا رہا، جیسے اس کے لئے دنیا میں کوئی کشش و دلچسپی باقی نہیں رہی، اسی زمانے میں اسکا گذر ایک گاؤں میں ہوا وہاں اس نے ایک نازک اندام حسینہ کو دیکھا جس کا نام لوسی تھا، اسکی عمر ۱۸ سال کی تھی، پہلی ہی ملاقات میں دونوں کا دل مل گیا، لوسی فرانسیسی نژاد تھی، اور اسکی پیدائش بھی جمالستان فرانس یعنی پیرس میں ہوئی تھی، پھر اسکی خوبصورتی اور نازنینی کا کیا کہنا، لوسی کا باپ فرانسیسی فوج میں ایک اعلیٰ افسر تھا، وہ جنگ میں مارا گیا تو لوسی کی ماں اسے لیکر روس چلی آئی اور ایک گاؤں میں زندگی گذارنے لگی۔

لوسی بلا کی حسین و جمیل تھی، اس کے رخسار وں کی رنگت گلاب کو شرمانے والی تھی، اسکی آنکھوں میں جادو بستا تھا وہ جسے ایک بار دیکھ لیتی تھی وہ افسوں زدہ سا ہو کر رہ جاتا تھا، لوسی کے اور بھی بہت سے چاہنے والے تھے ... ٹالسٹائے کے مقابلہ میں اس کے تمام رقیبوں کا ...

اب ٹالسٹائے لوسی کے ہاں ...

آنے جانے لگا، لوسی ...

... کو ... کرلیا ...

...ب محبت ان کی پیدا ہوئی کہ درمیان میں
چھوٹے چھوٹے رشتے ہوتے تھے، اور دونوں میں زندگی
محبت اور پیار کی باتیں ہوتیں، دونوں کی اس
بے پناہ محبت کو دیکھ دیکھ کر کلیاں
مسکراتیں اور بلبلیں خوشی کے نغمے گاتے ۔۔۔ روز کا
ورود عشق روز بروز ترقی کرتا جاتا تھا اور وہ اس سے
شادی کرنے کے لئے بے چین تھی، مگر اسی زمانے میں
ٹالسٹائی پر ایک مصیبت آپڑی، سرمایہ پرست
تو پہلے ہی ٹالسٹائے کے مخالف تھے اور اب جو
سرمایہ داروں کے خلاف اور غریبوں کی حمایت میں
اس کے فسانے شائع ہوئے تو وہ ٹالسٹائے
کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے یہ کہکر
اس کے خلاف حکومت کو بھڑکانا شروع کیا کہ
وہ ملک اور حکومت کا دشمن ہے، وہ روس میں
اشتراکیت پھیلانا چاہتا ہے، انہوں نے اپنے
دعوے کے اثبات میں کوئی دقیقہ فروگذاشت
نہیں کیا لیکن ٹالسٹائے کی قسمت یاور تھی اسکے
دشمنوں کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہوئی
بلکہ نتیجہ برعکس ظہور پذیر ہوا، ملک میں ٹالسٹائے
کے پیروؤں کی ایک جماعت پیدا ہو گئی۔

درمیان درمیان میں جو وقت پاکر ٹالسٹائے اپنی
محبوبہ روسی کے یہاں بھی جایا کرتا تھا اور اسے
اطمینان دلاتا رہتا تھا کہ سرمایہ داروں کے اس
ایجی ٹیشن کے ختم ہو جانے کے بعد وہ اس سے
شادی کرے گا، دونوں کی اس باہمی محبت کے
باوجود قدرت کو منظور نہ تھا کہ دونوں ازدواجی
مسرتوں سے بہرہ ور ہوں، اس لئے قبل اس کے
کہ وہ رشتہ ازدواج میں منسلک ہوں روسی
بیمار ہوئی اور ایک مہینے کی بیماری کے بعد دنیا
سے چل بسی، ٹالسٹائے کو اپنی محبوبہ کی جدائی کا
بہت صدمہ ہوا، وہ ایک روز اس کی قبر پر گیا اور
خوب پھوٹ پھوٹ کر رویا، اس حادثۂ جانکاہ پر
اس نے ایک فسانہ لکھا جو درد و اثر سے اسقدر
لبریز تھا کہ پڑھنے والوں کے دل تڑپ تڑپ گئے
رفتہ رفتہ کچھ دنوں میں غم کا اثر کم ہو گیا، اسی
زمانے میں ایک اور دوشیزہ سے اسکی ملاقات ہوئی
اور دونوں ایک دوسرے کی جانب مائل ہو گئے
ٹالسٹائے کی یہ محبوبہ بھی روس کی ایک مشہور حسینہ
تھی محبت نے بہت جلد دونوں کو دو جسم یک جان
بنا دیا، ہر اتوار کو دونوں گرجا گھر میں ملتے اور آپس

میں گفتگو اور بات چیت کرتے ۔۔۔
اور روسی کو ٹالسٹائے کے ۔۔۔
ٹالسٹائے نے پہلی اور روسی کو ۔۔۔
حالت میں کھو بیٹھا تھا، اس لئے ۔۔۔
کہیں ایسا نہ ہو اسکی محبت کا ۔۔۔
دونوں دوشیزاؤں کی طرح حسرت و ناکامی ۔۔۔
ٹالسٹائے نے اپنی محبوبہ سے شادی کی درخواست
کی، جس کو اس نے بخوشی منظور کر لیا۔ ۔۔۔ میں
بڑی دھوم سے دونوں رشتۂ ازدواج میں منسلک
ہو گئے، اسوقت تک ٹالسٹائے اسقدر شہرت
و امتیاز حاصل کر چکا تھا کہ روس کے علاوہ دیگر
ممالک نے بھی اس کے پاس شادی کے تحفے
اور مبارکباد کے پیغامات بھیجے۔
اب ٹالسٹائے دیہات میں رہ کر زندگی گذارنے
لگا، ان ایام میں اس نے جو کچھ لکھا وہ اس کے
لٹریچر کا بہترین حصہ تھا جو ملک کے ہر طبقے میں
انتہائی قدر اور دلچسپی سے پڑھا جاتا تھا، اسطرح
ٹالسٹائے کی زندگی کا آخری حصہ نہایت ہی
مسرت آگین اور خوشگوار تھا۔
اس کی موت پر تمام روس میں ماتم منایا گیا اور

حسرت

پھولوں کی عقیدت سے چن کر
لایا ہوں کسی کی خدمت میں

۔۔۔ اے گلِ تر نواز ۔۔۔!
عزیز ترین دوست کے نام

اے جانِ شوق جانِ تمنائے صد بہار
اے مظہرِ جمالِ حقیقت، نشاطِ روح
چارہ گرِ مریضِ محبت، شفائے درد
کہتے ہیں آئی گلشنِ عالم میں عید پھر
ہر ایک پھول آج گلِ باغِ خلد ہے
وارفتۂ جنونِ محبت غریب اثر
کچھ پھول چن کے لایا ہوں بستانِ عشق سے
اک آگ سی ہے سینے کے اندر لگی ہوئی
ہر دم تڑپ تڑپ کے گذرتی ہے زندگی
تارِ رباب عشق کا نغمہ ہے دل خراش

تصویرِ حسن، شاہدِ رعنائے روزگار
نازو نیازِ حسن و محبت کے پردہ دار
سترِ غمِ نہانی، الفت کے رازدار
جوشِ نشاط و عیش سے عالم ہے کامگار
کلیاں چٹک کے دیتی ہیں پیغامِ صد بہار
دیوانہ و فریبِ عنایت کا سوگوار
باصد ہزار حسرت و ارماں پئے نثار
جلتا ہے سوزِ ہجر سے اس کا تن نزار
آفت کی ہیں جو آئیں قیامت کے ہیں شرار
چھیڑا ہے جس نے آج یہ مضرابِ اضطرار

حسرت گلے لگانے کی بس دل میں رہ گئی
یہ اک کمی مقدر کامل میں رہ گئی

۔۔۔ پرویز ۔۔۔

سیاح یورپ کی ڈاک

"مضمون بالا کے تحت جو خطوط میں پیش کر رہا ہوں وہ میرے ایک عزیز دوست کے تجربات یورپ پر مشتمل ہیں۔ غالباً یہ بتانے کی بھی ضرورت نہیں کہ یہ خطوط اشاعت کی غرض سے نہیں لکھے گئے تھے۔ اس لئے ان میں بہت سی باتیں ایسی بھی موجود ہیں جن کو خلوت کی کہانیاں ہی کہنا چاہئے۔ یورپ کی فضاؤں میں جو کچھ ہوتا رہتا ہے اس کا حال متعدد مرتبہ مختلف طریقوں سے اخبارات و رسائل میں شائع ہو چکا ہے لیکن وہ سب کچھ اشاعت کیلئے لکھا گیا ہے اور اس کے بہت سے ایسے لطیف پہلو ابھی تک زیرِ نقاب ہیں جو دلچسپ بھی ہیں اور حیرت انگیز بھی۔ مجھے امید ہے کہ مغرب کی کورانہ تقلید کرنیوالوں کیلئے یہ خطوط خصوصی طور پر سبق آموز ہونگے۔ اس سلسلہ کا پہلا خط ماہ دسمبر میں شائع ہو چکا ہے اور دوسرا درج ذیل ہے"

"محمود سکون"

دو روز مارسیلز میں

ہوٹل ہیملٹ پیکس، مارسیلز (فرانس)

اپریل ۱۹۳۶ء . . . .

ڈیئر . . . .

خدا خدا کر کے پرسوں دو بجے دن کو بحری سفر ختم ہوا اور میں بخیریت تمام مارسیلز پہنچ گیا، یہیں سے ایک نئی دنیا شروع ہو گئی۔ پورٹ سعید میں صرف چند گھنٹہ ٹھہرنے کا موقع ملا تھا، جی بھر کر تو گھوم پھر نہ سکا، پھر بھی کچھ نہ کچھ تو دیکھ ہی لیا جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ملک مصر بھی ترقی اور اصلاح کی طرف گامزن ہے۔ میرا تو خیال ہے کہ پورٹ سعید ہی سے یورپ کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ آراستہ بازار، سڑکوں کی چہل پہل، حسن و جمال کی نمائش کسی طرح مارسیلز سے کم نہیں، ہر قوم و ملت کے لوگ دکھائی دیتے ہیں۔

میں نے تو ارادہ کیا تھا کہ کیسی لیکن پورٹ سعید کا شہر دیکھوں گا، مگر میرے ہمراہ مشتاق، میری ہمسفر (جس نے مجھے ڈانس سکھایا تھا) اور اسکی ہمراہی لڑکی بھی تھی اور تمام وقت ان حضرات نے مجھ کو مشتاق کی خرید و فروخت میں ضائع کر دیا، انہوں نے چند تصویریں تا ہوا اور پورٹ سعید کے جمال کی چند نے کچھ خرید لی ہیں، جو علیحدہ روانہ کرتا ہوں امید ہے کہ تم کو پسند آئیں گی۔

جہاز کا سفر تو مشتاق اور زیادہ تر ان لڑکیوں کی وجہ سے انتہائی دلچسپیوں میں ختم ہوا مگر اب مارسیلز میں تنہائی تکلیف دہ ہے۔ مشتاق کل رات ہی کی ٹرین سے پیرس چلا گیا، جہاں ایک دو روز رہ کر لندن چلا جائیگا، میری ہمسفر اور اسکی ہمراہی لڑکی براہ راست لندن تک بحری سفر کریں گی ان لوگوں نے اپنا لندن کا پتہ دیا ہے اور ملنے کا وعدہ بھی کیا ہے۔ یہ لوگ اگر مل گئے تو لندن کی زندگی بمقابلہ مارسیلز کے ضرور دلچسپ ہو گی۔

سب سے بڑی بات تو یہی ہے کہ وہاں کی زبان کو میں سمجھ اور بول سکتا ہوں، یہاں تو اشارہ سے کام چلتا ہے، وہ تو خیریت ہے کہ میں جس ہوٹل میں مقیم ہوں وہاں دو ایک ملازم ٹوٹی پھوٹی انگریزی زبان بول اور سمجھ لیتے ہیں ورنہ شاید بھوکوں مرنا پڑتا، کیونکہ مینو (کھانے کی تفصیل) کل فرانسیسی زبان میں ہوتا ہے جس کا سمجھنا تو درکنار پڑھنا بھی دشوار ہے، کھانے کے کمرہ میں اپنی میز پر تنہا بیٹھا کھانا کھاتا رہتا ہوں اور دوسرے لوگوں کی چار چار پانچ پانچ بیٹھے کھانے میں مشغول ہوتے ہیں، صرف باتوں کی آوازیں سنتا رہتا ہوں سمجھتا خاک نہیں، بڑی الجھن ہوتی ہے۔ بالکل اتفاقیہ ایک امریکن سیاح سے ملاقات ہو گئی جس کی وجہ سے خط یہاں بھی دلچسپی ہو گئی ورنہ میں تو عاجز ہو جاتا۔

یہاں کے واقعات سنو۔

ساحل مارسیلز پر کوئی ڈیڑھ بجے دوپہر کو جہاز لنگر انداز ہوا، ہمیں بجے پاسپورٹ کے معائنے سے فرصت ملی اور بدقت تمام پانچ بجے کسٹم سے اسباب وغیرہ کی تلاشی کے بعد چھٹکارا ہوا، تامس کک کے ایجنٹ نے فوراً پیکس ہوٹل میں کمرہ کا انتظام کر رکھا تھا کسٹم سے فرصت پاتے ہی میں سیدھا ہوٹل پہنچا، کسٹم میں دو گھنٹہ کھڑے کھڑے چور ہو گیا تھا، ہوٹل پہنچ کر لیٹ رہا، سو گیا، دو گھنٹہ سوتا رہا، ساڑھے سات بجے کے قریب اٹھا غسل وغیرہ سے فراغت کی کپڑے تبدیل کر کے نیچے ڈائننگ روم میں آیا، یہاں بہت مجمع نہ تھا، دو چار مرد اس ادھر ادھر بیٹھے تھے، مگر چونکہ یہاں تنہا تھا طبیعت گھبرائی۔ الغرض ہوٹل کے دروازہ پر آ کر کھڑا ہو گیا دیر تک کسی طرف جانے کی ہمت نہ پڑی، فکر یہ ہو کہ نہ ہماری بات کو کوئی سمجھے اور نہ کسی کی بات کو ہم سمجھ سکیں، دل میں خیال آیا جب تک کسی [illegible] ایک طرف قدم بڑھایا [illegible] [illegible] کمرے سے [illegible]

تھا اس وقت بھی [illegible] تھا
دلکش تھا راستے میں چلنے والے مرد عورتیں، بچے بوڑھے
بیشتر سب کے سب مجھ کو کافی حیرت سے دیکھتے
بعض تو راستہ میں غور سے دیکھتے کہ ان کی نظروں سے
مجھے ایک قسم کی وحشت ہوتی، میں بھی ان سب
کی نظروں میں اتنا ہی اجنبی تھا جتنا میری نظر
میں وہ لوگ اور ان کا ملک، مگر اتنا ضرور ہے کہ
اس ملک کے لوگ خلیق بہت ہیں اور مہمان نواز
بھی، کوئی اجنبی تک نہیں سمجھا سکا اندازہ
کس طرح ہوا، سنو!

میری کیفیت ان لوگوں میں اور اس شہر میں بعینہٖ وہی تھی کہ اگر کوہ ہمالیہ کی وادی کے کسی موضع کے بسنے والے کو لیجا کر دہلی، کلکتہ یا بمبئی جیسے شہروں میں چھوڑ دیا جائے، وہ وہاں سوائے اس کے کہ منہ کھولے آنکھیں پھاڑے اپنے چاروں طرف دیکھا کرے اور کچھ نہ کرے گا، بعینہٖ یہی کیفیت میری تھی، ادھر ادھر دیکھتا ہوا میں ہوٹل سے زیادہ سے زیادہ دس قدم آیا ہوں گا کہ ایک تبہ ایک مجمع میرے قریب سے گذرا، اتفاق کی بات میں ایک نوجوان لڑکی سے اس زور سے ٹکرایا کہ وہ قریب گر گئی اور میں لڑکھڑا کر رہ گیا، لوگوں نے اس لڑکی کو اٹھایا، میں نے انگریزی میں اس سے معافی مانگی، جس کا غالباً ایک حرف بھی اس کی سمجھ میں نہ آیا، مگر وہ مسکرا رہی تھی، مجھ سے کسی نے ایک لفظ بھی نہ کہا، ذرا غور کریں کہ ہندوستان کے کسی شہر میں یہ حادثہ ہو جاتا تو معاذاللہ! — اگر فرقہ وار کشمکش نہ پیدا ہوتی تو مار پیٹ تک نوبت تو ضرور ہی آجاتی، اور اگر بالفرض محال شریف صورت سمجھ کر چھوڑ بھی دیا جاتا تو کم از کم یہ سامنے دیکھ کر نہیں چلتے ہو دکھائی نہیں دیتا اندھے ہو وغیرہ وغیرہ سے تو ضرور تواضع کی جاتی، میں اس واقعہ سے اس قدر گھبرایا کہ ہوٹل واپس چلا آیا اور کانشیر سے ہوٹل کے شعبہ معلومات کا انچارج) کے قریب جا کر کھڑا ہوا، یہ انگریزی داں ہے، اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ مجھے کوئی ضرورت ہے جسے وہ انجام دے سکے، جب میں نے شکریہ ادا کرتے ہوئے اپنی تنہائی اور پریشانی کا اظہار کیا تو وہ مسکرایا اور بہت سادگی سے اس نے مجھ سے شراب سے شغل کرنے اور سیر و تفریح کرنے کی ہدایت کی، اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مغرب میں بیکار اشخاص کا معیار زندگی محض شراب نوشی و سیر و تفریح ہے، میں مسکراتا ہوا ڈرائنگ روم میں پھر آکر بیٹھ گیا، ملازم کو بلا کر وسکی سوڈے کا آرڈر دیا دیر تک اس طرح وقت گذاری کرتا رہا، مگر آخر شب تک اچھا خاصہ نشہ ہو چکا تھا، گھڑی دیکھی آٹھ بج چکے تھے مگر باہر سڑک پر دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ابھی دن ہی ہے، یہاں مغرب کا وقت ساڑھے آٹھ بجے کے قریب ہوتا ہے میں نے کانشیر سے کہہ کر ایک ایسی ٹیکسی منگوائی جس کا ڈرائیور انگریزی داں تھا، ارادہ ہوا کہ تھوڑا وقت سیر و تفریح میں صرف کروں، یہاں کے ہوٹلوں کی احتیاط دیکھو کہ کس قدر غیر ملکیوں کا خیال رکھا جاتا ہے، کانشیر نے مجھے ہدایت کی کہ ضرورت سے زیادہ جو رقم میرے پاس موجود ہو اسے میں ہوٹل کے سیف میں بند کرا دوں چنانچہ میرے پاس تقریباً اسی پونڈ تھے جو میں نے ایک لفافہ میں رکھ کر بند کر دیئے، کانشیر نے لفافہ پر مہر لگائی اور سیف کے ایک خانہ میں رکھ کر کنجی میرے حوالہ کر دی، اس کے بعد میرے ہمراہ ٹیکسی تک آیا، نمبر نوٹ کیا اور کچھ فرانسیسی زبان میں ڈرائیور سے گفتگو کی، میں ٹیکسی میں بیٹھ کر روانہ ہو گیا، دیر تک شہر اور سمندر کے کنارے کی سڑکوں پر تفریح کرتا رہا، ساڑھے نو بجے ہوٹل واپس آیا وہ تین گلاس وسکی پی کر کھانا کھایا اور [illegible] پر اب مقابلہ [illegible] تھی میری عجیب کیفیت [illegible] ہوٹل [illegible] آیا، شراب خانوں میں [illegible] ہوٹل کے قریب ہی ایک شراب خانہ میں چلا گیا مارسیلز کی بندرگاہ ایک ایسی بندرگاہ ہے جہاں روزانہ غیر ملکی لوگ سیر و تفریح کے لئے آتے رہتے ہیں، میری میز کے قریب ہی ایک اور انگریز بھی تنہا بیٹھا تھا، مجھے تنہا دیکھ کر وہ مجھ سے مخاطب ہوا۔

"مسٹر معاف فرمائیے گا، غالباً آپ بھی یہاں کے لئے اجنبی ہیں" اس نے مجھ سے دریافت کیا

"جی ہاں! میں ہندوستانی ہوں، یورپین ممالک کی سیر و تفریح کے لئے گھر سے نکلا ہوں اور آپ" میں نے دریافت کیا۔

"میں امریکن ہوں۔ اگر مناسب ہو تو آئیے میرے ہمراہ تشریف رکھئے میرا اور آپ کا دونوں کا دل بہلے گا" اس نے کہا۔

"شکریہ! تنہائی سے میں خود بھی پریشان ہوں اجنبی ملک اجنبی زبان، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح وقت گذاری کی جائے" اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کی میز کے پاس کرسی پر بیٹھتے ہوئے میں نے کہا "میں تو آج ہی پیرس جا رہا تھا مگر ٹرین میں جگہ نہ ملنے کی وجہ سے نہ جا سکا"

"مگر مارسیلز بھی کچھ کم دلچسپ نہیں، یہاں کی سیر بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگی" وہ بولا۔

"یہ صحیح ہے مگر کم از کم کسی جگہ کے دیکھنے کیلئے ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جو شہر کی جغرافیہ سے تھوڑا بہت تو ضرور واقف ہو" میں نے کہا

"اس معاملہ میں آپ اور میں دونوں یکساں ہیں آپ کس ہوٹل میں مقیم ہیں؟" اس نے دریافت کیا

"[illegible] میں [illegible] دوسری منزل پر" میں نے ہوٹل کی طرف [illegible]

"عجب! میں بھی اسی ہوٹل میں [illegible] میں آپ کے [illegible]

[illegible]
[illegible]
کا [illegible] میں نے کہا۔

[illegible] نے دوست سے اصرار کر کے [illegible] ملک کی طرز معاشرت [illegible] ایک [illegible] کی معلومات [illegible] ہوئے ایک ملاقاتی کارڈ مجھے اور اس امریکن جنٹلمین کو دیا، کارڈ پر پتہ اور فریفتی کا نمبر درج ہوا تھا لکھا ہوا تھا، چند سرٹیفکیٹ بھی کچھ ہندوستانی کچھ امریکن اور ہماری غرض یہ کہ مختلف ممالک کے سیاحوں کے دکھلائے۔ میرے امریکن ساتھی نے فریفتی سے بیٹھنے کے لئے کہا، فریفتی بیٹھ گیا، اس کے بعد پھر وہسکی منگائی گئی اور وہ بھی شریک صحبت ہوا

"ہاں بتائیے۔ مارسیلز میں کیا کیا چیزیں دیکھنے کے قابل ہیں" امریکن جنٹلمین نے دریافت کیا۔

جواب میں فریفتی نے متعدد جگہوں کے نام لئے مگر یہ سب جگہیں دن میں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں، رات میں دیکھنے کے لئے صرف تفریح کے لئے دو چار نائیٹ کلب کے نام بتائے جنہیں کیبرے (Cabaret) بھی ہوتا ہے، البتہ بتایا کہ سب سے قابل دید چیز یہاں سینما ہے، اس سینما میں کیا بات قابل تعریف ہو سکتی ہے اور کیوں یہ قابل دید چیز ہے، اس کے متعلق متعدد سوالات ہم دونوں نے فریفتی سے کئے، مگر وہ یہی کہتا رہا کہ یہ سینما اصل دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے، ہم لوگوں کا اشتیاق برابر بڑھتا رہا اور آخر ہم لوگ تیار ہو گئے ایک ٹیکسی منگائی گئی میں اور میرا امریکن دوست بیٹھے فریفتی شوفر کے برابر بیٹھ گیا، میں اب پریشان ہوا کہ کہیں کوئی دھوکہ نہ ہو، رات کا وقت ہے ہم معطل کسی سازش کا شکار نہ ہو جائیں، میں نے اپنے شک و شبہ کا اظہار اپنے ہمراہی سے کیا مگر وہ بالکل مطمئن تھا بلکہ اس نے مجھے بھی یقین دلایا کہ اس کی موجودگی میں مجھے گھبرانے کی ضرورت نہیں

ہم لوگ بات چیت میں مشغول تھے کہ ٹیکسی شہر کی مشغول سڑکوں پر گذرتی ہوئی ایک عالیشان عمارت کے سامنے چپکے سے ٹھہر گئی، ہم لوگ ٹیکسی سے اترے، اس مکان کا دروازہ سڑک ہی پر تھا جو اندر سے بند تھا، مکان کے قریب سڑک پر متعدد موٹریں اور ٹیکسیاں کھڑی تھیں، دروازہ پر پہنچ کر فریفتی نے گھنٹی کا بٹن دبایا، چند منٹ کے بعد دروازہ کھلنے کی آواز آئی، نصف دروازہ کھلا، ایک عورت سامنے آئی، فریفتی نے کچھ سرگوشی کی، اس عورت نے راستہ دیا، آگے آگے ہم دونوں اندر آئے ہمارے بعد فریفتی داخل ہوا، دروازہ بہت احتیاط سے بند کر لیا گیا، اس عورت کی رہنمائی میں ہم لوگ زینے سے بالائی منزل پر پہنچے جہاں ایک ادھیڑ عمر انتہائی سمارٹ عورت نے ہم لوگوں کا بڑی خندہ پیشانی سے استقبال کیا، فریفتی نے اس عورت کو میڈم (میڈم) کہہ کر مخاطب کرتے ہوئے فرانسیسی زبان میں کچھ گفتگو کی اور پھر ہم لوگوں کو بتایا کہ سینما ہال میں کچھ لوگ سینما دیکھ رہے ہیں کم از کم پندرہ بیس منٹ ہم کو انتظار کرنا ہو گا، دروازہ بند ہونے اور کچھ مکان کے سناٹے سے وحشت ناک ہو کر میں نے اپنے ہمراہی سے واپسی کی خواہش کی، مگر میرا امریکن ہمراہی مجھ سے کہیں زیادہ اس سینما کے دیکھنے کا مشتاق تھا۔ اس نے وہیں ٹھہر کر انتظار کرنا پسند کیا، اور فریفتی سے کہیں بیٹھنے کی خواہش ظاہر کی میڈم نے یہ معلوم کر کے کہ ہم لوگ اتنے وقت تک انتظار کرنے کے لئے تیار ہیں، جب تک کہ ہال خالی ہو، ایک کمرہ میں جو غالباً ویٹنگ روم کا کام دیتا تھا ہم سب کو لا کر بٹھا دیا، خالی بیٹھنا میرے امریکن دوست کے لئے غالباً گناہ تھا، فریفتی سے شراب کی خواہش کی، اس نے میڈم سے کہہ کر شیمپین منگوائی، معلوم ہوا کہ یہاں [illegible] شیمپین کے دوسری شراب نہیں ملتی اور اس کی قیمت دو گنی اور کہیں بڑی لی جاتی ہے، شیمپین کی بوتل کے ساتھ ساتھ دو انتہائی خوبصورت اور جوان لڑکیاں جو پہلے سے انتہائی مشغول تھیں نیم عریاں لباس میں ملبوس آئیں اور مسکراتی ہوئی ایک ایک ہم دونوں کے قریب کوچ پر بیٹھ گئیں، ان دونوں نے بھی ہمارے ساتھ شراب نوشی میں شرکت کی ہم لوگ ان کو برابر چھیڑتے رہے اور ان سے مذاق کرتے رہے، یہ بھی ہم لوگوں سے اس طرح بے تکلفی سے پیش آئیں کہ معلوم ہوتا تھا برسوں کی ملاقات ہے، کبھی ہماری گردنوں میں ہاتھ حائل کر دیتیں، کبھی منہ پر منہ رکھ دیتیں، کبھی پیار کر لیتیں، بالکل حجاب نہ تھا، اور نہ یہ خیال کہ کمرہ میں کوئی اور بھی بیٹھا ہے مجھے تو ان کی حرکتیں بالکل بندریوں جیسی معلوم ہوتی تھیں، ہم لوگوں کا لطف بالکل ادھورا تھا کیونکہ ہم لوگ نہ ان کی زبان سمجھ سکتے تھے اور نہ وہ ہماری گفتگو سمجھتی تھیں، فریفتی کبھی کبھی ترجمان کے فرائض انجام دیتا تھا۔

ہم لوگ بوتل کے آخری قطرہ ختم کر رہے تھے کہ میڈم نے آکر اطلاع کی کہ سینما ہال خالی ہے اور ہم چل سکتے ہیں، میرا امریکن ہمراہی میں اور فریفتی اٹھ کھڑے ہوئے، وہ دونوں لڑکیاں بھی اٹھ کھڑی ہوئیں ہم لوگ آکر سینما ہال میں بیٹھ گئے، ان لڑکیوں میں سے ایک میرے برابر اور ایک میرے دوست کے برابر کوچ پر بیٹھ گئی، ہال کی روشنی گل کر دی گئی اور سینما شروع ہوا۔

میرا خیال تھا کہ یہ اور تمام سینماؤں کی طرح کا کوئی [illegible] سینما ہو گا لیکن نہیں، یہ خاموش تصویریں تھیں مگر متحرک اور مسلسل، اس میں ایک نوجوان کے عشق کی داستان ـ معشوق سے ملاقات اور ...... کی تصویریں صاف صاف دکھائی تھیں، تمام کے تمام [illegible]

ہم لوگوں نے بے تکلف طور پر یہ حرکتیں جو انتہائی بیداری
اور عریانیت کے رنگ میں شرابور ہونے کے باوجود
پر کشش صورت تھیں اپنے کو قابو میں نہ رکھ سکیں
دونوں لڑکیاں وحشیانہ حرکتیں کرنے لگیں ——
اور ایسی کہ قلم بھی ان کے بیان سے معذوری سی محسوس
کرتا ہے، خیر گذری کہ یہ سینما جلد ہی ختم ہو گیا، اور
ہم لوگوں نے دوسری ریل کے دیکھنے کی جرأت
نہ کی۔ سینما ہال سے اٹھ کر سب لوگ پھر ڈرائنگ روم
میں آکر بیٹھ گئے، ہم دونوں پر عرصہ تک اس سینما کا
اثر رہا، شیمپین کی ایک اور بوتل منگائی گئی اور
اس بوتل کے ختم کرنے میں عمداً دیر کی گئی، اس طرح
ہم لوگ اپنے جذبات پر قابو حاصل کرنے میں کسی
حد تک کامیاب ہو گئے، فریفتی نے بتایا کہ یہ سینما
قانون کے بالکل خلاف ہے، خفیہ طریقہ پر جانے
اور سمجھے ہوئے اشخاص کو دکھایا جاتا ہے، اگر حکومت
کو علم ہو جائے تو ضبط کر لیا جائے اور مالک سینما
اور ساتھ ہی ساتھ دیکھنے والے بھی ممکن ہے زحمت
میں پھنس جاتے ہیں۔

اس سینما کا مقصد صرف نفسانی نشاط ہے ——
پردۂ سیمیں پر عریاں، شرمناک، متحرک تصاویر کو
پیش کر کے عیاشی کی ترغیب اور تعلیم دی جاتی ہے اور
اس تعلیم کے عملی مشق کے لئے ہر تماشائی کے ہمراہ
ایک حسین لڑکی کر دی جاتی ہے —— دیکھا تم نے؟
—— یہ ہیں مغربی تہذیب کی آزادیاں! ——

اس تفریح میں میرے امریکن دوست کے آٹھ سو
ڈالر یعنی چوبیس سو روپیہ صرف ہو گئے، میں نے
بہت چاہا کہ اس رقم میں سے کچھ میں بھی دے دوں
مگر اس نے منظور نہ کیا، بل ادا کر کے اور فریفتی کو
رخصت کر کے ہم لوگ ہوٹل آئے، میرا ہمراہی مجھ سے
زیادہ نشہ میں تھا کیونکہ میں تو آموختہ ہو چکی
احتیاط سے شراب پی رہا تھا، زیادہ پینے
کی عادت تھی، ہوٹل سے دس بارہ قدم پر
ایک کنارے پر ایک نائٹ کلب تھا، میرا

دوست ابھی اور تفریح کرنا چاہتا تھا، بارہ بج
چکے تھے، میں سونا چاہتا تھا، مگر اس نے مجھے
نہ جانے دیا اور ہاتھ پکڑ کر زبردستی اپنے ہمراہ مجھے
بھی اس نائٹ کلب میں لے گیا، ہم لوگ اندر جا کر
بارمین (شراب فروخت کرنے والا) کے سامنے کاؤنٹر
پر کھڑے ہو گئے، ایک ایک وہسکی کا آرڈر دیا، یہاں
کافی مجمع تھا، بینڈ بج رہا تھا، متعدد جوڑے مختصر
سی جگہ میں ڈانس کر رہے تھے اور متعدد میز کے
گرد شراب نوشی میں مشغول تھے، بارمین نے
گلاس ہم لوگوں کے سامنے کاؤنٹر پر رکھ دیئے
اور ہم دونوں وہیں کھڑے ہو کر شراب پینے لگے
پانچ منٹ بھی نہیں گذرے تھے کہ دو نوجوان لڑکیاں
کلب میں داخل ہوئیں، یہ دونوں حسین تھیں، گو
یورپین عورتوں کی طرح سرخ و سپید نہ تھیں، بلکہ
رنگ سانولا تھا، ان کا حسن مشرقی حسن و ملاحت
لئے ہوئے تھا، چہرہ، پاؤڈر اور سرخی سے بالکل
پاک ہونے کی وجہ سے درحقیقت جاذب نظر تھا، ہم
دونوں بہت غور سے ان آہوالیوں کو دیکھ
رہے تھے، انہوں نے بھی ہمیں دیکھا، غالباً ہمارا
غور سے دیکھنا کافی تھا، کیونکہ یہ ناخواندہ مہمان
بن کر مسکراتی ہوئی ایک میرے اور ایک امریکن
جنٹلمین کے قریب کھڑی ہو گئی —— اتنا قریب
کہ میں اس کے جسم کی گرمی محسوس کر رہا تھا۔

پہلے تو ان لوگوں نے فرانسیسی زبان میں
گفتگو کرنا چاہی، مگر یہ معلوم کر کے کہ ہم لوگ اس
زبان کے لئے اجنبی ہیں، انگریزی میں گفتگو شروع
کی، مگر ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں، یہ دونوں حقیقی
بہنیں اور الجیریا کی رہنے والی تھیں، اخلاقاً ہم
لوگوں نے ان کو شراب نوشی کی دعوت دی
اور ان کے لئے شیمپین کی بوتل کھلوا دی، پھر خود
ہی ان دونوں نے ہم سے ڈانس کے لئے کہا، ہم
دونوں ان کے ساتھ ڈانس کرنے لگے، یہ ڈانس میرے
لئے جہاز کے ڈانس سے کچھ مختلف تھا، کچھ بہت

آسان، یہ لڑکی ضرورت سے زیادہ چلبلی تھی
ڈانس کرتی ہی تھی اور کبھی کبھی اسی جگہ میں انتہائی
آزادی اور بے تکلفی سے پیار کر لیتی، میں تو مارے
شرم کے پسینے پسینے ہو جاتا تھا، امریکن جنٹلمین بھی
تھا مگر مشرق کی تعلیم شرم کو کیا کرتا، اکثر عورتیں
یہ حرکتیں اپنے ہمراہیوں سے کر رہی تھیں، مگر
میں اس لڑکی کو منع کرتا اور جس قدر میں منع کرتا اسی
قدر یہ لڑکی اور زیادہ شرارت کرتی، ڈانس کرتے
کرتے کبھی بالکل لپٹ جاتی اور کبھی مجھے دبوچ
مسلسل چاہے پیار کر لیتی، میں سمجھتا تھا کہ سب
لوگوں کی نظریں اس وقت مجھ پر ہی ہوں گی حالانکہ
واقعہ یہ ہے ان کو خود نظر اٹھانے کی مہلت نہ تھی
اور میرا خیال ہے کہ ایسی حرکتیں مجمع عام میں بھی کرنا
مغربی تہذیب میں کوئی عیب نہیں، ہر شخص آزاد
تھا اور ایک دوسرے کی حرکتوں پر کسی کو کوئی نظر
نہ تھی، ہر شخص نشہ میں چور نظر آتا تھا، انہی
دلچسپیوں میں ایک بج گیا، میرے امریکن دوست کو
یہ لڑکیاں اس قدر پسند آئیں کہ اس نے طے کیا کہ ان
کو بقیہ شب کے لئے اپنے ہوٹل میں مہمان رکھا جائے
ان دونوں سے کہا گیا وہ تیار ہو گئیں، ہم لوگ
وہاں سے اٹھ کر ہوٹل میں آئے، امریکن جنٹلمین
کے کمرہ میں کچھ دیر شراب نوشی کرتے رہے، پھر
ہم لوگ سو رہے ....

تقریباً بارہ بجے دن میں سو کر اٹھے، ناشتہ کے بعد
یعنی سو سو روپیہ فی کس جب خرچ ان لڑکیوں
کو دے کر رخصت کیا گیا، میں نے محسوس کیا کہ سو
فرانک فی کس پا کر یہ دونوں انتہائی خوش اور
ہم لوگوں کی ممنون تھیں جس سے ظاہر تھا کہ ان
لوگوں کی اجرت اس سے کم ہے اور یہ اس سے
کم قیمت پر فراہم ہو سکتی تھیں۔

لنچ سے فراغت کر کے بقیہ دن بھی امریکن
جنٹلمین الجیریا دیکھنے اور ضروری اشیاء کی
خرید و فروخت میں گذرا، رات کو ...

کہتے ہیں کیا ادھیڑ عمر تنہا کہ جیسے تمام [illegible] وقت تک [illegible] سے واقف [illegible] شب [illegible] تنہائی کو سمجھا جا [illegible] شب کے بعد سے شروع [illegible] شب کے [illegible] آتی ہی [illegible] کے تو شہر کی رات کے کلب [illegible] تمام مہمان اور شراب خانوں میں [illegible] کی رات میں زیادہ چہل پہل رہتی [illegible] سرزمین یورپ پر ہوں تو مجھے بھی [illegible] بالکل نہیں تو تھوڑی بہت تو ضرور ہی یہاں کی [illegible] آخر کھانے سے فرصت پاکر ہوٹل سے باہر نکلا ہوٹل سے بالکل [illegible] شراب خانہ تھا، کچھ دیر وہاں بیٹھا، پھر اٹھ کر [illegible] نائٹ کلب میں گیا، اور اور دیر بعد ہی دونوں [illegible] میں تنہا تھا اس [illegible]

ایک جوہری شناسا تھی آکر میرے پاس کھڑی ہو گئی اور دوسری وہاں سے دوسری جانب چلی گئی، میں شناسا کی حسب دستور خاطر و تواضع کرتا ڈانس کرتا رہا، اب وہ مجھ سے بہت ہی زیادہ بے تکلف ہو گئی تھی، میں نے خیال کیا آج دوسرا نائٹ کلب دیکھنا چاہیے، اس ارادہ سے وہاں سے اٹھا، جب اس لڑکی کو معلوم ہوا تو یہ بھی میرے ہمراہ ہو گئی، میں نے بھی بمصداق ایک سے دو بھلے کوئی تعرض نہ کیا، دوسرے نائٹ کلب میں آیا، یہ بھی ہوٹل سے بالکل قریب ہی سڑک کے دوسری جانب تھا، یہاں بھی ایک جم غفیر تھا، بینڈ بج رہا تھا، ڈانس ہو رہا تھا دیر تک یہاں ڈانس کرتا رہا، آخر نیند معلوم ہونے لگی میں اٹھ کھڑا ہوا، ہوٹل راستہ ہی میں تھا میں اور وہ لڑکی جب ہوٹل کے دروازہ پر پہنچے

تو میں نے اس لڑکی سے رخصت چاہا [illegible] میرے ہمراہ ہوٹل میں چلنے کی خواہش کی، میں تنہا تھا اور مجھ میں اتنی ہمت نہ تھی کہ اسے اپنے ہمراہ ہوٹل میں لاتا کہ ہندوستان کے [illegible] ہوٹلوں کی طرح یہاں اس پر زیادہ توجہ نہیں [illegible] پھر بھی مجھے انکار تھا یہ بات معیوب معلوم ہوئی مگر وہ زبردستی میرے گلے پڑی ......

ابھی دو بجے میرے ہمراہ لنچ کھا کر گئی ہے، آج میں نے اسے صرف ایک سو فرانک دیئے، وہ اس قلیل رقم کے پانے پر بھی اتنی ہی مسرور و ممنون تھی جس قدر کل دو سو فرانک پاکر ......

میں تمہیں خط لکھ ہی رہا تھا کہ ٹامس کک کا ٹیلیفون آیا کہ آج شام کی ٹرین میں مجھے پیرس جانے کیلئے جگہ مل جائیگی، چار بجنے کو ہیں، تمام سامان کھلا پڑا ہے، ٹرین میں صرف تین گھنٹے

تمہیں اے کاش یاد آئے وہی میں ہوں وہی تم ہو!

وہ دورِ اولیں صحنِ چمن وہ خوش نما منظر
بشوقِ دید غرقِ جلوہ ہونا میرا سر تا سر

وہ تیرِ عشق کا آنا محبت کی نظر بن کر
تمہارا منہ چھپا لینا وہ گھبراہٹ سے شرما کر

تمہیں اے کاش یاد آئے وہی میں ہوں وہی تم ہو،

ہوئی وارفتگیٔ شوق بڑھ کر دشمنِ جانی
نمایاں تب اداؤں سے ہوا رنگِ پشیمانی

تغافل سے تمہارے ہو گئی غم کی فراوانی
بالآخر تم لگے کرنے مرے دل پر جہاں بانی

تمہیں اے کاش یاد آئے وہی میں ہوں وہی تم ہو،

وہ عہدِ خوشنما مقبول جب میری دعائیں تھیں
مرے جذبات سچے اور دلربا رنگیں ادائیں تھیں

منور عارضِ تاباں سے اس دل کی فضائیں تھیں
خطاؤں کے نہ ہم معنی کبھی میری خطائیں تھیں

تمہیں اے کاش یاد آئے وہی میں ہوں وہی تم ہو،

زمانہ ایک وہ بھی تھا زمانہ ایک یہ اب ہے
کہوں غم کا فسانہ تم سے اتنا ہوش ہی کب ہے؟

کریں ہوں۔ اور آفاق ہے [illegible] ہے اور [illegible]
[illegible] ایک مصرع میں نہاں [illegible]

تمہیں اے کاش یاد آئے وہی میں ہوں وہی تم ہو



کیا آپ کے پاس رگ رگ میں ہیجان و انتشار پیدا کرنے والی وہ بجلی کی بیٹری موجود ہے جسکے بٹن دباتے ہی فریق ثانی کے جوش و مسرت کا دریا ٹھاٹھیں مارنے لگتا ہے اور وہ سمجھنے لگتی ہے کہ آپ ہی کو اپنی زندگی کا سب کچھ۔ اگر یہ بات نہیں تو سمجھ لیجئے کہ آپ وہ بہرے گنہگار ہیں۔ اعلیٰ اپنی شریک زندگی کے جس کو ہمیشہ خوش رکھنے کی آپ نے پہلے روبرو قسم کھا چکے ہیں۔ ثانیاً خدا کے کہ اپنے فرض مردانگی کی بجا آوری کے نااہل ثابت ہو رہے ہیں

موسم سرما کی ٹھنڈی اور طویل راتوں کی پر کیف

بنانے کیلئے طاقت مردمی کی بے بدل دوا فاسفرول رجسٹرڈ کا استعمال کیجئے جو ڈاکٹر بریتی سنگھ صاحب ایڈیٹر مست قلندر لاہور کا ایجاد کردہ ہے عرصہ بیس سال سے ملک کے گوشہ گوشہ میں مشہور و مقبول ہو رہی ہے اور بڑے بڑے راجاؤں نوابوں اور والیان ملک میں یک زبان ہو کر سراہا ہے فاسفرول کی مقبولیت اور کھپت کا یہ عالم ہے کہ جس شہر یا گاؤں یا محلہ میں ایک شیشی چلی جاتی ہے وہاں سے درجنوں شیشیوں کے آرڈر آپ سے آپ جاری ہو جاتے ہیں کیونکہ ہر عمر اور طبیعت کے مرد و عورت کو یکسر فائدہ کرتی اُسے کہتے ہیں زندہ جادو یا ہتھیلی پر سرسوں جما کر دکھانے کا کام آپ بھی آزمائش کیجئے۔ ایک شیشی میں مہینہ بھر کی خوراک بند اور قیمت ۵ مع محصول ڈاک۔ سچ سچ فاسفرول کا ایک ایک قطرہ آپ کے لئے آب حیات کا ایک ایک گھونٹ ثابت ہوگا۔ آپ سیروں خوراک چھٹانکوں بھی ہضم کر جائیں گے۔ مگر معلوم نہ ہوگا۔ چند ہی روز میں چہرہ گلاب کی طرح دمکنے لگے گا۔ سارے جسم میں تازہ ہی خون موجزن ہو کر طاقت و جوانی کے بھرپور خزانے آپ کے لئے کھل جائیں گے +

ایک ہزار روپیہ نقد انعام

اس شخص کو دیا جاویگا جو مندرجہ ذیل اسناد میں کسی ایک کو فرضی ثابت کرے۔ ہندو مسلمان سکھ عیسائی سب یک زبان ہو کر کیا کہتے ہیں (۱) فاسفرول بیشک آبحیات ہے ایک شیشی اور بھجوائیے۔ ہیش بخش سنگھ سیتاپور (۲) فاسفرول نے فائق جادو کر دیا۔ میں نے اپنی زندگی میں طاقت کی ایسی زبردست دوائی کبھی نہ دیکھی تھی ایک شیشی اور بھجوائیے۔ بھگوتی سنگھ مقام بہیڑہ پی (۳) تین شیشی اور ارسال فرمائیے۔ کیونکہ آپ کی دوائی سے مریض کو بیحد فائدہ ہوا ہے۔ محمد حسین منی پور آسام (۴) فاسفرول کے استعمال سے میری بیوی کو بہت فائدہ ہوا ایک شیشی اور بجھوائیے۔ سید آزغلب علیگڑھ (۵) فاسفرول کی شیشی پچھلے مہینہ منگوائی تھی بہت فائدہ حاصل ہوا دو ماہ کی خوراک اور بھیجدیجئے۔ کہانت سنگھ فرخ آباد (۶) فاسفرول نے میری مایوسی کو خوشی سے بدل دیا ایک شیشی اور بھجوائیے۔ تجمیر نواب خاں سرونج مالوہ (۷) فاسفرول کی ایک شیشی استعمال کر چکا ہوں بہت فائدہ ہوا ہے ایک شیشی اور بھجوا دیجئے۔ خوشدل اوری اہلکار گورکھپور (۸) آپکے کارخانہ سے فاسفرول کی چھ شیشیاں استعمال کیں۔ بلا مبالغہ ویسا ہی فرمایا جیسا کہ اشتہار میں دیکھا تھا۔ اب میری جسمانی صحت اور تندرستی بہت عمدہ ہو گئی ہے پرسرام شرما منگلور سہارنپور (۹) فاسفرول دافع کمزوری کے لئے دافع اکسیر ثابت ہوئی ہے دو شیشی اور بھجوا دیجئے۔ ایک میں خود استعمال کرونگا اور دوسری تحصیلدار صاحب کے واسطے منگوائی جا رہی ہے۔ پنڈت سبر و تحصیلدار بھرت پور (۱۰) فاسفرول کی دو شیشیاں مل گئیں حقیقت میں آپ کی دوائی میرے لئے ازبس مفید اور زود اثر ثابت ہوئی ہے ایک شیشی اور بھجوا دیجئے۔ چوہدری حبیب الرحمان خاں پٹیل علی گڑھ (۱۱) میں جگر کی خرابی کے باعث عرصہ سے بیمار تھا۔ کوئی دوائی کارگر نہ ہوتی تھی [illegible] نے گویا جادو کا اثر کیا۔ بھوک خوب لگنے لگی۔ دائمی قبض کی شکایت جاتی رہی ہے [illegible]

یونیورسل ٹریڈنگ کمپنی پی بی ایک سو پچاس لاہور

جادوگری کی تاریخ

[illegible] تحت الشعوری دماغ کا اقتدار

[illegible] کی مدد سے کیا کیا کام نہیں لیا جا سکتا اور فوق الفطرت تصرفات کا عالم اور ملک سے [illegible]
[illegible] کی اصل [illegible] ہیں جو کہ عقل کی حدود سے [illegible] کرنے سے قاصر ہیں [illegible] سب [illegible]
اپنی صحت [illegible] یا اہرام [illegible] انسان [illegible] کی طرف سے اس [illegible] کا [illegible] ہے یہ جہاں ہے جگہ
اپنی جہالت کے باعث [illegible] کوئی شخص اس گتھی کا پایاب کی طرح اپنے [illegible] میں ذکر کرسکے لیکن وہ مخفی طاقت جو سب کے پاس اور ہر کوئی
اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے، کیسے؟ یہ جاننے کے لئے جادوگری کی تاریخ کا اول تا آخر نہایت غور سے مطالعہ کیجئے گا (ایڈیٹر)

[illegible] سے چند انتہائی دلچسپ تجربات ہو چکے
[illegible] ہیں تمام [illegible] انتہائی [illegible] معلوم
[illegible] اسی [illegible] میں [illegible]
مسٹر [illegible] اپنی صحت سے تقریباً سات سال
[illegible] ایک ہی [illegible]
مختلف مقامات [illegible] کام کرتے تھے اور [illegible]
کرو [illegible] کے واسطے جس قدر تندہی سے کام کی
ضرورت تھی اتنا کام کرنا انہیں ناممکن [illegible]
تھا انہوں نے ایک عجیب [illegible] میں اپنی کیفیت
بتائی [illegible] کہا کہ وہ بالکل [illegible] تھک کے دماغ
[illegible] اور پریشان ہو چکے تھے اور اس قابل
[illegible] کوئی شخص ان کے ساتھ [illegible] کرسکے۔
[illegible] یہ ہے کہ انہوں نے کہا کہ جب
میں [illegible] کام کرنے کے قابل محسوس کرتا ہوں تو میرا
دماغ [illegible] نہیں کرتا اور جب میرا دماغ کام کرنا چاہتا
[illegible] کام پر مائل نہیں ہوتی میرا دماغ
[illegible] بالکل [illegible] میں [illegible] ہوں اور [illegible]"
اس واقعہ میں میرے لئے کوئی خاص دشواریاں
[illegible] میں [illegible] پر نیند طاری کر سکتا تھا اور اس کے
دماغ [illegible] سکتا تھا اس کے [illegible] کام کرنے کے
[illegible] کر سکتا تھا اور اگر [illegible]
تو [illegible] کر سکتا تھا کہ وہ

بیس گھنٹے روزانہ تک کام کرسکے۔
لیکن [illegible] ایک عجیب انسان تھا وہ تنویمی نیند
میں غرق ہو جانے پر آمادہ تھا، بہت سے لوگ خوف
کی وجہ سے آمادہ نہیں ہوتے مگر اس کا انکار خوف پر
مبنی نہ تھا بلکہ اسے خواہ مخواہ اس پر ایک ضد سی ہو گئی
تھی وہ مجھ سے اس قدر زیادہ سوالات کرنے لگا کہ بیشتر
میرے کسی مریض نے نہ کئے تھے ہم ایک گھنٹے تک
گفتگو کرتے رہے،
آخر کار وہ بولا "اگر آپ میری بیداری کی حالت میں
خاطر خواہ نتائج پیدا کر سکتے ہیں تو مجھ پر نیند طاری
کرنے کی کوئی بھی [illegible] نہیں میرے پاس دماغ
ہے [illegible] میں بیوقوف نہیں ہوں میرے دماغ
اور جسم کو عمل کے لحاظ سے تنومند کر دیجئے میں صرف
اپنے اعصاب کو آرام دینا چاہتا ہوں"
وہ کرسی پر بیٹھ گیا اور میں نے گنتی گننا شروع کی
بیس تک شمار کرنے سے پیشتر میں کوئی بھی تنویمہ
پیدا نہ کرسکا ایسا کیوں ہوا یہ مجھے معلوم نہیں، غالباً
اس نے اپنے دماغ اور قوت کو مکمل طور پر میرے حوالہ
نہیں کیا تھا، شاید وہ محسوس کرتے ہوئے تھا کہ مجھے
نیند نہ طاری کرنے دے گا۔
بہر حال میں نے اندازہ لگایا کہ نیند کی [illegible]
اس [illegible] سے زیادہ [illegible]

شدید کیفیت پیدا ہو سکے گی۔
نیند کی یہ حالت جس میں وہ ڈوبا ہوا تھا عجیب و
غریب تھی، وہ پورے طور پر حقیقی طور پر بیدار
تھا اور یقیناً وہ خوابیدہ بھی نہ تھا اس کی حالت ایک
قسم کے مسلسل شعور کی سی تھی اس کا اول معمول
حالت میں ہوتا ہے کہ اکثر معمولی وطبعی نیند کی
کیفیت میں ہوتا ہے اس کا سانس معمول سے زیادہ
کچھ گہرا تھا تنویمی نیند میں آنکھوں کی پتلیاں اوپر
چڑھ جاتی ہیں مگر اس کی پتلیاں اوپر کو نہیں چڑھی نہ
تھیں بلکہ اپنی جگہ سے بالکل خفیف طور پر ہٹ
گئی تھیں وہ پیچھے کرسی کی پشت پر سہارا لگائے بیٹھے
تھا ظاہراً دیکھنے والوں کو وہ ایک خوابیدہ
انسان نظر آتا، مگر میں جانتا تھا کہ ایسا نہیں ہے۔
اس نے کرسی پر بیٹھنے سے پیشتر کسی دلیل
کے بغیر ہی مجھ سے یہ درخواست کی تھی کہ میں اس کی
[illegible] بیٹھنے کی کوشش نہ کروں گا یہ ایک عجیب و
غریب درخواست تھی اور میں نے پوری توجہ کے
ساتھ اس پر اعتراض کیا تھا کیونکہ میں جانتا تھا کہ
اگر وہ صرف اپنے دماغ پر [illegible]
دیکھا [illegible]
[illegible]
لیکن [illegible]

[illegible]

آپ بیٹ [illegible] کہیں [illegible]

عادی ہو چکے تھے کہ بالہ بیاپ کو اختیار ہے کہ آپ چاہیں تو ایک گھنٹے بعد مجھے میری اصلی حالت پر لائیں — مجھے اسی پر اکتفا کرنا پڑی۔

بالاخر اس چیز نے مجھے میری کوششوں سے باز نہیں رکھا اور اس کے واسطے میں جو کچھ کر سکتا تھا وہ کر گیا —— ایک لفظ کہے بغیر میں نے اپنے خیالات کو اس پر مرکوز کر دیا اور تنہا اپنی قوت ارادی کے ذریعہ اس کے تحت الشعور پر اثر ڈالنے کی کوشش کی یعنی صرف اپنی قوت ارادی کے سہارے اس کے تحت الشعور کو حکم دیا کہ اس کے اعصاب کو تقویت رکھے اور اسے آرام پہنچائے۔ ——

لیکن اس تمام عمل میں میری زبان نے کوئی لفظ ادا نہیں کیا، ایک گھنٹے کے بعد میں نے اس کے گھٹنے پر تھپکی دی اور اسے بیدار ہونے کو کہا ایک لمحہ تک وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس طرح دیکھتا رہا جیسے کوئی شخص سہ پہر کی ہلکی نیند کے بعد ایک دم جاگ کر دیکھ رہا ہو —— اس کے بعد وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا اور بولا —— "مجھے اپنے اندر نئی زندگی محسوس ہوتی ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے گویا مجھے دنیا کا سارا آرام مل گیا ہے" ——

ایک ساعت کی خاموشی کے بعد وہ پھر بولا —— "آپ نے اپنا وعدہ پورا کیا، آپ مجھ سے عمل کے درمیان میں بولے نہیں لیکن میں جانتا ہوں کہ جیسے ہی مجھ پر محویت طاری ہوئی آپ نے اپنی قوت ارادی کے ذریعہ مجھ میں کیا یقین و خیال پیدا کرنے کی کوشش کی کیونکہ اس حالت میں آپ کے دماغ کے اندر کا ہر ایک خیال آنکھوں سے دیکھ سکتا تھا۔ [illegible] اعصاب [illegible] لئے [illegible]"

[illegible]

وہ اس طرح میرے پاس تیس مرتبہ آیا اور ہر بار یہی عمل کیا گیا، مجھے ایک مرتبہ بھی اس کی اجازت نہیں دی گئی کہ اس پر محویت طاری ہو جانے کے بعد اسے زبانی کوئی حکم دوں، اس نے ہمیشہ پورے ارادے کے ساتھ نیند میں کھو جانے سے انکار کیا اور ہمیشہ ایک گھنٹے تک محویت کے عالم میں رہا میں اس سے یہ بھی معلوم نہ کر سکا کہ وہ بار بار کیوں آتا ہے، ایک مرتبہ مجھے خیال ہوا کہ شاید وہ کوئی کتاب لکھنا چاہتا ہے جس میں علم تنویم یا ہپناٹزم کا بیشتر حصہ شامل ہو، پہلے عمل کے بعد صرف ایک بار اس نے کچھ ایسے الفاظ کہے جن سے اس کے مقصد کی طرف اشارہ ہوتا تھا۔ "آپ کے پاس اس ایک گھنٹے کی مدت میں اتنی کہا "مجھے اس حالت میں بھی اس سے کہیں زیادہ سکون و آرام ملتا ہے جتنا کہ بہترین رات کی نیند سے مل سکتا ہے، جب میں بیدار ہوتا ہوں تو مجھے اپنا دماغ بالکل مختلف محسوس ہوتا ہے اور میں اپنا کام سہولت کے ساتھ جاری رکھ سکتا ہوں بس یہی وہ چیز ہے جس کے لئے میں آپ کو زحمت کرتا ہوں، مجھے آپ سے وہ شے مل جاتی ہے جو کسی ڈاکٹر اور کسی دوا سے حاصل نہیں ہو سکتی"

میں آرنلڈ بینٹ کے اس واقعہ کو کامیاب علاج کی فہرست میں شامل نہیں کرتا کیونکہ درحقیقت ایسا نہ تھا، اس واقعہ میں علاج کا کوئی سوال ہی نہ تھا، بایں ہمہ اس سے تنویم یا ہپناٹزم کے تین بنیادی اصولوں کی وضاحت ہوتی ہے:-

اوّل یہ کہ تنویم کے عمل سے کسی شخص پر اس کے ارادہ کے خلاف نیند طاری نہیں کی جا سکتی، دوسرے یہ کہ عامل کے حکم کو مریض یا معمول کا دماغ بیداری کی حالت میں بھی قبول کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ قبول

[illegible]

ہو سکے بینٹ کے اس قول میں ذرا بھی کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اس محویت کی حالت میں میرے دماغ کے اندر کا ہر ایک خیال گویا آنکھوں سے دیکھ سکتا تھا، اگرچہ وہ مجھے یہ بھی بتا دیتا کہ اس وقت اس کے متعلق میرے خیالات کا کیا رنگ تھا تو یہ کوئی بڑی بات نہ ہوتی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ خیالات معلوم کرنے کی یہ طاقت اس کے اندر اس سے بھی کہیں زیادہ بڑھی ہوئی تھی، اس نے یہ بتاتے ہوئے کہ میرے خیالات اس وقت کیا تھے جو ایسے فقرے استعمال کئے جو خصوصی طور پر میرے ذاتی محبوب فقرے تھے اور چونکہ اسے کوئی علم نہ ہو سکتا تھا، میں نے اپنی قوت ارادی کے ذریعہ صرف خیال ہی خیال میں جو احکام اسے دیئے تھے ان کو اس نے اس خوبصورتی سے الفاظ میں بیان کر دیا کہ میں اس کی ہر بات پر یقین کرنے پر مجبور ہو گیا اور اس میں کچھ بھی شبہ نہ رہا کہ وہ درحقیقت میرے دماغ کے اندر کے خیالات معلوم کر چکا تھا بینٹ مجھ سے جس امداد کا طالب تھا وہ اسے ملی یا نہیں ملی اس سوال کا جواب بلاشبہ صرف بینٹ ہی دے سکتا ہے، میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ اگر وہ مجھے میری رائے پر چھوڑ دیتا تو میں اس سے کہیں زیادہ امداد اسے پہنچا سکتا تھا۔

اس تجربے میں غور طلب امر یہ ہے کہ اس حالت میں بھی جبکہ بینٹ بیدار تھا اور میں پوری طرح اس پر قابو نہ پا سکا تھا، میں نے اس کے تحت الشعور اور اپنی قوت ارادی کے درمیان ایک تعلق و سلسلہ پیدا کرنے میں کامیابی حاصل کر لی، اس امر سے تحت الشعور کی زبردست قوت اور اثر اندازی ایک بار پھر واضح ہو جاتی ہے —

ترجمہ [illegible]

ہنسو اور موٹے ہو جاؤ

لیکچرار صاحب ... ہو کر ... سے لیکچر دیا تھا ... ایک ... صاحب ... جس وقت آپ نے لیکچر شروع کیا تھا ... ہال ... تھا۔ اور جب آپ کا لیکچر ختم ہوا تو بس ... ہال ... صرف ایک آدمی بھی نظر نہ آتا تھا۔

~~~~~~~~~~

بیوی۔ اب تو میری شادی تمہارے ساتھ ہو چکی ہے۔ سچ سچ تم نے کیوں چھپایا جانے میرے ماں باپ نے نہیں کہا کہ میری بائیں آنکھ مصنوعی ہے۔

شوہر۔ خیر کچھ نہیں ہے نقصان۔ لیکن تم بھی کسی سے نہ کہنا میں نے تمہاری مہر میں جو ... ہزار ایک جائداد لکھی ہے۔ وہ بالکل ہی فرضی ہے۔ میرے پاس تو شام کے کھانے تک کو نہیں ہے۔

~~~~~~~~~~

نوکر (مالک سے) جناب خریدار مجھے دھوکا دینا چاہتا تھا میں نے اسے الو بنا دیا۔

مالک۔ تم نے کیا کیا؟

نوکر۔ جناب اس نے ایک کھوٹا روپیہ بھنانے کو دیا۔ میں نے اسکے دو روپوں میں کھوٹا روپیہ بھی اسکے حوالے کر دیا۔

~~~~~~~~~~

نوجوان۔ میں اس سے پیشتر بھی آپ سے ایک بار مل چکا ہوں۔

خاتون۔ اور یہ دوسری ملاقات ہے ... نوجوان (خوش ہو کر) جی ہاں"

خاتون۔ اچھا تو آئندہ آپ ایسی جرأت کا م نہ لیں۔ ورنہ اسکا نتیجہ برا ہوگا۔

~~~~~~~~~~

شوہر۔ بیوی تمہاری غیر موجودگی میں میں نے بڑی بے چینی کے ساتھ وقت گزارا ہے۔

بیوی۔ مجھ کو یہ بتاؤ تم نے جس تحفے ... کا مجھ سے وعدہ کیا تھا۔ تم ابھی تک نہیں لائے۔

شوہر۔ ... دوسرے کمرے میں چلی جاؤ اور دیکھو کہ کہیں مجھ پر شادی کی ... طاری ہو۔

~~~~~~~~~~

استاد۔ دیکھو اگر میں ایک سیب کے دو ٹکڑے کر دوں اور اس کے بعد ہر ٹکڑے کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کروں اور پھر ہر ٹکڑے کو کاٹ کر دو ٹکڑے کر دوں تو بتاؤ کل کتنے ٹکڑے ہوں گے۔

شاگرد۔ پورے ... ٹکڑے ہوں گے۔

~~~~~~~~~~

دوست۔ ... میاں کہتے ہیں ... آج ... خوب ... ہوگی۔

... میاں ... جوان ... سالوں ... ہوگئی ... زندگی ... ہوگی۔

بجلی کا آدمی!

سائنس نے ایجاد کر لیا،

آپ بھی اپنے رگ و پے میں بجلی کی لاتعداد لہریں پیدا کر سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ چند روز میں دنیا کے قابل فخر مردوں میں آپ کا شمار ہونے لگے گا۔ پھر نہ کیجئے اور کہیں نہ جائیے آج ہی "طلائے برق" (رجسٹرڈ) کی ایک شیشی منگوا کر استعمال میں لائیے اور پھر دیکھئے کہ کیا ہوتا ہے،

طلائے برق (رجسٹرڈ)

کوئی بازاری چیز نہیں بلکہ جڑی بوٹیوں اور بیش قیمت اجزا کا مرکب ایک سنیاسی باکمال کا عطیہ ہے۔ اس کے چند روزہ استعمال سے مردہ رگوں میں بجلی کی لہریں دوڑ آتی ہیں اور ہر قسم کی سستی کمزوری لاغری اور کجی وغیرہ دور ہو کر گیا گذرا نامرد بھی قابل فخر مردوں میں ہو جاتا ہے۔ اسے اشتہاری مبالغہ نہ سمجھئے بلکہ اپنی آنکھوں سے دیکھئے کہ طلائے برق کس طرح آناً فاناً اعصاب میں نئی روح پھونکتا اور عضو مخصوص کی رطوبت فاسدہ کو پسینہ کی راہ خارج کر کے درازی، فربہی اور لوہے کی سی سختی نمایاں کرتا ہے۔ قطعاً بےضرر کسی قسم کا آبلہ نہیں پڑتا۔ قیمت فی شیشی صرف عہ دس روپے۔ نمونہ ایک روپیہ محصول ڈاک ،

آپ تجربہ کیجئے اور پھر خدا شاہد ہے کہ ہندوستانی سنیاسیوں کے کمال فن کی داد دئیے بغیر نہ رہ سکیں گے۔ اگر ایسا نہ ہو تو دام واپس منگوا لیجئے گا۔ ورنہ اسی پرچہ میں ہمارے خلاف لکھئے گا۔ ہمیں کوئی شکایت نہ ہوگی۔

انعام مبلغ ایک ہزار روپیہ نقد اس شخص کو دیا جائیگا جو اس سے بہتر کوئی دوسرا طلا ... مارکیٹ میں موجود ہو ثابت کر دے۔

ولیسٹرن میڈیسن کمپنی پوسٹ بکس ... لاہور

اپنی قسمت کی تحریر

آپ چہرے سے پڑھی جا سکتی ہے

دیکھیے؟ دیکھیے!

ایک نہایت ہی دلچسپ اور پُراز معلومات مقالہ

جاپان، چین کے مختلف مقامات میں لوگوں کی قسمت کا حال بتانے کے کئی طریقے رائج ہیں۔ وہاں یورپ میں انسانوں کے چہروں کے ذریعے یہ حال بتایا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں یہ بیان کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ جہاں بعض لوگوں کی صورتیں دلکش ہوتی ہیں اور لوگوں کو گرویدہ بنا لیتی ہیں وہاں بعض کی صورتیں دیکھتے ہی لوگوں کو اُن سے نفرت ہو جاتی ہے۔

چہروں کی خوشنمائی اور آنکھوں کی دلفریبی سے قطع نظر کرتے ہوئے ہمیں اپنی فطری خصلت سے پتہ لگ جاتا ہے کہ فلاں شخص کا چہرہ احمقوں کا مرقع ہے مگر فلاں انسان کی صورت سے کوئی اور بات مترشح ہوتی ہے یا کسی حقیقت کا اظہار ہی نہیں ہوتا۔ ہم ایسے لوگوں کے چہرے دیکھتے ہیں مگر ان کے متعلق ہمیں کوئی بات معلوم ہی نہیں ہوتی۔

لیکن جہاں ہم کسی انسان کے چہرے اور اس کے خط و خال کے ذریعہ خود بخود اس کی اصل حقیقت معلوم کر لیتے ہیں وہاں یہ امر بھی اعلیٰ درجہ اہمیت رکھتا ہے۔ کہ ہمیں اس کا بھی علم ہونا چاہیے کہ ہم کسی شخص کی تعریف کیوں کرتے ہیں اور دوسرے سے نفرت کا اظہار کیوں کرتے ہیں۔ پہلے ہمیں چہروں کے متعلق ... پہلوؤں اور ان کے ساتھ ...

چہرے کے تین حصے عام طور سے کہا جاتا ہے کہ کسی شخص کا حال معلوم کرنے کی خاطر اس کے چہرے کا نقشہ تین مساوی حصص میں کھینچنا چاہیے۔ پہلے حصہ میں بھویں اور پیشانی شامل ہونی چاہئیں دوسرے میں ناک کی پوری لمبائی اور تیسرے میں ناک کے نچلے حصے سے ٹھوڑی تک شامل ہونی چاہیے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ ناک یعنی درمیانی حصہ ان تینوں حصص میں سے زیادہ اہم نہیں ہوتا۔

جب کسی شخص کا چہرہ ان تین حصوں کے طول و عرض کے مطابق پورا اُترے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ بہت اچھا کام کرنے والا ہے۔ وہ اچھی طرح کھیلتا ہے۔ اس میں حب الوطنی کا جذبہ ہوتا ہے مناسب وقت آنے پر وہ شادی کر کے اپنی زندگی سے فیضیاب ہوگا اور وہ ان تمام معمولی کاموں کو انجام دیگا جن کو کوئی عام آدمی اپنی فطرت کے مطابق انجام دیتا ہے۔ مگر وہ انسانوں کا لیڈر یا پیشوا نہیں بنے گا۔ ایسے انسان کو انگلستان کے مسٹر سیلفرج یا لارڈ میکڈانلڈ کی سی کامیابی اور شہرت حاصل نہیں ہو گی، البتہ وہ اپنے کام اور اپنے اطوار زندگی کے مطابق ایام بسر کریگا اور تمام باتوں میں معمولی کامیابی بھی۔

اب یہ فرض کر لو کہ ہمیں ایک ایسے شخص کا سامنا ہوتا ہے جس کی پیشانی ناک یا ٹھوڑی کی نسبت بہت کوتاہ ہوتی ہے اس کی ناک کا آخری سرا



اس کے چہرے کی تمام لمبائی کا نصف ہوتا ہے۔ اس کے متعلق یہ مسلّمہ ہے کہ وہ صاحب عقل و دماغ نہیں ہو سکتا اور شناسی میں گہرے غور و خوض کا وصف ہو سکتا ہے ممکن ہے کہ وہ کام شروع کر لے اور کام کرنے پر مائل و مستعد ہو جاتا ہے۔ لیکن فرمانبرداری یا اسے دوسروں کا نگران بنانے کا کام اس کے سپرد کرنا بے فائدہ ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ یہ خدمت انجام دے ہی نہیں سکتا۔

برعکس اس کے ایک شخص کی پیشانی کشادہ ہو اور اس کا طول تمام چہرے کا تیسرا حصہ ہو تو یہ ایک بھی علامت ہوتی ہے۔ ایسا شخص بہت چست چالاک اور متفکر ہوتا ہے وہ کسی بات کو وقوع میں آنے سے پیشتر اس کی حقیقت معلوم کر لیتا ہے۔ وہ دوسروں کا سردار بنتا ہے۔ اس کی قابلیتوں اور سرگرمیوں پر اس کی پیشانی حاوی ہوتی ہے۔

[illegible]

بلکہ ایک خونخوار دل کا مظہر ہوتی ہے۔ ایسی ناک اچھی علامت تصور ہوتی ہے۔ اگر ناک کا بانسہ چپٹا ہو تو نفیس فطرت اور عادت کا مظہر ہوتا ہے لیکن ایسا شخص بہت جلد دوسروں کا ہوا خواہ بن جاتا ہے۔ یعنی دل کا کچا ہوتا ہے۔ اگر ناک کا آخری سرا نیچے کو لٹکا ہوا ہو تو وہ اگرچہ مغرور ہوتا ہے لیکن ساتھ ہی نرم دل بھی اور اس کی رفاقت مسرت بخش ہوتی ہے۔ اگر ناک کا سرا گول اور موٹا ہو تو گو ایسا شخص خوبصورت نہیں ہو سکتا لیکن نیک دل اور مہربان مزاج ضرور ہوتا ہے۔

منہ اور ٹھوڑی :۔ اب چہرے کے تیسرے حصے کو لیجئے جس میں منہ اور ٹھوڑی شامل ہے۔ اگر ٹھوڑی لمبائی چوڑائی میں معمول سے زیادہ نہ ہو تو ایسا انسان بہترین قسم کا ہوتا ہے۔ لیکن چھوٹی ٹھوڑی والے کا کیریکٹر بہت ہی اونچا ہوتا ہے۔ اگر ٹھوڑی پیچھے کو ہٹی ہوئی ہو تو ایسے انسان پر دوسروں کی مرضی آسانی سے غالب آ جاتی ہے۔ اگر ٹھوڑی ابھری ہوئی ہو تو ایسے شخص کا کیریکٹر بڑا زبردست ہوتا ہے اور اس کی خصلت ضدی ہوتی ہے۔ گہری دبی ہوئی ٹھوڑی ایک مغرور اور بخیل خصلت کا مظہر ہوتی ہے۔ ایسا شخص مشکلات کے مقابلہ میں ثابت قدم نہیں رہ سکتا۔

انسان کے منہ کے لبوں کے متعلق بہت سی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔ بڑا منہ مہربان مزاجی کی علامت ہوتا ہے۔ لیکن اگر ہونٹ موٹے ہوں تو اس میں نفاست نہیں ہوتی۔ تنگ منہ سنگدلی کا مظہر ہوتا ہے۔ اگر منہ بھیڑیئے کی شکل کا ہو تو ایسا شخص نہایت بے رحم ہوتا ہے اور وہ کسی کے ٹکڑے

[illegible] لیکن کسی حد تک بعض متضاد خوبیاں بھی [illegible] ہو جاتی ہیں۔ اگر ناک کے سوراخ [illegible] ہوں تو ایسا انسان [illegible] اور اس کا کیریکٹر بڑا مضبوط ہوتا ہے۔

آنکھیں کیا بتاتی ہیں :۔ آنکھوں سے بھی کئی باتوں کا پتہ لگ جاتا ہے لیکن آنکھوں کی رنگت سے کوئی نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا۔ البتہ ان کی بناوٹ ان کی پوزیشن اور ان کے انداز سے بہت کچھ کیفیت آشکارا ہو جاتی ہے۔ اگر آنکھیں چھوٹی ہوں تو انسان بے رحم ہوتا ہے اور اس میں احساس بالکل نہیں ہوتا۔ اگر آنکھیں ایک دوسرے سے زیادہ نزدیک ہوں تو وہ بے ایمانی کی مظہر ہوتی ہیں۔ اگر وہ بڑی اور زیادہ کشادہ ہوں تو انسان مہربان مزاج ہوتا ہے اور کم سخن۔ جس شخص کی آنکھیں سیدھی [illegible] نہ اٹھا سکیں تو وہ غیر مستقل مزاج ہوتا ہے۔ اگر آنکھیں جلدی جلدی پلک مارتی ہوں تو انسان میں قوت ارادی اور استقلال کی کمی ہوتی ہے۔ جو آنکھیں تیز اور روشن ہوں مگر بے چین اور زیادہ فراخ نہ ہوں لیکن ناک سے ملی ہوئی ہوں تو ایسا مرد یا عورت کسی کے ساتھ تا دم آخر رفاقت اور مروت کر سکتی ہے۔

کانوں سے اظہار :۔ اب کانوں کی طرف توجہ دیجئے۔ چھوٹے کان تہذیب اور نفیس فطرت کا نشان ہوتے ہیں۔ بہت ہی چھوٹے کان ظاہر کرتے ہیں کہ انسان میں کوئی کیریکٹر نہیں۔ بڑے بڑے کان تنگ فطرت کی علامت ہوتے ہیں لیکن اگر تنگ کان کا [illegible] ظاہر ہوتا ہے کہ انسان کی طبیعت میں آرٹ دانشی اور فنی جذبات ہیں۔ ایسے لوگ معمولی اور [illegible] چیزوں کو پسند نہیں کرتے۔ اگر کان کی [illegible] اور [illegible] ہوں تو انسان بچوں کے ساتھ [illegible]

[illegible] بال [illegible] سیدھے بال [illegible] کی علامت [illegible] مظہر ہوتے ہیں۔ سیدھے [illegible] بال [illegible] خصلت کے نشان ہوتے ہیں۔ گھنگریالے بال والا انسان خوش مزاج [illegible] اور بلند [illegible] ہے جس عورت کے بال گھنگریالے ہوں تو وہ ایسے مرد کی خواہش مند ہوتی ہے جو عمر بھر اس کے ساتھ رفاقت اور دلداری کا سلوک کرے۔

بکھرے ہوئے بال نفیس اور مہربان خصلت کی علامت ہوتے ہیں۔ [illegible] ایسا انسان کسی قدر آرام طلب ہوتا ہے۔ ایسے بالوں والے لوگ دنیا کے بڑے بڑے جھگڑوں میں شامل ہوتے ہیں۔ بہت ہی ہلکے بھورے بال جن میں بلائی جیسی چمک نہ ہو کسی عورت کی غیر مستقل مزاجی کے مظہر ہوتے ہیں۔

سرخ بال طاقت اور بعض اوقات غرور کی علامت ہوتے ہیں۔ ایسا انسان معاملات محبت میں بڑا جوشیلا ہوتا ہے اور اس کے مزاج میں مساوات نہیں ہوتی۔ اس کی طبیعت کبھی نرم اور کبھی گرم ہوتی ہے۔ یہ باتیں اس انسان پر صادق ہوتی ہیں جس کے بالوں کا رنگ بالکل سرخ نہیں ہوتا بلکہ اس میں کسی قدر بھورا پن پایا جاتا ہے یا جب بال زرد اور سرخ رنگ کے [illegible] ہوں تو بھی انسان کا مزاج ایک سا رہنے والا نہیں ہوتا۔

گھنگریالے سیاہ بال ایسے کیریکٹر کی علامت ہوتے ہیں جس میں فیاضی کی جگہ اولوالعزمی زیادہ ہو۔ سیاہ گھنگریالے بال کسی مرد یا عورت کی عشق پسند طبیعت کی نشانی ہوتے ہیں۔

موٹے بال جو بیٹھے نہ جائیں یہ ظاہر کرتے ہیں کہ کوئی شخص بڑے بڑے کام انجام دینے کے لئے پیدا ہوا ہے ایسا مرد یا ایسی عورت [illegible] باریک ریشمی بال یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ایسا شخص [illegible]

[illegible] جس شخص کے بال لمبے ہوں [illegible] وہ خاص طبیعت والا ہوتا ہے اور [illegible] ترقی نہیں کر سکتا [illegible]

اگر آپ کو بے وقت خواہش شہوت کی تشفی نہیں ہوتی ہے۔ یا سرعت کی شکایت ہے۔ یعنی وقت خاص میں جلد ... جاتی ہے۔ یا قوت مردمی کی ضرورت کے وقت پوری توجہ نہیں ہوتی۔ یا جریان وغیرہ کے باعث جوانی کمزور ہو گئی یا کثرت احتلام (یعنی خواب) کے سبب خیر طاقت میں کمی آگئی ہے۔ یا بچپن کی غلطی (جلق) وغیرہ کے باعث مردانہ طاقت سست ہے۔ اور ان وجوہات کی بنا پر جوانی کی اصلی زندگی سے آپ اور آپ کی بیوی دونوں محروم ہیں تو اس جائز شکایت پر ہماری خدمات مفت حاضر ہیں۔ ہم اس تحریر کے ذریعہ آج یہ اعلان کرنے میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔ کہ ایسے مجبور اور جائز ضرورت رکھنے والے مریضوں کا مفت علاج کریں گے۔

ساڑھے چار روپے کی دوا مفت

لہذا اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ جو حضرات ایمانداری کے ساتھ اپنی جائز ضروریات کیلئے ہم سے دوا منگانا چاہیں۔ خط لکھکر منگا لیں۔ ہم دوا مفت دیدینگے مگر یاد رہے کہ عیاشی یا بدمعاشی کرنے کیلئے ہم سے یہ دوا طلب نہ کریں۔ بلکہ صرف اپنی گھریلو زندگی کو خوشگوار بنانے اور اپنی بیوی کے ساتھ خوش رہنے اور خوش رکھنے کیلئے اس رعایت سے فائدہ اٹھائیں۔ اس واسطے جو صاحب بھی ہم سے یہ دوا مفت منگائیں۔ وہ صاف صاف لکھ دیں۔ کہ انہیں اپنی جائز ضرورت کیلئے دوا چاہیئے یا اور کسی ضرورت کے لئے اگر جائز ضرورت کے لئے طلب کی تو ہم "معجون کاشمیری" کی ایک شیشی مفت بھیج دینگے۔ یہ وہ دوا ہے۔ جو گذشتہ نو سال کے عرصہ میں ہندوستانی مارکیٹ میں یہ ثابت کر چکی ہے۔ کہ نامردی اور کمزوری کو دور کرنے کیلئے اس وقت سب سے بہتر اور جلد اثر کرنے والی یہی ایک دوا ہے۔ جس کے مقابلہ پر یورپ اور امریکہ سے آئی ہوئی دوائیں بھی بیکار ثابت ہو رہی ہیں۔ "معجون کاشمیری" کا ایک ایک خوراک مریض کو ثابت کرتی ہے۔ کہ وہ کتنی جلدی اپنی قوت مردمی واپس لے رہا ہے۔ یہ دوا براہ راست ان غدودوں پر اثر انداز ہوتی ہے جن کا تعلق مردانہ طاقت سے ہے۔ یہ انہیں پھر مضبوط کر دیتی ہے۔ طاقتور بنا دیتی ہے۔ اور انسان اپنے اندر ایک بار پھر جوانی کی تڑپ محسوس کرنے لگتا ہے

پندرہ دن میں مرد

ایک شیشی ایک مریض کے لئے کافی ہے۔ جس میں تقریباً پندرہ دن کی دوا ہوتی ہے۔ اس کے استعمال کے بعد انسان اپنے جسم میں وہ سب کچھ محسوس کرتا ہے۔ جس کی نوجوان آدمی کو ضرورت ہے۔ قوت مردمی جوان ہو جاتی ہے۔ اور امساک کی طاقت بھی بڑھ جاتی ہے۔ یہ دوا تقریباً نو سال سے مارکیٹ میں ہے۔ اور ہزاروں آدمی اس کی بدولت صحت اور کھوئی ہوئی قوت باہ کی کمی کو پورا کر چکے ہیں۔ لاتعداد سرٹیفکیٹ ہمارے پاس اس دوا کے موجود ہیں۔ جن میں بڑے بڑے ڈاکٹر وید اور حکیم بھی شامل ہیں۔ ایک شیشی کی قیمت چار روپے آٹھ آنے ہے۔ (علاوہ) محصولڈاک سات آنے لگتا ہے۔ مگر ہم اعلان کرتے ہیں۔ کہ فی الحال دوا کی قیمت کسی سے نہیں لی جائے گی۔ بلکہ دوا مفت روانہ کرینگے۔ البتہ اشتہاری اور دفتری اخراجات کی مد میں منگانے والے کو کم از کم ایک روپیہ ضرور دینا پڑیگا۔ اور پارسل کا محصول بھی خود ادا کرنا ہوگا۔ لہذا جو حضرات ضرورتمند ہوں۔ وہ فوراً

مینیجر زنانہ دواخانہ پی۔بی ۳۴ دہلی کے پتہ پر خط لکھکر ایک شیشی "معجون کاشمیری" منگا سکتے ہیں۔ یا ایک روپیہ سات آنے بذریعہ منی آرڈر بھیجدیں۔ یا بذریعہ وی پی پارسل منگائیں۔ دوا بہر صورت روانہ کر دی جائے گی۔

نوٹ:۔ جب مریض اپنی آنکھوں سے دیکھ لے کہ اسے صرف ایک شیشی "معجون کاشمیری" نے مرد بنا دیا ہے۔ اور اس کی سوئی ہوئی جوانی جاگ اٹھی تو اس پر اخلاقی فرض ہوگا۔ کہ وہ پورا فائدہ اٹھانے کے بعد ہماری دوائی کی باقی قیمت بھی بھیجدیں۔ ایک مریض کو صرف ایک شیشی مفت دی جا سکیگی زیادہ نہیں۔ دیکھئے یہ کیسا موقع پیش کی گئی ہے۔ کہ آج کل اشتہاری دواؤں سے مریضوں کا ناک میں دم آ گیا ہے۔ اور کوئی دوا میسر نہیں آتی۔ یہاں تک کہ اعتبار ایسی دواؤں سے اٹھ گیا ہے۔ مگر امید ہے۔ کہ ہماری یہ بلا قیمت خدمت قدر کی نگاہ سے دیکھی جائے گی۔ اور ضرورتمند اس سے جائز فائدہ اٹھائیں گے۔

یہ دنیا آنی جانی ہے

از جناب [illegible] صاحب
[illegible]

الوپ ایک تندرست اور حسین نوجوان تھا۔ جسکی حسین رنگت بھری بھری آنکھوں میں شباب کا نشہ چھپا رہتا۔ اور دل میں ایک جذبۂ احساس چھلک رہا تھا۔

بملا ایک دوشیزہ تھی۔ پھول کی طرح نازک اور بجلی کی طرح بیتاب۔ شباب اس کے عضو عضو سے ٹپکتا تھا اور دل میں ایک جنون سا پیدا ہو رہا تھا۔

الوپ ایک معمولی زمیندار کا لڑکا تھا اور بملا ایک مشہور رنڈی اور ایک طوائف کی حسین لڑکی تھی۔

شباب کی لہروں میں ڈوبتا ابھرتا الوپ، علی گنج کی سڑک سے گزر رہا تھا بملا وارفتہ حسن و عشق بملا اپنے دل بیتاب کو سینے میں چھپائے اپنے بالا خانے پر بیٹھی ہے۔ الوپ نے بملا کو دیکھا: دل کے جذبۂ خفتہ نے بیدار ہو کر کہا میں تمہیں کو ڈھونڈ رہا ہوں۔ اسی طرح جب بملا کی نظر الوپ پر پڑی تو اس کے دل کا جنون بول اٹھا۔ مجھے تمہیں سے سکون ملیگا۔

بملا اب ایک بازاری عورت نہیں رہ گئی تھی۔ بلکہ وہ ایک عیاش زمیندار کی معشوقہ تھی اور الوپ حرص و ہوا کی زنجیروں میں جکڑا ہوا بملا کا عاشق زار تھا۔

(۲)

ابھی کل کی بات ہے جب الوپ اور بملا کی آنکھیں چار ہوئی تھیں۔ اور ان میں ایک کشش پیدا ہوئی تھی۔ بملا کے عشق میں بیقرار ہو کر الوپ نے سب کچھ کھو دیا اور اس پر نچھاور کر دیا۔ اور بملا اس کے عشق میں از خود رفتہ ہو کر الوپ کا دم بھرنے لگی۔ اس کے بعد دونوں ایک دوسرے کے عشق کی زنجیروں میں بندھ گئے عشق۔ ہاں عشق۔ بے وفا اور غیر مستقل عشق

اب چند ہی دنوں میں الوپ کا اثاثہ ختم ہونے کو تھا۔ شراب۔ کوکین اور عیاشی نے اسکی جائداد اور دولت کو برباد کر دیا۔ جس طرح طبیعت کے استقلال کو فنا کر دیتی ہے۔ گاؤں بک گئے۔ مکان گرو رکھا گیا۔ جسمانی خوبصورتی تباہ و برباد ہو چکی تندرستی تو ہمیشہ کیلئے رخصت ہو چکی تھی۔ اب چیچک نے اس کی آنکھیں بھی اس سے چھین لیں۔ اب اگرچہ الوپ تیس بتیس سال کا ایک لاغر بدشکل اور اندھا انسان تھا مگر اس کے ضمیر میں بیٹھا ہوا وہ جذبہ اور بھی زیادہ بیدار ہو کر کہتا۔ میں تمہیں کو ڈھونڈ رہا ہوں۔ بملا: آنکھیں اندھی ہیں تو بلا سے، تمہیں حاصل کر کے میرے دل میں تو اجالا ہے لیکن بملا کو اب الوپ کی کسی کشش کا احساس نہیں تھا۔ وہ الوپ کی قربانیوں کو بھولنے لگی اُس کے جنون نے کہا۔ نہیں۔ نہیں! مجھے اب تم سے سکون نہیں مل سکتا۔ الوپ۔۔۔ عشق کا رنگ کافور کی طرح اڑنے لگا۔ عشق، ہاں عشق، بیوفا اور غیر مستقل عشق۔

(۳)

اندھا الوپ ایک دن صبح سویرے جب تارے ڈوب رہے تھے اٹھ بیٹھا۔ پکارا بملا! اس کی آواز خاموشی میں کھو گئی۔ چند منٹ گذر گئے اس نے پھر پکارا۔ بملا! میری بملا! تم کہاں ہو؟ کچھ جواب نہیں ملا۔ وہ گھبرا گیا۔ کئی گھنٹے گذر گئے دن چڑھ آیا۔ الوپ کے جسم پر سورج کی گرم گرم کرنیں پڑیں۔

آہ کہاں گئی وہ؟ بملا! بملا! اور اندھے الوپ نے گھر کا کونا کونا ٹٹول مارا۔ لیکن بملا کا نشان نہ ملا۔ دوپہر اور پھر شام ہو گئی۔ مگر وہ نہ لوٹی۔ بملا! بملا چلاتا رہا۔ الوپ بغیر کچھ کھائے پئے اپنے پھٹے اور میلے بچھونے پر لیٹ گیا۔ ذرا سی آنکھ لگی۔ گذری ہوئی زندگی کے دلکش نظارے اس کے دماغ میں گھومنے لگے۔ وہی الوپ حسین اور تندرست۔ چھلکتا ہوا سینہ بھیگی ہوئی۔ چھلکتا سینہ آنکھوں میں مستی۔ دل میں نشہ۔ بملا سے آنکھیں چار ہوتی ہیں۔ وہ بملا کو اپنے بازوؤں میں بھینچ لیتا ہے۔ اسی وقت زور و شور کا طوفان بپا ہو گیا زمین اور آسمان ہل جاتے ہیں۔ آندھی کی تیزی اور بجلیوں کی کڑک سے دل دہل جاتا ہے۔

الوپ دیکھتا ہے بوندیں پڑیں اور پانی برسنا شروع ہوا۔ ایک زبردست طوفان بپا ہو گیا اس کے دولت و اقبال کی شاندار عمارت سیلاب میں بہی جا رہی ہے۔ اس کی ملکیت کو پانی فنا کئے جا رہی ہے۔ اس کا حسن ڈھل گیا۔ اس کا شباب فنا ہو گیا۔ اسکو محسوس ہونے لگا کہ وہ اب نحیف اور کمزور ہے، لاچار ہے۔ بدشکل ہے اور آنکھوں سے اندھا ہے۔

اس نے سنا گویا بملا کہہ رہی ہے "الوپ! اب مجھے تم سے سکون نہیں ملتا۔ تجھ سے محبت کا شکوہ کرنا۔۔۔" الوپ کی آنکھوں سے [illegible]

[illegible] اور وہ اس سے دور بھاگتی تھی۔ انوپ ایک
دن سے ٹھوکر کھا کر پڑا۔ اسکے دل میں اب
کوئی حس نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ ایک جذبہ
بیداری جاگ اٹھا تھا ——

انوپ نے آج پہلے پہل محسوس کیا کہ ایک خواب
تھا۔ آنکھ کھلی تو کچھ نہیں۔ ایک سایہ تھا۔ جب
ٹٹولا تو قریب۔ اسے معلوم ہوا کوئی اپنے
نازک ہاتھوں کو اس کے جسم پر پھیرتا ہوا
اُسے سکون کی نیند سلانے کے لئے اُسے
لوریاں سنا رہا ہے ——

یہ مایا آنی جانی ہے ✦ یہ مایا آنی جانی ہے
یہ دنیا رام کہانی ہے

خواب کا سلسلہ ختم ہوا۔ انوپ اپنے میلے اور
پھٹے بچھونے پر پڑا تھا۔ سورج کی سنہری کرنیں
اس کے جسم پر رقصاں تھیں۔ اپنی اندھی آنکھوں
کو سچا ہوا وہ گنگنانے لگا۔

یہ مایا آنی جانی ہے ✦ یہ دنیا رام کہانی ہے
ایک دن لوگوں نے دیکھا۔ کہ انوپ کہیں چلا گیا

—— (۳) ——

بڑھاپا ایوک کے بازار میں حسن کا سودا بک چکا تھا
ایک دن جولا نے اپنے انوپ کی تحقیر کی تھی آج
سارا زمانہ اُسے نفرت کی نظر سے دیکھ رہا تھا۔
نہ وہ حسن ہے۔ نہ شباب۔ معاش کے ذرائع
مسدود ہو چکے تھے۔ متاع عیش و عشرت ختم
ہو چکی تھی۔ کالی اور تاریک کوٹھری کے اندر
چراغ کی دھندلی روشنی میں وہ بیٹھی زندگی
کی پیچیدگیوں کو سلجھا رہی تھی۔ علی گنج کا واقعہ
اُسے بخوبی یاد تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اس نے
انوپ کے ساتھ جو سلوک کیا ہے۔ اُسکی تدارک
لازمی ہے۔ وہ کئی بار دوڑ دوڑ کر اس کے
پرانے جائے قیام پر گئی تھی اپنے دل کے
عذاب کو تدارک کے آنسوؤں سے [illegible]
کیلئے۔ لیکن اس جگہ کچھ غدار جھاڑ [illegible]
علاوہ اسکو اور کچھ نہیں ملا۔ اس نے گلی
گلی کی خاک چھانی۔ دشت و صحرا میں آوارہ
پھرتی رہی مگر انوپ کو نہ پا سکی۔
آدھی رات گذر چکی تھی۔ مگر آنکھوں میں نیند
نہ تھی [illegible] اپنے پچھلی پر عذاب زندگی پر آنسو
بہا رہی تھی۔ یکایک کسی کی پُر سوز آواز فضا
میں منتشر ہو گئی۔ گویا اُس کی پُر درد زندگی
اور دنیا کا تلخ تجربہ موسیقی کی شکل اختیار
کر کے اس خوفناک رات کے پردے پر رقص
کر رہا تھا۔ کوئی گا رہا تھا ——

یہ مایا آنی جانی ہے - یہ دنیا رام کہانی ہے
یہ جیون بہتا پانی ہے

بلا بے قرار ہو کر آٹھ بیٹھی۔ وہ مانوس آواز
یہ میرے جذبات باطنی کے اظہار کرنیوالے
الفاظ اور یہ میری زندگی کا افسانہ سنانے
والا نغمہ تھا۔ اور آپ ہی آپ وہ اس کوٹھڑی
کا دروازہ کھولا، سڑک پر آئی۔ مگر گانے والا
نہیں تھا۔ کانوں میں وہ لے گونج رہی
تھی اور آنکھوں کے سامنے خوفناک تاریکی
چھائی ہوئی تھی
بلا پھر لوٹ کر اپنی کوٹھڑی میں آ گئی۔

(۵)

دریائے سرجو کے کنارے آباد موتی پور گاؤں کے
لوگ رات کے سناٹے میں مرد اور عورت کو ایک
ساتھ گاتا سنتے تھے۔

یہ مایا آنی جانی ہے ؎ یہ دنیا رام کہانی ہے
یہ جیون جیا پانی ہے ؎ یہ مایا آنی جانی ہے
لیکن آج بھی کسی نے کیا دیکھا ایک دن علی
الصباح جب سورج کی سنہری کرنیں سرجو کی
لہروں پر ناچ رہی تھیں تو لوگوں نے دیکھا کہ
اور بلا کے مردہ جسم پانی میں تیر رہے ہیں
وہ مانوس موسیقی نغمہ فضا میں لہرا رہا ہے۔
اب بھی رات کی خاموشی میں وہی نغمہ گونج

جذبات

جناب قاضی محمد شکیل
عباسی ندوی

مردمیداں میں جب نکلتے ہیں
سختی احساس کرتی ہے پیدا
رنج سے اور ابھرتی ہے فطرت
روح جذبات کا ہے گہوارہ
بے ہنر دیکھتے ہیں ساحل پر
باز آتے نہیں یہ کوشش سے
مرد ہوتے نہیں کبھی مایوس
کاہلی سے ہیں جن کے دل بے سوز
نہیں اقبال جن کے ساتھ شکیل

موت سے بے ہراس چلتے ہیں
چشمے پتھر ہی سے اُبلتے ہیں
پھول کانٹوں کے ساتھ پلتے ہیں
دل میں رہ رہ کے یہ مچلتے ہیں
با ہنر موج میں اُچھلتے ہیں
گر کے مشتاق پھر سنبھلتے ہیں
اور نامرد ہاتھ ملتے ہیں
ان کے کھلیان دن میں جلتے ہیں
ان کو کمزور بھی کچلتے ہیں

"ساجدہ"

محبت کی بہترین ... رومانی افسانہ

از جناب ... حسین صاحب

اسلم اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا تھا، اسکے والد محمد سلیم کا شمار کانپور کے معززوں میں ہوتا تھا وہ شہر کے ایک بہت بڑے کارخانہ کے مالک تھے، ایک اکیلا بچہ اور پھر خدا کے فضل سے روپیہ پیسہ کی بھی کوئی کمی نہ تھی اس لئے اسلم کے جتنے بھی لاڈ پیار ہوتے کم تھے، غرضیکہ اسکا بچپن بڑے ہی ناز و نعمت میں بسر ہوا ۵ برس کی عمر میں اسے اسکول میں داخل کرا دیا گیا، اسلم ایک بہت ہی محنتی اور ذہین لڑکا تھا اس نے صرف ۱۵ برس کی عمر میں ہائی اسکول میں نمایاں کامیابی کے ساتھ امتحان میٹرک پاس کر لیا اور مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے اسے لکھنؤ بھیج دیا گیا۔

اسلم کو لکھنؤ آئے ہوئے یہ دوسرا سال تھا۔

دو ہی سال کے عرصہ میں اس نے اپنی خوش اخلاقی کی وجہ سے سب کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا، وہ اپنے کالج کی یونین کا سیکرٹری بھی تھا اور کرکٹ کی ٹیم کا کپتان بھی، اگر یونین میں اسکی جادو اثر تقریریں حاضرین کے دلوں کو مسحور کر لیا کرتیں تو کھیل کے میدان میں بھی اسکا کھیل دیکھ کر لوگ دنگ رہ جایا کرتے تھے۔

گرمیوں کے دن تھے آج اسلم امتحان کا آخری پرچہ کر کے ہال سے باہر نکلا، آج وہ غیر معمولی طور پر خوش نظر آ رہا تھا، کیونکہ اس کے پرچے بہت اچھے ہو گئے تھے، لیکن دراصل اسے خوشی تو اس بات کی تھی کہ آج وہ پورے ایک سال کے بعد گھر واپس جا رہا تھا جہاں پر کوئی اس کے انتظار میں گھڑیاں گن رہا تھا مگر افسوس اسکی یہ خوشی دیرپا ثابت نہ ہوئی۔ وہ ہاسٹل پہنچا ہی تھا کہ اسے اسکے نام کا ایک تار ملا جسے اس نے کانپتے ہاتھوں اور دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ کھولا اور پڑھا تو اسے ... ...

آنکھوں کے نیچے اندھیرا آ گیا، اسے زمین پیروں کے نیچے سے نکلتی ہوئی معلوم ہوئی اور وہ بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا، تھوڑی سی دیر میں اس کے والد کے انتقال کی خبر تمام کالج میں پھیل گئی اور وہ پہلی ہی گاڑی سے کانپور روانہ ہو گیا۔ ——

والد کے انتقال کے بعد کارخانہ کا تمام کاروبار اسلم ہی کو سنبھالنا پڑا، اسے اپنی ذمہ داریوں کا بخوبی احساس تھا، اس لئے نہایت محنت اور جانفشانی سے کام کام کیا، یہی وجہ تھی کہ صرف ایک ہی سال کے عرصہ میں کارخانے کافی ترقی حاصل کر لی۔ ——

اسلم کی منگنی بچپن ہی میں اسکی خالہ زاد بہن ساجدہ سے ہو چکی تھی، وہ دونوں بچپن سے ساتھ کھیلتے تھے اور دونوں ایک دوسرے کو دل و جان سے چاہتے تھے، عمر کے ساتھ ساتھ دونوں کی محبت بھی ترقی کرتی گئی اور وہ دونوں اپنی آنے والی زندگی کے خوش آئند خواب دیکھنے لگے، آخرکار ایک دن اسلم کی والدہ نے کہہ سن کر شادی کی تاریخ بھی مقرر کرا دی، اب تو ان دونوں کی مسرت کا کوئی ٹھکانا ہی نہیں رہا اور وہ نہایت بےچینی سے اس ساعت کا انتظار کرنے لگے جب کہ دنیا والوں کی نظر میں بھی دونوں ایک ہو جائیں، سب سے پہلے یہ خبر ساجدہ کو معلوم ہوئی جبکہ اس نے اپنے والدین کو مشورہ کرتے ہوئے سنا، اسی وقت سے وہ اسلم کے انتظار میں گھڑیاں گننے لگی کہ کب وہ کارخانہ سے واپس آئے اور وہ اسے یہ خبر سنائے ——

شام کو باغ کے ایک تاریک گوشہ میں دونوں کی ملاقات ہوئی ساجدہ کے چہرہ پر مسرت کی ایک لہر ... تھی ... اسے اس طرح غیر معمولی طور پر خوش

دیکھ کر اسلم سے نہ رہا گیا۔ ——

"آج تو بہت خوش نظر آ رہی ہو" اس نے سوال کیا

"بات ہی ایسی ہے" ساجدہ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا

"ہمیں نہ بتاؤ گی" ——

"تمہیں کیوں بتائیں" ——

"تمہیں ہماری قسم" ——

"واہ یہ بھی اچھی زبردستی ہے" ——

"دیکھو پھر ہم ناراض ہو جائیں گے" ——

"ہو جاؤ یہاں پروا ہی کون کرتا ہے"

"اچھا یہ بات ہے" اس نے ہنستے ہوئے کہا "تو دیکھیں کب تک نہیں بتاتی ہو"

یہ کہہ کر اسلم نے اسے گدگدانا شروع کیا، ساجدہ کا چہرہ سرخ ہو گیا، اسکا تنفس تیز ہو کر اس کے سینہ میں ایک دلکش ابھار پیدا ہو گیا، اسکی نگاہوں میں ایک دلفریب چمک پیدا ہو گئی، اسکی پیشانی پر پسینہ کے قطرے نمودار ہو گئے، اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی اور وہ حال سے بےحال ہو گئی اسکی یہ حالت دیکھ کر اسلم کے دل میں ایک ہیجانی کیفیت پیدا ہو گئی، اسکا دل تیزی سے دھڑکنے لگا اس نے یہ بھی فراموش کر دیا کہ وہ ساجدہ سے کیا معلوم کرنا چاہتا تھا اور اس نے بےقرار ہو کر ساجدہ کو اپنی آغوش میں لے لیا نہ معلوم کتنی دیر تک وہ محبت کے مارے اسی حالت میں رہے لیکن چاند کی پہلی کرن نے ان دونوں کو چونکا دیا وہ دونوں گھبرا کر ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے اور ساجدہ شرما کر گھر کی طرف روانہ ہو گئی شاید وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ اسلم کو پہلے ہی معلوم تھا دونوں طرف شادی کے اہتمام ہونے لگے

[illegible] ہو سکتا تو ٹھیک [illegible]
میں مسرت اور شادمانی کا سامان نہیں ملتا تھا
کیونکہ اسلم کا [illegible] کیا وہ دونوں نہایت
[illegible] سے [illegible] بہت [illegible] تھے کہ وہ
دونوں ہی مل کر اپنے دل کے ارمان نکالتے ان کیلئے
ایک ایک [illegible] سال ہو گیا تھا اور جدائی
کی گھڑیاں کاٹے نہیں کٹتی تھیں، لیکن افسوس
قدرت کے کھیل کون جان سکتا ہے شادی سے
صرف تین روز پہلے اسلم کی ماں کو ہیضہ ہوا اور
وہ بیچاری صرف دو گھنٹے ہی میں بس ہو گئیں
اور بیٹے کا سہرا دیکھنے کا ارمان اپنے ساتھ ہی
قبر میں لے گئیں ———

ماں کی موت کا جتنا صدمہ اسلم کو ہوا وہ کچھ اسی
کا دل جانتا ہوگا، اسکی حالت بالکل دیوانوں
جیسی ہو گئی اور صورت پر وحشت برسنے لگی اور
تھوڑے ہی دنوں میں وہ سوکھ کر کانٹا ہو گیا
لیکن اب بھی قدرت کو اس پر رحم نہ آیا اور ماں
کی موت کا غم ابھی کم ہونے پایا تھا کہ اسے بنک کے
دیوالیہ ہو جانے کی خبر ملی، اسی بنک میں اس کا
تمام اثاثہ جمع تھا جو اس کے والد نے اپنا خون
پسینہ ایک کر کے جمع کیا تھا، اس واقعہ نے اسلم
کی دنیا ہی بدل دی، وہ کچھ کھویا کھویا سا رہنے
لگا [illegible] خانہ میں بھی اس کے لئے کوئی دلچسپی
باقی نہ رہی، نہ اسے کھانے کا ہوش رہا نہ پینے کا
وہ دن بھر پلنگ پر بیٹھے بیٹھے سوچتا تھا طرح
طرح کے رنگ برنگ تصورات اور عجیب عجیب خیالات
اس کے دماغ میں آتے تھے، وہ کبھی کا اپنی زندگی
سے ہاتھ دھو بیٹھا ہوتا، اگر ساجدہ کی یاد اسکی
مونس و غمگسار نہ ہوتی، اسکا تصور کرتے ہی
اس کے پژمردہ چہرہ پر مسرت کی ایک ہلکی سی
لہر دوڑ جایا کرتی تھی، وہ سوچا کرتا تھا اگر روپیہ
گیا تو کیا ہوا وہ جب چاہے تو آسانی ہی نہیں بلکہ
اس سے چوگنا روپیہ پیدا کر سکتا ہے اور پھر ابھی
تو اس کو جینا چاہئیے، اپنے لئے نہیں تو ساجدہ کے لئے
اور حقیقت بھی یہ ہے کہ وہ اپنے لئے نہیں بلکہ ساجدہ
ہی کے لئے جی رہا ہے ———

دوست احباب آنکھیں چرانے لگے، وہی دوست
جو اسکی رشتہ داری کو اپنے لئے باعث فخر سمجھا کرتے
تھے، دنیا میں لالچی کتوں کی کمی نہیں، لیکن اسے
صدمہ تو اس بات کا تھا کہ ساجدہ کے گھر والوں نے
بھی اس سے بے اعتنائی کے ساتھ پیش آنا شروع
کر دیا، کیا ساجدہ بھی ایسا ہی کریگی، وہ اکثر سوچا
کرتا تھا [illegible] اس کا دل کانپ جاتا
تھا، ایک روز شام کو اسلم اپنے کمرہ میں بیٹھا
تھا، اسکی نگاہیں ساجدہ کی تصویر پر جمی ہوئی
تھیں جو ایک سنہرے فریم میں اسکی میز پر رکھی
ہوئی تھی اور وہ عالم خیال میں اسی سے باتیں
کر رہا تھا، دفعتاً کچھ آہٹ سی پا کر وہ چونک
پڑا، اس نے دیکھا کہ ساجدہ کے یہاں کا ملازم
ہاتھ میں ایک لفافہ لئے ہوئے کمرہ کے دروازہ پر
کھڑا ہوا ہے، اس نے جلدی سے اٹھ کر لفافہ اس کے
ہاتھ سے لے لیا، لفافہ پر ساجدہ کی تحریر دیکھ کر
اس کے تن بدن میں مسرت کی ایک لہر دوڑ
گئی، دھڑکتے ہوئے دل اور کانپتی ہوئی
انگلیوں سے اس نے لفافہ چاک کیا اور خط
کھول کر پڑھنے لگا ———

پیارے اسلم! ———

میں اس وقت یہ خط تم کو لکھ رہی ہوں، بڑی
کوشش اور ہمت کے بعد لیکن میرا دل خون کے
آنسو رو رہا ہے، انگلیاں کانپ رہی ہیں اور
آنکھوں سے گنگا جمنا بہہ رہی ہے، تمہاری محبت
بھری نگاہوں کا تصور مجھے بے چین کئے دے رہا
ہے، تمہاری موہنی صورت میری نگاہوں کے

سامنے بیٹھی [illegible] ہوئی [illegible]
بہت میری باتیں سن کر یاد آ رہی ہیں جو محبت کے دم بھر پہلی جو میں نے تمہاری آغوش

میں بیٹھ کر کئے تھے روزہ کر بیٹھے دل دھڑکتے ہیں چیکیاں سی لے رہے ہیں اور میرے کانوں میں ایک مدھم سی آواز آ رہی ہے "ساجدہ تو بیوفا ہے"

——— میرے والدین میری شادی مسعود سے کر رہے ہیں، افسوس انہیں اپنے ان وعدوں کا بھی پاس نہیں جو انہوں نے تمہاری مرحوم والدہ سے کئے تھے وہ لوگ روپیہ کے لالچ میں اندھے ہو رہے ہیں اور اسکی خاطر بڑی سے بڑی قربانی بھی دینے کے لئے تیار ہیں، کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ

ابھی میری بھلائی ہے، مسعود سے میری شادی نہیں کی جا رہی ہے، بلکہ مجھے دولت کے سنہرے دیوتا پر بھینٹ چڑھایا جا رہا ہے۔

میں یہ سب کچھ دیکھتی ہوں اور سنتی ہوں لیکن شکایت کا ایک حرف بھی زبان پر نہیں لا سکتی کلیجہ مسوس کر رہ جاتی ہوں، مذہب اور سماج نے ہندوستان کی بے زبان عورتوں پر جو پابندیاں عاید کر رکھی ہیں ان سے شاید تم بخوبی واقف ہو۔ میرا دل مجھے بار بار مذہب اور سماج کے ان اندھے اصولوں کے خلاف بغاوت کرنے پر آمادہ کرتا ہے لیکن ایسا ممکن نہیں، میں مجبور ہوں ایک کمزور اور بے بس عورت کے لئے مذہب

اور سماج کے ان اصولوں [illegible] عورت [illegible] ہی نہیں بلکہ قطعی ناممکن ہے۔ ———

تم نہیں جانتے کہ مجھ پر کس کس قسم کی سختیاں عاید کی گئی ہیں، بڑی مشکل سے موقع پاکر یہ خط تم کو لکھ رہی ہوں، میں جانتی ہوں کہ یہ خط پڑھ کر تمہیں کتنا صدمہ ہوگا اور میری بے وفائی....

..... ساتھ ہی ساتھ میں تمہیں تمہاری اس پاک محبت کا واسطہ دلا کر کہتی ہوں کہ میری خاطر اپنی زندگی برباد نہ کرنا...... اور مجھے بھول جانے کی کوشش کرنا اچھا رخصت!"

——— تمہاری گنہگار ———
——— "ساجدہ" ———

آنسو تھے سو خشک ہو چکے دل ہے کہ اُڈا آتا ہے کہ گویا کسی کی چھاتی پہ پڑی کہ تلخ ہیں دوبستی ہیں خط پڑھتے ہی آسلم پر ایک سکتہ کا عالم طاری ہو گیا، اس نے ایک ٹھنڈی سانس بھری، اسے اپنا دل ڈوبتا ہوا معلوم ہوا، اس نے رونے کی کوشش کی لیکن رو بھی نہ سکا، طرح طرح کے بھیانک خیال اس کے دل میں آنے لگے، اس پر ایک جنون کی سی کیفیت طاری ہو گئی اور خیالات کے اس ہجوم سے پریشان ہو کر وہ گھر سے نکل کھڑا ہوا اسی حالت میں وہ نہ جانے کہاں کہاں گیا اور کس کس جگہ مارا مارا پھرا، اسکا اسے مطلق ہوش نہ تھا، اسکے دل میں وہ رہ کر وہی بھیانک خیالات آ رہے تھے وہ سوچتا تھا کہ ساجدہ نے اسکے ساتھ بے وفائی کی وہ اتنے عرصہ تک اس کے جذبات کے ساتھ کھیلتی رہی وہ جھوٹی تھی اور اسکی باتیں مکر و فریب سے بھری ہوئی تھیں، لیکن فوراً ہی اس کا دل اسے ان خیالات پر ملامت کرنے لگتا تھا، وہ ساجدہ کی محبت بھری آنکھوں کا تصور کرنے لگتا تھا خط کے الفاظ اسکی نگاہوں کے سامنے گردش کرتے ہوئے دکھائی دیتے تھے، جس کے ایک ایک لفظ سے محبت کی بو آ رہی تھی، وہ سوچتا تھا کہ ساجدہ محبت و ایثار کی ایک دیوی ہے، وہ اس سے کس قدر محبت کرتی ہے، پھر اس کے خیالات اسکے سامنے ان دونوں کی آخری ملاقات کا منظر پیش کرتے تھے جسکا تصور کر کے وہ خوشی سے ناچنے لگتا تھا وہ ساجدہ کی بانہیں اپنے گلے میں پڑی ہوئی محسوس کرتا تھا، اسے اس کے رخسار اپنے رخساروں سے مس ہوتے ہوئے معلوم ہوتے تھے اور اسکے دل کی دھڑکن صاف سنائی دینے لگتی تھی، وہ اپنی خشک آنکھوں سے آسمان کی طرف دیکھتا تھا...... کاش وہ اس سے ایک مرتبہ اور مل سکتا..... اپنی ناکامی اور بے بسی کا خیال کر کے اسکا دل بھر آیا اور اس نے بچوں کی طرح بلک بلک کر رونا شروع کر دیا معلوم نہیں وہ کتنی دیر تک روتا رہا، آخر جب اسکے دل کی بھڑاس نکل گئی تو اسے اپنی حالت کا احساس ہونے لگا اس نے دیکھا کہ وہ ایک بنچ پر بیٹھا ہوا ہے، یہ وہی بنچ تھی جس پر بیٹھ کر وہ اور ساجدہ گھنٹوں پیار و محبت کی باتیں کیا کرتے تھے، ان دونوں نے کتنی ہی رنگین راتیں اسی بنچ پر بیٹھ کر گزاری تھیں...... آج وہ اسی بنچ پر اکیلا بیٹھا ہوا تھا، وہ بے قرار ہو کر بنچ سے لپٹ گیا اور اسقدر رویا کہ بنچ اس کے آنسوؤں سے تر ہو گئی۔

اگلے ہی دن آسلم نے کارخانہ اور مکانات کو فروخت کر دیا اور کانپور سے چلا گیا نہ جانے کہاں؟

کیا عمر ہو گی؟ آسلم نے سگریٹ کا کش لگاتے ہوئے پوچھا۔

"بس یہی کوئی پندرہ سولہ برس کا سن ہے سرکار" بڈھے نے سر جھکاتے ہوئے جواب دیا "بہت اچھا معشوق ہے طبیعت خوش ہو جائے گی"۔

"اچھا ٹھیک ہے"، اس نے بڈھے کو پانچ روپیہ کا نوٹ دیتے ہوئے کہا "آج رات کو نو بجے"

آج آسلم کو کانپور چھوڑے ہوئے پورا ایک سال ہو چکا تھا، اس عرصہ میں اس نے ہندوستان کا کونا کونا چھان ڈالا تھا، وہ گھر سے جتنا روپیہ لیکر نکلا تھا اسکا ایک ایک پیسہ اس نے شراب اور عورتوں کی نذر کر دیا تھا آجکل وہ بمبئی کے ایک ہوٹل میں مقیم تھا اور اب اسکی جیب میں اتنا بھی نہ تھا کہ اگلے روز وہ اپنا پیٹ بھی بھر سکتا۔

رات کو نو بجے آسلم اپنے کمرہ میں داخل ہوا، اسکے قدم لڑکھڑا رہے تھے اور آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں آج بہت پی تھی، دنیا کے مسلسل مصائب برداشت کی طاقت اپنے آپ میں نہ پا کر وہ خودکشی کی کوشش کر دینا چاہتا تھا، کمرہ میں داخل ہوتے ہی اس نے ایک لیٹی ہوئی نگاہ چاروں طرف ڈالی اس نے دیکھا کہ وہ اس کے پلنگ پر بیٹھی ہوئی ہے، اس نے اپنا چہرہ ایک چادر میں چھپا رکھا تھا، آسلم لڑکھڑاتا ہوا پلنگ کی طرف بڑھا اور اس کے قریب جا کر بیٹھ گیا، اس نے اپنی دونوں بانہیں اسکی گردن میں ڈال دیں اور اسے اپنی آغوش میں لے لیا، اس کے جذبات نے کروٹ لی اور اس نے دونوں ہاتھوں سے اسکی چادر اتار کر پھینک دی، دونوں کی نگاہیں چار ہوئیں، عورت کے منہ سے ایک دردناک چیخ نکلی اور وہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑی۔

"ساجدہ!" اسلم کے منہ سے نکلا اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھانے لگا، اسے اپنا سر گھومتا ہوا معلوم ہوا اور وہ دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔

ساجدہ نے اسے بتایا کہ اسکا شوہر مسعود ایک آوارہ اور بدقماش انسان تھا جس نے اس کے ساتھ بہت وحشیانہ سلوک کیا اور بعض مرتبہ تو نشہ کے عالم میں مار پیٹ تک سے دریغ نہیں کیا، اس نے ہر قسم کی سختیاں ٹھنڈے دل سے برداشت کیں لیکن ایک رات وہ نشہ کے عالم میں پاگل ہو رہا تھا اس نے اسے بری طرح سے مارا اور جب اس نے اسے سمجھانے کی کوشش کی تو اسے گھر سے نکال دیا گیا اپنے لئے کوئی اور جائے پناہ نہ پا کر وہ بمبئی چلی آئی یہاں آ کر وہ ایک بدمعاش کے ہتھے چڑھ گئی، جس نے اسے اپنا آلۂ کار بنا لیا اور اس طرح اسکی زندگی کا یہ بھیانک دور شروع ہوا۔

تھوڑی دیر بعد آسلم کمرے سے باہر نکلا، اسکی گردن جھکی ہوئی تھی اور اسکی آنکھوں میں آنسوؤں کے دو بڑے قطرے چمک رہے تھے۔

آج آسلم کی مسرت کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا اسے خبر ملی تھی کہ اس کے بنک نے پھر سے کام شروع کر دیا تھا اب وہ پھر مالدار تھا لیکن اسے اس کی خوشی نہ تھی، اپنی ساجدہ کو پا کر وہ دنیا بھر کی

میں ہرگز ہرگز ایسا نہ ہونے دوں گا پرمود! میری آبرو خاک میں مل جائے گی، خاندان کی لڑکیوں کی شادی نہ ہو سکے گی میرا بائیکاٹ کر دیا جائیگا میں آج پیشانی اونچی کر کے چلتا ہوں، کل میں سماج میں کسی سے نگاہ ملانے کے قابل نہ رہوں گا، اسلئے میں تمہاری تجویز کو کسی طرح منظور نہیں کر سکتا"

"لیکن پتا جی" پرمود نے گڑگڑا کر کہا۔

"آپ کے فیصلے سے آپ کے اکلوتے بیٹے کی زندگی کی ساری مسرتیں خاک میں مل جائیں گی، اسکی تمام آرزوؤں کا خون ہو جائیگا صرف یہی نہیں بلکہ اس بیچاری کی زندگی بھی برباد ہو جائے گی کیا آپ محض سماج کے خوف سے دو ناکردہ گناہ زندگیوں کا تباہ ہو جانا گوارا کر لیں گے؟"

بابو سنتوش کمار نے ایک نفرت انگیز ہنسی کے ساتھ کہا "نالائق پرمود! میں تیری صورت سے بیزار ہوں، تو ابھی میری آنکھوں سے دور ہو جا میں نہیں جانتا تھا کہ تو اس طرح میری بغاوت اور نافرمانی پر اتر آئے گا، تو کتنی ہی دلیل اور بحث کے ساتھ اپنی تجویز پیش کرے میں اسے ہرگز ہرگز قبول نہیں کر سکتا، میں چھ مہینے سے تجھے سمجھا رہا ہوں اور راہ راست پر لانے کی کوشش کر رہا ہوں لیکن تو اپنی ضد سے باز نہیں آتا میری طرف سے یہ تجھے قطعی جواب ہے" ——

نکل کا لفظ سن کر ایک دفعہ تو پرمود کانپ سا اٹھا پھر نہ جانے کیا سوچکر اس نے باپ کے پاؤں چھوئے اور آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے گھر سے باہر نکل گیا۔ ——

پھاٹک سے باہر نکلتے ہی چندر کشور ملا، اس نے پوچھا "پرمود کہاں جا رہے ہو؟" ——

"کہاں جاؤں چندر، آج سے میرا کوئی ٹھکانا نہیں رہا"

چندر کشور پرمود کا دوست اور اس کے باپ کے دوست کا لڑکا تھا، پرمود نے چندر کشور سے تمام حالات تفصیل کے ساتھ بیان کر دیئے۔

کشور نے ایک گہری سانس لیکر کہا "پرمود کیا تم واقعی مالتی سے محبت کرتے ہو؟ اور کیا مالتی کو بھی تم سے محبت ہے؟ اور تم نے کبھی اسکی محبت کی آزمائش بھی کی ہے؟" ——

پرمود نے ایک دفعہ کشور کی طرف دیکھکر کہا "کشور تعجب ہے کہ تم مجھ سے اس طرح کا سوال کر رہے ہو، کیا تمہیں نہیں معلوم کہ مالتی کے لئے چھ مہینے سے پتا جی سے لڑ رہا ہوں اور آج اسی کے لئے گھر چھوڑ کر جا رہا ہوں، مالتی کے ساتھ میری محبت کا اس سے زیادہ تمہیں اور کونسا ثبوت چاہیئے رہا یہ سوال کہ مالتی مجھ سے محبت کرتی ہے یا نہیں تو تم نے اسے دور سے دیکھا ہے اس لئے تمہیں اس کو سمجھنے کا موقع نہیں ملا ورنہ اسکے بارے میں بھی تم اس قسم کا سوال نہ کرتے، کاش پتا جی آخری فیصلہ کرتے ہوئے اس امر کو نظر انداز نہ کرتے کہ ہم دونوں کس حد تک ایک ہو چکے ہیں"

کشور بولا "پرمود! تمہارے باپ اتنے بے رحم اور سنگدل نہیں ہیں جیسا تم انہیں خیال کرتے ہو کیا تمہیں معلوم نہیں کہ مالتی کی ماں سماج میں کس نظر سے دیکھی جاتی ہے؟ تمہارے پتا جی کو کوئی خیال ہے تو اس بات کا، وہ بدنامی سے ڈرتے ہیں خیر تم جانتے ہو کہ میرے اور تمہارے پتا میں کتنے گہرے تعلقات ہیں، ہم دونوں میں جو محبت ہے اسے بتانے کی ضرورت نہیں، اس لئے تم میرے گھر چلو اور آرام کرو" ——

"نہیں کشور میں تمہارے گھر نہیں جا سکتا۔ پتا جی اس کو بھی گوارا نہ کریں گے، پھر چچا صاحب بھی انہیں کی طرح سخت نکلے تو کیا ہوگا؟"

"اگر ایسا ہوا تو ہم دونوں، دونوں گھروں کو چھوڑ کر کہیں چل دیں گے، پھر دیکھیں گے کہ یہ دونوں بڈھے سماج کی محبت میں اولاد کی جدائی کا غم کس طرح برداشت کرتے ہیں" ——

پرمود کشور کی اس بات کا جواب دینا چاہتا تھا۔ مگر کشور نے اسکا منہ بند کر دیا۔ ——

~~~~~~~~~~~~~~~

کشور کے باپ پنڈت سیتا رام پانڈے نے کشور سے کہا "بیٹا تم نے بڑی عقلمندی کی جو پرمود کو ادھر ادھر جانے سے روک لیا" ——

پرمود کی طرف دیکھکر بولے "اور دیکھو بیٹا پرمود یہ گھر بھی تمہارا ہی ہے، میں آج سے سمجھوں گا میرے دو بیٹے ہیں، تمہیں یہاں کسی طرح کی تکلیف نہ ہوگی"

پنڈت سیتا رام کی محبت اور ہمدردی سے بھری ہوئی باتیں سن کر پرمود کی آنکھوں میں آنسو آگئے

~~~~~~~~ ۲ ~~~~~~~~

پنڈت سیتا رام نے بنگلے کے احاطے میں داخل ہو کر پوچھا "کیا شریمتی تارا دیوی کا بنگلہ یہی ہے؟"

"ہاں" مالی نے پوچھا، آپ کس سے ملنا چاہتے ہیں؟"

پنڈت جی بولے "دیوی جی سے"

اتنے میں اندر سے ایک لڑکی نکلی جو سیدھی سادی وضع میں بھی حسن و جمال کی دیوی معلوم ہوتی تھی اس نے پوچھا "آپ کہاں سے آئے ہیں؟"

"میں یہیں کا رہنے والا ہوں، بیٹی تمہارا کیا نام ہے؟" —— "میرا نام مالتی ہے، آپ شاید ماں جی سے ملنے آئے ہیں؟" یہ کہتے ہوئے

[illegible]
[illegible] پنڈت جی [illegible]
بھی [illegible] اور
اس کے [illegible]
کوئی تعجب کی بات تو نہیں ہے۔ مالتی اپنی شکل و
شباہت کے اعتبار سے بھی ویسی اور بہت
مہذب اور سلیقہ مند بھی معلوم ہوتی ہے اور یہی
اچھی بات ہے تارادیوی تو وہ کسی قدر بدنام ہے خصوصاً
جب سے بیرسٹر صاحب کا انتقال ہوا ہے۔ لیکن اس
سے کیا ہوتا ہے، باپ ماں کے گناہوں کی سزا
اولاد کو دینا کوئی انصاف نہیں، میں ہر طرح پرمود
کی امداد کروں گا۔"

پنڈت جی یہ سب سوچ ہی رہے تھے کہ اندر سے
تارادیوی نکلی اور دونوں ہاتھ جوڑ کر بولی "آئیے"
اگر پرمود کی زندگی کے بننے اور بگڑنے کا سوال
نہ ہوتا تو پنڈت سیتارام تارادیوی کے سامنے سے

کبھی گریز کر جاتے لیکن وہ پرمود کے لئے سب کچھ
[illegible]
بولے "سرکار [illegible] دیوی جی میرا آپ سے
تعارف نہیں ہے۔ میں اسی شہر کا رہنے والا ہوں
بیرسٹر صاحب سے البتہ ملاقات تھی بہت شریف
آدمی تھے کئی بار آنے کا خیال ہوا لیکن نہ آسکا، آج
آنا بھی ہوا تو اپنی غرض سے" اتنا کہہ کر وہ تارادیوی
کی طرف دیکھنے لگے ——————

تارادیوی نے پنڈت جی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے
کہا "تو آپ نے کیسے تکلیف فرمائی؟"
پنڈت جی بولے "میں پرمود کا باپ ہوں"
مالتی بھی وہیں بیٹھی تھی، وہ پرمود کا نام سن کر
چونک پڑی اور اس کا گورا چہرہ فرطِ حیا سے سرخ
ہوگیا، وہ اٹھ کر اندر چلی گئی، پنڈت جی نے
پھر کہا "پرمود کو تو آپ نے دیکھا ہوگا، مالتی اور وہ
دونوں ہم عمر ہیں اور دونوں ایک ہی کلاس

[illegible] رہے ہیں [illegible]
" [illegible] نے [illegible] دیکھا ہے، میں بھی
اچھی طرح واقف ہوں، اور مجھے زیادہ [illegible]
کام لینے کی ضرورت نہیں وہ ایک دوسرے کو
اپنا شریکِ زندگی بھی قرار دے چکے ہیں، لیکن
پنڈت جی! پرمود کے باپ تو سنتوش کمار جی
ہیں نہ کہ آپ؟ پرمود کے دو باپ ہیں؟" انہوں نے
ذرا مسکرا کر کہا ——————
پنڈت جی نے بھی اسی طرح مسکراتے ہوئے
جواب دیا "آپ کا کہنا درست ہے، وہ بابو
سنتوش کمار کے بیٹے ہیں، لیکن میں بھی ٹھیک
کہتا ہوں، ہم دونوں نے اپنے اپنے بیٹے بدل
لئے ہیں" —————— تارادیوی نے کہا
"لیکن آپ تو برہمن ہیں اور میں چھتری ہوں
اس کے علاوہ میں سماج میں اچھی نظر سے بھی
نہیں دیکھی جاتی، پھر کیا آپ سماج میں بدنام

ہونے کو تیار نہیں تھا؟ ——————

پنڈت سیتارام ہنستے ہوئے بولے یہ تمہارا کہنا

بجا ہی تو معمولی بات ہے میں تو کہتا ہوں جس

باپ نے اولاد کے لئے کسی ایثار سے بھی گریز کیا

وہ باپ نہیں، میرا سب سے بڑا فرض اپنی اولاد

کو خوش دیکھنا ہے، اور میں ہر حالت کا مقابلہ

کرنے کے لئے تیار ہوں، خصوصاً مالتی جیسی لڑکی

کو بہو بنانے کے لئے" ——————

دروازے کی آڑ سے مالتی کھڑی پنڈت سیتارام

کی بات سن رہی تھی، خوشی سے اسکی آنکھوں میں

آنسو آگئے، اسکا دل چاہتا تھا دوڑ کر پنڈت جی

کے قدموں سے لپٹ جائے مگر شرم و حیا نے ایسا

کرنے کی اجازت نہ دی۔ ——————

پنڈت سیتارام اور تارا دیوی میں دیر تک

بات چیت ہوتی رہی اور آخر بہت سی بحث و گفتگو

کے بعد پنڈت جی اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئے

دو ہفتے کے بعد مالتی کے ساتھ پرمود کی شادی

ہوگئی اور مالتی رخصت ہو کر پنڈت سیتارام

کے گھر آگئی، پنڈت جی نے مالتی کو بہو رانی خطاب دیا

——— ۳ ———

نینی تال سے واپس آنے کے بعد بابو سنتوش کمار

کو پرمود اور مالتی کی شادی کی اطلاع ملی تو انہیں

خوشی بھی ہوئی اور صدمہ بھی ہوا۔ جذبات کی

یہ کشمکش عارضی نہیں تھی، اس نے مستقل صورت

اختیار کرلی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی دنوں بعد

کمار بابو بیمار پڑ گئے۔

پنڈت جی کو کمار بابو کی بیماری کا حال معلوم ہوا تو

وہ انہیں دیکھنے گئے، کمار بابو نے کہا پنڈت جی

آپ نے جس طرح دوستی کا حق ادا کیا مجھ سے اس کا بدلہ

نہیں ہو سکتا لیکن یہ کہاں کا انصاف ہے کہ

آپ تو دو بیٹے بہو کو لیکر خوشی منائیں اور میں ایک

بیٹے بہو کیلئے ترسوں ......، آپ مہربانی

کرکے میرے بیٹے چندر کشور کو میری بہو کے

ساتھ فوراً بھیج دیجئے"

پنڈت سیتارام بولے "بھائی صاحب! بہت

بہتر، تھوڑے دنوں میں اپنے کشور کے لئے آپ سے ملنے

چاہتا ہوں" —— پنڈت جی گھر واپس

گئے، پرمود اسوقت کہیں گیا ہوا تھا، کشور موجود تھا

پنڈت جی نے کشور اور اسکی ماں سے مشورہ کرکے کشور

اور مالتی کو سنتوش بابو کے ہاں بھیج دیا۔

تھوڑے ہی دنوں میں سنتوش بابو تندرست

ہو گئے، ایک روز انہوں نے کشور سے کہا بیٹا

کشور تمہاری بیوی بہت لائق ہے اس نے میری

خوب خدمت کی، یہ کہتے ہوئے انہوں نے ایک ٹھنڈی

سانس لی۔ کشور نے کہا بابا جی اجازت ہو تو

چھوٹی بہو کو بھی بلا لوں، دونوں آپکی خدمت کرینگی"

"پرمود اسے ذرا نے دیگا کشور! میں نے

اسے گھر سے نکال دیا ہے، اس لئے وہ ناخوش ہوگا

[illegible]
[illegible] سماج کے ڈر سے
کیا [illegible]
میرا دل [illegible] باپ
ودھوا کا حق [illegible] کا احسان
کر نہیں بھولوں گا، مجھے امید نہیں ہے کہ پرمیشور
مجھ کو [illegible] سکے گا، افسوس میں اپنی پیاری
بہو کو اب تک صورت بھی نہ دیکھ سکا، لعنت ہے سماج
کے ایسے [illegible] ایسا سماج جو بیٹے کو باپ اور
بہو کو سسر سے الگ کرتے۔

کشور نے کہا: بابو جی آپ زیادہ نہ بولئے ورنہ کہیں
طبیعت کچھ خراب ہو جائے، اجازت دیجئے
تو میں پرسوں اسی بہو کو لے آؤں۔
اگر وہ آ سکیں تو ضرور لے آؤ بیٹا۔
آئیں گے کیوں نہیں؟ اور اگر پرمود نہ آئے تو بہو
تو فوراً آئے گی، وہ آپ کے چرنوں میں سر رکھ کر پرمود
کے [illegible] ہے۔

تو ایسی [illegible] اور [illegible] ہوتے
جلد جاؤ اگر پرمود نہ آئے تو بہو کو ہی لے آؤ۔
پھر ذرا مسکرا کر سنتوش بابو بولے: اور جب وہ
آ جائے گی تو پرمود تو بے بلائے آئے گا، اسی کیلئے
تو اس نے بہو کو اور گھر کو چھوڑ رکھا ہے۔
کشور مالتی کو اشارہ کر کے خود باہر چلا گیا، کشور کے
جاتے ہی مالتی سنتوش کمار بابو کے پیروں پر گر پڑی
اور سسک سسک کر رونے لگی۔
بابو سنتوش کمار گھبرا کر بولے: ہیں ہیں، یہ کیا
کرتی ہو، تم برہمن ہو، میرا پاپ کیوں بڑھاتی ہو۔
بابو جی میں برہمن نہیں ہوں، میں تو تمہاری بہو
مالتی ہوں، میں تمہاری بیماری کی خبر سن کر پریشان
ہو گئی، میں نے سوچا میں چل کر تمہاری سیوا کروں گی
چاہے معلوم ہونے پر تم مجھے دھکے دے کر گھر سے
نکال ہی کیوں نہ دو۔
اے بیٹی تو ہی میری بہو مالتی ہے؟ آ اپنے پتا کی
گود میں آ، اب میں سمجھا کہ دن رات جاگ کر
میری سیوا کرنے والی میری [illegible]
تھی، یہ کہہ کر سنتوش کمار بابو نے [illegible]
پھیلا دیئے اور مالتی نے باپ کی [illegible]
اپنے کو ان کی گود میں ڈال دیا۔

پنڈت سیتا رام مسکرا کر بولے: یہ آپ اچھا دوستی
کا حق ادا کر رہے ہیں، ٹھاکر صاحب! میری بہو کو
مجھ سے چھینے لے رہے ہیں، آخر چھتری ہو نہ! [illegible]
عادت کہاں جائیگی، میری بہو مجھے واپس کرو
میں ایسی دوستی سے باز آیا۔
بابو سنتوش کمار کی کمزوری اور ناطاقتی نہ جانے
کہاں چلی گئی، وہ بے اختیار بستر سے اٹھ کر آگے
بڑھے، پنڈت سیتا رام نے دوڑ کر انہیں درمیان
میں پکڑ لیا، دونوں ایک دوسرے سے لپٹ گئے
پرمود، کشور اور مالتی کھڑے اس منظر کو دیکھ رہے
تھے اور خوشی کے آنسو بہا رہے تھے۔

[illegible] کمار ایم۔اے

مستی و قلندری

آدم و حوا کے بیٹے بیٹیاں آشفتہ سری رسوائیوں اور ذلتوں کا ذکر شنید ہی نہیں سنا گیا اور بعض اوقات تو ان میں سے کوئی نہ کوئی جان شیریں بھی گنوا بیٹھتا ہے لیکن ان کی فطری مستی و ملنگی نے انھیں ہمیشہ [illegible] اس کی یہی چپ ہے کہ اسے جتنا بھی دبایا جائے وہ اتنی ہی ابھر آتی ہے، اس سلسلے میں [illegible] کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا جہاں ولی محمد کی [illegible] بجا اوج [illegible] فطری مستی نے اسقدر مجبور کر دیا کہ اس نے بیرونی عورتوں کے ساتھ ناجائز تعلق پیدا کرنے میں کوئی شرم و حیا اور [illegible] محبت کی پینگیں بڑھاتے تھے ولی محمد کو ان کی حیاسوز حرکات سے بڑی شرمندگی نصیب ہوئی، اس نے بجا اوج کو اس کے [illegible] باز رہنے کیلئے بار بار تاکید کی مگر شراب عشق [illegible] پر اسکی باتوں کا ذرا بھی اثر نہ ہوا حتیٰ کہ [illegible] ولی محمد نے اپنی تدبیر کے [illegible] ایک تیر چلایا [illegible] گاؤں میں بجا اوج اور اسکے [illegible] کی بدنامی کی مہم شروع کی مگر ان دونوں پر اسکا بھی کوئی اثر نہ ہوا، وہ تو حضرت حافظ شیرازی کے اس شعر کے معتقد تھے۔

گرچہ بدنامیست نزد عاقلاں ٭ ما نمی خواہیم ننگ و نام را

وہ اپنے جذبات مستی سے شاد کام ہوتے رہے [illegible] سراج الدین نے بھی ولی محمد کو سمجھایا کہ وہ اسکی والدہ کی بدنامی سے باز آجائے مگر جو شوق قلندری کا دلدادہ تھا وہ کبھی اپنے دل پسند شغل سے دست کش نہ ہوا، اس پر [illegible] غصہ کا پارہ چڑھ کر ۱۵۰ درجہ تک پہنچ گیا اور چند دن ہوئے کہ اس نے حالت غیظ و غضب میں لاٹھی لیکر [illegible] پر یورش کر دی [illegible] آناً فاناً [illegible] کا مرغ روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا اور اسکی پاداش میں [illegible] سراج الدین [illegible] ولی محمد کی [illegible] سراج الدین کو حراست میں لے لیا گیا مگر [illegible] اپنے عشق مستی [illegible]

زمانہ امن کا [illegible] آدمی کیلئے یہ زمانہ تو بہت ہی سازگار ہوتا ہے، لیکن آفات غیر جنگ کے پر آشوب دنوں میں بھی محبت کا عالم ہوتا ہے، جدال و قتال کی شورش کے وقت بھی [illegible] بہار دکھاتا اور محبت کے جذبات کی سیری کے [illegible] بن جاتے ہیں، زمین [illegible] اور سنگینیوں کی [illegible] آسمان سے طیاروں کے [illegible] کے تیروں سے دلوں کے زخمی کرنے میں کوئی [illegible] نہیں ہوتی ہے [illegible] ستم [illegible] کا تحفہ عشق کھلا ہے، لیکن [illegible] دل اپنی گرفت میں لئے [illegible]

اس پر شاذ و نادر نے غصہ سے [illegible] مگر [illegible] پھنس سکی لیکن ایک [illegible] اپنے آغوش کی زینت اور دل کی راحت بنانے کیلئے [illegible] تدابیر [illegible] سیر عاشق نے اپنی محبوبہ کو مرعوب کرنے کی ٹھان لی، ایک دن [illegible] حسینہ کے مسکن پر جا پہنچا اور اندھا دھند فائر شروع کر دیئے [illegible] نازک اندام حسینہ خفیف سی زخمی ہوگئی [illegible] جان کے لالے پڑ گئے اسقدر مرعوب ہوئی کہ اسے اپنی [illegible] کے بغیر [illegible] آغوش میں [illegible] بپا کر دیا، پولیس بھی پہنچ گئی مگر حسینہ نے صاف کہہ دیا کہ معاملہ ہم دونوں کا ہے کسی کو کیا حق ہے کہ دخل انداز ہو، بتو لیکہ میاں بیوی راضی تو کیا کرے گا قاضی [illegible] منہ لیکر رہ گئے، یہ ہے محبت کی مستی کا کرشمہ۔

یورپ کے موجودہ تاجداروں میں کیرول شاہ رومانیہ پہلے [illegible] کا عشق بانکپن کیرول نے لیپسکو نامی یہودن پر جو رومانیہ کے ایک فوجی افسر کی بیوی تھی گرویدہ ہوگیا اسکا جنون عشق دن بدن شیطان کی آنت کی طرح طول ہی پکڑتا گیا، باپ ماں اور ارکان سلطنت نے بہت کچھ سمجھایا اور منت کی کہ اس عشق کا انجام برا ہوگا، کیرول کو ایسی کچھ کڑے کی لگی ہوئی تھی کہ تمام ناصحان مشفق کے مشوروں کو ٹھکرا دیا اور تاج و تخت سے محروم ہو کر دست کش ہوکر پیری تشال [illegible] کو لیکر پیرس چلا گیا جہاں کئی سال وطن سے الگ عیش و محبت کے مزے لوٹتے رہے، باپ کا انتقال ہوا، کیرول کی جگہ تاج و تخت کیرول کے فرزند کو نصیب ہوا، اسکی والدہ تا بلوغت مقرر کی گئی نظم و نسق کے لئے مشیروں کی مجلس قائم کی گئی مگر حکومت کا روبار ابتر ہوتا گیا اسوقت کیرول اچانک رومانیہ جا پہنچا اور [illegible] لیپسکو کی محبت سے دستبردار ہو گیا ارکان سلطنت نے اسے تاج و تخت شاہی عطا کر دیا، اس کے بعد کیرول نے چپکے سے [illegible] کو بلا لیا [illegible] مکان میں رکھا، اور صاحب تاج و تخت بنکر کیرول اپنے سر آغوش معشوق سے ہمکنار ہوا، لیکن حال ہی میں رومانیہ پر شاہی فوج کی [illegible] نے انقلاب برپا کر دیا، کیرول معزول کر دیا گیا اپنی محبوبہ کو لیکر رومانیہ کو خیرباد کہا اور سپین میں قیام پذیر ہوا چند دن ہوئے کہ رومانیہ کی حکومت کی طرف حکومت سپین سے مطالبہ کیا گیا کہ دونوں کو گرفتار کر کے رومانیہ بھیج دیا جائے، کیرول کے خلاف [illegible] اسکے قتل کا الزام ہے، کیرول کو سپین [illegible] جہاں اسے [illegible] کی آزادی نصیب ہے، البتہ باہر پولیس کا پہرہ ہے گویا نظربند ہے، اسکو [illegible] پہنچا دیا گیا جہاں اسے ہوٹل سے باہر قدم [illegible] اجازت نہیں، دونوں [illegible]

اب یقینی ہے کہ حکومت رومانیہ کیرول [illegible] سکی اسکو کبھی [illegible]

[illegible] ہوتا ہے

بوڑھے گوالے نے عجیب بوٹی کی راج شری رتنا گری جی کی دی ہوئی دوائی کی چھ گولیاں غلطی سے ایک ہی دفعہ استعمال کر ڈالیں تو اس حالت یہ ہوئی کہ اس کا پورا حال بیان کرنے کی تہذیب اجازت نہیں دیتی۔ قصہ مختصر اس بوڑھے گوالے نے تین شادیاں کیں اور ان شادیوں سے یکے بعد دیگرے جیتے جاگتے تندرست اور خوبصورت بچے حاصل کئے یہ خبر آناً فاناً چاروں طرف پھیل گئی۔ والیے مہاراجے نواب وغیرہ طرح طرح کی خوشامد کر کے اس نسخہ کو حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ نواب صاحب بہاولپور کے خسر حاجی محمد حیات خاں کی کوششیں بار آور ہوئیں اور بابا جی نے اس عجیب غریب دوائی کا نسخہ انکو بتا دیا حاجی صاحب نے یہ نسخہ امرت دہارا کے موجد کوی وید پنڈت ٹھاکر دت جی شرما کے ہاتھ لگا جنہوں نے اپنے دوا اور نسخوں کیساتھ اس نسخہ کو اپنے اخبار ویش اپکارک میں شائع کر کے اس سے بہتر نسخہ بنانے والے کو ایک ہزار روپیہ نقد انعام دینے کا اعلان کیا اس اعلان کو شائع ہوئے تقریباً سولہ سال گذر چکے ہیں لیکن آجتک کوئی وید حکیم اس انعام کو حاصل کرنیکی جرأت نہ کر سکا۔ پھر متھرا کے مشہور معروف وید ہری داس جی نے اس نسخہ کو اپنی کتاب چکتسا چندرادئے میں شائع کر دیا جہاں سے لیکر ہم نے ... تیار کر کے ہزاروں نامردی۔ جریان۔ احتلام وغیرہ کے مایوس مریضوں پر اس کی آزمائش اس کے حیرت انگیز کرشمے دیکھ کر خدا کی قدرت یاد آتی ہے۔ چند روز کے استعمال ہی سے انکے چہروں پر سرخی دوڑنے لگی۔ بھوک حیرت انگیز طور پر بڑھ گئی اور چالیس روز کے مکمل استعمال سے نامرد مریض قابل فخر مرد بن گئے جو صاحبان موذی امراض کی بدولت زندگی سے تنگ آ گئے ہوں اور دواؤں سے جن کا اعتقاد بالکل اٹھ چکا ہو وہ مندرجہ ذیل نسخہ بنا کر استعمال کریں

اصل نسخہ حسب ذیل ہے

شدہ بادہ فولاد ۲۰ تولہ خالص سنکھیا سفید ایک تولہ خالص کافور ۱ ماشہ ان سب چیزوں کو ۲ گھنٹہ تک گھیکوار کے گودے میں گھوٹ کر مٹی کے کوزے میں بند کر کے ۵ سیر اوپلوں کی آنچ دیں۔ ٹھنڈا ہونے پر ایک تولہ ہڑتال ورقی اور ½ ۱ ماشہ کافور کے ساتھ تیسری بار ایک تولہ گندھک آملہ سار اور ½ ۱ ماشہ کافور کے ساتھ چوتھی بار ایک تولہ شدہ سنگرف پارہ اور ڈیڑھ ماشہ کپور کے ساتھ پھونکیں۔ اسی طرح سولہ آنچ دیکر پیر بوٹی ملا کر لوہے کی کڑاہی میں ڈالیں اور نیچے آنچ دیکر راکھ کر ڈالیں بعد ازاں یہ راکھ پنکھے کی ہوا سے اڑا دیں۔

اب یہ مقویات کی سرتاج دوائی پورن شکتی داتا تیار ہے خوراک نصف رتی صبح اور نصف رتی شام کو بالائی یا مکھن کے ہمراہ کھا کر اوپر سے دودھ پی لیں۔ گرم اور ترش اشیاء سے پرہیز کریں اس دوائی کی تعریف میں متھرا کے بابو ہری داس جی لکھتے ہیں کہ ایک ہفتہ کے استعمال سے مریض کا وزن چار پونڈ بڑھ گیا اور اس کے چہرہ پر سرخی جھلکنے لگی۔ بھوپال کے وید راج بالکرشن جی شرما نے اسے ۲۵۰ مریضوں پر استعمال کیا اور امید سے بڑھ کر مفید پایا۔ رتناگر کے ایڈیٹر آیورویدا چاریہ چھوٹے لال جی جین نے اپنی مشہور کتاب گرہ چکتسا پتہ پرورتک میں لکھا ہے کہ ہم نے آجتک ایسا تیر بہدف اور مقوی نسخہ نہیں دیکھا رسالہ دھنتر کے ایڈیٹر وید بھوشن شری شیام بہاری لعل جی وید کی رائے ہے کہ اس دوائی کے چالیس روزہ استعمال کے بعد اسی سال تک بڑھاپا پاس نہیں پھٹکتا ہمارا اپنا تجربہ ہے کہ اس کے سات روزہ استعمال سے جسم میں تازہ خون دوڑنے لگتا ہے اور چالیس روز کے بعد نامرد سے نامرد اور مایوس سے مایوس مریض بھی صحیح معنوں میں مرد بن جاتا ہے زیادہ تعریف فضول ہے۔ عورتوں کی تمام امراض ہسٹریا۔ جریان الرحم اور ایام حیض کی خرابی کیلئے یہ دوائی نہایت اکسیر ثابت ہوئی ہے۔ دمہ۔ ذیابیطس جیسے موذی امراض کیلئے اس سے بہتر دوائی کا دستیاب ہونا بالکل محال ہے ہم واضح طور پر اسکا نسخہ اور ترکیب بتا دی ہے۔ جو صاحب کسی وجہ سے اسے خود تیار نہ کر سکیں وہ ہم سے دام کے دام پر منگا لیں۔ چالیس روز کی اسی خوراک پانچ روپیہ دس آنے (۱۰/۵) میں خرچہ محصول ڈاک روانہ کر دی جائے گی۔ —— فیاض منش

وینڈرس سیٹھ دلو گپتا روپ بلاس سائن شالا نمبر ۲۲ کینچوری باؤ دیلا

فلمی دنیا! نگار خانوں میں کیا ہو رہا ہے؟

یت موووی ٹون ۔ "فلم دیوالی" جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے
لی کے تہوار پہ پردۂ سیمیں پر نمودار ہو رہی ہے ۔ اسے مسٹر جے انت ڈیسائی
ڈائریکٹ کیا ہے ۔ آپ کو توقع ہے کہ یہ پکچر آپکے نہایت عظیم الشان شاہکاروں
شمار کی جائیگی ۔ آپکا یقینی خیال ہے کہ جہاں کہیں ریلیز کیا جائے مگر
یک بار پردہ پہ آکر ہفتوں تک چلتی رہیگی ۔

یہ فلم آپکے ہاتھوں میں زیر تیاری ہے جو اب سے پیشتر ہی نصف ختم ہو چکی ہے
اول اپنا نام "شادی" رکھا گیا ہے ۔ یہ ایک مجلسی موضوع پر ہے اور جہاں
یادہ دلآویز مناظر ہیں وہاں تفریح طبع کے نظارے بھی دکھائے گئے ہیں ۔

ی ٹاکیز ۔ اس کمپنی کے نگار خانہ میں ایک نئی سماجی کہانی کو زیور فلم سے
ستہ و پیراستہ کیا جا رہا ہے جس کا نام "ملن" تجویز کیا گیا ہے یقین ہے کہ
پس کی نگرانی و ہدایت کاری کے ہاتھوں میں ہے کوئی دو ماہ میں تیار ہو جائیگی ۔

نل اسٹوڈیوز ۔ اس نگار خانہ کی ایک اور مجلسی پکچر "سنسکار" ہے جو
ب پردۂ سیمیں پہ لانے کے لئے تیار ہو جائے گی ۔

ڑ دیویندر کو فلم زدہ مکارش کے نگار خانہ کے اندر مناظر کی شوٹنگ کے
یک ماہ کا عرصہ درکار ہوگا ۔

وری داستان جس کی شوٹنگ ہونے والی ہے "آسرا" ہے اُسے
بڑے کی زیر نگرانی مسٹر چمن کانت اور للت چند ڈائریکٹ کریں گے ۔

ماچترا پیٹ ۔ "امرت" نامی نئی سوشل کہانی ہے جو مسٹر کہا نیکر
رکا ہے وہ پردۂ سیمیں پہ نمایاں کئے جانے کیلئے ایک ماہ میں تیار ہو جائیگی ۔

ت فلم کمپنی ۔ "پردیسی" نامی پکچر دیوالی پر پردۂ سیمیں پہ لانے
یار نہیں ہو سکے گی ۔ اس لئے دیوالی کے بعد دکھائی جائیگی ۔

کی داستان قلمبند کرنے والے فلمی ڈائرکٹر لگاتار پونہ جاتے رہتے ہیں
نارلو کے ساتھ اس پکچر کے متعلق جو مشورے کرتے رہتے ہیں ۔

اُن کی غرض یہ ہے کہ اس داستان کی آخری رنگ آمیزی مکمل ہو جائے ۔
اس پکچر کی تیاری میں جو صاحب صدر جہ مشغول ہیں اُن کا اسم گرامی سید
فتح لال ہے ۔ آپ پر بھات کے شہرۂ آفاق آرٹ ڈائرکٹر ہیں ۔ آپکے
ہزاروں سکیچوں یعنی تصویری خاکوں کو دیکھنے والے حیرت سے نقش دیوار ہو جاتے ہیں
رنگینی کے لحاظ سے "عمر خیام" واقعی ایسی پکچر ثابت ہونے والی ہے جیسی
کہ ہندوستان میں اس وقت تک تیار نہیں کی گئی ۔

پرکاش پکچرز ۔ اس کمپنی کے نگار خانہ میں رودز نامی ایکٹرس کی سرکردگی
میں ایک سوشل داستان "مالا" کی شوٹنگ کی جارہی ہے اور وہ پردۂ
سیمیں پہ لانے کے لئے اسی ماہ کے آخر تک تیار ہو جائے گی ۔

ترون پکچرز ۔ اس نگار خانہ کی پہلی سوشل پکچر جس میں للتا پوار اداکاری کے جوہر
سب سے زیادہ نمایاں کام انجام دے رہے ہیں ۔ اب ریلیز کئے جانے
کے لئے تیار ہے ۔ جب "ٹرسٹ یور وائف" نامی پکچر پردۂ سیمیں پہ لائی
جائے گی تو بہت سے لوگ پتی بیوی کا دوبارہ یہ معلوم کرنے کے لئے دیدار
کریں گے کہ آیا اس کی ہر ایک بات درست اور موزوں ہے ۔ در اصل یہ ایک
ایسی پکچر ہے جس کے دیکھنے سے خیالات میں ہیجان پیدا ہو جاتا ہے ۔

موہن پکچرز ۔ (ناداری چور) نامی پکچر جس میں مسٹر یعقوب نمایاں اداکاری
دکھا رہے ہیں اور ایک شہرۂ آفاق اداکار ہیں ۔ نگار خانہ میں قریب الاختتام ہے ۔
ایک اور پکچر "دیپک محل" ہے جو ناداری چور کے ساتھ ساتھ بیک وقت
مکمل کی جارہی ہے اور تھوڑے ہی عرصہ میں پردۂ سیمیں پر آجائے گی ۔

سرکو پروڈکشنز ۔ "پکچر گیتا" جس میں چندر موہن اور رتنا گھوش نے
اداکاری کے جوہر دکھائے ہیں ممبئی میں پردۂ سیمیں پر آچکی ہے ۔
اسی نگار خانہ میں "دیپک" نامی پکچر تیار کی جارہی ہے جس کی
ڈائرکشن دوار کا کھوسلہ کر رہے ہیں ۔

... نقد انعام!

کیا کبھی حسن اتفاق یا خوش قسمتی سے آپ کی کسی سنیاسی با کمال درویش کامل سنت یا مہاتما سے
ملاقات ہوئی ہے ۔ تو پھر اس مرد کامل کے پاس کیا دیکھا اور کیا حاصل کیا تھا ۔ لکھو کہ بندگان خدا کی
بھلائی کے لئے اپنی زندگی کا سب سے عجیب اور سچا واقعہ من و عن لکھ کر پتہ ذیل پہ بھیجئے
مضمون مست قلندر کی قریبی اشاعت میں آپ کے نام سے شائع ہو کر نقد انعام گھر بیٹھے بھیج دیا جائے گا ۔

مینجنگ ڈائرکٹر مست قلندر لاہور

پیر دل نسیمی شہری

ہر رنگ میں یہ جہاں مرکز اضطراب تھا — تمہاری بزم میں کوئی کامیاب نہ تھا
کسی حسین میں یہ جوش شباب نہ تھا — جہاں حسن میں کوئی ترا جواب نہ تھا
کہا تھا مجھ سے سرمست میں چھلک ساقی — ترنگ عشق کی تھی نشۂ شراب نہ تھا
تھا اپنے حسن میں یکتا میں اپنے عشق میں غرق — وہ بے نظیر تھے میرا کوئی جواب نہ تھا
کچھ اور یاد نہیں ہے خیال ہے اتنا — ذرا جو آنکھ جھپک کر کھلی شباب نہ تھا
اگرچہ تھے وہ بظاہر ہزار پردوں میں — ہمارے دیدۂ دل سے مگر حجاب نہ تھا
قدم اٹھاتے ہی رخصت ہوا تھا ہوش مجھے — طریق عشق میں کوئی بھی ہم رکاب نہ تھا
یہ روز و شب کا تغیر یہ گردش مہ و مہر — کوئی بتائے جہاں میں کب انقلاب نہ تھا
کسی کو دیکھتے ہی کیا ہوا خدا جانے — ہمارے دل کو کبھی ورنہ اضطراب تھا
خیال نرگس مخمور نے کیا مخمور — خراب میکدہ و مستی شراب نہ تھا
ہیں مجھ کو یاد جوانی کے اولیں لمحے — شراب و شعر میں ڈوبا ہوا شباب تھا
خیالِ قوم سے پرواز کب ہوا غافل — کب اپنے حسن عمل میں وہ کامیاب نہ تھا

نشاط جذبۂ مسرت سے بے ہوش ہی آگئے عدالت پر لات مارنے کو تیار تھا —— ساجدہ! اسلم نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا: تمہیں پا کر میں اپنے آپ کو دنیا کا خوش ترین انسان سمجھتا ہوں۔ قسمت نے خود بچھڑے ہوؤں کو دوبارہ ملا دیا۔ اب دنیا کی کوئی طاقت تمہیں مجھ سے جدا نہیں کر سکتی۔
"نہیں اسلم!" ساجدہ نے روتے ہوئے کہا: "میں تمہارے لائق نہیں رہی۔" —— "پگلی کہیں کی!" اسلم نے مسکراتے ہوئے کہا اور دوسرے لمحہ میں وہ اسلم کی آغوش میں تھی۔ وہ بے قرار ہو کر اسلم کو چمٹ گئی اور اسلم کے لب اس کے رنگین لبوں میں پیوست ہو گئے۔

بھائیو دُنیا کی بھلائی کرو

اس سندیش کو گھر گھر پہنچا دو

بھارت ورش کے جنگلوں اور پہاڑوں میں رہنے والے سادھو مہاتماؤں نے وہ کرشمے دکھائے ہیں جنکو دیکھ کر آج کل کے سائنسدان اور ڈاکٹر حیران ہیں آجکل وہ بیماری کا علاج جب ڈاکٹر لوگ نہیں کر سکتے تھا اس کو وہ علاج قرار دیتے ہیں پہلے زمانے کے سنیاسی تنگ دھڑنگ جنگلوں میں رہنے والے مُردوں کو زندہ کردینے کی طاقت رکھتے تھے۔ ان کے کرشمے ایسے ہیں کہ ایک دفعہ تو مُردے کو بھی اٹھایا جا سکتا ہے

زمانہ بدل چکا ہے لیکن پھر بھی ہندوستان کا نام روشن کرنے والے سچے سنیاسی موجود ہیں۔ آپ میری کہانی سنئے جوانی کی غلط کاریوں اور کم فہمی کی بدولت بُری صحت کا شکار ہو کر طرح طرح کی بیماریوں میں پھنس کر اپنے ہاتھوں اپنی جوانی برباد کر بیٹھا اور طاقت مردی سے محروم ہو گیا۔ جریان، احتلام اور سرعت انزال وغیرہ نے مجھ کو کھوکھلا کر دیا چہرہ زرد پڑ گیا۔ آنکھیں اندر کو دھنس گئیں۔ دل دھڑکنا، سر چکرانا، سستی، نامردی وغیرہ وغیرہ سے تنگ آ کر مایوس ہو گیا۔ مشہور مشہور ڈاکٹروں اور اشتہاری دواؤں پر صحت کیلئے دھن کو برباد کر کے زندگی سے مایوس ہو بیٹھا میری خوش قسمتی سمجھئے کہ مجھے سری نگر کشمیر جانا پڑا۔ انہی دنوں سری امرناتھ جی کا میلہ تھا میں بھی وہاں چلا گیا۔ وہاں ہر سال ہزاروں سادھو سنیاسی آتے ہیں۔ ایک دن شام کو سیر کرتا کرتا ایک پہاڑی کے کنارے جا نکلا بہت دیر ہو گئی تھی۔ وہاں اچانک جو سامنے دیکھا تو ایک جٹا دھاری مہاتما پہاڑی سے میری طرف آتے دکھائی دیئے۔ چہرے پر پورا جلال تھا۔ جب میرے نزدیک آئے تو مجھ کو سردی سے کانپتے دیکھ کر پوچھا بیٹا کیا سردی زیادہ لگتی ہے؟ پہلے تو میں ڈر گیا پھر حوصلہ کر کے دھیمی آواز میں کہا جی ہاں۔ مجھ پر ترس کھا کر ایک سبز رنگ کی گولی کھانے کو دی۔ پیارے ناظرین! اس پرم پتا پرماتما کو حاضر و ناظر جان کر سچ کہتا ہوں ایک منٹ نہ گزرا تھا کہ میرا جسم آگ کی طرح گرم ہو گیا۔ اس کرشمے کو دیکھ کر میں نے مہاتما جی کے چرن پکڑ لئے اور میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل پڑے

مہاتما جی نے ہمدردی سے پوچھا۔ بیٹا شام کے وقت جنگل میں اکیلا اور رونے کا کیا سبب ہے؟ میں نے تمام دکھ بھری کہانی سچ سچ کہہ دی۔ اس جٹا دھاری بابا نے حوصلہ دیا اور مجھ کو اپنے ساتھ اپنے مقام رہائش پر جہاں وہ رہتے تھے لے گئے اور کہا کہ اگر تم سچے دل سے عہد کرو کہ اب بُری باتوں سے بچو گے اور بھلائی کرو گے تب تمہارا بھلا ہو سکتا ہے۔ میں نے ہاتھ جوڑ کر سچے دل سے عہد کیا۔ پھر گورو جی نے مجھ کو ایک دوائی کھانے کی اور ایک مالش کی دی۔ اور فرمایا بیٹا اب تم جاؤ اور بہت سے دکھیوں کا بھلا کرو۔ ناظرین! میں نے گورو جی کا پتہ پوچھا مگر پتہ نہیں بتلایا۔ گورو جی کے کہنے کے مطابق دوا کا استعمال شروع کر دیا ۔۔۔

دوائیاں تیار کر کے استعمال کرنی شروع کر دیں جس طرح میرا یقین تھا۔ اس کی پہلی ہی خوراک نے کرشمہ دکھانا شروع کر دیا۔ آپ یقین کریں کہ پانچ چھ دن بعد ہی میری کایا پلٹ گئی سب تکلیفیں دور ہو کر بجلی کی طرح طاقت اور جوش پیدا ہو گیا۔ اور میں اپنے آپ کو ایک قابل فخر مرد خیال کرنے لگا۔ گو ضبط کرنا مشکل تھا۔ پھر بھی بموجب حکم گورو جی کے سولہ دن دوائی جاری رکھی۔ دودھ گھی خوب ہضم ہونے لگا۔ زیادہ لکھنا خلاف تہذیب ہے گیارہ سال ہو چکے ہیں۔ آج تک کسی دوائی کی ضرورت نہیں پڑی۔ پرماتما کی مہربانی تین تندرست اور خوبصورت سنتان (بیٹے) ہیں۔ آج تک اس دوائی سے ہزاروں دکھیوں کا بھلا ہو چکا ہے۔ سینکڑوں کی مرادیں پوری ہو چکی ہیں۔ سورج مشرق کی بجائے مغرب سے نکل سکتا ہے۔ لیکن اس دوائی کا اثر خالی نہیں جا سکتا۔ اسی وجہ سے گورو مہاراج کے ساتھ کئے ہوئے وعدہ اور دُنیا کی بھلائی کیلئے اس دوا کا پرچار گھر گھر کر رہا ہوں۔ اس سے ہر قسم کی نامردی، سستی۔ کمزوری، پیشاب میں شکر آنا۔ نیا پرانا جریان، احتلام، رگوں، پٹھوں کی کمزوری، کجی، ڈھیلا پن، کوتاہی وغیرہ ہر قسم کی خفیہ روگ جادو کی طرح دور ہو کر نئی جوانی کی سی طاقت اور جوش پیدا ہوتا ہے۔ دوائی میں کسی قسم کی مضر صحت یا ضرر والی چیز نہیں ہے۔ مالش سے کسی قسم کا آبلہ یا پھنسی نہیں ہوتی۔ ہر موسم میں کھانے کے لائق ہے۔ جوان سے لیکر بوڑھے تک فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ تندرست جوانی کا لطف لے سکتے ہیں۔ بڑھاپے میں بھی کی لاشہ بلکہ جوانی جیسا مزہ آ سکتا ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ اس دوائی کے بعد عمر بھر کسی دوائی کی ضرورت نہیں پڑیگی۔ قیمت ۱۵ دن کی خوراک کشمیری پڑیاں جو تندرستی کی صحت کیلئے کافی ہیں پانچ روپے۔ کشمیری تیل رجسٹرڈ برائے مالش فی شیشی تین روپے۔ چونکہ مجھکو اس کایا پلٹ دوائی نے موت کے منہ سے بچایا تھا۔ اسلئے اپنا دھرم سمجھ کر اس کی اشاعت کر رہا ہوں اور قیمت صرف خرچہ اور لاگت پر ہی رکھی ہے۔

ضروری گذارش۔ جس طرح اصحاب میری دوا طلب کریں کیونکہ جو شخص ہر چیز کو بے یقینی کی نگاہ سے دیکھتا ہے وہ موقع پر بہت سے فائدے سے محروم رہ جاتا ہے۔ فائدہ نہ ہو تو دھرم ایمان کی جا کر قیمت واپس کر دی جائے۔ ساتھ ہی آپکا دھرم ہے کہ اگر تجربہ ہو جائے۔ کر سکتے تو میرے گورو کے سندیش کو گھر گھر خبر کر دیں کوئی بھائی محروم نہ رہے اور دعا کیلئے لکھیں اور نہ ہی کوئی بھائی ضرورت سے زیادہ منگوائے۔

آپ کا فرض۔ آجکل زمانے میں بھائی کی قدر معلوم نہیں ہوتی۔ جتنا ہونی چاہئے تب خیال ہوتا ہے کہ کسی طرح اس نایاب دوا کو گھر گھر پہنچایا جائے جس سے ہر ایک بھائی زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائے۔ اگر آپکو بھی کسی قسم کی دوائی کی ضرورت ہے تو میرے گورو مہاراج کی دوا منگوائیں آپکا زمانہ بھلا ہو سکتا ہے۔ ہماری آواز پہنچ سکتی ہی ہے ۔۔۔

دُکھ ہرن

پتہ: سوامی مہنت ۔۔۔ پوسٹ بکس نمبر ۵۲ بمبئی نمبر ۱ (ایم۔ کے۔ ایل)

آج کل کے شریف زادے

جناب [illegible]

…اودے، نیلے، پیلے، سبز، غرض سب ہی قسم کے رنگوں کی نمائش نئی دہلی میں ہر موسم میں ہوتی ہے، جگہ جگہ کھدر، گہرے، دور دراز سے آئے ہوئے، بنگالی، مدراسی، کشمیری، پنجابی، اس کے علاوہ سمندر پار کے بنے ہوئے رنگ بھی یہاں پائے جاتے ہیں اب یہ آپ کے مذاق پر منحصر ہے کہ کونسا رنگ آپ کو پسند ہے، وقت کی بھی بات ہوتی ہے، کبھی گہرا رنگ پسند ہوتا ہے اور کبھی ہلکا، جیسے کبھی رات کی آخری گھڑیوں میں مغنی آتش نفس دل پر اثر کرتا ہے، اور کبھی ہلکی ہلکی پھوار میں ترنم آمیز لبوں سے نکلتا ہوا نغمہ۔ رنگ بھی آنکھوں کے لئے وہی حیثیت رکھتا ہے جو نغمہ کانوں کے لئے۔ رنگ کو دیکھ کر ایک عجیب قسم کی فرحت ہوتی ہے جیسے نغمہ کو سن کر، یہ کیفیت زبان سے ادا نہیں کی جا سکتی۔ مجھے بے حد گہرا رنگ پسند تھا اس لئے کہ گہرا رنگ دیر میں اترتا ہے، اصل میں مجھے رنگ کا اڑنا ہی پسند تھا، جتنا زیادہ گہرا رنگ ہوگا اتنے ہی دیر میں اترے گا، جیسے اصل شکاری کو وہ شکار زیادہ پسند آتا ہے جو بڑی جان دے دے کر نکلے، تاکہ اسے کھیلنے میں لطف آئے۔

بہت سے رنگ پکے بھی ہوتے ہیں جو اڑتے ہی نہیں، نئی دہلی میں عرصہ سے رہتے ہوئے مجھے اس بات کا قطعی اندازہ ہو گیا تھا کہ کونسا رنگ اڑنے کے قابل ہے اور کون سا نہیں، منٹوں میں پہچان لیتا۔ بعض اوقات مجھے اپنی استعداد صحیح پہچان پر تعجب بھی ہوتا، لیکن میرا اندازہ کبھی غلط نہ ہوتا، پچھلے ہفتہ اس پنجابی رنگ کے معاملہ میں شروع شروع میں سمجھا کہ میں غلطی پر ہوں، لیکن جب سرخ ساڑی کا دلیاں پلو اڑ کر دوسرے رنگ کی نمائش کرنے لگا تو میں گہری سانس لیکر مسکرایا...... اور پھر...... رنگ کو خوب خوب اڑتے دیکھا...... میری صبح و شام اسی رنگین دنیا میں گذر رہی تھی۔

حسب معمول ایک دفعہ میں ایک خوشنما سڑک پر جا رہا تھا، میں موٹر کو ایسے موقعوں پر بہت ہی کم رفتار سے چلاتا ہوں، تاکہ رنگ کی تلاش کرنے میں آسانی ہو۔ ہزاروں رنگ نظر آئے لیکن بعض سخت پکے نکلے اور بعض مجھے پسند ہی نہ آئے، اس طرح کافی وقت گذر گیا، تھوڑی سی حیرانی بھی ہوئی کیا آج کی شام یوں ہی گذر جائے گی، اور مجھے تنہا ہی شراب سے شغل کرنا پڑے گا، تنہا شراب پینے سے مجھے بے حد کوفت ہوتی ہے، یہ شغل تو بیوقوف، جذباتی آدمی کو خیال بہلانے کے لئے روا ہے، مجھے خیال بہلانے سے کیا تعلق، یہ سوچ ہی رہا تھا کہ دفعتاً ایک میری زبان سے [illegible] نکلا، پھر سیلاب لگا تا اور واہ واہ کے نعرے لگا رہا تھا، میں

اپنی تلاش پر بے حد مسرور تھا، اس لئے کہ سب سے زیادہ مشکل چیز کی تلاش تھی اور باقی سب باتیں تو فنی ہیں بالکل اپنے معمول کے مطابق میں نے اور زیادہ متاثر ہونے کے لئے موٹر روک لی تھی.........

سُرخ رنگ، بے حد گہرا سُرخ، ذرا آگے نکل چکا تھا، بنارسی ساڑی پارسیوں کے انداز میں بندھی ہوئی، کلی کو کھلے ہوئے کچھ زیادہ دن نہیں گذرے تھے۔ ابھی تک شاید تیز ہواؤں سے دوچار بھی نہیں ہوئی تھی، اور اگر ہوئی بھی ہو گی تو کوئی خاص اثر نمایاں نہ تھا، وہ مجسم سرخ معلوم ہو رہی تھی، اس کی کالی کالی زلفیں بھی سرخ پردہ میں چھپی ہوئی سُرخ معلوم ہو رہی تھیں، دنیا کے سارے رنگ ماند پڑ گئے تھے وہ خراماں خراماں جا رہی تھی، اس کی نازک نازک چپلیں ساڑی کے رنگ سے ہولی کھیل رہی تھی۔

میں نے فوراً موٹر چلائی اور ان سے پندرہ بیس قدم آگے نکل کر روک لی اور اتر کر سگریٹ سلگانے لگا تاکہ کسی کو یہ احساس نہ ہو کہ میں ان کی وجہ سے اترا ہوں، وہ نیچی نظریں کئے ہوئے آگے نکل گئی، میں پیچھے ہو لیا، ہمارے درمیان کوئی دو گز کا فاصلہ رہا ہوگا، کچھ عرصہ تک تو میں اس کی چال سے متاثر ہوتا رہا، پھر بولا، گویا اپنے سے مخاطب ہوں۔ "سینما جا رہی ہوں گی آپ...... دیر تو نہیں ہوئی"۔ اس نے قہر آلود نگاہوں سے پیچھے مڑ کر دیکھا اور چل دی۔ کتنی خوبصورت تھیں اس کی آنکھیں اور پھر غصہ...... اُف! میں نے خیال کیا، سگریٹ کا ایک لانبا سا کش لیکر میں نے ایک طرف پھینک دیا اور وہیں بجلی کے کھمبے کے پاس کھڑے ہو کر ان کو جاتے ہوئے دیکھتا رہا، اس نے کافی دور نکل کر پھر پیچھے دیکھا، یہ میری کامیابی کا پہلا قدم تھا۔

میں موٹر لیکر پھر اس کے قریب آ گیا، وہ ایک گھڑیوں کی دکان میں چلی گئی۔ فوراً ہی میں بھی دوکان میں داخل ہو گیا، وہ گھڑیوں کے فیتے دیکھ رہی تھی، اس نے اڑتی ہوئی نظر سے میری طرف دیکھا اور میں نے نہ دیکھی، پھر وہ اپنے کام میں مشغول ہو گئی میں نے دوکاندار سے ذرا بلند آواز میں کہنا شروع کیا تاکہ وہ بھی سن لے "وہ...... دیکھئے...... مجھے ایک زنانی گھڑی چاہئے ہے، زنانی ———— سمجھے آپ! بہت خوبصورت ہونی چاہئے قیمت کی فکر نہ کیجئے گا"۔

بہت خوب، دوکاندار نے کہا، سرخ رنگ [illegible] دفعتہً اس کی اٹھتی ہوئی پلکیں مجھے صاف نظر آئیں [illegible]

[illegible] پہلے حیرت کی تبدیلی ... میں سے خوشبو بیت
نازک نازک گھڑیاں ... کر دیکھ رہا تھا، کبھی کبھی سرخ رنگ کی گھڑی
پر نگاہ بھی مرعوب کر دینے والی آنکھیں خود مرعوب ہو جاتیں ۔ ہوں...
یہ گھڑی تو بہت اچھی ہے "میں نے دوکاندار سے کہا ۔ "نفیس بھی .... لیکن
عورتوں کی پسند بھی عجیب ہوتی ہے، ہماری پسند سے بالکل مختلف، آپ
کو تو تجربہ ہوگا کہ کس قسم کی گھڑیاں عام طور پر عورتیں پسند کرتی ہیں"
آخری جملہ میں نے سرخ رنگ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، وہ خفیف سی مسکرائی
سرخ رنگ اور زیادہ گہرا معلوم ہونے لگا ۔۔۔ یہ میری کامیابی کا دوسرا
قدم تھا ۔۔۔ اب مجھے ذرا ہمت ہوئی اور میں نے براہ راست اس سے پوچھا
"معاف کیجئے گا ...... یہ گھڑی اچھی ہے نا؟" وہ میری معنی خیز نگاہوں
سے گھبرا کر یا شرما کر جلدی سے بول اٹھی "اچھی خاصی ہے" پھر فوراً ہی دوکاندار
سے مخاطب ہو کر بولی "یہ فیتے تو اچھے نہیں ہیں اور دکھائیے"
"اچھی خاصی سے تو کام نہیں چلے گا" میں نے دوکاندار سے کہا "بہت اچھی
ہونی چاہیئے" میں پھر سرخ رنگ سے مخاطب ہوا "آپ کو تکلیف تو ہوگی
...... آپ کی رائے سے اگر گھڑی خریدی گئی تو مناسب ہوگا، مجھے کسی کو
بھیجنی ہے" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا "عورتوں عورتوں کی پسند بھی تو

مختلف ہوتی ہے ... میں بہت ...
"یہ واقعی آپ کو پسند ہے؟" یہ بات میں نے کچھ ...
میں اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہی، اس ...
میں نے فوراً گھڑی خرید لی اور وہ بغیر فیتے دیکھے چلی گئی، میں ...
کے دام دے کر باہر آیا، وہ کچھ دور نکل گئی تھی، میں ذرا تیز چل کر اس کے قریب
آگیا "وہ ...... گھڑی تو لیتی جائیے ...... یہ تو آپ بھول ہی گئیں"
اس نے میری طرف غصہ سے گھور کر دیکھا اور ترش لہجہ میں بولی "یہ کیا مطلب
ہے آپ کا، میرے پیچھے کیوں پڑے ہیں آپ؟"
"مطلب تو کچھ نہیں" میں بولا "گھڑی آپ نے پسند کی تھی لہٰذا آپ ہی کے
لئے خریدی گئی ہے"
"میں نے اپنے لئے کب پسند کی تھی؟ میرا آپ سے کیا تعلق؟" اس کے لہجہ میں
اس دفعہ کچھ تبدیلی تھی، میں نے مسکرا کر جواب دیا "تعلق ہونے میں کیا دیر لگتی ہے"
"ایسی لغو باتیں کہتے ہوئے آپ کو شرم نہیں آتی، معلوم ہوتا ہے شرافت
آپ کو چھو کر بھی نہیں گئی" اس نے غصہ میں کہا اور جلدی میں پھر مسکرایا
اس لئے کہ بیکار اور بے معنی باتوں پر مسکرانا ہی چاہیئے
وہ ذرا آگے بڑھ کر ایک ہوٹل میں چلی گئی، میں ایک سگریٹ سلگا کر ... موڑ

میں بیٹھا [illegible] ہوئی
[illegible] کا سر کے [illegible] شرافت
[illegible] میں [illegible] سے جنگ ہو رہی تھی جب میں نے پہلی بار
[illegible] کیا تھا لیکن [illegible] کی ملاقات ہوتی ہے، شرافت کے پیر
مشکل [illegible] سے ہم سکتے ہیں میں [illegible] میں اس لئے آیا تھا کہ اپنی کامیابی پر
تنہائی میں [illegible] سکوں، کس قدر ذلیل چیز ہے حُسن بھی، میں خود کو رہا تھا
کیسی کیسی بھولی بھالی لڑکی جو یقیناً [illegible] بننے کے قابل ہے، آج ایک گھڑی
کے [illegible] میں ...... اور وہ شرافت والی بات؛ کس قدر طنز اس کا ہیں
جملہ میں، ٹھیک آجکل کوئی بھی شریف نہیں جو اپنے کو شریف کہتے ہیں ذلیل
سے زیادہ گنہگار ہیں، اس لئے کہ وہ اپنے ضمیر اور دنیا دونوں کو دھوکا دیتے
ہیں رذیلوں میں کم از کم اتنی ہمت تو ہے کہ وہ دنیا کی لعنت و ملامت
اور نفرت آمیز نگاہوں کے شکار ہو لیتے ہیں، اور یہ شریف؟ ......
جو چاہیں کیا کریں، ان کی شرافت میں دھبہ نہیں لگتا، لیکن رذیل کی نماز بھی

رذیل ہوتی ہے، ان کمبخت شریفوں نے اپنی شرافت کو قائم رکھنے کے لئے
اپنی [illegible] کے مطابق عجیب عجیب اصول و قوانین بنا رکھے ہیں ان کا ہر گناہ
"کیونکہ" اقدار اس لئے میں آسانی سے آجاتا ہے اور گناہ نہیں ہوتا ......
میری موٹر کے داہنے بائیں بہت سے شریف آجا رہے تھے [illegible]
میں [illegible] ہزاروں معصوم لڑکیاں ان شریفوں کی شرافت کا شکار ہوتی
رہتی ہے اور ان کی صورت میں کوئی فرق نہیں آتا ...... کمینے کمبخت
کہیں کے ..... اور سُرخ رنگ! کل سب شریف میرے حوصلہ اور بہادری
کی تعریف کریں گے، اس لئے کہ میں بھی تو شریف ہوں ..... میری سگریٹ
ختم ہو چکی تھی اور سگریٹ کے ساتھ میرے بے معنی اور پریشان کن خیالات
کا سلسلہ بھی، سُرخ رنگ نے میرے خیالات کو پھر رنگین بنا دیا، میں نے توبہ کی
شریف ہی شریف ہوتے ہیں ...... لاحول ولا ..... میرے ذلیل خیالات
مجھے کفر کی طرف لیجا رہے تھے ...... توبہ توبہ ...... صبح کو سرخ رنگ بالکل
اُڑ چکا تھا اور میری خوابگاہ کے سفید پردوں سے مل رہا تھا ..... گھڑی نیا

شعرائے ملت

دورِ جدید کی شاعری کے چند اچھوتے نمونے!

[illegible]

سوزِ جذبات اگر دل میں فراواں ہو جائے
خود بخود آ کے اگر وہ مرا مہماں ہو جائے
کیوں نہ آباد یہ میرا دلِ ویراں ہو جائے
عالمِ یاس میں امید کی ہلکی سی جھلک
حسنِ معصوم ہے جنبشِ مژگاں کی قسم
مطربہ چھیڑ دے پھر نغمۂ الفت ایسا
اے مری خلد تبسم میں تبسم کے نثار
گیسوؤں والے مرے حالِ پریشاں کی قسم
چاندنی رات ہے تارے بھی ہیں مدھم مدھم
فتنۂ حشر بہ ہنگام اٹھانے والے
ان کے چہرے پہ اگر چشمِ طلب جم جائے
روئے تاباں سے اگر آج الٹ دے تو نقاب
اٹھ گئی قیدِ غزل نظم کا دور آیا ہے

[illegible]

شعلۂ عشق ہی خود حسن بداماں ہو جائے
میرے غمخانۂ ہستی میں چراغاں ہو جائے
تو جو چاہے تو بیاباں بھی گلستاں ہو جائے
جس طرح ابر میں بجلی کوئی پنہاں ہو جائے
اس قدر درد بڑھا جو مرا درماں ہو جائے
نغمہ زن جس سے ہر اک تارِ رگِ جاں ہو جائے
مسکرا ایسا کہ ہر زخم گلستاں ہو جائے
آج شانوں پہ فراز زلفِ پریشاں ہو جائے
کاش وہ آج کی شب زیبِ شبستاں ہو جائے
متزلزل وہ کہیں عالمِ امکاں ہو جائے
میرا دامانِ نظر خلد بداماں ہو جائے
چشمۂ نور ہر اک شے سے نمایاں ہو جائے
آج آگاہ مظفر اس سے غزل خواں ہو جائے

[illegible]

نازو نیازِ حسن و عشق دونوں کا انتخاب ہے
جس نے ادا یہ دیکھ لی چھا گئی اس پہ بیخودی
دیدۂ دل سے اہلِ دل دیکھیں فدا جمالِ یار پہ
چارہ گرو دعا کرو کام دوا کا اب نہیں
بہرِ عیادت آ گئے ہیں اور کرم ہے ان کے ساتھ
قبر کے سونے والے بھی سمجھتے ہیں خوب چین سے
فیض ہے یہ بھی لے جمالِ عکسِ جمالِ یار کا

[illegible]

ان کی اگر نہیں مثال اپنا کہاں جواب ہے
گردشِ چشمِ یار بھی دورِ شرابِ ناب ہے
آئنہ دارِ نورِ حق وہ لبِ بے حجاب ہے
آج مریضِ عشق کا حال بہت خراب ہے
خود ہیں سمندِ ناز پر موت بھی ہمرکاب ہے
نیند ہے نیندِ موت کی خوابِ اجل کا خواب ہے
دل جو فروغِ داغ سے غیرتِ آفتاب ہے

[illegible]

جب گیت ہیں چند روزہ بقا کے
اٹھو شکستِ گل کی صورت ہو رخصت
ہر شگل میں مل کے گل و خار یکساں
گزشتہ زمانے کی تنقید چھوڑو
[illegible]

[illegible]

مضامین مجھکو سنا دو فنا کے
پیام سفر ہیں یہ جھونکے صبا کے
یہیں ختم ہیں سب فرق شاہ و گدا کے
تو اور شیخ یہ مسئلہ سبق لا فنا کے
وہ لیں کیوں نہ دم اب تہِ خاک جا کے

نہ نصیب فطرت انسان ہے
ہر ایک نقش وجود
لالہ ہے گا چشم ورست
ہو نظارہ ہے چشم کامیاب
ہمدردی فوج اب شر
موج بھی موج ہستی کا سکوں
دیدہ و دل ہیں سراپا اضطراب
ہے خلش جس کی سکوں بخش حیات
ہے یہ سالک اپنا معیار حیات

کاوش غم ہر نفس ہیجان ہے
مہیب عالم امکان ہے
تنگ ویراں سی ویران ہے
کائناتِ شوق میں ہیجان ہے
مقتضائے فطرتِ انسان ہے
اِک پیامِ آمد طوفان ہے
کس طرح کہئے کہ اطمینان ہے
اب ہمارے دل میں وہ ارمان ہے
حسنِ سیرت جس میں ہو انسان ہے

ہوا تھا زندگی میکدہ کی شکایتیں ہیں مدام باقی
ہوا کا جھونکا بھی ہو بہ بادہ بدھر کیا رُخ اُٹھا کے پھینکا
گئے تو ہیں ار شعر سنانے لیکن اسی طرف رخ کئے پڑے ہیں
جھکائے کعبہ سو میکدہ میں تو ہم نے بدلا نہ اپنا مشرب
یہ سوچ کر خوش نہ ہو ابھی سے کہ جیسا ہو جو ہو چکے ہم
بھری ہے ساقی جو کال سے کاتوس لے بیخ کش مرا نذر نوش
چلے جو صیاد کی ہمیشہ تو باغ عالم ہو دم میں ویراں
بدل گیا رنگ میکدہ کا یہی ہے دورِ بادہ خیر ساقی
جہاں میں ساقی رہے ہمیشہ رہا بچا تیرا بادہ خانہ
نہ بیٹھنا تم ہو کے غافل اٹھو اٹھو دور کا سفر ہے

بقدر حاجت ہر اک کو دے دی ہر اک ہے پھر تشنہ کام باقی
بہت ہیں ایسے کہ جن کا نہ نام باقی نہ کام باقی
ہر ایک دل میں ہے ستحق میکدہ کا ابھی تلک احترام باقی
وہی ہیں سجدے اسی آستاں کے وہی قعود و قیام باقی
ابھی نہیں صبح کو فراغت ابھی بہت سے ہیں کام باقی
بس اک مہینہ یہ کیا مقرر رہے ہمیشہ صیام باقی
ہوا کا جھونکا کچھ ایسا آیا نہ عید باقی نہ جام باقی
نہ اپنی حالت میں ہے ساغر نہ لب پہ ہیں جام باقی
جو ختم ہے باقی رہے ہے باقی جو ہے باقی تو جام باقی
بہت سے ساماں ہیں جمع کرنے ابھی بہت سے ہیں کام باقی

رخ جمیل کبھی بے نقاب ہو نہ سکا
نظام میری وفا کا خراب ہو نہ سکا
خلش کا بتکدہ غرقِ شراب ہو نہ سکا
تری نظیر رُخ ماہتاب ہو نہ سکا
امید دید کی لذت سے کوئی کیا واقف
شباب آتے ہی آزاد ہو گئے جلوے
تری نگاہ نے اک دردِ مستقل بخشا
گداز عشق سپاس غرقِ عرض نیاز
فراق طور پہ تم نے دکھا دیا جلوہ
تمہیں ازل میں ملی تھی بہار رشک جناں
حواد ثات سے بچتے رہے مگر سیفی

کتابِ عشق کا رنگین باب ہو نہ سکا
ترا عتاب بھی میرا جواب ہو نہ سکا
نگاہِ مست سے کا بہ ثواب ہو نہ سکا
ترے شباب کا ظالم جواب ہو نہ سکا
زہے نصیب کہ میں کامیاب ہو نہ سکا
حجاب ان سے بقدرِ حجاب ہو نہ سکا
ترے کرم سے زیادہ عتاب ہو نہ سکا
ترے حضور کوئی کامیاب ہو نہ سکا
نگاہِ عشق سے آخر حجاب ہو نہ سکا
خزاں پذیر تمہارا شباب ہو نہ سکا
نظامِ دردِ محبت خراب ہو نہ سکا

مشہور کی پہلی عید

...بذاب محتاج تعارف نہیں رہا۔ ملک کے تمام رسائل اور اکثر اخبارات نے
...نے کالموں میں "مشہور" کا ذکر جمیل کیا ہے اور ملک کے ہر گوشے
...مشہور" کی مانگ چلی آ رہی ہے۔ جو لوگ "مشہور" کا مسلسل
...کر رہے ہیں وہ ایمانداری کے ساتھ یہ رائے رکھتے ہیں کہ "مشہور"
...صرف دو ایک ہی رسالے ہیں۔ ایسی حالت میں اگر آپ نے یہ رسالہ
...دیکھا تو نہایت تعجب ہے تازہ نمبر ۲۵ رمضان المبارک تک تیار ہو جائیگا
...عید نمبر کا کوئی اعلان نہیں کیا تھا۔ لیکن اس کثرت سے عید کے متعلق نظم
...مضامین موصول ہوئے ہیں کہ ہم اس پرچہ کو عید نمبر کہیں تو بجا
...طباعت و کتابت نہایت اعلیٰ ہو رہی ہے۔ کاغذ بھی گلیز لگایا جا رہا ہے،
...کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔ چندہ خریداری عہ بھیج دیجئے تاکہ یہ دل آویز اور
...مجموعہ آپ کو مفت حاصل ہو جائے۔ نمونہ کا پرچہ ۳ کے ٹکٹ آنے پر ارسال کیا جائیگا

المشتہر

مینیجر رسالہ مشہور دہلی

خدا اور عورت

جس طرح خدا کے ہر کلام سے خدا کی شان نظر آتی ہے۔ اسی طرح عورت کے ہر کام سے عورت کی شان نظر آنی چاہیئے۔

اگر آپ اپنی بیوی میں یہ خوبی اور شان پیدا کرنا چاہتے ہیں تو اسے ہدایت نامہ بیوی پڑھنے کو دیں یقیناً آپ بےحد خوش ہونگے۔

سب کتب فروش اور ریلوے بکسٹال بیچتے ہیں

قیمت۔ اردو۔ ہندی۔ گورمکھی ۱۲ر

مصنفہ کوی راج ہرنام داس بی۔ اے لاہور

لطف کی لمبی گھڑیاں!

عجیب امساک! اگر آپ کو امساک کی ایسی دوا کی تلاش ہو جو حقیقت میں پوری طرح ... کی گھڑیوں کو بڑھا دے تو خرد کو لذت جبر ڈکی ایک شیشی منگا کر لینی چاہیئے ... ایک گولی کھا کر مست کر دیتا کر لیجئے ناممکن ہو بغیر ترشی کھائے جاتے کمال یہ ہے کہ یہ گولیاں افیون، بھنگ، چرس وغیرہ نشہ آور اجزا سے بالکل پاک ہیں ... امساک کے بڑھانے میں انتہائی حیرت انگیز ہے اس دوا کے مقابلہ کی کوئی دوسری چیز امساک کو بڑھانے اور سرعت و رقت کی شکایت کو دور کرنے والی خرید اور لذت جبرڈ کے سوا آپ کو نہیں مل جائے۔ قیمت ایک شیشی ایک درجن گولیاں دو روپے۔ ڈاک خرچ آٹھ آنے علاوہ

ایک قطرہ کا کرشمہ! امریکن ڈاکٹر کی حیرت انگیز وہ سدھار جبرڈ یہ دوا ان لوگوں کیلئے ایجاد کی گئی ہے جو فوراً فائدہ اٹھانا چاہیں صرف ایک قطرہ لگانے سے سستی، کمزوری دور ہو کر غضب کی طاقت پیدا کر دیتا ہے۔ کیسا ہی سست ... ہو اس کا ایک قطرہ جادو کا کام کرتا ہے ... نسخہ کی ضرورت نہیں پڑتی امریکہ کے ڈاکٹر نے ہندوستانیوں کیلئے یہ چیز ایجاد کی ہے کہ جس کو استعمال کر کے ان کو زندگی کی سچی خوشی مل جاتی ہے۔ اس کو استعمال کر کے ... ندامت اور شرمندگی سے بچ سکتے ہیں۔ قیمت صرف دو روپے سات آنے۔ ڈاک خرچ آٹھ آنے علاوہ۔

محبوب آپ کا غلام ایک عجیب ایجاد جو آج تک دیکھی نہ سنی ہوگی۔ یہ ایک قسم کا روغن ہے جس کو اگر کوئی عورت سونگھ لے تو مست ہو جائے کسی کو اپنا بنانا ہو تو ... اس کے پاس سے گذر جاؤ وہ تمہارا ہو جائے گا۔ تمہاری تلاش میں دن رات ایک کر دیگا۔ خوشبو میں ایسی تاثیر ہے ... بے چین ہو جاتی ہے۔ مطلب کیلئے دن رات ایک کر دیتا ہے اس کو محبت کا جادو، تسخیر اور دام کر لینا ... قیمت فی شیشی ... روپے ... آنے۔

پتہ۔ ... ہندوستانی شفاخانہ پوسٹ بکس نمبر ۵۲ .Q. M دہلی

چند نایاب نسخے

پہلے لیے ... نسخہ کیمیا ... سونا کی طرح ... ثابت ہے۔ اور ... نہیں کرتا۔ اس دوا میں عجیب شفا ہے۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ ... باہ چہرہ ... دو ... کے بعد پھر کبھی طاقت کی کمزوری ... رہے گی۔ اور آپ بڑھاپے تک ... جریان۔ احتلام۔ سرعت، ضعف باہ ... قیمت دو روپیہ (۲) طلائے حیرت: عضو مخصوص کے ... نقائص ... دور کرکے لوہے کی لاٹھ جیسا ... تاکہ ... تا ہے۔ آب ... قیمت فی شیشی ڈیڑھ روپیہ۔ نوٹ: جو صاحب ... ہوں۔ وہ ... یہ دو شیشی طلائے حیرت استعمال کریں۔ وہ یقیناً دوسری شادی کرنے پر مجبور ہونگے۔ قیمت مکمل کورس پانچ روپیہ۔ ان دو شیشی ... کے موافق ادویات ... اور ہزاروں کو شفا ہوئی یقین کیلئے ... غلط ثابت کرنیوالے کو پانچسو روپیہ انعام ملیگا۔ منی آرڈر سے محصول ... سے آٹھ آنہ زائد خرچ آئینگے۔ پتہ:- این۔ اے شاہ ریٹائرڈ پولیس افسر ڈاکخانہ ... ضلع پشاور

برتھ کنٹرول

برتھ کنٹرول		پر ...
بے خطا	آٹھ آنے میں	محفوظ
سائنٹفک	اختیاری	بلا تکلیف
کنٹرول کی شیشی ... بغیر وقت ... لگالیجئے		
پتہ ... اینڈ ... فارمیسی ...		

مست قلندر میں اشتہار دیجئے

اور خاطر خواہ فائدہ اٹھائیے

باعزت روزگار

دیکار ہے تو لیبو پیتھک ڈاکٹری کا ... تعلیم بزبان اردو حاصل کرکے بعد امتحان نے کر عزت، شہرت، دولت حاصل کریں۔ ... طبابت، وید ک، ڈسپنسری، اور میڈیکل کے ذریعہ ... امریکہ کی یونیورسٹی سے الیکٹرک ... انجینئرنگ ... کو سند منگوا سکتے ہیں جوابی خط و کتابت کریں۔ پتہ

بزم اطبا ... دہلی Delhi

غصہ کا بھیانک پھل

دہلی سے ... کے ... ایک ... فرماتے ہیں ... کہا ... کیا؟ ... عادہ ... غصے کے ماسے ایک ... گیا ... آپ کی ... قدم قدم پر رہنمائی کرنیوالی کتاب میں نے کبھی پڑھی تھی۔ یہ کتاب لکھ کر آپ نے نوجوانوں اور انکی بیویوں پر بڑا احسان کیا ہے۔ فقط

یہ کتاب سب کتب فروش اور ریلوے بکسٹال بیچتے ہیں

سستی نامردی اور کمزوری کے مایوس مریضوں کا مکمل علاج

[illegible]

نئی روشنی کی دوستی

[illegible] ایک مفید اصلاحی افسانوی کہانی

موہنی میز پر چائے کا پیالہ رکھتے ہوئے کانپ اٹھی اتنے میں پروفیسر کیشور بول اٹھے۔ موہنی! یہ میرے دوست اجے کمار ہیں۔

پھر اجے کمار کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ اور یہ ہے میری موہنی!

موہنی [illegible] چکی تھی۔ اُسے شوہر کی بات پر ہنسی آتے آتے رہ گئی

اجے کمار حال ہی میں کاچور آیا تھا اور پروفیسر کیشور کی گفتگو کا ایک خاص موضوع بنا ہوا تھا کیشور سائنس کا پروفیسر تھا وہ حد سے زیادہ متین اور سنجیدہ تھا۔

موہنی بھی جوان اور صرف تین بچوں کی ماں تھی کیشور نئی روشنی کا جوان تھا۔ لیکن معلوم نہیں وہ اپنی ازدواجی زندگی سے مطمئن تھا یا غیر مطمئن وہ تو ہر وقت اپنے موضوع کے مطالعہ میں مصروف رہتا تھا۔ مہینے کے آخر میں پانسو روپے لاکر موہنی کے سامنے رکھ دیتا اور پوچھتا مہینے بھر کے خرچ کے لئے تو کافی ہوں گے نہ؟ موہنی مسکرا کر جواب دیتی۔ کافی نہ ہوں گے تو تم کہیں چلے جا رہے ہو۔

کیشور کہتا۔ تم دیکھتی ہو۔ میں اپنے کام میں کس قدر منہمک رہتا ہوں۔ مجھے تم سے کبھی پوچھنے کا بھی خیال نہیں آتا۔ اسی طرح کی ایک گفتگو کے دوران میں موہنی نے پوچھا۔ یہ تو بتاؤ کہ سوائے پڑھائی میں کیسی دلچسپی ہے تمہیں یا کافی بہتات نہیں؟ کیشور نے کہا۔ مجھے کسی دوسری طرف توجہ کرنے کا موقع ہی کہاں ملتا ہے مجھے آٹھ سال ہوگئے جانتے ہو اس طرح تم سمجھ سکتی ہو کہ میرے لئے اپنے موضوع کا مطالعہ کس قدر ضروری ہے موہنی نے یہ سنکر سر جھکا لیا۔

کیشور نے کہا۔ دیکھو میری اجازت کے بغیر میرے کمرے میں کوئی نہ آئے

وہ اپنے کمرے میں جا کر مطالعہ میں مصروف ہو گیا

اجے کمار نے کلکتے سے تار دیا تھا۔ وہ سٹی مجسٹریٹ ہو کر آ رہا ہے۔

دو روز کے انتظار کے بعد اجے کمار آیا۔ اور کیشور نے موہنی سے اس کا تعارف کرایا اس کے بعد وہ اُسے بھی بھول گیا۔ کبھی کبھی موہنی اجے کو چائے پر مدعو کرتی۔ اس وقت کیشور اس سے دو دو باتیں کر لیتا۔

شام کے چھ بج چکے تھے۔ بجلی کی روشنی میں کیشور اپنی ڈائری پر جھکا کچھ نوٹ کر رہا تھا۔ موہنی نے اس کا شانہ ہلاتے ہوئے کہا چلو سینما دیکھیں کیشور نے اسی طرح ڈائری پر جھکے ہی جھکے کہا آج مجھے بالکل فرصت نہیں ہے۔ موہنی کل چلنا۔ موہنی منہ بنا کر بولی نہوں۔ کل اجے بابو کو چھٹی کہاں رہیگی۔ وہ دورے پر جانیوالے ہیں۔ آج تو وہ بھی چلے آئے ہیں؟

تو انہیں آج جانے دو۔ میں تمہیں کل لیجاؤں گا۔ موہنی نے بگڑ کر کہا۔ تو جانے دو۔ میں کل بھی نہ جاؤں گی۔

اتنے میں اجے آ گیا۔ اس نے کہا ارے بھابی جلدی کیجئے دس منٹ اور ہیں۔

کیشور بولا۔ اچھا اجے بابو آپ جا رہے ہیں تو موہنی کو بھی لیتے جائیے۔

اجے نے خوش ہو کر کہا۔ اچھی بات ہے تو بھابی جلدی سے تیار ہو جائیے۔

موہنی کو اجے کیساتھ جانے میں کچھ جھجک معلوم ہوئی پھر بھی وہ چلی گئی۔ وہ کچھ ایسی خوبصورت عورت نہ تھی۔ رنگ گہرا سانولا تھا۔ قد بھی کچھ زیادہ تھا البتہ تھی زندہ دل اور خوش مزاج۔ صحت بھی اچھی تھی تین بچوں کی ماں ہو چکی تھی۔ پھر بھی چہرے پر شباب کی تازگی موجود تھی۔

اجے کمار گورے رنگ کا اور نہایت تندرست نوجوان تھا۔ مزاج میں بھی لطافت و رنگینی تھی۔ آنکھوں سے شوخی و بیباکی جھلکتی تھی۔

انٹرول میں دونوں باہر نکل کر باتیں کرنے لگے

اجے۔ کیوں آج پروفیسر صاحب کیوں نہیں آئے

موہنی آج انہیں کام تھا کل آئینگے!

وہ آپ کے ساتھ بہت کم باہر نکلتے ہیں؟

وہ اپنے کاموں میں اس قدر منہمک رہتے ہیں کہ انہیں دوسری دلچسپیوں کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی؟

اجے کچھ دیر خاموش رہا۔ پھر موہنی سے ذرا اور قریب ہو کر بولا۔ میں دیکھتا ہوں وہ روز بروز خشک طبع ہوتے جا رہے ہیں۔ برابر ایک ہی موضوع کے مطالعہ .....

یکایک بغل سے ایک موٹر ہارن بجاتی ہوئی نکل گئی۔ اجے نے جلدی سے موہنی کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ جیسے اس نے موہنی کو موٹر سے بچانے کیلئے ایسا کیا ہو اجے کے اس طرح ہاتھ پکڑنے سے موہنی کے دل میں ایک خاص کیفیت پیدا ہو گئی

[illegible]

... کا کمرہ [illegible] کرے سے نکل گیا

ہا [illegible] بستر پر لیٹے ہوئے تھے۔ باہر کمرے سے نکلا۔ دو

بچے سو گئے تھے۔ چھوٹی بچی جھولے میں پڑی

پڑی رو رہی تھی۔ اور نوکرانی اسے تھپک

تھپک کر سلانے کی کوشش کر رہی تھی۔ کیشور

نے کئی بار موہنی کو آواز دی لیکن جب کچھ

جواب نہ ملا تو وہ بچوں کے کمرے میں گیا۔

کیشور کھانا کھا کر تنہا لیٹا۔ تو اسے موہنی

کی عدم موجودگی کچھ شاق گذری۔ مگر اس کا

دماغ اس قدر تھکا ہوا تھا۔ کہ وہ کچھ زیادہ سوچ

نہ سکا اور سو گیا۔

———

[illegible] بجے کے قریب موہنی واپس آئی تو

اسے کیشور کے کمرے میں قدم رکھتے ہوئے

کچھ ندامت محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے

[illegible] پوچھا۔ صاحب کہاں ہیں؟

صاحب کھانا کھا کر سو گئے ہیں۔

اچھا دروازہ بند کر کے جاؤ۔

وہ دبے پاؤں کمرے میں گئی۔ اور کپڑے

اتار کر شیشے میں اپنی صورت دیکھنے لگی۔ کیا

زندگی اتنی کیف آگین اور نشاط آور ہو سکتی

ہے۔ ابے کتنی دلکش اور سرور انگیز باتیں کرتا

ہے اسے میری بے کیف زندگی سے کتنی ہمدردی

ہے۔ بس کے مزاج میں کتنی لطافت اور رنگینی ہے؟

تصور نے کیشور اور ابے کو ایک ساتھ موہنی کے

سامنے لا کھڑا کیا۔ ابے کا دلکش اور شگفتہ چہرہ

اس کی پر کیف اور جذبات خیز گفتگو۔ بات

چیت میں میٹھی چٹکیاں موہنی کے ساتھ اس کا

[illegible] موہنی کے دل میں گھر کر گئی تھی۔ دوسری طرف

کیشور تھا۔ خشک اور متین۔ چہرہ جس

پر شگفتگی کی کبھی ایک [illegible] نظر نہیں آتی

ہنسی آنا بھی چاہتی ہو تو سپاٹ سے ہونٹوں

سے واپس کر دیتا ہے۔ کسی تفریح و دلچسپی

کا تو وہ نام ہی نہیں لیتا۔ جس کے نزدیک

جو کچھ ہے سائنس ہے۔ اسے موہنی کی کوئی

پرواہی نہیں ہے۔ وہ تو کبھی بھول کر بھی نہیں

پوچھتا کہ موہنی تو کیسی ہے۔ اور کیا چاہتی ہے؟

اتنے میں پاس کی گھڑی نے الارم دے کر

بارہ بجائے۔ موہنی اسی وقت جاگا کرتی اور

چھوٹی بچی کو دودھ پلاتی۔ وہ بارہ کا الارم سن کر

چونک پڑی۔ اسے بڑی ندامت ہوئی کہ وہ

آج کن گندے خیالات میں بہ رہی ہے۔ وہ

تین تین بچوں کی ماں ہو کر تباہی کے کس غار میں

مردانہ اور زنانہ امراضِ خصوصی کا شرطیہ علاج

فائدہ نہ ہونے پر کل خرچہ واپس

خدانخواستہ آپ کسی مہلک مرض مثلاً سوزاک، جریان، آتشک۔ نامردی۔ سرعتِ انزال۔ کثرتِ احتلام میں گرفتار ہیں۔ عضو مخصوص میں کجی۔ لاغری، کوتاہی، سستی یا اسی قسم کی کوئی شکایت ہے۔ علاج کرتے کرتے عاجز آ گئے ہیں۔ سینکڑوں روپیہ حکیم، وید اور ڈاکٹروں پر بھینٹ چڑھانے کے بعد صحت سے مایوسی ہو چکی ہے۔ تو بھی شافیٔ مطلق کی ذات سے ناامید نہ ہو جیئے۔ صرف آخری بار امراضِ مردانہ اور زنانہ کے ماہر ڈاکٹر ایس کے ساحر سے مشورہ لیجئے

ڈاکٹر صاحب موصوف کی پشتہا پشت سے طبابت چلی آ رہی ہے۔ اور امراضِ خصوصی میں ان کا خاندان خاص طور پر نمایاں رہا ہے۔ ان کے پاس بے شمار تیر بہدف نسخے اور دوائیں موجود ہیں۔ سینکڑوں ہزاروں ایسے مریض جو ہر طرف سے مایوس ہو کر موت کی دعائیں مانگ رہے تھے۔ دیکھتے دیکھتے تندرست ہو گئے۔

اسی طرح عورتوں کے امراضِ خصوصی کا بھی کامیاب علاج کیا جاتا ہے

بے شمار شریف خواتین فائدہ اٹھا چکی ہیں۔

خط میں بے تکلفانہ اپنے مفصل حالات لکھئے۔ جملہ خط و کتابت راز میں رکھی جاتی ہے۔ یہاں آکر علاج کرانے والے حضرات کے قیام و طعام آرام و آسائش کا باقاعدہ انتظام کیا جاتا ہے۔ اخراجات کم سے کم ہیں۔ فائدہ نہ ہونے کی صورت میں کل خرچہ واپس۔

خط و کتابت کا پتہ: ڈاکٹر ایس کے ساحر انڈین اسٹور، بریلی (یو۔پی)

گئی تھیں جس ... [illegible]

منہ کا پانی ... بھی ... [illegible]

سینے کی جی ... اکا ... کمرے میں ہوتی

بے سود تھے ... منہ کو جوٹے سے اتار کر

دو دو پیالے ... کی کی نیند کھل گئی

اس نے ... آواز میں کہا۔ کھانا لاؤں

بی بی جی، آپ کب آئیں؟

موہنی آہستہ سے بولی۔ میں کھانا نہ کھاؤں گی،

تم اپنے کمرے میں جا کر سو رہو۔

~~~~~~~~~~

موہنی کے رات کے خیالات رات کے ساتھ رخصت ہو گئے۔ کیشور اپنے مطالعہ میں مصروف تھا اور موہنی اپنے کمرے کے ساتھ اپنی دلچسپیوں میں، اب وہ ہر اعتبار سے ایک اپ ٹو ڈیٹ عورت تھی، پرانے خیال کے لوگ اسے دیکھ کر انگلی اٹھاتیں، جنھیں نام دھرتیں، مگر نوجوان طبقہ اسے پسند کرتا تھا۔ وہ بھی اس انقلاب سے مسرور اور مطمئن تھی کہ ایک گلاب نے اس کی زندگی کو ایک دم سے شرابور کر دیا۔

وہ پارک میں، کلب میں، سینما میں، دریا کی سیر میں ہمسائے کی طرح اجے کے ساتھ رہتی، منچلے نوجوان اس بیل جوڑ کو دیکھ کر دو چار آوازے کسے بغیر نہ رہتے، عورتیں دیکھتیں اور بے اختیار مسکرا پڑتیں۔ بوڑھے دیکھتے اور متانت سے سر ہلا دیتے، لیکن اس سے زیادہ کسی کو کہنے کی جرأت نہ ہوتی، کنواری اور بیوہ کے خلاف تو آسانی سے زبان کھولی جا سکتی ہے لیکن شوہردار عورت کے متعلق کس کی مجال ہو سکتی ہے جو صاف لفظوں میں کچھ کہے؟

دسمبر کا مہینہ تھا، سردی شدت کی تھی کیشور کو بخار آیا۔ اس روز موہنی کو باہر جانے کا موقع نہ ملا، وہ کبھی بچوں پر دانت پیستی، کبھی شوہر پر منہ بناتی، کبھی نوکروں پر غصہ اتارتی، کیشور بخار میں بے خبر پڑا تھا، موہنی کرسی پر بیٹھی، ناول دیکھ رہی تھی، اتنے میں اجے مسکراتے ہوئے آ گئے۔ اور کہا بھابی میرا انتظار ... ہو گیا ... پر ... موہنی ... بولی۔ کیا تم یہاں سے چلے جاؤ گے؟

اجے نے کہا۔ میرے دوستوں نے پارٹی دی ہے، میں تمہیں لینے آیا ہوں۔

موہنی کا دل دھڑکنے لگا۔ سنبھل کر کہا، دوستوں نے تمہیں پارٹی دی ہے، لیکن میں کیسے جا سکتی ہوں، ان کو بخار ہے۔

اجے نے دیکھا، کیشور کا چہرہ لال ہو رہا تھا، نبض تیزی سے چل رہی تھی، ایک لمحہ کو اجے کا جذبۂ محبت بیدار ہو گیا، لیکن گناہ پسند اور ضمیر باختہ لوگوں کے جذبات نیک دیرپا نہیں ہوتے۔ اجے نے موہنی کی پشت پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ کچھ مضائقہ نہیں بھابی، ملیریا بخار ہے۔ صبح اتر جائے گا۔
~~~~~~~~~~

ہوئے تھے ... سے جو اس کی طرف دیکھ
رہے تھے کوئی بات نہیں سمجھ
سکتے ... نوکرانی ... ہے۔ یہ
دیکھ کے آپ پوچھ سکتے ہیں آپ کو چلیں کا
سوہنی نے نوکرانی کو اس کے متعلق مزید ہدایات دی
اور ... بدل کر چلی گئی۔

رات کے دس بج گئے مگر سوہنی اب تک واپس نہیں
آئی۔ کیشو کے حواس درست نہ تھے وہ رہ رہ کر
چیخ چیخ باتیں کر رہے تھے۔ نوکرانی پریشان بیٹھی
تھی۔ کیشو نے اس بدحواسی میں پکارا سوہنی سوہنی
نوکرانی برف کا تھیلا سر پر پھیر رہی تھی۔

ایک بجے کے قریب کیشو کے بخار میں کچھ کمی ہوئی
اس نے نیم باز آنکھوں سے نوکرانی کی طرف دیکھا
اور نحیف آواز میں کہا سوہنی تم ابھی تک جاگ رہی
ہو۔ جا کر سو رہو نہیں تو تمہاری طبیعت بھی
خراب ہو جائے گی۔

نوکرانی کی آنکھیں ... اپنے ہاتھ میں لے کر کہا۔
سوہنی سینما چلی گئی۔
نوکرانی بولی، صاحب! میں بھول گئی وہ تو لیکھی
جی کے ساتھ باہر گئی ہوئی ہیں۔

یہ سن کر جیسے یکایک کیشو کا بخار تیز ہو گیا۔ اس کی
سرخ آنکھیں اور بھی سرخ ہو گئیں۔ اتنے میں رات کے
ڈھائی بجے سوہنی کمرے میں داخل ہوئی۔ اس کے پاؤں
ٹھکانے پر نہ پڑتے تھے۔ وہ تھرما میٹر لیکر ٹمپریچر
لینے کے لئے جھکی کیشو نے تھرما میٹر دور پھینک دیا
اور چلا کر بولا، بدمعاش کہیں کی ... مجھ کو تجھ سے
کبھی امید نہ تھی کہ تو اتنا ذلیل ثابت ہو گا ...
کیشو بے ہوش ہو گیا۔
لیجئے نے کہا کچھ بات نہیں، دماغ کا بخار ہے دور ہو جائیگا
سوہنی۔ ہاں کوئی فکر کی بات نہیں ہے۔
ایک ہفتہ کے بعد کیشو کا بخار دور ہوا۔

... سب سے اچھا ...
اسی کمار کا بچہ تھا کیشو کو یہ شبہ ...
پہلے ہی سے تھی ...
سوہنی پہلے کی طرح خوش اور شاداں رہنے لگی
لیکن اسے اپنی زندگی بے کیف اور تلخ معلوم ہوتی تھی۔
کبھی کبھی باغ میں چلی جاتی اور تنہائی میں بیٹھ کر
سوچتی کہ اس کی زندگی کی وہ مسرتیں کہاں غائب ہو گئیں
وہ اچھے کمار کو بھلانے کی بہت کوشش کرتی لیکن
اس کی زندہ یادگار اس کی گود میں موجود تھی وہ اسے
بھلا کیونکر سکتی تھی۔

ایک دفعہ سوہنی باغ میں بیٹھی ہوئی اپنے ماضی پر غور
کر رہی تھی کہ اس نے دیکھا اچھے ایک
دوشیزہ کو بغل میں لئے ہوئے باغ میں داخل ہوا
سوہنی کا بچہ اس کی گود میں تھا اس نے ایک بار بچے
کی طرف نظر کی اور دوسری بار اچھے کی جانب اور سوہنی
کی زبان سے بے اختیار نکل گیا نستے مسٹر اچھے!

[illegible] آپ کی ملاقات [illegible]
اچھا صاحب یا چند سال پہلے یہاں [illegible]
ہوں یہ سمجھیے ایک دوست کی بیوی ہے اور [illegible]
رمان خواب ہو گیا ہے۔
یہی تصویر یا آنکھ ملا کر کہنے لگا [illegible]

[illegible] کی زبان سے ایک [illegible]
[illegible] صاحب نے کہا کہ [illegible]
[illegible] اپنا [illegible]
تو پہلے ہی رخصت ہو چکی تھی مگر اس وقت گیسو [illegible]
خاموشی اور سچی محبت اور راجہ کی [illegible]

[illegible]
[illegible] حضرت [illegible]
وہ زندگی بھر [illegible] نظر نہیں آتی۔
[illegible]
وسیع ہو کر تا چلا جا رہا ہے۔

پریتم

جناب پروانہ از مجیلی شہری

رُخ ترا ماہتاب ہے پریتم
آنکھ سے جو ٹپک پڑے آنسو
تیری انگڑائیاں قیامت ہیں
پھول جنت کا کھل گیا گویا
اُف محبت کی یہ گلابی رات
تشنگی اس سے بجھ نہیں سکتی
آج ہیں کل یہاں نہیں ہونگے
جب سے رخصت ہوئے ہو تم آکر

ماہ کیا آفتاب ہے پریتم
وہی رنگیں شراب ہے پریتم
تیرا اُٹھتا شباب ہے پریتم
یہ ہنسی لاجواب ہے پریتم
کتنا رنگین خواب ہے پریتم
ساری دنیا سراب ہے پریتم
اپنی ہستی حباب ہے پریتم
دل میں اک اضطراب ہے پریتم

از مولانا حضرت الف ... [illegible]

[illegible]
[illegible]

کہاں کھوئی ہوئی ... [illegible]
تجلی کی بلندیوں پر،
آسمان پر،
زمین پر،
[illegible] کی چوٹی پر،
چاند کی بسیط فضا میں،
بادلوں کی لطیف چھاؤں میں،
سورج کی ضیا بار کرنوں میں،
دریا کی پرمستی مترنم لہروں میں،
ستاروں کے ترنم میں،
پھولوں کے جھونکوں میں،
آنسوؤں کے جھلملاتے ہوئے قطروں میں
لیکن ——
نہیں پا سکا
پھر بھی جستجو میں لگا رہا ——

لگا رہا ——
اس وقت تک لگا رہا ——
جب تک کہ تجھے پا نہ لیا ——
آخر تم مل گئے ——
کہاں ——
میرے دل کے اندر ——
دیکھوں تو ——
اب تم کس طرح مجھ سے روپوش ہو سکتے ہو
رہو ——
میرے دل میں رہو ——
اور اپنی تجلیوں سے ——
میرے دل کے بجھتے ہوئے کنول کو
روشن کرو! ——
روشن کرو! ——

~~~~~~

تیری آواز

تیری آواز ——
میرے جب کانوں میں آئی ——
میں: ——
نرم و معطر بستر پر ——
خواب شیریں سے ہم آغوش تھا
اور ——
گلدستوں کی بھینی بھینی باس سے ——
کمرہ عشرت گلزار بنا ہوا تھا ——

~~~~~~

رات رخصت ہو رہی تھی۔ ——
اور چاند کی ہلکی ہلکی چھوٹیں ——
پردوں سے چھن چھن کر آ رہی تھیں
ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں ——
اٹکھیلیاں کر رہی تھیں ——

تیری آواز پر ——
میری نیند ... [illegible]
میں چونک پڑا ——
خود جو کیا تو ——
[illegible]
[illegible]
[illegible]
اور ——
تیرے ... [illegible] بستر ... [illegible]

~~~~~~

دریچے میں سے ——
[illegible]
[illegible]
میں آنکھیں ملتا ہوا اٹھ بیٹھا ——
اسی سوچ میں تھا ——
یکایک میری نظر جو دروازے کی طرف اٹھی
تو ... [illegible] ——
~~~~~~

بوند! ____

اب ایک خوبصورت ____

اور درخشاں موتی ہے ____

بادشاہ کے تاج کی زینت ہے۔

اس کی ترقی کی وجہ! ____

کہ اس نے اپنے کو حقیر جانا ____

ناچیز سمجھا ____

اس لئے ____

پلے پہاڑ بن گئی ____

اب وہ بوند ____

بوند نہیں موتی ہے ____

ہر جگہ ____

اس کی قدر ہوتی ہے ____

بازارِ حسن!

ایک ایکٹرس کی آپ بیتی

لندن کی ایک حسین لڑکی کی سرگزشت [illegible]
بازارِ حسن میں عصمت فروشی کے لئے مجبور ہونا پڑا

نئے پڑھنے والے یہاں سے شروع کریں: قسمت کے ہاتھوں مجبور ہو کر مونی لاتوش۔ لندن کی ایک حسین ترین عورت بازارِ حسن میں آ پہنچی۔ جب وہ یہاں کسی کو خوش وقت کرنے پر آمادہ ہوتی ہے۔ جس کے پاس زہر تک کھانے کو بھی ایک پیسہ تک نہیں۔ گھر کا تمام سامان گروی رکھا جا چکا ہے۔ مالک مکان نے دو ہفتوں میں کرایہ کے لئے ۴۸ گھنٹے کا نوٹس دے چکا ہے۔ وہ کہتی ہے: میں نے آمدنی کے سب ذرائع تلاش کئے لیکن افسوس کہ کام نہیں ملا۔ کام کے بغیر کہیں سے آمدنی کی کوئی صورت نہ ہو سکی۔ چنانچہ بیچارگی کی حالت میں میرے لئے گناہ کی زندگی اختیار کئے بغیر گذارہ ناممکن ہو گیا..... والد فرانس کی لڑائی میں مارے گئے اور چھ ماہ بعد خستہ حال والدہ بھی بعارضہ تپ دق عدم آباد کو سدھار گئیں۔ ان کی زندگی ہی میں ولیم فنٹ لا ہمارے ایک پڑوسی سے میری نسبت قرار پا چکی تھی۔ ماں کے انتقال کے کچھ عرصہ بعد وہ رخصت لے کر فوج سے گھر آیا اور اس رات ..... مجھ سے بھاری فروگذاشت ہوئی یعنی اس کی چکنی چپڑی باتوں میں پھنس کر شادی سے قبل ہی اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دیا ..... اور پھر وہ میدانِ کارزار میں جا کر ایسا گیا کہ واپس نہ لوٹا۔ اس طرح بھول سے کنوارے پنے میں ہی ایک بچہ کی ماں بن گئی۔ اس وقت اگر میں چاہتی تو حکومت سے اپنے بچے کا گذارہ بھی لے سکتی تھی کیونکہ اس کا باپ کارِ سرکار میں مارا گیا لیکن افشائے راز کے خوف سے ایسا نہ کر سکی۔ ایک ماہ سے کچھ اوپر میں زچہ خانہ میں رہی۔ مجھے اس ننھی سی جان سے اتنی گہری محبت ہو گئی تھی کہ اگر میرا بس چلتا تو اس کو اپنے کلیجے سے کبھی جدا نہ کرتی۔ لیکن افسوس یہ ناممکن تھا۔ بہر صورت میں میرے واقفکار رہتے تھے۔ میں نے کچھ رقم ماہوار دینے کا فیصلہ کر کے ان کو بچے کی پرورش پر آمادہ کر لیا۔ ادھر سے فارغ ہوئی تو لیڈی بیگم کی عنایت اور سفارش میرے آڑے آئی جن کی وساطت سے کچھ عرصہ تک میں دو لیچ کا سا کام فلم سازی میں اور اس کے بعد مختلف پرائیویٹ فرموں میں کام کرتی رہی۔ یہاں تک کہ مجھے جوئی تھیٹر میں بطور ایک اسٹیج ایکٹرس کے ملازمت مل گئی۔ ایک تو جوانی اور دوسرے حسن۔ کمپنی کے بعض چیدہ ارکان نے میرا ستیاناس کرنا چاہا لیکن کسر اٹھا نہ رکھی۔ مجھے طرح طرح کے لالچ بھی دیئے گئے۔ مگر جب طرح نہ مانی تو مجھے ستانے اور ہر طرح سے تنگ کرنے میں ان لوگوں نے کمر باندھ لی۔ یہ صورتِ حالات چند ماہ تک رہی اور اس کے بعد جبکہ کمپنی مضافات کا دورہ کر رہی تھی مجبوراً مجھے اس سے علیحدہ ہونا پڑا کیونکہ منیجر کمپنی سے ان بن ہو گئی تھی۔ وہ ظالم مجھ سے میری عصمت کا طالب تھا۔ اور میں زندگی بڑی سے بڑی قربانی کر کے بھی اس کو ہاتھ سے دینا نہ چاہتی تھی ~~~~~~~~~~ (گذشتہ اشاعت سے آگے)

چھٹا باب!

اس وقت میں کمپنی سے جدا ہو کر پھر ایک بار لندن آگئی۔ یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ جن لوگوں کے ہاں میں پیشتر ارلز کورٹ میں رہا کرتی تھی۔ وہ اب برکسٹن چلے گئے ہیں اور پاس ہی میری بچی نانا کی سہیلی بھی انہیں کے ساتھ رخصت ہو گئی ہے۔ میرے دونوں جگہیں برابر تھیں۔ مقصد یہ تھا کہ کسی ایسے مقام پر رہوں جہاں سے تھیٹروں کی ایجنسیاں قریب ہوں تاکہ مجھ کو دوبارہ حصولِ ملازمت [illegible] سانی رہے مگر اس کے علاوہ اپنے [illegible] پہچانے لوگوں کے پاس رہنے میں آدمی کو ہمیشہ آرام ملتا ہے۔ پس میں ان کی تلاش میں برکسٹن چلی گئی اور وہاں ان کو پا کر پھر ایک بار انہی کے پاس رہنے لگی۔

قیام و طعام کے بندوبست سے فارغ ہو کر میں تھیٹریکل ایجنسیوں کی تلاش میں نکلی۔ مختلف مقامات پر اپنا نام بطور امیدوار لکھوایا اور سب سے یہ جواب حاصل کیا کہ ایک ہفتے کے بعد آ کر خبر لینا۔ ہم سے جو کوشش ممکن ہو گی کریں گے۔ کسی سے بھی زیادہ ان لوگوں نے مجھ کو یقین دلایا کہ ہم ضرور تم کو ملازمت لے دیں گے لیکن عملی طور پر یہ ہوا کہ گو میں ایک بار نہیں کئی منتظمان کے ہاں گئی تاہم نہ کسی طرح کوئی مجھ کو پیش کی گئی نہ مجھ کو امتحان کے لئے بلایا گیا۔ میرے بعد کئی آئیں ہو گئیں اور لڑکیاں کر دکر کال گئیں۔ لیکن میں ویسی کی ویسی [illegible]۔ [illegible] سرگرانی بھری امید ہر دم [illegible] تھی لیکن عملی نتیجہ وہی [illegible] [illegible]



پنڈت ٹھاکر دت شرما وید

ہندوستان کے مشہور وید اور اُن کے

سات عجائبات

بنی نوع انسان کی جُملہ امراض کیلئے آبِ حیات

ہندوستان کے لاکھوں انسان امرت دھارا کو جُملہ امراض کی واحد دوا تسلیم کر چکے ہیں۔ یہ جادو بھرا نام جس کے سُننے سے جھٹ اعتقاد اور عزت کا جذبہ پیدا ہو اُٹھتا ہے۔ اپنے ساتھ سالہا سال کی شہرت کا ریکارڈ رکھتا ہے۔ اب اس شہرۂ آفاق دوا کے موجد پنڈت ٹھاکر دت شرما نے اس کے مرکبات سات (۷) مختلف شکلوں میں تیار کئے ہیں جن سے زمانہ حال کے لوگوں کی تمام ضروریات حل ہوتی ہیں ؏

امرت دھارا


Everyday ailments

بدن کی اندرونی اور بیرونی تمام بیماریاں اور تکلیفیں اور درد اس عجیب غریب دوا کے سامنے سر جھکا دیتے ہیں۔ قیمت فی شیشی دو روپے آٹھ آنے۔ نصف ایک روپیہ چار آنے۔ نمونہ آٹھ آنے (۸) ؏

امرت دھارا مرہم


Skin Diseases

یہ ایک ایسی مرہم ہے جسکے تمام اجزا صفائی اور صحت کو پیدا کرنیوالے ہیں۔ جو پھوڑے کسی طرح سے اچھے نہیں آتے۔ وہ اس کے ذریعہ بہت جلدی بھر جاتے ہیں۔ قیمت ایک روپیہ ؏

امرت دھارا لوشن


Sore Throat

گلے کی تمام خرابیوں۔ انفلوئنزا۔ سردی اور زکام وغیرہ میں یہ جراثیم کو ہلاک کرنے والی غرارے کی دوا

قیمت ایک روپیہ

امرت دھارا بام



گنٹھیا۔ جوڑوں کا درد۔ کمر درد نیز دیگر تمام درد اور سوزشیں اس کے ذریعہ رفوچکر ہو جاتی ہیں

قیمت ایک روپیہ

امرت دھارا سوپ


Healthy skin

جلد کی صحت اور صفائی اور ساخت کی حفاظت کے لئے بڑھیا صابون ہے۔

قیمت چودہ آنے

امرت دھارا لوزنجز



خاص کر بچوں کیلئے تیار کی گئی ہیں۔ ان میٹھی ٹکیوں کو کھا کر بچے امرت دھارا کے تمام فوائد حاصل کر لیتے ہیں۔ قیمت چار آنے ؏

امرت دھارا

آپ کے سامنے گھر کا ڈاکٹر

امرت دھارا پین فو

امرت دھارا کے ساتھ دیگر اجزا ملا کر خاص طور پر اندرونی و بیرونی دردوں کے دفعیہ کے واسطے ایک بہت مفید چیز بنائی گئی ہے۔ جو کہ بہت ہی سستی مگر نہایت موثر دوائی ہے۔ قیمت ایک اونس کی شیشی ۸/

امرت دھارا

آپ کا سچا رفیق ہے

خط و کتابت و تار کا پتہ۔ امرت دھارا۔ لاہور

ملازمت کی تلاش میں [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] کی ملازمت کی امید دلائی گئی لیکن جب
[illegible] ملاقات کر کے اس جگہ پہنچی تو معلوم
ہوا کہ جگہ رک گئی ہے اس اثنا میں جیسا کہ کہا جا
چکا ہے میرا تھوڑا سا اندوختہ رفتہ رفتہ ختم ہونے
[illegible] کہ ایک دن آیا جب میرے پاس صرف
ایک پیسہ باقی رہ گیا۔ ——

ایک روز کا ذکر ہے میں دن بھر کام کی تلاش میں
سرگرداں پھرنے کے بعد شام تک تھک ہار کر واپس آئی
تو [illegible] جو میرے بالمقابل ایک کمرہ میں
رہتی تھی [illegible] میں میرے کمرہ میں آ کر کہنے لگی "چلو میرے پاس
بیٹھو وہیں چائے پیتے ہوئے باتیں کریں گے"
میں اس خیال سے آمادہ ہو گئی کہ شاید وہ تلاش
معاش میں میری کچھ مدد کر سکے، چنانچہ اس کے پاس
[illegible] میں نے اپنی مشکلات کی داستان اس سے بیان
کی [illegible] پر اس نے مجھ سے وعدہ
امداد کیا تھا، اس لئے پوچھا کہ کوئی ایسا کام تمہاری
نظروں میں ہے جو میری اس مصیبت کا خاتمہ کر سکے
یا کوئی ایسا مشورہ ہی دو جس سے میں اپنے لئے
[illegible] کی کوئی صورت پیدا کر سکوں۔

مبتلائے مصیبت آدمی کو سب سے زیادہ ضرورت
ہمدردی کی ہوتی ہے، میرا خیال تھا وہ اگر کچھ نہیں
تو ہمدردی کے چند الفاظ ضرور کہے گی۔

اس نے میری داستان الم کو گہری توجہ کے ساتھ سنا
[illegible] بعد [illegible] مار کر ہنسنے لگی، اس کی یہ
ہنسی میرے لئے ناگوار ہوئی چنانچہ [illegible]
[illegible]
[illegible]

اور تم میری ہی طرح انسان ہو۔ ——

"آہ، تم ناراض ہو گئیں" وہ جلدی سے بولی
"میں درحقیقت تمہارا مطلب [illegible] بلکہ
مجھے صرف اس خیال سے ہنسی آ گئی ہے کہ تم اور
اس قدر معاملہ پر اتنی پریشان ہو [illegible]
جس کو خدا نے [illegible] کان عطا کر رکھی
ہو۔ اگر افلاس کی زنجیریں جکڑتیں تو اس کی اونچائی تک
[illegible] ہیرا سونے کی کان میرے پاس
...... کہاں؟" ——

"میری نادان سہیلی، یہ دلفریب صورت یہ خوشنما
قامت جو خدا نے تم کو دی ہے یہ اگر کان جواہر
نہیں تو اور کیا ہے، یہ ٹینس کی ڈگری کو [illegible] چھوڑو
اور شام کو چراغ جلے ویسٹ اینڈ کی سیر کرنے چلی
جایا کرو، دیکھو تو کس چیز کی کمی باقی رہ جاتی ہے
معلوم ہوتا ہے تم نے یہ طریقہ پیشتر آزما کر نہیں
دیکھا، دو تین گھنٹے میں اتنا کما لو گی کہ کئی دنوں
کے لئے بے فکر ہو جاؤ گی، دوپہر تک پڑی سویا
کرو، سہ پہر کو سیر و تفریح کرو، بس اس کے بعد
رات کے پہلے حصہ میں ذرا پکاڈلی سرکس میں گھومنے
چلی جایا کرو، کافی ہے۔" ——

اس غیر متوقع عجیب و حیرت انگیز نصیحت کو سن
کر مجھ پر سکتہ کی سی حالت طاری ہو گئی، مجھ کو خواب
میں بھی خیال نہ آ سکتا تھا کہ اس طرح کے الفاظ اس
کی زبانی سنوں گی، شکل و صورت سے وہ ایسی
قماش کی لڑکی نظر نہ آتی تھی۔

"افسوس میں یہ کام نہ کر سکوں گی"۔ میں نے
آخر کار اس کو جواب دیا۔ "خدا نے مجھ کو اس کام
کے لئے نہیں بنایا تھا، میں تو فاقوں مر جاؤں گی
لیکن یہ ذلت گوارا نہ کروں گی۔"

"جو کچھ تم کہہ رہی ہو وہ کوئی نئی بات نہیں ہے"
وہ خشک لہجہ میں بولی "کبھی میرے اپنے خیالات
بھی [illegible] ہوا کرتے تھے، لیکن [illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
کیونکہ میں ہر بات میں تمہاری ہمدردی اور [illegible]
کر سکتی ہوں۔

میرے لئے یہ دیکھنا ذرا بھی مشکل نہ تھا کہ [illegible]
ہے اور وہ ہمدردی میری امداد کیلئے [illegible]
...... جو راستہ مجھ کو دکھایا جا رہا تھا [illegible]
اور بے باک تھا، کان اس گفتگو کو سنتے ہوئے
شرماتے تھے دل اس زمانہ کے تصور سے [illegible]
جاتا تھا جب مجھ کو حصول معاش کی خاطر [illegible]
مجبور ہونا پڑے۔ ایک بار تو مجھ کو اس خیال سے طیش
آنے لگا تھا کہ اس نے کس طرح کی شرمناک تجویز میرے
سامنے پیش کی، جی چاہتا تھا اس کو صاف لفظوں
میں کہہ دوں کہ تم اس حقیقت کو جانتے ہوئے [illegible]
بھی کہ میں [illegible] قسم کی زندگی بسر کرنے پر آمادہ نہیں
کی وجہ سے مجھ کو [illegible] ملازمت پر مجبور ہونا پڑا ہے
منہ سے ایسی تجویز پیش کر رہی ہو، لیکن پھر [illegible]
سوچ کر رہ گئی کہ اس نے یہ تجویز میری امداد کی نیت سے
پیش کی تھی اس کو [illegible] تھا میرے اپنے [illegible]
ہے کیوں میں اس سے ناحق الجھنے کی کوشش کروں
پس میں نے [illegible] کے لئے اس کا شکریہ ادا کر لینا
کافی سمجھا، مگر ساتھ ہی کہہ دیا کہ افسوس میں اس
تجویز پر عمل نہ کر سکوں گی، مجھ کو ہر حال [illegible]
جاری رکھنے سے [illegible] اس
علاوہ ابھی میں دو تین ہفتے [illegible] ترشی سے گزر
بھی کر سکتی تھی۔

رفتہ رفتہ یہ دو تین ہفتے بھی [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

اس [illegible] کی [illegible] ازراہ
[illegible] میں شائع کیا [illegible]
[illegible] اشتہارات بھی ایک
[illegible] کر [illegible] بھیجا جا کر پوچھا بھی
لیکن افسوس [illegible] امید افزا جواب نہ ملا۔ سبھی [illegible]
سے خالی ہاتھ واپس آنا پڑا۔
لیکن جب آمدنی کے ذریعے مسدود ہوں [illegible]
انتہائی کفالت بھی [illegible] کب تک۔ احتیاج تک
پہنچنے سے [illegible] آخر کار وہ دن بھی آنے والا
آگیا جب [illegible] میں ایک شلنگ صرف
[illegible] رہ گیا تھا [illegible] کا دودھ [illegible]
روزی بھی [illegible] کا بچہ کے خرچ کا بوجھ تھا۔ ناظرین
معلوم ہے کہ ایسے بچہ کی پرورش اور
[illegible] کرتے تھے اور مجھے ان کو ماہوار
[illegible] اجات کا بل ادا کرنا پڑتا تھا۔
[illegible] حیران تھی کہ کیا کروں اور کدھر
[illegible] یاس کا گھپ اندھیرا ہر طرف
[illegible] چھایا تھا۔ امید کی ہلکی سی شعاع
[illegible] دکھائی دینی بند ہو گئی تھی۔ اس
[illegible] اور روح فرسا حالات میں آخرش
[illegible] وقت آیا جب مجھکو سخت مجبوری
[illegible] حالت میں با دل ناخواستہ یا من
[illegible] پر غور کرنا پڑا۔ اب میرے لئے
[illegible] کی دنیا میں دو ہی صورتیں باقی
[illegible] تھیں، یا تو دریا میں ڈوب کر خودکشی کر لوں یا ...
پھر سوچ آئی کہ ایک تیسری صورت اور بھی تو
[illegible] جو بلٹی تھیٹر میں جا کر ایسی نا ہنجار منیجر کے
[illegible] سامنے ایک [illegible] سے تھیٹر میں کھیلا تھا، ایک
[illegible] مضمون [illegible] میں اب راضی ہو جا
[illegible] ہماری [illegible] ہوں، کیا تعجب کہ
[illegible] وہ پھر سے [illegible] لینا منظور کرے لیکن
[illegible] [illegible] ساری عصمت
[illegible] کھانے [illegible] ہوگا!

اس کے علاوہ میں ممکن ہے کہ اب حالات [illegible]
کا مستقل [illegible] کی خاطر وہ بالکل ہی انکار کر دے۔ عجیب
اس کو طلب تھی اور مجھ کو تامل، تو حالات کچھ اور
تھے، اب میرا اس کے سامنے دست سوال پھیلانا
کچھ اور ہی معنی رکھتا تھا، نہیں، اب اس کے پاس
جانا ہی لا حاصل ہے، وہ سو بسوے انکار کر دیگا۔
پس یہ تجویز نظر انداز کر کے میں نے اور باتوں
پر ہر پہلو سے غور کیا، میں نے بہت عرصہ ان کو جانچنے
اور ان کے نیک و بد کو پرکھنے میں دماغ سوزی کی
لیکن انجام کار بچہ کی محبت اور اس کے مستقبل کا
خیال فیصلہ کن ثابت ہوا، اور میں نے اپنی جان پر
جبر کر کے یہی طے کر لیا کہ جس صورت میں اور کوئی
چارۂ کار نہیں رہا، تو مجبوراً یہی رستہ اختیار کرنا
چاہئے، ماں اپنے بچہ کے لئے کیا کچھ نہیں کرتی، اگر
مجھے اسکی خاطر اپنی ہستی کا بہترین جوہر بھی فروخت
کرنا پڑے تو بلا سے، مجھ کو اس میں تامل نہ کرنا چاہئے۔
اس کے اگلے دن میں نے بچے ہوئے ایک
شلنگ میں سے چھ پنس میں گذر مان لی اور باقی
چھ پنس ٹرین کے کرایہ کے لئے رکھ لئے، اور اس کے
بعد اس وقت کا جو آخر کار میری زندگی میں انقلابی
کیفیت پیدا کرنیوالا تھا انتظار کرنے لگی۔ میں

مدت گذر چکی تھی [illegible]
[illegible] کہ یہ [illegible] ہو سکے ہو جاتا [illegible]
تھا کہ [illegible] سب تو یقین حاصل ہو گیا [illegible]
کوئی صورت اب بھی نکل آئے، ممکن ہے کوئی
[illegible] اس طرح کا پیدا ہو کہ مجھ کو اس انتہائی [illegible]
پر مجبور نہ ہونا پڑے۔
وہ دن بڑی آہستگی سے گذرا، لیکن آخر کار گذر گیا
اور رات سر پر آئی، مگر کوئی خلاف امید واقعہ [illegible]
انتظار تھا ظہور میں نہ آیا، سیروں کے دن مت ہوئی
گذر گئے، اب تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی اپنی
عادات میں بھی تبدیلی ہو گئی ہے۔
آخر جب سات بج گئے اور میرے لئے امید کی سب
فرضی اور موہوم صورتیں نقش باطل
کی طرح مٹ چکیں تو اٹھی۔ دروازہ
کھولا اور عصمت بیچ کر اپنا اور بچے
کا پیٹ پالنے نکل [illegible] ہوئی
[illegible] وہ لوگ جو اس دور تہذیب
کی ترقیوں پر نازاں ہیں کیا [illegible]
سے بھی تم کو ان بدنصیب عورتوں کا
کبھی خیال آیا ہے جو میری طرح
بربادی اور تباہی کی طرف [illegible]
پر مجبور ہو جاتی ہیں، جن کو [illegible]
نیک رہنے کی [illegible] ان کو [illegible]
نہیں دیتے، [illegible]
کی متلاشی ہیں لیکن کوئی ان کو کام [illegible] دیتا، کوئی
ان کی پھوٹی تقدیر پر غور کرنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھتا
میں بھی میرا آخری انتہائی ارادہ مصمم ہو گیا
دست بھیانک تھا، قدم اٹھتے ہوئے لڑکھڑاتے
تھے، آنکھوں کے سامنے چنگاریاں سی چھوٹ رہی
تھیں، لیکن مجبوری ...... احتیاج و ناداری
اور بے بسی دامن کشاں اسی طرف کھینچ لئے جاتی
تھیں ——— باقی آئندہ

آگے کے واقعات [illegible]

جانِ آرزو

جناب آرزو سہارنپوری

[illegible] مرمرں پہ شمع بزمِ جاں لئے ہوئے
[illegible] شعر کی نظر کو دے رہی ہے دعوتیں
[illegible] رہی ہے بادۂ ازل کی شوخ مستیاں
[illegible] رہی ہے فطرتِ لطیف کے جمال کو
[illegible] رہی ہے حسنِ عرش و فرش گام گام پر
[illegible] رہی [illegible] ل کے طور پر جمالِ خاص کو
بنا رہی ہے [illegible] نشاط، سطحِ دہر کو،

یہ کون آرہی ہے حسنِ دو جہاں لئے ہوئے
سُبک سُبک خرام میں گلابیاں لئے ہوئے
حسین حسین نگاہ میں صراحیاں لئے ہوئے
جوانیوں کی آڑ میں جوانیاں لئے ہوئے
اداؤں میں مزاجِ نو کی گرمیاں لئے ہوئے
نظر کے شوخ دامنوں میں بجلیاں لئے ہوئے
تبسمِ جمال میں، تجلیاں لئے ہوئے

زمیں سے آسمان تک شباب ہی شباب ہے
یہ کون آئی آرزو پیامِ جاں لئے ہوئے

دو بازاری کتابیں!

عنقریب دفتر مست قلندر سے شائع ہو رہی ہیں

بچلے والی کی سرگذشت (با تصویر)

جو اس سے پہلے مست قلندر کے کالموں میں مسلسل چھپ کر خراج تحسین حاصل کر چکی ہے۔ ہیروئن ابھی تک بقید حیات ہے اور جب گناہ کی زندگی کو خیرباد کہہ کر مست قلندر میں اس نے اپنی شادی کا اعلان شائع کرایا تھا تو کم و بیش پانصد خطوط معزز طبقہ کے شادی کے خواہشمند نوجوانوں کے دفتر مست قلندر میں موصول ہوئے تھے حجم تقریباً دو سو پچاس صفحات اور قیمت صرف

ایک روپیہ (عہ)

حرامزادے کی سرگذشت (با تصویر)

عشق و محبت اور کیف و نشاط کی رنگینیوں سے لبریز ایک رنگیلے نوجوان کی داستانِ گناہ جس کا مشغلہ حیات صرف تین چیزوں تک محدود تھا۔

عورت — شراب — اور — تماش بینی

وہی ہنگامہ پرور دل و جگر کو گرمانے والا اور کلیجہ میں چٹکیاں لینے والا لاجواب ناول ہے۔ جس نے مست قلندر کے اوراق میں مسلسل شائع ہو کر ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک نوجوان طبقہ کے سینے میں آگ لگا دی تھی۔ جہازی سائز کے دو صد صفحات اور قیمت صرف

ایک روپیہ عہ

[illegible]ٹ کاغذ کی گرانی کے باعث صرف گنتی کی کتابیں چھپوائی جا رہی ہیں۔ [illegible] چھپنے سے پہلے اپنا آرڈر بک کرا لیجئے نہیں تو بعد میں آپ محروم رہ جائیں گے

[illegible] کا پتہ: منیجر مست قلندر لاہور

عورت کا سینہ

اکثر دیکھا گیا ہے کہ بعض نوجوان عورتوں کا سینہ [illegible] بچوں کو زیادہ دودھ پلانے کے سبب سے [illegible] ڈھلک [illegible] جاتے ہیں۔ اور ان میں نرمی پیدا ہو جاتی ہے۔ جس [illegible] عورت کا چہرہ تو کسی قدر جوان معلوم ہوتا ہے۔ لیکن سینہ یعنی پستان ضعیف اور ڈھیلے ہو جاتے ہیں۔ اس [illegible] حالت سے بھی خود غرض مرد عورت سے متنفر ہو جاتا ہے [illegible] وہ صرف عورت کی جوانی اور حسن سے محبت کرتا ہے۔ اور جب عورت کا سینہ ڈھیلا اور نرم ہو جاتا ہے۔ تو وہ [illegible] نظر آتی ہے۔ اسلئے نفرت کرنے لگتا ہے۔ لہٰذا عورتوں کو چاہیئے۔ کہ وہ اس خرابی کو فوراً دور کر دیں۔ اور اپنا سینہ کو خراب نہ ہونے دیں۔ اس کی بہت آسان ترکیب یہ ہے کہ

لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ [illegible] ۲۴ دہلی

کے پتہ پر خط لکھکر ایک شیشی دوا "برسٹ [illegible]" [illegible]یں۔ اور اسے بتائی ہوئی ترکیب کے مطابق استعمال کریں [illegible] ہوا نرم سینہ پھر ٹھیک ہو جائے گا۔ پستان [illegible] سخت ہو جائینگے۔ یہ بہت مجرب دوا ہے [illegible] ہوئے پستانوں کو سخت اور دوبارہ گول کرنے [illegible] دوا فوراً استعمال کرنی چاہیئے۔ ایک شیشی کی قیمت چار روپے پندرہ آنے ہے۔ اور اس پر سات آنے محصول [illegible] وی۔پی منگا لیجئے۔ اس دوا کے استعمال [illegible] کے دودھ پر کوئی برا اثر نہیں پڑتا [illegible] گود میں ہے۔ تو وہ بلا تکلیف دودھ پیتا [illegible]

تمہاری قسم اب بھی تم پہ فدا ہوں

حضرت بہزاد لکھنوی

یہ مانا کہ [illegible] نہیں ہے
یہ مانا کہ اختر شماری نہیں ہے
یہ مانا کہ وہ بیقراری نہیں ہے
یہ مانا کہ مدت سے تم سے جدا ہوں
تمہاری قسم اب بھی تم پہ فدا ہوں

محبت سے معمور ہے میری دنیا
مرے عشق سے چور ہے میری دنیا
ابھی تک سے ستور ہے میری دنیا
ابھی تک اسی درد میں مبتلا ہوں
تمہاری قسم اب بھی تم پہ فدا ہوں

غلط ہے کہ پہلی سی الجھن نہیں ہے
غلط ہے کہ اب دل میں دھڑکن نہیں ہے
غلط ہے کہ وہ شورو شیون نہیں ہے
مگر ہاں یہ ہے زیرِ لب کہہ رہا ہوں
تمہاری قسم اب بھی تم پر فدا ہوں

میں ہنستا ہوں لیکن ہنسی دوسری ہے
یہ محسوس کرتا ہوں کوئی کمی ہے
وہی دل کی رنگت وہی بیکلی ہے
سمجھتے ہو تم مجھکو ۔ بدلا ہوا ہوں
تمہاری قسم اب بھی تم پر فدا ہوں

مقدر میں لکھا ہے ناشاد رہنا
مقدر میں لکھا ہے برباد رہنا
مقدر میں لکھا ہے بہزاد رہنا
اسی واسطے اپنے لب سی چکا ہوں
تمہاری قسم اب بھی تم پر فدا ہوں،

سلام کہتی ہیں

جناب حشر القاسمی [illegible]

کلی کلی کی نگاہیں سلام کہتی ہیں
شباب نو کی فضائیں سلام کہتی ہیں،
جو ہو چکا ہے تصدق جمالِ رنگیں پر
اسی غریب کی آہیں سلام کہتی ہیں
ترے حضور سے جا جا کے جو پلٹ آئیں
وہ ناتمام دعائیں سلام کہتی ہیں
تری نظر سے جو ٹکرا کے لوٹ آئی تھیں
وہی فسردہ نگاہیں سلام کہتی ہیں
معاہدہ وفاؤں کا چاہوں لیے معاذ اللہ
جفا کو میری وفائیں سلام کہتی ہیں،
کبھی ہوئی تھیں حمائل جو تیری گردن میں
الم نصیب وہ باہیں سلام کہتی ہیں
سکھائی تھی کبھی تو نے سبک روی جن کو
وہ بہکی بہکی ہوائیں سلام کہتی ہیں،
خدا کے واسطے اب مست انکھڑیاں کھولو
یہ اودی اودی گھٹائیں سلام کہتی ہیں
جہاں لٹائے تھے نغمے ترے تبسم نے
وہ غم نصیب فضائیں سلام کہتی ہیں
جہاں کہ گیت سکھی پی کہاں کا گاتا تھا
اسی چمن کی فضائیں سلام کہتی ہیں

خوش باش دمے کہ زندگانی این است

جلد ۲۱ — نمبر ۳

بعضے بہ تماشائے خط و خال خوش اند
بعضے بہ تمنائے زر و مال خوش اند
اینہا ہمہ اسباب پریشانیہا ست،
خوشحال کسانیکہ بہر حال خوش اند،

رسالہ مست قلندر لاہور

دسمبر سنہ ۱۹۴۱ء

اردو میں اپنی قسم کا واحد مصور کثیر الاشاعت ماہوار رسالہ

اُن زندہ دِل انسانوں کے لئے جنہوں نے زندگی کا منتہائے مقصود تلاش کیا ہے
ہمیشہ خوش رہنے اور دوسروں کو خوش کرنے میں جو خدا کی حقیر ترین مخلوق کو بھی
محبت کی نظر سے دیکھتے ہیں جو اپنے قول یا فعل سے کسی کی دلآزاری نہیں کرتے
جن کا مذہب ہے خدا کے ہر ایک بندے سے بلا امتیاز رنگ و قومیت محبت کرنا

ایڈیٹر ڈاکٹر متھرا سنگھ!

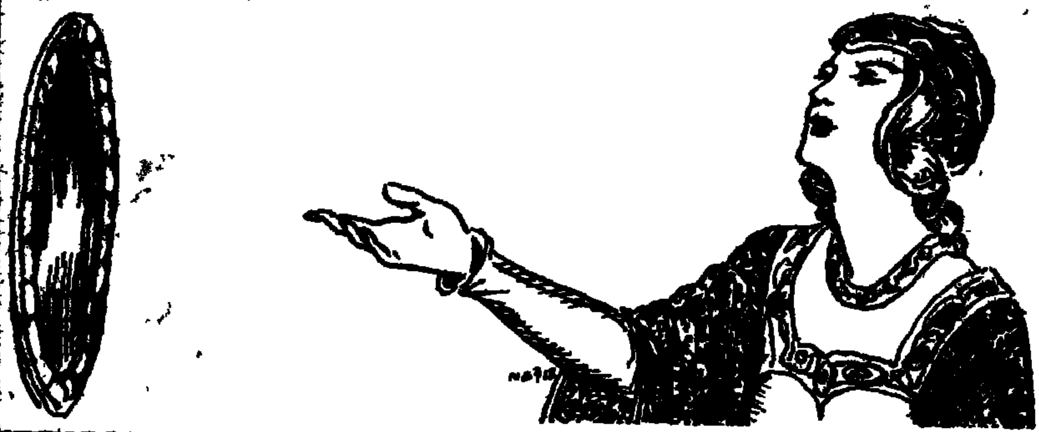
سالانہ چندہ

فہرست مضامین مست قلندر دسمبر ۱۹۵۱ء

[illegible] خاص چیزوں کا حامل ہوگا اسے حاصل کرنے کا انتظام اپنے مقامی ایجنٹ سے ابھی سے [illegible] ایسا نہ ہو کہ آپ اسے [illegible] حاصل نہ کر سکیں

ہندوستان کی کون سی لڑکی اور لڑکا سب سے زیادہ حسین ہیں؟

حسن و جمال کا مقابلہ



ہندوستان بھر کی فلم اور اسٹیج ایکٹرسوں کے علاوہ اور ہر اُس نوجوان لڑکے کو دعوت شمولیت دی جاتی ہے جو آسمان فلم پر درخشن ستارہ بن کر چمکنے اور فلمی دنیا میں نہ صرف شہرت عام بلکہ بقائے دوام حاصل کرنے کا خواہشمند ہو۔ مقابلہ حسن و جمال میں کامیاب ہونے والے لڑکے اور لڑکیوں کو حسب ذیل چوٹی کی فلم کمپنیوں میں قسمت آزمائی کا موقع مل جانا خیر از غیب نہ ہوگا۔

(۱) نیو تھیٹرس لمیٹڈ کلکتہ (۲) پربھات فلم کمپنی پونہ (۳) رنجیت فلم کمپنی دادر بمبئی (۴) بمبئی ٹاکیز لمیٹڈ بمبئی۔

انعامات ۔ کل ۶ عدد انعامات مقرر کئے گئے ہیں۔ پہلا انعام سنہری تمغہ ۔ دوسرا انعام سنہری رسٹ واچ ۔ تیسرا انعام سلور میڈل ۔ اسی طرح کے تین انعامات کامیاب لڑکوں کے لئے ہونگے۔

مندرجہ ذیل شرائط پر عمل کرنا ہوگا (۱) شمولیت کیلئے کسی سفارش کی ضرورت نہیں۔ قومیت اور عمر کا کوئی لحاظ نہیں فیس داخلہ بھی کچھ نہیں لی جائیگی۔ مگر اپنی تازہ ترین فوٹو کے ہمراہ جس کی پشت پر آپ کے دستخط ہونگے آپکے والد یا گارڈین کی طرف سے اس مضمون کی درخواست ضرور ہونی چاہیئے۔ کہ بھیجی ہوئی تصویر اور آپکے مختصر حالات مست قلندر کے کالموں میں اگر شائع کئے جائیں تو وہ معترض نہ ہونگے (۲) کم از کم ۵ اور زیادہ سے زیادہ بیس سطروں میں اپنے مختصر حالات عمر اور موجودہ مصروفیت بیان کیجئے اور اپنا مفصل پتہ لکھئے (۳) آپکی تعلیمی قابلیت کیا ہے؟

ہمارا کام یہ ہوگا کہ (۱) اگر آپ مقابلہ میں کامیاب رہے تو آپ کی تصویر کا بلاک اپنی گرہ سے تیار کرا کر بڑے اہتمام سے مست قلندر میں شائع کرائیں گے اور اگر ضرورت ہوئی تو انگریزی میگزین میں بھی چھپوائیں گے (۲) انعام آپ کے پاس بھیدیں گے نیز آپ کی خواہش ہونے پر ڈائرکٹروں سے آپ کے متعلق بات چیت بھی کرینگے

نوٹ ۔ اپنی تصویر مع درخواست گارڈین (سرپرست) بصیغہ رجسٹری جلد از جلد بھجوایئے کیونکہ نتیجہ مست قلندر کی کسی قریبی اشاعت میں عنقریب شائع ہونے والا ہے۔

سکرٹری مست قلندر فلم اسٹار کمیشن لاہور

اردو ادب کی ترقی کے لئے ایک مفید اور معیاری رسالہ

حسن پرست لاہور

کیا آپ کے دل پہ اثر کچھ نہ پوچھئے حسن پرست پہلی ہی نظر کچھ نہ پوچھئے

قدرت نے یہ حسن کا پہلا آگن جس میں حسینان جہان کی سچی آپ بیتیاں، پیاری محبت کے افسانے اور مجرمان حسن کی سرگزشتیں بلا کم و کاست راست راست شائع ہو رہی ہیں ماہ دسمبر ۱۹۴۳ء کے پرچہ میں چھ درجن سے زائد مکمل افسانے اور دور جدید کی شاعری کے شاہکار ملاحظہ فرمایئے (۱) طوائف کی بیٹی (۲) ڈاکو کی سرگزشت (۳) غریب کی عورت (۴) طاہرہ بلو (۵) شعلے (۶) خون کا خون (۷) افراتفری (۸) کیف (۹) کالجیٹ کی ڈائری (۱۰) ہریکہ کے جیب (۱۱) میرے پسندیدہ اشعار (۱۲) زینت (۱۳) مصیبت کی پناہ میں (۱۴) لکھو دا تا (۱۵) وہ ابتدا کے لئے تھا یہ انتہا کے لئے (۱۶) کالج گرل کے تیر (۱۷) رباعیات (۱۸) تمہارے الگ رنگ (۱۹) وغیرہ وغیرہ سالانہ چندہ صرف ۲ روپے

آپ صرف ایک روپیہ میں
سال بھر تک حسن پرست پڑھ سکتے ہیں

مست قلندر کے ہر ایک پڑھنے والے کو ناول میری مشہور داستان زندگی جس کا اشتہار دوسری جگہ درج ہے۔ کی خریداری پر حسن پرست سال بھر تک نصف قیمت پر مل سکتا ہے۔ آج ہی اپنی پہلی فرصت میں ایک روپیہ منی آرڈر سے بھجوا دیجئے اور مذکورہ بالا ناول حاصل کرنے کے علاوہ اردو کے اس نادر روزگار رسالہ کے مطالعہ کا سال بھر تک لطف اٹھایئے۔ چونکہ یہ رعایت صرف پہلے پانصد خریداروں کیلئے ہے اس لئے جلدی کیجئے منیجر رسالہ حسن پرست پوسٹ بکس ۱۳۲ لاہور

آپ حرامزادے کی سرگزشت کو بھول جائیں گے،

میری مشہور داستان زندگی "ایک ہندوستانی کی سب سے دلچسپ سنسنی خیز اور پُراسرار ناول کا سلیس اردو ترجمہ، انگلستان کے شاہزادے کی آپ بیتی، سو فیصدی سچا واقعہ، اپنی قسم کی بالکل نئی سرگزشت جس کے ۱۳ ایڈیشن دنیا کی تمام مہذب زبانوں میں چھپ کر فروخت ہو چکے ہیں، اردو میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی ہے، ترجمہ میں نہ صرف اور چاشنی قائم رکھی گئی ہے بلکہ مست قلندر کے ناچوتے اور البیلے افسانہ نگار حضرت مسعود جاوید صاحب بی اے کے قلم نے چار چاند لگا دیئے ہیں، ایک بار پڑھنا شروع کر دیجئے پھر کیا مجال کہ ختم کئے بغیر آپ کو کسی پہلو قرار آئے۔ اس کے مطالعہ کے بعد آپ اسے ماسٹر پیس کہنے پر مجبور ہو جائیں گے ہر مرتبہ نئی لذت کے ساتھ پڑھیں گے اور عمر بھر فراموش نہ کر سکیں گے۔ حجم تقریباً تین صد صفحات، بڑا سائز، قیمت صرف ایک روپیہ علاوہ محصول ڈاک

حسن پرست کی تعریف میں

جناب سلطان احمد صاحب صدیقی گورکھپوری لکھتے ہیں ڈاکٹر ہیرتی شکر صاحب کی عنایت سے حسن پرست [illegible] کا ایک نمبر پڑھنے کو ملا آنا رکھتے ہی آنکھیں دکھائی دیا۔ تصویر نہایت دلکش [illegible] بہت دیر تک اس کو دیکھنے میں محو رہا۔ صفحہ اول پر شرائط انعام پہلا دوسرا اور تیسرا انعام — ادب اردو کی خدمت اور نئے لکھنے والے طالب علموں کی ہمت افزائی کے لئے انعام کا طریقہ بہت اچھا ہے۔ لکھنے والے ادیبوں کو بھی ان کی کاوشوں کا صلہ کچھ نہ کچھ اور کم از کم رہیگا۔ جنس لطیف کیلئے ایک انعام مقرر کر کے انصاف کا ثبوت دیا ہے ورنہ انہیں بجا شکایت رہتی۔ عورتوں میں ابھی کبھی ابھی لکھنے والیاں موجود ہیں لیکن مردوں کے مقابلہ میں ابھی ان کی تعداد بہت کم ہے سب لوگ مضامین نہیں لکھ سکتے مگر ہر شخص پڑھ کر بہترین افسانہ کے متعلق اپنی [illegible] اظہار کر کے بھی انعام حاصل کر سکتا ہے۔ زیر نظر نمبر کے رسالہ میں پہلا مضمون ایاز صاحب کا ہے جو اچھا لکھنے والا اور بمبئی سے خود اپنا ذاتی پرچہ بھی نکالتے ہیں۔ افسانہ کا پلاٹ بہت عمدہ ہے اس میں سماج کی برائیوں کو اچھے انداز میں پیش کر کے ہم کو عبرت دلائی گئی ہے جناب بشیر منظور پوری کے دو افسانے "راہ راست" اور "پڑدسی" بہت اچھے ہیں۔ جناب موصوف مست قلندر کے مستقل معاونین میں سے ہیں آپ لفظی تصاویر اتارنے میں کمال حاصل ہے ان کے کرداروں میں ایک خاص شعریت پائی جاتی ہے۔ افسانے سے اچھا غزلیں پیش کرتے ہیں۔ "شعلے" جناب شرافت علی صہبا کے زور قلم کا نتیجہ ہیں۔ شادی اور پرانے بچے میں بہت سا Suggestive عنصر پوشیدہ ہے اور دونوں لطیف معلوم ہوتے ہیں۔ چارلی کی روح ایک ہولناک افسانہ ہے جسے پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ "کالجیٹ کی ڈائری" بہت اچھا ہے یہ بھی ایک ایسا افسانہ ہے جو سماج کی برائیوں کو اُبھار کرتا ہے "انتقام" بھی اسی قبیل کا افسانہ ہے جس میں سرمایہ داروں کی ذہنیت کو ظاہر کیا گیا ہے۔ "عورت شاعر کی نظر میں" خیال کا اچھا [illegible] کیا گیا ہے "نیلی رقعہ" اختر ماہ پوری کا ایک اچھا افسانہ ہے۔ "محل" ترجمہ ہے لیکن بڑی محنت سے کیا گیا ہے۔ "کالج گرل" کی تعریف کرنا ہے کہ اس میں تعلیم یافتہ لڑکیوں کی عادتوں پر اچھی روشنی ڈالی گئی ہے غرض کس کس کی تعریف کی جائے ہر مضمون اور افسانہ اپنی جگہ پر اور پرچہ بحیثیت مجموعی بہت عمدہ ہے — — — —

ہر جگہ سے طلب کیجئے۔ منیجر رسالہ حسن پرست لاہور

عالمگیر لاہور

جلد ۲۴ | دسمبر سنہ ۱۹۴۴ء | نمبر (۳)

پنگھٹ کی رانی

از جناب اختر

رضوانی صاحب

یہ کون آئی ہے پنگھٹ پہ گیت گاتی ہوئی
سرور و کیف کے عالم میں مسکراتی ہوئی

یہ شوخیاں۔ یہ ادا۔ یہ نکھار پر جوبن
یہ سن۔ یہ سال۔ یہ قد۔ یہ ابھار پر جوبن

یہ گورے گورے سے بازو یہ کیف زا آنکھیں
یہ ناز و غمزہ۔ یہ عشوہ۔ یہ پُر ادا آنکھیں

فضا میں نشہ سا بہکی ہوا۔ ادائیں مست
فلک کے دوش پہ نکھری ہوئی گھٹائیں مست

گلے میں پھول کے گجرے، نظر میں دوری سے
یہ بھینی بھینی سی خوشبو یہ بازو گورے سے

خود اپنے نشے میں کچھ بات کہتی جاتی ہے
تصورات کی موجوں میں بہتی جاتی ہے

جو دھن میں آئے تو موجوں سے کھیلتی ہے کبھی
نگاہ مست سے ساغر انڈیلتی ہے کبھی

مسافروں کے اشاروں سے جھینپ جاتی ہے
یہ کیا ادا ہے جو آنچل سے منہ چھپاتی ہے

الٰہی جلووں کا پنگھٹ پہ اہتمام رہے
یہ فیض عام رہے اور یہ دھوم دھام رہے

ملکۂ حسن کے نام

ملکۂ حسن! تمہارا مکتوب محبت پڑھ کر میرے خوابیدہ جذبات دفعتاً بیدار ہو گئے، میری نگاہوں میں ایک بار پھر فضا رنگین و شاداب نظر آنے لگی اور گمشدہ ہوئی مسرتیں زندگی بنکر رگ و پے میں یوں دوڑنے لگیں جیسے موسم بہار کی بجلیاں،

تم اور میرے لئے بیقرار، کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ میرے ٹوٹے ہوئے دل کی داستان سے تم لطف اندوز ہونا چاہتی ہو، عزیزم میں نہ صرف تمہارے اس جذبۂ خلوص کی قدر کرتا ہوں بلکہ تمہاری بے پناہ محبت کا سپاس گزار بھی ہوں اور زندگی کے آخری لمحہ تک تمہاری اس نوازش کے گیت گاتا رہوں گا،

تم نے میرے ماحول کے متعلق استفسار کر کے میرے دل میں ایک غیر محسوس خلش پیدا کر دی، کاش تم میرے اضطراب التہاب کے عالم کو نہ پوچھتیں، آہ کیا بتاؤں ایک خوشگوار اور شیریں خواب تھا جو طوفان بنکر آیا اور ختم ہو گیا ایسا خواب جسے شاید فطرت بھی دوبارہ پیش نہ کر سکے، یقین جانو میں تو اپنی زندگی کی تمام مسرتوں سے محروم ہو چکا ہوں، میری زندگی کے پُر جمود سمندر میں نشاط کی کوئی لہر اٹھ ہی نہیں سکتی، یقین کرو کہ مجھ حرماں نصیب سوختہ ساماں کی زندگی ایک ایسی تاابد شام بنکر رہ گئی ہے جو صبح حیات کی روشنی سے یکسر محروم ہے۔

جو کچھ تم لکھ رہی ہو وہ صحیح ہے۔ مجھے اعتراف ہے کہ تمہارے نظریہ کے مطابق میرا فلسفۂ محبت عملی نہیں بلکہ خیالی ثابت ہوا، میرے تمام دعوے تمہارے سامنے باطل ہو کر رہ گئے مگر میں تمہیں کس طرح یقین دلاؤں کہ ظالم فطرت نے میری آزادی سلب کر کے مجھے تباہ کر دیا آج ان شعلوں کو جو میرے سینے میں بھڑک رہے ہیں غم کے آنسوؤں سے بجھانے کی کوشش کر رہا ہوں حالانکہ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ دل کی بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلے ان آنسوؤں کے قطروں سے نہیں بجھ سکتے۔

تم مجھے حسن کی کیف سامانیاں یاد دلا کر کیوں تڑپانا چاہتی ہو

مجھے معلوم ہے، میرے اور تمہارے درمیان صرف غائبانہ مراسم تھے لیکن محبت بتدریج ترقی کر رہی تھی، اس کے بعد وہ خوش نصیب ساعت بھی آئی کہ میری آنکھیں تمہارے جمالِ جہاں آرا سے منور ہوئیں مگر اس حالت میں کہ میرے سینے میں آرزوؤں کے طوفان اُبل رہے تھے اور تمہارے عالم فریب حُسن نے میری زبان کو قوتِ گویائی سے محروم کر دیا تھا ـــــ تمہیں یاد ہے یہ وہ رنگین زمانہ تھا جب تمہارے شباب اور جوانی کی حشر خیز لہریں تمہارے حسن میں چار چاند لگا رہی تھیں اور میں اپنے جذبات و احساسات پر مشکل سے قابو پا کر اُمیدوں اور آرزوؤں کی دنیا لئے ہوئے تمہارے آستانہ حُسن پر فرطِ عقیدت سے سر بسجود تھا اس وقت تم خاموشی اور سکوت کا ایک ناقابلِ فہم شکست طلسم بنی ہوئی اپنی معصومانہ رعنائیوں اور فردوسِ نظر رنگینیوں کے ساتھ میرے روح و جسم پر چھا گئی تھیں ـــ تم نے مجھے شرمیلی نیم نگاہی کے ساتھ مرمریں ہاتھوں سے اپنے قدموں پر سے اُٹھاتے ہوئے کہا تھا۔

"میں تم سے محبت کرتی ہوں بے محبت آہ نہ جانے
کیوں میں خود کو تم سے محبت کرنے پر مجبور پاتی ہوں"

اب تم ہی بتاؤ کیا تمہارے الفاظ میرے دل کی دنیا کو زیر و زبر کر چکے ہیں یا نہیں۔ کیا یہ الفاظ میرے نظامِ حیات کو تہ و بالا کرنے کے لئے کافی نہیں ہیں۔

تمہارے ان شیریں الفاظ میں میری روح کی تمام آرزوئیں کھو گئی تھیں تم نے اپنی محبت کا اظہار کر کے مجھے ایک ایسی لذت عطا کی ہے جس کی لطافت مرنے کے بعد بھی کم نہیں ہو سکتی۔

تم بُرا نہ مانو تو میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ آج میں نے یہ عہد کر لیا ہے کہ تم سے وہ سب کچھ کہہ دوں جو مجھے نہ کہنا چاہیئے کیونکہ میں ایک عرصہ کی مسلسل کشاکش اور انتہائی غور و فکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا

مجھے کیا آپ بھی تشنگی کو خشک مٹی پہ روح بنا کر آبادی سے دور خاموش مضافات میں بسر کروں میں تم سے محبت کرتا ہوں میری محبت لازوال ہے بلکہ ابدی محبت ـــــ لیکن مجھے اس کے لئے معذور سمجھو میں کسی طرح تمہیں اپنا نہیں بنا سکتا ـــــ میں زندگی کی جن ناکامی و ذمہ داریوں سے اپنا دامن چھڑانا چاہتا ہوں انہیں میں تم بھی مبتلا کرنا چاہتی ہو۔ میں یہ جانتا ہوں کہ تمہارے بیکیہ جمیل میں میری زندگی کی تمام علاوہ میں جمع ہیں اور تمہارے بغیر میری بے روح زندگی کیف بار نہیں ہو سکتی مگر اسے کیا کیا جائے کہ زندگی کے دو مختلف چشمے ہم آہنگ ہو کر ایک ساتھ نہیں بہہ سکتے ـــــ میں نے محبت کا راستہ تمہارے ساتھ اختیار کیا۔ مگر اب میں اور تم منزل کے اس دوراہے پر کھڑے ہیں جہاں سے ہمیں اپنے لئے الگ الگ راستہ اختیار کرنا ہے تم اپنے تمام تر التفات اور محبت کو جو میرے لئے مخصوص تھی اب اتنا محدود کردو کہ وہ صرف تمہاری ذات میں سما کر رہ جائے۔ تم اپنی آرزوؤں کو محرومی کے سمندر میں غرق کردو لیکن اس طرح یہ نہ سمجھنا کہ میں تم سے جدا ہو رہا ہوں، خدا شاہد ہے کہ میں تمہاری محبت کو اپنا ایمان، اپنی زندگی کا سہارا اور اپنی آرزوؤں کا کعبہ سمجھتا ہوں ـــــ تمہیں اپنے نوبہار شباب کی بدمست راتوں کے مچلتے ہوئے ولولوں اور ارمانوں کی قسم میرے خیال کو ترک کردو، تم اپنی جوانی اور اپنے معصوم حسن کی قدر کرو کہیں ایسا نہ ہو تمہاری زندگی کی تلخ اور شاندار مستقبل کی دنیا نقش برآب ہو کر رہ جائے میں تم سے پوچھتا ہوں تم مجھ سے سودائی کو کیوں پسند کرتی ہو تمہیں تو اپنے لئے ایسی فضا پیدا کرنی چاہیئے جو انبساط و مسرت کا گہوارہ اور خوشیوں کا سرچشمہ ہو، جہاں چمنستان کی بہار بداماں آغوش میں کلیاں مسکراتی ہوں۔ قدم قدم پر پھولوں سے لدی ہوئی سرسبز و شاداب معطر وادیوں کا حسین نظارہ ہو، تم اس وقت اپنی چھلکتی ہوئی مدہوش جوانی سے دنیا کو دعوت کیف دو اور ان فردوسی نظاروں میں دنیا کو غرق کردو،

میرے دل میں صرف ایک ہی تمنا باقی تھی کہ اپنی محرومی کا افسانہ اپنی زبان سے تمہیں سنا کر اپنا بار غم ہلکا کروں، زہے نصیب کہ آج وہ تمنا پوری ہو رہی ہے خدا گواہ ہے کہ برہم نہ ہونا میں آج بھی تمہارا حقیقی پرستار ہوں مگر اپنی محبت کی دنیا کو اجاڑنا نہیں چاہتا، میں اب بھی تمہارے ہر نقش قدم پر سر جھکانے اور پرستش کرنے کو تیار ہوں۔ ممکن ہے تمہیں یقین نہ آئے لیکن یاد کرو کہ رات کی خاموش تنہائیوں میں جب بھی تمہاری یاد آتی ہے میں بے چین ہو جاتا ہوں اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مسرت کی تمام کیفیات میری ہی جان کو سرمست کر رہی ہیں پھر مجھے اس وقت سکون نصیب نہیں جب تک تمہاری تصویر کی نادیدہ پرستش نہ کر لوں۔ جانتا ہوں کہ یہ خاموش زندگی میرے لئے وبال جان ہے کہ مجبور رہا ہوں کہاں کہاں آوارہ گردی کرنی پڑے گی مگر مجھے یقین ہے کہ تمہارا فردوسی تبسم ہمیشہ میری رہنمائی کرے گا، تم تا ابد میرے تصورات میں جگمگاتی رہو گی اور میں تم سے دور رہ کر بھی ہر وقت تم سے قریب رہونگا،

دنیا کہتی ہے محبت وہی ہے جو کبھی کامیاب ہو مگر میں کہتا ہوں محبت ہمیشہ کامیاب ہوتی ہے اور اسی لئے دنیا والوں کی نگاہوں اور خود تمہاری محبت بھری نظروں سے پوشیدہ ہو جانا چاہتا ہوں میں نے تمہیں پا لیا ہے۔ میرے آئینۂ دل میں تمہاری تصویر آویزاں ہو چکی ہے میں اپنی محبت کے اس نقش اولین کو دنیا کی حریصانہ نگاہوں سے چھپا کر رکھنا چاہتا ہوں۔ کہیں کوئی اسے لوٹ نہ لے کہیں مجھے بھی ناکام محبت نہ بننا پڑے۔ میں چاہتا ہوں۔ ہاں میں یہ چاہتا ہوں کہ میری محبت دنیا کے لئے حقیقی محبت ثابت ہو اتنی حقیقی اور سچی کہ خود خدائے محبت کی رحمتیں مجھے اپنی آغوش میں جذب کر لیں میں آسمان محبت پر ایک ایسا ستارہ بن کر چمکنا چاہتا ہوں جس کی روشنی بالکل ہی نئی اور آسمان کے تمام تاروں سے مختلف ہو، اس تارے میں میرے دل کا شوالہ ہو اور اسی شوالہ میں تمہارا جلوۂ بے پناہ مستور ہو، دنیا اس تارے کو دیکھ کر حیران و ششدر رہ جائے، میری روح تا ابد اس تارے کا طواف کرتی رہے میں اپنی محبت کے شوالے پر اپنے آنسوؤں کی مالا چڑھاؤں، میری محبت کے آنسو تم قبول کر لو اور جب تم مسکراؤ تو وہ آنسو شبنم بن کر دنیا کے سبزہ زاروں پر برس جائیں تاکہ دنیا ان سے سبق حاصل کرے اور جب سورج کی سنہری کرنیں ان شبنم کے قطروں کو اپنے دامنوں میں جذب کر لیں تو دنیا والوں کو حقیقی اور مجازی محبت کا امتیاز ہو جائے،

خدا کرے اب تم سمجھ جاؤ کہ میں تم سے کیوں دور رہنا چاہتا ہوں میری زندگی کا حقیقی مقصد تمہیں حاصل کرنے کے بعد اپنی محبت کو نہ صرف کامیاب بلکہ جاودان بنانا ہے۔ الوداع ہمیشہ کے لئے الوداع۔

تمہارا اور صرف تمہارا ـــــ

ـــــ پرستار محبت ل۔ ا

دورِ جدید کا معیارِ عشق

ایک رنگین واقعہ نظم کے لباس میں

جناب جمیل شفائی
ہری پور ہزارہ

برسرِ بازار اک دوشیزہ رنگیں ادا!
ہر قدم پر اک نیا محشر بپا کرتی ہوئی
دیکھنے میں تابعِ صنعت تھی مگر اک مہ جبیں تھی
آنکھوں آنکھوں میں جائزہ لیتی ہوئی بازار کا
اپنی دزدیدہ نظر سے تیر برساتی ہوئی
آنکھوں آنکھوں میں دیئے جاتی تھی پیغامِ وصال
پیکرِ ناز و ادا وہ نازنیں، جانِ شباب
عارضِ رعنا پہ غازہ اور پوڈر سے نکھار
زلفِ پیچاں اس طرح کاندھے پہ لہراتی ہوئی
زیرِ لب کچھ گنگناتی جا رہی تھی ناز سے
الغرض وہ نازنیں غارت گرِ ایمان تھی!
راہ پر مشقِ خرامِ ناز فرماتی ہوئی
چلتے چلتے دیکھ کر کچھ شئے اچانک رُک گئی
نامۂ اُلفت کسی کا تھا نظر کے سامنے
یہ مکاں بازار کے اِک موڑ پہ آباد تھا
اس مکاں میں رہنے والا ایک کالج کا جواں
مل گیا تھا آج موقع اُس کو وصلِ یار کا!
اس لئے مکتوبِ اُلفت لکھ کے محبوبہ کے نام
جب اُٹھایا اُس پری پیکر نے وہ مکتوبِ عشق
جب لفافہ کھول کر اس نے پڑھا مضمون کو
اِک فسانا ہجر کا مکتوب میں تحریر تھا
جس کے اِک اِک لفظ سے آتی تھی خوشبوئے وفا
پڑھ کے نامہ دل ہی دل میں مسکرائی نازنیں
اب ہوئی اسکو تجسس عاشقِ ناشاد کی!
آنکھ اُٹھائی جب تو عاشق سامنے موجود تھا
چار آنکھیں جب ہوئیں آپس میں تو دل مل گئے
شرم کوسوں دُور بھاگی اُٹھ گیا دل سے حجاب
ڈال کر بانہوں میں بانہیں چل دیئے دونوں کہیں

کرتی تھی کا اپنے جوبن کی نمائش ...
جا رہی تھی وہ پہنے ہوئی ...
اور صد پردہ بڑی عیار تھی، بیباک تھی
دیکھ رہی تھی سب کو ... عشق ...
اور بھی مرغِ دلِ مضطر ... ہوئی
آہ وہ اُٹھتی جوانی، آہ وہ حُسن و جمال
حُسن کی دُنیا میں شاید ہی ملے جس کا جواب
چشمِ سرمہ سا میں سرمہ اور کاجل کی بہار
کالی ناگن جس طرح مستی میں بل کھاتی ہوئی
نغمے برساتا ہو جیسے کوئی مطرب ساز سے
کیا بتاؤں کافرہ رعنائیوں کی جان تھی
جا رہی تھی اپنے جوبن پہ وہ اتراتی ہوئی
اپنے گرد و پیش دیکھا، سامنے پھر جھک گئی
خود وہ دوشیزہ کھڑی تھی ایک گھر کے سامنے
جو کہ عہدِ حاضرہ کی خوشنما ایجاد تھا
منتظر تھا اس پری پیکر کا مدت سے وہاں
ہاں! ولیکن تھا خیال اُس کو بھرے بازار کا
کہہ دیا خط کی زبانی قلبِ مضطر کا پیام
ہو گئی وہ حُسن کے الزام میں معتوبِ عشق،
ہر سطر میں دیکھا پوشیدہ جگر کے خون کو
وہ فسانا، جو دلِ غم کیش کی تصویر تھا
مل رہا تھا جس سے اِک حسرت بھرے دل کا پتا
آ گیا تھا اُسکے دل کو عشقِ صادق کا یقیں
اس نے سوچا میں نے کس کی زندگی برباد کی"
عذر تھا بے فائدہ، انکار اب بے سود تھا
یعنی وہ غنچے گلستانِ وفا کے کھل گئے
آ گیا تھا عشق کی آغوش میں طفلِ شباب
دو گھڑی میں عشق کی سب منزلیں طے ہو گئیں

لوگ کہتے ہیں کہ راہِ عشق ہے دشوار تر
مغربی تہذیب جب سے ہند میں نازل ہوئی
مغربی تہذیب نے مشرق سے غیرت چھین لی
ہر گلی بازار میں ہیں جلوہ فرما حُسن و عشق
الغرض اتنا بھلے عشق سستا ہو گیا

عہدِ حاضر کی محبت سے وہ ہو گئے بے خبر!
تھی جو مشکل تر! وہ آسان عشق کی منزل ہوئی
رہ گئی باقی ہوس" رُوحِ محبت چھین لی
ہر قدم پر محوِ عشرت ہیں ... حُسن و عشق
مل گئیں آنکھیں تو سمجھو دل بھی مل گیا



فرنٹیر میل معمول کی رفتار سے بمبئی سے چلا لیکن تھوڑی دور پہنچ کر یہ خوشنما منظر ایک ہولناک منظر میں تبدیل ہو گیا۔ پٹری پر پہیوں کی مسلسل کھٹا پٹ کی جگہ ... رفتار سے ہوا میں ایک طوفانی تموج اور ڈبے میں بیٹھے ہوئے مسافروں کے جھکولوں سے ہلتے ہوئے سر اور شانوں سے یہ معلوم ہوتا تھا گویا وہ زندگی کے تمام سوالات کے جوابات "ہاں" اور "نہیں" میں دے رہے تھے۔

راستے میں ہم کو چند لوکل گاڑیاں ملیں جو سر سر رفتار فرنٹیر میل کی چال کو رشک سے دیکھتی ہوئی گذر گئیں۔ چھوٹے بڑے اسٹیشن آئے جن پر ٹھٹھکے ہوئے مسافروں کو ہم حقارت سے دیکھتے ہوئے گذر گئے۔ ہماری ریل شاہی ریل تھی ایسا معلوم ہوتا تھا گویا تعیش و تمول کی دنیا ہے رواں افلاس کے پھیلے ہوئے بسیط سمندروں سے گذر کر کسی اپنی ہی جیسی دوسری عیش کی بستی کی طرف اڑی چلی جا رہی ہے۔ زندگی کی تاریکیاں ریل کی رفتار سے بھاگتے ہوئے نظر آنے والے درختوں میں گم ہوتی چلی جا رہی تھیں۔

ہر طرف زندگی ہی زندگی نظر آ رہی تھی۔ موت اور اس کا تصور ایسا معلوم ہوتا تھا گویا مدت ہوئی یہ دونوں ہماری ریل کے نیچے کچلے جا چکے ہیں۔

......گھڑڑڑڑڑ دھم دفعتہً ایک ہزار توپوں ایک ساتھ چلنے کی آواز آئی اور اس کے ساتھ ہی بیشمار انسانی چیخیں، درد کی آہ و بکا، موت کا واویلا اور تکلیف کا رونا پیٹنا، شور، خوف و ہراس سے کپکپاتی، ضعف و کرب سے تھرتھراتی سینکڑوں آوازیں بلند ہوئیں۔ فرنٹیر میل چکنا چور ہو گیا اور یہ شعلے پل دم کے دم میں بجھ کر رہ گیا چاروں طرف موت کا گھپ سا اندھیرا تھا اور موت کے پروں کی پھڑپھڑاہٹ صاف سنائی دے رہی تھی۔ مرنے والوں کا اور زخمیوں کا خون اچھل اچھل کر آسمان کے کناروں کو رنگین کر رہا تھا جس کی لال لال دھاریاں افق کی چھاتی پر دوڑتی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ شفق اپنا رنگ بھول گئی تھی اور سورج لب بادل سے جھانک جھانک کر اس خونیں سماں کو دیکھ کر خوف کھاتا ہوا نکل رہا تھا۔

کا ایک سیٹھ ... جو اخبار پڑھنے کے بہانے مردوں کی نگاہوں سے بچ کر ... بہت دیر سے ... رکھا تھا لیکن کچھ ریل کی رفتار سے کچھ مردوں کی ... سے اس کو قرار نہ تھا۔ اس قیامت خیز ریل کی ٹکر سے وہ اپنی جگہ سے اچھلی ادھر میں اپنی سیٹ پر سے اڑا اور ہم دونوں ایک ہوائی معانقہ کے بعد بیہوش ہو کر پڑے۔ فرط لذت سے نہیں بلکہ زخموں سے چور چور ہو کر۔

سیٹھ صاحب کی سونے کی اینٹیں تمام بکھری پڑی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا وہ اس حادثہ پر حقارت سے خندہ زن ہیں اور ... سے کہہ رہی ہیں کہ اتنے سے حادثہ سے کیوں اسقدر واویلا مچاتے ہو ... درد کی جگہ دونا آہیں سنتی ہیں اگر پامالی حقوق پر ... کا ... ہے، اگر غریبوں اور مزدوروں کے آہ و بکا کا تماشہ دیکھنا ہے تو ... سینوں کو چیرو۔ تم انسانی تباہیوں کے اسقدر ... اور ... ٹیسوں کو دیکھو گے اور سنو گے کہ اپنی موجودہ مصیبت ... بھول جاؤ گے۔

بہت دیر کے بعد امدادی گاڑی آئی ہم میں سے بہت سے ٹھنڈے ہو چکے تھے، بہت سے سسک رہے تھے اور بہت سے زخموں سے چور پڑے ہوئے تھے۔ چند ایسے بھی تھے جو اتفاق کی مہربانی سے معمولی سے زخمی ہوئے تھے۔ میں ان میں سے ایک تھا۔

جب زخمی اور نیم زخمی لوگوں کو لیکر امدادی گاڑی چلی ہے تو مجھ کو ... ہوش نہ تھا۔ تھوڑی دیر میں جب میرے حواس بجا ہوئے تو میں نے دو ... آدمیوں کو اپنے قریب بیٹھے دیکھا۔ وہ بھی میری طرح نیم زخمی تھے۔ شعرا تو شاید اس نیم زخمی حالت کو بہت ہی خطرناک سمجھے ہونگے مگر میں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ میری حالت پورے زخمیوں سے بہتر تھی کیونکہ میرا دماغ ایک قریب میں پڑی ہوئی خاتون کے چہرے پر تنقید کرنے کی اس وقت بھی اپنے اندر قوت پاتا تھا۔ اس نے کوئی ... احتیاط سے رومال میں لپیٹی اور سرہانے رکھ لی۔

جب میں کچھ صدمہ، کچھ تکان، اور بھوک سے ایک نیم غشی کی حالت میں کھڑکی سے لگا جا رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ ... دونوں ...

(بقیہ صفحہ ۲۵۸ پر)

نواب روشن الدولہ کی اقربا نوازی

از [illegible] مضطر [illegible]

نواب روشن الدولہ نصیر الدین حیدر بادشاہ اودھ کے وزیر اعظم تھے آپ کا تعلق کمبوہ خاندان سے تھا جس طرح فیاضی و سخاوت کے لحاظ سے آپ درجہ کمال رکھتے تھے، اسی طرح اقربا نوازی میں بھی آپ بے مثال تھے عہد وزارت میں آپ نے اپنے خاندانی افراد کو غیر معمولی عروج دے رکھا تھا پورا گروہ سلطنت پر کمبوہ عنصر حاوی تھا اور اکثر عہدہ ملکت میں ان کی برادری کے لوگ شامل تھے کمبوہ برادری کے سوا دوسرے لوگ نواب صاحب موصوف کی اس اقربا نوازی سے ہمیشہ ناخوش رہتے تھے، ان کو کمبوہ حضرات کا یہ عروج ایک آنکھ نہ بھاتا تھا لیکن نواب صاحب کا ستارہ عروج پر تھا اور بادشاہ نواب کا بہت خیال رکھتے تھے، اس لئے مخالفین کی ریشہ دوانیاں بے سود ثابت ہوتی تھیں ——— نصیر الدین حیدر کی وفات کے بعد جب محمد علی شاہ نے عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لی تو دشمنوں کی بن آئی، انہوں نے نواب صاحب کی طرف سے شاہ کے کان بھرنا شروع کر دیئے۔ شاہ نے اوّل اوّل تو کسی کی بات پر توجہ نہ دی، مگر کب تک آخر مخالفوں کی شکایات کا بادشاہ نے صرف اتنا اثر قبول کیا کہ نواب صاحب سے فرمایا کہ آپ غیر ضروری اقربا نوازی سے احتراز کریں اور اعزا کے اس اجتماع کو جہاں تک ہو سکے کم کر دیں۔ ——— نواب صاحب نے بادشاہ کی یہ بات ماننے سے قطعی انکار کر دیا، بادشاہ نے فرمایا کہ اگر اس شرط کو منظور کر نے میں پس و پیش کیا جائیگا تو تم کو عہدۂ وزارت سے برطرف کر دیا جائیگا، نواب صاحب نے جواب دیا کہ میں اور مجھ کی وزارت پر اپنی برادری کو قربان نہیں کر سکتا۔ نواب صاحب کے بہی خواہوں نے بہت کچھ سمجھایا، ہزار طرح سے ان کو نشیب و فراز دکھائے اور کہا کہ قلمدان وزارت کو اس طرح نہ ٹھکرائیے لیکن نواب صاحب بھی اپنی بات کے پکے تھے کسی کی ایک نہ سنی اور وزارت سے مستعفی ہو کر کانپور چلے گئے اب سلسلۂ آمدنی بند ہو چکا تھا، مگر اعزا پروری کا سلسلہ بدستور جاری تھا، داد و دہش کا وہی عالم تھا، آخر وہی ہوا جو ہونا چاہئے تھا تو کچھ عرصہ کے بعد فاقہ کشی کی نوبت آ گئی، کئی کئی وقت بے آب و دانہ گذر نے لگے، رفتہ رفتہ اسکی اطلاع بادشاہ تک پہنچی، شاہ نے بہت ہی افسوس کیا اور نواب صاحب کو بلا کسی شرط کے واپس بلانے کا ارادہ ظاہر فرمایا لیکن مخالفت کا شعلہ پھر بھڑکا اور مخالفین نے پھر بادشاہ کو نواب صاحب کے خلاف بھڑکانا شروع کر دیا، بالآخر بادشاہ نے فرمایا کہ اگر نواب صاحب اپنی برادری والوں کو ضرورت سے زیادہ منہ نہ لگائیں تو وہ دوبارہ اپنے منصب پر واپس آ سکتے ہیں، لیکن نواب صاحب نے کسی صورت سے بھی اس مشروط پیش کش کو قبول نہیں کیا اور بجائے اس کے کہ تنگ دستی و فقر و فاقہ کے زمانہ میں اس شرط کو منظور کر کے دوبارہ قلمدان وزارت اپنے ہاتھ میں لے لیتے اسی طرح بے آب و دانہ مصیبتیں برداشت کرتے ہوئے داعیٔ اجل کو

جگہ سے اٹھے اور آہستہ سے اس لڑکی کا سر اونچا کر کے وہ چوکور چیز نکال لی۔ مجھے معاً خیال آیا کہ یہ سونے کی اینٹ ہے جو ایک چور کے ہاتھ سے منتقل ہو کر دوسرے چور کے ہاتھ میں جا رہی ہے لیکن چور کی بدقسمتی سے اور میرے قیاس کے بطلان کیلئے وہ صرف ایک کتاب نکلی۔ مگر کیا مصیبت اور بپتا کے وقت بھی انسان کا اصل جبلّت نمائی سے باز نہیں رہتا ہے؟ موت ابھی ابھی مسافروں کے جلتے کو تہ و بالا کر کے گئی ہے۔ اس کے مارے ہوئے ابھی پورے طور پر ٹھنڈے بھی نہیں ہوئے تھے۔ اس کے لگائے ہوئے زخموں سے ابھی تک تازہ تازہ خون بہہ رہا ہے۔ شاید جلدی سے نکلی ہوئی گڑگڑاتی دعائیں ابھی بارگاہ ایزدی تک پہنچی بھی نہ ہوں گی کہ انسان خدا ساکنین کا تقاضہ ہی بھر جواب اور گناہ کی اپنی دیرینہ عادت کے مطابق مشق کرنے لگا۔

روزانہ فرنٹیر میل کے حادثہ سے بھی بھیانک نامعلوم کتنے حادثے رونما ہوتے رہے ہونگے جن میں موت کو ایک لمحہ کی فرصت بھی نہیں ملتی ہو گی لیکن اس کے پشت موڑتے ہی نامعلوم انسان کتنے ہی ایسے ہی سنگین جرم کرنے کی کوشش کرنے لگتا ہوگا۔ جرم و گناہ انسان کی فطرت کا سب سے زیادہ بیقرار پہلو ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مصلحین اخلاق و مذہب کی بھاری بھاری سِلوں سے انسان کے اس سیاہ حصہ کو دبانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن وہ بار بار اس وزن کے نیچے سے نکل آتا ہے اور انسان کو قانون شکنی کی دعوت دینے لگتا ہے۔

میں نے شادی کیوں نہیں کی؟

مایوسی اور ناکامی سے لبریز ایک بلا کا درد انگیز اور سو فیصدی سچا افسانہ

بنارس ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء

ڈیر کیلاش!

تمہارا محبت نامہ ملا۔ پڑھ کر کالج زندگی کی تمام دلچسپیاں ایک ایک کرکے یاد آگئیں۔ آہ وہ بھی کتنی خوشی کے دن تھے نہ کسی بات کی فکر تھی نہ کسی چیز کی پروا کالج ہماری زندگی کا سنہرا دور تھا۔ کم سے کم میں تو یہی سمجھتا ہوں۔

تم نے یہ کیا لکھا کیلاش کہ معلوم نہیں میں تمہیں یاد ہوں یا بھول گیا۔ یہ صحیح ہے کہ ہم جب کالج سے نکلے ملاقات کا اتفاق نہیں ہوا لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں تمہیں بھول جاؤں۔ مرنے کے بعد کی نہیں کہہ سکتا لیکن زندگی میں تو یہ ممکن نہیں۔

ہاں پرمود سے مغل سرائے جنکشن پر ملاقات ہوئی تھی شاید وہ ۲۵ جولائی تھی افسوس کہ وقت بہت کم ملا اطمینان سے بات چیت بھی نہ ہو سکی۔ پرمود کے ساتھ ایک عورت تھی جس کی گود میں ایک بچہ بھی تھا۔ وہ سر جھکائے ذرا ہٹ کر کھڑی تھی۔ میں نے پوچھا یہ شریمتی جی کون ہیں پرمود؟ اس نے ہنس کر جواب دیا۔ مسز پرمود۔

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ تو تم گرہستی والے ہوگئے وہ بھی مسکراتا ہوا بولا۔ اچھا خاصہ۔ شریمتی جی بھی موجود ہیں اور بچہ بھی۔ کسر ہی کونسی رہ گئی ہے۔

"یہی تو"

"اور تم نے....."

"جا کہاں رہے ہو؟"

"اپنی سسرال۔ اور شریمتی جی اپنے میکے"

یہ سنکر شریمتی جی نے اپنی شرمیلی آنکھیں اوپر اٹھایا

ان کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ لہرا رہی تھی پھر پرمود بولا۔ ہاں تم نے تو بتایا ہی نہیں تم نے کہاں شادی کی؟ ابھی کوئی بچہ بھی ہے یا نہیں۔ میں نے ٹالتے ہوئے کہا۔ تو کہاں ہیں شریمتی جی کا میکا؟

"پہلے اسین میں جو پوچھتا ہوں اسے تو بتاؤ"

میں نہیں چاہتا تھا۔ کہ اس سوال کا جواب دوں، کیونکہ اس سوال کے جواب سے زیادہ تکلیف دہ خلید میرے لئے اور کوئی جواب نہیں ہو سکتا لیکن پرمود کے اصرار پر مجھے کہنا پڑا۔ "بھائی میں نے کہیں شادی نہیں کی"

پرمود نے دوسرا سوال کیا۔ "کیوں؟ ابھی تک کیوں شادی نہیں کی؟"

"میں کچھ حالات ہی ایسے ہیں"

"تو اب کب تک ارادہ ہے؟"

"کچھ نہیں سکتا"

"تم نے ابھی تک شادی نہیں کی۔ کیا زندگی بھر اسی طرح ....."

پرمود کی بات پوری نہیں ہوئی تھی کہ اسکی گاڑی نے سیٹی دیدی۔ اس نے بیوی کو گاڑی پر سوار کراتے ہوئے کہا۔ "آپ جسقدر جلد ممکن ہو تمہیں شادی کر ڈالنی چاہیئے۔ میری نظر میں کئی اچھی لڑکیاں ہیں کہو تو میں کہیں بات چیت کرواؤں"

میں نے کہا۔ "اچھا پھر کبھی ملاقات ہوئی تو بات چیت ہوگی"

پرمود کی گاڑی کھل گئی۔

اب تم مصر ہو کہ میں تمہیں اب تک شادی نہ کرنے کی وجہ لکھوں۔ نیز یہ کہ تمہاری رشتہ داری میں ایک حسین و جمیل اور تعلیم یافتہ لڑکی موجود ہے اگر میں اجازت دوں تو تم اسکے والد سے اس بارے میں گفتگو کرنے کو تیار ہو۔ کاش میں اپنے ایک مخلص دوست کے خلوص و محبت سے بہرہ ور ہو سکتا لیکن بھائی کیلاش جس بنا پر میں اب تک شادی نہیں کی۔ اسی بنا پر میں اسوقت بھی اپنے کو شادی کرنے کے قابل نہیں پاتا۔ اس لئے تم سے معافی کا خواستگار ہوں تمہاری محبت و ہمدردی کا بہت بہت شکریہ۔ امید ہے کہ تم مجھے معذور سمجھ کر معاف کر دوگے۔

تمہارا پرکاش

بنارس ۱۷ اگست ۱۹۴۸ء

پیارے کیلاش

تمہارا خط مورخہ ۱۰ اگست ملا۔ تمہیں تعجب ہے کہ میں نے ابتک شادی نہیں کی اور نہ اس کے لئے تیار نہیں ہوں۔ حالانکہ میں کالج میں ہر وقت شادی کے رنگین خواب دیکھتا رہتا تھا۔ اور ازدواجی زندگی کے متعلق میری بڑی بڑی آرزوئیں اور تمنائیں تھیں۔

ہاں بھائی کیلاش تمہارا تعجب کرنا بیجا نہیں ہے مجھے کیا خبر تھی کہ میری زندگی میں ایسا انقلاب ہو جائیگا۔ تم چاہتے ہو کہ میں اس انقلاب کی معقول اور تسلی بخش وجہ لکھوں۔ ورنہ تم مجھکو یہ خشک اور بے کیف طرز زندگی بدلنے اور اس لڑکی سے شادی کرنے پر مجبور کر دوگے جس کا تم نے اپنے گذشتہ خط میں ذکر کیا تھا۔ تم نے یہ خب.

(بقیہ صفحہ ۴۴۵ پر)

کالج کی حسین تتلی

از جناب [illegible]

[illegible] ـــ حسین اور جوان صرف یہی اوصاف اسکے سرمایۂ [illegible] تھے ....

[illegible] پلتی رہی، ماں باپ کی محبت بھری نظریں اسے [illegible] کی [illegible] سے اسے کسی بات کی تکلیف نہ ہو سکی، اسکی ہر ضد پوری ہوتی گئی [illegible] انہیں چیزوں نے اس کے اندر رفتہ رفتہ [illegible] پیدا کر دیا جس کو غرور کہتے ہیں ـــ مگر یہ اس کا قصور نہ تھا ـــ محض والدین کی خود غرض محبت اسکی ذمہ دار تھی ـــ وہ [illegible] کی طرف سے ایک معصوم دل ـــ لیکر آئی تھی، جو پہاڑی [illegible] تھا ـــ رفتہ رفتہ بچپن نے کروٹ لی، آنکھوں کی معصومیت میں ایک خفیف سا غرور بھی جھلکنے لگا، چہرہ پر شادابی بڑھ گئی مگر یہ شادابی جو دوسرے کے دل کو پژمردہ کر دے سینہ کے جذبات ابھرنے لگے، چال میں الھڑ پن کی جگہ ایک خاص دلکشی پیدا ہو گئی لہجہ کی سادگی اور بے ساختگی ایک خاص پر اثر اور پُرمعنی انداز میں تبدیل ہو گئی، ادائیں تھیں مگر اب ان کا مقصد صرف اپنی نمائش تھا ـــ اور [illegible] سے خراج تحسین حاصل کرنا ـــ اب وہ جوان ہو گئی تھی، پُرتکلف ماحول نے اس کے حسن میں چند ایسی باتیں پیدا کر دی تھیں جن کا خمیازہ اسے بعد میں بھگتنا پڑا، جس مصنوعی فضا میں وہ سانس لے رہی تھی اسکا تقاضا تھا کہ وہ پاک اور سچی محبت کو بناوٹی اور جھوٹی محبت پر ترجیح دے وہ ایک مخلص نوجوان کے بجائے مغرب زدہ اور فیشن پرست نوجوان پر فریفتہ ہو جائے ـ مگر ـــ آہ، وہ پھر بھی معصوم تھی ـــ اس کے اندر جتنی برائیاں تھیں وہ سماج کی پیدا کردہ تھیں، وہ ہماری ناقص تعلیم کا نتیجہ تھیں، وہ ایسی زندگی بسر کرنے پر مجبور تھی، وہ سماج کی بیرحم مشین کا ایک پرزہ بن کر رہ گئی تھی ـــ ایک فکر کی تعلیم ہی کیا کم تھی اس پہ کالج کی تعلیم سونے پہ سہاگہ ہو گئی۔

ـــــــــــــــ

اب وہ کالج میں پڑھ رہی تھی ـــ ایسے کالج میں جہاں مخلوط تعلیم تھی جہاں لڑکے لڑکیاں ساتھ پڑھتے تھے ـ یہاں اسے ہاتھ پیر پھیلانے کا اور موقع [illegible] تھی، مگر کالج کی زندگی نے اسے بے باک بھی بنا دیا تھا، اب اسکی نگاہیں ہر نوجوان کے چہرہ کا جائزہ [illegible] کرنے لگتی تھیں، مگر جہاں کوئی نوجوان اسکی طرف دیکھنے لگتا وہ قصداً اپنا منہ پھیر لیتی، صرف اپنے حسن کی کشش آزمانے کے لئے، اسکا محبوب ترین مشغلہ آرائش اور زیبائش رہ گیا تھا، وہ گھنٹوں آئینہ کے سامنے بیٹھی [illegible] کرتی اور [illegible] کے پوڈر لگا کر [illegible] کسی عاشق کے دل کا خون معلوم ہو [illegible] ہو چکی تھی اور کالج میں ان کو دل کھول کر استعمال کرتی سبز ساری میں وہ لپٹی ہوئی ایک خاص لوچ کے ساتھ [illegible] میں مسکراتی ہوئی جاتی، آرزوؤں کو کچلتی، حسرتوں کو پامال کرتی [illegible] سے کھیلتی کلاس روم میں داخل ہو جاتی، اس میں اسے [illegible] لطف ملتا، وہ چاہتی تھی کہ نوجوان لڑکے اس کی ہر ادا پر فریفتہ ہو جائیں، انکی آنکھوں کے اشارہ پر چلا کریں، اسکی گوری اور نازک [illegible] انداز سے انگڑائی کے لئے اٹھتیں، جب اسکے ابھرتے ہوئے سینہ کی [illegible] جہاں [illegible] جنہیں وہ حسن کی دیوی کے نام سے مشہور تھی، بیکسوں میں اسے دیکھ کر ایک تھرتھری سی پیدا ہو جاتی، ایک خاص جذبہ دل میں کروٹ لینے لگتا، وہ بے اختیار چاہتے تھے کہ جا کر اسے لپٹ جائیں، مگر پھر غرور حسن سے مرعوب ہو کر دل ہی دل میں گھٹ کر رہ جاتے ـــــــ

وہ اپنی کامیابی دیکھ دیکھ کر خوش ہوتی، اس کے جذبۂ نسوانی کو اسی سے تسکین ملتی تھی، کالج کی دوسری لڑکیاں اسکی خوبصورتی اور [illegible] سے حسد کرنے لگی تھیں، مگر وہ کسی کو خاطر میں نہ لاتی، اپنی کامیابی پر نازاں اپنے حسن پر مغرور، اپنے شباب سے مخمور نوجوانوں کے دلوں سے کھیلا کرتی، تقریباً ہر نوجوان لڑکا اس کی نگاہوں کا شہید تھا، صرف [illegible] البتہ اسکی طرف بہت کم دیکھتا اور اسے خاطر میں نہ لاتا، کچھ تو اسواسطے کہ وہ سمجھتا کہ میں غریب ہوں اور میرا وہاں کہاں گذر، اور کچھ اس لئے کہ وہ خود طبیعت، شریف اور [illegible] خیالوں کا مالک تھا، وہ سماج کی خرابیوں سے پوری طرح واقف تھا سمجھتا تھا کہ ہمارے سماج میں گھن لگ چکا ہے وہ جانتا تھا [illegible] پرستی، جاہ و جلال، ریا [illegible] اور [illegible]



اس جگہ دل میں نفرت کا بیج بویا تھا، وہ بڑھ کر پھول بن چکا تھا، وہ چاہتا تھا کہ رہا کو
بڑھا دے اور سرمایہ بچتی کے جذبے کو ہوا دے کر تلاش کرے، مگر وہ خاموش تھا
وہ کر بھی کیا سکتا تھا اس کی کون سنتا ——— آہ! وہ غریب اتنا کمزور تھا
اسی واسطے بنا تھا کہ دل ہی دل میں غصہ پی کر ٹھنڈا ہو جائے۔ اس لئے
وہ حسن کی دیوی کو کسی خاطر میں نہ لاتا تھا بلکہ وہ اس سے نفرت بھی کرتا تھا
——— اس کی ذات سے نہیں اس کی صفات سے کیونکہ اس کا سگا باپ
نہیں باپ سے زیادہ کر کے دیکھی اس خوبصورت ساحرہ کی روش کا بغور
مطالعہ کر رہا تھا۔ اشکال کا تصور یہ تھا کہ ہائے ایسی خوبصورت لڑکی اور یوں
زندگی برباد کر رہی ہے وہ چاہتا تھا کہ یہ نوجوان لڑکی اپنی قدر و قیمت سے
واقف ہو جائے اپنی برائی کو پہچانے انہیں سب خیالات نے اسے اس بات
پر مجبور کر دیا کہ وہ ایک دن اس سے مل کر اسے آگاہ کر دے، کچھ عرصہ تک
تو وہ یہ خیال کرتا رہا کہ کہیں اس نے نہ سنا ——— سخت کلامی کی تو؟
مگر وہ پھر اپنے دل کو یوں تسکین دیتا کہ پھر بھی ہم ایک لڑکی کی عزت و آبرو
بچانا ہمارا فرض ہے۔ وہ جب اپنے ٹوٹے پھوٹے گھر میں اس لڑکی کا
تصور کرتا تو اس کا دل دھڑکنے لگتا۔ اس کے خیال سے اسے
تقویت ملتی، وہ خیالوں کی ایک حسین وادی میں پہنچ جاتا تھا جہاں رنگ
برنگ کے پھول کھلے ——— مگر انہیں پھولوں میں جب اسے کانٹے
دکھائی دیتے تو وہ مضطرب ہو جاتا۔ آخر کار ایک دن اس نے دل پر جبر کر کے اسے
تنہائی میں مخاطب کر ہی دیا ———
"وفا سنئے گا ذرا" ———
"کوئی خاص کام ہے" نوجوان حسینہ نے ایک ناز و ادا کے ساتھ رکتے ہوئے کہا
"جی ہاں۔ آگے ... ..." ———
"جلدی کہو میرے پاس وقت نہیں ہے" اس نے تیوری چڑھا کر اور روش
پر کھڑے ہو کر پھولوں پر نظر جماتے ہوئے کہا ———
"میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں وہ آپ ہی کے لئے ہے" رمیش نے بے صبری سے کہا
"میرے لئے؟" اس نے نہایت تعجب سے پوچھا ———
"ہاں آپ ہی کے لئے۔ آپ اپنی جوانی پر رحم کریں، یہ پھول اس طرح پامال
ہونے کے لئے نہیں ہے" رمیش نے نہایت جوش کے ساتھ کہا۔
"تمہیں آخر جرأت کیسے ہوئی۔ ..." اب شرم...

——— "... اس نے ..."
کہ ... ...
تمہیں اور کوئی ... کام ہے
"چپ رہو، تم نہایت ... ہو، میں ... شکل ... سے ..."
"شکل ... وہ تو انتہائی ..."
"وہ خاموش، میں ان کے بارے میں کچھ بھی نہیں ... "
"تمہارا ... بات ... تیر ... جانے لگی"

شکل نے ساتھ شادی کئے چھ سے ... برس ... مگر ...
کی زندگی جیسے گزری اس کا دل ہی جانتا تھا شادی کے ابتدائی ...
خوش خوش گزرے، مگر اس کے بعد آفت یا اس کے تصور ہی سے دل ...
جاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے جہنم کا منہ کھول دیا ہو، جیسے
کسی نے جلتا کوئلہ کے دہانے پر پاؤں رکھ دیا ہو۔ شکل وہ سب ...
جو رمیش اسے بتا رہا تھا ——— بلکہ اس سے بھی زیادہ ——— وہ ...
بدکار، بدچلن اور آوارہ، کیا کیا نہیں تھا، وہ جب پہلے سے پاس ...
چکا تو آ گیا ——— آہ! اس نے پہلے ہی کیوں نہیں رمیش کا کہا مانا
اس وقت کیوں بہری ہو گئی تھی ——— دولت کے نشہ نے اس کی
آنکھیں بند کر دی تھیں، حسن اور جوانی نے اسے مغرور بنا دیا تھا
اس نے رمیش کی قدر کی ہوتی، مگر اب کیا ہوتا تھا جو ہونا تھا ...
تیر کمان سے نکل چکا، اب وہ تھی اور پہاڑ سی کالی کالی راتیں جو کسی ...
نہیں کٹتیں ——— شکل اسے تنہا اور بے یار و مددگار چھوڑ کر ...
زیورات روپیہ پیسہ سب کچھ فرار ہو گیا تھا، اس کے ماں باپ بھی ...
کاش وہ ہوتے تو آج اپنی تعلیم و تربیت کا نتیجہ اپنی آنکھوں سے دیکھ
لیتے، وہ تنہا ہوتی تو کسی نہ کسی طرح پیٹ پال لیتی، مگر اب تو اس کی ...
کی معصوم یادگار ایک چھوٹا سا بچہ بھی تھا، دکھ اور درد میں کچھ ...
ننھی سی جان سے اس کا دل بہل جاتا، مگر صرف تھوڑی دیر کے ...
ٹھوکریں کھاتی لوگوں کی ہوس ناک نگاہیں اس کا استقبال کرتیں ...
لعنت و ملامت کے تیر سہتی وہ سڑک پر پھرتی ... کے ...
کے بعد چند پیسے مل جاتے، یہی کیا کم تھا اس ظالم آبادی میں ...
ہی مل جاتے تھے ... حسن اب زائل ہو چکا تھا ... نے اسے
... ... مرد وہ کسی طرح زندگی کے دن ...

ظالم مرد

از نتیجۂ طبع حضرت حامد اللہ افسر میرٹھی

ایک دوشیزہ جمیل و مہ جبیں — خوب صورت خوب سیرت نازنیں
سرو قد غنچہ دہن سیمیں بدن — فتنہ ساماں حشر پرور مہ جبیں
جس کا ہر انداز جان و دل نواز — ہر ادا جس کی قیامت آفریں
جنتِ ذوقِ نظر گلگوں عذار — چشم نرگس میں شرابِ احمریں
کیف افشاں مدبھری آنکھوں کا حسن — دشمنِ ہوش و خرد حشر آفریں
ماہِ کامل کی طرح روشن جمال — ضو فشاں منور ہیں رخسارِ حسیں
قدِ بالا غیرتِ سروِ سہی — عطر افشاں جس کی زلفِ عنبریں
ہائے اسکے ساعدِ سیمیں کا لوچ — شکر افشاں اسکے لب ہائے حسیں
دیدنی اس کی کھلی باہوں کا حسن — حشر در آغوش وہ زہرہ جبیں
صنعتِ خالق کا رنگیں شاہکار — خاتمِ فطرت کا تابندہ نگیں
کاوشِ بہزاد کا حسنِ مآل — خامۂ مانی کا نقشِ بہتریں

اپنے کوٹھے پہ ہے استادہ خموش
سیلگوں ساری میں وہ محشر بدوش

کیفیاتِ قلب ہیں سب بے نقاب — اس کی حالت سے عیاں ہے اضطراب
یعنی دامنگیر ہے شادی کی فکر — ہونے کو ہے زندگی میں انقلاب
جاں گسل ہے فرقتِ مادر پدر — کیا خبر کل ہو گا کیا؟ وائے عذاب
سوچ کر سسرال اور میکے کا فرق — کھا رہی ہے دل ہی دل میں پیچ و تاب
خون روتا ہے دلِ آشفتہ حال — رنج سے محزون و غمگیں ہے شباب
ہائے اک بیباک کی گستاخ چھیڑ — کیا کرے گی جب الٹ دیگی نقاب
گوہرِ عصمت کی تابش ریزیاں — ہو گی خواہش پر کسی کے بے حجاب
وہ کسی کی جا و بے جا چھیڑ چھاڑ — شرم سے اس کو کریگی آب آب
لوٹ لے گا بے طرح دوشیزگی — دستِ گلچیں گلستانِ شباب
تیرگیٔ غم سے مرجھا جائے گا — نو شگفتہ غنچۂ حسن و شباب
ہائے کن آنکھوں سے دیکھی جائیگی — وہ کسی کی دلشکن چشمِ عتاب

صنفِ نازک کس قدر مظلوم ہے
یعنی "ظالم مرد" کی محکوم ہے

مڈر آف فائل

از منشی [illegible] صاحب

ذیل میں اس سنگدل بیرحم اور شقی القلب خونی شخص کے حالات قلمبند کئے جاتے ہیں جو یورپ کی حسین و جمیل عورتوں کو عرصہ دراز تک اپنے مخصوص اور پُر اسرار طریق سے موت کے گھاٹ اتارتا رہا اور پولیس پھر بھی اسے گرفتار نہ کر سکی، صرف پری جمال عورتوں کو ہی قتل کرنے میں اس شخص کی کونسی مصلحت تھی؟ پولیس کو اسکی لرزہ خیز وارداتوں کا سراغ کیسے ملا اور اس مرد جفاکار کا انجام آخر کار کیا ہوا؟ یہ جاننے کے لئے دیکھئے

۱۹۱۲ء کے آغاز موسم بہار میں ایک دراز قد نفاست پسند آدمی جسکا چہرہ لاغر، بالوں کی رنگت سیاہ، گلے کی ہڈیاں ابھری ہوئیں اور چہرے کی ساخت بڑی حد تک تاتاری تھی، اپنی نوجوان اور حسین بیوی کو ساتھ لیکر بوداپسٹ سے چلا اور رفرنکوٹا کے گاؤں میں وارد ہوا جو صوبہ مقام ہنگری سے چند میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور جہاں زیادہ تر ملک کے فارغ البال لوگ موسم گرما بسر کرنے کو جمع ہوتے ہیں اس شخص کی عمر چالیس سال کے قریب تھی اور اسکا عجیب نام بیلاکس مشہور تھا، عورت کی عمر اس سے قریباً پندرہ سال کم اور اسکا حسن عالم فریب پورے جوبن پر تھا، صورت میں جیسے چودھویں رات کا چاند، میانہ قد، کشادہ پیشانی، پیوستہ ابرو، سیاہ چشم، نازک اندام، شیریں گفتار غرض جتنی خوبیاں ہو سکتی ہیں شوخ و شنگ کا لازمہ سمجھی گئی ہیں سب اس کے اندر موجود تھیں، بیلاکس نے بر لب سڑک ایک مکان اپنے رہنے کے لئے کرایہ پر لے لیا جس کے گرد ایک نہایت کشادہ باغ تھا اور اس میں چند ماہ تک یہ میاں بیوی ظاہراً اطمینان کی حالت میں زندگی بسر کرتے رہے ہفتہ میں ایک یا دو بار یہ لوگ بوداپسٹ جاتے لیکن سامان ضرورت خرید کر فوراً ہی واپس چلے آتے تھے، بعد ازاں معلوم ہوا کہ یہ شخص بیلاکس کسی زمانہ میں ٹین کے برتنوں کا سوداگر رہا تھا جس میں اس نے بہت معقول منافع پیدا کیا، فی الحال وہ

زندگی میں عیاری
چالاکی و قتل
اور غارتگری کے
سینکڑوں واقعات
آپ نے پڑھے یا سنے
ہونگے مگر یہ اُن سب سے
مختلف اور عجیب
و غریب ثابت ہوگا

فراغت اور آسودگی کی زندگی بسر کر رہا تھا۔ اس مکان میں رہتے ہوئے ان دونوں کا وقت زیادہ تر علیحدگی اور تنہائی میں بسر ہوتا تھا جس کی وجہ شاید یہ تھی کہ مرد کو روحانیات کا شوق تھا اس مضمون پر اسکے پاس ایک اچھی خاصی لائبریری جمع تھی اور اسکی بیوی بھی اس حد تک اس مضمون سے دلچسپی لیتی تھی کہ گاہ بگاہ کانچ کا گولہ سامنے رکھکر اسکی گہرائیوں کو نظر عمیق سے دیکھتے ہوئے وہ اس کے ذریعہ سے مستقبل کے پوشیدہ راز معلوم کرنے کی کوشش کرتی تھی دیکھنے والوں کو یہی معلوم ہوتا تھا کہ میاں بیوی کی ایک دوسرے سے بہت گہری محبت ہے ان کے پاس ایک چھوٹی سی پرانے طرز کی موٹر تھی اس پر سوار ہو کر مرد گاہ بگاہ بوداپسٹ جایا کرتا تھا۔

ہم پیشتر بیان کر چکے ہیں کہ اسکی بیوی ایک مہوش نازنین اور نہایت درجہ حسین تھی، شاید اس کے حسن و شباب کی وجہ سے بیلاکس ہمیشہ اس پر غیر معمولی طور پر محتاط رہتا تھا، بلکہ اس نے خاص طور پر اس بات کی ہدایت کر دی تھی کہ وہ کسی اجنبی مرد کے ساتھ دوستانہ پیدا نہ کرے وہ دریائے ڈینیوب کے ساحل پر واقع موضع زمونی کی رہنے والی تھی، جہاں کی عورتیں اپنے حسن و جمال کے لئے اسی طرح مشہور ہیں، جیسے پنجاب میں قصبہ گجرات کی عورتیں، لیکن شوہر کی کڑی نگرانی کے باوجود میڈم بیلاکس نے ایک شخص کے ساتھ پال بھاری جس کا نام تھا اور جو بوداپسٹ میں تصویر کشی کرتا تھا دوستانہ پیدا کر ہی لیا، بیلاکس کی عدم موجودگی میں یہ شخص اکثر میڈم کے پاس رہتا اور وہ مل کر ببول کے درختوں کے نیچے جو اس مقام پر بکثرت اگے ہوئے تھے ٹہلتے پھر اکثر کسی سایہ دار مقام پر بیٹھ کر پکنک اڑاتے تھے۔ معاملات کی یہ حالت قریباً چھ ماہ تک رہی حتیٰ کہ ایک رات جب بیلاکس کسی کام سے بوداپسٹ گیا ہوا تھا تو اس نے واپس آکر دیکھا کہ مکان کا دروازہ بند اور مقفل ہے اس خیال سے کہ میڈم کہیں آس پاس گئی ہوگی وہ اسکی واپسی کا انتظار کرنے لگا، مگر جب گہری رات ہو گئی اور وہ واپس نہ آئی تو مجبوراً اس نے قفل توڑ کر دروازہ کھولا

[illegible] کہ میری [illegible]
[illegible] حالی ہو گئے۔
[illegible] بیلاکس کا سخت [illegible] اور
[illegible] نے [illegible]
[illegible] پھینک دیا۔ اس کے چند
دن بعد [illegible] نام کے ایک ہمسایہ کے
پاس گیا جو اس قرب و جوار میں رہتا اور جو ہی
[illegible] آدمی تھا جس سے بیلاکس کی قدرے
[illegible] تھی، اس کو اس نے اس واقعہ سے
[illegible] کتنا تجارتی [illegible] اس سے
[illegible]

[illegible] دوسرے دن سارا شہر [illegible] میں اس
[illegible] ہو گیا، سب لوگ یہی کہتے تھے کہ
اس [illegible] کا انجام یہی ہونا تھا اس میں
تعجب کی کوئی بات نہیں۔

[illegible] کا خیال اس قصے کی نسبت کچھ
[illegible] مگر اس میں شک نہیں کہ شہر کا
[illegible] اس [illegible] تھا، اس دن کے
بعد اس [illegible] گھر سے باہر نکلنا یا کسی سے ملنا بالکل
[illegible] زندگی کسی زاہد گوشہ گیر کی
مانند بسر ہونے لگی گھر میں کسی نوکر تک کو نہ رکھا
اپنے ہاتھ سے کھانا پکاتا اور اپنی ضروریات خود
[illegible] کرتا تھا [illegible] یہ کہ عورت کی ذات
[illegible] نفرت ہو گئی اور اب وہ دن
رات اسی مکان کی چار دیواری میں بند ہو کر
[illegible] کے
[illegible] اس کا [illegible]
[illegible] سخت جواب دینے [illegible]
[illegible] کسی [illegible] کی ضرورت

[illegible]
دیتی تھی۔ آس پاس کے رہنے والوں [illegible] پہنچ گئیں
[illegible] ایک دن بیلاکس کا محرم راز
لٹ مین تحقیق حال کی غرض سے مکان کے دروازہ
پر گیا اور اندر سے [illegible] کی دستک
بڑی دیر کے بعد دروازہ کھلا تو اس نے دیکھا کہ
بیلاکس زرد رو [illegible] کی حالت میں نقاہت [illegible]
کمزور [illegible] اس لئے اپنے دوست کو
بتایا کہ میں تو کئی دن سے بیمار تھا جس پر لٹ مین
نے کانوں کے ڈاکٹر کو بلانے اور کسی آدمی کو تیمارداری
کے لئے پاس رکھنے کے سوال پر زور دیا لیکن بیلاکس
کا جواب تھا ڈاکٹر کو بلانے کی کیا حاجت ہے، اگر
میں مر گیا تو اس کا غم کسے ہوگا، دنیا میں ایسا
کوئی نہیں جس کو میری زندگی عزیز ہو۔
لٹ مین نے تشفی کے الفاظ کہے، بیلاکس کے نہ نہ
کرتے ڈاکٹر کو بلوایا اور رکلان نام کی ایک بوڑھی
عورت کو اسکی تنخواہ دار نرس مقرر کر دیا۔
اس وقت دیکھا گیا کہ بدنصیب شخص کے مزاج
میں جنون کی سی کیفیت پیدا ہو چکی تھی، اس نے
ایک کمرہ کے اندر [illegible] بڑی احتیاط سے کپڑا بچھا کر
اپنی بیوی کی وہ پوشاکیں اور بوٹ جو وہ مکان
پر چھوڑ گئی تھی سجا کر رکھے ہوئے تھے، اس نے
بوڑھی عورت کلان کو تاکید کر دی کہ اس کمرہ میں
نہ جانا، [illegible] یہ عورت اس کے پاس
رہی اور کچھ ڈاکٹر کی کوشش اور کچھ اس کی تیمارداری
کا نتیجہ یہ ہوا کہ بیلاکس کی صحت دوبارہ اچھی
ہو گئی، اس وقت اس نے بوڑھی عورت کو اس کا
حق الخدمت ادا کر کے رخصت کر دیا اور پھر وہی
علیحدگی اور تنہائی کی زندگی بسر کرنے لگا جو پیشتر
کیا کرتا تھا۔

[illegible]
بات کہ [illegible] کے [illegible] میں [illegible]
تھا، قدرتی طور پر بہت سے لوگوں نے [illegible]
کلان سے بیلاکس اور اس کے مکان کے [illegible]
[illegible] کے سوالات پوچھنے شروع کئے، اس وقت
اس نے بیان کیا کہ مرحوم نے گو مجھے اس بات کی
تاکید کر دی تھی کہ فلاں کمرہ میں نہ جانا، تاہم ایک
دو مرتبہ جب وہ [illegible] تھا میں نے خفیہ طور پر
سوراخ کی راہ سے اس کمرہ میں نظر ڈالی اور [illegible]
دیکھا کہ [illegible] اس سامان کے جو اس شخص کی [illegible]
بیوی نے فرار کے وقت گھر میں چھوڑ دی تھی [illegible]
[illegible] پانچ بڑے ڈرم [illegible] کے ساتھ رکھے [illegible]
اس قصے کو جن لوگوں نے سنا [illegible] نکالا کہ ان
پیپوں کے اندر [illegible] کی ہوئی [illegible]
بند ہو گی، ان کا خیال تھا کہ آس پاس کسی پوشیدہ
مقام پر [illegible] شراب کی بھٹی ہے اور یہ شخص [illegible]
لوگوں سے مل کر اس کی خرید و فروخت کرتا ہے آخر
جب اس بات کا چرچا عام ہونے لگا تو ایک دن
اسی ہمسایہ لٹ مین نے جس کا ذکر پیشتر آیا ہے
بیلاکس سے اس واقعہ کا ذکر کیا جس پر وہ قہقہہ
مار کر ہنسنے لگا اور بولا کتنی عجیب بات ہے کہ
لوگ ذرا سی بات کا بتنگڑ اور رائی کا پہاڑ بنا لیتے
ہیں، حالانکہ معاملہ کی تہ میں کوئی بھی نہیں [illegible]
ایسا کہتے ہیں تو انہیں کہنے دو لیکن تم سے [illegible]
میرا کوئی پردہ نہیں اس لئے بتاتا ہوں کہ ان
پیپوں کے اندر پٹرول بھرا ہے جو [illegible]
[illegible] بات آئی گئی [illegible]
بعد ازاں لٹ مین نے ایک مرتبہ [illegible] میں
اظہار تعجب کیا کہ کیوں تم نے اپنی [illegible]
[illegible] زیادہ [illegible]

[illegible] پہلا جواب دیا "جہاں تک میرے ملنے میں آیا ہے وہ بیوقوف نہیں وہ آتا ہے آرام کی زندگی بسر کرتے ہیں، مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ ان کی راحت شکنی میں حصہ لوں، واقعہ یہ ہے کہ مجھکو اس عورت سے اتنی زیادہ محبت تھی جس میں عداوت یا انتقام کی قطعاً گنجائش نہیں، گاہ بگاہ مجھکو اپنی حماقت پر افسوس ضرور ہوتا ہے، مگر اس سے زیادہ کچھ نہیں، وہ جس جگہ رہتے ہیں رہنے اور مزہ کرنے دو۔"

لیکن اس دن کے بعد لوگوں میں بیلاکس کے متعلق اور بھی زیادہ چہ میگوئیاں ہونی شروع ہو گئیں، بوڈاپسٹ میں اس کی آمد و رفت کو پُراسرار اہمیت دی جانے لگی، اور اس کے پس پشت عورتوں نے کہنا شروع کیا کہ ضرور یہ آدمی کالے جادو کا عامل ہے۔"

جب کبھی وہ بوڈاپسٹ جاتا تو رات کے آخری حصہ سے پیشتر واپس نہ آتا تھا اسوقت اس کی پرانی موٹر کی کھڑکھڑاہٹ گاؤں کے اکثر باشندوں کو سنائی دیتی تھی، ہوتے ہوتے بات گاؤں کے پولیس مین کے کانوں تک بھی پہنچی جس نے تحقیقات کی غرض سے بیلاکس کے ساتھ دوستانہ پیدا کیا اور جلدی ہی معلوم کر لیا کہ وہ بڑا نیکدل فیاض اور مہمان نواز آدمی ہے، بارہا یہ دونوں مکان کے اندر بیٹھے دیر تک باتیں کرتے رہتے، امر واقعہ یہ ہے کہ جب سے بیلاکس کی بیوی فرار ہوئی سٹ مین کے علاوہ یہ سپاہی ہی ایک فرد واحد تھا جو مکان کی چار دیواری میں داخل ہوا، اس نے اپنی تحقیقات کا نتیجہ افسران اعلیٰ کے کانوں تک پہنچایا اور یوں ہر قسم کے شبہات رفع دفع ہو گئے۔

—— ۲ ——

[illegible] میں پہلی مرتبہ بعض اس طرح پُراسرار واقعات پیش آئے جن کی وجہ سے پھر ایک بار بیلاکس کا نام خاص و عام میں [illegible] آنے لگا ایک دن بہت سویرے گاؤں سے قریباً آدھ میل کے فاصلہ پر بعض شخصوں نے اسکو ایک نہایت خوبصورت جوان عورت کے ساتھ جس نے مردہ پوشاک اور گلے میں سمور پہن رکھی تھی، پھرتے ہوئے دیکھا جس سے خیال پیدا ہونے لگا کہ بیلاکس کا یہ دعویٰ کہ اسے عورت ذات سے ہمیشہ کو نفرت ہو گئی ہے اور وہ آئندہ کبھی کسی عورت کی محبت گوارا نہ کرے گا بے بنیاد نکلا اور اب اپنے زخم دل کے مندمل ہونے پر وہ دوبارہ ایک پری وش حسینہ کی زلف گرہ گیر کا اسیر ہونے لگا ہے، حالات سے معلوم ہوتا تھا کہ دونوں اس ملاقات کو عوام کی نظروں سے پوشیدہ رکھنا چاہتے تھے، گویا وہ ملاقات صحیح معنوں میں جائز نہ سمجھی جا سکتی تھی مگر اس میں کلام نہیں کہ وہ عورت شہر بوڈاپسٹ کے رہنے والی تھی اور ایک دن کا عرصہ اس نے بیلاکس کے پاس رہ کر گذارا تھا۔

اس کے ایک ماہ بعد ایک کاشتکار نے جو اپنے چھکڑے پر سوار زنکوٹا سے راکوسلوا کے مقام کی طرف جا رہا تھا سہ پہر کی ڈھلتی چھاؤں میں ایک مرد اور ایک عورت کو جنگل کے قریب ایک ڈنڈی پر ٹہلتے ہوئے دیکھا، جب وہ قریب پہنچا تو معلوم ہوا بیلاکس ہے، جو ایک خوش پوش حسینہ کے بازو میں بازو ڈالے کسی مضمون پر بڑی سرگرمی کے ساتھ گفتگو کر رہا تھا، یہ جگہ موضع زنکوٹا سے قریباً چار میل کے فاصلہ پر تھی اور کاشتکار نے دیکھا کہ وہاں تھوڑی دور بیلاکس کی پرانی موٹر کار جس پر کیچڑ اور پانی کے چھینٹے پڑے تھے ایک جانب کھڑی ہے۔

انہی ایام میں بوڈاپسٹ کے بازار کرمنی کرٹ کے ایک نامی بزاز کی بیٹی لونیا دسٹ نے پولیس میں ایک عجیب طرح کی رپٹ لکھوائی، اس نے بیان کیا کہ ایک رات [illegible] گئی تو وہاں ایک مرد [illegible] اور مجھے [illegible] بہت دور سیر کرانے لے گیا، واپسی پر ہم ایک جھونپڑی میں ٹھیرے اور وہاں کھانا کھایا [illegible] شہر میں پہنچے تو وہ کہنے لگا "آؤ تمہیں اپنے چوبارہ میں لے چلوں جو پل مارگریٹ کے قریب واقع ہے" ہم نے رات کا کھانا ایک رستوران میں کھایا اور اس سے فارغ ہو کر مرد نے مجھ سے کہا کہ "اگر تم میرے مکان پر چلو تو میں تمہاری قسمت کا حال بتاؤں گا"۔ عورت کو غیب کی بابت جاننے کا اشتیاق ہوتا ہے وہ آمادہ ہو گئی تاہم اس کا بیان تھا کہ اس جگہ پہنچنے کے بعد اس نے پیلے سے رنگ کی ایک خوشبودار شراب مجھکو پینے کے لئے دی جو نہایت درجہ تیز تھی جس کے بعد اس نے کہا "تم اسی میز کے پاس بیٹھکر کانچ کے گولے کی طرف نظر جما کر دیکھو اس کے اندر تمہیں اس آدمی کی صورت نظر آئے گی جس سے تمہاری شادی ہونیوالی ہے۔" میں نے اس کی تعمیل کی، لیکن جب تھوڑی دیر نظر جما کر تکتی رہی تو عجب طرح کی سرگرانی کا احساس ہونے لگا جو غالباً اس تیز شراب کا نتیجہ تھا، اسوقت میں نے یکایک نظر اٹھا کر دیکھا تو سامنے والی دیوار میں لگے ہوئے آئینہ کے اندر ایک مرد کی صورت کا عکس نظر آیا جو میرے پس پشت سبز ریشم کی ڈوری ہاتھ میں لئے کھڑا تھا، اس نے ڈوری کا پھندا بنا رکھا تھا اور اسکی حالت ظاہر کرتی تھی کہ وہ اس کو میری گردن میں ڈالنا چاہتا تھا، میں نے اس عکس کو جب دیکھا تو معلوم ہوا کہ مرد کے چہرہ پر عجب طرح کی بھیانک تبدیلی ہو چکی ہے، اب اس میں حسن اخلاق اور انکسار کے آثار نہ تھے بلکہ چہرہ کو دیکھکر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی جفا پیشہ سنگدل مردم آزار آدمی ہے، اس کی آنکھوں کی تیز خونی

... اس ... کو ...
... ہیں ...
... دونوں ... شہر کے ... ایک ... عورتوں
... پر ...
... کی ... پاس ... صاحب
غائب ہو گئی تھیں۔ پولیس کو دیہات کی دو
... بعد شہر کے اس بالا خانہ کی پوری کیفیت
بھی اس کو یاد تھی سنائی اور پولیس نے بھی ان علاقوں
کی بابت بہت چھان بین کی لیکن دونوں مقامات
کا صحیح پتہ نہ مل سکا اور انجام کار تھک کر پولیس نے یہ
سمجھ کر بات کو ختم کر دیا کہ اس عورت
کو ... دماغ کا خلل ہے جو کچھ
اس نے بیان کیا محض اس کے ہوش میں آنے کے
پہلے تخیل کا نتیجہ ہوگا۔

لیکن عجیب بات یہ ہوئی کہ اس کے تین ہفتہ بعد
ایسی ہی داستان ایک اچھے خاندان کی جوان
شادی شدہ عورت نے شہر کے ایک اور حصہ کی
پولیس کے روبرو بیان کی۔ اس نے بیان کیا کہ وہ
کچھ ... گرجا میں نماز پڑھ کر نکلی تھی کہ
ایک خوش پوش مرد سے دریائے ڈینوب کے
کنارے فرانز جوزف گھاٹ کے قریب ملاقات ہوگئی
واقعہ اس طرح پیش آیا کہ میں جب گرجا سے نکل کر
سڑک کے دوسرے جانب پہنچنے کی کوشش کر
رہی تھی تو ایک کرایہ کی موٹر بہت تیز چلتی ایک
طرف سے آئی، عین ممکن تھا کہ میں اس کی چپیٹ
میں آ جاتی مگر ایک مرد شریف نے میرا بازو پکڑ
کر ... سے پیچھے ہٹا لیا۔ اس ... سے واقعہ
کی ... ہماری واقفیت بڑھ گئی، دوران گفتگو
میں اس نے مجھ کو بتایا کہ فرانز جوزف میرا نام
ہے اور میں ایک جوہری کی دکان پر شہری
ایجنٹ کا کام کرتا ہوں، نیز مجھ کو روحانیت کا
شوق ہے ... اس علم سے دلچسپی تھی
اس ... ہو گئی ... شہر ... دن
کسی ... سے ... گیا تھا اس سلسلے میں ...
اس کو ایک ... پر جانے کی دعوت دی۔ اس
تقریب پر میں نے بعض قیمتی زیورات پہن رکھے
تھے اور اس نے ایک ماہر فن جوہری کی مانند
ان کی بہت تعریف کی۔

اسی رات جوزف مجھ کو اپنے ساتھ بوڈاپسٹ
کے ایک اعلیٰ درجہ کے قہوہ خانہ میں لے گیا۔ اس جگہ
بیٹھے ہمیں رات کے دو بج گئے، پھر جب میں
رخصت ہونے لگی تو جوزف نے کہا۔ اگر تم میرے
ساتھ میرے مکان پر چلو تو میں تمہارے مستقبل کے
حالات بیان کر سکوں گا۔ میں اس کے ساتھ جانے کو
آمادہ ہو گئی۔ اس نے کوئی چیز مجھے پینے کے لئے
دی، پھر جب میں شیشے کو ... ہی
تھی تو اس نے میرا گلا گھونٹنے کی کوشش کی میں نے
مقابلہ شروع کیا لیکن انجام کار مغلوب ہو گئی
اس کے بعد مجھے ہوش نہیں رہا اور جب آخر کار
میری آنکھ کھلی تو دیکھا کہ پولیس کا ایک سپاہی
میرے پاس کھڑا ہے اور میرے سب زیورات
غائب ہیں، معلوم ہوتا تھا کہ مجھ کو بے ہوشی کی حالت
میں ایک مکان کے دروازہ پر جا کر ڈال دیا گیا۔
اس دوسرے واقعہ کے پیش آنے سے بوڈاپسٹ
کی پولیس چوکنا ہو گئی اور از سر نو تحقیقات شروع
کی لیکن پہلی عورت کی طرح یہ عورت بھی اس
مکان کا صحیح پتہ بیان نہ کر سکی، جس میں مسٹر ایبلر
اسے اپنے ہمراہ لے گیا تھا، دونوں کا بیان تھا کہ
وہ ہمیں کسی چکردار راستے سے ایک بند گلی کے
دروازہ پر لے گیا، اس جگہ ہمیں موٹر سے اتارا گیا
اور باقی فاصلہ ہم نے پیدل طے کیا تھا، مکان
کے اندرونی حصہ کی جو کیفیت دونوں عورتوں نے
بیان کی نیز اس مرد کے بیان کردہ حلیے سے یہی
معلوم ہوا کہ ایک ہی آدمی نے دونوں وارداتوں
میں حصہ لیا تھا۔

جب اس کے چند روز بعد اسی قسم کا ایک
تیسرا واقعہ پیش آیا تو بوڈاپسٹ کے ... میں
بھاری سنسنی پھیل گئی۔ اور جب اس کے فوراً
بعد ایک جوہری نے پولیس کے دفتر میں ایک
اس قسم کی انگوٹھی پہنچائی جو مسروقہ زیورات کی
فہرست میں شامل تھی تو ہر طرف سے ملزم کی
گرفتاری کے لئے مطالبہ کیا گیا، مگر عین اس
موقع پر گزشتہ عالمگیر جنگ شروع ہو گئی اور
ملک کے ہر حصہ میں بدنظمی پھیل گئی، پولیس کا نظام
بھی قائم نہ رہا کیونکہ آسٹریا کے ہر ایک قابل
خدمت جوان کو اتحادیوں کے برخلاف جرمنی کی
فوجوں کے ساتھ جنگ میں بھیجا جا رہا تھا۔
جن لوگوں کو جنگ کے لئے بھرتی کیا گیا، ان میں
بیلاکس بھی شامل تھا، ان ایام میں وہ اپنے اسی
مکان پر تنہائی اور علیحدگی کی زندگی بسر کر رہا تھا
جب اس کو میدان جنگ میں جانے کا حکم ملا
تو اس نے ایک لوہار سے کہہ کر مکان کی سب
کھڑکیوں کے اندر لوہے کی مضبوط سلاخیں لگوا
دیں تاکہ اس کی غیر حاضری میں چور دروازے
توڑ کر مکان میں نہ گھس جائیں، اس کے ایک
ہفتہ بعد وہ زندگی سے رخصت ہو کر آسٹریا کی
فوج میں شامل ہو گیا۔

۴

اس بعد ڈیڑھ سال کا عرصہ گزر گیا، بیلاکس نے
سربیا کے میدان جنگ میں حصہ لیا اور ایک مرتبہ
اپنے دوست لٹ مین کے نام خط لکھ کر ایک ...
معرکے کا حال بھی تحریر کیا۔ لٹ مین کی عمر چونکہ کافی
زیادہ تھی کہ اسے فوجی خدمات کے اہل نہ سمجھا جاتا
تھا اس لئے وہ میدان جنگ میں شامل نہ ہوا
تھا، لٹ مین نے اس خط کا جواب لکھ کر روانہ کیا
لیکن چار مہینے کے بعد وہ خط اس اطلاع کے ساتھ
واپس آ گیا کہ بیلاکس بلغراد کے قریب ایک فوجی
ہسپتال میں زخمی ہو کر ... حالت میں داخل ہوا تھا
اس جگہ وہ مر گیا ...

زبان نے اس بدنصیب کیلئے کہا، بہرحال یہ مانا جاتا
تھا جاس دنیا سے بےآس ونامراد رخصت
ہوا بعدازاں متعلقہ ریکارڈ میں اس کا
نام بھی کاٹ دیا گیا۔

لیکن اس کے کچھ عرصہ بعد ایک نہایت عجیب
اور بھیانک واقعہ پیش آیا یعنی ببول کے جنگل
میں اس مقام کے قریب جہاں ایک کاشتکار
نے پچھلا اپریل تھوڑے بیلاکس کو ایک نوجوان
عورت کے ساتھ چہل قدمی کرتے دیکھا تھا۔
زمین کے نیچے صرف چھ انچ کی گہرائی پر ایک جوان
عورت کی لاش سخت گلی سڑی حالت میں پائی
گئی، اس بدنصیب عورت کی انگلی پر ایک شادی
کی انگوٹھی تھی جس کے اندر کی طرف کوئی نام کندہ
تھا، اس نام کی بناء پر معلوم ہوا کہ وہ شہر وی آنا
کے ایک نامی سمور فروش کی نوجوان اور حسین بیوی
تھی جو آغاز جنگ سے پیشتر اپنے شوہر کے گھر
سے دو ہزار پونڈ مالیت کا زر نقد اور بہت سے
زیور لیکر بھاگ گئی، اس دن کے بعد پولیس
انتہائی کوشش کے باوجود اسکا کھوج لگانے
سے قاصر رہی تھی۔

تحقیقات پر معلوم ہوا کہ اس عورت کا شوہر بھی
فوج میں بھرتی ہو کر میدان جنگ میں گیا تھا اور
وہ جنگ کے پہلے ہی ہفتے میں مارا گیا، ہنگری
کی پولیس اپنی ناقابلیت کے لئے ہمیشہ بدنام رہی ہے
ان لوگوں نے سوچا کہ عورت مر گئی، عورت کا خاوند
بھی مر گیا، اب کس کو پڑی ہے کہ قاتل کا سراغ
لگاتا پھرے، اس لئے معاملہ کو وہیں چھوڑ دیا لیکن
اس کے تین ماہ بعد جب ایک کسان جنگل میں
اسی مقام کے قریب تھوڑے فاصلہ پر ہل چلا
رہا تھا تو زمین سے ایک اور لاش برآمد ہوئی
پولیس نے گمشدہ لوگوں کے ریکارڈ دیکھے تو معلوم
ہوا کہ بڈاپسٹ کی [illegible] تحقیقات
کی لاش سے [illegible]

کا شوق کرتی تھی اور بعدازاں ناگہاں جولائی
۱۹۱۳ء میں غائب ہو گئی۔

اس پر بوداپسٹ کی خفیہ پولیس کے افسر اعلیٰ نے
ازسرنو تحقیقات شروع کی ابھی دونوں بہن سے
ایک رپورٹ موصول ہوئی کہ سوئٹزرلینڈ کی رہنے
والی ایک مالدار خاتون جسکا نام [illegible] تھا وہ
لاسین کی رہنے والی تھی، کسی کام سے بوداپسٹ
آئی اور اسیجگہ کے ایک مشہور ہوٹل میں قیام پذیر
ہوئی، وہاں سے ایک خط اس نے اپنی بہن
کے نام جنیوا کے پتہ پر لکھ کر بھیجا، لیکن اس کے
بعد اکتوبر ۱۹۱۴ء میں وہ ایسی گم ہوئی کہ پھر
اسکا پتہ نہ مل سکا، اسکا حلیہ جو کچھ بیان کیا گیا
اس سے معلوم ہوا کہ اس کے رخسار پر ایک سرخ
رنگ کا داغ اور بائیں ٹانگ میں ہلکا سا نقص
تھا، تین دن کے اندر اندر ہنگری کی پولیس تحقیقات
کرکے اس نتیجہ پر پہنچی کہ جو لاش چھ ماہ پیشتر
سولی مار کے قریب ایک پرانے غیر مستعمل کوئیں
کے اندر پڑی ہوئی پائی گئی، درحقیقت اسی
عورت کی تھی! - پولیس کی پریشانی ان دریافتوں
کے بعد حد سے زیادہ بڑھ گئی، لیکن اب تک بھی
ان لوگوں کو یہ خیال نہ آیا کہ ان سب وارداتوں
کا اسی ایک آدمی سے تعلق ہے جو تین عورتوں
کے بیان کے مطابق اجنبی خاتونوں سے تعلقات
پیدا کرکے انہیں کسی بہانہ سے مکان پر لے جاتا
اور ان کی توجہ شیشے کے گولے کی طرف لگا کر ان کو
جان سے مارنے کی کوشش کیا کرتا تھا اور شاید
وہ راز جو آخرکار منکشف ہوا پھر بھی ظاہر نہ ہوتا
اگر جنگ کے سلسلہ میں ایک غیر معمولی واقعہ ان
دنوں پیش نہ آتا۔

جنگ کی ضرورتوں سے مجبور ہو کر گورنمنٹ نے
حکم جاری کیا تھا کہ جس شخص کے پاس جتنی بھی
پٹرول موجود ہو سب فوجی حکام کے حوالہ کر دے
اور اس کی وصیت سے قیمت [illegible] کی طرف سے

ادا کر دی جائے گی، [illegible]
بڑے بڑے شہروں میں [illegible] گیا۔ مگر اس کے
تین ماہ بعد پٹرول کا ذخیرہ [illegible]
محکمہ جاری ہوا کہ ہر ایک گاؤں اور قریہ میں
ہر ایک گھر اور دوکان کو ڈھونڈ کر جتنی بھی پٹرول
دست یاب ہو سکے بحق سرکار ضبط کر لی جائے
اس حکم کے مطابق سرکاری کارکن [illegible] کے
چھوٹے سے ضلع میں جا پہنچے اور جب مختلف
گھروں میں پٹرول تلاش کرتے پھر رہے تھے تو اس
بڑھی عورت کلمان کو جس نے بیلاکس کی بیماری
میں اسکی تیمارداری کی تھی حکام کو بتایا کہ فلاں مکان
میں بیلاکس نام کا ایک آدمی رہا کرتا تھا اس کی
بیوی فرار ہو گئی اور وہ خود میدان جنگ میں
ہلاک ہوا، اس کے ہاں البتہ کچھ پیپے پٹرول کے
رکھے رہتے تھے، جو غالباً اب تک موجود ہوں گے
یہ لوگ خبر پاتے ہی جھٹ اس کے مکان پر پہنچے
لوہے کی سلاخیں توڑ ڈالیں اور دروازہ [illegible]
کمرہ میں گھس گئے، سچ مچ بڑھیا کے کہنے کے
مطابق چند بڑے بڑے پیپے اسجگہ موجود تھے لیکن
ان کی شکل و صورت سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ
ان کے اندر پٹرول نہیں بلکہ کسی قسم کی شراب
بند ہے، یورپی ملکوں کے سپاہی شراب کیلئے
اپنی تشنگی کی وجہ سے ہمیشہ مشہور رہے ہیں ایک
جا کر باورچی خانہ سے ایک برتن اٹھا لیا اور
پیپے میں سوراخ کرکے شراب نکالی تاکہ اسے
چکھ کر دیکھا جائے کیسی ہے، اس وقت معلوم
ہوا کہ یہ پینے کی شراب نہیں بلکہ خاص الکوحل ہے
جس سے ایک طرح کی تیز بو آتی تھی۔

مزید تحقیقات پر ایک بڑی ہیبتناک دریافت
عمل میں آئی چنانچہ جب انہوں نے ایک پیپے کا
بالائی ڈھکنا اٹھایا کہ اسے کسی [illegible]
چیزیں دکھائی دیں، ان کو باہر نکالا گیا تو ایک
عورت کی [illegible]

بجھا ہوا تھا، جو کہ سپرٹ شراب میں رکھے رہنے کی وجہ سے اسکی صورت میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی تھی اس لئے اس کو بآسانی شناخت کیا جا سکتا تھا عورت کی گردن میں ایک لمبی سی لکیر تھی، جو اس بات کا نشان بھی تھی کہ اس کے گلے میں رسی کا پھندا ڈال کر اسکا گلا گھونٹ کر مارا گیا ہے۔ ———

اتنا ہی نہیں بلکہ ایک پیپے کے اندر سے اسی طریقہ پر ہلاک کی ہوئی ایک اور عورت کی لاش برآمد ہوئی، اس ہیبت انگیز دریافت نے جو سنسنی پیدا کی بالا دیوپ کی پولیس کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ جب بیلاکس کے سامان کی تلاشی لی گئی تو کچھ ایسی رسیدیں برآمد ہوئیں جو وانسا اور بوداپسٹ کے بڑے بڑے اخباروں میں درج کردہ اشتہارات سے تعلق رکھتی تھیں پولیس نے ان اخبارات کے دفتر میں جا کر پرانی فائلیں دیکھیں تو کم و بیش ایک ہی قسم کے اشتہارات ان میں درج پائے گئے نمونہ کے طور پر ایک اشتہار جو دس مختلف پرچوں میں شائع ہوا تھا درج ذیل کیا جاتا ہے۔

میں ایک کنوارا آدمی ہوں، عمر چالیس سال کے قریب ہے، علیحدگی اور تنہائی کی زندگی بسر کرتا ہوں، تجارتی کاموں سے تین ہزار پونڈ سالانہ کی آمدنی بدرجہ اوسط ہوتی ہے، میری خواہش ہے کہ کسی تعلیم یافتہ خاتون کے ساتھ شادی کر سکوں * پتہ یہ ہے۔ ڈی کولر معرفت پوسٹ ماسٹر بوداپسٹ

باقی اشتہاروں کا مضمون بھی کم و بیش اس سے ملتا جلتا تھا، بعض میں عورتوں کو شادی کا لالچ دیا گیا اور بعض میں تحریر تھا کہ ان کے مستقبل کا حال روحانی طریق پر معلوم کر کے بتایا جائیگا، پولیس کے سارجنٹ جب بوداپسٹ کے ڈاک خانہ میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ سو سے چٹھیاں اس پراسرار ڈی کولر کے نام کی آئی رکھی ہیں اور کوئی ان کو وصول کرنے نہیں آیا، اسی سلسلہ کا ایک اور اشتہار جو دی آنا کے ایک روزانہ اخبار میں شائع ہوا حسب ذیل تھا

"جو لوگ اپنا مستقبل معلوم کرنا اور اپنی زندگی کی رفتار اسکے مطابق بنانا چاہتے ہیں وہ بوداپسٹ کے پروفیسر ہوف مین سے پتہ ذیل پر خط و کتابت کریں معرفت پوسٹ ماسٹر دی آنا ———

اس ایک اشتہار کے جواب میں ۲۲ چٹھیاں ایسی عورتوں کی طرف سے آئی رکھی تھیں جو سب کی سب اپنا مستقبل معلوم کرنا چاہتی تھیں، اسوقت معلوم ہوا کہ یہ سب ایک ہی سرد جفا کار کے کارنامے ہیں جس کا معمول تھا کہ جس عورت کے پاس تھوڑا سا روپیہ یا معمولی قسم کا زیور موجود ہو اسے بہکا اور پھسلا کر بوداپسٹ کے مکان پر یا زنکوٹا والے مکان پر لے جاتا، پھر اسکا گلا گھونٹ کر یا تو شراب کے پیپے میں ڈال دیتا یا جنگل کی زمین میں دفن کر دیتا مقصد ہر حال میں یہی ہوتا تھا کہ لاش جب تک شراب کے اندر رکھی ہے اس میں عفونت پیدا نہ ہو تاکہ بعد ازاں موقع پاکر ان کو زیر زمین دفن کر دیا جائیگا۔

اس دریافت کے بعد بہت سے جنگی قیدیوں کے ذمہ یہ کام لگایا گیا کہ بیلاکس کے خانہ باغ اور رپول کے جنگل کی زمین کی کھدائی کر کے دیکھیں اور آپ یہ سنکر محو حیرت ہو جائیں گے۔ کہ اس طریقہ پر ۲۴ اور لاشیں جوان لڑکیوں اور بالغ عورتوں کی دریافت ہوئیں، کھانا کھانے کے کمرہ میں جو قالین بچھا تھا اس کے نیچے ۱۰ رسیدیں ایسی پائی گئیں جن سے معلوم ہوا کہ اس شخص نے مقتول عورتوں کے کپڑے کباڑیوں کے ہاں جا کر گرو رکھے چنانچہ انہی کپڑوں اور بعض زیوروں کی بنا پر چودہ بدنصیب عورتوں کی لاشیں شناخت کی گئیں جو سب بہتر طبقہ کی خاتونیں تھیں انہوں نے اچھے اچھے زیور پہنے ہوئے تھے اور جب اس شخص سے ملنے گئیں تو ان کے پاس زر نقد بھی معقول تھا۔

مرد آتش خوار کا طریقہ عمل ہر حال میں یکساں پایا گیا جس عورت کو ہلاک کرنا ہوتا وہ اسکی گردن میں پھندا ڈال کر اس زور سے کھینچ لیتا کہ اس کے منہ سے چیخ تک نہ نکلتی، جو لاشیں خانہ باغ کی کھدائی سے برآمد ہوئیں ان ہی میں سے ایک اس نوجوان عورت کی لاش بھی تھی جسے بیلاکس نے قنادسکونت میں اپنی بیوی ظاہر کیا تھا اور جس کے متعلق بعد ازاں اس نے یہ بات کی تھی کہ وہ اپنے آشنا پال بہادری کے ساتھ فرار ہو گئی، اس شخص پال بہادری کو پولیس نے گراہم کے مقام پر تلاش کر کے سوالات پوچھے تو کہنے لگا کہ ایک روز جب میں زنکوٹا والے مکان پر گیا تو بیلاکس ناگہاں وہاں آ نکلا، ہماری آپس میں تکرار ہوئی میں چلا آیا اور اس کے بعد میں نے کسی موقع پر نہ اس عورت کی صورت دیکھی نہ اس سے ملا

اس کے بعد گو پولیس کو اس بات کا پورا یقین ہو گیا کہ ان سب جرموں کی تہ میں دیو سیرت بیلاکس کا ہاتھ کام کرتا تھا، تاہم یہ جانتے ہوئے کہ وہ میدان جنگ میں حصہ لیکر سرویا کے قریب مارا جا چکا ہے معاملہ رفت گذشت کر دیا گیا اور جیسا کہ اس طرح کی حالتوں میں ہوتا ہوا کرتا ہے، زنکوٹا کے رہنے والے دیہاتیوں کے سوا باقی سب لوگ ان واقعات کی یاد تک کو بھول گئے۔ ———

مگر ناگہاں اس کے ایک سال بعد بوداپسٹ کی خفیہ پولیس کے افسران کو خبر پہنچی کہ ایک ہفتہ پیشتر اسی نوجوان عورت نے نوٹیسا رسٹ جس کا نام تھا اور جو اس بے رحم قاتل کے ہاتھوں بال بال بچی تھی، ایک ایسا مرد کو جس کی شکل و صورت فرانز ہوف مین سے ٹھیک ملتی جلتی تھی بازار میں گذرتے ہوئے دیکھا ہے، شروع میں تو جاسوس رئیس نے یہ جانتے ہوئے کہ بیلاکس لڑائی میں مارا گیا تھا اس بیان کو قابل یقین نہ سمجھا، لیکن عورت کے اصرار مزید پر اس نے دیو سیرت قاتل کی ہلاکت کی مزید تفصیلات معلوم کرنے کے لئے بلگریڈ کے اس ہسپتال کی طرف رجوع کیا جس میں وہ زخم خوردہ ہوکر داخل ہوا تھا اسجگہ پہنچکر جو تحقیقات اس نے کی اس کا نتیجہ یہی نکلا کہ بیلاکس میدان جنگ میں

بھاگتے ہوئے زخموں سے جانبر ہو سکتا تھا۔
تصدیق مزید کے طور پر ہسپتال کے کارکنوں نے بعض کاغذات اس کو دکھائے جن سے معلوم ہوا کہ واقعی بیلاکس اسی جگہ مرا تھا۔ محض حسن اتفاق سے جاسوس ریشی کی ملاقات اس نرس کے ساتھ ہو گئی جو بوقت آخر بیلاکس کے پاس موجود تھی اور ریشی نے کسی خاص مدعا کو پیش نظر رکھ کر نہیں، بلکہ محض رفع استعجاب کی غرض سے اس سے پوچھا کہ ایک ایسے بدسگال شورہ پشت مجرم کا انجام کتنا عبرتناک تھا، نرس کی آنکھوں میں حیرت کے آثار پیدا ہو گئے، کہنے لگی: "اے صاحب یہ جو کچھ آپ کہتے ہیں میں تو اس کو ماننے کے لئے کبھی تیار نہیں ہو سکتی کتنا خوبرو اور خوش اعمال وہ لڑکا تھا جو اس جگہ میری نظروں کے سامنے مرا، عقل نہیں مانتی کہ وہ ایسے جرموں کا مرتکب ہوا ہو۔"

"لڑکا" انسپکٹر پولیس نے متعجبانہ کہا "کیا کہتی ہو بیلاکس کی عمر تو چالیس سال کے اوپر تھی"
"ہو گی" عورت نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "یہ جو بیلاکس اس ہسپتال میں مرا وہ تو صرف بیس سال کی عمر کا نوجوان لڑکا تھا۔"

جاسوس نے عالم حیرت میں پھر ایک مرتبہ کاغذات کی پڑتال کی وہ ہر لحاظ سے مکمل اور اسی بیلاکس کے متعلق تھے جو کسی زمانہ میں زکمشار ہا کرتا تھا اسکا مطلب یہ نکلا کہ مرد ناہنجار نے دم آخر میں اپنے کاغذات شناخت کی تبدیلی اس نوجوان کے کاغذات سے کر لی تھی جو ہسپتال میں اس کے نام سے مرا اور اس کے نام سے دفن ہوا۔
اس نتیجہ پر پہنچنے کے بعد انسپکٹر ریشی پھر ایک بار دوڑا دوڑا بوداپسٹ گیا، اب اس کو پورا یقین ہو گیا کہ اصل بیلاکس مرا نہیں بلکہ زندہ ہے اور ریٹیسارسٹ کا یہ بیان سو فیصدی صحیح تھا کہ اس کو سربازار چلتے دیکھا۔ اس ہفتہ بوداپسٹ کے سب کونے کھدرے تلاش کئے اور تلاش کرتے کرتے شہر کا کوئی کونا باقی نہ چھوڑا لیکن خدا معلوم اس کو زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا۔
بیلاکس اس کے بعد بوداپسٹ میں نہ ملا، اسکی گرفتاری کا جال سارے یورپ میں پھیلا دیا گیا اور یہ بھی سننے میں آیا کہ اس شکل و صورت کا ایک آدمی لندن جاتے ہوئے دیکھا گیا تھا لیکن گو لندن میں سکاٹ لینڈ یارڈ اور پیرس میں دفتر شورمتی نے اسکی تلاش میں زمین و آسمان ایک کر دیا تاہم بیلاکس کو نہ ملنا تھا نہ ملا۔

چنانچہ آج تک یورپ اور امریکہ کی پولیس کے رجسٹروں میں اسکا مکمل حلیہ درج ہے اور دونوں طبقات ارض کی پولیس اس کو تلاش کرتی پھر رہی

مرد

از جناب رازؔ ہاشمی امروہوی

رازؔ ہاشمی صاحب نے یہ نظم "مرد نمبر" کے لئے لکھی تھی۔ مگر وقت پر نہ مل سکنے کے باعث مرد نمبر میں شائع نہ ہو سکی اس لئے اب اسے شائع کیا جا رہا ہے۔ اُمید ہے کہ ناظرین کرام اس کے مطالعہ سے فیضیاب ہونگے۔ ..... (ایڈیٹر)

مرد ہوں میں، میری فطرت شعلہ و برق و شرار
میرے ہنگاموں سے لرزاں باد و باراں کا خروش
ہے ازل سے میرے سر پر فتح و فیروزی کا تاج
میری مٹھی میں اجل ہے، میرے قبضہ میں حیات
میری عظمت کا نشاں، محکم چٹانوں کا وقار
میرے در پر دو جہاں کی قوتیں ہیں سر بہ خم
ہے نہاں میرے لبوں میں برشِ تیغ و تبر
جو بھی میری آہنی قوت کے آگے آ گیا
ختم ہیں مجھ پر ہی سب افسونِ حیات و مرگ کے
دل شکستہ ہو کے جینا، مجھ کو آتا ہی نہیں

میرا سینہ موج طوفاں، میرے بازو کوہسار،
زلزلے ہیں میرا شانہ، بجلیاں ہیں میرا دوش،
میری دانش نے لیا ہے، آب و آتش سے خراج
اُنگلیوں میں کانپتی ہے میری نبض کائنات
میری حکمت کے کرشمے، رود بار و آبشار
میرا قبضہ جو بہ جو، دریا بہ دریا، یم بہ یم،
پھونک سکتی ہے جہاں کو میری اک قاہر نظر،
یہ سمجھ لیجے کہ اپنی موت سے ٹکرا گیا
جان کی بازی لگا کر کھیلتا ہوں موت سے
پائے استقلال میرا ڈگمگاتا ہی نہیں

آہ، لیکن جب اسیرِ عشق ہو جاتا ہوں میں
چھیڑتا ہے حسن جب مجھ کو نظر کے ساز سے
جب محبت کے گلستانوں میں کھو جاتا ہوں میں
میری ہستی موم ہو جاتی ہے سحرِ ناز سے،

طب جدید کے کرشمے!

آسان ورزشیں!

لوگ عام طور پر اس بات کا خیال نہیں رکھتے کہ ہمارے جسم کے اندرونی عضلات کو بھی مضبوط کرنے کیلئے کسی ورزش کی ضرورت ہوتی ہے جتنی کہ ہاتھ پاؤں کے عضلات کو۔ سادہ طور پر جسم کو تاننے والی حرکتیں جو کہ پیٹ کے عضلات کو تانتی ہیں اور کو حجاب حاجز تک اوپر کو اٹھا دیتی ہیں صبح و شام کرنی چاہئیں جتنی کہ بالکل معمولی سی سانس لینے کی حرکت جس میں کہ حجاب حاجز اوپر کو اٹھ جائے اور پھر اس طرح ہوا کو باہر نکالا جائے کہ حجاب حاجز نیچے نہ گرنے پائے بھی بہت مفید ہے اگر صبح کو بستر سے اٹھنے سے قبل یا رات کو سونے سے پہلے کر لی جائے۔

ان ورزشوں کے علاوہ ہمیں روزانہ چہل قدمی کی ضرورت ہے چہل قدمی ایک ایسی ورزش ہے کہ جسم میں جس کا قریب قریب ہر عضلہ حرکت میں آ جاتا ہے اور غذا کے ہضم میں اس سے بہ مدد مل جایا کرتی ہے۔ کہ اس کی وجہ سے ہمارے پیٹ کے تمام عضلات جسم کے باقی عضلات کیساتھ ساتھ باقاعدگی سے اپنا کام کرنے لگتے ہیں روزانہ چہل قدمی اور ہفتہ وار لمبی سیر اور شہر کے باہر باغیچوں میں تفریح کیلئے جانا جسم کے ان عضلات کا کام درست اور باقاعدہ کر دینے میں بہت مدد دیگی جو بدن سے فضلات کو خارج کرتے ہیں۔

نشست و برخاست کے طرز کے اثرات

بہت ہی تھوڑے لوگوں کو اس بات کا علم ہے کہ ہماری نشست و برخاست کے صحیح رکھنے کا ہماری آنتوں کے عمل پر کس قدر گہرا اثر پڑا کرتا ہے۔ بہت سی باتوں میں ایک یہی کا اگر ذکر کیا جائے تو وہ یہ ہے کہ فرصت کے اوقات میں یا کام میں مصروف ہونے کی حالت میں اگر ہمارا طرز نشست و برخاست صحیح نہیں ہے تو ہماری قولون (بڑی آنت) اور دوسری آنتیں بل کھا کر دوہری ہو جاتی ہیں اور اسطرح فضلے کو گذرنے کیلئے آسانی سے راستہ نہیں ملتا۔ نشست و برخاست کا صحیح طرز یا اصل یہ ہے کہ کولھوں کی ہڈیوں کے زیریں حصے پر پیٹ اور اس کے اندر کے اعضا کو متوازن کر دیا جائے۔ اسی طرح سینہ اور اسکے اندرونی اعضا پیٹ پر تلے رہیں اور سر سینے پر اس طریق پر ریڑھ کی ہڈی بھی سیدھی رہیگی اور تمام جسم بھی سیدھا رہیگا۔

اگر ہم اسطرح بیٹھیں۔ اسی طرح کھڑے بھی ہوں اور اسی طرح چلیں پھریں کہ ہماری کمر یا پیٹھ جھکی نہ رہے تو ہماری آنتوں کو فضلہ خارج کرنیوالی حرکات کی انجام دہی میں پوری آسانی اور پورا میدان مل سکتا ہے اور جسم سے فضلات کا باقاعدہ اخراج ہماری تندرستی کے قائم رکھنے کیلئے سب سے زیادہ ضروری چیز ہے۔

دانت کے متعلق مفید ہدایات

یہ ایک بہت مشہور مقولہ ہے۔ جو بہت سے استادوں کی زبان پر ہے۔ کہ کند ذہن اور کم ہمت طالب علموں کی دماغی حالت اسقدر اچھی ہو جاتی ہے کہ وہ ہوشیار طالب علموں میں شمار ہونے لگیں۔ اگر صرف ان کے دانتوں کی ٹھیک طرح دیکھ بھال کر لی جائے۔ اگر آپ نے اپنے لڑکے کے دانتوں کا امتحان نہیں کرایا ہے اور وہ تعلیم میں بھی پیچھے ہے۔ تو ضرور اس مقولہ پر عمل کیجئے ہمارا دماغ ایسی حالت میں کہ ہمارے بدن میں برابر سڑے ہوئے دانتوں کا زہر پہنچتا رہے چاق و چوبند نہیں رہ سکتا اور نہ سبق کی طرف توجہ کر سکتا ہے۔ سڑے ہوئے دانت بھی ممکن ہے کہ اسقدر گل جائیں۔ کہ بچہ ٹھیک طور پر اپنی خوراک چبا نہ سکے ایسی حالت میں وہ غذا کو بغیر چبائے نگل لیا کرتا ہے۔ بچوں کی سوء ہضم کا یہ بھی ایک سبب ہے جس کے اس سبب سے چڑچڑے اور بدمزاج ہو جاتے ہیں۔ ایسی حالت میں بچے نہ تو اپنے اسکول ہی کا کام کرتے ہیں نہ انکو کھیل میں خوشی ہی ہوتی ہے اگر دانتوں کو سڑنے اور گلنے سے محفوظ رکھنا مقصود ہے۔ تو مندرجہ ذیل قاعدوں کی پابندی لازمی ہے

(۱) ہر مرتبہ کھانے کے بعد دانتوں کو برش سے مانجھنا چاہیئے۔

(۲) پھل اور دوسری قسم کی غذائیں ضرور کھانی چاہئیں۔ جن کو اچھی طرح چبانا پڑتا ہے جس سے کہ دانت اچھی طرح مضبوط ہو جاتے ہیں اور اچھی حالت میں رہتے ہیں۔ نرم غذائیں دانتوں کو جلدی سے خراب کر دیتی ہیں۔

(۳) ہر چھ مہینے بعد کسی دانتوں کے ڈاکٹر کو دانت دکھا دینا چاہیئے۔ اسطرح بہت سی خرابیاں شروع ہونے سے پہلے ہی روکی جا سکتی ہیں جن کا بعد میں علاج بہت دشوار ہوگا

(۴) بچوں کو اس قسم کی غذائیں دینی چاہئیں جن سے کہ دانت بنتے ہیں مثلاً دودھ سبزی کا ساگ پھل اور مچھلی کا تیل۔

(۵) بچے کو برش سے دانت ملنے کا صحیح طریقہ سکھا دینا چاہیئے اور اسے باقاعدہ دانت صاف کرنے کی عادت ڈال دینی چاہیئے۔

مردانہ کمزوری کا علاج

مفت

اگر آپ کی قوتِ مردمی کمزور ہے اگر آپ کو بوقتِ خاص شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے یا سُرعت کی شکایت ہے یعنی وقت خاص میں جلدی فراغت ہو جاتی ہے یا قوتِ مردمی کی ضرورت کے وقت پوری توجہ نہیں ہوتی یا جریان وغیرہ کے باعث جوانی کمزور پڑ گئی یا کثرتِ احتلام کے سبب خفیہ طاقت میں کمی آ گئی ہے یا بچپن کی غلطی، جلق وغیرہ کے باعث مردانہ طاقت سُست ہے اور ان وجوہات کی بنا پر جوانی کی زندگی سے آپ اور آپ کی بیوی دونوں محروم ہیں تو اس جائز شکایت پر ہماری خدمات مفت حاضر ہیں ہم اس تحریر کے ذریعہ آج یہ اعلان کرنے میں خوشی محسوس کر رہے ہیں کہ ایسے مجبور اور جائز ضرورت رکھنے والے مریضوں کا مفت علاج کریں گے۔

ساڑھے چار روپے کی دوا مفت

للہذا اعلان کیا جاتا ہے کہ جو حضرات ایمانداری کے ساتھ اپنی جائز ضروریات کیلئے ہم سے دوا منگانا چاہیں خط لکھ کر منگا لیں۔ ہم دوا مفت دیں گے۔ مگر یاد رہے کہ عیاشی یا بدمعاشی کرنے کے لئے ہم سے یہ دوا طلب نہ کریں بلکہ صرف اپنی گھریلو زندگی کو خوشگوار بنانے اور اپنی بیوی کے ساتھ خوش رہنے اور خوش رکھنے کیلئے اس رعایت سے فائدہ اٹھائیں اس واسطے جو صاحب بھی ہم سے یہ دوا مفت منگائیں۔ وہ صاف صاف لکھ دیں کہ انہیں اپنی جائز ضرورت کے لئے دوا چاہیے یا اور کسی ضرورت کے لئے اگر جائز ضرورت کیلئے طلب کی تو ہم "معجون کاشمیری" کی ایک شیشی مفت بھیج دیں گے یہ وہ دوا ہے جو گذشتہ نو سال کے عرصہ میں ہندوستانی مارکیٹ میں یہ ثابت کر چکی ہے کہ نامردی اور کمزوری کو دور کرنے کیلئے اس وقت سب سے بہتر اور جلد اثر کرنے والی یہی ایک دوا ہے جس کے مقابلہ پر یورپ اور امریکہ سے آئی ہوئی دوائیں بھی بیکار ثابت ہو رہی ہیں۔ معجون کاشمیری کی ایک ایک خوراک مریض کو ثابت کرتی ہے کہ وہ کتنی جلدی اپنی قوتِ مردمی واپس پا رہا ہے۔ یہ دوا براہِ راست ان غدودوں پر اثر انداز ہوتی ہے جن کا تعلق مردانہ طاقت سے ہے یہ انہیں پھر مضبوط کر دیتی ہے۔ طاقتور بنا دیتی ہے اور انسان اپنے اندر ایک بار پھر جوانی کی تڑپ محسوس کرنے لگتا ہے

پندرہ دن میں مرد

ایک شیشی ایک مریض کے لئے کافی ہے جس میں تقریباً پندرہ دن کی دوا ہوتی ہے اس کے استعمال کے بعد انسان اپنے جسم میں وہ سب کچھ محسوس کرتا ہے جس کی نوجوان آدمی کو ضرورت ہے۔ قوتِ مردمی جوان ہو جاتی ہے اور طاقت بھی بڑھ جاتی ہے۔ یہ دوا تقریباً نو سال سے مارکیٹ میں ہے اور ہزاروں آدمی اس کی بدولت سُرعت اور کمزوری کا اور قوتِ باہ کی کمی کو دور کر چکے ہیں بے شمار سرٹیفکٹ ہمارے پاس اس دوا کے موجود ہیں جن میں بڑے بڑے ڈاکٹر، وید اور حکیم بھی شامل ہیں ایک شیشی کی قیمت چار روپے آٹھ آنے ہے محصول ڈاک شامل آنے لگتا ہے مگر ہم اعلان کرتے ہیں کہ فی الحال دوا کی قیمت کسی سے نہیں لیں گے۔ بلکہ دوا مفت روانہ کریں گے البتہ پیکنگ اور دفتری اخراجات کی مد میں منگانے والے کو کم از کم ایک روپیہ ضرور دینا پڑے گا اور پارسل کا محصول بھی خود ادا کرنا ہوگا۔ لہٰذا جو حضرات ضرورت مند ہوں وہ فوراً

منیجر زنانہ دواخانہ پی بکس ۲۴۲ دہلی

کے پتہ پر خط لکھ کر ایک شیشی "معجون کاشمیری" منگا سکتے ہیں یا تو ایک روپیہ آنے بذریعہ منی آرڈر بھیج دیں یا بذریعہ وی پی پارسل منگا لیں۔ دوا ہر صورت میں روانہ کر دی جائے گی

نوٹ: جب مریض اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا کہ اسے صرف ایک شیشی "معجون کاشمیری" نے مرد بنا دیا اور اس کی سوئی ہوئی جوانی جاگ اٹھی تو اس پر احسان فرض ہوگا کہ وہ پورا فائدہ اٹھانے کے بعد ہماری دوا کی قیمت بھی بھیج دے ایک مریض کو صرف ایک شیشی مفت دی جا سکے گی زیادہ نہیں کیونکہ یہ اسکیم محض اس لئے پیش کی گئی ہے کہ آج کل اشتہاری دواؤں سے مریضوں کا ناک میں دم آ گیا ہے اور انہیں صحیح دوا میسر نہیں ہو سکی یا ان کا روپیہ بھی دواؤں سے اُٹھ گیا ہے۔ مگر امید ہے کہ ہماری یہ بے لوث خدمت قدر کی نگاہوں سے دیکھی جائے گی اور ضرورت مند حضرات ... فائدہ اٹھائیں گے۔

(۶) بچوں کو مختلف بیماریوں سے بچانے کی کوشش کرنی چاہیئے اور اس بات پر خاص دھیان رکھنا چاہیئے۔ کہ بچہ کافی ورزش کرتا ہے اور کافی دیر تک سوتا ہے ان قواعد کی اگر پابندی کی جائے تو دانت مدت العمر قائم رہ سکتے ہیں اچھی صحت رکھنے والوں کیلئے دودھ کا استعمال اسکولوں میں بچوں کو دودھ پلانے کی تجویز غالباً ان تمام تجویزوں سے بہترین ہے جو اسکول جانیوالے بچوں کی صحت درست کرنے کیلئے اس ملک میں کی گئی ہیں۔ بڑے بڑے مستند اہل الرائے ڈاکٹر اس بات پر متفق ہیں کہ ہر انسان کی غذا میں اگر وہ معقول اور مفید غذا ہے تو روزانہ دس چھٹانک دودھ شامل ہونا چاہیئے اس بیان کی بنا پر یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہر بچے کو جس میں جسم کے نشوونما کے آثار نظر آئیں روزانہ اس سے دوگنا دودھ ملنا چاہیئے۔

حسب خواہش لڑکے یا لڑکیاں پیدا کرنا

جاپان کے اوساکا میڈیکل کالج کے پروفیسر ڈاکٹر کتازنے ایک بیان شائع کرایا ہے کہ اس کی تحقیقات کے بموجب حسب مرضی نر یا مادہ بنایا جا سکتا ہے ڈاکٹر کتازنون کی اس کیفیت کے ماہر خصوصی ہیں جسمیں خون کے اندر تیزابیت بہت بڑھ جاتی ہے اور اسی چیز کے مطالعہ کے ضمن میں انہوں نے سالہا سال تک تجربے کئے ہیں کہ ماں کے خون کی اس کیفیت کا جنین (پیٹ کا بچہ) کے نر یا مادہ ہونے پر کیا اثر ہوتا ہے اپنے ان تجربوں سے انہیں یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جن حاملہ خرگوشنیوں کو غذا میں کیلسیم (چونا) ملا دیا ان کے نر بچے زیادہ پیدا ہوئے اور جن کو غذا میں میگنیشیم زیادہ دیا گیا ان کے مادہ بچے زیادہ ہوئے ان کے تجربوں سے معلوم ہوا کہ جن خرگوشوں کو ایسی غذائیں جن میں کیلسیم بکثرت ہوتا ہے مثلاً دودھ سبز ترکاریاں اور پھل بکثرت کھلائے گئے انہوں نے ۔۔۔ مادہ بچوں کے بالمقابل پہلی بیاہت

[illegible]

پہلی بیاہت پر سو کے مقابلے میں ۱۴۲ نر بچے ہوئے جن خرگوشوں کو خوراک میں گوشت یا ایسی دوسری غذائیں جن میں میگنیشیم زیادہ ہوتا ہے بکثرت دی گئیں انہیں پہلی مرتبہ ایک سو مادہ بچوں کے بالمقابل صرف ۔۔۔ دوسری مرتبہ سو کے مقابلے میں صرف ساٹھ اور تیسری مرتبہ سو کے مقابلے میں صرف ۴۰ نر بچے پیدا ہوئے۔ اس نظریہ کا اطلاق انسانوں پر کرکے ڈاکٹر کتاز نے اعلان کیا ہے کہ اگر کوئی حاملہ عورت استقرار حمل ہوجانے کے پندرہ دن پیشتر سے پندرہ دن بعد تک ایسی غذاؤں کا استعمال کرے کہ جن میں میگنیشیم کی مقدار زیادہ ہوتی ہو تو اسکے لڑکی پیدا ہوگی غذا کا میگنیشیم تیزابی کیفیت پیدا کرکے جنین کو مادہ بنا دیگا۔ ڈاکٹر کتاز کا مقولہ یہ بھی ہے کہ اسطرح نر یا مادہ بن جانیکے دو ماہ بعد ماں دوسری قسم کی غذائیں کھا سکتی ہیں۔ ڈاکٹر کتاز کہتے ہیں کہ امیر گھرانوں میں جو لڑکیاں زیادہ پیدا ہوتی ہیں اسکا باعث یہ ہے کہ امیر عورتوں کی غذائیں گوشت اور ایسی ہی دوسری چیزوں ۔۔۔

"دیکھو بھول نہ جانا"

جناب بخت حسینی اوجینی

جب حسن کے گلشن میں صبا پھول کھلائے
جب آرزو خوابیدہ امنگوں کو جگائے
جب عشق کی بستی میں شباب آگ لگائے
جب موج تبسم لب رنگیں کو سجائے

اس وقت میری یاد کہیں بھول نہ جانا

دوشیزگی جب بکھرے ہوئے بال سنوارے
جب شعلۂ جوالہ ہوں آنکھوں کے شرارے
بے ساختہ پن رنگ پہ جب رنگ نکھارے
خوددار ہوں جب حسن کے معصوم نظارے

اس وقت میری یاد کہیں بھول نہ جانا

جب شرم و حیا شوخی مستانہ سکھائے
ساقی ئے ازل جب مئے رنگیں سے چھکائے
جب موسم گل غنچۂ نورس کو کھلائے
جب میری محبت تمہیں مجھ سے ہی چھپائے

اِس وقت میری یاد کہیں بھول نہ جانا

دوا [illegible] کے شاندار کارنامے
[illegible] نے حیران کر دیا ہے
کیا یہ اس دوا کا زندہ معجزہ نہیں ہے کہ

آٹھویں رات عورت کو حمل ٹھہر جاتا ہے

ہزاروں بے اولاد عورتیں ماں بن چکی ہیں
وہ عورتیں جو اولاد کے لئے ترستی تھیں

آج اُن کی گود میں بچے کھیل رہے ہیں

جادو وہ جو سر پہ چڑھ کر بولے
دوا وہ جو زندہ ثبوت پیش کرے
اب اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے
کہ زنانہ دواخانہ دہلی کی دوا "محافظ اولاد"

اولاد پیدا کرنے کی بہترین ترکیب ہے

ایک دو جگہ نہیں بلکہ آج سارے ہندوستان میں اس دوا کا ڈنکا بج رہا ہے۔ ہزارہا عورتوں نے اپنی آنکھوں سے اس زندہ دوا کے اثر کو دیکھ لیا ہے لہٰذا اب ہماری اس شاندار ایجاد کو ہم سے پوچھنے کی ضرورت نہیں بلکہ ان ہزاروں عورتوں سے دریافت کیجئے جو سالہا سال سے اولاد کی تمنا میں بیٹھی تھیں اور اولاد نہیں ہوتی تھی مگر دوا "محافظ اولاد" نے آج ان کی برسوں کی تمنائیں پوری کر دیں اور آج ان عورتوں کی گود میں ننھے بچے کھیل رہے ہیں جو کبھی اولاد کی تمنا میں سینکڑوں جتن کر چکی تھیں مگر کسی موثر نہیں کامیابی نہ ہوتی تھی۔ لیکن سائنس کی اس منہ بولتی ایجاد نے یعنی دواء محافظ اولاد نے [illegible]

اُن کے ہاں اولاد ہونے لگی

اور اب وہ ہر جگہ اس دوا کی تعریف کرتی نظر آتی ہیں۔ لہٰذا اس پرچہ کے ناظرین کو علی الاعلان دعوت دی جاتی ہے کہ اگر ان میں سے کوئی ایسی عورت ہو جس کی شادی کو عرصہ گزر گیا ہو اور بے چاری اولاد سے محروم ہو تو اسے چاہئے کہ **لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ بلی ماران دہلی** کو خط لکھ کر دوائے محافظ اولاد کی ایک شیشی بذریعہ وی۔ پی پارسل منگا لے۔ یہ دوا سات رات تک عورت استعمال کرتی ہے۔ اور ان سات رات تک اسے مرد سے بالکل علیحدہ رہنا پڑتا ہے۔ ٹھیک آٹھویں رات عورت یہ پرہیز توڑ دیتی ہے یعنی عورت مرد ایک جگہ ہوتے ہیں۔ تو اسی رات عورت کو حمل رہ جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سات رات کے اندر یہ دوا عورت کے اندرونی جسم کو ٹھیک ایسی حالت میں کر دیتی ہے کہ آٹھویں رات جب عورت مرد...... تو اسی شب حمل قائم ہو جاتا ہے۔ ایک شیشی محافظ اولاد کی قیمت [illegible] روپے آٹھ آنے ہے [illegible] محصول ڈاک [illegible] لگتا ہے (ایک شیشی میں ایک عورت کے لئے پوری سات رات [illegible] ہوتی ہے)

یورپ اور امریکہ میں

تحریکِ عریانیت کا بڑھتا ہوا سیلاب

اگر اسے نہ روکا گیا تو......؟

کیا سچ مچ ننگا رہ کر انسان صحت اور جوانی کے ساتھ لمبی عمر حاصل کر سکتا ہے

لیڈی گوڈیوا گیارھویں صدی میں ایک سیکسن کاؤنٹس گذری ہے، یورپ کی مذہب پسند عورتوں میں گوڈیوا کا نام اب بھی عزت و احترام کے ساتھ لیا جاتا ہے، اس خاتون نے متعدد چرچ اور خانقاہیں تعمیر کرائی تھیں لیکن آپ کو یہ معلوم کر کے تعجب ہوگا کہ یورپ کی تحریکِ عریانیت کی تاریخ میں اس عورت کا نام امتیازی خصوصیت کے ساتھ لیا جاتا ہے۔

ایک روز گوڈیوا نے اپنے شوہر لیوفرک سے کہا کہ تم نے اپنی رعایا پر جو زائد ٹیکس لگا دیا ہے وہ ان پر بہت ظلم ہے، لوگ اسقدر غریب ہیں کہ وہ پہلے لگے ہوئے ٹیکس کو ادا کرنے سے مجبور ہیں، اس پر مزید ٹیکس ان کے لئے اور بھی ناقابلِ برداشت ہو جائیگا، لہٰذا اسے معاف کر دو۔

لیوفرک بیوی کے خیرات و صدقات سے پہلے ہی سے نالاں تھا، بیوی کی اس جدید دست اندازی نے اس کے پیمانہ صبر کو لبریز کر دیا لیکن وہ بھی تھا بڑا گھاگ، اس نے وہ چال چلی کہ لاٹھی بھی نہ ٹوٹے اور سانپ بھی مر جائے۔ لیوفرک نے کہا، میں ایک شرط کے ساتھ تمہاری بات مان سکتا ہوں۔

گوڈیوا نے پوچھا۔ وہ شرط کیا ہے؟

لیوفرک بولا، تم مادر زاد برہنہ ہو کر اور گھوڑے پر چڑھ کر سارے شہر کا گشت کرو۔

آپ کو تعجب ہوگا کہ لیوفرک نے بیوی کے سامنے یہ شرط کیوں پیش کی؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ گیارھویں صدی کی یورپین عورتیں آجکل کی فیشن ایبل عورتوں کی طرح بے حیا و بے شرم نہ تھیں، اس زمانے میں سانس لینے کے لئے صرف ان کا منہ کھلا رہتا، باقی تمام جسم ڈھکا رہتا تھا، اگر لوگ کسی عورت کے ہاتھ کو کہنیوں تک یا پاؤں کو گھٹنوں تک کھلا دیکھتے تو پریشان ہو کر اپنی آنکھیں بند کر لیتے تھے، ایسی حالت میں لیوفرک کا خیال تھا کہ گوڈیوا ایسی شرط کو پورا نہیں کر سکتی، لیکن اس نے یہ نہیں سمجھا کہ عورت جب کسی بات پر تل جاتی ہے تو اس کے سامنے ناممکن بھی ممکن ہو جاتا ہے۔

گوڈیوا شوہر کی شرط پوری کرنے کیلئے تیار ہو گئی، شہر کینٹری میں ڈھنڈورا پٹوا دیا گیا کہ دوپہر میں تمام لوگ اپنے اپنے دروازے بند کر کے گھروں کے اندر بیٹھ جائیں، گوڈیوا کی سواری نکلنے والی ہے، کوئی شخص گھر سے باہر نہ نکلے گوڈیوا نے کاؤنٹ پر حقیقت کو ... ایک ایک کر کے اپنے تمام کپڑے اتار کر لیوفرک کے سامنے پھینک دیئے اور گھوڑے پر سوار ہو کر شہر کے گشت کے لئے چل پڑی، شہر میں ہو کا عالم تھا، تمام دروازے اور دریچے بند تھے لیکن ایک درزی جسکا نام ٹیپٹوم تھا، اپنی طبیعت پر قابو نہ رکھ سکا اس نے کسی طرح کی قید و بند کے باوجود اس نے گوڈیوا کے عریاں جسم کو دیکھ لیا، خدا کی قدرت آگے چل کر وہ اندھا ہو گیا، لوگوں کا خیال تھا کہ اس نے گوڈیوا کو برہنگی کی حالت میں دیکھا تھا، اس لئے خدا نے اسے نابینا کر دیا

گیارھویں صدی عیسوی میں مغربی عورتوں کی تہذیب و شرافت کا کیا نقشہ تھا، ابھی ایک جھلک آپ اوپر دیکھ چکے ہیں، دوبارہ اس پر قدرے تفصیلی نظر ڈال لیجئے، ناک اور آنکھوں کے سوا عورت کا تمام بدن چھپا رہتا تھا ٹانگوں اور بازوؤں کو کوئی خواب میں بھی برہنہ نہ دیکھ سکتا تھا، اگر سہو اور غفلت سے بھی کسی عورت کی ایڑی کھلی رہ جاتی اور اسے خبر ہوتی تو اس پر غشی طاری ہو جاتی، دروازہ بند کر کے غسل خانے کے اندر بھی سینہ کھولنا خلاف تہذیب خیال کیا جاتا تھا۔

ایک دفعہ ایک مذہبی اسکول میں تیرہ چودہ سال کی ایک لڑکی غسل خانے کے اندر غسل کر رہی تھی، اتفاقاً اسکول کی استانی نے غسل خانے کا دروازہ کھول دیا اور صرف اتنی سی بات پر کہ لڑکی کے جسم پر جانگھیہ نہ تھا، استانی کے جسم پر رعشہ طاری ہو گیا اور اسکی آنکھیں بند ہو گئیں۔

ایک اور واقعہ سنئے، ایک بار ایک رئیس کی لڑکی سمندر میں غسل کرتے ہوئے محض اس لئے گرفتار کر لی گئی کہ اس کے بدن پر جیکٹ بھی تھی اسکارٹ بھی تھا مگر پیروں پر موزے نہیں تھے اور پاؤں کھلے ہوئے تھے۔

یہ تو پرانے زمانے کی باتیں ہیں، ابھی ملکہ وکٹوریہ کے عہد تک برہنگی کو آجکل کی سی مقبولیت حاصل نہ تھی، لوگوں کا عام خیال تھا کہ انسان کا جسم گناہ آلود ہوتا ہے، اس لئے اسے ہر وقت چھپا رہنا چاہیئے لیکن اب آپ دیکھ رہے ہیں کہ عورتوں کا لباس کم ہوتے ہوتے کتنا مختصر رہ گیا ہے کہتے ہیں کہ جس وقت حضرت آدم حضرت حوا کے ساتھ بہشت سے زمین پر آئے تھے حضرت آدم کے لئے اتنی پوشش کافی تھی کہ ستر ... اور حضرت حوا تو ستر کے ساتھ سینے کا چھپانا بھی ...

یہ ہے کہ جسمانی تہذیب بڑی تیزی سے بازگشت کر رہی ہے اور وہ دن دور نہیں جب اسی مقام پر واپس پہنچ جائے، جس مقام سے آگے بڑھی تھی انسان نے اخلاق اور مذہب کے تحفظ کے لئے جو مستحکم قلعہ تیار کیا تھا آج وہ اسے اپنے ہی ہاتھوں مسمار کر رہا ہے، پیچھے پیچھے کھسکتے ہوئے بالآخر اور پہاڑوں جیسے ہوتے گا اُن کو دیکھ کر عجب نہیں جو یہ روشن علمبرداران مذہب کی روحیں چیخ اٹھتی ہوں کہ: بس، خدا کے لئے بس بے غیرتی تہذیب کشی کی انتہا ہو چکی ہے۔

لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ ان حامیان مذہب و اخلاق کی نحیف اور ناشنوا پکار یورپ اور امریکہ کے ان علمبرداران تحریک عریانیت تک پہنچتی ہو گی جو پیہم آواز لگا رہے ہیں کہ "اے دنیا کے مردو اور عورتو! لباس کی قید کو شکست کر کے ہمارے ساتھ آملو، دیکھو یہاں سمندر کے کھلے ہوئے ساحل ہیں، ہری بھری جھاڑیوں اور بیل بوٹوں سے لدے ہوئے پہاڑ ہیں، ہریالی اور رنگ و بو سے معمور بہشت نظیر جنگل ہیں یہاں کھلی فضا میں سورج کی زندگی بخش کرنیں تمہارے اندر ایک تازہ اور صاف ہوا کے جھونکے یہاں کے نظر فروز مناظر تمہیں ایک نئی زندگی سے آشنا کر دیں گے"۔

آج بیسویں صدی کے مذہب، اخلاق، تہذیب اور تمدن پر فطرت نے پوری طرح قبضہ کر لیا ہے، آدم اور حوا تو درختوں کے پتوں سے بھی اپنے ستر کو چھپاتے تھے، مگر آج ان کی اولاد تو اس سے بھی بے نیاز بن گئی ہے حسین گڑیا کی پیروی کر نیوالی عورتیں شاہراہوں پر، ساحل سمندر کے ریتیلے میدانوں میں، پہاڑوں کے دامنوں اور جنگلوں میں مادر زاد برہنہ پھر رہی ہیں۔

نیوڈازم (تحریک عریانیت) کی روز افزوں مقبولیت اور ترقی نے یورپ اور امریکہ والوں کو حیران اور ششدر بنا رکھا ہے، آپ کو یہ معلوم کر کے حیرت ہو گی کہ صرف انگلستان میں عریانیت پسندوں کی چھ سو انجمنیں ہیں اور آپ کو مزید تعجب یہ سن کر ہو گا کہ ان انجمنوں کے ممبر ہماری طرح نیم وحشی نہیں بلکہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں اور ان کی روشن خیالی اور اعلیٰ دماغی کے بارے میں تو کچھ کہنا ہی عبث ہے مختصر یہ کہ ان میں بڑے ڈاکٹر بیرسٹر، پارلیمنٹ کے ممبر اور بڑے بڑے لوگ موجود ہیں۔

گذشتہ جنگ عظیم کے بعد فرانسیسی مردوں اور عورتوں میں برہنہ ہو کر سمندر میں غسل کرنے کا رواج ترقی کرنے لگا تھا، فرانس کے بڑے بڑے شہروں میں آپ دکانوں پر ایسی تصویریں دیکھ سکتے ہیں، جن میں برہنہ مرد اور عورتیں گیند بلا کے کھیل رہی ہیں، فرانس، سویڈن، اور امریکہ میں اس تحریک کا بالخصوص زور ہے، اٹلی اور روس میں بھی عریانیت پسندوں کی کمی نہیں ہے، کریمیا کے خوبصورت سمندر کے ساحل پر روسی عریانیت پسندوں کا خاص کیمپ ہے، انقلاب روس سے پہلے بھی روسی مرد اور عورتیں برہنہ حالت میں یہاں آرام کرنے آتی تھیں، روس کے کمیونسٹ دور میں بھی یہ تحریک ترقی پذیر ہے، کہا جاتا ہے کہ صحت، خوبصورتی اور تناسب اعضا کے اعتبار سے کریمین عورتیں یورپ بھر کی عورتوں سے زیادہ حسین ہوتی ہیں۔

یورپ اور امریکہ میں تحریک عریانیت جس رفتار سے وسعت و مقبولیت حاصل کر رہی ہے اسے دیکھتے ہوئے یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ بیس پچیس برس میں کپڑے کا کاروبار ایک مقابلہ میں چوتھائی رہ جائے گا۔

جرمنی میں اول اول ۱۹۰۳ء میں تحریک عریانیت کا آغاز ہوا ۱۹۱۴ء کی جنگ کے بعد جرمنی میں اس تحریک نے بہت زور پکڑ لیا تھا، چنانچہ ۱۹۳۱ء میں وہاں ننگوں کی تعداد ساٹھ ہزار تھی، نازی حکومت کی سختی کے باعث آجکل وہاں یہ تحریک کچھ سست ضرور پڑ گئی ہے، پھر بھی مختلف مقامات پر عریانیت پسندوں کے کیمپ موجود ہیں۔

عریانیت پسندوں کے لئے جنوبی سمندر کے چھوٹے چھوٹے جزیرے بہت موزوں ہیں، یہ جزیرے تاڑ اور ناریل کے ہرے بھرے درختوں سے پٹے پڑے ہیں، ان جزیروں میں ننگوں کی متعدد نو آبادیاں ہیں، آئیے آپ کو ان کی ایک نو آبادی کی کیفیت سنائیں۔

جنوبی سمندر کے تاہیٹی جزیرے کے ڈھائی سو میل کے فاصلے پر ایک جزیرہ ہے جس کا نام "ماناما نا" ہے، اس جزیرے کا طول و عرض صرف تین میل ہے، وحشی اقوام کے کسی رئیس سے ننگوں نے اس جزیرے کو خرید لیا تھا اس جزیرے کے باشندوں کی تعداد صرف ایک سو ساٹھ ہے، یہ لکڑی کی جھونپڑیوں میں رہتے ہیں، جو پتوں اور گھاس پھوس سے چھائی ہوئی ہیں، جنگلی پھل اور سمندری مچھلیاں ان کی خوراک ہیں، یہاں مجلس شوریٰ ہے۔ بے تار کے تار ہیں، شفاخانہ ہے، سٹیمر ہے، اور روزانہ زندگی کی دوسری چیزیں ہیں، اگر یہاں کوئی چیز معدوم و مفقود ہے تو وہ لباس اور پوشاک ہے اور اس کے تیار کرنے کی فکر اور مہیا نہ ہونے کی تکلیف۔

نیوزی لینڈ اور جنوبی فرانس میں بھی ننگوں کی اسی طرح کی نو آبادیاں ہیں، جہاں ان کو خود مختاری حاصل ہے، ان نو آبادیوں میں اگر بد تہذیبی کا اطلاق اگر کسی شے پر ہو سکتا ہے تو وہ لباس اور پردہ ہے۔

جو لوگ تحریک عریانیت کے خلاف ہیں وہ کہتے ہیں کہ تحریک عریانیت دور جدید کی ایک تہذیب سوز تحریک ہے، جس کے اندر نفس پرستی اور شہوت رانی کا جذبہ برہنہ ہو کر رقص کر رہا ہے لیکن حامیان عریانیت کہتے ہیں کہ تحریک

عریانیت دورِ جدید کی تحریک ہے اور ڈاس کو شہوت رانی سے کوئی تعلق ہے یا نہیں لیکن سائنٹفک تجربہ بہتر پورے طور پر کامیاب ہے۔
اس سائنٹفک دور میں اسے تو سبھی مانتے ہیں کہ سورج کی کرنیں بڑے بڑے مہلک امراض میں شفا بخش ثابت ہوتی ہیں۔ اسی طریقۂ علاج کی ایجاد کا امتیاز ڈاکٹر فنیس فنسین کو حاصل ہے لیکن اس سلسلہ میں جو شخص عام طور پر مشہور ہے وہ ڈاکٹر رولیا ہے۔ وہ سوئٹزرلینڈ کا باشندہ تھا اس نے پاروتیہ صوبے کے لیسن نام کے مقام میں جہاں وہ رہتا تھا ایک سینے ٹوریم قائم کیا تھا۔ جس میں سورج کی کرنوں کے ذریعہ اس نے دق اور گنٹھیا کے متعدد مریضوں کو تندرست کیا
ڈاکٹر رولیا نے اپنی کتاب . . . .
"The Sun Cure."
میں آفتابی علاج کا تفصیلی حال لکھا ہے جس میں بہت سی تصویریں بھی دی ہیں۔ ان تصویروں میں یہ دکھایا گیا ہے کہ دق اور گنٹھیا کے مریض کس طرح اپنے برہنہ جسم پر سورج کی کرنوں کا استعمال کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر رولیار کا کہنا ہے کہ بدن میں دھوپ لگنے سے خون میں جراثیم کش قوت پیدا ہوتی ہے۔ دھوپ نہ صرف انسان کی بھرا جسم ہی کیلئے نہیں بلکہ روح کی نشوونما کیلئے بھی اپنے اندر عجیب و غریب اثر رکھتی ہے۔
اگر عریانیت کے علمبرداروں سے کہئے کہ جسم کو سردی اور گرمی کی تکالیف سے بچانے کے لئے لباس ضروری ہے تو کہتے ہیں کہ یہ انسان کی عادت پر موقوف ہے اگر انسان اپنے کو ننگے رہنے کا عادی بنالے تو وہ لباس کے بغیر سردی اور گرمی کا مقابلہ کر سکتا ہے چنانچہ قدیم بربر قومیں بارہوں مہینے برہنہ رہتی ہیں۔ بحیرۂ کارپنٹریا میں جاڑوں میں بے پناہ سردی پڑتی ہے اس زمانے میں بھی وہاں کے باشندے زمین پر سوتے ہیں۔ لیکن کبھی کسی نے نہیں سنا کہ ان میں سے کوئی کھانسی یا نمونیا کا شکار ہوا ہو۔ وسط آسٹریلیا میں شدت کی گرمی پڑتی ہے۔ وہاں کے قدیم باشندے صرف بالوں کے گچھوں سے ستر چھپاتے رہتے ہیں۔ باقی جسم برہنہ رہتا ہے جنگلوں اور ریگستانوں میں برہنہ پھرنے والے بربر مہذب شہریوں سے زیادہ تندرست ہوتے ہیں انہیں کبھی ڈاکٹر اور حکیم کی ضرورت نہیں پڑتی نہ وہ عمر طبعی تک پہنچنے سے پہلے کبھی موت کا لقمہ بنتے ہیں

آپ لوگ کپڑوں کے انبار میں چھپے رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ کپڑے آپ کی صحت کیلئے ضروری ہیں لیکن انہی پردوں میں گوناگوں امراض کے جراثیم چھپے رہتے ہیں۔ جو آپ کے جسم میں داخل ہو کر آپ کی بیماری اور ہلاکت کا باعث ہوتے ہیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کبھی بیمار نہ ہوں آپ کی زندگی طویل ہو۔ آپ ہمیشہ توانا و تندرست رہیں تو پھینکئے ان کپڑوں کو اور آئیے ہمارے ساتھ۔
اگر آپ ان سے کہتے ہیں کہ خدا کے بندو! تندرستی و توانائی ہی تو سب کچھ نہیں ہے انسانیت اور انسانی تہذیب اور شرافت بھی تو کوئی چیز ہے تو وہ آپ کو جواب دیں گے کہ انسان کا برہنہ رہنا تہذیب و انسانیت کے خلاف نہیں۔ خلاف تو ہے انسان کا کپڑوں میں چھپا رہنا۔ بائبل کے مقدس اوراق شاہد ہیں کہ!
اولین انسان آدم و حوا جب تک وہ بہشت میں تھے برہنہ رہتے تھے۔ لیکن جب شیطان نے اپنے فریب کے ذریعہ ان میں شرم و حیا کا احساس پیدا کیا تو انہوں نے پتوں سے اپنے ستر کو چھپایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں جنت سے زمین پر آنا پڑا۔ دوسرے الفاظ میں یوں سمجھنا چاہیئے کہ جب تک آدم و حوا برہنہ رہتے تھے خدا ان کو دوست رکھتا تھا۔ لیکن جس روز سے انہوں نے اپنے جسم کو چھپایا خدا نے انکو جنت سے نکال باہر کیا۔



وہ یہ بھی کہیں گے کہ خدا نے انسان کو برہنہ پیدا کیا ہے اسے کپڑوں سے ڈھکنا گناہ ہے ایسا گناہ جو انسان کو آسمان سے زمین پر گرا دیتا ہے۔
لیکن حامیانِ عریانیت کا بائبل کا حوالہ دینا غلط ہے۔ وہ بائبل کو مانتے ہیں تو وہ بتائیں کہ بائبل سے حضرت عیسےٰ اور دوسرے پیغمبروں کا لباس پہننا ثابت ہوتا ہے یا برہنہ رہنا؟
دوشیزاؤں کے لباس اور زیور کے بارے میں سپرشان نے ایک جگہ لکھا ہے انسان کے برہنہ جسم کے بے لوث حسن کو کپڑوں زیوروں اور پوڈروں سے بگاڑ دینا خدا کو پسند نہیں ہے۔ جسم جو دیوتاؤں کی پوجا کا مندر ہے اُسے کپڑوں سے دبا دینا یعنی چھپا رکھنا کہاں تک مناسب ہے؟
عریانیت پسندوں کے اور بھی دلائل ہیں وہ کہتے ہیں۔ کہ لباس پہننا صرف صحت ہی کیلئے بہتر نہیں ہے بلکہ یہ انسان کی بداخلاقی اور شہوت رانی

قبرستان میں لیڈی ڈاکٹر

(ایک یونانی طبیب کے قلم سے)

وہ قبرستان میں نہایت تیزی کے ساتھ دوڑتی پھر رہی تھی اس کے ہاتھ میں ایک خوبصورت نوٹ بک اور پنسل تھی۔ ہر قبر پر جاتی تھی سرہانے لگے ہوئے پتھر کو غور سے پڑھتی تھی۔ اور اس کے بعد اپنی نوٹ بک میں کچھ یادداشت لکھ لیتی تھی۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ آخر وہ چاہتی کیا ہے۔ مجھے اس سوال کا جواب معلوم کرنے کی بے چینی ہو گئی مگر میں بہت دیر تک اس کی حیرت انگیز حرکتیں کھڑا دیکھتا رہا جب وہ اپنے کام سے فارغ ہو چکی اور قبرستان کے دروازہ کی طرف جانے لگی تو میں یکایک اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ معاف کیجئے گا ڈاکٹرنی صاحبہ آپ آج کس الجھن میں ہیں۔ اور یہ کیا کر رہی ہیں اس نے اپنی نیلی نیلی آنکھیں میرے چہرے پر جما دیں میں نے غور سے دیکھا تو اس کی آنکھوں میں آنسو چھلک رہے تھے۔ وہ کچھ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ کیا بتاؤں حکیم صاحب میں کیا دیکھ رہی تھی۔ میں یہ دیکھ رہی تھی کہ اس پورے قبرستان میں عورتوں کی قبریں زیادہ ہیں۔ اور بچوں کی قبریں بھی بہت ہیں لیکن مردوں کی کم ہیں۔ مجھے بہت دن سے یہ معلوم کرنے کی بے چینی ہو رہی ہے کہ آخر ہم غریب عورتوں کو موت سے ایسی کیا دشمنی ہے کہ اس کا ہاتھ سب سے زیادہ ہمیں پر پڑتا ہے اور جب ہماری طرف سے نظر بچاتی ہے تو ہمارے کلیجہ کے ٹکڑوں کو ہمیشہ کے لئے سلا دیتی ہے۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے کیا مردوں نے اس چڑیل کو رشوت دے دی ہے۔ مردوں کی گردن پر اس کا ہاتھ کیوں نہیں جاتا۔

اس نے یہ دردناک گفتگو کچھ ایسے غم انگیز لہجہ میں کی کہ میرا دل ہل گیا میں نے کہا میڈم! آپ کا خیال ٹھیک ہے۔ موت عورتوں سے زیادہ محبت کرنے لگی ہے۔ مگر اس کی ایک خاص وجہ ہے اور وہ یہ کہ آج کل ہمارے ہندوستان کی عورتیں گزشتہ زمانہ کی عورتوں سے کہیں زیادہ نازک ہو گئی ہیں۔ اور چونکہ ہمارے ملک کی ... [illegible] ... کمزوریاں پیدا ہو گئی ہیں اس کے علاوہ عورتیں کچھ غذاؤں میں بدپرہیزیاں کرتی ہیں تو انہیں طرح طرح کی بیماریاں ہو جاتی ہیں۔ اور جب وہ بیمار ہوتی ہیں تو اپنے مردوں سے اس کا ذکر تک نہیں کرتیں اور کہتی ہیں کہ ہمیں اپنی بیماریوں کا ذکر کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ چنانچہ انجام کار اس کا نتیجہ وہ خود بھی بھگتنے پر مجبور ہوتی ہیں اور اپنے مردوں کو بھی مشکلات میں پھنسا دیتی ہیں مجھے خوب معلوم ہے کہ آج کل ہندوستانی عورتیں زیادہ تر سیلان الرحم یعنی سفید پانی کی بیماری میں مبتلا ہیں اسے بعض لوگ سفید بیماری بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ جب عورت سیلان الرحم کی مریض ہو جاتی ہے۔ تو اس کے مخفیہ بدن سے ایک سفید رنگ کی لیسدار اور بدبودار رطوبت مسلسل خارج ہوا کرتی ہے اور اگر اس کا کوئی علاج نہ کیا جائے تو عورت کا خاتمہ کر دیتی ہے۔ اگر یہ عورتیں اس خطرناک بیماری میں مبتلا ہوتے ہی کسی ذریعہ سے اپنے گھر کے مردوں کو اس کی اطلاع کر دیا کریں تو پھر رونا ہی کس بات کا ہے۔ اور اگر انہیں شرم آتی ہو تو لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ ... [illegible] ... کو خود خط لکھ کر دوا "روک" کی ایک شیشی منگا کر استعمال کر لیا کریں مجھے یقین ہے کہ اس دوا یعنی روک سے سیلان الرحم جیسے خطرناک مرض کو بہت جلد آرام ہو جاتا ہے۔ اور عورت بالکل تندرست ہو جاتی ہے۔ اور سفید رطوبت پھر خارج نہیں ہوتی۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ سیلان الرحم کی مریض عورت اپنے مرض کی وجہ سے دن بدن گھلتی ... [illegible] ... ہے اور بیچاری منہ لپیٹ کر کسی تنہا کمرے میں پڑی رہتی ہے ... [illegible] ... کاش ہندوستانی عورتوں سے کوئی کہہ دے کہ وہ زنانہ دواخانہ کی اس مشہور دوا "روک" کو استعمال کر کے سیلان الرحم کی مصیبتوں سے نجات پا لیں میں تصدیق کرتا ہوں کہ دوا روک سیلان الرحم کی بہترین دوا ہے۔

ایک شیشی کی قیمت تین روپیہ ہے۔ اور اس پر ... [illegible] ... محصول پارسل کے خرچ ... [illegible] ... رہتا ہے۔ کسی کو نہیں ... [illegible] ... وہ میری یہ بات سن کر قبرستان سے چلی گئی اور گھر پہنچ کر تمام اخبارات میں اعلان کر دیا کہ دوا روک سیلان الرحم کی بے مثال دوا ہے۔

کے جذبات کا بھی مظہر ہے ذہنی جذبات کو مشتعل کرنے کے سوا اس کا دوسرا مقصد ہو ہی نہیں سکتا۔

پیرس کی Nightclubs میں جا کر دیکھو اور لباس و پوشاک کی بد تہذیبی کا اندازہ کرو۔ نیویارک کے نائٹ کلبوں کا معائنہ کرو جہاں ننگی دوشیزائیں صرف شکل اور جسم کو چھپا کر رقص کرتی ہیں کیا اس کا مقصد حیا سوز اور نفس پرستوں کے جنسی جذبات کو ہیجان میں لانے کے سوا کچھ اور ہوتا ہے۔ پیرس کے اکثر نائٹ کلبوں میں ایک شیشے کی جھلی سی پوشاک پہنے دوشیزائیں رقص کرتی رہتی ہیں ان کی کمر سے پیروں تک سرخ رنگ کی روشنی جھلکتی رہتی ہے ہمارے موجودہ عہد کے لباس کی بے شرمی جیسی قواعد کیا کہا جا سکتا ہے کیا ان سب مشاہدات کے بعد یہ کہنا بیجا ہوگا کہ اس سے بہتر تو یہی تھا کہ یہ دوشیزائیں برہنہ ہوتیں؟

شمالی نائجیریا میں ایک قوم بستی ہے۔ جسے پانگا کہتے ہیں۔ وہاں کے مرد جانوروں کی کھال کے لباس پہنتے ہیں اور ان کی عورتیں مادرزاد برہنہ رہتی ہیں۔ ان کے نزدیک لباس پہننا گناہ ہے وہاں کے مردوں کا خیال ہے کہ اگر عورتیں کپڑے پہن لیں تو ان کی قوم گندہ آلودہ نظر آنے لگے گی ہم اسے ایک غیر مہذب قوم کی مثال سمجھ کر نظر انداز نہیں کر سکتے ہم وحشی کی برہنہ عورتوں کو دیکھ کر ان پر فریفتہ ہو جاتے ہیں لیکن ہمارے دل میں کوئی برا جذبہ پیدا نہیں ہوتا اس کے برعکس عہد حاضرہ کی نیم برہنہ دوشیزاؤں کو دیکھ کر ہمارے پست سے پست تر جذبات حرکت میں آ جاتے ہیں۔ اس حقیقت کا انکار ایک کھلی ہوئی سچائی سے انکار کرنا ہوگا۔ اگر تم نیم برہنگی کی بے شرمی اور بد تہذیبی کو گوارا کر سکتے ہو تو ایک برہنہ حسین مجسمے کے دیکھنے میں کونسا عیب ہے تمہیں دیکھتے ہوئے شرم کیوں آتی ہے۔ واقعہ تو یہ ہے کہ شرم و حیا تمہارا ایک فیشن ہے جو آ رہا ہے نہیں اور کل ہے جو جا رہا ہے۔

آنے والی نسلیں کہیں گی کہ ہمیں دیکھو ہم شرم و حیا کو خیرباد کہہ کر مردوں کی برہنگی تک کو گوارا کر لیں گے لیکن عورت کی عریانی کے تصور ہی سے ہمارے جسم میں ایک سنسنی سی پیدا ہو جاتی ہے لیکن عریانیت کا حامی بڑی سنجیدگی سے جواب دیگا۔ دوست عریانیت کو بے شرمی سے کوئی تعلق نہیں ایک برہنہ عورت سے زیادہ قابل قدر خدا کا عطیہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ عورت کے برہنہ جسم ہی نے تو مصوروں اور آرٹسٹوں کے فنون کو عجب رنگ اور حسن و جمال سے مالا مال کیا ہے۔ شعرا اور ادبا کے افکار و خیالات کو رنگینی و دلآویزی بخشی ہے۔

ہیولاک نے لکھا ہے۔ ممکن ہے کہ ایک روز ہمارے درمیان رسم و رواج کے ایک عظیم الشان فرشتے کا نزول ہو۔ جو ایک آتشیں چھڑی لئے ہمارے تھیٹروں اور عشرت خانوں میں داخل ہو اور اپنی آتشیں چھڑی سے لوگوں کو تنبیہ و تادیب کرے اگر ایسا ہو تو اس کی یہ تنبیہ و تادیب عریانیت کے خلاف نہیں بلکہ لباس اور حیا کے خلاف ہوگی۔

یورپ اور امریکہ میں عریانیت کی تحریک جس طرح زور پکڑتی جا رہی ہے اسے دیکھتے ہوئے اس اندیشے کو قطعاً بے بنیاد قرار نہیں دیا جا سکتا کہ ایک روز یہ مسموم ہوا ہندوستان کی فضا کو بھی زہر آلود بنائے بغیر نہ رہے گی۔

اسوقت کے لوگ ہندوستان کے عجائب گھروں میں پاجامہ، کرتہ اور بلاؤز ساڑی وغیرہ کو دیکھیں گے تو کہیں گے کہ بیسویں صدی کے ہندوستانی اس طرح کے لباس پہنا کرتے تھے اس اندیشے کے ساتھ اگر ہمارے اور آپکے اطمینان کی کوئی بات ہے تو یہ کہ اسوقت نہ ہم ہونگے نہ آپ جو ہوگا وہ اس وحشت اور بربریت کو دیکھے گا۔

کیا اب بھی نہ آؤ گے؟

از خواجہ اختر بھیروی

من کی آگ نہ بجھے تو کیسے ساجن تم نہیں آئے
بیری جیا دکھی مسافر چین بھلا کب پائے
رات اندھیری بجلی چمکے جان مری گھبرائے
دھیرے دھیرے نیا موری لب پچھلے کھائے

شمع جلے اور کوئی نہ روئے جل جل کر بجھ جائے
آنکھوں سے چشمے ہیں جاری کوئی نہ آس بندھائے
او بیری تم آؤ خدا را غم کے بادل چھائے
آؤ کھویا آ کے بچا لو نیا ڈوبی جائے

وہ کون عورت ہے جسے ہر مہینہ ماہواری کا سخت درد نہیں ہوتا

عورت کو ہر مہینہ ماہواری کا درد

مگر اب کسی عورت کو درد سے ماہواری ایام نہیں آئینگے

سچائی اور دیانتداری کبھی چھپی نہیں رہ سکتی۔ دہلی کے زنانہ دواخانہ نے عورت کے ماہواری ایام کی بیماریوں کے لئے ایک مفید دوا ایجاد کرنے یا کہیں سے اس کا بہترین نسخہ حاصل کرنے کے لئے جس زمانہ میں انتہائی مصائب برداشت کئے اور زر کثیر خرچ کیا۔ آج اتنی ہی اس دوائے "کورس" سے نیک نامیاں مل رہی ہیں!

جو لوگ اشتہاری دواؤں سے بدظن تھے۔ انہوں نے بھی آخری آزمائش کے طور پر اس دوا کو استعمال کرایا۔ حالانکہ انہیں یہ دوا استعمال کراتے وقت ہرگز یہ یقین نہیں ہوگا کہ یہ دوا فائدہ کرے گی۔ لیکن ان میں سے بھی ہر شخص کو یہ تسلیم کرنا پڑا کہ دوائے "کورس" بلاشبہ ایک ایسی دوا ہے جو عورتوں کے ماہواری ایام کی ہر قسم کی تکلیف کو صرف ایک شیشی ہی دور کر دیتی ہے۔ اس دوا کی استعمال کرنے والی ہزارہا عورتوں میں سے ایک عورت بھی ایسی نہیں نکلی جس نے استعمال کے بعد بتایا ہو کہ کورس بھی اشتہاری دوا نکلی اور اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ ہم نے جو اعادہ کیا تھا وہ کر دکھایا۔ اور آج ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے کورس کے بے انتہا مفید ہونے کی آوازیں آرہی ہیں کئی کئی برس کی مریض عورتوں کو کورس نے مکمل طور پر تندرست بنا دیا۔ اور ان کے ماہواری ایام باقاعدہ اور بغیر تکلیف کے آنے لگے۔

کورس کا اثر اگر کسی بہن کو ہر مہینہ ماہواری ایام کے زمانہ میں پیٹ میں یا بدن میں یا اور کسی جگہ درد ہوتا ہو یا تکلیف کے ساتھ آتے ہوں یا رک رک کر آتے ہوں یا مقدار سے کم یا مقدار سے زیادہ آتے ہوں یا مہینہ میں دو دو مرتبہ آجاتے ہوں۔ یا ماہواری ایام کے زمانہ میں دورے پڑتے ہوں اور لوگ آسیب وغیرہ کا شبہ کرتے ہوں یا کمزوری بے حد بڑھ گئی ہو یا پنڈلیوں وغیرہ میں تکلیف ہو جاتی ہو یا ناف کے نیچے یا کمر میں درد ہو کر آتے ہوں یا کمزوری کے باوجود خون زیادہ آجاتا ہو۔ غرض ہر قسم کی خرابی اور بے قاعدگی میں "کورس" کا استعمال اشد ضروری ہے۔ کیونکہ اس کے استعمال کے بعد ہر قسم کی خرابی دور ہو کر ماہواری ایام یعنی (Monthly Course) ہر مہینہ بالکل ٹھیک وقت پر اور صحیح تعداد میں باقاعدہ بغیر کسی درد کے آنے لگتے ہیں۔ اور یہی وہ تجربہ ہے جو ہزارہا عورتوں کے استعمال کرانے کے بعد اس دوا کا ثابت ہوا ہے۔ ایک شیشی دو روپے آٹھ آنے کی ہے۔ اور سات آنے محصولڈاک بر خرچ ہوتے ہیں۔

لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ۔ پی بکس نمبر ۳ دہلی کو مطلع کر کے بذریعہ پارسل منگا لیجئے۔

آتشدان کی دیوی

افراد { شانتی ۔ ایک امیر خاندان کی خوبصورت لڑکی ۔ کرشن کی بیوی ۔ ــــــــ کملا ۔ کرشن کی بہن
کرشن ۔ شانتی کا شوہر ــــــــ میکو ۔ کرشن کے باغ کا مالی ــــ مختار ــــ

(کرشن اپنے مکان کے مشرقی برآمدے میں ایک البم کو نہایت دلچسپی سے دیکھ رہا ہے۔ عنقریب غروب ہونے والے سورج کی ترچھی شعاعیں جھول کی لٹکتی ہوئی بیلوں، اور پام کے طاؤس رقصاں پتوں سے گزرتی ہوئی اس کے پیروں پر پڑ رہی ہیں۔ کرشن کے چہرے پر ہلکے تبسم کی لطیف لہریں نمایاں ہیں..... شانتی باغ کے ایک حصہ میں چھوٹے چھوٹے پودوں سے دلبستگی کر رہی ہے۔ ٹہلتے ہوئے ادھر آ جاتی ہے۔ اس کی نگاہ کرشن پر پڑتی ہے۔ کرشن کو مسرور دیکھ کر خود اس کی مسرتوں میں شریک ہونے کیلئے ادھر مڑ جاتی ہے....... پیروں کی آہٹ سے کرشن کی نظریں ادھر اُٹھ جاتی ہیں۔ شانتی کو آتا دیکھ کر مسکراتا ہے اور البم بند کر لیتا ہے)

شانتی ۔ (ایک دلفریب تبسم کے ساتھ) آج ..... کیا دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہے ہیں؟ ــــــــ

کرشن ۔ (کرسی پر کسی قدر سنبھلتے ہوئے) کچھ نہیں ایک پرانا البم دیکھ رہا تھا۔

شانتی ۔ (نزدیک آتے ہوئے) اچھا۔ میں بھی تو دیکھوں۔

کرشن ۔ (پاس رکھی ہوئی کرسی کو کچھ نزدیک کر لیتا ہے) بیٹھو تو سہی۔

شانتی کرسی پر بیٹھتی ہے ــــــــ

شانتی ۔ دکھلائیے ــــــــ

کرشن ۔ شانتی اسے نہ دیکھو۔ یہ تصویریں..... ایک..... پرانی..... داستان کی یادگاریں ہیں۔ (منہ بنا کے) بھرتے ہوئے زخموں سے کھیلنے سے کیا فائدہ۔ ــــــــ

شانتی ۔ [illegible] دیجئے۔ آپ ہمیشہ یوں ہی چھیڑا کرتے ہیں۔

کرشن ۔ نہیں شانتی تمہارے سر کی قسم آج جھوٹ نہیں بولتا۔

(کرشن کی بیساختہ قسم شانتی کو حیرت میں ڈال دیتا ہے۔ کرشن کی [illegible] قسم کو [illegible] مجبور کرتی ہے اور وہی محبت اسے یقین میں [illegible])

شانتی ۔ نہیں پیارے کرشن میں سنوں گی۔ اور ضرور سنوں گی۔ آپ جانتے ہیں کہ عورت حقیقت کو معلوم کرنے کیلئے اتنی ہی بیتاب ہوتی ہے جتنا کہ آپ لوگوں کے خیال سے وہ ایک راز کو ظاہر کرنے کیلئے۔

کرشن ۔ آج تو آپ نفسیات پر تلی ہوئی ہیں۔ خیر سنیئے لیکن مجھے الزام نہ دیجئے گا۔ ہر انسان سے لغزش ہو سکتی ہے۔ اگر مجھ سے بھی ہوئی تو وہ ایک انسانیت کی دلیل ہے۔ ــــــــ

شانتی !۔؟ (یعنی سراپا سوال اور مجسم استعجاب) ــــــــ

کرشن ۔ (سگریٹ جلاتے ہوئے) اچھا سنیئے۔ لیکن ایک شرط ہے۔

شانتی ۔ وہ کیا؟ ــــــــ

کرشن ۔ کہ آپ کو پوری داستان سننا پڑیگی۔ ــــــــ

شانتی ۔ سنوں گی۔ ــــــــ

کرشن ۔ آج چار سال کا زمانہ ہوا میں ایک پکچر میں گیا ہوا تھا۔ میری آنکھوں نے ایک جادو دیکھا۔ نظریں ٹھٹک کے رہ گئیں۔ سمجھیں۔ ایک حیا کی دیوی تھی جس کے رسیلے جسم کو سبز رنگ کی ایک ہلکی ساری اپنے آغوش میں لئے ہوئے تھی۔ کامدانی کے ٹہک بوٹے بجلی کی تیز روشنی میں چمک چمک کر نگاہوں میں کھبے جاتے تھے۔ چہرے کی شگفتگی اور [illegible] سے گزر کر دل کی گہرائیوں کا جائزہ لیتی تھی۔ اور دل کو درس محبت دیتی تھی۔ شانتی، مجھے محبت کا احساس پہلی بار وہیں ہوا۔ درد کی پہلی کسک [illegible] محبت کی لطیف گرانی وہیں محسوس ہوئی۔ میں بیتاب تھا..... اور اس وقت تک اس بیتابی میں تبدیلی نہ ہوئی جب تک کہ میرے ایک پیارے دوست نے اس کی تصویر مجھے نہ لادی..... شانتی، دیکھو یہ اسکی پہلی تصویر ہے۔

(شانتی کو تصویر دکھلاتا ہے) یہ شانتی ہی کی تصویر تھی جو شادی سے قبل..... کرشن نے حاصل کر لی تھی۔ ــــــــ

شانتی (کے چہرے پر حیا کی سرخی دوڑ جاتی ہے) ــــــــ

کرشن ۔ مسکراتا ہے ــــــــ

شانتی ۔ بس رہنے بھی دیجئے۔ آپ سے کہیں نہ وہی چھیڑ کی باتیں.....

کرشن ۔ (جوش محبت سے.................) اب تو تمہیں پوری داستان سننا پڑے گی۔ ــــــــ

کرشن ۔ ایک روز سخت گرمی پڑ رہی تھی۔ سمجھیں شانتی [illegible]

میں اپنی محبوبہ کے ساتھ تھا۔ دھوپ کی تپش اور گرمی کی زیادتی سے اس کے گلابی چہرے پر پسینے کے قطرے آ گئے۔ میں نے انہیں رومال سے خشک کرنا چاہا لیکن وہ مجھے اتنے بھلے معلوم ہوئے کہ جیسے چنبیلی کے پھولوں پر اوس کی بوندیں۔ شانتی میں نے اس چہرے کی بھی تصویر لے لی۔ دیکھو یہ ایک دوسری تصویر ہے (یہ بھی شانتی ہی کی تصویر تھی)

شانتی۔ (چپ ہے، کرشن کی دیوانہ وار محبت پر کچھ کہنا چاہتی ہے لیکن زبان ساتھ نہیں دیتی۔ چہرے پر حیا کی سرخیاں آتی ہیں اور چلی جاتی ہیں)

کرشن۔ شانتی، تیرتھ کے دن تھے۔ ہم لوگ اپنے اُن گن ہوں کو جن کی وجہ سے ہمیں اپنی زندگی میں ملنے کیلئے عمر کے ۲۲ سال انتظار کرنا پڑا۔ اُن پاپوں کو دھونے گئے۔ گنگا کے کنارے بہت جاتری آتے تھے شانتی ہماری محبوبہ بھی، اپنے لطیف جسم کو ہلکی سفید ساری میں چھپائے ہوئے نہانے گئی۔ تھوڑی ہی دیر میں لہروں کے جھولے میں تھی۔ پانی میں پہنچکر وہ ایسی خوش تھی۔ جیسے ایک معصوم بچہ ماں کی گود میں۔ گنگا کی پاک لہریں اس کے جسم سے اٹھکھیلیاں کر رہی تھیں۔ اُس نے پانی میں ایک غوطہ لگایا لیکن گھبرا کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔ مجھے یہ سماں بہت بھایا۔ میں نے اس کی بھی ایک تصویر لے لی۔ دیکھو شانتی (تصویر دکھا کر) بھیگے بھیگے بال چاند سے چہرے پر کیسے چپٹے ہوئے ہیں۔ شانتی مجھے یہ تصویر بہت پسند ہے۔

شانتی۔ بس رہنے دیجئے۔ آپ پریم کے دیوتا ہیں۔ دو سال سے زیادہ مجھے آپ کی چرنوں کی سیوا کرتے بیت گئے۔ لیکن آپکی محبت بڑھتی ہی جاتی ہے۔

کرشن۔ (شانتی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے) شانتی میں اس فلسفہ کا قائل نہیں کہ محبت کو صرف تمناؤں تک محدود رکھا جائے اور اس صداقت کو پاکر اس کی اتنی ہی قدر نہ کی جائے۔ شانتی، محبت ایک حسن ہے اور حسن صداقت جس کو پاکر آرزو سے زیادہ خوشی ہوتی ہے۔ شانتی ..... مجھے یہ سبق تمہیں سے تو ملا ہے۔ ورنہ شاید میں بھی کسی فلاسفر کی طرح محبت کی ہجراں نصیبی کو ازدواجی زندگی کی خوشگوار گھڑیوں سے بہتر سمجھتا۔

شانتی۔ آپ مجھے کیوں شرمندہ کرتے ہیں۔ آپ ہمارے رام ہیں (حیا سے سر جھکا کر) کاش میں آپ کی سیتا بن سکتی۔

کرشن۔ (نرم انگلیوں پر محبت کی ایک یادگار قائم کرتے ہوئے) یہ کیا اُلٹی گنگا بہا رہی ہو۔ لیکن ..... ہاں ابھی داستان باقی ہے۔

شانتی۔ نہیں پیارے کرشن (ہاتھ چھڑاتے ہوئے) اب رہنے دیجئے۔

کرشن۔ اچھا خیر یہ تصویر اور دیکھ لو (تصویر دکھا کر) بظاہر چہرے پر غصہ کے آثار ہیں۔ شاید اس وقت "انہیں" کوئی کام تھا اور مجھے الفت کی چھیڑیں سوجھی تھیں۔ وہ روٹھ گئیں۔ میں نے منانا چاہا۔ چہرے پر غصہ کے کچھ نشان ہیں نا ..... شانتی، مجھے غصہ بھی پیارا معلوم ہوا اور کیمرا اُٹھایا اور پاس رکھے ہوئے ایک طشت پر گلدان گرا دیا۔ وہ چونک پڑی۔ کچھ غصے اور کچھ خوف سے چہرہ تمتما اٹھا۔ دیکھو تصویر میں دونوں پہلو کتنے نمایاں ہیں۔ لیکن شانتی، مجھے اس میں بھی نینوں سے پریم ہی ٹپکتا معلوم ہوتا ہے اور دیکھو ......

شانتی۔ (البم ہاتھ سے کھینچ لیتی ہے اور اُٹھ کھڑی ہوتی ہے)

کرشن۔ (مسکراہٹ ہے اور ......

پردہ گرتا ہے

دوسرا سین

(قریب ایک سال کے گزر گیا۔ فطرت کی ستم ظریفی تھی کہ شانتی کے خوبصورت اور سڈول جسم پر فالج کا اثر ہو گیا۔ وہ بچ گئی لیکن جسم کے بعض اعضاء پر اس کے اثرات رہ گئے ..... شانتی گھر کے صحن میں دھوپ میں بیٹھی کتاب پڑھ رہی ہے۔ کسی قدر فاصلے پر ایک پلنگ پر اس کی ساس اور کرشن کی بہن کملا بیٹھی ہیں)

کرشن کی ماں۔ پرمیشور نے بڑی دیا کی کہ بیٹی شانتی کو اُٹھا کھڑا کیا۔

کملا۔ (کرشن کی بہن) اور کیا ماتا جی نہیں تو بھائی کہیں کے نہ رہتے۔

ماں۔ دیکھتی تھی کہ اُس کی بیماری کے زمانہ میں کرشن کا کھانا پینا کیسا چھوٹ گیا تھا

کملا۔ کچھ بھگوان ہی کو کرشن کی خوشی منظور تھی۔ کچھ نام کی بھی برکت تھی۔

ماں۔ بیٹی سچ کہا۔ میں نے اس کا نام رکھنے کیلئے لاہور کا ایک پنڈت بلایا تھا۔ بڑا گیانی تھا۔ پوتھی کھولتے ہی بول اُٹھا۔ کرشن نام رکھو۔

کملا۔ تبھی تو بہن شانتی کا سہاگ ملا۔

ماں۔ یہ اٹل سہاگ۔ کملا یہ بھی تجھے ایک ہی سوجھی (شانتی کی نگاہیں کتاب پر ہیں۔ لیکن وہ یہ گفتگو سن رہی ہے۔ پیشانی پر کچھ شکنیں نمایاں ہوتی جاتی ہیں)

شانتی۔ (کتاب سے نگاہ ہٹا کر زمین کی طرف دیکھتے ہوئے دل ہی دل میں سوچ رہی ہے) کیا ماتا جی کا یہ خیال سچ ہے؟ یا میں ہی غلطی پر ہوں، کیا کرشن اب بھی مجھ سے اتنی ہی محبت کرتا ہے؟ ..... اور اگر ..... لیکن نہیں ..... کرشن کا راتوں کو دیر سے آنا۔ مجھ سے زیادہ دوستوں کے پاس بیٹھ کر وقت گزاری کرنا ..... ہاں کل ہی کی تو بات ہے ..... میں نے کرشن کو پکارا ..... وہ باہر جا رہے تھے ..... لیکن ..... چلے گئے ..... شاید ..... نہ سُنا ہو ..... مگر اس سے پہلے وہ اس سے دھیمی آواز

سُن لیا کرتے تھے ..... یوں تو اور بھی بہت سی باتیں ہیں ... لیکن نہیں اکثر انسان جب اپنے میں کوئی کمزوری محسوس کرتا ہے تو سمجھتا ہے کہ دُنیا اُس کو ذلیل نظروں سے دیکھ رہی ہے .... شاید یہی ہو .... مگر میں .... اس کو کیا کروں ..... دل نہیں مانتا۔ (پھر کچھ سوچ کر، کتاب بند کر دیتی ہے۔ اور کمرے کی طرف چلی جاتی ہے) ——————

شانتی ۔ ہائیں کرشن ۔ آپ یہاں بیٹھے ہیں ۔ ——————

کرشن ۔ ہاں باہر سے آیا ۔ دیکھا آپ کتاب پڑھ رہی ہیں میں بھی یہ کتاب پڑھنے لگا ۔ ——————

(کرشن کی زبان سے آپ کا لفظ اسی طرح شانتی نے پہر سنا تھا)

کرشن ۔ یہ بہت دلچسپ کتاب ہے ۔ مسٹر بیگ نے عورتوں کی کمزوریوں کا چربہ اتارا ہے ——————

شانتی ۔ لیکن انہوں نے تصویر کا ایک ہی رُخ دیکھا ہے ۔ عورت بے شک کمزور ہے لیکن اُس کی کمزوری دماغ و خیال کی کمزوری کہی جا سکتی ہے نہ کہ عمل کی ۔ ——————

کرشن ۔ یہ نظریہ عام خیالات سے کسقدر مختلف ہے ۔ ——

شانتی ۔ ہاں ۔ اس لئے جدا ہے کہ ان بیچاریوں کے جذبات کی ترجمانی آپ کے بھائی بند کرتے ہیں ۔ اور شانتی کی زبان خود اس کے جذبات کی ترجمانی کر رہی ہے ۔ ——————

کرشن ۔ تو کیا آپ مردوں کو عمل میں کمزور خیال کرتی ہیں ۔

(شانتی کے دل پر آپ کے اعادہ سے ایک اور چوٹ لگتی ہے ۔ گذشتہ صحبت کی یاد آتی ہے ۔ آنکھیں پُرنم ہوتی معلوم ہوتی ہیں ۔ لیکن خوددار شانتی آنکھوں ہی آنکھوں میں آنسو خشک کر کے جواب دیتی ہے)

اس بحث کی بنیاد خیالات پر ہے ۔ ممکن ہے کہ ہمارے اور آپ کے خیالات کا سنگم اب نہ ملے لیکن اتنا غالباً آپ بھی مانیں گے کہ عورت اپنے خیالات اور عقیدے میں مرد سے زیادہ دھنی ہوتی ہے ۔ مرد کے خیالات بدلا کرتے ہیں ..... کرشن ! ..... اس کی محبت بھی بدلا کرتی ہے ..... لیکن عورت اس کے عقیدہ اور اس کے جذبات آکاش پر قطب ستارے کی طرح چمکتے رہتے ہیں .... سمجھے کرشن ۔ اسی کو مرد عورت کی کمزوری سمجھتے ہیں اور عورتیں اسی کو اپنا زیور ۔ ——————

کرشن مسکرا کر چپ ہو جاتا ہے ۔ (پردہ گرتا ہے)

تیسرا سین

(آدھی سے زیادہ رات گزر چکی ہے ۔ لیکن شانتی کی آنکھوں سے نیند کوسوں دور ہے ۔ رات کا سناٹا ہے ۔ دور رکھی ہوئی شمع کی دھیمی لیکن اُداس روشنی کرشن کے بیخبر چہرے پر پڑ رہی ہے اور شانتی کی ٹکٹکی کبھی شمع کی طرف بندھ جاتی ہے اور کبھی کرشن کے سوتے ہوئے چہرے پر)

شانتی ۔ (کرشن کو سوتا دیکھ کر دل ہی دل میں یا زبان یاس سے) پیارے کرشن، اپنی بیتابی میں تمہیں شریک غم کرنے کی ہمت اب نہیں اور نہ تمہارے دل ہی کو وہ بے چینی ہے کہ شانتی کی ہلکی سی آہٹ سے بھی تمہاری آنکھ کھل جائے .... ہاں .... وہ تاریک رات جب ہم لوگ واہ کی پہاڑیوں اور آبشاروں میں اپنا راستہ بھول گئے تھے کس بلا کی تاریکی تھی ۔ مگر نہیں ۔ اس تاریکی میں بھی ایک روشنی تھی ۔ تارے نہ تھے .... چاند نہ تھا .... لیکن پریم کے دو دیے ضرور جل رہے تھے ... آج کتنا اندھیرا ہے .... ——————

(شمع کی لو تیز کرتی ہے) ——————

پیارے کرشن ۔ کیا وہ محبت .... محبت نہ تھی، آہ محبت اور ہوس اپنی پہلی منزل میں کس قدر قریب ہیں ..... "بھیگے ہوئے بال چاند سے کیسے چپے جلتے ہیں ؛ ..... "شانتی" گرمی کے دن تھے ... آہ (آنکھ سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں ۔ شمع کی دھیمی روشنی پھر دھندلی ہو جاتی ہے) اُف، محبت، محبت دھوکا ہے ... وہم ہے ... بیماری ہے ... حسن کی بے چین کر دینے والی جرأت دل میں کیف حسن کی سرشاریوں سے لطف اُٹھائے جانے کی تمنا .... کیا محبت اسی کا نام ہے .... مگر نہیں ۔ ہوس کے راون کا پریم کی سُندر سیتا سے کیا مقابلہ ۔ دُنیا کی سب چیزیں دھوکا ہو سکتی ہیں ... آکاش کی سب چیزیں ممکن ہے مایا ہوں ... محبت مایا نہیں ... ہوں ... دُنیا (کرشن کروٹ بدلتا ہے ۔ شانتی اپنے خیالات میں غرق ہے) ہم دُنیا کی مایا میں پڑ کے یہاں کی رسموں سے آزاد ہو نے آئے ہیں اور محبت کے دیوتا کے آگے پریم کے دیے جلا رہے ہیں ... تکلیفیں اُٹھا اُٹھا کے مصیبتیں جھیل جھیل کے اسی محبت کی آگ .... آگ کو روشن رکھنا ... یہی زندگی کا جوہر ہے (شانتی کے چہرے پر سُرخی دوڑ جاتی ہے شمع کی لو جھلملانے لگتی ہے ۔ شانتی اُٹھتی ہے ۔ شمع کی لو کچھ اور تیز کرتی ہے ۔ کرشن کی نظریں شانتی کے پُرنم چہرے اور غرقاب آنکھوں کے دیکھنے سے قاصر ہیں ۔ شانتی پائنتی پکڑ کر کرشن کے قدموں پر پڑی ہوئی چادر کو عقیدت سے چومتی ہے) (پردہ گرتا ہے)

چوتھا سین

(صبح کا وقت ہے، سورج ابھی نہیں نکلا، لیکن صبح کی کیفیت اور روشنی

جو اس کی پیش خیمہ ہوتی ہے پھیلی ہوئی ہے۔ شانتی بنگلہ کے پھاٹک تک جا رہی ہے تاکہ گزشتہ رات کے لکھے ہوئے خطوں کو اپنے ہاتھ سے ڈاک کے حوالے کردے ——) ——————

میکو مالی ۔ (شانتی کو دیکھتے ہی سنبھالتے ہوئے گملہ کو چھوڑ کر کھڑا ہو جاتا ہے) حضور بندگی۔ ——————

شانتی ۔ (ہاتھ میں لئے ہوئے لفافوں سے بانظر اُٹھائے سر ہلا دیتی ہے)

میکو ۔ (دو پھول توڑ کر) حضور (پھول پیش کرتا ہے)

شانتی ۔ (مالی کی طرف نظر اُٹھا کر، پھول لے لیتی ہے (کچھ دیکھتی ہے اور پھر کچھ سوچ کر) مالی چنبیلی کے پھول نہیں ہے ——————

میکو ۔ ہیں کا ہے نہیں حضور (پھول توڑنے بڑھتا ہے) ——

شانتی ۔ (کی نظریں باغ کے دلفریب پھولوں پر پڑتی ہیں۔ جن پر اوس کی بوندیں ہنوز چمک رہی ہیں) دیکھو اوس کے قطرے نہ گرنے پائیں۔

مالی ۔ سنبھال کر گچھا توڑتا ہے اور پیش کرتا ہے۔

شانتی ۔ پھول لے لیتی ہے۔ اُن کو بغور دیکھتے ہوئے پھر لیٹر بکس کی طرف چل دیتی ہے۔ ——————

شانتی ۔ (چنبیلی کے گچھے کو ایک بار پھر دیکھتی ہے۔ مسکراتی ہے اور ایک طرف بیل پر ڈال دیتی ہے) خط ڈالنا چاہتی ہے۔ لیٹر بکس پر لکھے ہوئے وقت کو دیکھتی ہے اور پھر ہاتھ رکھ کر کچھ سوچنے لگتی ہے وہ ایک کشمکش میں ہے جس کو چہرے کی رنگت اور آنکھوں کی حیرت روشن کئے بغیر نہیں رہتی۔ چھوٹی چھوٹی چڑیاں چہچہاتی ہوئی اس سے نکل جاتی ہیں ایک بار پھر اُن نظروں سے جن میں کشمکش تیقن سے بدلتی نظر آتی تھی ایک لفافہ کو دیکھا۔ اور ایک عجیب کیفِ استقلال سے خطوں کو ڈاک کے حوالے کر دیا —— شانتی واپس آتی ہے تو کرشن کو اُٹھا لاتی ہے۔

کرشن ۔ آج آپ بہت صبح جاگیں ——————

شانتی ۔ ہاں آنکھ کھل گئی۔ ذرا ٹہلنے کو جی چاہا اور ....

کرشن ۔ اور کیا؟ ——————

شانتی ۔ (میز کی چیزوں کو سنبھالتے ہوئے اور کرسی کو قریب کرتے ہوئے) دو ایک خط بھی ڈالنا تھے۔ ——————

کرشن ۔ (جماہی لیکر) آج بڑے ضروری خط لکھ ڈالے؟

شانتی ۔ بہت ضروری۔ پتا جی کو عرصہ سے کوئی خط نہ بھیجا تھا ایک اور خط بھی ضروری تھا۔ ——————

کرشن ۔ (چپ ہو جاتا ہے) میز پر رکھے ہوئے سگریٹ کیس کو اُٹھاتا ہے مسہری سے ٹیک لگا کے سگریٹ پینا شروع کرتا ہے۔ دونوں میں

کے حلقے کمرے میں پھیلتے جاتے ہیں ——————

شانتی ۔ تو آج گاؤں جانے کا ارادہ ہے؟ ——————

کرشن ۔ ضرور جاؤنگا —— کا غذدے دیجئے گا۔

(پلنگ سے اُٹھ پڑتا ہے) —— پردہ گرتا ہے

——————

پانچواں سین

کرشن اپنے گاؤں میں کاغذات کا معائنہ کر رہا ہے۔ ہرکارہ ڈاک دیتا ہے۔ اس کی نظریں ایک لفافہ پر جم جاتی ہیں۔ مانوس تحریر اس کو حیرت میں ڈالے ہوئے ہے۔ لفافہ کھولتا ہے۔ ——————

کرشن ۔ (دل ہی دل میں) یہ شانتی کی تحریر معلوم ہوتی ہے۔ لیکن شانتی کا خط اور ڈاک سے! (اب اس کی نظریں خط پر پڑیں۔ خط پڑھنا شروع کرتا ہے۔ آنکھوں سے حیرت اور چہرے سے پریشانی نمایاں ہوتی جاتی ہے۔ پھر اس کے منہ سے بیساختہ آہ نکل جاتی ہے) آہ شانتی .... پیاری شانتی! وہ مکان کی طرف بے تحاشا بھاگنا چاہتا ہے۔

(ہر شخص متحیر ہے) ——————

مختار ۔ خیر تو ہے حضور۔ (کرشن کی دیوانگی اس کو جواب نہیں دینے دیتی۔ وہ مکان کی طرف بھاگ رہا ہے) ——————

مختار ۔ (فوراً موٹر منگا کے) حضور موٹر تیار ہے آپ مکان جلد پہنچ جائینگے

کرشن ۔ جلد پہنچ جاؤنگا۔ (فوراً موٹر میں بیٹھ جاتا ہے) بہت تیز۔ ڈرائیور بہت تیز لیچلو۔ (موٹر چالیس میل کی رفتار سے جا رہی ہے)

کرشن ۔ اُف کسقدر آہستہ۔ (کھڑا ہونے لگتا ہے) تیز لے چلو... اور تیز —— آہ —— بہت تیز .... (جھنجھلا کے) اُف۔ تم سے نہیں چلا جاتا ——————

(پھر خط کو دیکھنے کی جرأت کرتا ہے) آہ شانتی۔ میں کس قدر پاپی ہوں۔ موٹر سے کود پڑنا چاہتا ہے۔ مختار فوراً پکڑ لیتا ہے۔

کرشن ۔ مجھے چھوڑ دو۔ میں مروں گا نہیں (گھڑی دیکھ کر) اُف کل ۲ منٹ باقی ہیں۔ (چیخ مارتا ہے۔ آنسو کے قطرے بے تحاشا نکلنا شروع ہو جاتے ہیں.... ایک بار پھر چھڑانے کی کوشش کرتا ہے گھڑی کی سوئی ایک پر آئی۔ کرشن کی ایک ہیبتناک آواز اس کے اوسان کی آخری الوداع تھی۔ اب وہ بیہوش تھا ..... مختار نے ہاتھ سے خط لیکر پڑھنا شروع کیا۔

(کرشن .... آہ پیارے کرشن۔ آپ کی شانتی اپنے [illegible] خراب جسم سے اب آپ کی آنکھوں کو دکھ نہ پہونچائیگی .... میں جا [illegible] کہ اب میں اس جسم کی مالک نہیں جس کے پسینے کے قطرے چنبیلی کے [illegible]

پرماؤں کی بوندیں معلوم ہوں۔ میں جانتی ہوں کہ میرے چاند سے چہرے کو جسے کبھی کبھی بادلوں نے چھپایا تھا۔ آج گرہن لگ چکا۔ اب نہ تو اس میں آنکھوں کیلئے تازگی باقی ہے اور نہ دل کیلئے مسرت ..... کرشن ... ہمارے ملک کی اکثر عورتوں نے چتا میں جل جل کے زندگی کے جوہر دکھا ہیں۔ آج شانتی آپ کی خوشیوں کیلئے آپ کی زندگی میں ستی ہوتی ہے جیسے نزدیک حیات کا مفہوم اس وقت ختم ہو جاتا ہے جب پریم کی نظر اس پر سے اٹھ جائے۔ اس وقت روح کی آزادیوں میں کسی خاکی جسم کو حائل کرنا بزدلی ہے۔ آج میری چتا کے شعلے ایک بجے دن کو اٹھیں گے اور آپ کے واپس ہونے تک شانتی کی آتما اس دن کی منتظر ہو گی جب محبت ظاہری جسم اور لباس کی مایا سے گزر کے صرف آکاش کا تارا بن کر چمکے گی ——

پیارے کرشن .... آپ نے مجھے دکھ ... نہیں دیا۔ اگر مجھے دکھ پہنچا تو اپنے مقدر سے۔ البتہ اگر یہ خط کچھ دیر کے لئے آپ کی آنکھوں کو پُرنم کر دے تو اس کی لکھنے والی کو معاف کیجئے گا۔

پیارے کرشن ..... الوداع۔ آپ کی ..... شانتی

مختار کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ ڈرائیور بدحواسی سے موٹر چلا رہا ہے۔ کرشن بیہوش ہے۔ کار بنگلے کے قریب پہنچتی ہے ... جس کے اوپری صحن سے آگ کی تیز شعاعوں کے ساتھ دھوئیں کے تاریک بادل اٹھ رہے ہیں۔ مختار کی آنکھوں سے آنسو کے قطرے اور تیزی سے ڈھلکنے لگتے ہیں اسی دھوئیں میں اسے شانتی کی معصوم صورت نظر آتی ہے جو شعاعوں کے ساتھ آسمان کی طرف بلند ہو رہی ہے لیکن نظریں کسی کی آخری دید کی منتظر ہیں) —— پردہ گرتا ہے

(کالج کی حسین تتلی صفحہ ۲۶۱ سے آگے) تھی، ایک دن وہ سڑک پر بھیک مانگتی گذر رہی تھی کہ ایک نوجوان اسے آتا دکھائی دیا، اسے دیکھکر اس کے تمام بدن میں تھرتھری پڑ گئی، نوجوان پاس سے گذر گیا، مگر تھوڑی دور جاکر وہ پھر مڑا اور غور سے اس کے چہرہ کو دیکھنے لگا "تم" اس کے منہ سے حیرت سے نکل گیا —— "ہاں رمیش" وہ انتہائے ضبط کے باوجود صرف اتنا کہہ سکی —— "تم میرے لئے اب بھی وہی ہو، بلکہ اس سے زیادہ اب تم سماج کے کھوکھلے پن سے واقف ہو چکی ہو، کیا تم میرے ساتھ رہنا پسند کرو گی؟" رمیش نے بغیر رکے ہوئے کہنا شروع کیا، اسکا چہرہ روحانی سکون سے کندن کی طرح دمک رہا تھا —— "مگر رمیش میں اس قابل نہیں ہوں" —— "اُسوقت تم نہیں تھیں، مگر اسوقت ہو، اسوقت میری ہمدردی کی تمہیں زیادہ ضرورت ہے" —— "مگر یہ بچہ" —— "یہ میرا بچہ ہے، انسان کا بچہ ہے، یہ تو بالکل معصوم ہے" رمیش نے بچہ کو گود میں لیا اور گھر کی طرف چل دیا، آگے آگے رمیش تھا اور پیچھے پیچھے وہ تھی —— وہ عورت تھی —— اور صرف اس لئے ایک مرد کی محبت کی مستحق۔

جوگی کی صدا

گیانی رنجیت سنگھ عاجز
ناندیڑ (دکن)

(۱)

یہ نیلی نیلی آنکھیں
یہ کالی کالی زلفیں
یہ دلفریب چہرہ
یہ محشر خیز سراپا
سب مایا ہے سب مایا
کیوں من ان میں الجھایا

(۲)

یہ موسم گل یہ بہاریں
یہ بلبلوں کی قطاریں
یہ برکھا رت یہ گھٹائیں
یہ بھیگی ہوئی ہوائیں
سب مایا ہے سب مایا
کیوں من ان میں الجھایا

(۳)

یہ لمبے لمبے بال
یہ گورے گورے گال
یہ روپ یہ حسن و جمال
یہ کاریگر کا کمال
سب مایا ہے سب مایا
کیوں من ان میں الجھایا

جب میں باپ نہیں تھا

(ایک ناسمجھ کی سبق آموز آپ بیتی)

میری شادی کو گیارہ سال ہو چکے ہیں۔ لیکن بہت عرصہ تک...... میں یہ احساس نہیں کر سکا کہ شادی شدہ لوگ کیونکر خوش رہ سکتے ہیں۔ شادی کیوں ہوتی ہے۔ اور پھر اس کے بعد کیا ہوتا ہے۔ میرے دوست جب اپنی بیوی کے قصے مجھے سنایا کرتے تھے تو مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے کسی نے میرے دل کو مسل کر سینے سے باہر نکال دیا ہے اور اس کی جگہ انگیٹھی میں آگ بھر کر رکھ دی ہے۔ بہت دن کے بعد میرے ایک خاص دوست کو میری خفیہ بیماری کا پتہ چل گیا۔ اس نے پوچھا۔

کیا تمہیں جریان کی بیماری ہے میں نے کہا نہیں۔ لیکن پھر اس نے کہا کیا پیشاب سے پہلے اور اس کے بعد کوئی رطوبت خارج ہوتی ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ پھر اس نے خاص بات پوچھی۔ میں نے کہا میں یہ بات جانتا تو ضرور ہوں کہ ایسا ہوتا ہے لیکن آج تک... میرا یہ جواب سنکر وہ چونک اٹھا اور تعجب سے کہا کہ تم نے مجھ سے یہ بات کیوں چھپائی۔ اگر اسی زمانے میں بتا دیتے، جب تمہاری شادی ہوئی تھی کہ تم جریان کے مریض ہو تو میں تمہیں صرف پندرہ دن میں تندرست کر دیتا۔ چنانچہ میرے دوست نے اسی وقت ــــ زنانہ دواخانہ کو خط لکھ کر "جوہر اعظم" دوا کی ایک شیشی تین روپے آٹھ آنے کو منگائی اور مجھے استعمال کے لئے دی۔ میں نے ترکیب کے مطابق اس دوا کا استعمال شروع کر دیا۔ میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ دوا شروع کرنے کے ساتویں یا شاید آٹھویں دن وہ رطوبت خارج ہوتی بند ہو گئی۔ اور مجھے اپنے اندر ایک خاص بات محسوس ہوئی دوا ابھی پوری ختم نہ ہوئی تھی کہ ایک روز......... بیوی.........

جنوری ۱۹۳۶ء کی بات

ہے کہ اپنے دوست کی مہربانی کی بدولت

اب میں اس جوانی کی بھری پھری دنیا میں ایک ایسے خوش وخرم نوجوان کی طرح ہوں۔ جیسے کہ مجھ جیسی عمر کے انسان کو ہونا چاہئے۔ میری بیوی ایک بچہ کی ماں ہے.........

......اور وہ جب اپنے بچے کو کھلاتی ہے اور بچہ لپک لپک کر ماں کی طرف دوڑتا ہے اور ماں کے سر کے بال نوچتا ہے تب مجھے یہ بات یاد آتی ہے کہ اس بچے کے باپ کا نام "جوہر اعظم" ہے۔ کیونکہ جوہر اعظم دوا سے ہی میری جریان کی بیماری دور ہوئی۔ اور میری خفیہ طاقت پھر مجھے مل گئی۔ کاش جریان کے تمام مریضوں کو معلوم ہو جائے۔ کہ اس دنیا میں جریان کی اگر کوئی بھرپور دوا ہو سکتی ہے۔ تو وہ جوہر اعظم ہے۔ ایک شیشی کی قیمت صرف تین روپے آٹھ آنے ہے۔ اس دوا پر عام فائدہ کے خیال سے محصولڈاک معاف ہے۔

پس ناظرین میں سے جو لوگ میری طرح جریان کی بیماری میں مبتلا ہوں اور پیشاب سے پہلے یا بعد میں قوت مردمی پانی کی طرح بہہ جاتی ہو یا بیوی سے شرمندگی ہوتی ہو تو انہیں چاہئے ــــ کہ جنرل منیجر زنانہ دواخانہ۔ پی۔ بکس ۲۲۳ دہلی کو خط لکھ کر جوہر اعظم دوا کی شیشی بذریعہ وی۔ پی پارسل منگالیں۔ صرف ایک ہی شیشی تندرست کر دے گی۔

"جوہر اعظم" وہی مشہور دوا ہے جسے ۱۹۲۶ء میں آل انڈیا کامرئیڈ سوسائٹی نے کافی تجربہ کر کے عام اعلان کے ذریعہ پبلک کو مطلع کیا تھا کہ "جوہر اعظم" دوا جریان کے مریض کو یقیناً تندرست کرتی ہے اور تمام ملک سے پُر زور اپیل کی تھی کہ جریان کے مریضوں کو اس دوا سے فوراً فائدہ اٹھانا چاہئے۔ کیونکہ آل انڈیا کامرئیڈ سوسائٹی نے جوہر اعظم کا بہت کافی تجربہ کر لیا ہے۔ اور ہر جگہ ہر مریض کو اس دوا نے تندرست کر دیا۔ چنانچہ ۱۹۲۶ء سے آج تک انجمن مذکور کی ہدایت کے مطابق اس دوا پر محصول ڈاک معاف ہے اور کسی خریدار سے محصول پارسل نہیں لیا جاتا۔ صرف دوا کی قیمت لی جاتی ہے۔

نوٹ:۔ ہندوستان سے باہر جو لوگ دوا منگائیں گے ان سے محصول پارسل لیا جائیگا۔ کیونکہ انڈیا سے باہر محصول نہ لیا معاف نہیں ہے

محبت

نیم مزاحیہ افسانہ

از جناب شریف چکوالی

سب ممبر جمع تھے، صرف مسٹر تندیر کا انتظار تھا "ہمارے کلب میں دنیا بھر کے اہم معاملات پر بحث ہوتی ہے" میاں بیوی کے جھگڑے سے لیکر جرمنی اور فرانس و برطانیہ کی لڑائی تک کے فیصلوں کے "جملہ حقوق ہمارے کلب کے نام محفوظ ہیں" لیکن ادھر کئی دن سے ممبران باتوں سے کچھ اکتا سے گئے تھے، وہ کوئی دوسری دلچسپی ڈھونڈھ رہے تھے آخرکار سے تجویز پیش کی کہ "ہر روز ایک ممبر کوئی کہانی سنایا کرے مگر شرط یہ ہے کہ آپ بیتی ہو" یہ تجویز اتفاق رائے سے پاس ہو گئی۔

آج ہمارے کلب کے سب سے زیادہ "دلچسپ" ممبر مسٹر سرتندیر کی باری تھی، مگر ابھی تک ان کا پتہ ہی نہ تھا، آخر خدا خدا کر کے آپ تشریف لائے اور آرام کرسی پر جھک کر ایسی بے فکری سے سگریٹ پینے لگے جیسے کچھ جانتے ہی نہ ہوں، مگر ممبروں کو صبر کہاں، انہوں نے گھیر لیا اور لگے اصرار کرنے، ایک ہنگامہ ہوتے ہوتے رہ گیا، آخر سرتندیر نے "آدمی" بنا اور ذرا کھانس کر کہنے لگا "دوستو! بھگوان کی کرپا سے مجھے کبھی کوئی حادثہ پیش نہیں آیا جس کا حال تمہیں سناؤں، ہاں کہو تو اپنی شادی کا قصہ سنا دوں کہ وہ بھی ایک حادثہ ہی تھا"

سب ممبروں کی باچھیں کھل گئیں، اب تک ان کے لئے سرتندیر کی شادی ایک معمہ ہی بنی ہوئی تھی کیونکہ وہ خیر سے ایک ہی دن میں شادی کر لایا تھا۔ سب نے تالیاں بجاتے ہوئے کہا "واہ واہ، اس سے اچھی کہانی اور کیا ہو سکتی ہے، سناؤ سناؤ" سرتندیر کو شرارت سوجھی "مگر ایک شرط ہے" اس نے ذرا سنجیدہ بنتے ہوئے کہا۔ دوستوں نے سمجھا کوئی معقول شرط ہو گی بولے "کہو"

سرتندیر نے اسی لہجے میں جواب دیا "سب کو ایک ایک روپیہ چندہ دینا ہو گا" "کاہے کا؟" سب نے یک آواز چلائے۔ "اس کہانی سنانے کا نہیں" سرتندیر نے انہیں چپ کرتے ہوئے کہا "بات یہ ہے کہ آج مٹھائی کھانے کو جی چاہ رہا ہے!"

ایک ایک روپیہ نکالنا تھا تو مشکل مگر بھگوان کی کرپا سے ہمارے کلب کے سب ممبر ذرا "پیٹو" قسم کے واقع ہوئے ہیں اور پھر دوستوں کے ساتھ بیٹھ کے کھانے میں جو مزا ہے اس سے بھی خوب واقف ہیں، کیونکہ کسی نہ کسی بہانے ہمیشہ کسی دوست کو بیوقوف بنا کر پارٹی کے دام اس سے وصول کرتے رہتے ہیں، ان سب باتوں پر غور کرنے کے بعد کسی کا جلدی، کسی کا دیر میں مگر سب کے ہاتھ اپنی اپنی جیب کی طرف گئے اور جب باہر نکلے تو ایک ایک روپیہ پکڑے ہوئے تھے۔

سرتندیر نے ہاتھ بڑھایا مگر اس معاملے میں کسی کو کسی پر بھروسہ نہ تھا، آخر نوکر کو بلا کر کہا گیا کہ ان سب روپیوں کی مٹھائی لے آئے، نوکر مٹھائی لانے گیا اور سرتندیر نے کہانی شروع کی۔

"میری شادی ہو گئی —— یہ تو تم سب جانتے ہو کیونکہ دعوت میں سب ہی موجود تھے اور کھانے میں بھی ایک دوسرے سے بڑھ کر بہادری دکھا رہے تھے —— مگر کیسے ہوئی یہی میں بتانا چاہتا ہوں —— لکھنؤ میں، میں، میرا عزیز دوست پریم اور لیلا ساتھ پڑھتے تھے، روز روز کے ملنے جلنے سے آخرکار مجھے لیلا سے محبت ہو گئی اور لیلا نے بھی محبت کا جواب محبت سے دیا اس معاملے میں پریم ہمارا رازدار تھا، کالج میں ایک سے بڑھ کر ایک لڑکیاں ہوتی ہیں اور ہر ایک سے محبت کی جا سکتی ہے، مگر کچھ عرصہ کے بعد ہی میں نے محسوس کیا کہ لیلا سے میری محبت اس محبت سے کچھ مختلف ہے میں لیلا کے بغیر ایک پل بھی چین نہ رہ سکتا، دوسری لڑکیوں کی طرف دیکھنا بھی مجھے برا معلوم ہونے لگا، حتیٰ کہ ہر وقت لیلا ہی میری نظروں میں سمائی رہنے لگی —— اب میں نے سمجھا کہ یہ "مذاق" "حقیقت" کی شکل اختیار کر گیا ہے لیکن تعلیم کے ساتھ ہی ہماری محبت بڑھتی رہی اور آخر وہ دن بھی آیا جب ہماری تعلیم ختم ہو گئی مگر محبت کو ختم کر دینا اب ہمارے بس میں نہ تھا، تعلیم ختم ہونے کے بعد مجھے یہاں ملازمت مل گئی اور میں نے لکھنؤ چھوڑ دیا پریم کے ذریعہ کبھی کبھی لیلا کا خط مجھے مل جاتا مگر پابندی سے نہیں، اسی طرح ایک سال گذر گیا، یکایک ایک روز پریم کا خط مجھے ملا کہ "میری شادی ہو رہی ہے تم فوراً چلے آؤ" میں فوراً روانہ ہو گیا، مگر خط اسقدر دیر سے لکھا گیا تھا کہ میں ٹھیک برات کے دن ہی وہاں پہنچ سکا، اب اتنا موقع ہی نہ تھا کہ میں پریم سے اسکی شادی کے متعلق کچھ پوچھتا پریم نے اپنے کمرے کو اندر سے بند کر کے کہا "سرتندیر! میں تم سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں، مگر اسکا جواب بالکل سچ ہونا چاہئے" میں نے حیرت سے جواب دیا "اس تمہید کی کیا ضرورت ہے، میں تم سے جھوٹ بول ہی نہیں سکتا" "اچھا!" اس نے سنجیدگی سے کہا "کیا تمہیں مجھ پر بھروسہ ہے؟" "پورا پورا" میں نے جواب دیا "جو کچھ بھی کہوں خواہ وہ تمہاری مرضی کے بالکل خلاف ہی ہو؟" پریم نے اپنے سوال کو دہرایا "ہاں! ہاں!!" میں نے ان سوالا

بقیہ صفحہ ۲۸۸ پر

[illegible] پریم بولا۔ [illegible] ہوگے کہ اصل بات جاننے کے لئے ہی تم نے یہ کہانی سنی ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ میں پریم کی بات سے انکار کر ہی نہیں سکتا تھا کیونکہ مجھے اپنے آپ سے زیادہ اس پر بھروسہ تھا اور ہے۔ ——

میں نے اس سے بہت پوچھا کہ بتاؤ کیا بات ہے مگر اس نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ ابھی ٹھہرو، میں جو کہوں کرتے جاؤ —— بات تمہیں خود ہی معلوم ہو جائے گی۔ ——

باہر ڈھول باجے بج رہے تھے اور برات جانے ہی والی تھی، پریم نے دولہا کا لباس لاکر مجھے پہنا دیا اور اس کے بعد موتیوں اور پھولوں کے سہرے سے منہ پر ڈال دیئے اور اب میں دولہا تھا۔ مجھے اپنی حالت پر ہنسی بھی آ رہی تھی اور رونا بھی، مگر کیا کر سکتا تھا۔ جب میں تیار ہو چکا تو پریم نے کہا۔ باہر موٹر کھڑی ہے، جا کر بیٹھ جاؤ مگر خبردار اپنے آپ کو ظاہر نہ کرنا۔ دلہن کے گھر پہنچ کر میرا انتظار کرنا اور جب پروہت جی اپنا کام ختم کر چکیں گے تو میں بھی پہنچ جاؤں گا، اس وقت تک اس راز کو چھپانا تمہارا کام ہے، میرے پہنچ جانے پر تم ظاہر ہو جانا۔ ——

اس ناقابل فہم معمے نے مجھے پاگل سا بنا دیا تھا۔ جی چاہتا تھا یہ سہرا اور کپڑے پھاڑ کر پھینک دوں مگر پریم سے عہد کر چکا تھا اور اس کی خلاف ورزی ممکن نہ تھی —— میں کمرے سے نکلا، باہر سجی سجائی موٹر کھڑی تھی مجھے اس پر سوار کرا دیا گیا اور باجوں کے شور میں برات آگے بڑھی، پریم کا کہیں پتہ نہ تھا، برات دولہن کے گھر پہنچ کر رک گئی، مگر میں آنکھیں بند کئے اس عجیب معمے کا حل ڈھونڈ رہا تھا، مجھے معلوم بھی نہ ہوا کہ کہاں پہنچ گیا ہوں چند آدمیوں نے مجھے بہت تعظیم سے گاڑی سے اتارا اور ایک جگہ لے جا کر بٹھا دیا، وقت مقررہ پر پروہت جی نے ہتھیار سنبھالے [illegible] دلہن کو لاکر میرے سامنے بٹھا دیا گیا، انہوں نے جانے کیا کیا منتر پڑھنے شروع کر دیئے، اس وقت بھی میرے دل میں خیال آیا کہ دھوکہ بازی کے اس نقاب (سہرہ) کو اتار پھینکوں اور اس عجیب و غریب ڈرامے کا خاتمہ کر دوں، مگر پھر یاد آیا کہ پریم کے ہر حکم پر چلنے کا عہد کر چکا ہوں۔ ——

کافی دیر کے بعد پروہت جی نے اپنی ٹنگٹ پٹ ختم کی اور دولہن کی ساڑی کے ایک پلو سے میری چادر کا کونہ باندھ دیا، پھر ہم دونوں کو پھیرے کرائے گئے اور جانے کیا کیا رسمیں ادا ہوئیں، ہم ان سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ ہم دونوں پر پھول برسنے لگے، پھولوں کا گرنا تھا کہ ہر طرف شور مچ گیا۔ "ہیں یہ کیا؟" .... "دولہا تو یہ کھڑا ہے؟" ...... "وہ کون ہے؟" ...... وغیرہ وغیرہ آوازوں نے کانوں کے پردے پھاڑ دیئے میں نے اطمینان کا ٹھنڈا سانس لیا اور جلدی سے سہرا اتار پھینکا، پریم سامنے کھڑا ہم دونوں پر پھول برسا رہا تھا اور براتیوں کے چہرے زرد تھے، پریم اور دولہن کے ماتا پتا ایسے نظر آتے تھے جیسے ابھی ابھی قبروں سے نکال کر لائے گئے ہوں۔

بہت سے آدمیوں نے پریم کو گھیر لیا اور طرح طرح کے سوال کرنے لگے مگر وہ ان کے نرغے سے نکل کر ہماری طرف آیا اور دولہن کے قریب جا کر کہنے لگا "بہن اب تم بھی اپنا منہ کھول دو"۔ دولہن نے گھونگھٹ کی آڑ سے اسے دیکھا اور "بھائی" کہہ کر اس کے پیروں پر جھک گئی، جب وہ اٹھی تو اسے دیکھ کر میرے منہ سے چیخ نکل گئی، "لیلا" اور وہ "سریندر" کہہ کر میرے گلے سے لگ گئی۔ ——

ہر طرف شور مچا ہوا تھا، مگر پریم نے اس طرف توجہ نہیں دی وہ ہم دونوں کو لے کر موٹر میں بیٹھ گیا اور گاڑی اسٹیشن کی طرف جانے لگی —— دوسرے دن ہم یہاں پہنچ گئے۔

وہاں بہت دنوں تک ہنگامہ رہا، پریم اور لیلا کے والدین میں خوب جھگڑے ہوئے، سنا تھا دونوں خاندانوں کی ناک کٹ گئی ہے، مگر پچھلے دنوں جب میں لکھنؤ گیا تو مجھے کسی کی ناک بھی کٹی ہوئی نہ دکھائی دی، نہ کسی زخم ہی کا نشان تھا —— شاید کسی معجزے سے جڑ گئی ہوں ——" مسٹر سریندر نے یہ کہا اور کمرہ قہقہوں سے گونجنے لگا، جب خاموشی ہوئی تو مسٹر سریندر نے پھر کہانی شروع کی۔

پریم کے والدین اس کا منہ بھی دیکھنا نہ چاہتے تھے مگر اسے اس کی پرواہ نہ تھی وہ یہیں ہمارے ساتھ رہا اور تین مہینے کے بعد ہی میری بہن کسم سے اس کی شادی ہو گئی —— پریم یہیں رہنے لگا۔

وہ اپنے والدین کا اکلوتا ہے وہ کب تک ناراض رہتے، آخر اس کے پتا یہاں آئے اور پریم اور کسم کو لے گئے۔ ——

آج وہ کسم کو اپنی بہو کہہ کر فخر محسوس کرتے ہیں اور اپنے بیٹے کے انتخاب پر انہیں ناز ہے۔

میں تو کسم کا بھائی ہوں مگر شاید وہ مجھے اتنا نہیں چاہتی جتنا لیلا پریم کو چاہتی ہے وہ اسے اپنے حقیقی بھائی سے بھی زیادہ مانتی ہے، لیلا کے والدین بھی مجھے بہت چاہتے ہیں، غرضیکہ "ڈرامہ" بہت کامیاب رہا ——" دوبارہ قہقہے بلند ہونے لگے اور مسٹر سریندر نے "ناصحانہ انداز" میں کہا۔

"ہماری سماج کا یہی قاعدہ ہے! جو باپوجی بن کر اس کا سر پھوڑنے کو تیار ہوا اس کے سامنے یہ سر جھکا دیتی ہے، مگر ڈرنے والوں کو پیس ڈالتی ہے پریم نہیں ڈرا اس لئے اس کی جیت ہوئی۔"

یہ دلچسپ کہانی سن کر شاید سب ممبروں کی بھوک کچھ تیز ہو گئی تھی، کیونکہ چند ہی منٹوں میں ساری مٹھائی اڑ گئی ——

اور کلب کا ڈراپ سین ہو گیا۔ ——

فلسفۂ محبت

محبت کے بارے میں ایک معنی خیز تاثرات

جناب سید مظفر علی صاحب [illegible]

[illegible] ابھی تک [illegible] ہے نہ مجھ میں [illegible] آپ کو [illegible] پڑے گا کیونکہ یقین جانئے کہ یہ مرض [illegible] سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ جو ہر شخص کی زندگی میں ایک مرتبہ [illegible] ہے اور بالکل اسی طرح یہ زندگی میں صرف ایک ہی مرتبہ ہوتا بھی ہے جو ایک مرتبہ [illegible] گیا۔ اُسے دوبارہ پھر اس کا [illegible] ہوتا۔ جو شخص محبت کا شکار ہو چکا ہے وہ بڑی خاطر جمعی [illegible] مقامات پر جا سکتا ہے اور ہر قسم کی حماقتوں کا مرتکب ہو سکتا ہے۔ خطرناک مقامات سے میرا مقصد نہ تو وحشت [illegible] سے بلکہ خود کشی میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ہر قسم کے باغوں میں ہر وقت تفریح کر سکتا ہے۔ گنجان درختوں کی چھاؤں میں [illegible] لیٹ۔ بلکہ سو بھی سکتا ہے [illegible] سورج کے رنگین نظارے سے لطف اندوز ہو سکتا ہے۔ عورتوں کے مجمع میں شریک ہو کر دریا کی سیر کر سکتا ہے [illegible] دوست کی شادی میں شرکت کر کے رسوم کے خطرناک [illegible] سکتا ہے۔

وہ [illegible] سردو میں اپنے دماغی توازن کو قائم رکھ سکتا ہے اور [illegible] مقام پر چاندنی راتوں میں ٹہل سکتا ہے۔ پھر بھی یقین [illegible] کہ اُسے [illegible] سے زکام کے اور کوئی مرض لاحق [illegible] سکتا۔ وہ [illegible] کر دینے والے نغمے سنتا ہے اور اس کا [illegible] دل اُن سے کوئی اثر نہیں لیتا۔ وہ نازک [illegible] ہاتھوں سے مصافحہ کرتا ہے۔ لیکن کوئی برقی لہر [illegible] نہیں کرتی کہ وہ ان ہاتھوں میں ایک کھلونے [illegible]

[illegible] کبھی دوبارہ کے ہوتا ہی نہیں۔ معصوم [illegible] کیا [illegible] خاطر دو پھر خواب [illegible] ہی [illegible] ہیں۔ اُدھر محبت [illegible] محبت صرف ایک مرتبہ ہی [illegible]

راہوں سے گزر کر مملکت قلب پر قابض ہو جاتی ہے اور تمام حقوق بحق مالک و مختار محفوظ ہو جاتے ہیں اب اگر ہم کو کوئی چیز بھلی سی معلوم ہو تو ہم اس کی تعریف کرنے کے [illegible] نہیں — ہاں یہ ضرور ہو سکتا ہے کہ ہم کسی کی دوستی کی یاد [illegible] کی گدگدی کے کیف کو دل میں محسوس کریں۔

انسان کا دل ایک آتش بازی ہے جو تمام عمر میں صرف ایک ہی مرتبہ [illegible] ہے اور شہاب ثاقب کی طرح ایک لمحہ کیلئے روشن ہو کر تمام کائنات کو اپنی ضیا سے معمور کر دیتی ہے۔ اس کے بعد ہماری روزمرہ زندگی کی تاریک راتیں ہمارے گرد احاطہ کر لیتی ہیں۔ چھٹی ہوئی آتش بازی زمین پر پڑی رہ جاتی ہے — محبت کے جذبات سے متاثر ہو کر ہم قدرت کی سختیوں سے یکایک اتفاقاً آزاد ہو جاتے ہیں۔ بہادروں کی طرح بلندیوں پر چڑھنے کی سعی کرنے لگتے ہیں اور کوہ طور سے آگ لانے کے خواہشمند ہو جاتے ہیں کہ وہ لوگ جو شرمائے جذبات کے مردہ ہو جیسے پیشتر ہی اپنے دلوں کی شمعیں محبت کی دیا سلائی سے روشن کر لیتے ہیں بڑے خوش نصیب ہوتے ہیں۔ لیکن محبت ان مسموم ہواؤں میں جن سے دنیا کی فضا بھری ہوتی ہے بہت دنوں تک زندہ نہیں رہ سکتی۔ پھر بھی قبل اس کے کہ دنیا کی ناپاک ہوا اس مقدس شعلہ کو بجھا دے ہم کو چاہیے کہ ہم اپنے دلوں کی تاریکی میں یہ روشنی پیدا کر لیں۔ اور اس حشر جذبات کو احساس لطف و سکون میں تبدیل کر لیں اگر توجہ کی جائے۔ تو یہ معلوم ہو گا۔ کہ ہماری دنیا کے چھوٹے اور غریب گھروں کے لطف و آسائش کی خفیف گرمی جو محبت کی دہکتی ہوئی آگ سے زیادہ موزوں ہے۔ محبت کو تو [illegible] عبادت گاہ کی دہکتی ہوئی اور بھڑکتی ہوئی شمع ہونا چاہیے [illegible] کر دینے والا [illegible] کا نات ہے۔ لطف و آسائش [illegible] احساسات صرف اسی وقت [illegible] سکتے ہیں [illegible] محبت کے [illegible] شعلے [illegible]

[illegible] کی سرد مہری میں بھی اسکی گرمی قائم [illegible] اس کی ہلکی گرمی سے لطف اندوز ہو سکیں [illegible] تاپ سکیں اور دوست اور ہمسائے کو اس کی گرمی [illegible] کی دعوت دی جا سکے۔

بخلاف اسکے محبت کا بلند شعلہ جہاں خود انتہائی تپش کا حامل ہوتا ہے وہاں اس چیز کو جو اسکے قریب پہنچ جائے خاکستر کر دیتا ہے اس لئے آتش لطف و ستائش میں گرمی قائم رکھنے کے لئے ہمیں ہر وقت مہربانی کے ایندھن کی ضرورت ہے۔ نرم اور سلیس گفتگو دوستانہ تعلقات اور ایثار اس کی گرمی کو دیرپا بناتے ہیں۔ اگر اس میں خوش مذاقی صبر اور عفو کی ہوا دی جائے۔ تو ہم کو نہ تو سیل گریہ کا اندیشہ نہ طوفان بلاؤں کا خطرہ کیونکہ باوجود زمانے کی مخالفت کے وہ گھر جس میں ایسی آگ موجود ہو ہر وقت بشاش رہ سکتا ہے۔

مجھے اندیشہ ہے کہ نوجوان محبت سے خلاف معمولی توقعات رکھتے ہیں ان کو یقین ہوتا ہے کہ ان کے جذبات کی گرمی اس آگ کو ہمیشہ روشن رکھ سکتی ہے۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ اس غیر مستقل شعلہ پر اتنا اعتماد مناسب نہیں۔ زمانہ اس شعلہ کو بجھانا چاہتا ہے۔ پھر اس کے قیام کی کوئی صورت ممکن ہی نہیں ہوتی۔ ہر شخص اسکو بجھتا ہوا دیکھتا ہے اور ناامید ہو جاتا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قصور دراصل فریق ثانی کا ہے ——— "زاہد" کو یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے۔ کہ اب اس کے استقبال کے لئے اس کی "زاہدہ" مسکراتی ہوئی دروازہ تک دوڑ کر نہیں آتی اور جب اسے کھانسی ہو جاتی ہے۔ تو زاہدہ حسب معمول روتی نہیں اور اس کے گلے میں گداز باہیں ڈالکر یہ نہیں کہتی کہ "پیارے زاہد، تم کو کیا ہو گیا۔ تمہارے بغیر میں کیسے زندہ رہوں گی؟" بلکہ وہ کھانسی کی گولیاں بڑی سنجیدگی سے تجویز کر دیتی ہے اور وہ بھی اس انداز میں کہ گویا زاہد کی کھانسی کا شور ناگوار ہے ورنہ حالات چنداں پُر خطر نہیں ہے۔ ———

بیچاری "زاہدہ" اس لئے روتی ہے کہ اب "زاہد" نے اس کا "پیار آمادہ دل" اپنی شیروانی کی جیب میں رکھنا چھوڑ دیا ہے۔ غرضیکہ دونوں ایک دوسرے کی کمی پر متحیر ہوتے ہیں۔ اور اپنی تبدیلی پر نظر نہیں ڈالتے اگر ان کو اپنی [illegible] کا احساس ہو جائے تو شاید اتنی تکلیف نہ ہو اور نہ ان [illegible] انتہاؤں کے وجود کا مناسب سبب معلوم [illegible] غلطیوں کو [illegible] کر ایک دوسرے کے شریک کار ہو جائیں [illegible] دنیا کے مطابق بنا کر ایک مضبوط [illegible]

[illegible] قائم کر لیں ———

لیکن انسان [illegible] کا اندازہ ہوتا نہیں اور دوسروں کی کمزوریاں [illegible] ہر شخص کا یہ خیال ہوتا ہے کہ اسکے ساتھ بدسلوکیاں ہوتی ہیں [illegible] مطلقاً کسی دوسرے کی غلطیاں ہیں۔ مرد اس سے [illegible] زاہدہ ہمیشہ ہمیشہ اس [illegible] زاہد سے محبت ہی کرتی رہتی۔ اگر زاہد خود اتنا سرد اور بے توجہ نہ ہو گیا ہوتا۔ زاہد اسی طرح زاہدہ کی پرستش کرتا رہتا اگر زاہدہ بالکل ویسی ہی ہوتی جیسی کہ ابتدائے محبت میں تھی۔ چراغ محبت کے خاموش ہو جانے سے آتش لطف و انس کے جلنے تک جو وقفہ ہوتا ہے وہ ہر شخص کیلئے غیر دلچسپ ہوتا ہے۔ کیونکہ اسوقت انسان کو سرد فضا میں گرمی کی جستجو ہوتی ہے۔ خدا کرے کہ یہ آگ دونوں طرف سے جل جائے بہت سے لوگ تو ٹھنڈی راکھ کے پاس بیٹھ کر اسوقت تک کانپا کرتے ہیں۔ جب تک کہ روز حیات تاریکی ممات سے نہیں بدل جاتا

لیکن اس نصیحت سے کیا حاصل؟ کسی "چاہنے والے" کو اس کا گمان بھی ہوتا ہے۔ کہ یہ جذبہ کبھی سرد پڑ جائے گا۔ ایک بیس برس کا لڑکا یہ کیسے باور کریگا۔ کہ جب وہ ساٹھ برس کا ہو [illegible] جذبات محبت اتنے حشر خیز نہ رہیں گے۔ اُسے کوئی ایسی نظیر ہی نہیں آتی۔ ———

لیکن نظیر یاد کرنے کا وقت بھی کسے ملتا ہے ——— اس کو یقین ہوتا ہے کہ اس کی محبت کبھی کم نہیں ہو سکتی خواہ تمام کائنات سے محبت مفقود کیوں نہ ہو جائے۔ وہ اپنے دل میں سمجھتا ہے کہ آج تک دنیا میں کسی نے اس جیسی محبت نہیں کی۔ اور اس لئے دوسروں کے تجربے اس کے لئے کوئی نظیر نہیں بن سکتے۔ ایک [illegible] کا قصور نہیں ہے۔ ہمارے جذبات خواہ [illegible] شباب کے ساتھ بڑھتے اور گھٹتے ہیں۔ ہم بیس برس کی [illegible] برس والوں کی طرح نہ تو محبت کر سکتے ہیں اور نہ اتنی [illegible] کبر سنی میں نہ تو ناکامیاں جذبۂ خودکشی مہیا کر سکتی ہیں اور نہ [illegible] کامیابیاں بیخود بنا سکتی ہیں۔ ———

جیسے جیسے ہم عمر ہوتے جاتے ہیں ہر چیز کے [illegible] خائف [illegible] کے عادی ہو جاتے ہیں۔ زندگی کے [illegible] ہی کوئی ایسا موقع ہوتا ہے جب [illegible] حوصلے پست ہو [illegible]

[illegible] زندگی [illegible] کے مطابق [illegible] ہے [illegible]
[illegible] ہوتی ہے [illegible]
[illegible] کی طرح
[illegible] کلیاں [illegible] سے پہلے
[illegible] کبھی تمام کائنات
[illegible] جاتا ہے۔

میں [illegible] حسین اور نوجوان [illegible] دنیا
[illegible] کیونکہ اسوقت تک کسی انسان کی باتیں قابل توجہ نہیں ہوتیں جب تک کہ اس کے بالوں کی سفیدی اس کی کہنہ مشقی کی تائید نہ کرے۔ اور بوڑھا ہوکر آدمی سٹھیا جاتا ہے۔ نوجوان عورتیں ہم مردوں کا اندازہ ان ناولوں سے لگاتی ہیں۔ جنہیں عورتیں ہی تصنیف کرتی ہیں۔ اور یہ دنیا پر روشن ہے کہ ان ناولوں میں جس طرح مردوں کو پیش کیا جاتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں "پائی تھاگورس" کی تصویر [illegible] اور "فرینکینسٹن کا بھوت" بھی جذبہ انسانیت کے زیادہ قائل سمجھا جاتا ہے

ان کتابوں میں اصلی عاشق کو یونانی دیوتا کہا جاتا ہے جو بنات خود تحسین حسن کا کافی ثبوت ہے لیکن اس کا پتہ نہیں چلتا کہ یہ یونانی دیوتا [illegible] کونسا دیوتا ہے۔ ممکن ہے کہ اس فقرہ سے کوزہ پشت ولکن مراد ہو یا قدرے جنیس یا ممکن ہے کہ بدطینت "سائلینس" سے مراد ہو جس کو خدائے شیطنت کہا جاتا ہے۔ غرضیکہ وہ یونانی دیوتاؤں کے پورے خاندان کا مجموعہ واحد ہوتا ہے اور اس لئے بہت کچھ اور شاید یہی اس دیوتا وی مشابہت سے مقصود ہے۔

غرض [illegible] لوگوں کے ان جذبات کی گہرائیاں جو کسی کمسن لڑکی کو دیکھ کر ان میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ ایسی ہوتی ہیں کہ ان کی تہہ تک پہنچنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہوتا ہے۔ اس لئے اس مجمع میں [illegible] سفید مو "عاشق موجود ہوں" نوجوان فربہ [illegible] نہیں سکتا کیونکہ ان کی محبت کی سرگرمیاں اتنی [illegible] کہ انہیں احاطہ بیان میں لانا ہی غیر ممکن ہو جاتا ہے ہم ایسے پرانے گنہگاروں کے لئے یہی اچھا ہے۔ کہ معنوی [illegible] پڑھا کرتی ہیں مگر ان کو "نفسیات انسانی" سے [illegible] سمجھ سکیں گی۔ کہ ایک لڑکی کی [illegible] انسان کی قدردانی سے کہیں زیادہ [illegible] کسی لڑکا اگر

محبت [illegible] جذبات [illegible]
ہیں [illegible] ہو کہ [illegible]
کوئی شک نہیں کہ ایک [illegible] کی سست گفتگو محبت سے تعبیر نہ کی جاسکے گی اور خاص کر اس حالت میں جب اس کا مقابلہ ایک نوجوان کے جذبات سے کیا جائے گا۔ جو اس کے دل سے اس وقت ابلتے ہیں۔ جب ایک نوجوان کے جذبات سے کیا جائیگا جو اس کے دل سے اسوقت ابلنے لگتے ہیں۔ جب آتش حسن اسکو گرم کر دیتی ہے اگر کسی کو لطف محبت کی تمنا ہے تو اسے بس چشمہ سے پانی پینا چاہیئے۔ جسے جوانی اس کے قدموں پر بہا دیتی ہے یہ مناسب نہیں ہے کہ دریا کی موجوں کو پکڑنے کیلئے اسوقت تک انتظار کیا جائے جب تک کہ پانی گدلا نہ ہو جائے۔ کیا آپ ایک بودار پانی کو صاف اور شفاف پانی پر ترجیح دیں گے؟ کیا پانی کی گندگی آپ کے "مقدس ہونٹوں" کو زیادہ مرغوب ہے؟ کیا ہم یہ یقین کرنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ ایک نوعمر دوشیزہ اسی ہاتھ پر اعتماد کر سکتی ہے جو گنہگار زندگی کی گندگیوں سے آلودہ ہو چکا ہے

غرضکہ ایسے ناولوں کے "زرد اوراق" اسی قسم کی تبلیغ کیا کرتے ہیں کیا ان کے مصنف ایک لمحہ کیلئے بھی اس پر غور کرتے ہیں کہ وہ خدا کی پرکیف دنیا میں یوں پوشیدہ طور پر چل پھر کر کیا گندگی پھیلا رہے ہیں اور "معصوم حواؤں" اور بے گناہ آدمیوں کو یہ بتا رہے ہیں کہ گناہ کے برابر شیریں چیز اور کوئی ہے ہی نہیں اور شرافت اور انسانیت سراسر بیہودگی ہے۔ کتنی معصوم لڑکیاں ان ناولوں کو پڑھ کر آوارہ خیال نہیں ہوتیں؟ کتنے کمزور لڑکے ان کے ذریعہ اس غلط راہ سے آگاہ نہیں ہو جاتے جو ان ناولوں کے بقول سیدھی نوعمر دوشیزاؤں کے دلوں تک جاتی ہیں وہ زندگی کو اس رنگ میں ہرگز نہیں دکھاتے جو واقعی اس کا ہے۔ انسان اگر سچ بولے تو صداقت اس کی خود نگرانی کر لیتی ہے۔ لیکن وہ فلسفہ جو ان ناولوں کے ذریعہ پیش کی جاتی ہیں دراصل ایسی بدنما خیال آرائیاں ہیں جو ان کے پراگندہ دماغوں سے نکلتی ہیں۔

ہمارا خیال عورتوں کی بابت ایسا نہیں ہے۔ جیسا کہ وہ خود اپنے کو ظاہر کرتی ہیں۔ ان کے خیال میں عورت ایک ایسی کھو دینے والی چیز ہے۔ جو انسان کو بیخود بنا کے تباہی کی طرف لے جاتی ہے لیکن ہم عورت کو ایک نیکی کا فرشتہ تصور کرتے ہیں جو انسان کو [illegible] کی طرف راغب کرتا ہے۔ عورتوں میں اچھائی برائی کی [illegible]

بقیہ صفحہ ۹۴ [illegible]

[illegible] ہے جس [illegible] انسان
[illegible] اس کی فرشتہ [illegible] ہوتا ہے
[illegible] عورت [illegible] کے اختیار میں ہے کہ اُسے بلند کر دے یا
[illegible] تکمیل دے۔ نادانستہ طور پر وہ
[illegible] مطابق نیک یا بد جیسا وہ چاہتی ہے بنا لیتی ہے
اور [illegible] افسوس ہوتا ہے کہ عورتیں اپنے اس اثر کو
ہمیشہ بہتری کی طرف کام میں نہیں لاتیں — اکثر عورتوں کی دنیا
[illegible] محدود ہوتی ہے۔ ان کے سطح نظر پست اور کم حوصلہ
ہوتے ہیں۔ اور اس معیار پر اترنے کے لئے اکثر طاقتور مرد محبت سے
مبہوت ہو کر اپنی زندگی گمنامی اور پستی میں بسر کر دیتے ہیں۔

پھر بھی اگر عورت چاہے تو مرد کو بیحد اچھا بنا سکتی ہے۔ اور تمام [illegible] کے مقابلہ میں اس دنیا کو بہشت بنا دینے کیلئے ایک عورت کی بھی کوشش زیادہ کامیاب ہو سکتی ہے۔ ابھی تک عالی ہمتی مردہ نہیں ہوئی ہے۔ لیکن بیکار ہونے کیوجہ سے سو گئی ہے اور صرف عورتیں ہی اسکو بیدار کر سکتی ہیں۔ عورتوں کو اس قابل ہونا چاہیے کہ بڑے بڑے جوانمرد ان کی پرستش کریں۔ دنیا کی بڑی جنگوں میں سے اکثر صرف عورت ہی کی خاطر ہوئی ہیں — آدم نے بھی عورت ہی کی خاطر جنت کو ترک کیا تھا۔ اس لئے اے حسین عورتو تمہارے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ حسن صورت کے ساتھ تم میں حسن سیرت بھی ہو تاکہ عالی ہمت مرد تمہاری خدمت سے عظمت اور نام حاصل کریں۔ اپنے خود فروشی کے لباسوں" کو اتار کر پھینک دو اور ظاہری نمائش [illegible] درگذر و۔ اور ایک مرتبہ پھر فطری نفاست کے ساتھ ملکہ کی طرح اپنی مملکت میں کھڑی ہو جاؤ۔ ہزاروں تلواریں جو اسوقت تک بیکاری کے باعث زنگ کھا رہی ہیں تمہاری عزت کے تحفظ کیلئے نیاموں سے نکل پڑیں گی اور دنیا کی تمام گندگیاں تمہاری پاک طینتی کے پرچم کے سامنے نیست و نابود ہو جائینگی۔

[illegible] کے زمانے میں انسان کسی شریف کام کا اہل نہیں ہوتا۔ اور اپنی [illegible] کی خاطر کوئی پاک زندگی گزارنے سے گریز کر سکتا ہے ایک زمانہ میں محبت ایک مذہب تھا جس کی خاطر لوگ جانیں دیا کرتے تھے۔ اسوقت انسان اپنی طرح کے جسم خاکی سے محبت کرتا تھا — وہ ایک ملکہ کا مطیع ہوتا تھا اور ایک مقدس دیوی کا پجاری — آہ! وہ پرستش کسقدر محویانہ تھی اور کیسی دلچسپ زندگی محبت کے خوابوں سے اسوقت تک لطف اٹھاؤ

جب تک کہ وہ ختم ہو جائیں اور تم [illegible]
میں کوئی چیز [illegible] نہیں [illegible]
ہیں وہ بھی پر لطف دلچسپ اور عجیب ہوتی ہیں [illegible]
محبت کھو چکتا ہے۔ اور اس کی زندگی سے یہ روشنی جاتی رہتی ہے
اسوقت اسے یہ دنیا ایک وحشت انگیز تاریکی معلوم ہونے لگتی ہے
اور اس حالت میں بھی ناکامیوں میں ایک خاص لطف ہوتا ہے
پھر خود ہی سوچو کہ اس کے لطائف حاصل کرنے کے لئے کون ہے
جو دشواریوں کا سامنا بخوشی نہ کریگا۔ وہ خوشیاں کسقدر روح پرور
ہو سکتی ہیں۔ جن کا خیال انسان کے جسم میں سنسنی پیدا کر دیتا ہے
کسی عورت سے اظہار عشق کرنا کتنا پر لطف ہوتا ہے۔ انسان یہ کہہ
کر کہ وہ اس کی خاطر جیتا ہے اور اسی کی خاطر مرنے پر آمادہ ہے
کس قدر ناز کرتا ہے۔ اور جب عورت اس اظہار کے بعد بھی تجاہل
سے اس پر بے اعتنائی کا اظہار کرتی ہے۔ تو مرد کی کیا حالت ہوتی
ہے لیکن ان تمام باتوں کے باوجود مرد ہمیشہ عورت کی فریب کاریوں
میں لطف حاصل کرتا ہے اور اپنی بیگناہی کا یقین رکھکر بھی اس
سے معافی مانگنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

عورت اکثر مرد کو محض دق کرنے کیلئے اُسے ٹال جاتی ہے اُسے مرد کی مظلومانہ حالت میں لطف آتا ہے اور جب وہ مسکراتی ہے تو تمام کائنات مسکرا اٹھتی ہے۔ مرد اپنی محبوبہ کے سایہ سے بھی رشک کرتا ہے ہر اُس مرد سے نفرت کرتا ہے۔ جس سے وہ مصافحہ کرتی ہے اور ہر اس عورت سے جلنے لگتا ہے جسے وہ بوسہ دیتی ہے۔ مختصر یہ کہ اُسے اس کی خادمہ۔ اسکے ملازم حتیٰ کہ اس کے کتے تک سے جلن ہو جاتی ہے اور وہ یہ چاہتا ہے کہ ایک اسی کی ذات میں سب باتیں ہو جائیں۔ جو اتنوں میں علیحدہ علیحدہ ہیں تاکہ وہ تنہا ہی اپنی محبوبہ کے ہمراہ رہ سکے۔

وہ حماقت کے دن بھی کتنے پر لطف تھے۔ جب انسان خود غرض نہ تھا اور اس کے خیالات بھلائیوں سے مبرا تھے۔ جبکہ اس کا دل نیکیوں سے معمور تھا۔ اور اب وہ زمانہ آگیا ہے۔ جبکہ انسان اپنے خیال میں دانشمند اور مہذب ہو گیا ہے۔ لیکن اسکے دل میں بغض و حسد کی پیشیں آ رہی ہیں۔ وہ خیال کرتا ہے کہ صرف روپیہ ہی جان حیات ہے۔ اُسے صرف درد مگوئی اور کینہ پن پر اعتماد ہے اور اپنے سوا کسی کی پروا بھی نہیں کرتا ہے

شعرائے مملکت

دورِ جدید کی شاعری کے چند اچھوتے نمونے!

عاشقی میں پھر کسی سے کیا امید دوستی
دل ہمارا ہو گیا خود دشمنِ جاں دیکھئے
ہم چلے تو لے کے ہیں کعبے لیکن اے ظہیر
بچ کے بھی آتا ہے میخانہ سے ایماں دیکھئے

چلی گئیں

جناب نشاط قریشی البنارسی

ہوش و خرد پہ برق گرا کر چلی گئیں!
معیارِ حسن و عشق بڑھا کر چلی گئیں!
جس جلوۂ نمود کی تھی منتظر نگاہ
وہ حسن بے پناہ دکھا کر چلی گئیں
جس آتشِ جمال کی رگ رگ میں تھی تپش
وہ آگ ہر نفس میں لگا کر چلی گئیں!
جس تارِ دل میں نغمۂ فردوس تھا نہاں
اُس تارِ دل کو شوخ بنا کر چلی گئیں!
ذوقِ سجودِ عشق میں دوڑا کے کیفِ روح
درسِ نیاز و ناز سکھا کر چلی گئیں
سُلجھا کے ہر قدم پہ رموزِ عبودیت!
اِک جلوۂ جمیل دکھا کر چلی گئیں
ہنستی ہوئی نگاہ سے دامانِ عشق پر
فردوس کے طلسم جگا کر چلی گئیں
میں دیکھنے پہ بھی نہ ہوا کامیابِ دید
نظروں کو اِس ادا سے چُرا کر چلی گئیں
بیداریٔ جمال کے احساسِ خاص سے
ہستی کے رُخ سے پردا اُٹھا کر چلی گئیں
جلوؤں کو کیفِ عشق کے سانچوں میں ڈھال کر
اِک نغمۂ خموش سُنا کر چلی گئیں!
سمجھا کے حسن و عشقِ حقیقت کا راز راز!
اسرارِ مرگ و زیست بتا کر چلی گئیں
دِل میں تمام کیفِ محبت، نشاطِ روح
کن کن بلندیوں سے گرا کر چلی گئیں
نظروں میں بھر کے موجِ تبسم کی بجلیاں
انوارِ سیم و زر کو لُٹا کر چلی گئیں
شانِ وداع، حسن مکمل کو کیا کہوں
نورِ سحر کے چشمے بہا کر چلی گئیں،
اِس طرزِ خاص ناز کے قربان اے نشاط
مجھ کو بھی خود مجھی سے چھپا کر چلی گئیں

محبت

جناب سلطان [illegible]

چھیڑا تھا نگاہوں سے جو کل سازِ محبت
پھر تار سے آنے لگی آوازِ محبت
کس واسطے ظاہر ہو مرا رازِ محبت
پوشیدہ رہے نظروں سے اندازِ محبت
سرمایۂ غم ہی سے بس اندازِ محبت
کیا غیر اُٹھائیگا بھلا نازِ محبت
یہ عشق کی منزل ہے کہ اعجازِ محبت
انجام بھی یاں ہوتا ہے آغازِ محبت
جا عرش بریں سر حد ادراک کے آگے
ہاں اُڑ تو ذرا طاقتِ پروازِ محبت
منصور کی تقلید میں خود سولی پہ چڑھا
ہونا ہے اگر تجھ کو سرافرازِ محبت
محبوب کے کوچہ میں مجھے دیکھ کے کہتے
وہ آتا ہے سلطان وہ جانبازِ محبت

غزل

حضرت ظہیر علوی ایم اے شعبۂ اردو مسلم یونیورسٹی

لے ہی آئی فصلِ گل وحشت کا ساماں دیکھئے
میکشوں کا کس قدر ثابت ہوا ایماں دیکھئے
ایک اک قطرہ سرِ مژگاں ہے صد افسانۂ خوں
وہ تماشہ وقفِ زینت ہیں نظر کے سامنے
زندگی کیا ہے زندگی کا بس یہی تعبیر ہے
جوشِ وحشت [illegible] سو وہ قید و بند
[illegible]
[illegible]

غنچہ غنچہ میں بہارِ صد گریباں دیکھئے
دل کے ٹکڑے ہو گئے ٹوٹا نہ پیماں دیکھئے
آنسوؤں میں دل کے اجزائے پریشاں دیکھئے
دیکھئے ان کو کہ آئینہ کو حیراں دیکھئے
ہستیٔ موہوم کا خوابِ پریشاں دیکھئے
تاب کے سوئے در و دیوارِ زنداں دیکھئے
اپنے ہی زخموں کو ہم شکلِ نمکداں دیکھئے
اُف ڈبوتی ہے ہمیں اب چشمِ گریاں دیکھئے

غزل

جناب آغا حیدری [illegible]

سو سو بناؤ ہیں تیرے اِک اِک نگاہ میں
میری نگاہ سے تجھے دیکھا کرے کوئی
میری نگاہِ شوق سے او بے خبر [illegible]
میرے خیال سے بھی تو پردہ کرے کوئی
جبہ جنوں کے بعد بھی قسمت [illegible]

[illegible]
[illegible] دیکھا کر سنا کوئی

غزل
جناب آثر بجنوری

تیرے خلاف فضا ہو گئی زمانے کی
یہ ایک شکل ہے تقدیر آزمانے کی
دلِ عزیز کو سجدوں کی منزلت پوچھو؟
جبینِ شوق پہ ہے مہر آستانے کی
ابھی سے حضرتِ موسیٰ تو ہوش کھو بیٹھے
ابھی تو خیر سے تمہید تھی فسانے کی
وہ برق چمکی۔ وہ صیاد کی نظر اُٹھی
کچھ اور دیر کی ہستی ہے آشیانے کی
بہار قلبِ حزیں فطرتاً ہو جور طلب
انہیں تو کوئی تمنا نہیں ستانے کی
وفا ہے نقش ترے دل پہ کا بھر آئے دوست
تجھے قسم تو زحمت کریں مٹانے کی
اثر میں ان کو تصور میں دیکھ لیتا ہوں
مرے اصول کی ضد ہے روش زمانے کی

چلا جا
جناب تیر فتحگڑھی

محبت کی دنیا بسائے چلا جا
مجھے اپنا شیدا بنائے چلا جا
شرابِ محبت پلائے چلا جا
مرے دل کی حسرت مٹائے چلا جا
کبھی تو پسیجے گا دل سنگدل کا
فسانہ الم کا سنائے چلا جا
[illegible] منزل ہو نہ جائے
[illegible] کا نشتر لگائے چلا جا
[illegible]
[illegible] چلا جا

[illegible]
یاد ہے وہ دور جب [illegible]
یاد ہے وہ دور جب [illegible]
یاد ہے وہ دور جب تھی ہر شکن اُن کی جبیں
یاد ہے وہ دور جب نظریں ملانا کفر تھا
یاد ہے وہ دور جب تلخی بھی تھی پر آنکھیں
یاد ہے وہ دور جب ناکامیاں تھیں ہم کنار
یاد ہے وہ دور جب بیگانگی تھی حکمراں
یاد ہے وہ دور جب رسوائیوں پر تھا شباب
یاد ہے وہ دور جب پیغام ٹھکرائے گئے
یاد ہے وہ دور جب راتوں کی نیندیں اڑ گئیں
یاد ہے وہ دور جب ہر ایک خوشی ہی چور تھا
یاد ہے وہ دور جب بیداد کی کلیاں کھلیں
یاد ہے وہ دور جب ناراضگی کے باوجود
یاد ہے وہ دور جب دفعِ دل دھڑکتے رہ گئے
یاد ہے وہ دور جب دنیا نے افسانہ کہا

[illegible]
یاد ہے وہ [illegible]
[illegible]
بات کرنے [illegible]
نامرادی حسرتِ [illegible]
لاکھ نکتہ چینیاں تھیں اور میرے بار بار
مضحکوں میں چٹکیاں لیتا تھا جب بے اختیار
بند شوں پہ بھی وہ رہی کرچہ مری سبحہ شمار
درد الفت کے غلط مفہوم سمجھائے گئے
رک گئی تھی گردشِ افلاک۔ ساکت تھی زمیں
اک شکلِ حسن پر اک عشق پر مغرور تھا
یک بیک عشق جنوں آباد کی کلیاں کھلیں
شوق بجیلے تجلی سے اٹھا ڈالیں قیود
اپنی اپنی بات پر فرقت کے صدمے سہ گئے
کچھ عجب انداز سے سیفی کو دیوانہ کہا

جناب گوردت چند صاحب امید طالب العلم سال چہارم دیال سنگھ کالج لاہور

موت کے آثار طاری ہو چکے بیمار پر
موت نہ ہاں ہاں موت خود لائے نوید زندگی
آج تک آتی ہے کانوں میں انا الحق کی صدا
آپ کے اُٹھتے ہی بیٹھی آ کے پہلو میں اجل
طالبِ بوسہ تھا دل مدت سے دیکھا کیا کیا
ماہ آیا تھا گھٹاؤں کے کنارِ شوق میں
آزمالیں تیغ ابرو یا نظر کے تیر کو

چار سو حسرت برستی ہے دل و دیوار پر
گر ترس کھا جائیں وہ حالِ مریضِ زار پر
مدتیں گذریں کوئی کھینچا گیا تھا دار پر
آپ آئے۔ آ گئی رونق چہرۂ بیمار پر
جیسے بڑا خال کالے کی جگہ رخسار پر
میں نے سمجھا چھا گئے گیسو رخِ دلدار پر
دل سے نکلے گی صدائے مرحبا ہر وار پر

پیغامات
جناب سید اسد رضا جعفری صاحب [illegible]

جو بھی ہے تشنہ کام ہے پیارے
زندگی کے لئے سکوں کی تلاش
تیری بندہ نوازیوں کی قسم
جس کا پابند ذرہ ذرہ ہے
زندگی کی صدائے دلکش کیا؟
رفعتیں بھی جہاں جھکائیں سر
حسن کی عشق کے نہ ہونے سے
کس کے آنے سے آج محفل میں

یہ ترا فیضِ عام ہے پیارے
ایک سودائے خام ہے پیارے
زندگی غم کا نام ہے پیارے
عشق کا وہ نظام ہے پیارے
ایک رنگیں پیام ہے پیارے
عشق ایسا مقام ہے پیارے
[illegible] ہے پیارے
[illegible] ہے پیارے

بھلا ہو جو دنیا کی بھلائی کرے

اس اعلان کو ہر شخص تک پہنچا دو

[illegible] ہندوستان میں پہنچے ہوئے سادھو مہاتماؤں نے ایسے کارنامے دکھائے ہیں، جنکو دیکھ کر آج کل کے سائنسدان اور ڈاکٹر حیران ہیں۔ آج کل کسی ایک بیماری کا علاج جب ڈاکٹر لوگ نہیں کر سکتے تو اس کو لا علاج قرار دیتے ہیں مگر پرانے زمانے کے سنیاسی ننگ دھڑنگ جنگلوں میں رہنے والے مردوں کو زندہ کر دینے کی طاقت رکھتے تھے۔ ان کے کرشمے ایسے ہیں کہ ایک دفعہ تو مرے کو بھی اٹھایا جا سکتا ہے گو زمانہ بدل چکا ہے لیکن پھر بھی ہندوستان کا نام روشن کرنے والے سچے سنیاسی موجود ہیں۔ آپ میری کہانی سنئے جوانی کی غلط کاریوں اور کم فہمی کی بدولت بری صحبت کا شکار ہو کر طرح طرح کی بیماریوں میں پھنسکر اپنے ہاتھوں اپنی جوانی برباد کر بیٹھا طاقت مردمی سے محروم ہو گیا۔ جریان، احتلام اور سرعت انزال وغیرہ نے جسم کو کھوکھلا کر دیا۔ چہرہ زرد پڑ گیا۔ آنکھیں اندر کو دھنس گئیں۔ دل دھڑکتا۔ سر چکراتا۔ سستی، نامردی وغیرہ وغیرہ سے تنگ آکر مایوس ہو گیا۔ مشہور مشہور ڈاکٹروں حکیموں اشتہاری دواؤں پر بہت کچھ دھن کو برباد کر کے زندگی سے مایوس ہو بیٹھا میری خوش قسمتی سمجھئے کہ مجھے سرینگر کشمیر جانا پڑا۔ انہی دنوں سری امرناتھ سوامی کا میلہ تھا میں بھی وہاں چلا گیا۔ وہاں ہر سال ہزاروں سادھو سنیاسی یاترا کو آتے ہیں۔ ایک دن شام کو سیر کرتا کرتا ایک پہاڑی کے کنارے جا نکلا۔ سردی زیادہ بڑھ گئی تھی۔ ناگہاں اچانک جو سامنے دیکھا تو ایک جٹا دھاری مہاتما پہاڑی سے میری طرف آتے دکھائی دیئے۔ چہرے پر پورا جلال تھا۔ جب میرے نزدیک آگئے تو مجھ کو سردی سے کانپتے دیکھ کر پوچھا بیٹا کیا سردی زیادہ لگتی ہے؟ پہلے تو میں ڈرا مگر حوصلہ کر کے دھیمی آواز میں کہا۔ جی ہاں۔ مجھ پر ترس کھا کر ایک سبز رنگ کی بوٹی کھانے کو دی۔ پیارے ناظرین! اس پرم پتا پرماتما کو حاضر و ناظر جان کر سچ کہتا ہوں ایک منٹ نہ گذرا تھا کہ میرا جسم آگ کی طرح گرم ہو گیا۔ اس کرشمہ کو دیکھ کر میں نے مہاتما جی کے چرن پکڑ لئے اور میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل پڑے۔ انہوں نے ہمدردی سے پوچھا۔ بیٹا شام کے وقت جنگل میں اکیلا اور رونے کا سبب؟ میں نے تمام دکھ بھری کہانی سچ سچ کہہ دی۔ اس جٹا دھاری سچے مہا یوگی نے حوصلہ دیا۔ اور مجھ کو اپنے ساتھ اپنے مقام رہائش پر جہاں وہ رہتے ہوئے تھے لے گئے اور کہا کہ اگر تم سچے دل سے عہد کرو کہ اب بری باتوں سے بچو گے اور دنیا کی بھلائی کرو گے تب تمہارا بھلا ہو سکتا ہے۔ میں نے ہاتھ جوڑ کر سچے دل سے اقرار کیا۔ اس پر میرے سچے مہا گورو نے مجھ کو ایک دوائی کھانے کی اور ایک مالش کی بوٹی لکھوا دی اور کہا بیٹا اب تم جاؤ اور بیکار اپنے جیسے دکھیوں کا بھلا کرو۔ ناظرین یقین کریں کہ مجھ کو اس مہاتما کے اچانک ملاپ سے اس قدر حوصلہ ہوا کہ خود بخود میرے اندر جوش پیدا ہونا شروع ہو گیا۔ میں نے واپس آکر گورو جی کے کہنے کے مطابق دوائی بنائی میں نے [illegible] سے شروع کر کے کھانا شروع کر دیا۔ آپ یقین کریں پانچ ہی روز استعمال کرنے سے سب تکلیفیں دور ہو کر بجلی کی طرح طاقت اور جوش پیدا ہو گیا۔ اور میں اپنے آپ کو ایک قابل فخر مرد خیال کرنے لگا۔ گو ضبط کرنا مشکل تھا۔ پھر بھی بموجب حکم گورو جی کے سوا چالیس دن دوائی جاری رکھی۔ دودھ، گھی خوب ہضم ہونے لگا۔ زیادہ لکھنا خلاف تہذیب ہے گیارہ سال ہو چکے ہیں۔ آج تک کسی دوائی کی ضرورت نہیں پڑسکا۔ پرماتما کی مہربانی سے تین تندرست اور خوبصورت سنتان (بیٹے) ہیں۔ آج تک اس دوائی سے ہزاروں دکھیوں کا بھلا ہوا ہے۔ سینکڑوں کی مرادیں پوری ہو چکی ہیں۔ سورج مشرق کی بجائے مغرب سے نکل سکتا ہے لیکن اس دوائی کا اثر خالی نہیں جاتا دیکھا۔ اسی وجہ سے گورو مہاراج کے ساتھ کئے ہوئے وعدہ اور دنیا کی بھلائی کیلئے اس دوا کا پرچار گھر گھر کر رہا ہوں۔ اس سے ہر قسم کی نامردی، سستی، کمزوری، پیشاب میں شکر آنا، نیا و پرانا جریان، احتلام، رگوں، پٹھوں کی کمزوری، کجی، لاغری، کوتاہی غرض ہر قسم کے مخفیہ روگ جادو کی طرح دور ہو کر نئی جوانی کی سچی طاقت اور جوش پیدا ہوتا ہے۔ دوائی میں کسی قسم کی مضر صحت یا ضرر رساں چیز نہیں ہے۔ مالش سے کسی قسم کا آبلہ یا پھنسی نہیں ہوتی۔ ہر موسم میں کھانے کے لائق ہے۔ جوان سے لیکر بوڑھے تک فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ تندرست جوانی کا لطف لے سکتے ہیں۔ بڑھاپے میں لوہے کی طرح سخت جوانی جیسا مزہ آسکتا ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ اس دوائی کے بعد عمر بھر کسی دوائی کی ضرورت نہیں پڑیگی۔ قیمت ۴۰ دن کی ۴۰ خوراک کشمیری پلز جو کہ صحت کیلئے کافی ہیں پانچ روپے کشمیری تیل رجسٹرڈ برائے مالش فی شیشی تین روپے۔ چونکہ مجھ کو اس کایا پلٹ دوائی نے موت کے منہ سے بچایا تھا۔ اسلئے اپنا دھرم سمجھ کر اس کی اشاعت کر رہا ہوں اور قیمت صرف خرچہ اور لاگت پر ہی رکھی ہے۔

ضروری گذارش۔ شکی مزاج اصحاب میری دوا طلب نہ کریں کیونکہ جو شخص ہر چیز کو بے یقینی کی نگاہ سے دیکھتا ہے وہ موقع پر پیسے کو بہتر سمجھ کر کھو بیٹھتا ہے جسکو اس دوا سے فائدہ نہ ہو وہ دھرم ایمان کو جان کر قیمت واپس منگائے۔ ساتھ ہی آپکا دھرم بھی ہے کہ اگر تحریر سے بڑھکر نکلے تو میرے گورو کے سندیش کو گھر گھر کر دیں کوئی بھائی مجھے کسی اور دوا کیلئے نہ لکھے اور نہ ہی کوئی بھائی ضرورت سے زیادہ منگوائے۔

آپ کا فرض۔ آجکل کے زمانے میں سچائی کی قدر اتنی نہیں جتنی کہ ہونی چاہئے تب خیال ہوتا ہے کہ کس طرح اس نایاب دوا کو گھر گھر پہنچایا جائے جس سے کہ ضرورتمند بھائی زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں تو بہتر یہ رکا وٹ آپکی مدد سے ہی دور ہو سکتی ہے اگر آپکو واقعی کسی دوا کی ضرورت ہے تو میرے گورو مہاراج کی معجزہ نما دوا منگا کر آزمائیں آزمانے کے بعد سینکڑوں دکھی بھائیوں تک ہماری آواز پہنچ سکیگی۔ یہی آپکا فرض ہے۔

(ناز گرو پرساد)

پتہ: پردھان آفس پوسٹ بکس نمبر ۵۲ بمبئی نمبر ۱ ایم ۔ کے ۔ ایل

بازارِ حسن

نئے پڑھنے والے یہاں سے شروع کریں ۔ تنگدستی کے ہاتھوں مجبور ہو کر روزی فاقوش، لندن کی ایک حسین ترین عورت بازارِ حسن میں اپنی عصمت بیچنے کے لئے جو اسوقت کی فروخت کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہے ۔ اس کے پاس نہ پیٹ کی کھانے کو بھی ایک چھدام نہیں، گھر کا تمام سامان گروی رکھا جا چکا ہے۔ مالکہ مکان کی طرف سے دو ہفتوں کے کرایہ کے لئے ۴۸ گھنٹہ کا نوٹس مل چکا ہے، وہ کہتی ہے میں نے آمدنی کے سب ذرائع تلاش کئے لیکن افسوس کہ کام نہیں ملا اور ہم لوگ بھوکے رہ گئے ہیں سے آمدنی کی کوئی صورت ہو سکی چنانچہ بیچارگی کی حالت میں میں نے گناہ کی زندگی اختیار کئے بغیر گذارہ ناممکن ہو گیا...... والد فرانس کی لڑائی میں مارے گئے اور چھ ماہ بعد خستہ حال والدہ بھی بیماری کے وقت عدم آباد کو سدھار گئیں، ان کی زندگی ہی میں ولیم فٹ لی سے ہمارے ایک پڑوسی سے میری نسبت قرار پا چکی تھی ماں کے انتقال کے کچھ عرصہ بعد وہ رخصت لیکر فوج سے گھر آیا اور اس رات...... مجھ سے بھاری فروگذاشت ہوئی، یعنی میں نے اسکی چکنی چپڑی باتوں میں پھنس کر شادی سے قبل ہی اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دیا...... اور پھر وہ میدان کارزار میں جا کر زندہ واپس نہ لوٹا، اس رات کی بھول سے کنوارپنے ہی میں ایک بچے کی ماں بن گئی، اسوقت اگر میں چاہتی تو حکومت سے اپنے بچے کا گذارہ بھی لے سکتی تھی کیونکہ اسکا باپ کارِ سرکار میں مرا تھا، لیکن افشائے راز کے خوف سے ایسا نہ کر سکی، ایک ماہ سے کچھ اوپر میں زچہ خانہ میں رہی، مجھے اس ننھی سی جان سے اتنی گہری محبت ہو گئی تھی کہ اگر میرا بس چلتا تو اس کو اپنے کلیجے سے کبھی جدا نہ کرتی، لیکن افسوس یہ ناممکن تھا، ہمیں تنخواہ میں میرے واقف کار رہتے تھے، میں نے کچھ رقم ماہوار دینے کا فیصلہ کر کے ان کو بچے کی پرورش پر آمادہ کر لیا، ادھر سے فارغ ہوئی تو لیڈی بیگم کی عنایت اور سفارش میرے آڑے آئی، جن کی وساطت سے کچھ عرصہ تک میں وولچ کے کارخانہ اسلحہ سازی میں اور اس کے بعد مختلف دفتروں میں کام کرتی رہی، یہاں تک کہ مجھے جولٹی نقشبندر میں بطور ایک سٹینو اکیڈمس کے ملازمت مل گئی، ایک تو جوانی اور دوسرے حسن کمپنی کے بعض چیدہ ارکان نے میری استیانا سے لطف اٹھانا چاہا مگر کسی کو بھی ہاتھ نہ رکھنے دیا، مجھے طرح طرح کے لالچ بھی دیئے گئے، مگر جب کسی طرح نہ مانی تو مجھے ستانے اور ہر طرح سے تنگ کرنے میں ان لوگوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا، یہ صورت حالات چند ماہ تک رہی اور اس کے بعد جب کمپنی منصلات کا وعدہ کر رہی تھی مجبوراً مجھے اس سے علیحدہ ہونا پڑا، کیونکہ منیجر کمپنی سے ان بن ہو گئی تھی، وہ ظالم مجھ سے میری عصمت کا طالب تھا، اور میں زندگی کی بڑی سے بڑی قربانی کر کے بھی اس کو ہاتھ سے دینا نہ چاہتی تھی، لیکن تدبیر کند بندہ تقدیر زند خندہ، کمپنی سے علیحدگی کے بعد ہی جیسا کہ آپ پہلے باب میں پڑھ چکے ہیں یعنی اپنا پیٹ پالنے اور اپنے معصوم بچہ کی زندگی قائم رکھنے کے لئے، میں پکاڈلی سرکس پر گھوم پھر کر عصمت فروشی کرنے لگی۔ ~~~~~~~~ **(گزشتہ اشاعت سے آگے)**

ساتواں باب

اپنی گناہ آلود زندگی کے اسقدر حالات بیان کر چکنے کے بعد اب میں اپنی مخلصی اور نجات کا قصہ بھی بیان کر دینا چاہتی ہوں، یعنی کس طرح عشق صادق نے مجھے بدنصیب کو جو ایک کمزور عورت کی طرح پاتھ کو سہارا دے کر بچایا اور پھر ایک بار اپنی منزل تک پہنچا دیں، ہمدردی جوہر ایک عورت کا حقیقی زیور ہے، میں بیان کرنا چاہتی ہوں کہ عاشق صادق سے میری ملاقات کن حالات میں ہوئی اور اس نے میرے تعلقات نے کیا صورت اختیار کی کیونکہ میرے دل کو اس بات کا پختہ یقین ہے کہ اس سے ملکر اس سے محبت کر کے اور اپنی محبت اس کے دل میں جاگزیں ہوتے دیکھکر ہی میری زندگی میں وہ انقلاب عظیم پیدا ہوا جس سے سارا نقشہ بدل گیا، نیز اسی کی بدولت نئی نئی امیدیں، آرزوئیں اور امنگیں میرے سینہ میں پیدا ہوئیں، اسی کے ذریعہ سے بجھی ہوئی امیدوں کی آگ نے از سر نو سلگنا شروع کیا اور اس کی آمد اور مجھ سے اس کے تعلقات کی بدولت ہی میں اس تحت الثریٰ تک گرنے سے محفوظ رہی، جہاں پھر حالات کی رو مجھے دھکیلے لئے جا رہی تھی، اسوقت سے لیکر کہ ہماری پہلی ملاقات ہوئی، میں نے اس شرمناک زندگی کو خیر باد کہنے کا جو میں اسوقت تک بسر کرتی رہی تھی مصمم ارادہ کر لیا اور اس مطلب کے لئے جو کوشش ممکن تھی کی شروع کر دی، میں اگر سو سال بھی زندہ رہوں تو اس ہیبت ناک والی رات کو فراموش نہیں کر سکتی جب پہلے پہل میری ملاقات ہوئی، مختصر یہ کہ ان خیالات میں گم ہو گئے

پس انداز [illegible] ہیں جسکا دل کی [illegible] ہوئے میرے سینہ میں ایک ہیجان پیدا کر دیا ہے۔

مجھے خوب یاد ہے کہ اس رات جب میں اپنی نفرت انگیز مصروفیتوں سے فارغ ہو کر واپس گئی تو ہمیشہ کی طرح اپنے دل میں شرم ذلت اور آسودگی کا احساس نہ رکھتی تھی، میں ہر طرح شرم و مسرور تھی ایک ایسی خوشی جسکا احساس پیشتر کبھی میرے دل کو نہ ہوا تھا میرے سینہ کو معمور کر رہی تھی اس رات کے واقعات ہمیشہ کی طرح مجھکو نفرت انگیز ذلت بخش اور گناہ آلود نہ معلوم ہوتے تھے ساری کیفیت اول سے آخر تک گویا بالکل ہی مختلف تھی میں نہیں جانتی اس کیفیت کا اظہار کن الفاظ میں کیا جا سکتا ہے، آپ اسے خواب راحت کہہ لیں یا فرحت روحانی یا فرحت کی انتہائی کیفیت یا کچھ اور ـــــ اس رات پہلی مرتبہ مجھکو اس بات کا احساس ہوا کہ حقیقی محبت کیا چیز ہے اور اسکی بدولت ہستی انسان میں کیسے عظیم انقلاب پیدا ہو سکتے ہیں، اس سے پیشتر بارہا میں نے اس سوال پر غور کیا تھا کہ آیا سچی محبت رسم شادی ادا ہونے کے بعد ختم ہو جاتی ہے، زیادہ صحیح الفاظ میں کیا وہ عشق صادق جو عورت کو اپنے مرد محبوب سے ہوتا ہے، کیا اسوقت کے بعد بھی قایم رہتا ہے جب وہ انتہائی ایثار کے طور پر اپنی ذات معصوم اپنی شرم، اپنی ہستی مسالم کو اس کے حوالے کر دیتی ہے؟ آج رات اس مرد صادق کو پاکر میرا سینہ خوشیوں سے معمور ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مجھے اپنی زندگی میں ایک بالکل ہی نئی کیفیت اور حیرت انگیز تبدیلی کا موقع ملا ہے۔

یہ کیفیت دوسری عارضی حالتوں کی طرح عارضی یا [illegible] نہ تھی [illegible] خوشیاں اسوقت بھی میرے دل میں قائم رہیں جب میں مکان پر پہنچ گئی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا میری زندگی میں کایا پلٹ ہو گئی ہے اور میں [illegible] تھی، میرے قالب میں قسمت نے ایک نئی جان [illegible] ہے [illegible] ناچنے اور گانے کو جی چاہتا تھا فرط مسرت سے میرا خون گرم شراب کی مانند گردش کر رہا تھا خوشی کا اندازہ نہیں معلوم ہوتا تھا، یہ ایک اس طرح کی انوکھی کیفیت تھی جو اس سے پہلے کبھی میرے دیکھنے میں نہ آئی تھی، حیران ہو کر سوچتی تھی کہ آج مجھکو کیا ہو گیا ہے، ایسا تو نہیں کہ میں بدی کی انتہا تک پہنچکر سابقہ شرم و حجاب کو بالکل ہی بھلا چکی ہوں، کیا آخر کار میری زندگی میں وہ وقت آگیا ہے، جب میں نے پاکیزگی اور صفائی سے ہمیشہ کے لئے قطع تعلق کر کے گناہ کی زندگی کا صحیح معنوں میں آغاز کیا ہے، کیا میں بھی ان بیشمار گنہگار عورتوں کی طرح جن سے پیشتر مجھکو نفرت تھی پوری طرح آلودہ عصیاں ہو چکی ہوں؟ آخر کیا وجہ ہے کہ جو لذت اور فرحت و مسرت مجھے آج تک نصیب نہ ہوئی تھی وہ آج میری رگوں میں جھلکتی معلوم ہوتی ہے؟ لیکن نہیں، میرا دل جواب دیتا ہے کہ بدی یا بدکاری سے اس قسم کے محسوسات نہیں ہوتے جیسے آج ہو رہے ہیں۔ تو پھر اس تبدیلی کی اصل وجہ کیا ہے؟ کیا باعث ہے کہ میں اپنے آپ کو بالکل ہی مختلف ہستی محسوس کرتی ہوں؟

میں اپنے دل میں بہت کچھ کانٹ چھانٹ کر کے سوچتی اور غور کرتی ہوں کہ میری حالت کی یہ تبدیلی کن حالات کی وجوہ پر مبنی ہے، گھنٹوں کروٹیں لیتے ہوئے میں یہ سوال اپنے دل سے بار بار پوچھتی ہوں لیکن کوئی جواب نہیں ملتا، واقعات کے ہر ایک پہلو پر غور کرنے سے بھی اصل حقیقت ذہن میں نہیں آتی اور میں نہیں جان سکتی کہ اس تبدیلی کا صحیح موجب کیا ہے، بس اتنا ہی معلوم ہے کہ میرے دل کو آج ویسی خوشی حاصل ہے جیسی پیشتر نہ ہوئی تھی، اس سلسلہ میں میرے خیالات کی رو ان الفاظ کی طرف جاتی ہے جو میرے محبوب نے رخصت کے وقت مجھ سے کہے تھے، میں ان الفاظ کو عجیب [illegible]

"یاد رہے گا میں نے آج تک [illegible] کہا تھا کہ ہم مرد عرصہ دراز تک عورتوں میں حقیقی محبت کے متلاشی رہتے ہیں، بہ حالت ذلک کو اس حقیقت کا اچھی طرح علم ہے کہ اگر کسی مرد کو وہ عورت جس کی حقیقتاً اس کو تلاش ہے مل جائے تو پھر اسے پیار و محبت کی اصل حقیقت معلوم ہو سکتی ہے اسوقت اس کو معلوم ہوتا ہے کہ پیشتر جتنی عورتوں سے اس نے محبت کا دعوی کیا یا جنکی طرف سے اظہار محبت دیکھا وہ سب فریب اور بناوٹ کو اصلیت ظاہر کرنیوالی تھیں، وہ محض ایک طرح کی دل لگی، تفریح یا اس قسم کا عارضی جوش تھا جس کا انجام نفرت و اعتراض کے سوا کچھ نہیں ہوتا حالانکہ اس عورت سے دل کو جو قدرت نے اس کیلئے بنائی ہے، ایک عجیب و حیرت انگیز کیفیت مرد کے دل کو حاصل ہوتی ہے یعنی ایک [illegible] کی سرور انگیز کیفیت جو محض جسمانی نہیں بلکہ روحانی ہے، مرد اس حقیقی محبت کی تلاش میں اس عورت کو جس سے وہ اس چیز کو حاصل کر سکتے ہیں تلاش ڈھونڈتے رہتے ہیں، بار بار ان کو ناکامیوں اور مایوسیوں کا سامنا ہوتا ہے، بارہا اصل چیز کی تلاش میں عمریں صرف ہو جاتی ہیں، لیکن اس میں شک نہیں کہ ایسی چیز محض فرضی اور وہم نہیں بلکہ حقیقی وجود رکھتی ہے، جان سے پیاری [illegible] ہستی جس کی مجھے تلاش تھی آخر کار مجھے مل گئی ہے میں نے تمہاری ذات میں وہ عورت پالی ہے جسکا میں ایک مدت سے متلاشی تھا۔"

میں اس کے الفاظ کو بناوٹ پر محمول نہیں کر سکتی کیونکہ میں خود اپنے اندر ایک نئی طرح کی کیفیت محسوس کرتی ہوں، ایک ایسی عجیب کیفیت جسکا احساس پیشتر کبھی مجھکو نہ ہوا تھا، [illegible] کروٹیں بدلتے ہوئے آخر کار آنکھ لگ جاتی ہے، لیکن یہ [illegible] پھر [illegible] ہوتا ہے [illegible]

[illegible] حقیقی مسرت دی اور [illegible] نظر آئی۔

[illegible] آگے بڑھنے سے پیشتر یہ بیان کر دینا بھی ضروری ہے کہ وہ واقعہ کس طرح پیش آیا اس نو بجے والی رات کو میں آٹھ بجے کے قریب پکاڈلی سرکس پہنچی اور حسب معمول اس کے دو تین چکر لگائے لیکن ایسا کوئی مرد دکھائی نہ دیا جو میرے دل کو مرغوب ہوتا۔ دو تین شخصوں نے مجھ سے بات چیت کی کوشش کی، لیکن میں نے ان سب کو نظر انداز کر دیا۔ بعد ازاں ایک موقع پر جب میں شیفٹسبری ایوینیو کی سمت سے سرکس کی طرف چلی آرہی تھی تو ایک مرد نے میرے برابر پہنچ کر چند الفاظ کہے اور مجھ سے درخواست کی کہ ذرا آگے چل کر [illegible] سٹریٹ کی طرف چلو اسجگہ علیحدگی میں باتیں کریں گے۔ پھر میرے جواب کا انتظار کئے بغیر ہی اس طرف کو چلنے لگا۔ میں نے دیکھا وہ کوئی خوش شکل خوش پوش آدمی تھا اور اس میں کوئی بات قابل اعتراض نظر نہ آتی تھی، بس میں بھی آہستہ چال سے اسی طرف کو چلنے لگی اور ارادہ کر لیا کہ اس سے بات چیت کر کے اس بات کا فیصلہ کروں گی کہ مجھے اس کے ساتھ جانا چاہئے یا نہیں۔ جب میں [illegible] سٹریٹ میں داخل ہوئی تو وہ آدمی مجھ سے قریباً بیس گز آگے تھا، [illegible] سٹریٹ کے موڑ پر پہنچ کر میں کھڑی ہو گئی اور سوچنے لگی کہ اس کے ساتھ جاؤں یا نہ جاؤں، کیا وہ اس طرح کا آدمی [illegible] گوارا ہوگا۔ یا کیا مجھ کو یہیں سے پیچھے مڑ جانا چاہئے۔ اسی ادھیڑبن میں کھڑی تھی کہ کسی کے جوتوں کی چاپ پس پشت سنائی دی۔ مڑ کر دیکھا تو ایک ادھیڑ عمر کا شخص جس کی صورت ایک نظر دیکھتے ہی میرے دل میں کھب گئی، فوراً ہی یہ احساس ہوا کہ یہ ایسا شخص ہے جو غالباً مجھ کو صرف [illegible] کے لئے اپنے ساتھ رکھنا پسند کرے گا اور کسی چیز کا طالب نہ ہوگا، عمر کوئی پچاس سال کے قریب، لیکن کاٹھی مضبوط تھی اس لئے چال ڈھال سے کم عمر کا معلوم ہوتا تھا، چہرہ پر شائستگی کے آثار نمایاں اور یہ معلوم کرنا ذرا بھی مشکل نہ تھا کہ وہ کوئی مرد شریف ہے، بالوں کی رنگت ہلکی سنہری، چہرے پر داڑھی اور مونچھیں بالکل نہ تھیں اور اس کی آنکھوں میں کچھ اس طرح کی جھلک پائی جاتی تھی کہ میرا دل خود بخود اس کی طرف کھینچنے لگا، اس کی ایک نگاہ سے ہی میں نے یہ بات طے کر لی کہ وہ مجھ سے خواہ کسی چیز کا طالب ہو اس میں شک نہیں وہ ایسا آدمی ہے جو کسی عورت سے ادب و احترام اور فیاضی کا سلوک کرے گا۔ معلوم ہوا کہ وہ بھی میرے پیچھے پیچھے اس مقام تک آیا تھا کیونکہ اس نے میرے قریب پہنچتے ہی کسی قدر حیرت کے لہجہ میں کہا: "تم بھی دوسری عورتوں کی طرح پیشہ کی معروفیت سے اسجگہ آئی ہو؟"

میں نے جواب دینے سے پہلے ایک لحظہ تامل کیا پھر اس کو سر سے پاؤں تک دیکھ کر کہا "ہاں آئی تو اسی لئے ہوں، کیونکہ حالات مجبور کرتے ہیں ...."

"لیکن تم نہیں" اس نے فوراً اعتراض کے لہجہ میں کہا "تمہاری صورت کہے دیتی ہے کہ تم اس مطلب کے لئے نہیں بنی ہو۔ میں نے تمہاری چال ڈھال اور صورت دیکھ کر ہی معلوم کر لیا ہے کہ تم ضرور کوئی شریف خاتون ہو اور میرا یہ اندازہ غلط نہیں ہو سکتا، تہذیب و شائستگی کے آثار تمہاری ہر ادا میں پائے جاتے ہیں اور تمہارا چہرہ بھی اس طرح کا نہیں جیسا عام بازاری عورتوں کا ہوا کرتا ہے، عقل نہیں مانتی کہ اس شکل و صورت اور ایسے اچھے اطوار کی خاتون ایک ایسے ادنےٰ فعل پر مجبور ہو۔ آخر کون وجہ تمہارے اسجگہ آنے کی ہوئی؟ کیا تمہیں اس سے بہتر کام نہ ملتا! کوئی چھوٹے سے چھوٹا کام بھی اس سے اچھا سمجھا جا سکتا ہے، مجھکو تو یہ جان کر بھاری صدمہ ہوتا ہے کہ تمہاری جیسی شریف اور نیک عورت ان بازاروں میں آوارہ پھر رہی ہے۔ کہ جس مرد کا جی چاہے اس سے گفتگو کرے یا اپنے ساتھ لے جائے۔

قریباً بیس منٹ پیشتر جب میں نے تمہیں شیفٹسبری ایوینیو میں پویلین کے قریب اس مقام کے پاس کھڑے دیکھا تھا جہاں بسیں آکر رکتی ہیں تو خیال کیا تھا کہ ضرور تم کسی بس کا انتظار کر رہی ہو، بعد ازاں جب تم ایپالو تھیٹر کے قریب میرے پاس سے ہو کر نکلیں تو بے اختیار جی میں خیال پیدا ہوا کہ یہ حسین و شریف صورت لڑکی پھر چلی جاتی ہے، خدا نے کیسی رعنا چال اسے دی ہے آخر وہ اس جگہ کیا کر رہی ہوگی، میں نہ رہ سکا اور یہ معلوم کرنے کے لئے کہ تم کون ہو اور یہاں کس لئے آئی ہو، پیچھے پیچھے ہو لیا، اس وقت میرے سامنے ایک مرد تم سے ملا اور اس نے تم سے بات چیت کی گفتگو کے بعد جب وہ اس گلی کی طرف مڑا اور تم اس کے پیچھے چلنے لگیں تو گو مجھے اپنی آنکھوں سے پردہ سا اٹھتا معلوم ہوا، تاہم پورا یقین میرے دل کو ابتک نہیں آیا کہ تم درحقیقت ایسی عورت ہو"

"خیر اب میرے کہنے سے تو آگیا ہوگا" میں نے پھیکا تبسم کر کے کہا "مجھے گھر واپس جانے سے پہلے اس کے یا کسی دوسرے مرد کے ہمراہ لازمی طور پر جانا پڑے گا کیونکہ بالکل نادار ہوں اور میرے پاس ایک دن کا بھی گذارہ نہیں ہے، نہ مجھے روپیہ حاصل کرنے کی اور کوئی صورت نظر آتی ہے۔"

"آہ کیا درحقیقت ایسا ہے" اس نے ہمدردی سے کہا "اس صورت میں اگر تم کو ضرور ہی کسی آدمی کے ساتھ جانا ہے تو کیوں نہ میرے ساتھ چلو، مجھ سے بہتر کوئی تمہارا مداح نہیں ہو سکتا نہ کوئی مجھ سے بہتر تمہاری قدر کر سکتا ہے میرے خیال میں ہمیں آپس میں شرطیں طے کرنے کی حاجت نہیں، اگر تم مجھ پر بھروسہ کر سکتی ہو تو میں اپنی طرف سے یقین دلاتا ہوں کہ تمہیں کسی طرح [illegible]

نہ پہنچے دوں گا، میری طرف سے تم کسی طرح کی کوئی
کدورت دل میں جگہ نہ دو گی۔

بہت اچھا، میں آپ ہی کے ساتھ چلوں گی اور مجھے آپ کی ذات پر پورا بھروسہ ہے۔ آپ کی شکل وصورت ہی ایسی ہے کہ دل میں خود بخود اعتماد پیدا ہوتا ہے، اس کے علاوہ میں ایسی عورت نہیں ہوں کہ اس طرح کے نازک معاملہ میں سودے بازی کروں۔

اس کے لئے میں تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں اس نے جواب دیا۔ اور اطمینان رکھو کہ میری طرف سے کبھی تم کو بد شکایت نہ ہو گی۔ مجھ پر بھروسہ کر کے تمہیں افسوس نہ کرنا پڑے گا۔

پس میں اس کے ساتھ ہو لی اور اس کے تھوڑی دیر بعد ہم ایک تنہا مقام پر جا پہنچے اس نے مجھ کو پیار و محبت سے بوسہ دیا۔ ابتک مجھ کو اس کے حقیقی ارادوں کا حال معلوم نہ تھا بہر حال میں نے ٹوپی اور کوٹ اتار کر رکھ دیا۔ پھر ایک لحظہ غیر یقینی حالت میں متامل رہ کر سکوتے ہوئے اپنی آنکھیں اسکی طرف اٹھائیں اور چپ چاپ بصورت سوال اسکی طرف دیکھنے لگی۔ میں نے اس بات کا پختہ ارادہ کر لیا تھا کہ جو کچھ وہ مانگے گا دوں گی۔ لیکن ابھی تک مجھے بالکل معلوم نہ تھا کہ اسکا دلی ارادہ کیا ہے۔

اس نے جلد ہی یہ کہکر میری جمع خاطر کر دی کہ آؤ سب سے پہلے بیٹھ کر آپس میں باتیں کریں اور ایک دوسرے کے راز دل کو اچھی طرح سمجھ لیں کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ ہمارے درمیان کسی طرح کا تکلف باقی رہے۔ اپنی طرف سے میں یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ تم سے محبت خریدنے یا تمہارا پیار مول لینے کی آرزو میرے دل میں نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ہی میں چاہتا ہوں کہ تم اچھی طرح سمجھ لو کہ نہ میرا تم پر کوئی بار احسان ہے۔ نہ میں کسی طرح کے خاص حقوق تم پر رکھتا ہوں تم اگر یہ سمجھ کہ میرے ساتھ آئی ہو تو اس کے معنی یہ نہیں کہ میں نے تمہیں اپنے لئے خرید لیا ہے اس کے باوجود میں وعدہ کر چکا ہوں کہ تمہیں خالی ہاتھ نہ واپس بھیجوں گا، بلکہ جیسی اپنی استطاعت کچھ پیش کر دوں گا، کہ تھوڑے عرصہ کے لئے تمہیں کوئی تنگی محسوس نہ ہو، ٹھیرو" ....

اس نے میرا دستی بیگ ہاتھ میں لیکر خود ہی کھولا اور چند نوٹ اس میں رکھ دیئے اور پھر کہنے لگا "یہ میرا ہدیہ ناچیز ہے اور اس میں میری طرف سے کوئی بھی شرط عاید نہیں ہوتی، میں پھر ایک بار تمہارے اندر اس بات کا یقین پیدا کرنا چاہتا ہوں کہ میرے پاس رہتے ہوئے تم ہر طرح آزاد ہو، آج رات کے لئے میں فقط تمہاری محبت کا آرزومند ہوں، یا تمہاری گفتگو کا بلکہ آئندہ کے لئے بھی تم کو یقین دلاتا ہوں کہ جب کبھی ہم ایک دوسرے سے ایک دو گھنٹوں کے لئے ملیں گے، میرا خیال ہے کہ ہم اکثر ملتے رہینگے میں کوئی خاص چیز تم سے طلب نہ کروں گا۔

میری واحد آرزو یہ ہے کہ تم میرے مزاج کو سمجھ لو اور میں تمہارے حالات سے واقفیت حاصل کر لوں، میں تمہارا وقت مول لینا نہیں چاہتا جب تمہارا جی چاہے۔ یا تم سمجھو کہ اب جانے کا وقت ہو گیا ہے تم بڑی خوشی سے رخصت ہو سکتی ہو، میں بار بار یہ باتیں صرف اس وجہ سے کہہ رہا ہوں کہ تم میرے پاس رہتے ہوئے پوری طرح بے تکلف ہو، یعنی اپنی قدرتی حالت میں اور اس خیال کو ذہن سے نکال دو کہ میں کچھ عرصہ کے بعد تم سے کسی ایسی رعایت کا طلبگار ہوں گا، جس کے لئے تم کو مجبوراً رضامند ہونا پڑے، خواہ اس کے لئے تمہارے دل میں خواہش ہو یا نہ ہو اس کے ساتھ ہی میں نمائش کے لئے یہ جتلانا نہیں چاہتا کہ میں ان مردوں میں سے ایک ہوں جو فقط عورت کے متلاشی ہوتے ہیں نہیں مجھے اس سے بہت زیادہ کی توقع اور خواہش ہے۔ لیکن مجبوری کے حالات میں نہیں نہ میں زر خرید بوسوں کا طلبگار ہوں اور نہ اپنے روپے کے بل پر پیار و محبت حاصل کرنے کی آرزو رکھتا ہوں۔ سچ پوچھتی ہو تو میری دلی خواہش تمہاری حقیقی محبت حاصل کرنے کی ہے اس طرح کی محبت جو تم خوشی سے میرے ساتھ کرو، اس سچے پیار کو حاصل کرنے کے لئے دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی قیمت ایسی نہیں جس کی ادائیگی مجھکو خوش گوار نہ ہو، لیکن میں پھر کہتا ہوں کہ اگر میں تم سے کوئی چیز حاصل کرنا چاہتا ہوں تو یہ وہی سچا پیار ہے جس کا ذکر میں نے کر دیا، اس سے کم کوئی چیز میری تسکین نہ کر سکے گی، خدا نے تمہارا چہرہ کتنا خوبصورت اور تمہارا بدن کتنا پیارا بنایا ہے۔ اور یہاں تک کہ مجھکو یقین ہوتا ہے کہ تمہارا دل بھی اتنا ہی پاک ہو گا، تمہاری یہ خوبیاں ابھی سے میرے دل پر گہرا اثر پیدا کر چکی ہیں اور ان خوبیوں کو پیش نظر رکھ کر میں نہ تمہاری ذات اور نہ تمہارے پیار کو قیمتاً حاصل کیا چاہتا ہوں۔ تمہارا حسن پاک ایسی چیز نہیں جس کو مول لیا جائے۔ ایسا کرنے سے اس کی ساری خوبیاں تلف ہو جائیں گی، اسی وجہ سے میں تم پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اگر میں کسی طرح کی مالی امداد آج رات یا کسی موقع پر آئندہ تم کو دوں تو ہرگز اس خیال کو دل میں جگہ نہ دینا کہ میں اس کے بدلے کوئی چیز حاصل کرنا چاہتا ہوں، یہی سمجھنا کہ میں نے جو کچھ دیا ہے اس میں کسی شرط کی قید یا پابندی نہیں، وہ ایک طرح کا اخلاقی تحفہ ہے جو میں اپنی خوشی سے تم کو دیتا ہوں کیا میرا مطلب اچھی طرح سمجھ گئی ہیں، اس وقت لیکر آئندہ جب تک ہم ایک دوسرے سے ملتے رہیں، میں کبھی تم سے کوئی ایسی چیز طلب

[illegible] مطلب نہ کروں گا لیکن اس [illegible] میری دلی آرزو ہے کہ تم اپنی خوشی سے اپنی [illegible] تحفہ مجھکو دو اگر تم ایسا کرو گی تو یہ بات میرے لئے انتہائی خوشی کا موجب ہو گی۔ اپنے آپ میں کوئی چیز ایسی محسوس نہیں کرتا کہ اسکا مطلب یہ ہوگا میں تم پر دباؤ ڈالنا چاہتا ہوں۔ اس لئے میں آئندہ اپنی خواہشات کا ذکر بھی نہ کروں گا۔ لیکن اگر بدقسمتی سے تمہارے دل میں میرے لئے بھی محبت کا احساس پیدا ہوا اور تم وہ چیز مجھے دینے کی خواہشمند ہو جو عورت صرف اس مرد کو دیتی ہے جس سے اسکو عشق صادق ہو تو میں چاہتا ہوں کہ اسوقت اسی طرح اپنے خیالات دلی کا اظہار کرو کہ اپنی خوشی سے [illegible]۔ بس میں اس مضمون پر [illegible] کرنا چاہتا تھا۔ اس سے زیادہ اس گفتگو کو [illegible] ضرورت نہیں اور ہمیں فی الحال اسکو یہیں ختم کر دینا چاہئے۔"

اس کے بعد اس نے میرے حالات زندگی پوچھے اور دریافت کیا کہ میں نے یہ پیشہ کیوں اختیار کیا تھا۔ کیا مجھے اس سے دلی نفرت ہے یا نہیں کیا میں [illegible] مجبوری کی حالت میں اسے جاری رکھے ہوئے نہیں ہوں۔ اپنی طرف سے اس نے یقین ظاہر کیا کہ تمہارے لئے مجبوری کے سوا اور کوئی وجہ اس کام کو جاری رکھنے کی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ تم اس قماش کی عام عورتوں سے بالکل [illegible] اس طرح کے آوارہ مزاج مردوں کے ساتھ میل جول رکھتی ہیں جیسے ان اطراف میں عموماً پائے جاتے ہیں [illegible] کے تابع ہو کر ہر طرح کی [illegible] تمہارے دل کو ضرور [illegible]

لیکن میں اس سلسلہ میں یہ بات واضح کر دینا چاہتی ہوں کہ میں کبھی اس طرح کے آدمیوں کے ساتھ [illegible] میں نے جواب دیا مجھے خواہ کتنی ہی تنگی درپیش کیوں نہ ہو اور وہ پیسہ کمانے کی اشد ضرورت محسوس کرتے ہوئے [illegible] میں ہمیشہ اس بات کا خیال رکھتی ہوں کہ وہ مرد جسکے ساتھ مجھکو جانا ہے میرے [illegible] کے مطابق ہے یا نہیں۔ میں صرف اس طرح کے مہذب اور شریف آدمیوں کو پسند کرتی ہوں جنکی گفتار و کردار میں کوئی بات قابل اعتراض نہ ہو اور جو کسی عورت سے اچھا سلوک کرنا جانتے ہوں۔ ایسا کرتے ہوئے بھی بعض اوقات غلط فہمیاں ہو جاتی ہیں اور اس قسم کے موقعے پیش آتے ہیں کہ جو لوگ بظاہر خوش سیرت نظر آتے ہیں وہ حقیقت میں سخت ہی قابل نفرت ثابت ہوئے۔ لیکن یہ سب جزوی تفصیلیں ہیں۔ اس میں بہرحال شک نہیں کہ یہ زندگی جو مجھکو بسر کرنی پڑتی ہے، بڑی ہی قابل نفرت ہے۔ میں نے سخت مجبوری کی حالت میں اس کو شروع کیا ہے اور اگر کل ہی مجھکو موقع مل جائے تو میں اسے ترک کر دینے کو آمادہ ہوں لیکن افسوس یہ کام اتنا سہل نظر نہیں آتا۔ اگر آپکو بار خاطر نہ ہو تو میں اپنے حالات زندگی آپ سے بیان کروں، پھر آپ میری نسبت بہتر فیصلہ کر سکیں گے۔" اس کے بعد جب میں نے دیکھا کہ وہ میرے معاملات میں ہمدردانہ دلچسپی لے رہا ہے تو میں نے دل سے آخر تک اپنی ساری داستان حیات اس کو سنائی اور اس کے خاتمہ پر کہا۔ "اب آپ ہی فرمائیے کیا اس طرح کے حالات میں میرے لئے اس قسم کی زندگی شروع کرنے کے سوا کوئی چارہ کار تھا یا کیا اس کو اختیار کئے بغیر میں کسی طریقہ پر اپنے بچہ کی پرورش کر سکتی تھی؟ خدا شاہد ہے کہ جو کچھ میں نے کیا حتیٰ کہ عورت کے متاع عظیم کو قربان کرنا صرف اس لئے منظور کیا کہ اس طریقہ پر میرے بچہ کو تکلیف نہ پہنچے، ماں کہ یہ زندگی جو مجھکو بسر کرنی پڑی ہے، [illegible] ذلالت آمیز تھی تاہم میں نے اپنے بچے کی خاطر اسکو بطور دلیل انگوارا کیا ہے۔"

سارا حال سننے کے بعد وہ کہنے لگا۔

"بیشک جو تم کہتی ہو صحیح ہے۔ اس طرح کی مجبوری میں جو کچھ تم نے کیا اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہ تھا۔ لیکن اس کے باوجود میں یہ بات کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ایک ایسی حسین نیک سیرت اور اسقدر شریف خاتون کا جیسی تم ہو اپنے آپ کو روپے کی خاطر بیچتے پھرنا حد درجہ قابل افسوس ہے۔ میں تو اس بات کو موجودہ تہذیب کے لئے بھی باعث شرم خیال کرتا ہوں۔ اور مجھے تمہارے حال پر بیحد رحم آتا ہے اور جہاں تک ممکن ہوگا میں تمہاری امداد سے دریغ نہ کروں گا۔"

اس کے بعد اس نے پوچھا "کیا کوئی خاص کام ایسا ہے جس سے تمہاری طبیعت کو لگاؤ ہو؟" میں نے اس کے جواب میں اپنے رجحانات بیان کئے اور بتایا کہ اگر ان میں سے کوئی کام مجھکو مل جائے تو میں بڑی خوشی سے کرنے کو آمادہ ہوں۔

"بہت اچھا میں ضرور تمہارے لئے ایسی ملازمت کی کوشش کروں گا اور مجھکو یقین ہے کہ کوئی نہ کوئی کام ضرور مل جائیگا۔ میرے حلقۂ احباب میں ایک ایسا شخص ہے جو ایک مشہور فرم کے لئے نئے نئے ملازم بھرتی کیا کرتا ہے، میں جب اس سے تمہارا ذکر کروں گا تو پورا یقین ہے کہ اس کو انکار نہ ہوگا، کل ہی اس سے مل کر بات کروں گا اور مجھکو امید ہے کہ ہمیں حسب منشاء کامیابی حاصل ہوگی۔"

اسی طرح ہم بڑی دیر تک باتیں کرتے رہے جس کے بعد میں نے ایک دو سوال خود اس کے بارہ میں پوچھے محض رفع استعجاب کے لئے نہیں، بلکہ اس لئے کہ مجھے اس کے معاملات سے دلچسپی ہو گئی تھی۔

"بیشک" اس نے جواب دیا "مگر ہمارے درمیان دوستانہ تعلقات قائم ہو چکے ہیں [illegible] میری خواہش ہے کہ ایسا ہو [illegible]

کہ ایک دوسرے کے حالات سے پہلے واقفیت حاصل کریں یہ نہ ہونا چاہیئے کہ میں صرف تمہارے حالات ہی معلوم کر لوں اور اپنے بارہ میں کوئی بات ظاہر نہ ہونے دوں۔ اس لئے اب جبکہ تم اپنی داستان بیان کر چکی ہو میں بھی اپنی زندگی کے حالات بیان کرتا ہوں۔ عموماً میں کسی عورت کے روبرو ان حالات کا اظہار نہیں کرتا لیکن تم اس لحاظ کی دوسری عورتوں سے بالکل ہی جدا ہو۔ میں جب کبھی ان اطراف میں آتا ہوں تو اس غرض سے نہیں آتا جس سے دوسرے لوگ آتے ہیں۔ میں اس قماش کی عورتوں سے کبھی بات چیت کرتا ہوں تم سے بھی محض اس لئے گفتگو شروع ہو گئی کہ جب میں نے تم کو بیولین کے پاس کھڑے دیکھا تو فوراً معلوم ہوا کہ تم عام عورتوں سے بالکل ہی مختلف ہو۔ بہرحال اگر تم کو دلچسپی ہو تو میں اپنے حالات زندگی بیان کرنے کو آمادہ ہوں۔"

"آپ جو کچھ بیان کریں گے میں اس کو دلچسپی کے ساتھ سنوں گی" میں نے جواب دیا "لیکن میری طرف سے آپ کو اجازت ہے کہ اگر کوئی بات چھپانا چاہیں تو اسے بیشک ظاہر نہ ہونے دیں میں کسی کے پوشیدہ حالات کو غیر ضروری طور پر جاننے کی خواہشمند نہیں ہوں۔"

"اچھا تو سنو۔ تم سے میں کوئی بات چھپا کر رکھنا نہیں چاہتا حتیٰ کہ اپنا نام بھی نہیں، اسلئے جان لو کہ الیلین ملیم ڈارسی میرا نام ہے اور میں ایسکس میں رہتا ہوں۔ خدا کے فضل و کرم سے مجھکو معقول گذارہ حاصل ہے اور مجھے اپنے اخراجات کے لئے کوئی خاص کام کرنا نہیں پڑتا لیکن موجودہ زمانہ میں روپے کی گھٹتی ہوئی قیمت اور اشیاء کے بڑھتے ہوئے نرخ کی وجہ سے میں اپنے آپ کو امیر بھی نہیں کہہ سکتا ہوں، ہاں معمولی سادہ زندگی بسر ہو جاتی ہے لیکن اسکا مطلب یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ کام کی ضرورت درپیش نہ ہونے سے میرا سارا وقت بیکار گذرتا ہے، کئی ایک پبلک جماعتوں سے میرا تعلق ہے اور میں انکے سلسلہ میں بہت سا کام بلامعاوضہ کرتا ہوں اس کے علاوہ بعض ہفتہ وار اخباروں سے میرا تعلق ہے اور میرے مضامین ان میں شائع ہوتے رہتے ہیں" "یہ تو ہیں میرے عام حالات، اس سے آگے میں یہ بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں ایک شادی شدہ مرد ہوں، اس اطلاع کو پا کر شاید تمہارے دل کو صدمہ پہنچے لیکن میری التجا ہے کہ میرے خلاف کوئی فیصلہ صادر کرنے سے پہلے تم کو سارے حالات ضرور سن لینے چاہئیں ۲۵ سال کی عمر میں میری شادی ایک نہایت حسین عورت کے ساتھ ہوئی، خدا نے اس کو رنگت اور چہرہ کی ساری خوبیاں عطا کی تھیں اسوقت میرا خیال تھا کہ مجھے اس سے دلی محبت ہے لیکن اب جو غور کرتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی محبت نہیں بلکہ ایک طرح کی ظاہری کشش تھی بہرحال میں اس زمانہ میں یہی سمجھے ہوئے تھا کہ مجھے اس سے عشق صادق ہے اور وہ بھی مجھکو تہ دل سے چاہتی ہے۔ جس طرح عہد شباب میں ہر ایک آدمی خیال کرتا ہے، اسی طرح میرا بھی یہ خیال تھا کہ دلکشی اور خوبصورتی کی تمام ضروری باتیں اس میں پائی جاتی ہیں اور وہی میری نظروں میں آدرش عورت ہے، غالباً وہ بھی خیال کرتی تھی کہ اس کو میری ذات سے گہری محبت ہے لیکن بعد کے حالات کو دیکھتے ہوئے مجھکو پورا یقین ہو گیا ہے کہ واقعہ میں وہ بھی میری ظاہری شکل و صورت پر مفتون تھی اور جب عارضی محبت کا پہلا جوش فرو ہو گیا (جو اسکی حالت میں غیر معمولی قلیل عرصہ میں ہوا) تو کوئی ایسی بات باقی نہ رہی جو ہمیں ایک دوسرے سے وابستہ کرنے کا ذریعہ ہوتی۔ مشکل سے ایک سال گذرا تھا کہ میں نے بے طرح محسوس کیا کہ ہم دونوں میں کوئی ایک خیال ایک خصوصیت ایک دلچسپی بھی مشترک نہیں ہے۔ میں اگر کتابوں کے مطالعہ یا پبلک کاموں میں دلچسپی لیتا تھا تو اسے ان چیزوں سے نفرت تھی جن کو میں اپنا دوست بناتا تھا وہ ان سے دور دور رہتی تھی، میری اور اس کی تفریحات جداگانہ تھیں، بلکہ انتہا یہ ہے کہ میں نے بارہا دیکھا کہ جس آدمی یا جس چیز کے لئے قدر و عزت یا دلچسپی مجھکو ہے وہ انہی سے سخت کراہت کر کے نفرت کرتی تھی۔ جہاں تک میں نے اندازہ کیا ہے اس کو محض اپنی مرضی کے مطابق کام کرتے رہنے سے دلچسپی تھی، بیکار رہ کر مزے اڑانا اور کوئی کام نہ کرنا یہ وہ باتیں اسے خاص طور پر مرغوب تھیں، کئی بار ایسا ہوا کہ میں پبلک معاملات میں جو وقت لگاتا اور مشکلات سہتا تھا وہ ان کا ذکر کر کے ہنستی مجھکو چھیڑتی اور حقارت سے قہقہہ لگایا کرتی تھی، کئی دفعہ اس نے کھلے لفظوں میں مجھ سے پوچھا "یہ جو کچھ تم کر رہے ہو اس سے فائدہ کیا ہے؟ کیا تم خیال کرتے ہو کوئی تمہاری اس محنت کے عوض شکریہ کے دو لفظ کہنا بھی گوارا کریگا؟" غلطی میری بھی تھی کہ میں نے اسکی دلچسپیوں اور تفریحوں کو اپنانے کی کوشش نہیں کی، لیکن صحیح وجوہات کچھ ہی کیوں نہ ہوں اس میں شک نہیں کہ حالات یکے بعد دیگرے ہمارے درمیان رفتہ رفتہ ایک خلیج حائل ہوتی گئی اور ہم ایک دوسرے سے الگ تھلگ رہنے لگے لیکن اس کے حسن ظاہری سے پھر بھی مجھکو گہری محبت تھی اور میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر جیسا آگے چلکر معلوم ہوگا اسکا برتاؤ رفتہ رفتہ بالکل ہی خشک اور روکھا نہ ہو جاتا تو اسکے حسن ظاہری سے میری محبت ہمیشہ قائم رہتی اور میرا خیال ہے کہ یہ ایک ایسی چیز ثابت ہوتی

[illegible] سے ساتھ وابستہ کئے رکھتی ہیں ان [illegible] تعلقات کی بجائے میں ہمارے درمیان گھر کی اصلی کشش [illegible]

لیکن بدقسمتی سے حالات [illegible] خطرناک صورت اختیار کرتے چلے گئے جب ہمارے گھر میں لڑکا پیدا ہوا تو اسوقت کے بعد میری بیوی مجھ کو میرے تعلقات ازدواجی سے ایک طرح کی نفرت پیدا ہوگئی تھی کہ آخر کار اس نے ظاہر کرنا شروع کیا کہ وہ شادی شدہ زندگی کے زیادہ قریبی رشتوں سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتی وہ حتی الوسع ان سے دور رہنا چاہتی ہے۔

اس سلسلہ میں پہلی بات تو یہ ہوئی کہ اس نے یہ کہنا شروع کر دیا میں اکیلی ہی سو سکتی ہوں اور اس بہانہ سے اس بڑے پلنگ کی بجائے جو بیشتر [illegible] کر نہیں سکا رہتا تھا علیحدہ علیحدہ دو چھوٹی چارپائیاں بچھوا دیں مجھکو اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ زیادہ طریقہ عام طور پر مروج ہے، مگر میں کہہ سکتا ہوں کہ خاوند اور بیوی میں جو کشیدگی ان دنوں روز افزوں پائی جاتی ہے، وہ سب اسی خرابی کا نتیجہ ہے۔

اس کے بعد کچھ ماہ کا عرصہ اور گذر گیا اور ایک روز میں نے دیکھا کہ میرا بستر اٹھا کر ایک کمرہ میں رکھوا دیا گیا ہے، عذر اس نے یہ کیا کہ جب تم رات کو دیر کر کے واپس آتے ہو تو سوتے میں میری آنکھ کھل جاتی ہے اور اس کے بعد میں گھنٹوں سو نہیں سکتی، کیا تم کو امید ہے تم میرے آرام کو پیش نظر رکھ کر اسکا کچھ خیال نہ کرو گے میں [illegible] اس کے بعد کچھ عرصہ یہ حالت دیکھنے [illegible] جب کبھی میں اوقات بے وقت اس کمرے میں جس کے کو میں جاتا تو وہ خوشی کا [illegible] لیکن پھر وقت دکھتی ہو کہ وہ دروازہ اندر سے بند کر کے قفل لگا لیتی اور جب میں اسے کھٹکھٹا کے ہٹ کہا تو جواب دیتی کہ آج میری

طبیعت بہت خراب ہے اسلئے میں معافی چاہتی ہوں امید کہ تم مجھکو آج کے لئے معاف کرو گے، لیکن میں نے پھر کبھی یہ حقیقت نہ سمجھی کہ شادی شدہ تعلقات کو میرے ساتھ قائم رکھنا اس کے لئے روز بروز ناخوشگوار ہوتا جا رہا ہے۔

بہر حال ایسی باتیں کب تک چھپی رہ سکتی ہیں؟ آہستہ آہستہ یہ بات واضح ہونی شروع ہوگئی کہ وہ شادی کے قریبی تعلقات کو بہت ناپسند کرتی ہے اس کو ان سے کوئی دلچسپی نہیں، چنانچہ انجام کار ایک روز صاف الفاظ میں ایسا کہہ ہی دیا۔

تم یہ سوچکر حیران ہوتی ہوگی کہ میں یہ سب راز کی تفصیلات کس لئے تم سے بیان کر رہا ہوں اسکی وجہ یہ ہے کہ میں تم کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میری طرف سے رشتہ شادی کو ناخوشگوار بنانے میں کبھی کوئی ایسا فعل سرزد نہیں ہوا جس کے لئے میں سزاوار ملامت سمجھا جاؤں، امید ہے کہ ان حالات کو سن کر تم میری نسبت کوئی بری رائے قائم نہ کرو گی۔ جیسا کہ قدرتی سمجھا جا سکتا ہے اس کے تھوڑے عرصہ بعد میں نے اور مقامات پر محبت کی جستجو شروع کی، تم شاید اس کے لئے مجھکو برا سمجھو اور قابل ملامت قرار دو، لیکن میرا عذر یہ ہے کہ عورت کی محبت کے بغیر میرے لئے زندگی بسر کرنا محال ہے

میری حالت میں دنیا کی اور کوئی چیز عورت کا نعم البدل نہیں ہو سکتی، اس سے میری صحت اور تندرستی وابستہ ہے پس جب یہ چیز مجھکو اپنے گھر میں ملنی بند ہو گئی تو میں نے اسے اور دوسرے مقامات پر دوسری عورتوں سے حاصل کرنے کی کوشش شروع کی اور اس سلسلہ میں مجھکو ان اطراف میں آنے پر مجبور ہونا پڑا، اکثر اوقات مجھکو اپنے حسب منشا عورت پانے میں دقت محسوس ہوئی لیکن تمہاری مثال اس بات کی شاہد ہے کہ اس مقام ناپاک میں بھی

[illegible] کوئی ایسی عورت [illegible] جاتی ہے جو حقیقی معنوں میں [illegible] شائستہ ہوتی ہے [illegible] رہنے پر بھی مجھکو ایسی عورت آج تک نہیں ملی تھی جس کی مجھکو تلاش تھی یا جسے میں حاصل کرنا چاہتا تھا میرے خیال میں ایسی کامیابیاں عملی طور پر انسان کو بہت کم حاصل ہوتی ہیں۔

لیکن ہر شخص اپنے دل میں اس بات کا پختہ یقین رکھتا ہے کہ وہ عورت جس کی اسے تلاش ہے اور جس کی صحبت میں وہ حقیقی راحت حاصل کر سکتا ہے، ضرور کہیں نہ کہیں موجود ہے اور وہ اسے پانے میں کامیاب ہو جائیگا، یہی وجہ مردوں کے جستجو جاری رکھنے کی ہوتی ہے۔ اور یہ تلاش اسوقت تک جاری رہتی ہے جتنی کہ مرد کو حسب منشا کامیابی حاصل ہو جائے اور جب واقعی اس کا ملاپ ہو جائے تو پھر اسکی جستجو کا بھی خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اسوقت جب دو عشق و محبت راحت اور مسرت کی متلاشی روحوں کا ایک دوسرے سے ملاپ ہو جاتا ہے تو دل کی آرزوئیں بر آنے سے دونوں کو اطمینان و قرار کا احساس ہونے لگتا ہے .....

میری تقریر غیر معمولی لمبی ہو گئی لیکن میں نہیں کہہ سکتا کہ میں اپنے مطلب کو اب بھی پورے طور پر واضح کر سکا ہوں یا نہیں، امر واقعہ یہ ہے کہ جو کچھ میں بیان کرنا چاہتا تھا اس کو الفاظ کی صورت میں پیش کرنا سخت ہی دشوار بلکہ ناممکن ہے لیکن پھر بھی میں نے اپنے خیالات کی وضاحت کیلئے امکان بھر کوشش کی ہے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اپنی حقیقت ہی واضح کر کے میں تمہاری نظروں میں اپنی صفائی پیش کر سکتا ہوں (باقی آئندہ)

آمدن بڑھاؤ گھر بیٹھے فارغ وقت میں دو گھنٹہ روزانہ محنت کر کے [illegible] بغیر سرمایہ کے روپے کماؤ [illegible] گھر بیٹھے [illegible]

سات دن میں نئی جوانی

ایک حیرت انگیز علاج

جوان بنانے کے کتنے ہی اشتہار شائع ہو رہے ہیں جن کی گنتی مشکل ہے، مشاہدات نے ثابت کیا ہے کہ کوئی دوا یا علاج اس مقصد کے لئے کامیاب نہیں ہو سکا۔ محققین مدت سے اس تگ و دو میں لگے ہوئے تھے کہ آخر نامردی کے علاج میں کونسا طریقہ مفید اور کامیاب ہو سکتا ہے اور ہم کیونکر اس کے علاج میں فتحیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ چنانچہ چند سال کی لگاتار اور لا انتہا کوششوں اور تجارب کے بعد "ری جووین" ایک ایسا نایاب علاج دریافت کر لیا گیا جو حقیقت میں نامرد کو مرد بنا دیتا ہے۔ گیا گذرا مرد عیش و بری باتوں میں مبتلا ہو کر اپنے "جوہر حیات" کو برباد کر چکا ہو پورے سات دن میں تعجب انگیز طریقہ پر مکمل مردی حاصل کر لیتا ہے۔ اگر اس کو وقت پر شرمندگی ہوتی ہو جوانی میں بڑھاپے کے آثار نظر آنے لگے ہوں غرضیکہ جوہر حیات کو برباد کرنے کے بعد جو بری علامات ظاہری و اندرونی پیدا ہو گئی ہوں ان سب کو دور کر دیتا ہے۔ اس علاج کا کمال یہ ہے کہ مریض آدھ گھنٹہ میں دوا کا اثر محسوس کرنے لگتا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ کامل سات دن تک اپنے پر قابو رکھنا پڑے گا۔ اگر بے صبری سے کام لیا تو اصول علاج میں خرابی آ جائے گی۔ اس لئے اس کورس کو صرف وہی حضرات منگائیں جو سات دن تک صبر سے کام لینے کا اقرار کریں۔

آپ مرد بننا چاہتے ہیں

تو میدان میں آیئے اور "ری جووین" کا کرشمہ دیکھئے۔ نہیں بتایا جا سکتا کہ طاقت کا کیا حال ہوگا۔ آپ خود ہی دیکھ لیں گے کہ "ری جووین" یقیناً جادو کی طرح اثر کرتا ہے۔ تیر کی طرح لگتا ہے اور ساری شرمندگی اور ندامت جو بوقت خاص اٹھانی پڑتی تھی ختم ہو جاتی ہے اور حیرت ہونے لگتی ہے کہ ہم کیا تھے اور کیا بن گئے۔ تجربہ کر لیجئے۔ سچائی کو آزما لیجئے۔ آپ کی کمزوری طاقت میں تبدیل ہو کر آپ کو مجبور کر دے گی کہ شادی اور کی جائے۔ ہر خوراک جسم میں خون ہی خون بنا دے گی۔ مردہ اعصاب کو جگائے گی۔ بس ان ہی دنوں میں ضبط سے کام لیا جائیگا۔ اعضا کی جملہ خرابیاں دور ہو جائیں گی۔ اس علاج کے موجد نے دو دواؤں کا کورس تیار کیا ہے۔ ایک کھانے کی دوا "ویلڈن" اور دوسری لگانے کی دوا "فاسفورس آئیل" ہے اس کورس میں دونوں دوائیں پوری مقدار میں ہوتی ہیں جو ایک مریض کے لئے بالکل کافی ہوتی ہیں یہ طاقت مردی اور دوبارہ جوانی کا طلسمی بکس کہلاتا ہے۔ خدا کی ذات پر یقین کیجئے جس نے اس کورس کے محقق کو معلومات اور تجربات کی دنیا میں خدمت خلق کے لئے وقف کر دیا ہے۔ آزمایئے اور حیرت کیجئے۔ "ری جووین" اس صدی کا انمول علاج ہے۔ ہر عمر اور ہر مزاج کا انسان اس سے ہر موسم میں فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔ مکمل کورس کی قیمت پانچ روپے (صر) ڈاک کے محصول پر سات آنے خرچ ہوں گے۔

اگر فائدہ نہ ہو تو قیمت واپس یا دوبارہ دوا مفت (جھوٹ بولنا حرام ہے)

پتہ۔ اکسیری دواخانہ کلاں محل نمبر ۲ دہلی

جادوگر کی ڈائری

انسان کے تحت الشعوری دماغ کا اقتدار

فن ہپناٹزم کے جن حقائق کو سائنس کی مدد سے بھی سمجھا نہیں جا سکتا، جو فوق الفطرت ظہورات ہمارے فہم و ادراک سے بالاتر ہیں جو باتیں دنیا کے قوانین کو ناممکن العمل دکھائی دیتی ہیں، جن کی قانون کی تاویل انسانی عقل کرنے سے قاصر رہی ہے وہ سب ایک ماہر ہپناٹسٹ کے لئے ممکن ہیں حیرت ہے۔ بیشمار انسان الغرض دنیا کا ہر ایک انسان خداوند کریم کی طرف سے اس دولت لازوال کا امین بنا کر پیدا ہوا ہے، یہ جدا بات ہے کہ اپنی جہالت کے باعث بہت ہی کوئی شخص اس گنج نایاب کی کھوج اپنے خانہ دل میں نہ کر سکے لیکن وہ مخفیہ طاقت ہے۔ سب کے پاس اور ہر کوئی اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے، کیسے؟ یہ جاننے کے لئے یہ جادوگر کی ڈائری کا اول تا آخر نہایت غور سے مطالعہ کیجئے گا (ایڈیٹر)

اپنے پیشہ کے دوران میں مجھے سینکڑوں مریض ایسے ملے ہیں جن پر نیند طاری کئے بغیر ہی میں نے مکمل علاج کیا ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ ان تجربات میں مریضوں پر مجھے پورا قابو حاصل تھا۔

مثال کے طور پر اکثر ایسا ہوا کہ صرف خیالی اشارے یا تصور آفرینی کے ذریعہ میں نے انہیں کرسی سے پیوست کر دیا ہے اور وہ باوجود جدوجہد اس پر سے نہیں اٹھ سکے۔ وہ پوری کوشش کرتے رہے اور میں بغور دیکھتا رہا۔ ان پر اتنا مکمل قابو پا لینے کے بعد پھر کونسا مرض ہے جس کے رفع کرنے کی ضمانت دی نہ جا سکے! میرے ان تجربات میں ہی ایک کمسن لڑکے کا عجیب قصہ بھی شامل ہے جس کی زبان میں لکنت تھی، یہ قصہ میرے موجودہ نقطۂ نظر کی تصدیق کرتا ہے حقیقت یہ ہے کہ اس علاج میں مجھے کچھ بھی نہیں کرنا پڑا، جو کچھ ہوا وہ خود اس لڑکے نے ہی کیا تھا، مگر میں یہاں اس واقعہ کو اس لئے بیان کر رہا ہوں کہ میرے تمام تجربات میں ایک یہی واقعہ ہے جو اس حقیقت پر انتہائی دلیل ہے کہ مریض اپنا علاج بذات خود کرتا ہے اور یہ کہ اگر انسان کو اپنے قلب پر اعتماد ہو تو ہر چیز ممکن ہے۔

یہ لڑکا جو حقیقی معنوں میں ہکلاتا تھا تقریباً چودہ سال کا تھا اور کسی شخص نے کبھی اسے بغیر لکنت کئے بولتا نہ دیکھا تھا۔ اس پر تمام قسم کے علاج کئے گئے تھے اور اب لاعلاج سمجھ کر اسے چھوڑ دیا گیا تھا۔

ایک روز اس نے کسی اخبار میں پڑھا کہ میں نے ایک سپاہی کو جو بم کے صدمہ سے بیکار ہو گیا تھا بالکل اچھا کر دیا، یہ واقعہ پڑھ کر اس نے اپنی ماں سے درخواست کی کہ اسے لندن میں میرے پاس لایا جائے، آخرکار اس کی ماں راضی ہو گئی اور اسے میرے پاس لے آئی۔

وہ دونوں کسی اطلاع کے بغیر ہی آ پہنچے اور جیسے ہی وہ میرے دارالشورہ میں داخل ہوئے۔ (اس سے پیشتر کہ ہمارے درمیان کوئی گفتگو شروع ہو) لڑکے نے میرا بازو پکڑ لیا اور پورے غور کے ساتھ میرے چہرے پر اپنی نظریں جما دیں۔

پورے ایک منٹ تک وہ اسی کیفیت میں مجھے پکڑے رہا اور اس کے بعد علیحدہ ہو گیا۔

"بس اب میں بالکل اچھا ہوں" وہ بولا۔

"تمہارا کیا مطلب ہے؟" میں نے پوچھا۔

اس نے جواب دیا "میرا دل اچھی طرح جانتا تھا کہ جب میں آپ کی آنکھوں سے آنکھیں ملاؤں گا اسی لمحہ میں اچھا ہو جاؤں گا اور پھر کبھی میری زبان لکنت نہیں کرے گی"۔

اور یقیناً اس کی زبان نے پھر کبھی لکنت نہیں کی۔

کیا یہ سب کچھ ایک بالکل سادہ اور آسان معاملہ نہ تھا؟ لڑکے کو تحت الشعوری دماغ کے متعلق معلومات حاصل نہ تھیں اور اگر اسے کچھ علم بھی تھا تو صرف اتنا ہی جتنا کہ۔۔ اخبار مذکور نے اس سپاہی کے واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان کرنے کی کوشش کی تھی، بایں ہمہ حقیقت ہے کہ اس واقعہ نے لڑکے کو متاثر کیا تھا، اسے کوئی شک و شبہ باقی نہ تھا۔ اس کو قلبی اعتماد تھا اور اس کے اعتماد و اعتقاد نے ہی اسے اس کے مرض سے نجات دی تھی۔

نفسیاتی لحاظ سے یوں سمجھئے کہ اس کے اپنے تحت الشعوری دماغ نے کام انجام دیا تھا، اس واقعہ میں نیند کی کیفیت کا کوئی دخل نہ تھا اور میں نے شعوری یا ارادی طور پر اس لڑکے پر کوئی تصرف حاصل نہ کیا تھا، یہ واقعہ ظاہر کرتا ہے کہ ہم سب انسانوں کے اندر کس قدر زبردست طاقت موجود ہے، بشرطیکہ ہم اسے ٹھیک طور سے استعمال کریں۔

بایں ہمہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو خود پر نیند طاری کئے جانے کے خیال سے بہت گھبراتے ہیں، دنیا میں کوئی شے انسانوں کو اس قدر خوفزدہ نہیں کر سکتی جتنی کہ وہ چیز جس کا انہیں کوئی علم نہیں، نا واقفیت یا لاعلمی خوف و دہشت کے

تجربات میں سے بہت زیادہ قوی ہیں جو ذہنی پیدا کرنے والی طاقتوں کے اثرات کو انسان نہیں روک سکتا لیکن تنویمی نیند بعض اوقات تک طاری نہیں کی جا سکتی جب تک کہ وہ خود عامل کی امداد نہ کرے مجھے پورا یقین ہے کہ لاعلمی اور وحشت ہی وہ چیزیں ہیں جو بہت سے لوگوں کو تنویمی نیند میں کھو جانے سے باز رکھتی ہیں۔

میرے پاس تنویم کے عمل کے لئے کوئی آلات نہیں ہیں، میں مریض کو ایک معمولی آرام کرسی پر بٹھا دیتا ہوں اور اس سے کہہ دیتا ہوں کہ وہ پورے آرام سے بیٹھ جائے۔ آرام و سکون بہت ضروری چیز ہے، بے چینی یا گھبراہٹ کا نتیجہ دماغی پریشانی و انتشار ہوتا ہے اور تنویمی نیند کے لئے بے توجہی ایک تباہ کن رکاوٹ ہوتی ہے۔

جب مریض بیٹھ جاتا ہے تو میں آہستہ آہستہ گنتی گننا شروع کر دیتا ہوں اور اسے یہ ہدایت کر دیتا ہوں کہ میری زبان سے ہر عدد کا نام سنتے ہی وہ اپنی آنکھوں کو بند کرتا اور کھولتا رہے اور کسی خاص چیز پر اپنے خیالات مرکوز نہ کرے، تجربے نے مجھے بتا دیا ہے کہ یہ ترکیب مریض کی بے توجہی اور دماغی انتشار کو روک دیتی ہے، یہ ممکن ہے کہ یہ تجربہ مریض کے واسطے بالکل ناقابل ضبط حد تک عجیب اجنبیت انگیز ثابت ہو یا پھر جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں وحشت اور لاعلمی اس عمل میں مخل انداز ہوں اور نیند کے پیدا ہونے میں دشواری کا سامنا ہو مگر میں نے عام طور پر یہی دیکھا ہے کہ مریضوں پر میری پہلی یا تیسری کوشش تک کوئی نیند طاری نہیں ہوتی اس کے برعکس بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جن پر پہلی نشست میں ہی نیند طاری ہو جاتی ہے اور یقیناً بہت تھوڑے سے مواقع ایسے بھی ہوتے ہیں جبکہ تین یا چار کوششوں کے بعد بھی نیند کا پیدا ہونا ناممکن ہوتا ہے، بہرحال عام طور پر میرے مریضوں پر رفتہ رفتہ ایک سکون انگیز احساس مستولی

ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی کرسی کی نشست میں اور زیادہ فراغت کے ساتھ ڈھلک جاتے ہیں ان کی آنکھیں اور زیادہ آہستگی کے ساتھ کھلنے لگتی ہیں، پھر ذرا مرتعش ہوتی ہیں ـــ اور پھر بند ہو جاتی ہیں ـــ اب مریض نیند میں کھو تا جا رہا ہے، میں گنتی گننا بند کر دیتا ہوں اور مریض کو حکم دیتا ہوں کہ سو جائے، تحت الشعوری دماغ میرے حکم کی تعمیل کرتا ہے۔ جب تک میں اپنے تصرف کو قائم رکھتا ہوں مریض خوابیدہ رہتا ہے اور میرے حکم کو پورا کرتا ہے۔

کس قدر بے خطرہ اور سادہ ہے یہ چیز۔ دنیا کی وہ بیشمار بیماریاں جو آجکل نظر آتی ہیں، اس صحت بخش نیند کے ذریعہ ہمیشہ کے لئے رفع کی جا سکتی ہیں، اگر مریض صرف اس نیند میں کھو جانے پر آمادہ و مائل کیا جا سکے تو جسم کی ہر وہ بیماری جو اعصاب اور اعضاء کے تعطل عمل سے تعلق رکھتی ہے، کامیابی کے ساتھ دور کی جا سکتی ہے، یہ کوئی سحر یا جادو نہیں، یہ تو صرف فطرت کی ایک قوت ہے، خداداد قوت۔ جو کہ ہم سب کے اندر موجود ہے مگر کس قدر زبردست ہے، انسان کی یہ حماقت کہ ہم نے اس قوت کی بدنامی کو گوارا کر لیا ہے اور اسے ایک شعبدہ بازی سمجھ لیا ہے۔

میں نے اندھے لوگوں کو ان کی نگاہ واپس لائی ہے میرے عمل سے مفلوج و معطل اعضاء صرف ایک حکم پر ٹھیک ہو جاتے ہیں، اعصابی کمزوری دور ہو جاتی ہے، لکنت کرنے والے پوری صحت کے ساتھ بولنے لگتے ہیں ـــ میرے دارالشورہ میں اپاہج اور لنگڑے انسان پالکیوں یا گاڑیوں میں بیٹھ بیٹھ کر آئے ہیں، لیکن جب اپنے گھر واپس گئے ہیں تو خود اپنی ٹانگوں پر گئے ہیں اور اپنے عصا میرے پاس ہی چھوڑ گئے ہیں، کیونکہ اب زندگی بھر کے واسطے وہ ان عصاؤں کے سہارے کی ضرورت سے آزاد ہو گئے تھے۔

انسان کو جو امراض و عوارض لاحق ہیں ان میں اعضاء کے تعطل عمل سے متعلق کوئی ایسا مرض نہیں جو تحت الشعوری دماغ کے احکام پر فوراً تسلیم خم نہ کرے، اگر انسان اپنے قلب پر اعتماد رکھتا ہے اور وہ یقین کامل رکھتا ہے تو وہ خود اپنا علاج کر سکتا ہے، اگر اسے یہ قلبی یقین و اعتماد حاصل نہیں اور شک و شبہ ہے تو اس حالت میں بھی اس کا علاج ممکن ہے، بشرطیکہ وہ کسی قابل ماہر تنویم سے رجوع کرے، نشہ آور اشیاء کے استعمال کی عادتیں خواہ کتنی ہی قدیم اور پختہ کیوں نہ ہوں انہیں عمل تنویم سے مغلوب کیا جا سکتا ہے، انسان کے کردار کو تبدیل کیا جا سکتا ہے، اور شخصیت کی نشوونما کی جا سکتی ہے، ہماری زندگی کی تشکیل کرنے والی جتنی بھی چیزیں دنیا میں موجود ہیں ان میں ایک چیز بھی ایسی نہیں جو اپنی وسعت یا قوت کے لحاظ سے تحت الشعوری دماغ کا مقابلہ کر سکے۔ ممکن ہے کہ لوگ میرے ان الفاظ کو میرے حسن ظن پر محمول کر کے مبالغہ آمیز تصور کریں لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے، وہ بیشمار کامیاب علاج جنکو میں بیان کر رہا ہوں میرے ان دعووں پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہیں، ان کی حدود میں یہ تمام امراض بلکہ ان کے علاوہ اور بہت سی بیماریاں شامل ہیں، غالباً یہ بیجا نہ ہوگا، اگر میں یہاں آکسفورڈ یونیورسٹی کے ایک مشہور شخص ڈاکٹر ولیم براؤن کی تقریر کا ایک اقتباس پیش کروں، ڈاکٹر موصوف نے یہ تقریر کسی کانفرنس میں ماہرین نفسیات کے اجتماع میں کی تھی اور اس کا موضوع "ابہام و شخصیت" تھا، اسکی رپورٹ یکم ستمبر ۱۹۳۴ء کو ڈیلی ٹیلیگراف میں شائع ہوئی تھی، ڈاکٹر براؤن نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ:-

"جنگ عظیم کے دوران میں خود میں نے چھ ہزار انسانوں پر تنویم کا عمل کیا ہے اور اپنے اس تجربے کے بعد مجھے یقین ہو چکا ہے کہ مرض ہسٹریا کے عملی

[illegible] میں ایک بات کے دوران میں پیدا [illegible] کی علامات مثلاً چلنے پھرنے کی [illegible] ہو جانا وغیرہ صرف اس [illegible] ہیں کہ مریض کو اپنے علاج پر مکمل یقین ہو جاتا ہے اگر کوئی ایسے طریق پر تنویم کا عمل کرے تو فوراً اپنے مرض سے نجات پا سکتا ہے۔ اخباروں میں اکثر ایسے لوگوں کی بابت اطلاعات شائع ہوتی رہتی ہیں جو قوت حافظہ کے تعطل یا مرض نسیان کا شکار ہو کر ہسپتال پہنچتے ہیں مجھے اس قسم کی خبروں کو پڑھ کر ہمیشہ بڑا ہی افسوس ہوتا ہے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ عامل تنویم کے ہاتھ کا صرف ایک اشارہ ان مریضوں کے حافظہ کو واپس لا سکتا ہے، مجھے اس تجربے میں کبھی ناکامی نہیں ہوئی مجھے یاد ہے کہ ستم کے مقام پر پانچ مریض یکے بعد دیگرے میرے پاس لائے گئے جو مرض نسیان میں مبتلا تھے کسی قسم کی کوئی تیاری کئے بغیر ہی ان پر نیند طاری کر دی گئی اور فوراً ہی انکی قوت حافظہ ان کو واپس مل گئی، یہ کام بالکل سادہ اور معمولی تھا، اس میں اہم بات یہ ہے کہ تجربہ و علاج ابتدائی سے آگے نہ بڑھنے پائے۔"

مندرجہ بالا الفاظ تنویمی کیفیت کی اہمیت و قیمت کے لئے ایک اٹل اور بے لاگ شہادت کا درجہ رکھتے ہیں، لیکن میرا خیال ہے کہ آج جبکہ اس تقریر کو چند سال گذر چکے ہیں، ڈاکٹر براؤن اپنے بیان میں اس سے اور آگے بڑھ سکتا ہے، جتنا کہ وہ اپنی تقریر کے وقت بڑھنے کے لئے تیار تھا میرے خیال میں اب وہ صرف ان مریضوں تک تنویم کے علاج کی اہمیت و قیمت کو محدود نہ کرے گا جو محض اپنے خیال و یقین کی وجہ سے کسی مرض میں مبتلا ہو گئے ہیں، یعنی جنکی بیماری خود انہی کے خیال و یقین کا نتیجہ ہے، میرے ذاتی تجربے میں بہت سے واقعات موجود ہیں جہاں پر بیماری [illegible] خیال [illegible] کا نتیجہ نہ تھی بلکہ پھر بھی تنویم کے عمل سے ان کو صحت ہو گئی میرے پاس ایسے لوگ علاج کے لئے آئے ہیں جو مادر زاد اندھے تھے اور میں نے انہیں ان کی نگاہ واپس دلائی ہے، بہت سے مریض ایسے ملے ہیں جو کسی بیماری کی وجہ سے ضعف و ناتوانی کا شکار تھے اور میں نے ان کو بھی صحت یاب بنا کر واپس بھیجا ہے، مجھے علم نہیں کہ تنویم کے عمل سے مرض کو دور کرنے سے قبل ڈاکٹر براؤن کو چند ابتدائی تیاریاں کرنی پڑتی تھیں یا نہیں ـــــ اس نے اپنی تقریر میں زور دیا ہے کہ ستم کے مقام پر ایسے مریض "کسی تیاری کے بغیر ہی" اچھے کئے گئے تھے، جہاں تک میرا تعلق ہے میں کچھ بھی تیاری نہیں کرتا، ڈاکٹر براؤن کو غالباً مندرجہ ذیل قسم کی خبروں کو پڑھ کر بڑی محسوس ہوتی ہے، ریڈیو "اسٹار" میں گذشتہ سال اوائل فروری میں شائع ہوئی ہے :۔

"آج جبکہ ایک تفتیش کے سلسلے میں بمقام ریڈنگ یہ معلوم ہوا کہ ۳۷ سال کا ایک کلرک مسمی ہربرٹ ڈیوز جو کہ فیلڈ روڈ ریڈنگ کا رہنے والا تھا اور جس نے ایک گیس کی بھٹی میں اپنا سر رکھ کر خودکشی کا ارتکاب کیا تھا بے خوابی اور اعصابی کمزوری کے امراض میں مبتلا رہا تھا تو خود افسر تحقیقات مسٹر جے ایل مارٹن نے کہا کہ جنگ عظیم سے واپسی کے بعد سے وہ خود بھی ان دونوں امراض میں مبتلا رہا تھا اور یہ کہ یہ دونوں مرض بہت سے خودکشی کے حادثات کا سبب ہوئے ہیں۔

"تمہیں زندگی سے مسلسل جنگ کرنی ضروری ہے" اسی افسر نے خودکشی کے ایک حادثہ میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا "اور اگر ایک بار بھی تم نے شکست تسلیم کر لی تو پھر تمہارے لئے کوئی امید نہیں، پھر انسان اس کیفیت میں پہنچ جاتا ہے کہ نجات کا راستہ سوائے موت کے اور کوئی نہیں رہتا"

یہی وہ مقام ہے جہاں ریڈنگ کے اس افسر تحقیقات سے مجھے اختلاف ہے، ان امراض کا کامیاب علاج یقیناً موجود ہے [illegible] تعجب کے ساتھ سوچا کرتا ہوں کہ ان امراض کو یہ ایک زیادہ المناک حادثہ ہے یا یہ کہ ان امراض یا کم از کم ان میں سے بیشتر کا علاج موجود ہے مگر ایک ہزار میں سے صرف ایک بار اس علاج کے استعمال سے فائدہ حاصل کیا جاتا ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ تنویم کے ذریعہ ایسے تمام مریضوں کا علاج کیا جا سکتا ہے، چونکہ دماغی اعتبار سے غیر متوازن ہوتے ہیں، ان کے علاج کے لئے تنویم کے عامل کو سب سے زیادہ دشواریاں پیش آتی ہیں، کیونکہ یہ لوگ اس دماغی یکسوئی کے نااہل ہوتے ہیں، جو کامیاب علاج کے واسطے ضروری ہے ـــــ

ضروری اسلئے کہ درحقیقت خود مریض ہی اپنا علاج آپ کرتا ہے، اور اسکی امداد کے بغیر تنویم کا عامل بالکل معذور ہے، بایں ہمہ ان مریضوں میں سے ایک بڑی اکثریت کا علاج مکمل کامیابی کے ساتھ کیا جا سکتا ہے، میں نے خود سینکڑوں ایسے انسانوں کو جو خودکشی کے واسطے آمادہ تھے تنویمی نیند کے ذریعہ ایک جدید آرزوئے زندگی کا جذبہ پیدا کر کے حیات جدید عطا کی ہے۔

اگر زندگی سے مایوسی کا یہ جذبہ بے خوابی جیسے کسی مرض کا نتیجہ ہے تو علاج اور بھی آسان ہو جاتا ہے، میں نے بے خوابی کے سینکڑوں مریضوں کا کامیاب علاج صرف ایک تنویمی نیند، صرف ہاتھ کے ایک اشارے سے ایک لمحہ میں کیا ہے اور پھر بے خوابی کی شکایت کبھی پیدا نہیں ہوئی، پریشان کن اور دشوار صرف وہ علاج ہیں جبکہ مرض اعضاء کے تعطل عمل سے پیدا نہیں ہوتا، ان صورتوں میں مرض خالص طور پر دماغی مرض ہوتا ہے اور اکثر مریض بھی علاج کی بابت میرے احکام پر عمل پیرا نہیں ہوتا، وہ زندہ ہی نہیں رہنا چاہتا اور یہ بات وہ آپ کو پہلے ہی بتلا دیتا ہے کہ آپ ان لوگوں کو مرض کے خلاف [illegible]

تیری یاد!

جناب جمیل اسدی مالیگانوی

تیری یاد ایسے میں تڑپا رہی ہے
چمکتے ستارے نگاہوں کے جلوے
اُبلتے دریا نظاروں کے پردے
گُل عیش و عشرت ہر اک شئے سے برسے
تیری یاد ایسے میں تڑپا رہی ہے

(۲)

خیابانِ فطرت ہوائے بہاراں
نگاہوں کی جنت بہارِ گلستاں
دل آویز حسرت فضاؤں میں رقصاں
تیری یاد ایسے میں تڑپا رہی ہے

(۳)

ستاروں کی شمعیں فلک پر فروزاں
نکلتے ہیں کس کو گھٹا سے خنداں
کوئی دور شاید ہوا ہے غزلخواں
تیری یاد ایسے میں تڑپا رہی ہے،

(۴)

گھٹا اُودی اُودی، پھوار ہلکی ہلکی،
فضا مہکی مہکی، ہوا سنکی سنکی
نسیم چمن نغمہ زا ٹھنڈی ٹھنڈی
تیری یاد ایسے میں تڑپا رہی ہے

(۵)

یہ تاروں کی چھاؤں، یہ مہکی فضائیں
یہ پھولوں کے جلوے، یہ دلکش ہوائیں
یہ منظر سہانا، یہ پی کی صدائیں"
تیری یاد ایسے میں تڑپا رہی ہے

(۶)

جمیل آہ! یہ کوہساروں کا منظر
ہے سامانِ کیف آبشاروں کا منظر
نگاہوں میں رقصاں بہاروں کا منظر
تیری یاد ایسے میں تڑپا رہی ہے۔

(دخاص)

ساون بیتا جائے

جناب جمیل اسدی مالیگانوی

اَنکھ سے مورے نیر ہے جاری
بجھت ہے سُندر پھلواری
کوئل کوکت ڈاری ڈاری
کالی بدریا چھائے
پریتم
ساون بیتا جائے

(۲)

تم بن سارے روکھ ہیں سوکھے
چمپا چمیلی درشن پیاسے
آئی بسنت اور تم رہے روٹھے
کیسے ہم کو بھلائے
پریتم
ساون بیتا جائے

(۳)

دل کی بپتا کس سے سُنائیں
دادِ محبت کس سے پائیں
کس کے سنگ یہ بیٹھ کے گائیں
پریم جوانی ہائے — پریتم
ساون بیتا جائے

(۴)

جھرنا گائے راگ سریلا
تارے دکھائیں مست نظارہ
شور مچائے کوئل دُکھیا
ہردے کو گرمائے — پریتم
ساون بیتا جائے

(۵)

پچھلا پہر اور یاد تمہاری
سانس ہے جیسے چلتی کٹاری
غم کا دل پر بوجھ ہے بھاری
کیوں آن ترسائے — پریتم ساون بیتا جائے

ایک گولی کی شرارت

[illegible] انسان کو عورت کے ساتھ شرمندگی اٹھانی [illegible] دل سے پوچھو کیا بنتی ہے اگر خودکشی گناہ نہ ہو۔ تو ایسا انسان اس جرم کا ضرور ارتکاب کر لیا کرے۔ مگر نہیں ایسے زبردست گناہ سے بچانا ہمارا فرض ہے۔ اس لئے مسرعت کے مریض انسانوں کے لئے تقریباً نصف گھنٹہ تک اثر قائم رکھنے والی دنیا کی مشہور و معروف گولیاں "خوش وقتی" ایجاد کر دی ہیں۔ ان گولیوں کا تجربہ یہ ہے، کہ جب تک ترشی کا استعمال نہ ہو۔ اثر رہتا ہے۔ ذرا سی گولی ہے۔ مگر اس کا کام زبردست ہے۔ تجربہ خود بتا دے گا۔ کہ کتنی دیر تک قوت برقرار رہتی ہے۔

قیمت ایک درجن کی شیشی کی دو روپے ہے۔ ڈاک خرچ آٹھ آنہ علاوہ

مینجر اکسیری دواخانہ۔ کلاں محل نمبر ۲ دہلی

ایک قطرہ میں زندگی کا!

جب آپ کو سستی کمزوری کی شکایت ہو تو آپ کو امریکہ کے مشہور ڈاکٹر رابنسن کی ایجاد سے فوراً فائدہ اٹھانا چاہئے کیونکہ اس ایجاد ریجوینٹنگ آئیل سے فوراً اثر ہوتا ہے جو شخص اپنے آپ کو بے کار سمجھنے لگا ہو۔ اس کو چاہئے کہ ایک شیشی منگا کر اپنے پاس رکھ لے، اور اس کی تاثیر سے فوری فائدہ حاصل کرے۔ قطرہ لگاتے ہی اثر شروع ہوتا ہے۔ اور دو منٹ میں خفیہ طاقت ابھر آتی ہے۔ اور آدھ گھنٹہ تک اثر رہتا ہے۔ جو قوت کو محفوظ رکھنے میں لاثانی ہے۔ آج تک اس دوا جیسی ایجاد کہیں نہیں ہو سکی۔ ہر کمزور اور سست انسان کو اس کا استعمال کرنا ضروری ہے۔

قیمت فی شیشی دو روپے سات آنے۔ ڈاک خرچ آٹھ آنے علاوہ

مینجر اکسیری دواخانہ۔ کلاں محل نمبر ۲۰ دہلی

حمل کی دوا کے عجیب تجربے

ہر عورت کے ہاں بچہ

عورت بڑی بدقسمت ہے جس کے ہاں اولاد نہ ہوتی ہو۔ اب بے اولاد عورتوں کے ہاں سالانہ بچہ ہو سکتا ہے۔ طبی تحقیقات کا یہ ایسا تجربہ ہے جس کو دنیا نے بڑے تعجب سے دیکھا اور ہاتھوں ہاتھ نتیجہ معلوم کر لیا یعنی یہ کہ صرف سات دن تک حمل کی دوا کا کورس استعمال کرایا اور نو مہینے کے بعد گھر کا چراغ نمودار ہو گیا یعنی لڑکا یا لڑکی جو کچھ خدا نے دیدیا۔

بات اب کسی سے پوشیدہ نہیں رہی کہ دنیا میں حمل کی دوا نے ہی بے اولاد گھروں کو صاحب اولاد بنا دیا ہے۔ بڑے بڑے ڈاکٹروں نے اس دوا کا تجربہ کر کے دیکھ لیا اور کامیابی کے سرٹیفکیٹ دیئے ہیں۔ اب ہمارا علی الاعلان دعویٰ ہے کہ جس عورت کے ہاں اولاد ہوتی ہو یا ہوتے ہوتے بند ہو گئی ہو اگر وہ حمل کی دوا کا کورس استعمال کرلے تو نو مہینے کے بعد اسکے ہاں یقیناً بچہ ہو جائے گا۔ بچہ نہ ہو تو قیمت کی واپسی کا اقرار ہے۔

حمل کی دوا کے کورس میں ایک دوا سات دن تک کھانے کی اور ایک دوا سات دن تک استعمال کرنے کی ہوتی ہے۔ دونوں دوائیں ایک ساتھ شروع ہوتی ہیں اور ان سات دنوں میں مرد سے علیحدہ رہنا پڑتا ہے۔ آٹھویں دن مرد..... سے اجازت ہوتی ہے۔

قیمت پورے کورس کی تین روپے آٹھ آنے ہے۔ ڈاک خرچ آٹھ آنے علاوہ۔

پتہ۔ لیڈی ڈاکٹر۔ اکسیری دواخانہ۔ کلاں محل نمبر ۲۰ دہلی

جادو کی آڑ میں جرائم کی گرم بازاری

مسٹر پال ڈیر سابق مدیر ٹائمز آف انڈیا کے قلم سے

ترجمہ حقوق محفوظ

ہندوستان کی وہ باتیں جن کو ہندوستانی ہونے کے باوجود بھی آپ نہیں جانتے

[illegible]م۔ مذہبی اعتقاد اور جادو تین چیزیں ہندوستانیوں کی زندگی میں اس حد تک ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں۔ کہ اہل مغرب کے لئے ان میں امتیاز کرنا قطعاً غیر ممکن ہو جاتا ہے۔ انتہا یہ ہے کہ ایک شخص قتل عمد کی واردات کو چھپا کر رکھنے کے معاملہ میں کسی دیوتا کی مدد حاصل کرنے کو بھی ذریعہ عار نہیں سمجھتا۔ اسی قسم کا ایک واقعہ ۱۹۳۳ء میں ناگپور کے مقام پر دیکھنے میں آیا تھا۔ واردات حالانکہ ادنےٰ جوش نفسانی اور کشت خون کی تھی۔ تاہم جن عجیب و غریب حالات میں پیش آئی ان کی وجہ سے اس کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے

اس ضلع کے ایک گاؤں میں کوئی کاشتکار رہتا تھا جس کا ایک اور آدمی کی بیوی سے ناجائز تعلق ہو گیا تھا۔ اس تعلق کے سلسلہ میں اس کاشتکار نے نہ صرف شخص مذکور کو قتل کیا۔ بلکہ اس کا گھر بھی لوٹا جب اس کے خلاف مقدمہ کی سماعت شروع ہوئی تو گواہان استغاثہ میں مندر کا پجاری بھی شامل تھا۔ جس نے اپنے بیان میں لکھوایا کہ ملزم میرے سامنے مندر میں آیا تھا۔ اور اس نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ میں دیوی سے پراتھنا کروں کہ کسی طرح اس کی مہربانی سے یہ واردات چھپی رہ جائے۔ میری اس خدمت کے صلہ میں اس نے مجھ کو معقول انعام دینے کا وعدہ کیا تھا۔

اس کے صرف چھ ماہ بعد اسی مقام پر ایک اور اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز واقعہ پیش آیا۔ یعنی ایک آدمی نے اپنے دل میں اس بات کا یقین رکھتے ہوئے کہ کسی دوسرے شخص نے اسکو پریشان کرنے کیلئے ایک روح بد اسکے خلاف بھیجی ہے اپنے گاؤں کے دیوتا سے اس خیال کی تصدیق چاہی۔ دیوتا نے کسی نامعلوم طریقہ پر اسکے خیال کی تصدیق کر دی اور شخص مذکور نے اس آدمی کو جس کی نسبت اسے کا خیال تھا کہ سحر کرنا چاہتا ہے جان سے مار ڈالا۔

اس واردات میں جو شخص مارا گیا وہ ایک مالدار مالک اراضی تھا اور ملزم ایک غریب کسان۔ اس موقع پر بھی ایک مندر کے پجاری کو بطور گواہ طلب کیا گیا تھا۔ اور اس شخص نے بھری کچہری میں زور دیکر یہ بات کہی کہ گاؤں کے دیوتا نے واقعی ایک ذریعہ سے اس خیال [illegible]

کی تائید کی تھی کہ اراضی دار مذکور نے کاشتکار کو حیران کرنے کے لئے روح بد بھیجی ہے۔ معاملہ کا افسوسناک پہلو اسی قدر ہے کہ انہوں نے یہ نہ بتایا کہ وہ کونسا خاص ذریعہ تھا۔ جس سے دیوتا نے اظہار خیال کیا۔ لیکن عوام کی خوش اعتقادی اس بات سے ظاہر ہے کہ ایک اور گواہ نے پجاری کے ان خیالات کی زور دار تائید کی اور کہا کہ واقعی یہ معجزہ ظہور میں آیا تھا۔ اسی حد تک یہ قصہ سترہویں صدی عیسوی کے ان مقدمات کی روداد سے ملتا جلتا ہے جو انگلستان میں جادوگرنیوں کے خلاف چلائے جاتے تھے۔ فرق اگر کچھ ہے تو اتنا کہ واردات مذکورہ میں ایک یہ خصوصیت بھی پائی جاتی ہے کہ اراضی دار مقتول نے ملزم کاشتکار کے خلاف اس بات کی ڈگری حاصل کر لی تھی کہ اسے اس کے کھیت سے بیدخل کر دیا جائے جس کے معنی یہی سمجھے جا سکتے ہیں۔ کہ واردات کی تہ میں فقط روحانیات کو دخل نہ تھا بلکہ ادنیٰ دنیاوی لین دین کے معاملات اس کی تہ میں کام کرتے تھے

اوپر کی سطور میں جن دو مقدمات کا ذکر کیا گیا ہے ان میں پہلے کی سماعت کے ایام میں ایک اور مقدمہ ناگپور کی عدالت سشن میں میں بھی زیر سماعت تھا جس میں ایک آدمی پر اپنے ہمسایہ کو قتل کرنے کا الزام عائد کیا گیا تھا۔ بنائے جرم یہ بیان کی جاتی تھی کہ ہمسایہ نے اس شخص کی بیوی کو نظر بد سے دیکھا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ بیمار ہو گئی۔ غور کر کے دیکھا جائے تو یہ واقعہ معمولی جادو اور سحر کی وارداتوں کے تحت میں آتا ہے۔ حالانکہ پہلی دو وارداتیں اس بات کی توضیح کرتی ہیں کہ لوگوں کے دلوں میں دیوتاؤں کی مورتیوں کی عظیم سحری طاقتوں کے متعلق کس قدر یقین پھیلا ہوا ہے بہرحال یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس پر ہم کسی اور موقع پر مفصل بحث کریں گے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ وہ ربع اوسط کے ہندوستانی جادو اور سحر کی دھمکیوں سے اتنا خوف کھاتے ہیں کہ اگر کوئی شخص بھولے سے بھی کبھی یہ بات کہہ دے کہ تمہارے خلاف شیطانی طاقتوں کو بیدار کیا جائیگا تو اکثر حالتوں میں وہ اسکو اپنی زندگی سے [illegible]

ایسا ہی ایک واقعہ ریاست پٹیالہ میں پیش آیا تھا۔ جہاں دو ہریجن یا خاکروب ایک دوسرے سے جھگڑ رہے تھے جب کہ ایک نے دوسرے کو دھمکی دی کہ میں تمہارے بیٹے کے جسم میں جن داخل کر دونگا۔ جس آدمی کو یہ دھمکی دی گئی تھی اس نے جی میں سوچا کہ جن کو زیر کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ دھمکی دینے والے کو ہی زیر کیا جائے نہ وہ جن کو بیدار کر سکیگا نہ اس کے بیٹے پر کوئی اثر نازل ہوگا۔ نہ ہوگا بانس نہ بجے گی بانسری اس خیال کے زیر اثر اس نے دوسرے آدمی کو چاقو مار کر ہلاک کر دیا اور مزیداری دیکھئے کہ اس جگہ سے سیدھا پولیس کے دفتر میں جاکر کہنے لگا ہاں میں نے اس آدمی کو مارا ہے۔ لیکن اس لئے کہ میں اس طریقے پر اپنے بیٹے کی جان بچانا چاہتا تھا۔ اگر کسی صاحب کو یقین نہ ہو تو وہ اس مقدمہ کی کاروائی اخبار ایوننگ نیوز آف انڈیا مورخہ ۲ جون ۱۹۳۴ء میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

اسی اخبار کے ۱۰ اپریل ۱۹۳۴ء کے پرچہ میں ایک اور نہایت عجیب واقعہ کا حال درج ہے جو ریاست حیدرآباد کے جنگلی علاقہ میں پیش آیا تھا اور جس کی تہہ میں پولیس کے ایک پٹیل یعنی ہیڈ کنسٹیبل کو ہلاک کرنے کی سازش کام کرتی تھی۔ جیسا کہ آپ آگے چل کر دیکھیں گے۔ جادو جنگل کی وحشیانہ رسوم۔ دہوکا اور دغا یہ تمام باتیں اس واردات میں ملی ہوئی پائی جاتی ہیں۔ قصہ مختصر طور پر یہ ہے کہ چار دیہاتیوں نے جن کو پولیس پٹیل کے خلاف وجہ شکایت تھی کسی طرح اسکو رستہ سے ہٹانے کا ارادہ کیا اور اس مطلب کے لئے وہ اپنے علاقہ کے مشہور جادوگر کے پاس پہنچے اس جادوگر نے ان لوگوں کو یقین دلایا کہ تمہارا کام منتر اور سحر کے زور سے بڑی آسانی سے کے ساتھ کیا جاسکتا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ آدھی رات کو شکل کشش میں جنگل کے فلاں مقام پر مجھ سے ملنا اور اپنے ساتھ ہی تین سو روپیہ کی رقم جمع کرکے لیتے آنا۔ اتنا کہہ کر اس نے ایک لیموں ان اشخصوں کو دیا۔ اور کہا کہ فی الحال اسکو پٹیل مذکور کے مکان کے احاطہ میں دفن کر دینا۔ مخفی نہ رہے کہ دنیا کے ہر حصہ میں یہ ایک عام رواج دیکھا جاتا ہے کہ جس آدمی کے خلاف وجہ شکایت ہو اس کی ایذا رسانی کے لئے ضرور کوئی چیز اس کے گھر کے قریب زمین میں دبا دی جاتی ہے ان لوگوں کو جادوگر کے بیان پر اتنا زبردست اعتقاد تھا کہ انہوں نے جس طرح ممکن ہوا تین سو روپیہ اکٹھا کیا اور وہ لیموں جو ان کے حوالہ کیا گیا تھا۔ اس کو مقام مذکور پر دفن کر دیا گیا۔

اب جو واقعات جنگل کے کھلے میدان میں پیش آئے ان کا حال سنئے ایک ہرکور میدان میں جادوگر نے چار ہیولے آدمیوں کو چار کونوں میں بٹھا دیا اور ان کے گرد آگ روشن جلادی گئی اور منتر پڑھے جانے شروع ہوئے۔ ایسا کرتے ہوئے اس نے ان لوگوں کو تاڑی پینے پر مجبور کیا اور کہا کہ اس سے تم اس روح بد کے اثر سے محفوظ رہ سکو گے جو پولیس پٹیل کو اسوقت فوراً ہلاک کر دیگی۔ جبکہ منتر پڑھے جانے بند ہونگے اس تاڑی میں دھتورہ کا زہر بھی ملا ہوا تھا۔ اسکو پی کر چاروں آدمی بالکل بیہوش ہو گئے اور میاں جادوگر انکو ان کے حال پر چھوڑ کر روپیہ ساتھ لیکر کسی طرف کو غائب ہو گئے۔ شاید اس واقعہ کی خبر کبھی ظاہر نہ ہوتی کیونکہ جن لوگوں نے مالی نقصان برداشت کیا وہ لوگ تو جگ ہنسائی کے خوف سے بات کو ظاہر کرنا نہ چاہتے تھے لیکن انہیں ایام میں اس دھوبی نے جو پٹیل مذکور کے کپڑے دھوتا تھا۔ اور جس نے ان شخصوں کو صحن میں لیموں دبانے کے کام میں مدد دی تھی۔ ایک کنوئیں میں گر کر اسوجہ سے خودکشی کرلی کہ وہ ڈرتا تھا کہ دیوتا مجھ سے ناراض ہو جائیں گے۔

لیکن کالے جادو کا سب سے عجیب وحیرت انگیز واقعہ جس کا خاتمہ قتل کی واردات پر ہوا وہ تھا جس کے مقدمہ کی سماعت اپریل ۱۹۳۴ء میں ناسک کے مقام پر شروع ہوئی۔ یہ وہی ناسک شہر ہے جو ہندوستان کا بڑا متبرک تیرتھ سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اس کیساتھ ہی مغربی ہندوستان کا سب سے گندا اور ناپاک شہر ہے ملزم کا نام راجی بابو وارلی تھا۔ اور اس نے چیمی نام کی ایک بیوہ عورت کو اس بنا پر قتل کر دیا تھا کہ اس عورت نے اس کے گھر میں اپنے جادو کے زور سے تنازعات برپا کر رکھے تھے اور اس کے کالے جادو نے اس پر گہرا اثر کیا تھا لیکن غور کرکے دیکھا جائے تو اس واقعہ کی تہہ میں وہی پرانا خیال کام کرتا ہے کہ جب کسی عورت سے حقارت کا سلوک کیا جائے تو اس کے غصہ اور جوش کا ٹھکانہ نہیں رہتا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ چیمی نے جو ایک بے باک چنچل اور شوخ نوجوان بیوہ عورت تھی۔ وارلی کے روبرو یہ تجویز پیش کی کہ تم مجھے اپنی داشتہ بنا لو لیکن وارلی نے ایسا کرنے سے صاف طور پر انکار کر دیا۔ عورت کے دل پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا وہ اسکو بدستور تنگ کرتی رہی اور ایک موقع پر اس کی جھونپڑی میں پہنچکر خود کپڑے اتار کر برہنہ ہو گئی جس پر وارلی نے اسکو یہ کہہ کر دھمکایا کہ میں اس کی خبر پولیس کو کر دونگا عورت نے جواب دیا کہ اگر ایسا کرو گے تو میں بھی تم کو سیدھا کر کے چھوڑونگی اس کے بعد وارلی کسی طرح اس عورت سے نجات پانے کو گاؤں چھوڑ کر چلا گیا۔ لیکن اس کے فوراً بعد اس پر پے در پے مصیبتیں نازل ہونی

شروع ہوگئیں۔ اس کا پہلا اور دوسرا بچہ یکے بعد دیگرے مرگئے پھر اس کے بعد اس کے بھائی کا بھی انتقال ہوگیا۔ تین بیل اور دو گائیں بیمار ہو کر مر گئیں اور فصل بھی تباہ و برباد ہوگئی۔ سخت پریشانی کی حالت میں وارلی خود ایک بھگت کے پاس پہنچا۔ جس نے سارا حال سنکر اسکو بتایا کہ تمہاری ان مصیبتوں کی تہ میں درحقیقت اسی عورت کا غصہ اور جوش کام کرتا ہے جس سے تم نے حقارت کا سلوک کیا تھا۔ اسکے مشورہ پر وارلی نے ایک مشہور جادوگر سے صلاح لی۔ جس نے فوراً ہی بعض عجیب و غریب قسم کی سحری تیاریاں شروع کر دیں۔ اس نے ایک چھوٹے سے برتن میں ترش لیموں رکھ کر اس پر گلال چھڑکا اور بعد ازاں بڑی دیر تک اس کے پاس بیٹھ کر منتر پڑھتا رہا یہ سب کچھ کرنے کے بعد جادوگر نے اپنے نائب کو ہدایت کی کہ وہ اپنا بایاں ہاتھ اس برتن کے عین اوپر پھیلا کر اس کے پیچھے پیچھے چلنا شروع کرے۔

اس سلسلہ میں وارلی نے جو بیان عدالت میں لکھوایا وہ نہایت عجیب ناقابل یقین تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ برتن زمین سے اٹھ کر خود بخود ہوا میں گذرنے لگا۔ پہلے وہ گاؤں کے مندر میں پہنچا اور تھوڑی دیر اس جگہ ٹھہرنے کے بعد پھر ایک طرف کو ہولیا۔ جادوگر تو وارلی کے مکان پہنچ رہا تھا۔ مگر خود وارلی اور جادوگر کا نائب دونوں برتن کے عقب میں چلے جاتے تھے اسی طریقہ پر وہ برتن سطح زمین سے کسی قدر اونچائی پر ہوا میں چلتا ہوا انجام کار بیوہ عورت چیمی کے مکان پر جا پہنچا۔ اور یہاں پہنچکر اس کی نقل و حرکت رک گئی۔ اس کے معنی یہی سمجھے گئے کہ چیمی مجرم ہے تب وارلی اور جادوگر کا نائب وہاں سے پلٹ کر دوبارہ اسی مقام پر پہنچے جہاں جادوگر بیٹھا وارلی کا انتظار کر رہا تھا۔ چنانچہ اس نے وارلی کو بتایا کہ اب یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ چیمی جادوگرنی ہے اور اس نے تیرے حق میں یہ ساری مصیبتیں پیدا کر رکھی ہیں۔

اس کے تھوڑے عرصہ بعد وارلی کی بیوی مرگئی۔ فصل تباہ اور برباد ہوگئی اور اس کے پلے کچھ نہ رہا وہ بیمار پڑ گیا ہر روز رات کو جب وہ سوتا تو ایسا معلوم ہوتا کہ کسی طرح کا آسیب ہوا میں سے گذر کر اس کی چھاتی پر سوار ہو جاتا ہے۔ آخرکار وہ اس اذیت کو برداشت نہ کر سکا چنانچہ ۱۴ دسمبر ۱۹۳۳ء کو جب وہ اپنی بچی کچی فصل کاٹ کر واپس آیا۔ تو درانتی ہاتھ میں لئے سیدھے چیمی کے مکان پر پہنچا اور کہنے لگا سچ بتا پچھلے تین سال میں کس نے مجھ کو اتنا حیران کیا ہے عورت نے غصہ میں بھر کر جواب دیا اگر تم اس بات کو معلوم کرنے کی کوشش کروگے تو یاد رکھو کہ میں تم کو اور تمہارے سارے گھر بار کو ختم ختم کر دوں گی بد نصیب وارلی کے لبریز پیمانہ صبر میں یہ آخری قطرہ تھا جس کو اس نے چھلکا دیا۔ تیز درانتی ہاتھ میں لیکر اس عورت کی گردن کاٹ دی۔ بعد ازاں تھانے میں جاکر خود ہی رپٹ لکھوائی کہ میرا ارادہ تو ہرگز اس عورت کی جان لینے کا نہیں تھا لیکن جو تکلیفیں مجھ کو پے در پے برداشت کرنی پڑیں۔ ان کی وجہ سے میری طاقت ضبط جواب دے گئی ہے۔ جج نے وارلی کو سزائے موت کا حکم سنایا اور ساتھ ہی اپنے فیصلہ میں لکھا کہ وہ اپنے جرم کا اقبالی ہے۔ اور جو کچھ اس سے ہوا اس پر اظہار پشیمانی بھی کرتا ہے تاہم اسکی بنا پر اسکو جرم قتل کے ارتکاب کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ خصوصاً اس لئے کہ پہلے ہی اس علاقہ میں لوگ توہمات باطلہ کے زیر اثر وارداتیں کرتے رہتے ہیں لیکن اس حالت میں بھی اس نے بد نصیب شخص کے لئے رحم کی سفارش کی۔

جج نے جو کچھ اپنے فیصلہ میں لکھا اس سے پایا جاتا ہے کہ اس کے خیال کے مطابق یہ جرم محض وہم کا نتیجہ تھا۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ جن دنوں میں گوا کے مقام پر ٹھہرا ہوا تھا۔ جو ہندوستان میں عظیم الشان پرتگیزی حکومت کی بچی ہوئی یادگار ہے۔ تو میرے میزبان سینیئر ڈی فرانسسکو راڈرگز نے جو موضع کرٹورنگ کے بڑے اراضی دار ہیں حیرت انگیز شہادت کی بنا پر ایک قریبی گاؤں کی مثال پیش کی اور بتایا کہ بددعا میں کتنا گہرا اثر پایا جاتا ہے اس نے مجھ کو ایک بہت بڑا مکان دکھایا جو رفتہ رفتہ مسمار ہوتا جا رہا تھا جس کے صحن کی حالت دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ ہر ایک درخت جو اس میں اگا ہوا تھا گویا بجلی گرنے سے جھلس گیا ہو حالانکہ اس کے اطراف میں کئی اور مکانات کے صحن ایسے بھی موجود تھے جن میں ناریل کے اور آم کے درخت سرسبزی کی حالت میں لہلاتے دکھائی دیتے تھے۔

پھر قریباً ایک میل کی دوری پر اس نے مجھکو کھجور اور دھان کے کھیتوں کے ذخیرے دکھائے جن کی حالت ویسی ہی زرد تھی۔ حالانکہ ان کے ارد گرد کئی سرسبز کھیت ایسے واقع تھے۔ جن کا اس زمین سے کوئی تعلق نہ تھا اور جو میرے میزبان اور ان کے ہمسایوں کے قبضہ میں تھی۔ یہ عظیم اختلاف کیوں پایا جاتا تھا؟ اس کے متعلق اس نے ایک عجیب قصہ مجھ سے بیان کیا اور ساتھ ہی بتایا کہ گاؤں کی روایات سے اسکی تصدیق ہوتی ہے اس کے بیان سے پایا گیا کہ یہ مکان اور اس کے متعلق اراضی ایک بہت بڑے زمیندار خاندان کی ملکیت تھی جس کی رگوں میں ہندوستانی اور پرتگیزی خون ملا جلا پایا جاتا تھا۔ [illegible]

(بقیہ صفحہ [illegible] پر)

کایا پلٹ

بوڑھے بھی تین شادیاں کر سکتے

بوڑھے گوالے نے جب وید کی راج شری متا گری جی مہاراج کی دی ہوئی دوائی کی چند خوراکیں غلطی سے ایک ہی دفعہ استعمال کر ڈالیں۔ تو اس کی یہ حالت ہوئی اس کا پورا حال بیان کرنے کی تہذیب اجازت نہیں دیتی۔ قصہ مختصر اس بوڑھے گوالے نے تین شادیاں کیں اور ان شادیوں سے یکے بعد دیگرے جیتے جاگتے تندرست اور خوبصورت بچے حاصل کئے یہ خبر آناً فاناً چاروں طرف پھیل گئی۔ راجے مہاراجے نواب وغیرہ طرح طرح کی خوشامد کر کے اس نسخہ کو حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ نواب بہاولپور کے سسر حاجی حیات محمد خاں کی کوششیں بار آور ہوئیں اور بابا جی نے اس عجیب غریب دوائی کا نسخہ ان کو بتا دیا حاجی صاحب موصوف سے یہ نسخہ امرتسر کے موجد کوسی ولوو پنڈت ٹھاکر دت جی شرما کے ہاتھ لگا جنہوں نے اپنے دوا اور نسخوں کے ساتھ اس نسخہ کو اپنے اخبار "دیش اپکارک" میں شائع کر کے اس سے بہتر نسخہ بتانے والے کو ایک ہزار روپیہ نقد انعام دینے کا اعلان کیا۔ اس اعلان کو شائع ہوئے تقریباً سولہ سال گذر چکے ہیں لیکن آج تک کوئی وید حکیم اس انعام کو حاصل کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔ پھر متھرا کے مشہور معروف وید بیہری داس جی نے اس نسخہ کو اپنی کتاب چکتسا چندرادے میں شائع کر دیا جہاں سے لیکر ہم نے اسے تیار کر کے ہزاروں نامردی جریان احتلام وغیرہ کے مایوس مریضوں پر اس کی آزمائش کی اسکے حیرت انگیز کرشمے دیکھ کر خدا کی قدرت یاد آتی ہے۔ چند روز کے استعمال سے ہی اچھے چہروں پر سرخی دوڑنے لگی بھوک حیرت انگیز طور پر بڑھ گئی اور چالیس روز کے مکمل استعمال سے گئے گذرے مریض قابل فخر مرد بن گئے جو صاحب ان موذی امراض کی بدولت زندگی سے تنگ آ گئے ہوں اور دوائیوں سے جن کا اعتقاد بالکل اٹھ چکا ہو وہ مندرجہ ذیل نسخہ بنا کر استعمال کریں

اصل نسخہ حسب ذیل ہے

شنگرف بارہ فولاد ۲ تولہ خالص سنکھیا سفید ایک تولہ۔ خالص کافور ۱ ماشہ ان سب چیزوں کو ۵ گھنٹہ تک گھیکوار کے گودے میں گھوٹ کر مٹی کے کوزہ میں بند کر کے ۵ سیر اپلوں کی آنچ میں پھونکیں ٹھنڈا ہونے پر ایک تولہ گندھک آملہ سار اور ½ رتی اور ½ ۱ ماشہ کافور کے ساتھ تیسری بار ایک تولہ گندھک آملہ سار اور ½ ۱ ماشہ کافور کے ساتھ چوتھی بار ایک تولہ شدہ سنگرف پارہ اور ½ ۱ ماشہ کپور کے ساتھ پھونکیں اسی طرح سولہ آنچ دیکر برابر سیر سوتی ڈالکر لوہے کی کڑاہی میں ڈالیں اور نیچے آنچ دیکر ملا کر ڈالیں بعد ازاں یہ ماکھ پھٹکری ہوا سے اڑا دیں اب یہ مقویات کی سرتاج دوائی پورہ شکتی دا تا تیار ہے خوراک نصف رتی صبح اور نصف رتی شام کو بالائی یا مکھن کے ہمراہ کھا کر اوپر سے دودھ پئیں گرم اور ترش اشیاء سے پرہیز کریں۔

اس دوائی کی تعریف میں متھرا کے بابو بیہری داس جی لکھتے ہیں کہ ایک ہفتہ کے استعمال سے ایک مریض کا وزن چار پونڈ بڑھ گیا اور اسکے چہرہ پر سرخی جھلکنے لگی بھوپال کے وید راج بالکرشن جی شرما نے ۴۰ مریضوں پر استعمال کیا اور امید سے بڑھ کر مفید پایا رتنا کر کے ایڈیٹر آیوروید اچاریہ چھگن لال جی جین نے اپنی مشہور کتاب گرہ چکتسا پر روشنک میں لکھا ہے کہ ہم نے آج تک ایسا تیر بہدف اور مقوی نسخہ نہیں دیکھا۔ رسالہ تحفہ کے ایڈیٹر ویدیہ بھوشن شری شیام بہاری لال جی وید کی رائے ہے کہ اس دوائی کے چالیس دفعہ استعمال کے بعد اسی سال تک بڑھاپا پاس نہیں پھٹکتا۔ ہمارا اپنا تجربہ ہے کہ اسکے سات روزہ استعمال سے جسم میں طاقت دوڑنے لگتی ہے اکیس دن میں چہرہ کندن کی طرح دمکنے لگتا ہے اور چالیس روز کے بعد نامرد بھی مرد ہو جاتا اور مایوس سے مایوس مریض بھی صحیح تندرست ہو جاتا ہے زیادہ تعریف فضول ہے عورتوں کی تمام امراض ہسٹریا۔ جریان الرحم ایام حیض کی خرابی کیلئے یہ دوائی نہایت اکسیر ثابت ہوئی ہے۔ دمہ، ذیابیطس جیسے موذی امراض کیلئے اس سے بہتر دوائی کا دستیاب ہونا بالکل محال ہے ہم نے واضح طور پر اس کا نسخہ اور ترکیب بتا دی ہے جو صاحب کسی وجہ سے اسے خود تیار نہ کر سکیں وہ ہم سے دام کے دام پر منگا لیں چالیس خوراک کی قیمت ۱۰ روپیہ محصول ڈاک علاوہ کر دی جائیگی •

میرے پسندیدہ اشعار

محبت نے ہوئی شبنم کی سحر میں بسنے ۔۔۔ سیاہی جب کہ شمع پھیلا دیا دھواں جگر نے ہے (حضرت نمک میرٹھی)

تیرے محفل میں تیرغ روشن سے جب اٹھی نقاب ۔۔۔ شمع کو بھی دیکھنے والوں نے پروانہ کہا (حضرت نمک میرٹھی)

تیجھے رو تا ہو دیکھا کر لیا دیدار کا وعدہ ۔۔۔ پھر اک بہتے ہوئے پانی پہ بنیاد مکاں رکھ دی (حضرت سیماب اکبر آبادی)

تحفہ کیا ہے تو دل کے ٹکڑوں کو نمکداں میں ۔۔۔ کہاں تک چٹکیاں لے لے چھڑکو گے نمکداں سے (حضرت انجاز پھپھوی)

مرے ڈوب جانے کی وجہ نہ پوچھو ۔۔۔ کہ ساحل سے ٹکرا گیا تھا سفینہ (حضرت حفیظ جالندھری)

مجھ کو بچود نہ سمجھ خوب سمجھتا ہوں میں ۔۔۔ شمع میرے ہی جلانے کو تو ٹھنڈی کر دی (حضرت بچود دہلوی)

سرمست ذوقِ بادۂ طاعت ہزار ہا ۔۔۔ سجدوں کی کیا کمی ہے ترا آستاں رہے (نہ معلوم)

میری ہستی سے تری بزم کا آغاز ہوا ۔۔۔ تو ہی لیکن نہ کبھی پردہ درِ راز ہوا (مضطر میرٹھی)

خیالِ حسن میں یوں زندگی تمام ہوئی ۔۔۔ حسین صبح ہوئی اور حسین شام ہوئی (نہ معلوم)

بس اب تو تم نے محبت کا لے لیا بدلہ ۔۔۔ معاف کرنا جو تکلیفِ انتقام ہوئی (نہ معلوم)

درویشِ فقر کا بھی ہے کیا مرتبہ بلند ۔۔۔ دستِ کرم جھکا مرے دامن کے سامنے (حضرت درویش میرٹھی)

اگرچہ جرم وفا بھی تو مجھ کو یہ بہت دیجئے ۔۔۔ وہ آخر کیا کیا کرتا ہے جو مجبور ہوتا ہے؟ (حضرت ثاقی میرٹھی)

دامن صبر نہ دے ہاتھ سے اپنے غافل ۔۔۔ درد بڑھو جاتا ہے تکلیف میں گھبرانے سے (٭ ٭ ٭)

کسی کی حشر خرامی کا ہائے کیا کہنا ۔۔۔ ہر ایک گام پہ حسرت ہے سر کٹانے کی (٭ ٭ ٭)

ترے پہلو میں بھی اب تو سکوں ملتا نہیں دل کو ۔۔۔ کوئی بجلی کا ٹکڑا ہے جسے میں دل سمجھتا ہوں (٭ ٭ ٭)

حالِ تباہِ عشق میں زخم جگر نہ چھپ سکا ۔۔۔ ضبط کی سعی تھی فضول دامن تار تار ہیں (٭ ٭ ٭)

جو تجھ کو ڈھونڈتا تھا اب خود کو ڈھونڈتا ہو ۔۔۔ یہ حدِ آخری ہے سودائے جستجو کی (٭ ٭ ٭)

سجدے کہاں کہاں کئے ہوش کہاں مجھے عزیز ۔۔۔ سینکڑوں نقش پا ملے حسن کی رہگذار میں (عزیز سیمابی)

عورت میں حسن جوبن

جگ مہوانہ ہو۔ عورتوں کو خوبصورتی چاہیئے۔ صرف لباس اور خوراک ان کی ضروریات پوری نہیں کر سکتے وہ چمک اور بھڑک چاہتی ہیں۔ خواہ اسکے لئے انہیں کسی قسم کی تکلیف و تعب کیوں نہ اٹھانی پڑے۔ عورت میں حسن کا جنون کوئی نئی بات نہیں جس وقت سے تاریخ انسانی بے نقاب ہوتی ہے عورتیں اپنا کثیر وقت سنگار اور حسن بڑھانے پر صرف کرتی دکھائی دیتی ہیں یہ صفت کسی خاص قوم یا ملک کیساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ ہر ملک و قوم کی عورتیں اسکے لئے مختلف طریقے استعمال کرتی تھیں۔ مگر جوں جوں زمانہ گذرتا گیا۔ سائنس نے ترقی کی۔ اور افزائش حسن کیلئے دوائیں اور آلات معلوم ہوتے گئے جن سے بہت سا وقت اور بہت سی تکالیف نکل گئیں پھر آج بھی عورت حسن کیلئے ہر تکلیف برداشت کرنے کو تیار ہے مختلف موقعوں پر عورتوں نے کاربولک اور تیزاب وغیرہ سے اوپری کھال تک کو چھیل ڈالا۔ تاکہ نئی اور خوبصورت کھال برآمد ہو۔ زہریلے لاکھے اور رنگ ہونٹوں پر لگا کر اپنے ہاتھ اور دانت خراب کرلئے

دنیا کے مختلف حصوں میں آج بھی حسن بڑھانے کے تکلیف دہ طریقے رائج ہیں۔ چینی عورتیں اپنے پاؤں چھوٹے اور خوبصورت بنانے کیلئے آج بھی لوہے کے جوتے پہنتی ہیں۔ اور بعض جگہ عورتیں بہت سی ہنسلیاں گردن کو لمبی اور صراحی دار بنانے کے لئے پہنتی ہیں بعض جسم گدواتی ہیں۔ کانوں کی لوئیں چروا کر بالے پہنتی ہیں۔ جو شانوں تک لٹک جاتے ہیں۔ منہ میں چھلے ڈالکر ہونٹ لٹکاتی ہیں اور ناک کان چھدوا کر نتھ۔ بلاق۔ کیل۔ لونگ۔ بالیاں جھمکے۔ پتے کرن پھول۔ بجلی بسنت اور خدا جانے کیا کیا الا بلا استعمال کرتی ہیں

سائنس نے یہاں ہر نوع کی امداد پہنچائی اور حسن پیدا کرنے بڑھانے اور قائم رکھنے کے سینکڑوں ادارے قائم ہوگئے۔ دودھ۔ کیچڑ۔ سورج شعاع وغیرہ کے غسل کھل گئے۔ موم۔ چربی۔ تیل۔ پاوڈر۔ ویسلین اسنو کریم اور اسی قسم کی درجنوں چیزیں بننے اور برتی جانے لگیں۔ یورپ کے مشہور شہروں میں بیوٹی سیلون (Beauty Salon) حسن کی افزائش کے تمام سامان سے اسقدر لیس رہتے ہیں جیسے ہسپتال دواؤں اور آلات سے۔

اب تو ایسے اسکول بھی قائم ہوگئے ہیں۔ جہاں عورتوں کو سنگار اور میک اپ (Make up) اٹھنے بیٹھنے چلنے پھرنے اور دیکھنے تک کی تربیت دی جاتی ہے۔ مسکرانے اور دل لبھانے کو باقاعدہ فن بنا دیا گیا ہے اور اس میں وہ موشگافیاں کی گئی ہیں جنکو سنکر عقل حیران ہوتی ہے۔ عریانی میں سر سے پاؤں تک عورت کو حسین ہونا چاہیئے۔ کوئی چیز ایسی نہ ہو جو منافی حسن سمجھی جائے۔ سر جسم کا سب سے ضروری حصہ ہے بالوں ہی کو لے لیجئے۔ ان کے بنانے کاٹنے اور طرح طرح کے گھونگر ڈالنے کے ہزاروں طریقے ہیں اور اسکو بھی ایک جداگانہ فن سمجھنا چاہیئے۔ چہرہ کا ہر حصہ مخصوص توجہ چاہتا ہے۔ پیشانی بھوویں پلکیں۔ آنکھیں۔ ناک۔ لب۔ گردن سب کو سائنٹفک برتاؤ کی ضرورت ہے۔ کندھا۔ ہاتھ۔ انگلی اور ناخون تک کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ سینہ۔ کمر۔ کولھے اور پیٹ کو بھی خاص طور سے دیکھنا پڑتا ہے یہ حصے عورت کو سخت تکلیف دیتے ہیں۔ اور بھدا بنا دیتے ہیں۔ ٹانگیں بھی ایک قابل توجہ چیز ہیں اور ہر بدن کے لحاظ سے مختلف ساخت کی ٹانگیں ہونی چاہیئیں۔ بدن کے ان حصوں کے علاوہ بھی حسن کیلئے سارے بدن کو مجموعی حیثیت سے دیکھا جاتا ہے۔ حسن کسی ایک خاص عضو میں نہیں ہوتا۔ بلکہ بدن کے تمام اعضا کی موزونیت کا نام حسن ہے موجودہ زمانہ کی فیشن ایبل لڑکی کے لئے پاؤں کے ناخن تک وارنش کے محتاج ہیں۔ قد و قامت اور وزن بھی حسن کی ایک اہم کسوٹی ہیں۔ جب سے دبلی پتلی عورتوں کو عزت اور پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جانے لگا۔ بہت سی عورتوں نے فاقہ کر کرکے جان دیدی، زہریلے مرکبات استعمال کئے۔ جن کے نتائج نہایت ہولناک ثابت ہوئے۔ سائنس یہاں بھی مدد کو آئی۔ جسمانی ورزشیں بتائیں جن سے زائد اور بے کار مٹاپا چھٹ گیا۔

جسم کے بعد پوشاک آتی ہے۔ جو حسن کو چمکاتی ہے۔ کپڑوں میں بھی ہر قسم کے فیشن نکلے اور نکلے آرہے ہیں مگر یہ بہت وسیع موضوع ہے جو یہاں اچھی طرح بیان نہیں کیا جاسکتا۔ سر سے پاؤں تک سینکڑوں قسم کے کپڑے آجاتے ہیں۔

شاید عورتوں نے طے کرلیا ہے کہ موت ہی سر پر کیوں نہ کھڑی ہو بناؤ سنگار نہ چھوڑیں گی جنگ کے بادل [illegible]

ذیابطیس کا شرطیہ علاج

اگر پیشاب میں شکر آتی ہو یا پیشاب بار بار زیادہ مقدار میں آتا ہو یا چربی آتی ہو

تو اس مہلک مرض کا شرطیہ علاج کیجئے۔ انسولین کے ٹیکے نہ لگوائیے اس سے ہمیشہ کیلئے نجات حاصل کیجئے آرام ہونیکے بعد ہر چیز کھائیے کسی قسم کے پرہیز کی قطعی ضرورت نہیں رہتی۔ پوری قوت مردمی آجاتی ہے۔ کاربنکل تک خودبخود خشک ہوجاتا ہے شکر اور چربی کا آنا بالکل بند ہوجاتا ہے۔ ان ڈاکٹروں کو حیرت ہو رہی ہے جو یہ سمجھتے تھے کہ ذیابطیس کا کوئی علاج ہی نہیں اور آج مریض ان کو اپنی صحت کی رپورٹ سناتے ہیں۔ آپ ہزاروں روپیہ اس مرض کے علاج میں صرف کرتے ہیں صرف پندرہ روپئے خرچ کرکے "نیو ڈینبول" سے مکمل صحت حاصل ہوجائے تو کیا مہنگا علاج ہے اور پھر اس پر بھی یہ شرط ہے کہ مریض کو آرام نہ ہو تو ہم سے دوگنی قیمت وصول کرلے۔ مہربانی فرماکر اس دوا کے متعلق یہ گمان دل میں نہ لائیے۔ اپنی صحت کو قیمتی سمجھئے اور ایک بار اس علاج کو آزماکر خوشی اور راحت کے ساتھ زندگی بسر کیجئے اور عمر بھر فاقوں اور پرہیز کی تکلیف سے بچ جائیے۔ قیمت بیس دن کا مکمل کورس پندرہ روپے۔ آرڈر کے ساتھ ریلوے اسٹیشن کا نام ضرور لکھئے اور مرض کی ابتدا سے لیکر اس وقت تک کی رپورٹ آنی ضروری ہے

ملنے کا پتہ:- منیجر اکسیری دواخانہ۔ کلاں محل نمبر ۲۔ دہلی

آپ کو خدا کی قسم۔ ضرور فائدہ اٹھائیے!

ناظرین میں آپکو خدا کو حاضر ناظر جان کر خدا کی قسم کھاکر یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ مندرجہ ذیل تعویذ و نقش بن سنے ہزاروں روپیہ خرچ کرکے اپنی ضرورت کیوقت حاصل کئے تھے انکی کامیابی دیکھکر میں آپکی خدمت میں بلا بخل پیش کر رہا ہوں کہ ان کو آزمائیے اور اپنی مراد پوری کیجئے۔ جن بھائیوں کو میری قسم پہ گذارش پر بھی اعتبار نہ ہو ان کو میں کچھ نہیں کہنا چاہتا صرف خدا پر ایمان رکھنے والوں سے میری گذارش ہے کہ میں چند پیسوں یا روپوں کی خاطر اپنا ایمان نہیں برباد کروںگا جس کسی کا ضمیر مطمئن ہو وہ ضرور مندرجہ ذیل تعویذ و نقش کو آزمائیے۔ ہزاروں کی چیز کوڑیوں کو مل رہی ہے۔ تقدیر کا پاسہ پلٹ جاتا ہے۔ برسوں کے سینہ کے راز کو آج ظاہر رہا ہوں۔

قسمت کا موتی رات کو سوتے وقت اپنے سرہانے رکھنے سے خواب میں بشارت ہوجاتی ہے۔ کہ اس کام میں کامیابی ہوگی یا نہیں۔ اور یہ کہ اس کا اثر کیا ہوگا اور کیونکر کامیابی ہوگی بالکل سچا جواب مل جاتا ہے۔ اس کا عامل جس نے سورج کے عکس میں رکھکر اس عمل کو یاد کیا ہے۔ ہدیہ ایک روپیہ علاوہ محصول ڈاک۔

دولت کی کنجی یہ ایک تعویذ ہے جس کو روپیہ پیسہ میں رکھدینے سے اسقدر ترقی ہوتی ہے۔ کہ خدا کی شان دکھائی دیتی ہے غریب مفلسی دور ہوکر سامان ہوجاتے ہیں اور تعجب ہوتا ہے کہ کیونکر اتنی جلدی دولت مل گئی۔ نوکری کی صورت میں اسکو افسر کے سامنے جیب میں رکھکر جائے تو وہ اسقدر مہربان ہوجاتا ہے۔ کہ قدرت کا کرشمہ دکھائی دیتا ہے اور اسکے دل میں خود بخود اپنے ماتحت کی ترقی کا خیال دامنگیر ہوجاتا ہے۔ ہدیہ سوا روپیہ

محبت کی ڈوری فقیروں نے بڑی بڑی محنتیں کرکے ایسی چیزیں حاصل کی ہیں یہ بھی عامل شاہ صاحب کا عطیہ ہے جس کی محبت ہو یا کسی کو اپنے دام میں پھنسانا اور بے دام غلام بنانا ہو اس سے شادی کی تمنا ہو تو محبت کی ڈوری کو اپنے گلے میں ڈال لیجئے اور جس جگہ آپکا مطلوب ہو وہاں سے تسبیح پڑھ کر وہاں تک رسائی نہ ہوسکے تو اس ڈوری کو اپنے محبوب کے در پر یا اسکے ہاتھوں تک پہنچا دیجئے بس گھر بیٹھے اس کی تڑپ کا تماشہ دیکھئے۔ وہ کھینچ کر آپ تک پہنچیگا۔ ہدیہ ڈھائی روپے (عام) مندرجہ بالا تینوں عملیات میں اگر ناکامی کی صورت ہو تو قیمت واپس دیجئے۔ تمام نقش و تعویذ ذریعہ وی پی کے بھیجے جاتے ہیں۔ محصول ڈاک ہر ایک کا ذمہ خریدار ہوگا۔

مرکزی ٹریڈ ایجنسی دریا گنج نمبر ۱۲ دہلی

ہیں مگر عورت اپنے بناؤ سنگھار میں مشغول ہے۔ موجودہ عورت بہت قیمتی شے ہے بہت کم شوہر ایسے خوش نصیب ہونگے جو بیوی کے ان نمائشی مصارف کو برداشت کر سکیں۔ عورت کے سنگار اور صنعتی دنیا میں ایک گہرا تعلق ہے۔ اس کے رخسار کا غازہ۔ اس کی پوشاک کے حریر اور کمخواب۔ اس کے زیور کی لڑیاں صنعت و حرفت کے ایک بڑے جزو کو جکڑے ہوئے ہیں۔ اگر آج ان چیزوں کی مانگ نہ رہے۔ تو لاکھوں لوگ بیکار ہو جائیں اور کروڑوں روپے جو صنعت و تجارت میں لگا ہوا ہے برباد ہو جائیں۔

دنیا کو کیسے ہی عظیم انقلابات سے دوچار ہونا پڑے لیکن عورت کے سر سے حسن بڑھانے کا سودا نہیں جا سکتا۔ یہ فطری ہے اور اس وقت تک عورت سے جدا نہ ہوگا۔ جب تک وہ عورت ہے اور اس میں نسوانیت ہے۔ جرمنی میں نازیوں نے اس ناممکن کو ممکن بنانے کی کوشش کی مگر آخر ناکامی کا منہ دیکھا! جرمن عورتوں پر بناؤ سنگار، سینٹ پاؤڈر، ریشمی پوشاک، سنہرے زیور اونچی ایڑی کے جوتے لپ اسٹک وغیرہ کو برتنے کا امتناع آسان نہ تھا۔ جرمن وزیر گوئبلز کی خوبصورت بیوی اس حکمہ امتناع کی انچارج تھی تاکہ وہ عورتوں کو قدیم مسلک پر لا ڈالے اور انہیں گھر گرہستی کے قلعہ کی جانب رہبری کرے کہ انہیں صحت مند بچوں کی ماں بنا سکھائے۔ جو جرمنی کے لئے سپاہی ہوں۔ مگر یہ اسکیم تین ہی ماہ بعد ٹوٹ گئی اور محکمہ ناکامی کی نذر ہوا۔ برطانیہ نے اس قسم کی پابندی رائج نہ کی کیونکہ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ یہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔

ہندوستان کی عورتیں بھی اس راستے میں قدرتاً کسی سے پیچھے نہیں نہ رہیں اور نہ رہینگی۔ زمانہ قدیم میں سرمہ، غازہ، ابٹن، مسی، سیندور، افشاں اور حنا کا رواج تھا۔ زیورات پہنے جاتے تھے اور مشاطہ کا وجود ایک لازمہ تھا۔ تو آج بھی زمانہ کے رخ کے ساتھ ساتھ ہماری ہندوستانی عورت مغربی وضع اور فیشنوں کو ہاتھوں ہاتھ لے رہی ہے اور اپنے چہرے کو مغرب کے غازوں اور روغنوں سے رنگنے میں ممتاز ہے۔

(جادو کی آڑ میں جرائم کی گرم بازاری صفحہ نمبر ۴۳۱ سے آگے) پیشتر جو شخص اس خاندان کا سرگروہ تھا وہ اپنے مزارعین کے ساتھ بڑی سختی اور وحشیانہ پن کا سلوک کیا کرتا تھا۔ گاؤں کے لوگ اس کے مظالم سے تنگ آگئے اور انجام کار ایک جادوگر کے پاس پہنچے جس نے اس قسم کے الفاظ میں اس خاندان کو بددعا دی کہ مالک اپنے ہاتھ سے اپنی جان ضائع کرلے۔ اس کے جانشینوں میں سے کوئی اقبال مند نہ ہو۔ ان کی اپنی اور بیچی ہوئی زمین کبھی نہ پھولے پھلے اور ایک سو سال کے عرصہ میں اس خاندان کے لوگ مفلس اور جنونی ہو کر مر جائیں اور اس کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے۔

ناظرین کو اختیار ہے کہ وہ بددعا کے اثر کے متعلق جو رائے ان کا جی چاہے قائم کرلیں لیکن چشم دید حال یہ ہے کہ ۱۹۲۳ء میں اسی خاندان کی واحد یادگار ایک کمزور دل و دماغ کی بڑھی عورت اور اس کا نیم جنونی بیٹا یہی دو ہستیاں تھیں جن کی زندگی انتہائی نکبت اور فلاکت میں بسر ہوتی تھی اور ان کی اپنی زمین نیز وہ قطعات اراضی جو پچھلی دو نسلوں کے عرصہ میں اس خاندان کے لوگوں نے فروخت کئے سرسبز کھیتوں کے وسط میں بالکل بنجر اور تباہ حال پڑے تھے۔ اور بظاہر ان کی اس بری حالت کی کوئی وجہ نظر نہ آتی تھی۔ (باقی آئندہ)

پینتالیسواں خط

دم لیا تھا نہ قیامت نے ہنوز
پھر ترا وقتِ سفر یاد آیا

جانِ آرزو!

تم جانے کے لئے کیوں آئے تھے؟ کاش! تم بجلی کی چمک بن کر نہ آتے کہ دیکھنے والی آنکھیں ملتے ہی رہ گئے اور تم نگاہوں سے اوجھل! ہاں! میں نے تم کو بلایا تھا اور اصرار کر کے بلایا تھا، تمہاری منت کی تھی، سماجت کی تھی، اور ہر دعوت نامہ میں اپنے دل کی تیز سے تیز دھڑکن کو جذب کر دیا تھا۔ میرا یہی اصرار، گذارش اور دعوت تمہاری تشریف آوری کا باعث ہوئی، جس کے لئے میں سراپا شکریہ بن کر رہ گئی ہوں۔ یہ تمہاری [illegible] تم گئے آئے تو میں تمہارا کیا [illegible] میں تو ہر طرح مجبور اور شکستہ پا ہوں، اور صرف تمہاری [illegible] توجہ کے سہارے جی رہی ہوں۔

[illegible] یہاں رہے ایسا محسوس ہوتا تھا۔ جیسے کونین کی تمام مسرتیں سمٹ کر میرے "کلبۂ احزاں" اور "سیہ خانہ" میں آ گئی ہیں۔ سورج کب نکلا، دوپہر کب ہوئی، شام کس طرح آئی، تارے کب جھلملائے — مجھے تمہاری موجودگی میں روز و شب کی ان گردشوں کا ذرا بھی ہوش نہیں رہا — تم — ہاں! — تم میرے سامنے تھے، مجھے پھر اور کیا چاہئے تھا۔ میں صبح کے طلوع کو کیوں دیکھتی جبکہ تمہارا حسین چہرہ نظروں کے سامنے تھا، شام کا سہانا اندھیرا مجھے اپنی طرف کس طرح متوجہ کرتا جبکہ تمہارے بکھرے ہوئے بال، دعوتِ نظارہ دے رہے تھے۔ شام و سحر کی دلکشی اپنی جگہ مسلم! مگر تمہارے زلف و رخسار کی [illegible] بہت حسین ہے، انتہائی روشن اور منور! [illegible] اس بیچاری کو کہاں نصیب! اور [illegible] اور ایک [illegible] کے ساتھ [illegible] تو [illegible] مسکراہٹ کا انداز پہلی مسکراہٹ سے جدا [illegible] تھے [illegible] کے افسانے سنتے ہو۔

کاش! مصوروں کے قلم اور فوٹوگرافروں کے کیمرے تمہاری حسین مسکراہٹوں کو محفوظ کر سکتے! شاعر نے شاید تمہاری مسکراہٹ ہی کو موضوع بنا کر کہا تھا کہ:—

جتنا روشن ترا تبسم ہے
اتنی روشن سحر نہیں ہوتی

تمہاری مسکراہٹوں کے نقوش در و دیوار پر آج تک جگمگا رہے ہیں، اور مکان کا ذرہ ذرہ ابھی تک تمہاری محبت اور جلوہ آرائیوں کے خواب دیکھ رہا ہے۔

تمہاری سادگی اور گھبراہٹ، مجھے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ عزیز ہے، تم گھبراتے نہیں ہو، لوگوں پر جادو کرتے ہو۔ ایسا جادو جس کا کوئی توڑ نہیں! یہ تمہاری گھبراہٹ کیا فطری ہے؟ یا تم نے اس طرح گھبرانے کی مشق کی ہے، میں نے بہت سے آدمیوں کی گھبراہٹیں دیکھی ہیں، مگر تمہاری گھبراہٹ تو دلکشیوں کی ایک کتاب ہے کہ مسلسل پڑھتے رہیے اور پھر لطف یہ کہ ہر دوسرا ورق، پہلے ورق سے زیادہ دلچسپ اور کیف انگیز!

قدرت نے تم کو سراپا شعر و فسانہ بنا کر دنیا میں بھیجا ہے، تمہاری زندگی تو سرتاقدم "رومان" ہی رومان ہے۔ میرا خیال بلکہ یقین ہے کہ تم اپنی خوبیوں سے خود بھی واقف ہو؟ یہ احساس کمال "وقوفِ محاسن" دوسروں کے لئے بڑا خطرناک ہوتا ہے۔ تم اپنی ہر ادا کو دل لگی اور تفریح سمجھتے ہو، لیکن تم کو کیا معلوم کہ دوسروں پر اس دل لگی کا کتنا شدید اثر ہوتا ہے۔ جانتے ہو، بجلی کے تار [illegible] ذرا چھو جانے سے بدن کی تمام رگوں کی جان کھنچنے لگتی ہے [illegible] بجلی، تانبے کے تار کی بجلی سے بہت زیادہ [illegible]
تمہاری آنکھیں جتنی زیادہ حسین اور [illegible] زیادہ فریب آمیز ہیں! تم [illegible] نہیں ہو، پہلے [illegible] باتیں کرتے ہو، ایسی باتیں جن [illegible]

[illegible] سے خواہ جان کیا [illegible] ہو
[illegible] باتیں [illegible] ہیں، اور پھر قیامت یہ ہے کہ
[illegible] کے واسطے سب کچھ قیامت ڈھانے کے بعد کہتے
[illegible] ایک بات ہے کہ مجھے تو کچھ خبر نہیں ہے، میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا
[illegible] گناہ [illegible] کی یہ ہی اچھی مثال ہے۔ تمہارا "عذرِ گناہ" خواہ
کتنا ہی حسین اور دلکش کیوں نہ ہو، مگر تم ایسی باتیں کر کے الزام سے
بچ نہیں سکتے — خوبصورت الفاظ بہتے ہوئے زخم کے خون کو روک
نہیں سکتے، دلیلوں اور فلسفیانہ باتوں سے ٹوٹا ہوا دل جُڑ نہیں سکتا
الفاظ اور جذبات دو الگ الگ چیزیں ہیں، جذبات کی تسکین،
جذبات ہی سے ہو سکتی ہے۔ موتی کی آب کتنی ہی چمکیلی اور قیمتی کیوں
نہ ہو، لیکن اس سے پیاس نہیں بجھ سکتی۔

تمہیں اگر معلوم نہیں ہے تو اب معلوم ہو جانا چاہیئے کہ تمہاری آنکھیں
لوگوں کی ہمتیں بڑھاتی ہیں، دوسروں کے جذبات کو پیام دیتی ہیں،
ایسی باتیں کہتی ہیں جن کا تعلق دلوں کی گہرائیوں سے ہوتا ہے۔ آدمی تو
آرزوؤں کا نام ہے، آرزو کے پیدا ہوتے ہی آدمی کی توجہات کا رُخ
بدل جاتا ہے، تو تمہاری آنکھیں آرزوئیں پیدا کرتی ہیں ہمتیں بڑھاتی
ہیں، تمناؤں کو پیام دیتی ہیں —— اب تم ہی دل پہ ہاتھ رکھ کر فیصلہ کرو
کہ اتنا سب کچھ کر دینے کے بعد، کسی سے بے تعلق ہو جانا، کتنا سنگین جرم
اور خوفناک گناہ ہے۔ نہ معلوم تم نے کس کس کی ہمتیں بڑھا کے تباہ کیا ہے

مگر یہ دھیان رہے!

یہاں تو عشق کو خود ہی تری ضرورت ہے،
وہ اور ہونگے جنہیں مسکرا کے لوٹ لیا

میں لٹنے سے نہیں گھبراتی، اور گھبراؤں کیا جبکہ میں لُٹ چکی! لیکن میرا
"لُٹنا" بے مقصد نہیں ہے، میں نے صرف تفریح اور دل لگی کے لئے اپنی
"غارتگری" اور "بربادی" کو قبول نہیں کیا۔ تم اپنی ذمہ داریوں سے آسانی
کے ساتھ دامن بچا نہیں سکتے۔ محبت میں سوداگری یقیناً حرام ہے،
لیکن محبت ضرور کوئی مقصد رکھتی ہے، اس کا کوئی نہ کوئی مفہوم ضرور
ہے۔ تم اپنے فرائض کو یقیناً پہچانتے ہو، تمہیں سب کچھ معلوم ہے کہ
تمہیں کیا کرنا چاہیئے؟ تم تسکین و اضطراب کے دونوں پہلوؤں سے
باخبر ہو! کاش تمہارا "علم" "عمل" بن سکتا، اور کسی طرح تمہارے
دماغ اور دل میں موافقت ہو سکتی۔
[illegible] "بنا کر چلے گئے، تمہارے نغمے ابتک فضا

[illegible]
مرتعش بنا رہی ہے۔ سائنس کے ماہرین کہتے ہیں کہ [illegible]
بھی ضائع نہیں ہوتی، ہر [illegible] آواز کو محفوظ کر لیتی ہے [illegible] اگر
سائنس والوں کا کہنا صحیح ہے تو تمہاری آواز کے کتنے بہت سے ٹکڑے
ہمارے یہاں کی فضا نے جذب کر لئے ہوں گے کاش تمہاری آواز کی
طرح، مجھے بھی فضا اپنے اندر جذب کر لیتی! میں اپنی زندگی کی دشمن
نہیں ہوں لیکن میری زندگی کا تم اور صرف تم "مدعا" ہو، میری
یہی تمنا ہے کہ میری زندگی کسی طرح تمہارے کام آ سکے، اور شکر ہے
کہ تمہارا غم، تمہاری نمائندگی کر رہا ہے، تمہارے غم کا شکریہ کس
زبان سے ادا کروں کہ —

بیکسی میں بھی آسرے جاتا ہے،

میں تو سمجھتی تھی کہ اس بیکسی میں دنیا کی کوئی چیز میرا ساتھ نہ دے سکے گی،
مگر تمہارا غم، اس حالت میں بھی مجھ سے نباہ کر رہا ہے، تمہارا غم
تم سے زیادہ "بیکس نواز" ہے!
تمہارے جانے کے بعد مجھ پر سچ مچ قیامت گزر گئی! بادلوں نے بھی
میری سوگوار آنکھوں کی اشکباری کا ساتھ دیا، بادل برس کر کھل گیا،
مگر میری پلکیں اب بھی نم آلود ہیں۔ بادلوں کی رفاقت کا بہرحال
شکریہ! آنکھیں روتے روتے سوج گئی ہیں، مگر دل کی سوزش
کم نہیں ہوئی، دل میں آتا ہے کہ دل و جگر کا تمام خون آنکھوں کی راہ
سے بہا دوں، کاش میری اتنی سی تمنا ہی پوری ہو سکتی۔
تم کو گئے ہوئے کئی دن ہو گئے، مگر تمہاری مہک در و دیوار میں اس طرح
بسی ہوئی ہے، جیسے تم یہیں موجود ہو، تمہارے بستر اور چادر کی
شکنیں ابھی تک گرم ہیں۔ مجھے ہر بار ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تم
غزل سنانے کے لئے، کرسی پر سنبھل کر بیٹھ رہے ہو، اور دو انگلیوں
میں گرہیں لگاتے ہوئے سوچ رہے ہو کہ کونسی غزل سنانی چاہیئے
تم نے ایک مرتبہ میری نگاہوں کو اپنی محفل کا "راز" بنا دیا، جہاں تم ہر وقت
چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، گنگناتے اور مسکراتے نظر آتے تھے۔

اے خیالِ یار تیرا شکریہ!

اس مرتبہ میں نے تمہاری نصیحت پر پوری طرح عمل کیا، میں دیر تک
مسکراتی رہی، حالانکہ جدائی کے تصور سے دل پہلے سے [illegible]
ہاں! ایک دن دوپہر کو بے اختیاری کے عالم میں چند آنسو نکل گئے
تھے، اس وقت تمہاری مسکراہٹ کا عالم [illegible]"
تم تھوڑے سے خفا بھی ہوئے تھے! آخر تم کسی کو رونے دیتے ہی

[illegible] سے آزاد ہو کر وہ داستانیں جو ظلم توڑ کر وہ آنسو فریاد،
کہہ رہا تھا، داستان وحشت کے پہلے ابواب ہیں تو [illegible] تم کو
گریہ آنسوؤں کی [illegible] ناپسند ہے تو پھر ان کو تبسم اور شادمانی
میں [illegible] بدل دیتے۔ میری خوشی صرف تمہاری خوشی پر منحصر ہے
تم چاہو تو مجھے ہمیشہ کے لئے خوش رکھ سکتے ہو۔ میں تمہاری مسرت
کی دنیا سے، سکون و راحت کی بھیک مانگتی ہوں، تمہاری مسکراہٹیں
تم کو مبارک! میں تو تمہاری مسکراہٹوں کی چند پرچھائیاں تم سے
لینا چاہتی ہوں، میرا مستقبل تو ان پرچھائیوں ہی سے بہت کچھ
روشن ہو سکتا ہے۔

اے کاش! وفا کی تجھے توفیق خدا دے

مشہور فلسفی "خلیل جبران" نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ایک شخص جھولیوں میں موتی لئے ہوئے کھڑا تھا اور کہہ رہا تھا کہ کوئی ان سچے موتیوں کے بدلے تھوڑا سا سکون مجھے دیدے، بازار میں سینکڑوں انسان گزر رہے تھے، مگر ایک ہاتھ بھی موتی لینے کے لئے نہ بڑھا۔ تو میں بھی سکون چاہتی ہوں، میرا دامن زر و جواہر سے خالی ہے لیکن خلوص محبت کی جو دولت دنیا میں کسی [illegible] نہیں ہے، میں تم سے خلوص و محبت کے بدلے تھوڑے سے سکون کی بھیک مانگتی ہوں، تم اس کے جواب میں تمہاری [illegible] رہتے ہوئے بھی سکون بخش سکتے ہو۔
جانتی ہوں کہ اس کے جواب میں لمبا چوڑا خط لکھو گے، لیکن ادھوری کہی ہوئی بات کو میں پھر دہراتی ہوں کہ صرف الفاظ سے تسکین نہیں ہو سکتی۔ دل کی آگ الفاظ کے چھینٹوں سے نہیں بجھ سکتی۔
نہ معلوم عالم بے تابی میں کیا کیا لکھ گئی! کوئی بات ناگوار خاطر ہو تو معاف کر دینا، میں جب تم کو خط لکھنے بیٹھتی ہوں تو یقین جانو، تن بدن کا ہوش نہیں رہتا، جو دل لکھواتا ہے، قلم لکھتا چلا جاتا ہے، میں تم کو کبھی سوچ کر اور غور کر کے خط نہیں لکھتی، اور الفاظ کی ترتیب و نشست اور مفہوم کی نزاکت کا بالکل احساس نہیں رہتا۔
ایک ضروری کام کرنا ہے، اس لئے تم سے رخصت ہوتی ہوں، ہاں رخصت ہونے سے قبل تمہارے اس شبہ کو تو رفع کر دوں کہ مجھے کونسا ایسا ضروری کام کرنا ہے کہ تمہارے نام کے خط کو لکھتے لکھتے ختم کیا جا رہا ہے؟ لو سنو! اب میں تمہاری تصویر پر گلاب کی پتیاں نذر چڑھاؤں گی، گلاب کی پتیوں کے جھرمٹ میں تمہاری تصویر کتنی بھلی معلوم ہوتی ہے — تمہاری تصویر اٹھا چکی ہوں، اور محبت کا فرض اپنی طرف کھینچ رہا ہے، اچھا اب پھر ملوں گی —!

۴۶ چھیالیسواں خط

[illegible] دل سلام!
محبت نامے نے نوازا۔ تم نے ایک ایک لفظ میں دل کی دھڑکنوں کو جذب کر دیا ہے، جیسے میں وجدان کے کانوں سے سن رہا ہوں۔
تم خط نہیں لکھتیں، بے تابیوں کی تصویریں کھینچتی ہو۔ ایسی تصویریں جن میں تمہارے دل کا سوز، الفاظ و معنی بن کر گھل مل گیا ہے۔
خوشی کے دن کتنے گریز پا ہوتے ہیں! چند دن پلک جھپکاتے گزر گئے، میں نے مسرتوں کا ایک خواب دیکھا تھا، جس کی تعبیر تلخی اور بے چینی کی صورت میں دیکھ رہا ہوں۔ اگر میرے بس کی بات ہوتی تو اس وقت جبکہ تم مجھ سے اتنی قریب بیٹھی ہوئی تھیں کہ [illegible] میں اچھی طرح محسوس کر رہا تھا، زمین و آسمان [illegible] رک جاتا اور ہماری زندگی میں ہجر و بے قراری کی [illegible]۔
[illegible] میرے سامنے تھیں، مجھ سے باتیں کر رہی تھیں بے تکلفی کے ساتھ! وہ مسرت آگیں دن کہیں بھی بھول سکتے ہیں۔ میرا یقین ہے کہ دنیا کا کوئی انقلاب ان رنگین ساعتوں کی یاد کو دل سے محو نہیں کر سکتا۔ زمانہ کا کیا بگڑ جاتا، دنیا کی مسرتوں میں کونسا گھاٹا آجاتا، اگر ہماری مسرتیں اسی نقطہ پر ٹھہر جاتیں، جب تم مسکرا کر، میری طرف دیکھتے ہوئے، یہ شعر گنگنا رہی تھیں

گھٹا چھائی ہے ہر موج ہوا گلبار ہے ساقی
اٹھا ساغر کہ دنیا ہوش سے بیزار ہے ساقی

لیکن یہ دنیا دو دلوں کی یکجائی کو پسند نہیں کرتی، اسے تو تڑپانے اور بے چین کرنے میں لطف آتا ہے۔ زمانہ کا "عمل" اور "ردعمل" (Re-action) سے عبارت ہے، مسکراہٹوں کا دامن آنسوؤں سے بندھا ہے، اور مسرتیں غم و الم سے ربط مسلسل رکھتی ہیں، مسلسل خوشی، دوامی مسرت، پیہم سکوت و راحت اس دنیا میں ناپید ہے —!

(بقیہ صفحہ [illegible])

[illegible]

[illegible] ساحل و دریا [illegible]

[illegible] شراب کا [illegible] نے را

[illegible] کو زندگی [illegible] سنسل ! یہ تم کے بعد

[illegible] اور پھر [illegible] بھی جا نگداز ہے قدرت

[illegible] تعناد اور اٹ

[illegible] ہے ہم ہر چیز کو اپنے ذاتی نفع و

[illegible] سے دیکھتے ہیں اور جو چیز ہم کو اپنے مفاد کے

[illegible] ہے اس پر مصیبت ملتی کا لفظ لگا دیتے ہیں۔

[illegible] نے پھر فلسفیانہ گفتگو شروع کر دی

[illegible] اور

[illegible] بات ہیں بات نکال کر محبت کے طول سے طویل تر

[illegible]

[illegible] ملاقات کی ایک ایک بات میرے دل پر نقش ہے۔

[illegible] دل پکیف و مسرت بن کر چھائی

[illegible] تمہاری فلسفیانہ تنقید اور

[illegible] مجھے اب تک یہ بوش کہے

[illegible] وقت میرے دل کی دھڑکن جب

[illegible] میرے دل پر طاری تھا۔ میں اُس وقت

[illegible] راہ ہے زندگی اور

[illegible] ہے۔ میں نے جب تمہاری طرف

[illegible] لیکن [illegible]

[illegible]

[illegible] تمہاری بے تابانہ محبت کا جواب کس طرح دوں۔

تیری آنکھوں کے پیالے [illegible]

میں تمہاری حالت سے ناواقف [illegible]

طرح تمہاری بے تابی کا اندازہ لگا یا تھا [illegible] تمہارے چہرے سے

تمہارے جذبات کے آثار چڑھاؤ کو پڑھ جاتا تم مسکرا کر حالِ دل

چھپانے کی کوشش کر رہی تھیں، مگر دل کی خلش رخساروں کی سرخی

پر جذبات کا ہلکا سا سایہ بن کر چھائی جاتی تھی، اور تم گھبرا کر [illegible]

میں کس طرح تمہیں یقین دلاؤں [illegible]

زیادہ متاثر ہوں، مجھے بھی کوئی نامعلوم خلش بے چین رکھتی ہے اور

میں بھی کشمکشِ دل کے ہاتھوں بہت [illegible] ہوں۔ اس میں

شک نہیں کہ مرد کا غم دنیا کی بہت سی مصروفیتوں میں [illegible]

ہے، اور "عورت" کے جی کی سدا ایک ہی حالت رہی ہے۔ لیکن

کے غلط ہونے اور مٹنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے، بلکہ غم [illegible]

کے بعد، غم کا احساس اور زیادہ شدید ہوتا ہے۔

تمہاری محبت کی میرے دل میں بہت زیادہ قدر ہے، تم مجھے بہت [illegible]

میں تم کو غمناک اور متفکر دیکھنا نہیں چاہتا۔ کاش! میں تم کو

شادماں بنا سکتا۔ اس مسئلہ کا حل اب مستقبل کے ہاتھوں میں ہے

کون کہہ سکتا ہے کہ مستقبل میں کیا ہوگا؟

اس خط کا جواب فوراً جلد دینا، میں منتظر رہوں گا۔ اس [illegible]

الفاظ قلم سے ٹپک رہے ہیں، مینہ کی پھواریں [illegible]

کو غمناک بنا رہی ہیں، شاید یہ بھی تم کو [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] ایک بھاری [illegible] آن [illegible] ہو گئے۔ [illegible]

[illegible] چنانچہ شہرت [illegible]

[illegible] متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ آخر [illegible]

[illegible] دل ہی دل میں اپنی حماقت پر پچھتانے لگا۔ مگر جوں ہی کہ میں نے [illegible]

[illegible] نظر اٹھا کر میری جانب دیکھا تو میں [illegible]

[illegible] معلوم ہوتے ہو طبیعت کیسی ہے؟ یہ الفاظ مجھ پر جادو کی طرح [illegible]

[illegible] شفقت سے مجھے [illegible] بیٹا فکر [illegible] ہو سکتا ہے اس سے [illegible]

[illegible] مجھے تسلی دیتے ہوئے نہایت شفقت سے مجھے ایک نسخہ تجویز کر کے دیا جس [illegible]

[illegible] ۵ تولہ، اصلی [illegible] سلاجیت ۵ تولہ، اصلی [illegible]

[illegible] ان سب ادویات کو کوٹ چھان کر کھرل میں ڈال اوپر سے [illegible] پھر [illegible]

[illegible] برابر گولیاں بنا کر سایہ میں سکھا لیں۔ بس دوائی تیار ہے۔

[illegible] ایک گولی شام [illegible] دودھ میں شکر [illegible] کھائیں۔ اس دوا کے [illegible]

[illegible] مدت گزر گئی ہے۔ پھر کوئی شکایت نہیں ہوئی۔ اس [illegible]

[illegible] سے میں نسخہ بنا کر [illegible] کے لوگوں کو [illegible] دام پر [illegible]

[illegible] ان لوگوں نے جن کو اس دوا سے فائدہ ہوا میری توجہ اس طرف [illegible]

[illegible] تندرستی ہو گی تو رفاہ عام کیلئے اس کو اخبارات میں مشتہر کر دوں [illegible]

[illegible] سے فائدہ اٹھا سکیں۔ [illegible] نسخہ [illegible] درج کر دیا گیا ہے۔ [illegible]

[illegible] کی طرح دھات کا خارج ہونا۔ پاخانہ کے وقت دھات کا [illegible]

[illegible] طاقت کم ہو جانا وغیرہ [illegible]

[illegible]

[illegible]

بجلی کا موسمی نقشہ

نیو یارک میں موسم کی کیفیت دریافت کرنے کا یہ برقی موسمی نقشہ ایجاد کیا گیا ہے۔ اس پر نگاہ ڈالتے ہی ہوائی بندرگاہوں کے موسم کا حال معلوم ہو جاتا ہے۔ نقشہ میں ہر بندرگاہ کے لئے ایک قمقمہ ہے۔ جس کا رنگ موسم کی حالت ظاہر کرتا ہے یہ ایک لیمپ کے ذریعہ بدلتا رہتا ہے۔ ہرا رنگ بہتر موسم ظاہر کرتا ہے۔ سفید رنگ سے معلوم ہوتا ہے کہ بندرگاہ پر مشین کی مدد سے اترنا ممکن ہے اور سرخ رنگ ایسی خرابی ظاہر کرتا ہے جس میں جہاز کا اترنا مناسب نہیں۔

مصنوعی گرہن

حال ہی میں [illegible] تین توپ کی شکل کا ایک فلکی آلہ تیار کیا گیا ہے جو گرمیوں کے موسم میں دنیا کی [illegible] رصدگاہ میں نصب کیا جائیگا۔ اس [illegible]

[illegible]



... جوانی کی کرنیں تمہارے جسم میں پھوٹنے لگیں اور بے معنوں میں
... ان ... ہو۔ تو بڑھاپا جوانی میں بدلنا شروع ہو جائے تو
... پنڈت ٹھاکر دت جی شرما ویدیہ موجد امرت دھارا اور دوسری
کی تیار کردہ

کرن جوانی

کو استعمال کرو اور دوسرے ہزاروں اشخاص کی مانند آپ بھی فائدہ اٹھاؤ!

چند خطوط کا خلاصہ ضرور پڑھیئے

... صاحب! میں نے دو عدد شیشی ... جنوری میں آپ سے ... اس دوائی کے استعمال سے ... انگریزی ... ادویات ... زیادہ ... کرن جوانی کے مقابلہ میں ... کرن جوانی کے استعمال سے ... خوب ہضم ہونے لگی ... ہر وقت چستی اور ... میرے دوست حیران ... میں یکدم کیسے تبدیلی ہوگئی ہیں ... یہ کہوں گا۔ کہ کرن جوانی ... کارخانہ کی ایک لاجواب اور

فخریہ ہمہ صفت موصوف دوا ہے۔
(چوہدری محمد سعید میس کرک مردان چھاؤنی)
مہربان پنڈت جی! ... کرن جوانی کی تین ہزار گولیاں آپ کے یہاں سے منگوائی تھیں جو لوگوں کو لابھ کر رہی ہیں اور آگے ... لابھ کی آشا ہے۔ ابھی میرے پاس سٹاک میں ... گولیاں ہیں۔ ایک ہفتہ تک پھر منگوا دوں گا۔
(ویدراج پنڈت ... کرشن شرما (مالک جیون رسائن کاریالیہ بھوپال)
جناب بندہ! میں نے کرن جوانی استعمال کی نہایت ہی مفید و بااثر چیز ہے۔
(اصغر ... بمبئی)
مہربان جی! ایسے آپ سے گولیاں کرن جوانی

منگوائیں جو نہایت اچھی ثابت ہوئیں کئی آدمیوں کو مفت تقسیم کر دی تھیں ایک شیشی ... بھیجدیں۔
(چوہدری ... راولپنڈی)
مکرم بندہ تسلیم! بندہ نے دو شیشی آپ کے کارخانہ سے کرن جوانی کی منگوا کر استعمال کی ہیں۔ انشاءاللہ بہت فائدہ ہوا ... چیز ہے۔ کئی عوارض جسمانی و دماغی کے لئے تیر بہدف ثابت ہوئی ہے۔
(محمد ... حسین ... راولپنڈی)
جناب من تسلیم! میں نے جو کرن جوانی کی گولیاں آپ سے منگوائی تھیں۔ درحقیقت انہوں نے بہت ہی فائدہ کیا

جو شکایات ... سب دور ہوگئیں ... سینکڑوں ادویات ... کرنے کے بعد آپ کی کرن جوانی ... کام کیا۔ اب ... اس وقت ... ضرورت ہوگی۔ آپ سے طلب کیا کرے گی۔
(شیخ ...)
جناب ... تسلیم! آپ سے جو کرن جوانی ... منگوائی تھی۔ وہ ... گرائی ہے۔ اس سے بہت ... ہے۔ اس سے ... مستقل ہے۔
(پروپرائٹر رام ... داس حکیم)

... جوانی ... غور و خوض کے بعد یہ ایک نئی اکسیر تیار کی ہے۔ جو کہ جسمانی ان غدود جن کے رسوں سے جوانی قائم رہتی ہے ... اثر کرتی ہے۔ اور جانداروں کے غدود کھانے کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس کے کھانے سے دل۔ دماغ۔ معدہ۔ جگر ... آنت اور باہ پر اچھا اثر ہونے لگتا ہے۔ دن بدن دماغ روشن ہوتا جاتا ہے۔ دل میں خوشی و امنگ بڑھتی ہے۔ جگر صاف ہو کر ... سرخ ہونے لگتا ہے۔ نزلہ۔ زکام۔ کھانسی دور ہونے لگتی ہے۔ بھوک بڑھتی ہے۔ کھایا پیا ہضم ہوتا ہے۔ پاخانہ صاف ہوتا ہے ... وغیرہ دور ہوکر باہ بڑھنے لگتی ہے۔ سرعت دور ہوکر قدرتی امساک پیدا ہوتا ہے۔ اور بڑھاپے میں جوانی کی امنگیں اٹھنے لگتی ہیں ... اصل جوانی حاصل ہوتی ہے۔ نئی جوانی حاصل کرنے یا جوانی قائم رکھنے کے لئے بے نظیر ثابت ہوئی ہے۔ جوانی میں بال سفید ہو جاتے ہیں۔ قیمت ۱۶ گولی ایک روپیہ کیصد گولی چار روپے۔ درجہ خاص ۲۴ گولی تین روپے۔ کیصد گولی بارہ روپے۔

... مفت طلب فرماویں۔ نوٹ:- فہرست ادویات و کتب ایک آنہ کا ٹکٹ بھیج کر ...

تار کا پتہ:- امرت دھارا ۵۳ لاہور

... امرت دھارا بھون۔ امرت دھارا سڑک۔ امرت دھارا ... لاہور

کی جاتی ہے ... یہ ...
... سے بنائی گئی ہے جس میں سخت
ضرب سے سوراخ نہیں ہو سکتا بلکہ گولیاں
ٹکرا کر ٹوٹ جاتی ہیں، مزید حفاظت کے لئے اسپر
... اور بعض دوسری دھاتوں کے مرکب کا
... اور خول چڑھایا گیا ہے، اس نئی ایجاد کا
امتحان موجودہ جنگ میں لیا جائیگا۔

امراض شکم کی تشخیص کا نیا آلہ

پیٹ کے امراض کی جانچ کے لئے ایک کیمرہ ایجاد کیا گیا ہے، اسکی جسامت سگریٹ سے کچھ ہی زیادہ ہے، اسکے کنارے پر ربڑ کی ٹیوب سی نلکی لگی ہے جس کے آخر میں ایک پمپ ہے، اس کیمرے سے پیٹ کی اندرونی حالت کی تصویر لی جاتی ہے، اسے مریض کے پیٹ کے اندر داخل کر دیا جاتا ہے اور پمپ کے ذریعہ پیٹ کو پھلا کر کیمرہ میں لگے ہوئے چھوٹے سے ٹارچ سے روشنی کر دی جاتی، اس روشنی کی مدد سے پیٹ کے تمام اندرونی حصوں کی تصویر لی جاتی ہے اور یہ پورا عمل ایک منٹ کے اندر انجام پا جاتا ہے، اور اس کیلئے کسی خاص اہتمام کی ضرورت نہیں ہوتی۔

شعاع موت

کولمبیا یونیورسٹی کے ڈاکٹر ... نے ایک ... ایجاد کی ہے جس ... شعاع سے ... بلکہ کسی ... جسم کی اڑتی ہوئی چڑیاں موت کا شکار ہو جاتی ہیں، اس شعاع کے اثر سے کوئی تکلیف نہیں ہوتی، بلکہ وہ خون کو ایسے مادہ میں بدل دیتی ہے جسکا نتیجہ موت ہوتا ہے، ڈاکٹر مذکور نے بہت سے علمائے ہیئت کے سامنے اس شعاع کا کرشمہ دکھایا، اس کے اثر سے بلی چوہے اور خرگوش فوراً مر گئے، اور سونے لوہے کے پنجرے بھی ان کو اس کے اثر سے نہ بچا سکے ڈاکٹر موصوف کا خیال ہے کہ انسان بھی اسکی تاب نہیں لا سکتا، وہ خود ایک مرتبہ کینسر کے علاج کے تجربہ میں اسکی زد میں آتے آتے بچ گئے، لیکن انسانی ہمدردی کے جذبہ میں انہوں نے اس آلہ کو تلف کر دیا۔

زخم کا پلاسٹر سے علاج

برشلونہ (اسپین) کے مشہور ڈاکٹر جاز فروٹا نے پلاسٹر کے ذریعہ زخموں کے آسان کامیاب اور سریع الاثر علاج میں بڑی کامیابی حاصل کی ہے، ڈاکٹر موصوف نے اس طریقۂ علاج پر جو کتاب لکھی ہے اسکی اشاعت کے بعد ہی برطانوی ڈاکٹروں کو اس کے تجربہ کا جلد موقع مل گیا چنانچہ موجودہ جنگ میں فرانس کے محاذ سے ... آنے والے ... فوجیوں میں اس طریقہ سے ... زخمیوں کا فوری اور کامیاب علاج کیا گیا، اسکا طریقہ یہ ہے کہ ٹوٹی ہوئی ہڈیوں کو بٹھا کر زخموں کے جراثیم پیدا کرنیوالے مردار حصوں کو الگ کر کے زخموں کو ویسلین گاز سے ٹھنڈا کر دیتے ہیں اور اسپر پلاسٹر آف پیرس میں تر کی ہوئی پٹیوں کو زخموں پر باندھ دیا جاتا ہے، اس طریقہ سے زخم خراب ہونے کے باوجود جلد مندمل اور مریض شفایاب ہو جاتا، پلاسٹر چڑھا دینے کے بعد زخمی ہر حال میں بالکل محفوظ ہو جاتا ہے۔

پانی پر تیرنے والی اینٹ

پرانی کتابوں میں سمندر پر پتھروں کے تیرنے اور پل بنانے کی بات کو لوگ چنڈو خانے کی غپ سمجھتے تھے، مگر اب سائنسدانوں نے سچ مچ ایسی اینٹیں تیار کر لی ہیں جو پانی پر بخوبی تیر سکتی ہیں، یہ بیکار اشیاء سے تیار کی جاتی ہیں، ان اینٹوں کو آری سے کاٹ کر ٹکڑے بھی کیا جا سکتا ہے، اگرچہ وزن کے لحاظ سے یہ بہت ہلکی سی ہوتی ہیں، مگر ان سے تعمیر کردہ مکانات بہت پختہ اور مستحکم ہوتے ہیں۔

کیا وہ گنہگار ہے؟

از جناب نسیم سندیلوی

[illegible] سے بچپن ہی میں میری نسبت ہوگئی تھی جب سے میں نے ہوش سنبھالا، ہر سال گرمی کی تعطیل میں ایک مہینہ کیلئے میں اسکے پاس ضرور جاتا تھا۔ تاکہ ازدواجی رشتہ میں منسلک ہونے سے پہلے ہم دونوں ایک دوسرے کی ذہنی افتاد سے واقف ہو جائیں لیکن گھر کی مشرقی تہذیب اور جھوٹی شرم کیوجہ سے ہمیں کبھی ایک دوسرے سے بات کرنیکا بھی موقع تک نہ ملا۔ اس کی ماں ہر وقت بھوت کی طرح ہمارے سر پر مسلط رہتی اور ہمیشہ اپنے مخصوص لہجہ میں مجھے جلد از جلد تعلیم ختم کر کے کوئی اچھی ملازمت کرنے کا مشورہ دیا کرتی۔ اس کے خیال میں تحصیلداری یا ڈپٹی کلکٹری سے بڑھ کر کوئی اور نوکری نہ تھی اور مجھے اکثر وہ اس کی ترغیب دیتی رہتی۔

مجھے نسرین سے جتنی انسیت تھی اتنی ہی اس کی ماں سے کوفت ہوتی تھی۔ کیونکہ وہ ہمیشہ ایک ہی قسم کی باتیں کرتی اور ہم لوگوں کے ملنے جلنے پر سخت پابندیاں عائد کرتی رہتی تھی اس شک و شبہ، جرح و ترغیب اور سخت نگرانی کا نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ ہم لوگ بھی ایک دوسرے سے تنہائی میں بات چیت کرنا گناہ سمجھنے لگے۔ اگر کبھی حسن اتفاق سے اس کا موقع بھی ملتا تو دل کی تمنائیں سکوت کے حجاب میں ڈھلکر ایک نغمہ بن جاتی تھیں پانچ سال کی طویل مدت اسی کشمکش اور امید و بیم میں گذر گئی اور ہم دونوں ایک دوسرے سے اسقدر بیگانہ رہے۔ جس قدر کہ پہلے دن تھے۔

اس مرتبہ جب چھٹیوں میں اس سے ملاقات ہوئی تو احساس شباب کی شدومد سے ہم لوگوں کی اجنبیت میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ غالباً اس کی عمر پندرہ سولہ سال کے لگ بھگ تھی۔ گرما نے چہرہ کندن کی طرح دمکتا ہوا چہرہ نشیلی آنکھیں سرخ و سفید رخسار — الغرض وہ ایک فتنہ نوخیز بن چکی تھی اور اپنی پیمان شکن منازل سے گذر رہی تھی۔ میں بھی یہ سوچ کر آیا تھا کہ کچھ بھی ہو اس مرتبہ اس سے گفتگو کا کوئی موقع ضرور نکالوں گا۔

دن پر دن گذرتے چلے گئے لیکن مجھے خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ چھٹیاں ختم ہونے میں ایک ہفتہ باقی رہ گیا۔ سر شام باغ میں چہل قدمی کیلئے چلا گیا۔ اور رات گئے واپس آیا۔ اس دوران میں میرے تخیل کا مرکز صرف یہی ایک مشغلہ تھا۔ لیکن کوئی ترکیب سمجھ میں نہ آئی بڑی مشکل یہ تھی کہ میں [illegible]

[illegible]
[illegible] بھی نہیں جاتا تھا کہ میرے متعلق [illegible]
[illegible] کی ہے۔ ممکن ہے کہ [illegible]
[illegible] مجھے اس کی نظروں سے گرا دیتی
یا وہ مجھے آوارہ اور اوباش نوجوان سمجھے
تھی۔ میں بھی ابتک اس کے متعلق کوئی اچھی
یا بری رائے قائم نہ کر سکا۔ بظاہر وہ ایک
قناعت پسند اور تنگ نظر لڑکی معلوم ہوتی
تھی۔ میں غور کرتا تھا۔ کہ آخر میں اسکے متعلق
اتنا کیوں سوچتا رہتا ہوں۔ صورت شکل کے
لحاظ سے وہ ضرور حسین تھی اور سچ پوچھئے
تو جوانی بجائے خود حسن ہے۔ میرے نزدیک
تو ان تصورات کا ماحصل صرف اتنا ہے۔
کہ وہ جوان تھی اور اس کی جوانی میرے
لئے باعث کشش تھی پھر اگر وہ میری جستجو
کرتی [illegible] مجھے آوارہ اور اوباش سمجھنے لگتی
[illegible] کالج کے ہم جماعت لڑکوں میں
[illegible] بھی کسی کی بابت [illegible] کی کوشش نہیں کی۔
[illegible] اپنی آوارگی کے جھوٹے سچے قصے
انہیں سناتا رہتا۔ اور وہ میری ان باتوں کو
[illegible] غور سے سنتے تھے۔ پھر آخر یہاں
یہ کشش کیوں؟۔

[illegible] سے [illegible]
[illegible]
بھی ہوتی تھی اور [illegible]
ہو کہ [illegible] صاف [illegible] کی وجہ سے تمام [illegible]
کمرہ سے باہر نکل سکا دوات کے آٹھ بجے ہونگے
کہ کھانا کھا کر گھر میں لیٹا۔ بجلی کی روشنی کا مطالعہ
کر رہا تھا بادل گھر گھر کر آ رہے تھے۔ بارش تیزی
پر تھی۔ مجھے اس کتاب کے مطالعہ میں بہت
مزہ آ رہا تھا۔ اتنے میں تیزی سے زرینہ میرے
کمرہ میں داخل ہوئی مجھے تعجب تھا۔ کہ اس
وقت اسکی ماں اسکے ساتھ کیوں نہیں آئی۔
وہ ایک کتاب ڈھونڈ رہی تھی اور میں اس
کی جستجو نے پریشان سے دل ہی دل میں خوش
ہو رہا تھا۔ آخر کار وہ کتاب پا گئی اور مڑ کر جانے
ہی والی تھی کہ میں نے آواز دی "زرینہ ذرا
میں بھی دیکھوں یہ کونسی کتاب ہے؟"
وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ہوئی میرے پاس
آئی اور کتاب میرے ہاتھ میں دیدی۔ سرورق
پر موٹے حروف میں لکھا تھا۔ "راہ نجات"۔
"تمہیں اس عمر میں راہ نجات پڑھنے کی کیا ضرورت
پیش آئی؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
"ضرورت" اس نے حیرت سے کہا "ضرورت

[illegible]
کیوں دیر تک خاموش رہنے کے بعد [illegible]
گفتگو شروع کی "اچھا یہ [illegible]
علاوہ کچھ اور کتابیں بھی پڑھی ہیں؟"
"جی ہاں" اس نے فخریہ جواب دیا "کتابیں تو
بہت سی پڑھی ہیں۔ شہادت، مناجات، نقش
مراۃ العروس۔ توبۃ النصوح" "اور یہ
راہ نجات؟" میں نے بات کاٹ کر پوچھا۔
"جی ہاں" اس نے گھبرا کر جواب دیا "ان کتابوں کو
تو میں نے کئی بار پڑھا ہے"
"جزاک اللہ" میں نے سنجیدہ منہ بنا کر کہا "اب
حفظ کرنے میں کتنی کسر باقی رہ گئی؟"
اس سوال پر وہ شرما گئی۔ اسی اثنا میں پانی
زوروں سے برسنے لگا۔ اور ہوا کی تیزی میں
بھی اضافہ ہو گیا۔ یکایک وہ چونک پڑی اور
مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔
"اب میں کیسے جاؤں۔ آپ نے تو خواہ مخواہ
مجھے باتوں میں لگا لیا۔ امی مجھے یہاں دیکھ لینگی
تو خفا ہونگی"
"خفا کیوں ہونگی" میں نے حیرت سے دریافت کیا۔
وہ کچھ جواب دینے ہی والی تھی لیکن ہونٹ

[illegible]
[illegible] ایک [illegible] سر [illegible]
[illegible] کر [illegible] کیوں کے بھرے
[illegible] میں جا بجا گھنے ابر چھا جانے
سے تمام فضا تیرہ و تار تھی۔ بارش اس قدر
[illegible] سے ہو رہی تھی۔ جیسے آسمان کوئی
پرنالہ پھوٹ نکلا ہو۔ یا جیسے ہزاروں آبشار
ایک ساتھ کسی سخت چٹان پر شور مچاتے ہوئے
گر رہے ہوں ہوا کے تھپیڑوں کی تیزی اور
[illegible] سے کھڑکی میں لگے ہوئے پردے مع
[illegible] کے فرش کے اوپر آ رہے تھے۔ ہوا
کے تیز جھونکے تیزی سے کمرہ کی تصویریں
ادھر ادھر پڑے ہوئے اخباروں کو بری
طرح پریشان کر رہے تھے۔ پرانے زمانے
کے سیدھے سادے دقیانوسی انسان اسے
خدا کا قہر سمجھتے تھے اور ممکن ہو کہ اس معصوم
لڑکی کا بھی یہی خیال ہو۔ لیکن مجھے تو ایسا
معلوم ہوتا تھا جیسے زندگی کروٹ بدل رہی ہو
جیسے [illegible] سہانی کی ایک لہر دوڑ گئی ہو
[illegible] دل زور [illegible] گرجا جیسے سنگ مرمر کے

ساحر [illegible] پر [illegible] نے چھوٹے
کی ایک کاری ضرب لگائی جو [illegible] کی [illegible]
بھڑکا اٹھی۔ زرینہ نے آنچل سے اپنا زرد چہرہ چھپا
لیا اور سہم کر میری آغوش گر پڑی۔ اُف۔۔۔
اُسکے کانپتے ہوئے ہونٹ۔ تھرتھراتا ہوا جسم بازو
پر ڈھلکا ہوا آنچل۔۔۔ مجھے ایسا معلوم ہوا۔
کہ جیسے بجلی کی ایک لہر میرے جسم میں دوڑ گئی ہو۔
بڑی دیر تک یہی کیفیت رہی دو روحوں کی ہم
آہنگی دو دلوں کا ملاپ اور دو جسموں کا اتصال [illegible]
خود کسی قیامت سے کم نہ تھا۔ باہر طوفانی ہوا کی
شورش میں ہزاروں افراد سرگوشیاں کرتے ہوئے
معلوم ہوتے تھے۔ مجھے محسوس ہوا۔ کہ اسکی
ماں کھڑکی کے شیشوں سے جھانک رہی ہے۔
یک بیک تمام جسم میں کپکپی سے دوڑ گئی۔۔۔
لیکن پھر رفتہ رفتہ میرے بازوؤں کی سرشار کن
گرفت مضبوط ہوتی گئی۔ زرینہ نے آزاد ہونے کی
ایک ناکام کوشش کی مگر وہ خود جوانی کے نشے میں
چور سراپا دوشیزگی کی مہک میں ڈوبی ہوئی تھی
کہاں تک مزاحمت کرتی۔ جوانی کے گرم گرم تنفس
کو مصلحت کی سرد مہریوں سے کب تک بہلاتی اور

[illegible] تھا۔ اسکے دل [illegible]
کی [illegible] اور [illegible]
نے میری رگوں میں آتشیں [illegible]
تک وہ اپنی سعی رائیگاں سے [illegible]
ایک سیلاب زدہ تنکے کی طرح مجبور [illegible]
اس نے اپنے آپ کو میری خواہشات اور [illegible] کی
مجبوریوں کے سپرد کر دیا۔ اُف عورت کا وہ [illegible]
سپردگی۔۔۔

اسکے کچھ ہی دن بعد قاضی نے ہماری زندگی [illegible]
[illegible] بھری [illegible] لیکن میں کہتا ہوں [illegible]
اسی رات ازدواجی رشتہ میں [illegible]
اس واقعہ کو آج تک گناہ سے تعبیر کرتی ہے اور [illegible]
کہ دنیا والے بھی اگر انہیں یہ معلوم ہو جائے۔ تو
ذلیل نظروں سے دیکھیں۔ لیکن میں؟

لاکھ رفیب کا ایک شعر

آفاق میں ہنس ہنس کے جینا [illegible]
آسان ہے، رو رو کر ہستی کو ختم کرنا
(جگن [illegible])

سیاحِ یورپ کی ڈاک

مضمون ذیل کے تحت جو خطوط میں پیش کر رہا ہوں وہ میرے ایک عزیز دوست کے تجربات یورپ پر مشتمل ہیں۔ غالباً یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ یہ خطوط اشاعت کی غرض سے نہیں لکھے گئے تھے، اس لئے ان میں بہت سی باتیں ایسی بھی موجود ہیں جن کو خلوت کی کہانیاں کہنا چاہئے۔ یورپ کی فضاؤں میں جو کچھ ہوتا رہتا ہے، اس کا حال متعدد مرتبہ مختلف طریقوں سے اخبارات و رسائل میں شائع ہو چکا ہے لیکن وہ سب کچھ اشاعت کیلئے لکھا گیا ہے اور اسلئے بہت سے ایسے لطیف پہلو ابھی تک زیر نقاب ہیں جو دلچسپ بھی ہیں اور عبرت انگیز بھی۔ مجھے امید ہے کہ مغرب کی کورانہ تقلید کرنے والوں کیلئے یہ سطور خصوصی طور پر سبق آموز ہونگے۔ اس سلسلہ کے پہلے ۲ خطوط قبل ازیں شائع ہو چکے ہیں اور تیسرا اب شائع کیا جا رہا ہے۔

"محمود سکون"

پیرس کی ایک رات

جونگی وگرام۔ رو دی ریوولی۔ پیرس
۔۔۔۔۔۔ مئی ۳۶ء

عزیز ۔۔۔۔۔۔

مجھے پیرس پہونچے آج پورے دو ہفتے ہوئے ہیں مگر چونکہ بیمار ہی رہا میں تم کو خط تحریر نہ کرتا۔ مگر تھوڑی بہت خرابی کی تحریک مارسیلز ہی سے شروع ہو چکی تھی۔ شام کو جب مارسیلز سے روانہ ہوا ہوں تو کچھ خاصی حرارت تھی اور صبح جب پیرس میں "گاردی آرلیاں" اسٹیشن پر ٹرین سے اترا ہوں اس قدر تیز بخار تھا کہ میرے حواس بجا نہ تھے۔ ٹامس کک کے ایجنٹ نے جو پلیٹ فارم پر میرا انتظار کر رہا تھا مجھے ہوٹل پہونچایا جہاں کمرہ میرے لئے قبل ہی سے لیا جا چکا تھا۔ ڈاکٹر بلایا گیا۔ وہ تو خیریت ہوئی کہ ڈاکٹر نے میرے بخار کے غیر متعدی ہونے کا سرٹیفکیٹ دیکر منتظمان ہوٹل سے میری سفارش کی ورنہ وہ لوگ تو مجھے اسپتال میں داخل ہونے پر مجبور کر رہے تھے۔ ہوٹل میں کسی طرح رکھنے پر رضامند ہی نہ ہوتے تھے۔ تقریباً ایک ہفتہ سے زائد صاحب فراش رہا۔ دو ہی چار روز سے چلنے پھرنے لگا ہوں۔ اور اب تو بالکل تندرست ہوں۔ تمہارا خط مجھے کل ٹامس کک کے ذریعے موصول ہوا۔ تمہارے خط نے ایک بار پھر تمہاری اور وطن کی یاد تازہ کر کے پریشان کر دیا۔ خط دیر تک پڑھتا رہا۔ کئی بار پڑھا۔ مجھے تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ میں ہندوستان میں ہوں اور تم میرے سامنے بیٹھے ہو۔

تم نے اپنے خط میں مجھ پر میرے شراب شروع کر دینے اور تفریحی مشاغل میں حصہ لینے پر طعن کی ہے اور مجھ پر متلون مزاج ہونے کا الزام عائد کیا ہے۔ حالانکہ میں نے اپنے پہلے خطوط میں یہاں کے واقعات بے کم و کاست تم کو تحریر کر دیئے ہیں۔ جن سے میری مجبوریاں اور معذوریاں ظاہر ہوتی ہیں۔ تاہم تم نے اس کے جواب میں لعنت و ملامت کی ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم نے میرے عذرات کو قبول نہیں کیا۔ مجھے اس کی تم سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ ایک مشرق بعید کا رہنے والا جس نے کبھی یورپ کا سفر کرنا کیا معنی کبھی اس کو خواب میں بھی نہ دیکھا ہو۔ وہ میرے بجا عذرات سے بھی متاثر نہیں ہو سکتا۔ تمہاری مثال اس کنوئیں کے مینڈک کی سی ہے جس کی تمام و کمال دنیا اسی کنوئیں کے اندرونی حصہ میں مقید ہوتی ہے۔ وہی اس کا آسمان ہے وہی اس کی زمین ہے۔ وہ اس سے زیادہ کچھ نہیں سمجھ سکتا ہے۔ میرا تو اعتقاد ہے کہ تم تو تم اگر ہندوستان کا زاہد صد سالہ بھی میری جگہ پر ہوتا تو باآں جبہ و دستار و باآں ریش دراز شاید کیا بلکہ یقیناً یہی کچھ کرتا اور یہاں کی فضا سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ اور اب تو یہاں تک کہنے کو تیار ہوں کہ زاہد خشک بنکر یورپ آنے کا مقصد تو بالکل فوت ہو جاتا ہے۔ رہ گیا میرے تفریحی مشاغل! تو بندۂ خدا یہ بھی کبھی غور کیا کہ میں یہاں کوئی "آئی۔ سی۔ ایس" یا "آئی۔ پی۔ ایس" کی ڈگری تو حاصل کرنے آیا نہیں ہوں۔ اور پھر جو لوگ اس غرض سے بھی آتے ہیں۔ کیا وہ یہاں آکر نرے مولوی ہی بنکر رہتے ہیں؟ کیا وہ تفریح یا عیاشی نہیں کرتے؟ وہ تو یہاں سے ایک نئی ایک دُم چھلا اپنے پیچھے لگا کر ہندوستان تک لے جاتے ہیں نتیجہ آخر میں انہیں کچھ ہی بھگتنا پڑے۔ میرے سفر کی غایت تو محض تفریح ہی ہے۔ مجھ ایک کو تو تم نے گنہگار ٹھہرا دیا۔ اور یہ جو صدہا [illegible] آئے دن یورپ کا سفر کیا کرتے ہیں کبھی ان سے بھی دریافت کیا کہ ان لوگوں کا اس طول طویل سفر سے کیا مقصد ہوتا ہے؟ شاید ان کا بہانہ تمول یا ان کے عیوب کا پردہ پوش ہو جاتا ہے [illegible] اس لئے کسی کو ان پر نکتہ چینی کی [illegible] گو میرا یہ فعل [illegible]

مسیحیت نے جادو ہو۔ خدا کرے جلد اچھا ہو۔ مولوی
کی آنکھ اور اسی طرح مولوی ہی واپس جاؤ۔
پھر بھی تم کو سلام کرونگا۔

ابھی دو چار روز ہوئے ہیں کہ ہوٹل سے باہر نکلنے کے قابل ہوا ہوں۔ مگر ان دو ہی روز میں جو واقعات پیش آئے ہیں اُن کو سُنو گے تو کیا کہو گے۔ اور اُس کے بعد تو تم کہو گے کہ میں نے جو کچھ کیا یا جو کچھ کر رہا ہوں اس کے علاوہ بھی کچھ کر سکتا تھا۔ مگر قبل اس کے کہ میں تمہیں کچھ واقعات سناؤں میں اس قدر ضرور تحریر کر دینا چاہتا ہوں کہ تم خوب واقف ہو کہ میں یہاں نہ تو دلسیری کی حیثیت سے آیا ہوں اور نہ طالبعلم کی طرح۔ مجھے بچپن ہی سے یورپ کی سیر و تفریح کی آرزو تھی۔ ایک مولوی کی طرح نہیں۔ مجھ جیسے انسان کی ایسی سیاحت سے کیا غرض ہو سکتی ہے اسے تم سمجھ سکتے ہو۔ میں صرف اُسی قدر تم کو تحریر کرنا چاہتا ہوں جس سے مجھے دلچسپی ہے یا پھر جو کچھ تمہارے لئے مفید ہو سکتا ہے۔

دو روز سے ہوٹل سے نکلنا شروع کیا ہے۔ ابھی دو ہی چار سڑکوں پر نکلنے کا اتفاق ہوا ہے۔ یوں تو پیرس شہر اپنی سر بفلک عالیشان اور خوبصورت اور پُر بہار سڑکوں کے لحاظ سے دُنیا میں اپنی آپ ہی نظیر ہے لیکن یہاں کی سب سے زیادہ خوبصورت سڑک جو دُنیا کی مشہور سڑکوں میں شمار کی جاتی ہے۔ اوینو ڈی شانز ایلزے ہے (Avenue de Champs Elysée) جو آرک ڈی تری اُمف

(Arc de Triomphe)

یا اتوال گیٹ (Etoile) سے پلاس دِ کانکورد (Place de Concorde) تک تقریباً ڈیڑھ میل طویل ہے اور یہاں کے رہنے والوں کی مشہور و مخصوص تفریح گاہ ہے۔ آرک د تری اُمف کو اتوال بھی کہتے ہیں۔ فرانسیسی زبان میں اتوال کے معنی ستارہ کے ہیں اور جس طرح ستارے سے شعاعیں پیدا ہوتی ہیں اسی طرح اتوال کے پھاٹک سے بارہ سڑکیں شہر کے مختلف حصوں میں جاتی ہیں۔ اتوال کی تعمیر نپولین اعظم کے زمانہ حکومت میں شروع ہوئی تھی اور لوئی فلپ کے زمانہ میں ختم ہوئی۔ یہ فرانسیسی سپاہ کی شان و شوکت کی یادگار میں تعمیر کیا گیا تھا۔ یہ دُنیا کا سب سے عظیم الشان اور بلند پھاٹک ہے۔ اس کی بلندی ایک سو ترسٹھ فٹ ہے۔ اس کی چھت پر پہنچنے کیلئے دو سو تہتر سیڑھیاں طے کرنا پڑتی ہیں جہاں سے شہر کے مناظر دور تک بخوبی نظر آ سکتے ہیں۔ اس کے نقش و نگار و کتبے بادشاہ وقت کے تجمل و شان اور فتوحات کا پتہ دیتے ہیں۔ چار بڑی بڑی نقشی تصویریں جو اس پھاٹک کی دیواروں پر کھدی ہیں۔ "فوج کی روانگی" "نپولین اعظم کی فتوحات" "فرانسیسی مدافعت" اور "صلح" کی ترجمانی کرتی ہیں

[illegible] کی قبریں اس جگہ [illegible] نیچے بنائی گئی ہیں۔ جن [illegible] کے ہر لمحہ کبھی نہ گل ہونے والی آگ روشن ہے۔ اور جس پر آج تک ہر ہفتہ فوجی اہتمام کے ساتھ ادب و پھول چڑھا کر ان کی ملکی اور قومی خدمت کا اعتراف کیا جاتا ہے۔ اسی طرح پلاس د [illegible] کونکورڈ کو بھی تاریخی اہمیت حاصل ہے۔ اور یہ دنیا کے سب سے شاندار چوراہے کی حیثیت سے مشہور ہے۔ یہ کسی زمانہ میں پلاس ڈی لا ریوولیوشن (Place de la Revolution) کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اسی جگہ شہنشاہ لوئی شانزدہم اور میری انتانی کو پھانسی دی گئی تھی۔ چوراہے کے عین وسط میں ایک مخروطی شکل کا پتھر کا مینار نصب ہے جو لوئی فلپ کو مصر میں تحفتاً دیا گیا تھا۔ اس کی بلندی چہتر فٹ اور وزن [illegible] چالیس ٹن ہے۔ اور لطف یہ کہ وہاں سے یہاں تک [illegible] کہیں سے اس کا ایک جوڑ [illegible] شانزالیزے سڑک کے دو رویہ [illegible] فٹ پاتھ چھوڑ کر سربفلک عمارتیں ہیں جن میں مختلف اقسام کی دکانیں — شراب خانے — کیفے (Cafe) اور ریستوران ہیں۔ غالباً ہر چوتھی دوکان کے بعد ایک شراب خانہ ہے۔ میں جب کبھی اس سڑک پر آیا ہر شراب خانہ و کیفے کو ہندوستانی ریل کے تھرڈ کلاس کے ڈبے کی طرح بھرا ہوا ہی پایا۔

کل سہ پہر کو گھومتا ہوا قریب مغرب شانزالیزے پر آیا۔ ایک انگریزی سینما میں "ڈرم" (Drum) نامی فلم لگا ہوا تھا۔ اس فلم میں سابو نامی ہندوستانی ایکٹر نے جو میسور کا رہنے والا ہے کام کیا ہے۔ میرا بھی دل چاہا کہ سینما دیکھوں — ٹکٹ لینے بڑھا ہی تھا کہ چند لڑکیاں جو قریب ہی کھڑی تھیں مجھے دیکھ کر مسکرائیں — پہلے تو میں ذرا پریشان سا ہوا [illegible] [illegible] کی قیمت تک [illegible] تھیں۔ ایک بڑھ کر میرے [illegible] (مسٹر) کہتی آ ہی گئی — [illegible] تماشہ میرے ہمراہ دیکھنا چاہتی تھی۔ میں [illegible] ٹکٹ کے مصارف برداشت کر کے اپنے ساتھ اسے تماشا دکھلاتا تو ممکن تھا کچھ اور ہاتھ پیر نکالتی — مگر میں اس سے معذرت طلب ہوا اور ٹکٹ خرید کر تماشہ میں چلا گیا۔ یہاں کے سینما ہاؤس کا کیا کہنا۔ ایک ایک سینما کسی شاہی محل سے بھی بہتر سجا ہوتا ہے۔ تمام فرش مخمل کا۔ گدے دار آرام دہ کرسیاں بچھی ہوئی — اور عمارت کا تو ذکر ہی کیا۔ انتہائی خوبصورت و شاندار۔ جدید فیشن و انجینئرنگ کے اصولوں پر تعمیر کی ہوئی۔ تماشہ دس گیارہ بجے دن سے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ خواہ ایک متنفس ہاؤس میں ہو یا پورا ہاؤس بھرا ہو تماشا اپنے وقت سے

[illegible] تماشائی کوئی شروع
[illegible] تھی جہاں تماشہ میں لڑکی
[illegible] تماشا ہو پہنچنے والا تو ختم پر پہنچ
[illegible] اور آخر کا ہو پہنچے والا اس
[illegible] کا جب تک کہ وہ پورا تماشہ
[illegible] جب سینما میں داخل ہوا تو
[illegible] تماشہ ہو چکا تھا۔ ختم کے
[illegible] دیکھنا شروع کیا اور جب اس جگہ
[illegible] جہاں سے دیکھنا شروع کیا تھا
[illegible]

[illegible] باہر آیا تو دیکھا کہ چند نوجوان لڑکیاں
[illegible] چکر لگا رہی تھیں۔ غالباً یہ سینما
[illegible] دیکھنا چاہتی تھیں اس لئے

[illegible]

فٹ پاتھ پر ٹہلتا رہا۔ پھر پاس ریستوران میں گیا۔ ریستوران کے سامنے فٹ پاتھ پر میز کرسیاں بچھی تھیں۔ اندر و باہر کافی مجمع تھا۔ بینڈ بج رہا تھا۔ لوگ ڈنر کھانے میں مشغول تھے۔ میں کچھ دیر باہر ہی بیٹھا وسکی پیتا رہا۔ پھر اندر جا کر کھانا کھایا اور بل ادا کر کے اپنا وسکی کا گلاس لئے پھر باہر آکر بیٹھ گیا۔ میرے سامنے فٹ پاتھ پر مرد عورتیں، کمسن، نوجوان اور بوڑھے سب ہی گذر رہے تھے۔ اس قدر مجمع تھا کہ راستہ چلنا مشکل تھا۔ عورتیں خواہ جوان ہوں یا بوڑھی سب حسین نظر آ رہی تھیں۔ ان کا بناؤ سنگار اور ان کا لباس ان کو خوبصورت بنائے ہوئے تھا۔ میرے خیال میں امتیاز عمر تو کسی طرح ممکن ہی نہیں۔ تندرستیاں اس قدر اچھی ہیں کہ

[illegible]
[illegible] کھیلتی جاتی ہیں اور لڑکیاں [illegible]
کی طرح سامنے اڑتی پھر رہی [illegible]
کی پریاں ہیں۔ میری طرح کم [illegible]
اس سیر سے لطف اندوز ہو رہا تھا [illegible]
بعض لڑکیوں کو دیکھ کر تو میرا [illegible]
کہ اسے بلا کر اپنے پاس بٹھا لوں۔ مگر
متعلق معلوم ہو جاتا کہ وہ تنہا ہے یا [illegible]
سے کوئی برا واقعہ تو رونما ہو جاتا [illegible]
ایسا ہی کر گذرتا۔

میں بیٹھا ہوا شراب سگریٹ [illegible]
ہی کر رہا تھا کہ دیکھا ایک نوجوان [illegible]
نظر بچائے فٹ پاتھ پر چہل قدمی [illegible]
ہے۔ پہلے تو خیال ہوا کہ شاید [illegible]

کسی بیٹھنے والے کو دیکھ رہی ہے۔ مگر نہیں۔ یہ لڑکیاں بھی اجنبی اور غیر ملکی کو اچھی طرح پہچانتی ہیں۔ اُن کے یورپ آنے کے صحیح مقاصد سے بھی پوری طرح واقف ہیں۔ وہ لڑکی میرے قریب آئی۔ ایک کرسی گھسیٹ کر بلا تکلف میرے قریب بیٹھ گئی۔ کاش اگر یہ اُن لڑکیوں میں سے ہوتی جن کے نظارہ سے میں ابھی چند منٹ قبل لطف اندوز ہو رہا تھا تو مجھے انتہائی مسرت ہوتی۔ اور میں مجسم اخلاق بن جاتا۔ اس کی چال ڈھال اور اس کے طور طریقہ سے میں نے سمجھ لیا کہ یہ ضرور پیشہ ور ہوگی۔ پھر کچھ ایسی حسین بھی نہیں تھی کہ مجھے اس سے کوئی دلچسپی ہوتی۔ اس کا قریب بیٹھنا کچھ گراں گذرا۔ پھر بھی یہاں تک کوئی مضائقہ نہ تھا۔ کرسیاں بیٹھنے ہی کیلئے تھیں۔ اور جہاں جس کا جی چاہے بیٹھ سکتا تھا۔ خواہ کسی کی قربت ہو یا دوری۔ لڑکی بیٹھتے ہی مجھ سے مخاطب ہوئی اور کچھ فرانسیسی زبان میں کہنا شروع کیا۔ میں بھلا اس کی باتیں کیا سمجھتا۔ میں نے گونگوں کی طرح اشارے کرکے اُسے سمجھانے کی کوشش کی کہ میں اُس کی زبان نہیں سمجھتا۔ اُس نے منہ بنایا۔ غالباً مجھے گونگا سمجھ کر۔ اور اُٹھ کر دوسرے شخص کے قریب جا بیٹھی۔ دو منٹ گذرے ہوں گے کہ پھر ایک لڑکی میرے پاس اسی طرح آکر بیٹھی اور اُسی طرح مایوس ہو کر اُٹھ گئی۔ یہ لڑکی جب میرے پاس سے اُٹھ گئی تو میرا ارادہ ہوا کہ اب یہاں سے اُٹھ کر کسی اور طرف چل دوں۔ ابھی یہ خیال کر ہی رہا تھا کہ ایک حسین لڑکی جس طرح باز شکار پر گرتا ہے جھپٹ کر میرے قریب آئی اور کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس نے بھی فرانسیسی زبان میں گفتگو کرنا چاہی۔ میں نے پھر گونگوں کے اشارے کرکے اس سے پیچھا چھڑانا چاہا۔ مگر یہ تو مجھ سے بھی بڑھ گئی۔ اس نے میری ہی طرح اشارہ کرنا شروع کیا۔ اور مجھ سے شراب کی فرمائش کی۔ میں نے اُسے شراب منگا دی۔ اب اُس نے انگلیاں [illegible] نائٹ کلب میں ڈانس کیلئے چلنے کی فرمائش کی۔ میرے انکار پر اس نے کچھ ادھ اشارے اور زبان سے ہوٹل کے لفظ کو کئی بار دہرایا جس سے میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ غالباً وہ میرے [illegible] پر میرے ہمراہ جانے کیلئے کہہ رہی تھی۔ یہ لڑکی کچھ بُری نہ تھی۔ اور میری پارٹنر بننے کیلئے موزوں نہیں تھی۔ مگر مجھے تو ابھی بہت دن یورپ میں رہنا ہے۔ اپنی فہرست احباب میں روزانہ ایک نئے دوست کا اضافہ تو نہیں کر سکتا۔ میں نے گردن کے اشارے سے اس سے بھی انکار کر دیا اور وہ غریب مجبوراً میرے پاس سے اُٹھ کر دوسری جانب چلی گئی۔ میں کافی دیر تک یہاں بیٹھ کر اس تفریح سے حظ حاصل کر چکا تھا۔ لڑکیاں جو تیری آتیں ہر طرف مخاطب ہوتیں۔ کوئی صاف جواب دے دیتا۔ کوئی زندہ دل کسی کو پاس بٹھا لیتا۔ شراب، سگریٹ سے خاطر کرتا۔ تفریح کا اور

یہاں سے ... کھڑا ہوا۔

جگہ جگہ سے گزر کر میں نے اقوال کی طرف رخ کیا۔ رستوران سے آگے بڑھ کر بعض دوکانوں کے بند ہونے کی وجہ سے اس جگہ پر نسبتاً ذرا روشنی کم تھی۔ میں نے دیکھا کہ جا بجا عمارات اور دوکانوں کی دیواروں سے چپکی ہوئی لڑکیاں کھڑی ہیں۔ باوجودیکہ فٹ پاتھ پر لوگ برابر گزر رہے تھے مگر جس شخص کو یہ تنہا پاتیں ضرور ٹوکتیں۔ کوئی تو جواب دے کر اپنے راستے چلا جاتا اور کوئی منچلا اُسی جگہ کھڑے ہو کر گفتگو شروع کر دیتا۔ میں جب اُن کے قریب سے گزرا ہوں تو اُن میں سے ایک لڑکی بڑھ کر میرے قریب آگئی۔ میرے برابر چلتے ہوئے اس نے مجھے مخاطب کرنا چاہا۔ مجھے بھی اُن سے چھٹکارا حاصل کرنے کا آسان نسخہ خاموشی معلوم ہو چکا تھا۔ گو راستہ میں کئی جگہوں پر اسی طرح روکا گیا۔ مگر بالآخر جان بچاتا ہوا اقوال تک پہنچا۔

یہاں سے سڑک عبور کر کے میں ... دوسرے کنارے پر پہونچ گیا۔ اور اب پھر فٹ پاتھ پر پلاس ٹو و انکوورد کی جانب چل کھڑا ہوا۔ اس طرف اُس سے زیادہ پریشان ہوا۔ قدم قدم پر لڑکیاں راستہ روکتیں۔ اور جب میری طرف سے کوئی جواب نہ پاتیں تو دوسری طرف مخاطب ہو جاتیں۔ لکھنؤ کی گڈھے والی سرائے اور کلکتہ میں سوناگاچی کے افسانے تو سُنے تھے۔ ممکن ہے کہ ان میں کچھ حقیقت کا شائبہ بھی ہو۔ ہندوستان تو ایک غیر مہذب۔ غیر تعلیمیافتہ اور نادار ملک ہے ہی مگر یہ تو ایک مخزنِ تہذیب۔ تعلیمیافتہ اور سرمایہ دار ملک کے عینی مشاہدات ہیں۔ جو گڈھے والی سرائے اور سوناگاچی پر بھی سبقت لے جاتے ہیں۔

میں ٹہلتا ہوا اور اپنی جان ان لعنتان فرنگ سے بچاتا ایک رستوران کے قریب سے گذرا۔

ہندوستان کے غنڈے . نو شہر سہراد ترجمہ

فٹ پاتھ پر ... کو دیکھا گیا ... کسی طرح عورت کو مخاطب کر لیں۔ یہاں بالکل برعکس ہے۔ یہاں مردوں کے بجائے عورتیں مردوں کو ہر طرح مخاطب کرنے کی پوری پوری کوشش کرتی ہیں۔ اپنی آرائش و زیبائش کر کے۔ اپنے خوبصورت اور بھڑکیلے لباس سے۔ حسن جوانی سے۔ پاؤڈر۔ سُرخی اور عطریات میں معطر ہو کر۔ اور اگر اس پر بھی یہ ناکامیاب رہتی ہیں تو پھر عملی صورت اختیار کرتی ہیں۔۔۔ یہ بھی واقعہ سنو!

ہاں تو میں رستوران کے قریب سے گذر رہا تھا۔ میری نظر ایک فٹ پاتھ کے بالکل قریب ہی کرسی پر بیٹھی ہوئی لڑکی پر پڑی جو شراب سے شغل کر رہی تھی۔ میری اور اُس کی نظر لڑی۔ یہ مسکرا رہی تھی۔۔۔ میں بھی بالکل غیر ارادی طور پر نہیں معلوم کیا سوچکر مسکرا دیا۔ بس پھر کیا تھا۔ فوراً یہ لڑکی کھڑی ہو گئی۔ ایک سانس میں اپنا

گلاس خالی کیا۔ اور میرے شانہ پر جھک کر کھڑی ہو گئی یہ محسوس کرکے کہ یہ میرے پیچھے لگ گئی ہیں میں نے اپنی رفتار ذرا تیز کر دی۔ اس نے دو قدم بڑھا کر میرے اور میرے بازو کا نہایت بے تکلفی سے سہارا لے کر میرے ہمراہ چلنے لگی۔ پہلے تو اس نے فرانسیسی زبان میں گفتگو کرنا چاہی۔ مگر میری طرف سے وہی گونگوں کی طرح اشارے میں جواب پاکر انگریزی بولنا شروع کیا اور آخر مجھے مخاطب ہونا پڑا۔ میں اس سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا مگر مجبور تھا۔ میں اس کی مضبوط گرفت میں تھا۔ اور یہ اس طرح میرے بازو سے لگی ہوئی تھی کہ میں تیز بھی نہیں چل سکتا تھا۔ یہ تو میری جان کو آرہی۔ پلیز پلیز (please) کرکے زبردستی ایک ریسٹوران میں گھسیٹ ہی لے گئی۔ اور فوراً خود ہی دو گلاس شراب کا آرڈر دے ہی تو دیا۔ اور ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ مجبوراً مجھے بھی بیٹھنا پڑا اور مئے نوشی میں شرکت کرنی پڑی۔ اب اس نے میری ہمراہی بننے کی

کوشش کی۔ کبھی فرمائش کرتی کہ کسی نائٹ کلب میں چلکر ڈانس کی تفریح کی جائے اور کبھی خواہش ظاہر کرتی کہ کسی ہوٹل یا جائے قیام پر چل کر صحیح معنوں میں دادِ عیش و عشرت دی جائے۔

اس لڑکی سے دوران گفتگو میں معلوم ہوا کہ اس قسم کی تمام عورتیں سند یافتہ ہوتی ہیں۔ یعنی ہر مہینہ یہ پیشہ ور لڑکیاں اپنا ڈاکٹری معائنہ کراتی ہیں۔ اور اپنی صحت و تندرستی کا سرٹیفکیٹ حاصل کرتی ہیں۔ یعنی ایسی سند یافتہ لڑکیوں سے ملوث ہونے میں کسی قسم کے متعدی مرض ہونے کا امکان نہیں رہتا۔ بلکہ یہ بالکل محفوظ ہوتی ہیں۔ مگر ان کی قیمت بمقابلہ غیر سند یافتہ لڑکی کے ذرا زیادہ ہوتی ہے۔

اس نے مجھے چند مخصوص جگہوں کے نام بھی نوٹ کرائے۔ جو عیاشی کے اڈے کہے جاتے ہیں۔ اس کی باتیں انتہائی دلچسپ اور معلومات سے پُر تھیں۔ میں یا تو اس سے جان چھوڑا کر بھاگنا چاہتا تھا یا اب اطمینان سے بیٹھ کر باتیں کرنے لگا۔ مگر

ریسٹوران میں بیٹھ کر کب تک شراب پی جاتی اسلئے اس کی تجویز پر ہم دونوں ٹیکسی پر روانہ چل آئے۔ یہاں متعدد نائٹ کلب ہیں۔ ہم دونوں بھی ایک نائٹ کلب میں جاکر بیٹھے۔ شیمپین کا آرڈر دیا۔ ایک ایک گلاس پی کر ہم دونوں ڈانس کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ یکے بعد دیگرے کئی ڈانسز میں شرکت کی۔ آخر پست ہو کر بیٹھ گئے۔ یہاں کافی مجمع تھا۔ لڑکیوں کی تعداد اس قدر زیادہ تھی

کہ دس پانچ لڑکیاں جابجا تنہا بیٹھی تھیں۔ اور اسکی منتظر تھیں کہ اگر کوئی 'مرد' تنہا داخل ہو تو یہ اُس کی شریکِ صحبت ہو کر اس کی دلچسپی کا ذریعہ بنیں۔ میری ہمراہی ایک پیشہ ور لڑکی کی طرح ضرور میرے ساتھ تھی مگر وہ ایک اچھے گائڈ (رہبر) کا پورا کام انجام دے رہی تھی۔ یہاں متعدد ڈانس میں شرکت کرکے اور شیمپین کی بوتل کو صاف کرکے اُس نے مجھے ایک بہت دلچسپ جگہ لے چلنے کیلئے کہا۔ میرے دماغ میں بھی

اپنا اپنا کام کر رہی تھی۔ مجھے بھی اب سیر و تفریح کی سوجھ رہی تھی۔ ہم دونوں یہاں سے ٹہلتے ٹہلتے نوٹرپگال کے چوراہے پر آئے —

اپو (Apollo) نائٹ کلب میں پہنچے۔ یہاں اس قدر مجمع تھا کہ ہم دونوں کو بیٹھنے کی جگہ نہ ملی۔ ہم دونوں کاونٹر ہی پر کھڑے ہو گئے۔ اور بھی بہت سے لوگ کھڑے تھے — یہاں بھی ڈانس ہو رہا تھا۔ ہم نے ڈانس میں شرکت کی — ڈانس ختم کر کے اپنی جگہ پر واپس آئے اور شراب کا آرڈر دیا — اس کلب میں کیبرے (Cabaret) بھی ہوتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد کیبرے شروع ہوا۔ پہلے تو ایک نوجوان حسین لڑکی نے جو نیم عریاں لباس میں ملبوس تھی فرانسیسی زبان میں ایک گیت گایا — اور اس کے بعد بیس نوجوان اور انتہائی حسین لڑکیوں کی قواعد یا پریڈ شروع ہوئی — یوں تو یہ پریڈ مختلف طریقوں سے ہوتی رہی — مگر سب میں زیادہ دلچسپ یا شرمناک اس پریڈ کا آخری حصہ تھا — جس میں تقریباً پچیس ۲۵ نہایت کمسن و انتہائی خوبصورت لڑکیوں نے عریاں یقین کرنا بالکل عریاں ہو کر اپنے حسن و جسم کی نمائش دکھلائی — ان لڑکیوں کے ایک ہاتھ میں ایک ولایتی ساخت کا پروں کا پنکھا تھا اور دوسرے میں دستہ لگا ہوا بیضاوی آئینہ جس سے جب پبلک کی طرف منہ پھیرتیں تو بعض حصۂ جسم کو مردوں کی حریص نظروں سے پوشیدہ کر لیتیں۔

تصور کرو — اگر ایک ہی کمسن و حسین لڑکی کسی منچلے نوجوان کے سامنے آ جاتی ہے تو کیا کیفیت ہوتی ہے۔ نہ کہ بیس بیس پچیس پچیس اکدم سے۔ پھر منتخب شدہ۔ کمسنی اور حسن میں آپ اپنی نظیر — اس پر طرہ یہ کہ عریاں — بالکل عریاں — یہ پریڈ بھی مارسیلز کے سنیما سے کسی طرح کم نہ تھی۔

اور ایک بات سنو! اگر اتفاقیہ ہمارے ملک میں کوئی عورت ننگی ہو جائے کسی عورت ہی کے سامنے تو شرما جاتی ہے — وہ بھی اور دیکھنے والی بھی — مگر یہاں شرم ان لوگوں کو چھو کر نہیں نکلی — عورتیں مردوں کے پہلو میں بیٹھ کر اپنی ہم جنسوں کو عریاں دیکھ کر لطف حاصل کرتی ہیں اور ان کے جسموں اور اعضا کے خوبصورت ہونے کی داد دیتی ہیں —

اپنی ہمراہی لڑکی سے معلوم ہوا کہ دو چار سال قبل یہ عریانی صحیح معنوں میں عریانی ہی تھی۔ اور ان پریڈوں میں اس قسم کے پنکھے یا آئینہ یا کسی اور چیز کی آڑ کی ضرورت نہ پڑتی تھی مگر حکومت کے قوانین اب اس قدر سخت ہو گئے ہیں کہ عریانی کو ناجائز قرار دے دیا گیا ہے — سبحان اللہ خوب! — یعنی اب جو کچھ ہوتا ہے یہ عریانی نہیں ہے — میری نظر میں جس قدر قانوناً جائز ہے وہ بھی مکمل عریانی ہے — ایک مشرقی لڑکی خواہ وہ کتنی ہی مغربیت کے رنگ میں رنگی کیوں نہ ہو اپنے شناسا مرد کے سامنے بھی اس قدر حیا سوز مظاہرہ پیش کرنا گوارا نہ کرے گی —

رات کافی ہو چکی تھی — مجھے نیند معلوم ہو رہی تھی اس لئے وہاں سے چلا آیا — میرے ہمراہ وہ لڑکی بھی چلی آئی جیسی بلی — اس لڑکی کو فانزا لیزے پہونچایا — اتنی دیر ہمراہ رہنے کی اجرت بدقت تمام کچھ فرانک دے کر اپنا پیچھا چھڑایا — اور ہوٹل آ کر سو رہا۔

ابھی سو کر اٹھا ہوں — لنچ کا وقت ہے — مگر آج ائیر میل ڈے (Air mail day) بھی تھا۔ اسلئے تم کو خط لکھنے بیٹھ گیا — اگر آج نہ لکھتا تو ایک ہفتہ پھر انتظار کرنا پڑتا — ایک بار پھر تم میرے پچھلے خطوط اور اس خط کو غور کر کے پڑھو — اور پھر مجھے تحریر کرو کہ تم کہاں تک اپنی رائے قائم کرنے میں حق بجانب تھے اور میں کس حد تک مورد الزام —

تمہارا ....

فلمی دنیا | نگار خانوں میں کیا ہو رہا ہے

پربھات کی فلم "ڈھ وسیع":۔ پونہ سے خبر آئی ہے کہ پربھات کا چیف [illegible] مقررہ وقت سے زیادہ مصروف رہ کر کام کر رہا ہے اور اس پر جلا ہوا ہے کہ فلم "پردیسی" دسمبر کے تیسرے ہفتہ میں ریلیز ہو جائے۔ جاگیردار اور مظہر علی [illegible] کام انجام دیکر مستقر مقام میں واپس آ گئے ہیں، پرائیویٹ بات چیت سے پتہ لگ گیا کہ وہ شانتا رام کے سحر کارانہ کام اور ان کی مسرت انگیز رفاقت سے خوش ہیں، بیان کیا جاتا ہے کہ شانتا رام نے گذشتہ ہفتہ ایک بند [illegible] کر پانی کی روانی کی شوٹنگ کی اور یہ واقعہ اس درجہ سنسنی خیز تھا کہ [illegible] اشخاص پر ایسا بڑا اثر پڑا اور شوٹنگ کا نظارہ دیکھکر انکو بڑی حیرت ہوئی

نسیم منروا سے چلی گئی:۔ گذشتہ ہفتہ نسیم منروا کمپنی سے چلی گئی، لوگ اس حیرت انگیز افشاء حقیقت کے متعلق اب تک چہ میگوئیاں کر رہے ہیں [illegible] معلوم نہیں ہے کہ گذشتہ دس ماہ سے نسیم ہر ماہ ۲۷۵۰ روپے [illegible] وصول کرتی رہی اور اب سے چند ماہ پیشتر سہراب مودی نے نسیم کو ۵۰۰ روپے ماہانہ کی ترقی دیدی تھی، مس نسیم کو دس ماہ کی لمبی رخصت کا [illegible] دینے کے بعد جب سہراب مودی نے اسے طلب کیا تو اس نے استعفے [illegible] دیا۔ یہ کوئی حیرت انگیز امر نہیں کہ آجکل مودی کس قدر سنجیدہ [illegible] مسٹر مودی کی سادگی میں یہ خصوصیت ہے کہ اس نے نسیم سے کسی معاہدہ پر دستخط بھی نہ لئے تھے۔

راگنی کا رقص:۔ جب کلکتہ کی نہایت شیریں ادا ایکٹرس کانن بالا نے رقص دکھایا تو وہ حیرت انگیز واقعہ تھا، جب بمبئی کی سب سے زیادہ موہنی اور دلکش ایکٹرس نسیم نے رقص کیا تو وہ بھی سحر کارانہ تھا، اب پنجاب کی حسین اداکارہ راگنی فلم "سہتی مراد" میں جوہر رقص دکھا رہی ہے یہ بھی ایک سحر افزا حیرت انگیز واقعہ ہوگا، فلم کے شائقین کے لئے یہ ایک نادر وہیجان خیز نظارہ ہوگا۔ راگنی رقاصہ نہیں ہے، اور نہ وہ رقاصہ کی حیثیت سے شہرت رکھتی ہے، لیکن جب کوئی حسینہ نرم و نازک قدموں سے رقص میں حرکت کرتی ہے اور جوانی کی آزادروی سے مخمور ہو کر وہ ایک بچہ لگاتی ہے، تو جوانی کی ہر ایک ایسی ادا بذات خود ایک رقص ہی ہوتی ہے۔

بمبئی ٹاکیز کی نئی فلم:۔ "پنر ملن" جو ایک نئی سوشل پکچر ہے اور جسکی تیاری میں مسٹر اور مسز کشور ساہو مصروف ہیں، جلد جلد پایہ تکمیل کی طرف قدم بڑھا رہی ہے، توقع کی گئی تھی کہ یہ فلم آخر نومبر تک مکمل ہو جائے گی اور ایام کرسمس میں پردہ سیمین پر آ جائے گی

رنجیت مووی ٹون:۔ جے انت ڈیسائی اپنے نگار خانہ میں فلم "شادی" تیار کر رہے ہیں جو فلم "دیوالی" کی جانشین ہوگی "شادی" میں مادھوری اور خورشید اداکاری کا جوہر دکھا رہی ہیں، توقع کی جاتی ہے کہ وہ ایک ایسی سوشل پکچر ہوگی جس سے حد درجہ ہیجان اور سنسنی کا ظہور ہوگا۔

نویگ چترا پٹ کی فلم "امرت": کہا ندیکر کی سوشل پکچر "امرت" کے سیٹس مسٹر ونایک نگار خانہ کے اندر مکمل کر چکے ہیں، اب اسکی شوٹنگ کی جائیگی

فلم رادھکا:۔ نیشنل سٹوڈیوز کے ڈائرکٹر ویریندر ڈیسائی فلم رادھکا کی تیاری میں مصروف ہیں، یہ پکچر رسم ورواج کا دلفریب مرقع ہوگی، جس میں مس نلنی جیونت جو پردہ سکرین کی نووارد اداکارہ ہیں اپنے جوہر دکھا رہی ہیں ✦

مستی و قلندری

مست قلندر کے مشہور [illegible]

جرمنوں کے سر میں جہاں یہ سودا سما گیا ہے کہ تمام دنیا میں نازیت عام ہو جائے وہاں ان کی یہ بھی کوشش ہے کہ ساری دنیا بدکاری اور بے حیائی کے رنگ میں رنگ جائے، چنانچہ ناروے پر قبضہ کرنے کے بعد ہٹلر نے نازی سپاہیوں کو عام ہدایت کر دی ہے کہ ان سے جہاں تک ممکن ہو نارویجین عورتوں سے ناجائز تعلقات پیدا کریں، چنانچہ ناروے میں جرمن سپاہیوں نے عجیب طوفان بے تمیزی برپا کر رکھا ہے اور نارویجین مردوں کو جرمنوں کی مستی و قلندری سے اپنی عورتوں کو بچانا سخت مشکل ہو گیا ہے اور چونکہ وہ مفتوح اور محکوم ہیں اس لئے جرمنوں کے خلاف کوئی کھلی ہوئی کارروائی بھی نہیں کر سکتے، البتہ انہوں نے آوارہ مزاج نارویجین عورتوں کو بداخلاقی اور سیہ کاری سے باز رکھنے کے لئے ایک خفیہ انجمن بنائی ہے جس کے ارکان کا کام یہ ہے کہ جس عورت کے متعلق انہیں یہ معلوم ہو جائے کہ وہ جرمنوں سے راہ و رسم رکھتی ہے، اس کے سر کے بال تراش کر اسے مانگ منڈی کر دیں۔ اس طرح کی بال کٹی عورتوں کو ناروے میں غدار وطن کے نام سے پکارتے ہیں اور ان کو سخت ذلت و حقارت کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔

مردوں کی ذات کس قدر مست قلندر واقع ہوئی ہے اور مرد عورتوں کو کس طرح آزاد مستی قلندری [illegible]، اس پر ایک امریکن خاتون نے نہایت [illegible] اور واضح پیرایہ میں روشنی ڈالی ہے۔ [illegible] مستی و قلندری کے فکر و خیال کا ایک حصہ

"حسن و شباب عورتوں کے لئے ایک وبال ہے جو انہیں ترقی کے میدان میں گامزن نہیں ہونے دیتا، چنانچہ مرد علی العموم جوان اور حسین لڑکیوں کو کسی نہ کسی تدبیر سے نفس پرستی اور شہوت رانی کا ذریعہ بنا لیتے ہیں، اس طرح عورتوں کی وہ عمر جو دنیاوی جدوجہد میں حصہ لینے کے قابل ہوتی ہے حسن و شباب کی بدولت مردوں کی قربان ہو جاتی ہے۔

ایک جوان اور حسین دوشیزہ کے لئے یہ امر تقریباً محال ہے کہ وہ اپنے کو مردوں سے محفوظ رکھ کر کسی مفید شعبۂ حیات میں خصوصیت حاصل کر سکے، اس لئے کہ مرد ہر وقت اسکا حلقہ کئے رہتے ہیں، پھر اگر وہ متعدد مردوں سے چھٹکارہ حاصل کرنے کے لئے ایک مرد کی ہو کر رہ جاتی ہے، تب بھی اسکی مصیبت اختتام پذیر نہیں ہوتی، جب تک اس کے چہرے پر حسن و شباب کا اثر رہتا ہے، مرد اسے اپنا آلۂ کار بنانے سے باز نہیں آتے، بہرحال حسن و شباب عورتوں کیلئے ایک مصیبت اور وبال ہے۔"

معلوم نہیں ناظرین مستی و قلندری کو امریکن خاتون کے ان افکار و خیالات سے کس حد تک اتفاق یا اختلاف ہے۔

کچھ ہی دنوں پہلے لکھنؤ کے سب ڈویژن آفیسر مسٹر ایچ، ٹی، لین، آئی، سی، ایس کی عدالت میں اغوا کے ایک مقدمہ کا فیصلہ ہوا ہے میرے خیال میں یہ مقدمہ اپنے اندر مستی و قلندری کا کافی سامان رکھتا ہے، مقدمہ کے دونوں فریق انگریز تھے ایک پنشنر فوجی افسر مسٹر اے، ڈی، انڈرسن جن کی

عمر ساٹھ سال کی ہے، یہ الزام تھا کہ اس [illegible] مس نیلی کو جو سولہ سال کی دوشیزہ ہے [illegible] غرض کے لئے اغوا کیا۔

مسٹر ٹی، ایچ لین نے لڑکی کی عمر سے بحث [illegible] بعد اغوا کے متعلق اپنے فیصلے میں جو کچھ لکھا [illegible] اسکا خلاصہ درج ذیل یہ ہے۔

"یہ صرف اغوا کا معاملہ نہیں ہے، فریق [illegible] کا کہنا ہے کہ ملزم نے لڑکی کے ساتھ نا جائز [illegible] کرنے کے لئے اسے مجبور کیا، اس امر میں [illegible] گنجائش نہیں کہ نیلی ملزم کے ساتھ جانے [illegible] خوشی سے گئی اور کھلے عام گئی، اس لئے [illegible] کہ اسے کبھی کبھی ملزم کے ساتھ رہنے کیلئے [illegible] گیا غلط ہے، وہ ۲۷ فروری کو میرٹھ [illegible] اور اپنی خواہش سے فردوس کے ساتھ [illegible] کارلٹن ہوٹل گئی، اس نے اقرار کیا ہے کہ [illegible] کے دوران اپنی ماں کے پاس جانے [illegible] کیلئے عام حضرت گنج میں کچھ چیزیں خریدنے [illegible] فردوس لڑکی کو اپنی کار میں لے گیا اور [illegible] ساتھ ۲ بار یہ سے اپنی ماں کے مکان [illegible] صرف چند گز کے فاصلے پر ایک مکان [illegible] اس لئے یہ کہنا کہ اسے فردوس کے ساتھ [illegible] کے لئے بہکایا گیا درست معلوم نہیں ہوتا [illegible] شہادتوں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بالکل [illegible] خود مختار رہتی، مسٹر انڈرسن نے کہا ہے کہ [illegible] ہوٹل کلکتہ میں فردوس اور نیلی [illegible] ایک ہی کمرے میں رہتے تھے، اس نوجوان [illegible] بیان پر میں اعتبار نہیں کر سکتا، وہ ملزم [illegible] تھا، اس لئے فریق ثبوت اسے اپنی طرف [illegible] میں کامیاب ہو گیا، جب خود نے نیلی [illegible]

[illegible]

[illegible] صفائی کے لئے [illegible] کہ یہ [illegible]
[illegible] لڑکیوں کی کمائی پر بسر کرتی ہے۔

اسی قسم کے دلائل کی بنا پر عدالت نے طرہ کو بری کر دیا ہے۔ یہ ہندستان میں بسنے والے صاحب لوگ کی مستی و قلندری کا ایک نمونہ ہے۔

~~~~~~~~~~~~~

ہمارے اخباروں میں آئے دن یہ بحث ہوتی رہتی ہے کہ شریف خواتین کو فلم سازی میں حصہ لینا چاہئے یا نہیں؟ ایک حصہ لینے کی موافقت کرتا ہے اور دوسرا مخالفت، آجکل بھی بعض پنجابی اخباروں میں یہ بحث چھڑی ہوئی ہے۔ موافق فریق کہتا ہے کہ جب یورپین سوسائٹی گرلز فلم سازی میں حصہ لے سکتی ہیں تو ہندستانی شریف خواتین رنگا رنگ کی زینت کیوں نہیں بن سکتیں؟

اب بلائیے فریق مخالف اپنے کسی افلاطون کو اور وہ دے اس سوال کا جواب؛ ہاں اور یہی سن لیجئے یورپ کی سوسائٹی گرلز فلم سازی میں حصہ ہی نہیں لیتیں، وہ غیر مردوں کی کمر میں بانہیں ڈال کر ناچتی بھی ہیں، کھلے بندوں اظہار تعشق کرتی ہیں [illegible] اور ہر سال [illegible] [illegible] کا استعمال کرتی ہیں، تو جناب ہندوستانی شریف خواتین کو فلم سازی میں [illegible]

[illegible] کرسکتی اسی طرح جیسے [illegible] خاندانوں میں ناچ [illegible] کورٹ شپ [illegible] شائستہ نہیں ہوسکتے۔

ان الفاظ کے ساتھ [illegible] وقلندری [illegible] خواتین کے فلم سازی میں حصہ لینے کی [illegible]

~~~~~~~~~~~~~

اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا ایک [illegible] اور آپ گھر کے گھر جیتے کے توانا و تندرست رہیں تو ہنگری کے [illegible] کی انجمن کے [illegible] کے تجربات کو کام میں لائیے۔ سیکرٹری [illegible] ایک اخباری نمائندے کو بیان دیتے [illegible] انسانی تندرستی کے لئے [illegible] ہے۔ لباس نے ہمارے جسم کی نشو و نما کو روک [illegible] ہے، جسم کے وہ لاکھوں مسامات بیکار [illegible] ہیں جو ہوا حاصل کرنے کے لئے بنائے گئے [illegible] میں اپنے گھر کے [illegible] اور میری طرح میری بیوی [illegible] لباس [illegible]

[illegible]

[illegible]

میں حیران ہوں کہ تمہیں کیا جواب دوں؟ ایک شادی نہ کرنے کے بارے میں بہت سے احباب اور عزیز مجھ سے سوال کر چکے ہیں۔ مگر میں نے ہمیشہ ہی سوال ٹال دینے کے سوا کسی کو اصل وجہ نہ بتائی لیکن جس سے دل کی کوئی بات کبھی نہیں چھپائی، جو ہر معاملے میں رازدار رہا۔ دیکھتا ہوں آج اس سے دل کا یہ راز ظاہر کئے بغیر بھی کام نہ چلیگا۔ بلکہ آج دل ہی کھولکر اس کے سامنے رکھ دینا پڑیگا۔

کیلاش یہ کسی قدر لمبی داستان ہے جو دو چار سطروں میں بیان نہ ہو سکیگی۔ اس لئے ذرا اطمینان سے پڑھو۔ یہ اس سال کا ذکر ہے۔ جس سال ہم کالج سے بی اے کر کے نکلے تھے بھابی میکے گئی ہوئی تھیں۔ مجھے ان کو رخصت کرانے جانا پڑا۔ وہاں اندر پہنچتے ہی میں نے ایک بیحد حسین و نازنین اور بالکل اپٹوڈیٹ دوشیزہ کو دیکھا۔ اس کے بال بھی نئے طرز کے سنورے ہوئے تھے۔ ساری بھی نئے فیشن کے مطابق بندھی ہوئی تھی۔ کپڑوں سے سینٹ کی خوشبو آرہی تھی۔ کیلاش تم چاہے مجھے برا کہو۔ ملامت کرو۔ مجھے بداخلاق اور بدطینت ٹھہراؤ۔ مگر میں تم سے سچی بات چھپا نہیں سکتا دوشیزہ پہلی ہی نظر میں آنکھوں کی راہ میرے دل میں اتر گئی۔

اس نے ایک دفعہ مجھے دیکھ کر نگاہ نیچی کرلی۔ میں بھی اس سے کچھ بول نہ سکا۔ خاموش بھابی کی طرف بڑھا۔ یہ دیکھ کر وہ لپکی ہوئی میرے پاس آئی اور حیا آموز مترنم آواز میں بولی وہاں نہ جائیے۔

میں نے پوچھا بھابی کہاں ہیں؟

اس نے آنکھوں کے اشارے سے جواب دیا اسی کمرے میں ہیں۔

میں اس کی زبان سے زیادہ سے باتیں سننا چاہتا تھا۔ میں نے ایک ساتھ کئی سوال کر ڈالے کیا کر رہی ہیں؟

ان کے پاس جانے میں کیا ہرج ہے؟

تم بھابی کی کون ہو؟

تو بہن کہاں گیا ہے؟

اتنے سوالوں کا جواب اس نے صرف یہ دیا ان کی طبیعت اچھی نہیں ہے اسوقت ذرا آنکھ لگ گئی ہے اسی لئے میں نے آپکو روک لیا ہے۔

میں نے پوچھا کیا بھابی نے کہہ دیا تھا کہ کسی کو ان کے کمرے میں نہ آنے دینا۔

دوشیزہ نے کہا۔ انہوں نے نہیں۔ ڈاکٹر صاحب کہہ گئے ہیں کہ ان کو سوتے سے جگایا نہ جائے۔

گھر میں بالکل سناٹا دیکھ کر میں نے پوچھا کیا گھر میں اور کوئی نہیں ہے؟

اس نے شرماتے ہوئے جواب دیا نہیں۔

[illegible]

شریف گئی ہوں؟

وہ گلاب کی کلی کی طرح مسکرا پڑی۔

میں ہول کے کمرہ میں بیٹھ گیا۔ وہ شیزہ اندر گئی اور تھوڑی سی دیر میں واپس آکر بولی۔

آپ اللہ آباد سے آرہے ہیں؟

جی نہیں بنارس سے،

بھابی کی ......،

ہاں ان کے سسرال سے،

اس نے پھر اندر جاکر اسٹوو پر چائے کا پانی چڑھا کر نوکر کو مٹھائی لانے کے لئے بازار بھیجا۔ جب تک بازار سے مٹھائی آئے چائے تیار ہوگئی۔ اس نے چائے اور مٹھائی لاکر میرے سامنے رکھ دی اور ایک معنی خیز نظر سے میری طرف دیکھا۔ مطلب تھا کہ میں ناشتہ کر لوں۔

میں نے ایک مٹھائی کھائی۔ اتنے میں اس نے

[illegible]

یاد آگئی ہو۔

آپ بسکٹ ٹوسٹ بھی پسند کرتے ہیں؟

ہاں مل جائے تو نا پسند نہیں کرتا۔

میں مسکرا دیا وہ بھی مسکرا دی تھوڑی سی دیر میں ٹوسٹ بھی تیار کر لائی۔

میں رات کو چھت پر اپنے سونے کے کمرہ میں لیٹا تھا وہ دودھ لے کر آئی اور میرے سرہانے کے ٹیبل پر دودھ کا گلاس رکھتے ہوئے بولی بھابی جاگ گئی تھیں۔ میں نے ان سے آپکے آنے کا حال کہا۔ وہ آپ کو بلوا رہی تھیں۔ میں نے سوچا شاید آپ سو گئے ہوں۔ کہہ دیا اب اس وقت رہنے دو صبح اطمینان سے ملاقات کرنا مجھے کیا معلوم کہ آپ ابھی تک جاگ رہے ہیں"

میں نے کہا۔ میں دیکھ رہا ہوں میری وجہ سے تمہیں بہت تکلیف اٹھانی پڑ رہی ہے۔"

وہ بولی تکلیف کیسی؟

[illegible]

محبت تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا بھابی آپکی تعریف تو نہ جانے کیا کیا کرتی ہیں۔"

میں چپ ہو گیا۔

وہ پھر کہنے لگی بھابی اکثر آپ کا ذکر کیا کرتی تھیں میں رسالوں میں آپ کی نظمیں بھی دیکھتی رہتی ہوں آپ بہت اچھا لکھتے ہیں۔

اچھا تو کیا لکھتا ہوں دل بستگی کے طور پر کچھ لکھ لیا کرتا ہوں"

نہیں تخیل آفرینی اور جذبات نگاری دونوں شاعری کی جان ہیں اور آپ میں یہ دونوں ہی بدرجہ اتم موجود ہیں۔"

مجھے یہ تو پہلے ہی اندازہ ہو چکا تھا کہ دوشیزہ پڑھی لکھی ہے۔ مگر میں یہ نہیں سمجھتا تھا کہ اسکا ذوق شعری اتنا بلند ہے اور وہ شاعری کی روح سے اس درجہ آشنا ہے۔

جوالستان … کتاب کا نام

… جوالستان

جوالستان منظومات و غزلیات کا ایک نشاط آفرین اور کیف پرور مجموعہ تھا۔ میں نے اُسے جابجا سے دیکھ کر کہا۔ بہت اچھا کلام ہے۔ سرمایہ شعر و ادب میں اسکو ایک گرانقدر اضافہ قرار دیا جائے گا۔؟

دوشیزہ نے کہا۔ مجھے خوشی ہے۔ کہ جوالستان" کو آپ نے بھی پسند کیا۔ میرے کالج کی مجلس ادب نے اس پر پانسو روپے کا انعام دیا تھا

میرے تعجب کی حد نہ رہی۔ یہ خاموش لڑکی اس پایہ کی سحر نگار شاعرہ ہو سکتی ہے۔ میرے تصوّر سے بھی یہ بات بعید تھی۔

میں نے کہا اس مجموعہ کلام کے مقابلے میں پانسو کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ یہ کلام انعام اور صلے سے بالاتر ہے۔ یہ مجموعہ جانِ شاعری ہو

اور اس کی … حیرت

میری اس بات پر وہ کچھ بولی تو نہیں لیکن وفورِ حیا سے اس کا چہرہ گلنار ہو گیا۔ اس نے جوالستان کی اس جلد پر میرے نام تحفہ احباب اوشا لکھ کر کہا۔ یہ جلد آپ کی نذر ہے۔ میں نے شکریہ ادا کرکے وہ جلد اپنے بکس میں رکھ لی وہ اب بھی میرے پاس ہے اور میں اکثر اس سے دل بہلاتا ہوں۔ معلوم نہیں اوشا کا کلام مجھی کو اتنا پسند ہے یا دراصل وہ ہے ہی اچھا۔ میرا تو خیال ہے کہ کیلاش تم بھی دیکھو گے تو اسکی تعریف کئے بغیر نہ رہو گے ..... "

لو کیلاش آج یہ کہانی یہیں ادھوری رہی۔ کرشن اور بیری آرہے ہیں اب یہ ایک لفظ لکھنے نہ دینگے دونوں بڑے شیطان ہیں اور میں ان کے سامنے ان باتوں کو لکھنا بھی نہیں چاہتا۔ یہ سب پریشان کر کرکے میری عافیت تنگ کر دینگے۔ میری عافیت تو یوں بھی تنگ

جوالا … بقیہ

بنارس ۱۸ اگست ۱۹۵۲ء

پیارے کیلاش

کل تمہارا خط ملا۔ میں خود سوچتا تھا کہ تم بقیہ کہانی سننے کیلئے بے چین ہو گے لیکن ان دنوں میری طبیعت کچھ ایسی بدمزہ رہی کہ لکھنے پڑھنے میں جی ہی نہیں لگتا تھا۔ اب بھی تقریباً یہی حال ہے۔ لیکن تم چاہتے ہو کہ میں جلد از جلد بقیہ حالات لکھ کر بھیج دوں اس لئے دل پر جبر کرکے لکھنے بیٹھا ہوں۔ بھائی صاحب کی تاکید تھی کہ میں چوتھے روز نہیں تو پانچویں روز ضرور گھر چلا جاؤں اور پانچ روز ہو گئے لیکن معلوم ہوتا تھا کوئی غیر مرئی طاقت مجھے زبردستی روکے ہوئے ہے بھابی کے ہاں آئے ہوئے چھٹا روز تھا میں

[illegible]

سے لطف اندوز ہو رہا تھا کہ تو ہمن تازہ چائے لیکر آیا۔ وہ جانے لگا تو میں نے پوچھا بھابی کہاں رہتی ہیں؟

اس نے کہا۔ ابھی تو سو کر اٹھی ہیں۔

اور اوشا کیا کر رہی ہے؟

ناشتہ تیار کر رہی ہیں۔ کیسی دل لگی ہوئی آج کیسی ہو گئی ہے؟

کیسی دل لگی؟ کیا ہوا؟

تو شا چاہتی تھیں کہ جلدی سے چائے تیار ہو جائے لیکن پہلے تو سٹو و ہی نہیں جلتا تھا اور ذرہ جلا تو جلدی میں دودھ کی دیگچی الٹ گئی۔ نوکر دوبارہ بازار دودھ لینے گیا ہے۔

تو اسقدر جلدی کی کیا ضرورت تھی؟

ان کا خیال تھا ایسا نہ ہو آپ جاگ جائیں اور چائے تیار نہ ہو۔

[illegible]

وہی جس نے تو بہت پہلے ایک دیکھا تھا!

تیری بہن نظر نہیں آئی کیا کر رہی ہے؟

اسکے جواب میں معلوم ہوا۔ پڑوس میں کوئی عزیز رہتے ہیں ان کے ہاں کوئی تقریب ہے وہیں گئی ہے شام کو اوشا واپس آئی مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے زندگی کی کوئی نہایت عزیز متاع کھو گئی تھی وہ مل گئی۔

اس روز اوشا نے مجھے اپنا ایک فوٹو اور اپنے ہاتھ کا کاڑھا ہوا ایک رومال دیا۔ رومال پر ایک گوشے میں میرا نام بھی کڑھا ہوا تھا۔ اوشا کی یہ دونوں یادگاریں میرے پاس محفوظ ہیں اور جب تک زندگی ہے محفوظ رہینگی۔

بات چیت کے سلسلے میں اوشا نے کہا۔ آپ ڈاکٹری پڑھتے ہیں؟

میں بولا۔ ہاں؟

[illegible]

مریض مرض کیوں نہ ہو [illegible]

اور وہ اسکی قیمت لئے بغیر نہیں چھوڑتا۔

کچھ ضروری نہیں ہے کہ تمام ڈاکٹر ایسے ہی ہوں۔ آپ اپنے لئے جو چاہیں کہہ سکتے ہیں۔ مگر دوسرے ڈاکٹروں کی نسبت کچھ نہیں کہہ سکتے۔ دوسرے ڈاکٹروں کا مجھے کافی تجربہ ہے۔

میں اسکے طرز گفتگو کی قوت کو مان گیا۔ میں سوچنے لگا۔ وہ شخص کتنا خوش نصیب ہوگا۔ جس کی اوشا شریک زندگی ہوگی۔

معمول کے مطابق صبح اوشا چائے لیکر آئی اُسے معلوم تھا کہ میں آج جا رہا ہوں میں نے دیکھا اس کا چہرہ روز کی طرح شاداب و شگفتہ نہ تھا اس کے ہونٹوں کی قدرتی مسکراہٹ نہ جانے کہاں غائب ہو گئی تھی آنکھوں کی تبسم آمیز چمک بھی ماند ماند سی نظر آ رہی تھی۔

... اپنے چہرے پر
... کی کوشش کرتے
... تمہیں تو۔"
... نے کہا "تمہیں معلوم ہے نا میں آج جا رہا ہوں"
"ہاں معلوم تو ہے۔"
"بھائی تو بیمار ہیں وہ تو جانے سے رہیں۔"
"ہاں۔"
"تو میں تنہا جاؤں؟"
"تمہیں کیا بتاؤں؟"
"تم چلوگی میرے ساتھ۔"
اس نے شرماتے ہوئے کہا "میں کیسے جا سکتی ہوں؟"
ہاں سفر درست کہا وہ کیسے جا سکتی تھی؟ آہ اس کے جواب میں کیسی بے بسی چھپی ہوئی تھی۔ میں بھی اس کچھ کم بے بس نہ تھا۔ میں اسے لے بھی کیسے جا سکتا تھا۔ سب کچھ محض کہنے سننے کی باتیں تھیں

ہائے مجبوریاں محبت کی
مرنہ جائے تو کیا کرے کوئی

لیکن مانتا تو واقعہ ہے کہ ... تھا۔ انسان کے دل کو سمجھنا بہت مشکل ہو ... مجھے گھر تو آنا ہی تھا۔ چلا آیا۔ اس کے پانچ مہینے "کنول" میں ایک مرد کے ساتھ اوشا کی تصویر دیکھی۔ تصویر کے نیچے لکھا تھا۔
"سحر نگار شاعرہ اوشا بی اے اور ان کے شوہر مسٹر نیر ایم اے۔"
اوشا صاحبہ گذشتہ مہینے مسٹر نیر کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئی ہیں۔"
میرے پاس اوشا کی جو تصویر تھی اس میں اور اس کی "کنول" میں نکلی ہوئی تصویر میں ایک امتیازی فرق تھا۔ میرے پاس والی تصویر میں اس کا چہرہ متین و سنجیدہ اور دل شاداب و شگفتہ معلوم ہوتا ہے۔ مگر کنول والی تصویر میں وہ چہرے سے شگفتہ اور دل سے افسردہ معلوم ہوتی تھی۔
میں نہیں کہہ سکتا کہ اوشا کی دونوں تصویروں میں واقعی یہ فرق تھا یا محض یہ میرا اندازہ نظر تھا

... اور بہت دور نکل جاتا ہے۔ اس حالت میں گو انسان بیدار معلوم ہوتا ہے لیکن درحقیقت اس پر خواب کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اس وقت اس کے جسم اور روح میں کوئی خاص ربط باقی نہیں رہتا۔
اچھا کیلاش تو اب میں اس خط کو ختم کر رہا ہوں میں نے اب تک شادی کیوں نہیں کی؟ معلوم نہیں تمہیں اپنے اس سوال کا جواب ملا یا نہیں لیکن تمہارے سوال کے جواب میں میں جو کچھ کہہ سکتا تھا کہہ چکا اب اس سے زیادہ کہنے کے قابل کوئی بات باقی نہیں ہے۔ میں نہیں جانتا میرے اس جواب سے تمہاری کہاں تک تشفی ہوگی امید تو ہے کہ تمہاری تشفی ہو جائے گی۔ لیکن اگر ایسا نہ ہوا۔ تو مجھے معذور سمجھنا اس سلسلے میں اگر تم نے پھر کچھ لکھا تو میں جواب دینے سے قاصر ہوں گا

(تمہارا ...)

چند رسائی نسخے مجرب

مرہم شفا:- یہ مرہم ہر قسم کے زخم کے لیے ہے، خواہ وہ آتشک کے پھوڑے ہوں یا آگ سے جلے ہوئے ہوں یا دیگر کسی قسم کے پھوڑا پھنسی ہوں، سب کو چند یوم میں بھر دیتا ہے، اور جب تک زخم اچھا نہیں ہوتا تب تک پھایا نہیں اترتا، اور نہ کوئی اس میں پانی وغیرہ سے خرابی ہوتی ہے۔ نسخہ موصوف یہ ہے:- **صفحہ:-** مردا سنگ ۱۲ ماشہ، موم سفید ۱ چھٹانک، نیلا تھوتھا ۱ ماشہ، گندہ بیروزہ ۱ تولہ، روغن کنجد ایک پاؤ، سندور ایک تولہ، کافور دیسی ۱ ماشہ۔

ترکیب تیاری:- ایک لوہے کی کڑاہی میں روغن کنجد ڈال کر گرم کریں۔ اور سندور ڈال دیویں، جب وہ سیاہ ہو جائے تو کڑاہی نیچے اتار لیں اور گندہ بیروزہ باریک کرکے ملائیں، بعد مردا سنگ باریک کرکے ڈال دیں، پھر کافور اور موم سفید و نیلا تھوتھا ڈال دیں اور خوب ملا دیویں اور کسی ڈبہ میں محفوظ رکھیں، اور بوقت ضرورت استعمال کریں، مجرب است۔

نوٹ:- اگر آگ سے جلے ہوئے شخص کو اول آب چونہ سے زخم کو دھو کر پھایا لگائیں تو بہت مجرب اور زود اثر ہے۔

مسہل سہل:- جو کہ ایک حکیم صاحب کا کثیر الاستعمال اور معمول مطب ہے اور ان کے مطب خانہ میں ہر وقت بیسیوں تولے موجود رہتا ہے، مقدار خوراک ۶ ماشہ سے ایک تولہ تک ہے، درد سر، قبض، بواسیر بادی، گولہ، دھند چشم غرضیکہ جس بیماری میں بھی قبض کشائی اور آنتوں کی صفائی مطلوب ہو حکیم صاحب مریض کو دیتے ہیں۔

نسخہ موصوف یہ ہے:- صفحہ:- ... مساوی وزن کھانڈ یا چینی کا چورا ملا لیویں اور شیشی میں محفوظ رکھ چھوڑیں، بوقت ضرورت جوان قوی الجثہ شخص کو ۱ تولہ شام کو دودھ کے ساتھ دیویں، اجابت ہو کر طبیعت درست ہو جائے گی مجرب ہے۔

حبوب اکسیری:- نسخہ:- سم الفار ایک تولہ۔ ایک ایک لیموں کاغذی کے عرق مقطر میں کھرل کرتے جائیں، حتیٰ کہ تین سو لیموں کا عرق اسی طرح کھرل کرتے کرتے ختم ہو جائے، پھر اس میں کشتہ سفید دو تولہ۔ سنگھاڑے کا آٹا دو تولہ ملا کر کھرل کریں اور ۶۰ عدد لیموں کا عرق مقطر اور ان میں جذب کریں، بس تیار ہے، ماش کے دانے کے برابر گولیاں بنا کر تیار کر لیں۔ **خوراک:-** ایک گولی مکھن میں رکھ کر کھائیں سات روز تک گھی دودھ کی کثرت رکھیں، جس قدر ہضم ہو سکے کھائیں انشاء اللہ تعالیٰ اس قدر بھوک اور طاقت ترقی کریگی کہ سنبھالنا مشکل ہو گا۔

فوائد:- یہ گولیاں تقویت میں کمال رکھتی ہیں کہ عمر بھر میں ایک مرتبہ یہ گولیاں کھائی ہوئی کافی ہیں، پھر کسی دوسری دوا کی حاجت نہیں رہتی، نامردی دور ہو جاتی ہے، ہر قسم کی جسمانی کمزوری اور ہر قسم کے بلغمی مرض کھانسی، دق، سل، دمہ وغیرہ سب دور ہو جاتے ہیں، اگر ہر سال یہ گولیاں سخت جاڑوں میں سات روز کھائی جائیں تو ہمیشہ تندرستی بنی رہتی ہے، بڑھاپا نزدیک نہیں آتا۔

ہنسو اور موٹے ہو جاؤ!

ایک بچے نے دکاندار سے کہا: "مجھے ایک آنے کا کمپس چاہیئے"
دکاندار نے کہا: "ہم ایک آنے کا کمپس نہیں بیچتے۔ ہمارے پاس دو آنے والی ٹکیہ ہے۔"
بچے نے کہا: "اچھا تو مجھے دو آنے والی ٹکیہ دکھاؤ۔"
دکاندار نے اسے ٹکیہ دکھائی۔ بچے نے جیب سے قلم تراش نکال کر ٹکیہ کے بیچ سے دو ٹکڑے کر دیئے۔ ایک دکاندار کی میز پر پھینکی اور ایک ٹکڑا جیب میں رکھ کر بولا: "تم بہت کمال ہو۔ اتنا کام بھی نہیں ہو سکتا۔"

پہلا دوست۔ کیا تمہارا بچہ باتیں کرنا سیکھ گیا؟
دوسرا دوست۔ ہاں اب ہم اسے خاموش رہنا سکھا رہے ہیں۔

ڈاکٹر نے مسز براؤن کو راستے میں جاتے دیکھ کر پوچھا "کہیئے۔ اب آپ کے شوہر کو نیند تو خوب آتی ہے؟ انہیں آپ نے دوا کھلائی تھی؟"
مسز براؤن نے جواب دیا: "جی ہاں، انہیں نیند آنے کی شکایت اب بالکل رفع ہو گئی تھی۔ آپ نے کہا تھا کہ انہیں ایک چونی بھر دوا کھلا دینا۔ اتفاق سے میرے پاس چونی نہیں تھی پیسے ہی پیسے تھے۔ لہٰذا میں نے انہیں سولہ پیسوں کے برابر دوا کھلا دی اور اب وہ پانچ دن سے بے خبر پڑے سو رہے ہیں۔"

دو آدمی کئی گھنٹے سے مچھلی کا شکار کھیل رہے تھے لیکن انہیں ایک مچھلی بھی نہ ملی تھی۔ اتنے میں ایک کمسن لڑکے نے تالاب میں بنسی ڈالی۔ آن واحد میں ایک فٹ لمبی مچھلی پھنس گئی۔ لڑکے نے مچھلی کو تالاب سے باہر نکال کر دیکھا اور پھر اسے تالاب میں پھینک دیا۔ ذرا دیر بعد پھر مچھلی پھنسی۔ لڑکے نے اُسے باہر نکال کر دیکھا۔ ڈیڑھ فٹ لمبی تھی۔ اس مچھلی کو بھی اس نے دوبارہ تالاب میں پھینک دیا۔
دونوں آدمیوں نے جو گھنٹوں سے مچھلی کے انتظار میں جھک مار رہے تھے۔ اس لڑکے سے کہا: "میاں صاحبزادہ! تم ان مچھلیوں کو پکڑ کر دوبارہ تالاب میں کیوں پھینک دیتے ہو؟"
لڑکے نے جواب دیا: "بات یہ ہے کہ دونوں مچھلیاں میرے لئے بالکل بیکار تھیں۔"
"کیوں؟"
"میرے گھر میں فرائی پان صرف چھ انچ کا ہے۔"

صبح دونوں کی شادی ہونے والی تھی۔ شام کے وقت مس صاحبہ کچھ خاموش سی بیٹھی تھیں۔ ان کے منگیتر نے پوچھا: "خیر تو ہے۔ اس وقت تم متفکر کیوں ہو رہی ہو؟"
مس صاحبہ نے جواب دیا: "میں یہ سوچ رہی ہوں کہ شادی کے بعد جب ہمارے بچے ہوں گے تو کیا ہم ان کی اعلیٰ تعلیم کا بھی انتظام کر سکیں گے؟"
نوجوان نے جواب دیا۔ "تم بھی برسوں کی باتیں کر[illegible]

پریس اور پبلک کی جانب سے
مرد نمبر کا خیر مقدم

ہمارے پیش نظر لاہور کا مشہور و معروف اور ہر دلعزیز ماہنامہ مست قلندر کا "مرد نمبر" ہے۔ مضامین کا حسن انتخاب اسکی ترتیب و تدوین اور اسی کے پیش نظر جس لگن کا اظہار ہوتا ہے اس سے یہ چیز اظہر من الشمس ہے کہ محترم ڈاکٹر سربچن سنگھ نے اچھوتے افسانوں اور دلکش و سبق آموز مضامین کی فراہمی پر کتنا روپیہ صرف کیا ہوگا اور محنت جو لگی ہوگی وہ علیحدہ رہی۔

یوں تو ہر ایک مضمون اور افسانہ شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے اور بلاشبہ اس کے مطالعہ کے بعد موصوف کے لئے بیساختہ مُنہ سے تعریف و توصیف کے کلمات نکل جاتے ہیں مگر اس مجموعہ مضامین میں بہت سے ایسے بھی ہیں جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے بہت عمدہ اور بلند ہیں۔ مثلاً بیگم حامد حسینی کا افسانہ "ظالم مرد" بیگم فرخ تسنیم لکھنوی کا افسانہ "میری بیداری" شمس مظفر پوری کا افسانہ "خیدرا کا سہاگ" بہت نتیجہ خیز اور سبق آموز ہیں۔ کاش ہمارے ہندوستانی بھائی بہن اس کے مطالعہ کے بعد اس پر عمل پیرا بھی ہوں۔ مرد نمبر ۱۹۰ صفحات پر مشتمل ہے سرورق سہ رنگی دیدہ زیب تصاویر۔ کتابت و طباعت نہایت اعلیٰ اور صاف کاغذ بہت نفیس قیمت فی پرچہ آٹھ آنے ہم ناظرین و ناظرات "ہلال" سے اسکی سرپرستی کی سفارش کرتے ہیں .... "ہلال بمبئی"

(۳) ڈاکٹر صاحب تسلیم مزاج شریف مست قلندر کا "مرد نمبر" ملا۔ ماشاء اللہ بہت خوب ہے۔ ٹائیٹل پیج نہایت دیدہ زیب ہے۔ مضامین لاجواب۔ ہر ایک اپنی جگہ پر انتخاب ہے اور کیوں نہ ہو جہاں حضرت نادر سیت پوری۔ ڈاکٹر اثر۔ امام الدین۔ بہزاد لکھنوی۔ قمر۔ شمس مظفر پوری۔ حاجی نبی احمد۔ ماہر القادری۔ مسعود جاوید۔ تیرتھ رام جیسے صاحبان کے مضامین موجود ہوں اس رسالہ کے اس نمبر کا کیا کہنا۔ اس کو تصنع یا مبالغہ نہ سمجھئے واللہ سچ عرض کرتا ہوں کہ تعریف نہیں کی جا سکتی۔ جنگ کے زمانہ میں جبکہ کاغذ اور سیاہی کی گرانی کی وجہ سے بڑے بڑے رسالوں کی ضخامت کم کر دی گئی۔ آپ ایسے ایسے ضخیم نمبر نکال رہے ہیں یہ آپ ہی کا کام ہے۔ میں آپ اور کارکنان مست قلندر کو صمیم قلب سے ہدیۂ مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ خدا آپ کو زیادہ سے زیادہ اُردو زبان اور ادب کی خدمت کرنے کا موقع عطا فرمائے۔ آمین (سلطان احمد صدیقی گورکھپوری)

(۳) مرد نمبر دیکھا۔ سبحان اللہ خوب ہے۔ آپ جس معیار پر مست قلندر کو لے آئے ہیں اور یہ جس بلند ترین دور سے گذر رہا ہے۔ اس کیلئے تعریف سے مستغنی ہے۔ خانزادہ محمد سلطان۔ رامپوری۔

(۴) مست قلندر کا "مرد نمبر" دیکھا اللہ اللہ کیا کہنا۔ مجھ کو جو دلچسپی اس رسالہ سے ہے وہ قابل بیان نہیں۔ آپ جانتے دلدادگی اور زندہ دلی ازل سے ہی میری گھٹی میں پڑی ہے۔ اور میری وارفتہ مزاجی کی سیری کے لئے ساری دلچسپیاں مست قلندر میں موجود رہتی ہیں۔ خدا کرے مست قلندر خوب پھلے پھولے اور اسکے چاہنے والوں کو معبود حقیقی سدا سلامت رکھے ایم اے باری و صفتاد

(۵) "مرد نمبر" ہماری نظر سے گذرا اس کے متعلق بس اتنا ہی کہہ دینا کافی ہوگا کہ قابل ایڈیٹر نے دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے (ایڈیٹر اخبار شیر ...)

MAST QALAND



You will never know what you have missed, if you don't buy this Copy.

میں مسلمان کیوں بنا؟

امریکہ کے ایک مشہور اہل قلم نے اسلام قبول کر لیا تھا تو تمام امریکہ میں تہلکہ مچ گیا اس نے اپنے قبول اسلام کی وجوہات اور حالات قلمبند کئے ہیں جو ایک ٹریکٹ کی صورت میں چھپ گئے ہیں یہ ٹریکٹ ہر مسلمان کو ضرور مطالعہ کرنا چاہیئے اور اپنے غیر مسلم دوستوں کو مفت دینا چاہیئے صرف ایک آنہ کا ٹکٹ بھیجکر طلب کریں صاحب حیثیت مسلمان چھ آنے کے ٹکٹ بھیجکر بیس اور ڈیڑھ روپیہ کا منی آرڈر بھیجکر ایک سو منگا لیں اور مفت تقسیم کر کے ثواب دارین حاصل کریں۔

پنجسورہ شریف مترجم ۲۰۸ صفحات مجلد جیبی سائز رنگین ہر ورق ہدیہ صرف دو آنہ

نماز شریف مترجم نو رنگ میں طبع شدہ ہدیہ صرف آٹھ آنہ۔

دعائے گنج العرش مترجم پانچ رنگ میں طبع شدہ ہدیہ صرف آٹھ آنہ۔

قرآن شریف ۱۵ سطور ۲۲×۲۹ سائز ۷۰۰ صفحات پانچ رنگ میں طبع شدہ ہر گھر میں اس نادر و نایاب کلام پاک کی ایک جلد ضرور رہنی چاہیئے۔ ہدیہ صرف دو روپے آٹھ آنہ۔

المشتہر منیجر دفتر سوشل ریفارمر سباٹھو شملہ

ولایتی رسٹ واچ کا عجیب کرشمہ

ہندوستان میں پہلی بار یہ گھڑی آئی ہے۔ دس فٹ اونچائی سے پھینک دیجئے بند ہو جائے تو قیمت واپس پانچ سال کی گارنٹی وقت کی بہترین پرزے ضرورت سے زیادہ مضبوط اور قیمت ان تمام خوبیوں کے باوجود انتہائی تعجب خیز یعنی صرف ساڑھے گیارہ روپے فیکٹری نے ہندوستانی پراپیگنڈا کیلئے دو ہزار گھڑیاں ہندوستان کو دی ہیں اور ہدایت ہے کہ ان کو نصف قیمت میں فروخت کیا جائے تاکہ عوام میں اس فیکٹری کے عجیب و غریب مال کا تجربہ ہو جائے اور لوگ معلوم کر سکیں کہ کم قیمت میں بھی بعض کمپنیاں اعلیٰ درجہ کی گھڑیاں سپلائی کر سکتی ہیں۔ لہٰذا عام اعلان کیا جاتا ہے کہ جن حضرات کو اس مفید اور بہترین دستی گھڑی کی ضرورت ہو وہ ہم سے نصف قیمت یعنی صرف پانچ روپے بارہ آنہ میں منگا سکتے ہیں۔ دو ہزار کی تعداد پوری ہو چکنے کے بعد اصل قیمت ہو جائے گی۔ آج ہی پتہ ذیل پر خط لکھ کر یہ گھڑی بذریعہ وی۔ پی۔ پارسل طلب کر لیجئے۔

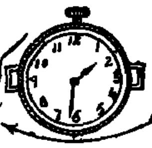
۹ آنہ محصولڈاک ہے۔ ۳ گھڑی اکٹھی منگانے پر محصولڈاک بھی معاف ہوگا

ہمارا پتہ:۔ **ایسٹرن آرٹس اکاڈمی نمبر ۴۵ K. دہلی**

173826
29 9

ایک دلہن کی سنسنی خیز آپ بیتی

پہلی رات کس طرح گذری



دلچسپ اور بھڑکا دینے والی سچی کہانی جس کو پڑھ کر ساٹھ سالہ بوڑھے بھی جذبات کو قابو میں نہیں رکھ سکتے جن پر صورت کی ہزاروں دوائیاں جوان نہیں بنا سکیں وہ اس کتاب کو پڑھ کر مرد بن جاتے ہیں اور پھر بار بار پڑھتے ہیں عورتوں کی وہ پرائیوٹ باتیں جنکی آپ کو بالکل خبر نہیں اور جنسیات کے وہ راز جو آج تک آپ سے پوشیدہ ہیں [illegible] روشن ہو جائیں گے ۴۴ رنگین تصاویر کا مرقع حجم ۲۰۰ صفحات۔ دو حصے مکمل قیمت صرف سوا روپیہ محصولڈاک علاوہ۔

پتہ **ویکلی سوشل ریفارمر سباٹھو شملہ**

بغیر اپریشن فوطہ بڑھ جانیکا شرطیہ علاج

فوطہ میں ہوا۔ اترآنی ہو یا پانی آگیا ہو تو اس حیرت انگیز دوا کو ضرور استعمال کیجئے خواہ کتنا ہی پرانا مرض ہو ایک ہفتہ میں مستقل طور پر فائدہ ہوسکتا ہے اس خطرناک بیماری کیلئے کنول رجسٹرڈ ایک مجرب دوا ہے کنول رجسٹرڈ کی مالش سے پسینہ کے ذریعہ مادہ خارج ہو کر فوطے اصلی حالت پر آجاتے ہیں۔ اپریشن کرانے کی ضرورت نہیں ہے مکمل فائدہ کے لئے ایک شیشی کی قیمت پانچ روپے دو آنہ اور نمونہ کی شیشی دو روپے۔ علاوہ محصولڈاک ۸ر

پتہ:۔ **جام کوثر آفس رجسٹرڈ دہلی** K.R

فرنچ گولڈ

سائنس کے جدید اصولوں پر کیمیکل طریقے سے تیار کیا ہوا یہ فرنچ سونا بیسویں صدی کی بہترین ایجاد ہے۔ کسوٹی پر سونا کا رنگ دیتا ہے۔ اس سونے میں بالکل استعمال کرنے میں کبھی رنگ خراب ہوگا۔ سونا جب چاہیں گلا سکتے ہیں خانگی روایت اور محبوب کی فرمائشوں کو پورا کرنا اب ہر شخص کے لئے سہل ہو گیا ہے۔ اب زیوروں کے ماجود قیمت فی تولہ صرف تین روپے بارہ آنہ۔ ڈاک خرچ علاوہ تین تولہ کی قیمت صرف دس روپیہ۔ ڈاک خرچ معاف۔ غلط نکلنے پر قیمت واپس ہوگی۔

پتہ:۔ **فرنچ گولڈ سپلائی کمپنی پوسٹ بکس نمبر ۵۴ دہلی** K

Sold everywhere throughout India at As 4/- only

C[illegible] in the market